



العُلم

المجلد

مُصنّف

أبو حامد محمد بن محمد غزالي رحمه الله عليه

مُترجم

أبو صالح حفص بن علاء بن مولانا فيض احمد اویسی مدظلہ

تصحیح

صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

ناشر

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

فون ۱- ۲۲۶۰۰۶

نام کتاب _____ احیاء العلوم (جلد اول)

مصنف _____ حجة الاسلام امام محمد سنزالی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم _____ مولانا فیض احمد اویسی مدظلہ

تصحیح کنندہ _____ صاحبزادہ محمد منیر رضا قادری

بار اول _____ اکتوبر ۱۹۹۷ء

پر نٹر _____ اشتیاق پرنٹرز لاہور

ناشر _____ شبیر برادرزہ لاہور

قیمت _____ ۱۹۷/۵ روپے

_____ ملے کا پتہ

شبیر برادرزہ - ۴۰ بی اردو بازار - لاہور فون ۷۲۴۶۰۰۶

احیاء العلوم (جلد اول اردو) کی فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۵	علوم کی دو اقسام ۱۔ شرعی ۲۔ غیر شرعی	۴۳	باب ۱
۶۶	غیر شرعی علوم تین قسم کے ہیں	۴۳	علم و تعلیم کے فضائل کا بیان
	۱۔ اچھا ۲۔ برا ۳۔ مباح	۴۳	فضائل علم قرآنی آیات
۶۷	اچھے علوم کی اقسام چار ہیں۔	۴۶	احادیث مبارکہ
	۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ	۴۹	آثار صحابہ و غیرہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
	۳۔ اجماع امت ۴۔ آثار صحابہ		علم کے فضائل پر اقوال صحابہ و اولیاء اللہ
۶۷	علوم شرعی	۵۱	اقوال دانشوران
	احادیث مبارکہ	۵۲	فضائل طالب علم
۷۳	۳ علم طریق آخرت کا اجمالی بیان		قرآنی آیات
۷۴	۱۔ علم مکاشفہ ۲۔ علم معاملہ		احادیث مبارکہ
۷۵	تصفیہ قلب علاج	۵۳	اقوال صحابہ و غیرہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
۷۵	علم مکاشفہ کی علامت	۵۴	تعلیم کے فضائل
۷۶	علم معاملہ یعنی دل کے حالات کا معلوم کرنا		قرآنی آیات
۷۷	خلاصہ		احادیث مبارکہ
۷۸	حکایات	۵۴	اقوال صحابہ و غیرہم (رضوان اللہ علیہم اجمعین)
۷۹	علم فلسفہ کی اقسام	۵۶	عقلی دلائل
۷۹	۱۔ اقلیدس اور حساب		وہ علم جو قابل تعریف اور قابل مذمت ہے ان
۷۹	۲۔ فلسفہ		کی اقسام اور احکامات کی تفصیل کا بیان
۸۰	۳۔ ”الہیات“ ۴۔ طبیعیات		وہ علم جس کا حصول فرض میں ہے
۸۱	فقیہہ کی تعریف	۶۱	احادیث مبارکہ
۸۳	قرب خدا کے اسباب	۶۱	اقوال صوفیائے کرام
۸۵	مختصر حالات ائمہ فقہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)	۶۳	فصل نمبر ۲
۸۵	ائمہ فقہ کے اسمائے گرامی		وہ علم جس کا حصول فرض کفایہ ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۷	فصل نمبر ۱	۸۶	سیرت امام شافعی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۹۷	بعض علوم کے براہ ہونے کی وجوہات	۸۶	کثرت عبادت
۹۷	حضور علیہ السلام پر جاوہر کا قصہ	۸۶	شکم سیری کے نقصانات
۱۰۰	حکایات	۸۷	حکایات
	(۴) مناظرہ اور اس قسم کے علوم پر مخلوق کی	۸۷	زہد شافعی
	توجہ کے اسباب مناظرہ سے پیدا ہونے والے	۸۸	حکایات
۱۰۲	مصائب اور اس کے جواز کی شرائط	۸۸	خوف خدا عزوجل
۱۰۲	فصل نمبر ۲	۸۹	امام شافعی اور اسرار و رموز
۱۰۲	ان علوم کی طرف لوگوں کی توجہ کے اسباب	۹۰	رضائے الہی کی طلب
۱۰۳	فصل نمبر ۲	۹۱	امام شافعی ائمہ کرام کی نظر میں
	اس غلطی کا ازالہ کہ یہ علوم صحابہ کے مشوروں	۹۲	سیرت امام مالک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۱۰۳	اور اسلاف کی تقریروں کے مشابہ ہیں	۹۲	حکایت
۱۰۴	شرائط و علامات مناظرہ	۹۳	امام مالک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا زہد
۱۰۴	حدیث شریف	۹۴	احادیث فضائل مدینہ منورہ
۱۰۶	اختیار	۹۴	استغنائے امام مالک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
	مناظرہ کے سبب سے پیدا ہونیوالی آفات اور ملک	۹۴	امام مالک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کے زہد کی ایک عجیب مثال
۱۰۸	حوادث	۹۴	امام مالک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا دنیا کو حقیر جاننا
۱۰۹	کینہ - نینیت - علاج	۹۵	سیرت امام اعظم ابو حنیفہ کو فی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۱۱۰	خود ستائی	۹۵	کثرت عبادت
۱۱۰	عیب جوئی اور بھید کا جتنس	۹۵	زہد و تقویٰ
۱۱۱	حدیث مبارکہ	۹۶	حکایت
۱۱۲	غیر مہذب مناظرین کی ناشائستہ عادات	۹۶	تعارف احمد بن حنبل اور
۱۱۳	علماء بے عمل کی سزا		حضرت سفیان ثوری مدینہ
۱۱۳	حدیث شریف		ان علوم کا ذکر جنہیں لوگ تو اچھا کہتے ہیں
۱۱۴	مستعلم و معلم (استاد شاگرد) کے آداب		لیکن وہ اچھے نہیں۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۸۱	علم غیب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	۱۸۱	آداب علماء کرام
۱۸۲	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا علمی سلسلہ	۱۸۱	آداب کامیان
۱۸۳	تفنیف کتب بدعت	۱۸۲	معلم (۱ ستلو) کے آداب
۱۸۵	چوتھی صدی کی بدعت	۱۸۲	علم بے عمل کی مثل
۱۸۷	سجدہ کا فرش بدعت	۱۸۲	آداب وقواعد کامیان
۱۸۸	نذمت بدعت	۱۸۳	علم کے سبب سے پیدا ہونے والی آفات
۱۹۱	عقل کی فضیلت	۱۸۳	احادیث مبارکہ
۱۹۲	احادیث مبارکہ	۱۸۳	اقوال صحابہ و غیرہم رضی اللہ عنہم
۱۹۳	عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام	۱۸۳	بے عمل علماء کی سزا
۱۹۵	اثبات عقل اور احادیث مبارکہ	۱۸۶	باجمل علماء کی طامات
۱۹۶	فیصلہ از امام غزالی علیہ الرحمۃ	۱۸۸	ارشادات سلسلہ نستوری علیہ السلام
۱۹۸	لوگوں کا عقل کم یا زیادہ ہونا	۱۸۵	حکایات
۲۰۲	وہ علوم جن کے الفاظ بدل گئے	۱۹۰	اکابر علماء کی دنیا دار مولویوں کو نصیحت
۲۰۳	احادیث شریفہ	۱۹۷	اکابر علماء و صلحا کی حکایات
۲۰۴	علم - توحید	۱۹۷	علمائے آخرت کی طامات
۲۰۶	فضائل ذکر	۱۹۸	حدیث قدسی شریفہ
۲۰۷	احادیث مبارکہ	۱۹۹	سلاکین کے اقسام
۲۰۸	قصہ گوئی کا جواز	۱۷۳	خلاصہ
۲۰۸	مطلب کار لوگ	۱۷۳	یقین کی اقسام
۲۰۹	نذمت اشعار گوئی	۱۷۶	علماء کی اقسام
۲۰۹	شعر گوئی کا جواز	۱۷۶	خاروقی نصائح
۲۱۱	شطحیات کی بحث	۱۷۷	حدیث شریفہ و حکایات
۲۱۲	احادیث مبارکہ	۱۷۸	راہل علماء کی نشانی
	باب ۲	۱۸۰	علمائے سوائے نذمت
	قواعد العقائد	۱۸۰	علمائے سوائے سزا
۲۲۱			

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	رسالہ قدسی فی قواعد العقائد یعنی عقائد سے متعلق دلائل ماہرہ	۲۲۱	توحید باری تعالیٰ عزوجل کا بیان
۲۲۷		۲۲۳	رسالت کا بیان
۲۲۷	اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان	۲۲۳	منکر و نکیر کا سوال
۲۲۸	عقلی دلیل	۲۲۳	قبر کے عذاب پر ایمان لانا
۲۲۳	سماعی امور کا بیان	۲۲۳	میزان پر ایمان لانا
۲۲۸	ایمان اور اسلام کا بیان	۲۲۵	پل صراط پر ایمان لانا
۲۲۹	حدیث جبریل علیہ السلام	۲۲۵	حوض پر ایمان لانا
۲۷۳	محرم راز رسول ﷺ کا علم غیب	۲۲۵	حساب پر ایمان لانا
۲۷۳	رد مرجہ فرقہ	۲۲۵	شفاعت پر ایمان لانا
۲۷۳	دلائل مذہب حق البسنت	۲۲۵	اعتقاد کرنا صحابہ افضل ہیں
۲۷۳	ازالہ وہم		دعوت و ارشاد میں تدریجی مراحل اور
۲۷۵	دلائل معتزلہ	۲۲۶	اعتقادات میں درجہ بندی کی وجہ
۲۷۵	رد معتزلہ از امام غزالی رحمہ اللہ	۲۲۸	مذمت علم کلام (حکایت)
۲۸۳	حکایات	۲۲۹	فضائل علم الکلام
	باب ۳	۲۳۰	روئید و مناظرہ ابن عباس بہ خواج
۲۸۷	فضائل طہارت	۲۳۰	مناظرہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
۲۸۷	احادیث مبارکہ	۲۳۰	مناظرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
۲۸۹	بدعات	۲۳۰	مناظرہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۲۹۱	وجہ ممانعت - وجہ امامت	۲۳۱	فیصلہ از امام غزالی رضی اللہ عنہ
۲۹۱	ازالہ وہم	۲۳۲	علم کلام کے فوائد
۲۹۲	حکایت	۲۳۵	تعلیم علم الکلام کی شرائط
۲۹۳	تحقیق طہارت ظاہرہ	۲۳۶	احادیث مبارکہ
۲۹۳	ظاہری نجاست سے پاک ہونے کا طریقہ	۲۳۷	اقوال عارفین
۲۹۹	نجاست دور کرنے کی کیفیت	۲۳۸	جاہل چروں کا رد
۲۹۹	وسواس کا علاج	۲۴۰	ازالہ وہم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۱۸	حکایت	۳۹۹	حدیث (وضو و غسل) کا بیان
۳۱۸	دلیل جواز	۳۹۹	پاخانہ - کے آداب
۳۱۸	بدعت نعت	۳۹۹	استنجا کی کیفیت
۳۱۹	عورتوں کے احکام حمام	۳۹۹	فرمان ذی شان نبی آخر الزمان ﷺ
۳۲۱	ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا نبوی ﷺ طریقہ	۳۹۹	وضو کی کیفیت
۳۲۲	پاؤں کے ناخن کاٹنے کا احسن طریقہ	۳۹۹	احادیث مبارکہ
۳۲۳	آنکھوں کو سرمہ لگانے کا نبوی ﷺ طریقہ	۳۹۹	فضائل مسواک
۳۲۳	بغ اور ذکر کی کھل کا دور کرنا	۳۹۹	مسائل مسواک
۳۲۳	داڑھی بڑھانا	۳۹۹	وضو کے مکروہات
۳۲۵	داڑھی کے مکروہات	۳۹۹	تانبے کا برتن
۳۲۵	خدمت سیاہ خضاب	۳۹۹	امام غزالی رحمہ اللہ کا خیر خواہانہ مشورہ
۳۲۵	احادیث مبارکہ	۳۹۹	فضائل وضو
۳۲۶	زرد خضاب کا حکم	۳۹۹	غسل کا بیان
۳۲۶	گندہ حک سے ہاتھوں کا سفید کرنا	۳۹۹	واجبات وضو
۳۲۶	دستور الاسلاف	۳۹۹	وجوب اقسام غسل
۳۲۷	داڑھی کے سفید ہل اکھاڑنا	۳۹۹	اقسام غسل سنن و مستحبات
۳۲۷	داڑھی کے بل پھنا	۳۹۹	تیمم کا بیان
۳۲۸	چار ہل جہنم میں ہیں	۳۹۹	تیمم کا طریقہ
	باب ۴	۳۹۹	ضروری توضیح
۳۳۰	نماز کے اسرار و رموز	۳۹۹	فضائل ظاہریہ سے پاک ہونا
۳۳۰	فضائل اذان	۳۹۹	احادیث مبارکہ
۳۳۲	فرض نماز کے فضائل	۳۹۹	احادیث مبارکہ پر اے نکھارنا
۳۳۲	ارکان نماز مکمل کرنے کے فضائل	۳۹۹	تمام کے احکام
۳۳۵	نماز باجماعت کے فضائل	۳۹۹	مستحبات تمام
۳۳۷	فضائل سجدہ	۳۹۹	درس عبرت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۹۳	سُننِ جمعہ	۳۳۸	فضائلِ خشوع
۳۹۴	مستحباتِ جمعہ	۳۴۰	حکایات
۳۹۴	جمعہ کے وجوب کے شرائط	۳۴۱	فضائلِ مسجد
۳۹۴	آدابِ صلوٰۃ جمعہ	۳۴۲	احادیثِ مبارکہ
۳۹۶	نوائے طیبہ شریعہ	۳۴۳	نماز کے ظاہری مال کا بیان
۳۹۷	فضائلِ عمارہ	۳۴۹	مناسباتِ نماز
۳۹۸	ایک بدعت جو عام ہے	۳۵۵	دل کے متعلق شرائطِ نماز
۴۰۰	احادیثِ مبارکہ و حکایات	۳۵۵	شرائطِ خشوع و حضوریِ قلب
۴۰۴	آدابِ یومِ الجمعہ (جمعہ کے دن کے مشاغل)	۳۵۶	احادیثِ مبارکہ
۴۰۵	ساعتِ یومِ الجمعہ کی تحقیق	۳۶۱	نماز میں حضورِ قلب کے دلائل
۴۰۸	جمعہ کی شب و روز نمازوں میں کونسی صورتیں پڑھیں	۳۶۲	باطنی امور جو تکمیلِ نماز کا ذریعہ ہیں
۴۰۹	دعائے قضاے حاجت	۳۶۳	غہ کورہ پلا امور کے اسباب
۴۱۰	ایسے مسائل جن میں امام لوگ جتلا ہیں	۳۶۶	حضور کی قلت کیلئے مفید تہذیب
۴۱۰	ضرورت کے امور	۳۶۹	ایسے امورِ قلبیہ جو نماز کے ہر رکن
۴۱۱	عزمت کی مثالیں	۳۶۹	اور شرائط کیلئے لازم ہیں
۴۱۱	ردِ امام غزالی رحمہ اللہ	۳۷۶	حاضر و ناظر ثابت
۴۱۲	قائد و نعلین تحت لعین	۳۷۷	اولیاتِ راسخ کے علوم و اسرار کی وسعت
۴۱۲	نماز میں تھوکانا	۳۸۰	حکایات خاصہ
۴۱۳	قیامِ التحدی عطف الامام (مسئلہ)	۳۸۳	حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت بلا فصل
۴۱۴	نوافل کا بیان	۳۸۴	حکایات
۴۱۴	نفلِ سنت - مستحب - طلوع نفل	۳۸۶	اہم قوتِ امام
۴۲۰	نوافلِ شب و روز	۳۸۸	ارکانِ نماز
۴۲۰	فضائلِ سنتِ الفجر	۳۹۱	بہت مبارک (فضائلِ جمعہ)
۴۲۱	تکبیر و نجوم	۳۹۱	احادیثِ مبارکہ
۴۲۱	سُنن الطہور - فضائلِ سُنن الطہور	۳۹۲	شرائطِ جمعہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۴۷	زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب	۴۴۲	علامت زوال
۴۴۹	عشر کا بیان	۴۴۲	سایہ اصلی کی پہچان
۴۴۹	سونے اور چاندی کی زکوٰۃ	۴۴۳	عشاء کے نوافل
۴۴۹	مل تجارت کی زکوٰۃ	۴۴۶	نماز چاشت
۴۵۰	دھنہ اور کانوں کی زکوٰۃ	۴۴۸	ہفتہ وار شب و روز کے نوافل
۴۵۱	صدقہ فطر	۴۴۸	اتوار کے نوافل
۴۵۲	زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی شرائط	۴۴۸	نوافل سوموار
۴۵۳	باطنی شرائط و آداب	۴۴۹	نوافل منگل
۴۵۶	بوقت ادائیگی زکوٰۃ	۴۴۹	نوافل بدھ
۴۶۳	وصیت لقمان	۴۴۹	نوافل جمعرات
۴۶۷	مستحقین زکوٰۃ ان کا حق اور اسباب و آداب	۴۳۰	نوافل جمعہ
۴۷۳	فیصلہ امام غزالی علیہ السلام	۴۳۰	نوافل ہفتہ
۴۷۴	فصل - نفلی صدقہ	۴۳۰	ہفتہ بھر کی راتوں کے نوافل کا بیان
۴۷۵	اقوال سلف صالحین علیہم السلام	۴۳۲	سلاطین نوافل کا بیان
۴۷۶	ظاہر اور پوشیدہ صدقہ	۴۳۵	فضائل نماز ماہِ ربیع
۴۸۰	فائدہ صدقہ	۴۳۶	ماہ شعبان کی نماز
۴۸۲	صدقہ الفضل ہے یا زکوٰۃ	۴۳۶	نوافل بوجہ عوارض
۴۸۲	فیصلہ امام غزالی علیہ السلام	۴۳۶	سورج اور چاند گرہن کی نماز
	باب ۶	۴۳۶	نماز کا طریقہ
۴۸۳	روزہ اور اس کے اسرار اور حکمتیں	۴۳۶	تہیۃ المسجد
۴۸۳	احادیث مبارکہ	۴۳۶	گھر میں جانے اور باہر نکلنے کے وقت کا دو گانہ
۴۸۵	واجبات ظاہرہ	۴۳۶	نماز استسجارہ
۴۸۸	روزہ کی سختیں	۴۳۶	بکھرے موتی
۴۹۳	باعتبار فضیلت نفلی روزوں کی ترتیب	۴۳۶	باب ۵
	باب ۷	۴۳۶	اسرار الزکاة

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۳۴	تلاوت قرآن عزیز	۴۹۸	حج کے اسرار و مقاصد
۵۳۵	فصائل تلاوت و قرات	۴۹۸	حج کے اسرار و رموز
۵۳۶	اقوال صحابہ و اسلاف رضی اللہ عنہم	۴۹۸	فضائل حج
۵۳۷	غفلت سے تلاوت کی مذمت	۵۰۲	اسلاف کے اقوال
۵۳۹	تلاوت کے ظاہری آداب	۵۰۳	خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے فضائل
۵۳۹	قرآن کی مقدار		مکہ مکرمہ میں اقامت کے کراہت و لائے اقامت
۵۵۰	تلاوت کی منازل	۵۰۳	کے شرائط
۵۵۷	تلاوت کے اعمال باطنی	۵۰۶	فضیلت مدینہ طیبہ
۵۵۸	نکتہ و حکایات	۵۰۸	حج کے واجب اور صحیح ہونے کی شرائط
۵۷۳	تفسیر ہارای کی مذمت	۵۰۸	حج نفل کی شرائط
۵۷۸	قواعد سماع	۵۱۰	ارکان حج
	باب ۹	۵۱۰	حج کے واجبات
۵۸۳	اذکار و ادعیہ کا بیان	۵۱۰	اقسام حج
۵۸۳	ذکر کے فضائل و فوائد	۵۱۱	ادائیگی حج کا طریقہ
۵۸۳	قرآنی آیات	۵۱۱	گھر سے احرام تک کی سنتیں
۵۸۴	احادیث مبارکہ	۵۱۵	میقات سے دخول مکہ تک کے آداب
۵۸۵	اقوال اسلاف	۵۱۷	طواف کا طریقہ
۵۸۵	فضائل مجالس ذکر	۵۱۹	سعی بین الصفت والمرود
۵۸۶	فضائل کلمہ طیبہ	۵۲۱	وقوف عرفات
۵۸۸	فضائل سبحان اللہ الحمد للہ و دیگر اذکار	۵۲۵	عرفات کے وقوف کے بعد کے اعمال یا طواف زیارت
	فصل ۲	۵۲۸	عمرہ اور اس کے بعد کے اعمال
۵۹۵	دعا و استغفار اور درود و سلام	۵۳۹	زیارت مدینہ منورہ اور اس کے آداب
۵۹۵	دعا کے فضائل و آداب	۵۴۸	فضائل زیارت
۵۹۵	دعا کے آداب دس ہیں	۵۴۹	حج کے دس مخفی آداب
۶۰۲	فضائل درود شریف		باب ۸

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۳۴	دعائیں	۶۰۵	عشق و روق کی کمائی ان کی اپنی زبانی
۶۳۷	فکر کی اقسام - فکر کی تمام قسمیں	۶۱۰	فضائل استغفار
۶۵۰	مومن کامل کی نشانیاں		ادویہ ماثورہ جو صبح و شام اور نمازوں کے بعد
۶۵۱	نکتہ - دن میں اس وقت کی عبادت	۶۱۵	پڑھنا مستحب ہیں
۶۵۱	دن کے اوقات کا وظیفہ	۶۱۷	دعائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
۶۵۲	دن کے وظائف کا "وظیفہ"	۶۱۷	دعائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
۶۵۲	نہند کی مقدار	۶۱۷	دعائے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
۶۵۳	وقت برائے وظائف الیوم	۶۱۸	دعائے بریدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا
۶۵۴	محاسبہ نفس کا طریقہ	۶۲۰	دعائے حضرت ابراہیم علیہ السلام
۶۵۴	رات کے وظائف کے اوقات	۶۲۰	دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
۶۵۶	نماز وتر کی تحقیق	۶۲۰	دعائے حضرت خضر علیہ السلام
۶۵۷	سونے سے پہلے کے وظائف	۶۲۱	دعائے حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ
۶۵۷	علیٰ بن القیاس	۶۲۱	دعائے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۶۵۹	اکابر اسلام	۶۲۲	دعائے حضرت آدم علیہ السلام
۶۶۱	رات کے وظائف کا وقت	۶۲۲	دعائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
۶۶۲	حالات کے اختلافات تبدیلی معمولات	۶۲۳	تسبیحات و دعائے المعتمد سلیمان رضی اللہ عنہ
۶۷۰	رات کی عبادت کا بیان	۶۲۳	دعائے حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ
۶۷۱	نوافل بعد نماز مغرب		حضور ﷺ اور صحابہ علیہم الرضوان
۶۷۲	فضائل شب بیداری قرآنی آیات	۶۲۶	کی دعائیں
۶۷۵	اقوال اسلاف صالحین		وہ دعائیں جن میں حضور ﷺ نے کسی چیز سے
۶۷۷	رات کو بیدار کر نیوالے آسان نسخے	۶۳۲	پناہ مانگی
۶۸۳	عبادت کے لحاظ سے رات کی تقسیم	۶۳۴	اوقات مخصوصہ کی دعائیں
۶۵	سال کے بہترین دن اور افضل راتیں		باب ۱۰
۶۸۶	پسلا عرفہ	۶۳۹	اوقات اور دو وظائف اور شب بیداری
۶۸۷	اول جلد کا اختتام ہوا	۶۴۱	وظائف الیوم (دن کے وظیفے)

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

تاثرات

تقریباً سٹل قبل ”راقم الحروف“ امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصنیف احیاء العلوم خریدنے کی غرض سے مارکیٹ گیا۔ ڈکاندار صاحب نے معلوم کرنے پر بتایا کہ ”بھائی“ اس کا ترجمہ صرف ”دیوبندی حضرات“ ہی نے کیا ہے ابھی تک کسی صحیح العقیدہ سنی نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ بات سُن کر بہت افسوس ہوا میں احیاء العلوم خریدے بغیر واپس چلا آیا۔

اس سلسلے میں متعدد علمائے کرام سے اس کے متعلق یعنی ترجمہ احیاء العلوم کے بارے میں عرض کیا مگر کوئی مثبت جواب نہ ملا گزشتہ سٹل یعنی 1416ھ میرے ایک دوست جو ایک بہت اچھے پبلشر ہیں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ احیاء العلوم کا اردو ترجمہ کرا رہے ہیں اور ترجمہ کرنے والے ایک بلند پایہ سنی عالم ہیں یہ خبر سُن کر خوشی ہوئی کہ کسی کو تو اس بات کا احساس ہوا۔

اس دوران میں ان سے اس ترجمہ کے بارے میں معلومات لیتا رہا۔ اس کے بعد مزید کئی خوشخبریاں سننے کو ملیں اور کئی دل خراش واقعات بھی درپیش آئے جن کا ذکر اس جگہ مناسب نہیں.....

آج سے دو ماہ قبل مجھے محترم ملک شبیر حسین صاحب نے نہایت مسرت بھرے انداز میں کہا کہ ہم احیاء العلوم کا ترجمہ کرا رہے ہیں اور پہلی جلد ترجمہ ہونے کے بعد کمپوز (رکابت) بھی کروالی گئی ہے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی اور جب مترجم کا نام سنا تو خوشی ڈوبلا ہو گئی کیونکہ ایک نہایت ممدیر عالم دین کا نام انہوں نے بتایا یعنی حضرت علامہ مولانا محمد فیض احمد اویسی صاحب (دام برکاتہ) آپ کی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے کئی موضوعات پر بیسیوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں دو اہم تصانیف (1) تفسیر روح البیان کا اردو ترجمہ جو مقبول خاص و عام ہے اور (2) امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام صدائق بخشش کی شرح ہے جو 13 جلدوں میں طبع ہونے کے بعد مارکیٹ میں دستیاب ہے اور مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ابھی یہ شرح مکمل نہیں ہوئی؟

کسی بھی زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک اہم اور مشکل کام ہے جب ترجمہ کیا جاتا ہے تو دو باتوں کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے ایک تو یہ کہ اصل متن کی عبارت میں ترجمہ کی وجہ سے کوئی فرق نہ آئے یعنی جملہ کچھ کا وہ نہ بن جائے دوسرا یہ کہ قاری کو مطالعہ کے دوران کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ باآسانی کہنے والے کی

بات کو سمجھ لے۔ قبلہ اویسی صاحب (دَامَ بَرَکَاتُہ) نے اپنے اس ترجمہ میں ان دونوں باتوں کا بہت التزام فرمایا ہے۔
امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مسلک شافعی تھا اس لئے آپ نے فقہی مسائل حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے تحریر فرمائے ہیں کیونکہ پاک و ہند میں اکثریت حنفی المذہب حضرات کی ہے اس لئے حضرت اویسی دَامَ بَرَکَاتُہ نے دوران گفتگو حاشیہ میں ان کی وضاحت فرمادی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

رَاقِمُ الحُرُوف نے پہلی جلد کو حرف با حرف پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے اور بے شمار فیوض و برکات سے مستفید ہوا ہے۔ اللہ جلا مجدہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور حضرت اویسی (دَامَ بَرَکَاتُہ) اور تمام علماء حق اہلسنت والجماعت کے علم میں عمل میں عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے اور ان اچھوں کے طفیل مجھ بے علم و عمل عاصی و گناہ گار پر بھی رحم و کرم فرمائے اور کل بروز قیامت اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوع مدینے میں ایمان و آفیت سے موت آئے اور

بقیہ پاک ہو میرا ٹھکانا یا رسول اللہ ﷺ

(سائل)

محمد منیر رضا قلوری رضوی

25 ذوالحجہ شریف 1417ھ لاہور شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مصنف کتاب حجة الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات و مقدمہ

فقیر اوسکی نے امام غزالی قدس سرہ کی ایک مفصل سوانح مرتب کی ہے بنام نثر الدرد اللہ لی علی الامام الغزالی یہاں احیاء العلوم شریف کے مقدمہ میں اس کی تلخیص ہدیہ ناظرین ہے۔ ایک بزرگ علامہ شیخ عبدالقادر بن شیخ عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ الحمیدروس یا علوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ”تعریف الاحیاء، مفنائل الاحیاء“ لکھی یہ مصر میں احیاء العلوم کے حاشیہ پر شائع ہوئی۔ اس کی تلخیص آخر میں عرض کروں گا۔ ان شاء اللہ تاکہ احیاء العلوم کے ناظرین کو معلوم ہو کہ جس کتاب کا آپ مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اس کی اتنی بلند شان ہے تو خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کتنے بلند مرتبت ہوں گے۔

امام غزالی کا نام محمد بن محمد بن احمد الغزالی ہے ابو حامد کنیت ہے۔ غزالی سے شہرت پائی۔ آپ حجتہ الاسلام سے بھی مشہور ہیں اور پانچویں صدی کے مجدد بھی آپ ہیں، جملہ علوم و فنون میں یکتائی کے علاوہ تصوف میں خصوصیت سے عدیم الشیر فہمید المثل ہیں۔ تصانیف کی کثرت آپ کے لئے زیادہ مشہور ہے۔

ولادت : امام حجتہ الاسلام محمد غزالی نے طوس کے قصبہ غزالی میں 450ھ - 1058ء میں آنکھ کھولی۔

والد گرامی کا نام اور تعارف : آپ کے والد امام محمد بن محمد ایک درویش صفت انسان تھے اور ان کو تنگ دستی کے باعث خودنوشت و خواند سے کچھ نہیں ملا تھا لیکن درویشی اور عبادت گزاری نے ان کے دل میں علم کی مشعل فروزاں کر رکھی تھی، وہ چاہتے کہ ”اگر پدر نتواند پسر تمام کند“ ان کے دو بیٹے محمد غزالی اور احمد غزالی علم دینی و دنیوی سے اپنی جھولیاں بھر چکے تھے، ان کو کیا خبر تھی کہ ان کی اس آرزو کو اللہ تعالیٰ نے ایسا شرف بخشا ہے کہ ان کے دونوں فرزند علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب بن کر دنیا میں چمکیں گے، ایک کے قدموں سے شہرت اور دنیاوی جاہ و جلال پھل ہوں گے اور علم دین و دنیا کا آفتاب بن کر درخشاں ہوگا اور مسند فقر و ارشاد پر متمکن ہو کر طریقت و ہدایت کی وہ شمع روشن کریں گے جو دنیا کی غلمتوں میں معرفت کا اجلا پھیلائے گی۔

نسخہ کیسایا : یہ امام غزالی والد گرامی کی سعادت ایک کیسائی نسخہ پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے وہ ہے علما و صوفیہ کرام سے محبت و عقیدت کہ خود نہ سہی تو اولاد میں گوہر نایاب منجانب اللہ عطا ہوتا ہے۔ تاریخ الفقہاء میں مشہور واقعہ ہے کہ ہمارے ائمہ احناف میں ایک امام شمس الائمہ حلوانی مشہور فقیہ و امام ہیں ان کے والد گرامی کو علمائے کرام سے محبت تھی وہ حلوا خرید کر علمائے کرام کو نذر گزارتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ صاحبزادہ عطا فرمایا کہ اہل دنیا کو

شس الائمہ ماننے پر مجبور ہونا پڑا۔

تعلیم و تربیت : امام صاحب کے والد محمد بن محمد کا 465ھ میں انتقال ہو گیا اس وقت امام صاحب کی عمر 15 سال تھی اور شیخ احمد غزالی 12-13 سال کے تھے۔ امام صاحب کے والد نے اپنے ایک صوفی مشرب دوست ابو حامد احمد بن محمد زازکلی کے ہاتھ میں ان دونوں کا ہاتھ دے کر وصیت کی تھی کہ میرا جو کچھ اثاثہ ہے اس کو ان دونوں کی پرورش اور تعلیم پر خرچ کر دیں چنانچہ امام صاحب کے والد کا معمولی سا سرمایہ اور خود حضرت احمد نے اپنا سرمایہ ان دونوں بھائیوں کی پرورش اور تعلیم پر صرف کر دیا۔ جناب زازکلی نے ان کو طوس کے مدرسہ میں داخل کرا دیا تاکہ وہاں اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کریں اور وہاں کے وظیفہ سے بھی بسرہ یاب ہوں لیکن امام غزالی طوس کے مدرسہ میں داخل ہونے کی بجائے جرجان چلے گئے جو طوس سے مسافت پر تہ واقع تھا اور یہاں مشہور زمانہ استاذ امام ابو نصر اسماعیل کی خدمت میں رہ کر تفنگی علم کو دور کیا اس وقت امام صاحب علوم متداولہ کی تحصیل کے بہت سے مدارج طے کر چکے تھے چنانچہ امام ابو نصر اسماعیل کی خدمت میں رہ کر آپ جو کچھ علمی مباحث سنتے ان کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ امام غزالی کچھ مدت امام ابو نصر کی خدمت میں رہے اور پھر واپس طوس آگئے لیکن علم کی پیاس ابھی نہیں بجھی تھی اس تفنگی کو دور کرنے کے لئے آپ طوس سے نیشاپور روانہ ہو گئے نیشاپور میں اس وقت امام الحرمین ابو العلی جوینی سے بڑھ کر اور کوئی عالم نہیں تھا اور اس وقت وہ مدرسہ نظامیہ نیشاپور کے مدرس اعلیٰ تھے (جو اس وقت دنیائے علم و ادب کا سب سے بڑا منصب تھا۔)

امام الحرمین کے حضور : علامہ جوینی کی خدمت میں پہنچ کر امام صاحب نے دوسرے علوم کے علاوہ جہل و خلاف (علم مناظرہ) علم الکلام اور مہلویات فلسفہ کی تکمیل کی اور ان علوم میں ویسا مکمل حاصل کیا کہ امام الحرمین کے تین سو طلبہ میں سب سے سبقت لے گئے آپ کی قابلیت اور فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ امام الحرمین علامہ جوینی آپ کی شاکردی پر فخر کرتے تھے امام صاحب کی عمر ابھی اٹھائیس سال کی ہوئی تھی کہ تمام علوم و فنون متداولہ یعنی لویلیات فارسی و عربی فقہ و حدیث تفسیر درایت کلام اور جہل و خلاف وغیرہ میں مکمل کی منزل پر پہنچ گئے اور ان علوم میں حقیقی تبحر آپ کو حاصل ہو گیا۔ 478ھ میں امام الحرمین کا انتقال ہو گیا علم دوست وزیر خواجہ نظام الملک (متوفی 485ھ) کو امام الحرمین کے حقیقی جانشین کی تلاش تھی۔ نظام الملک امام غزالی کے فضل و کمال کا شہرہ سن چکے تھے ان کو مدرسہ نظامیہ بغداد کی مسند صدارت کے لئے ایک جوہر قتل درکار تھا چنانچہ خواجہ نظام الملک نے بڑے عزت و اکرام کے ساتھ امام غزالی کی دربار میں پذیرائی کرائی لیکن اپنے تجربہ علمی کے ثبوت کے لئے امام صاحب کو ایک کٹھن امتحان سے گزرنا پڑا یعنی دربار سلجوقی سے وابستہ علمائے کرام کے ساتھ مناظرہ کرنا ضروری قرار پایا بغیر اس مناظرہ کے دربار میں جگہ پانا ناممکن تھا چونکہ امام امام علم و فضل کے بحرنا پید اکنار تھے جہل و خلاف پر بہت کچھ لکھ چکے تھے چنانچہ دربار سلجوقی کے علمائے کرام سے مناظرہ (مباحث) شروع ہوا اور امام صاحب سب پر غالب آئے اور سب نے امام صاحب کے تجربہ علمی کا اعتراف کیا نظام الملک کی دلی مراد برآئی اور خواجہ طوسی نے تمام علماء و رفقاء پر تقدم و فضیلت کے اظہار کیلئے زین الدین شرف الائمہ کا لقب دیا۔ اب دربار میں امام صاحب کی پذیرائی بھی اسی طرح ہوئی

تھی جس طرح علامہ ابواسحاق شیرازی اور امام الحرمین جوینی قدس اللہ سرہما کی ہوتی رہی۔ امام صاحب اب خواجہ نظام الملک کی نوازشوں سے کامیاب زندگی بسر فرما رہے تھے 478ھ سے 484ھ تک پوری دل جمعی کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول رہے 484ھ میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے مدرس اعلیٰ علامہ حسین بن علی طبری (تلمیذ علامہ ابواسحاق شیرازی) تھے ان کے انتقال کے بعد نصب جلیلہ کے لئے خواجہ نظام الملک طوسی نے امام صاحب کو منتخب کیا چنانچہ خواجہ نظام الملک کی استدعا اور خود اپنی دیرینہ خواہش برآنے کی بنا پر آپ نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں اس منصب اعلیٰ کو قبول کر لیا اور 484ھ ماہ ذیقعدہ میں اس درس گاہ میں تدریس کا آغاز کیا۔

باطنیہ فرقہ کا رد : 487ھ میں امیر المسلمین مقتدی بامر اللہ کا انتقال ہو گیا۔ امام صاحب کو مسند تدریس پر متمکن ہوئے ابھی صرف تین سال گزرے تھے مقتدی بامر اللہ کے بعد المستنصر بامر اللہ تخت نشین ہوئے انہی کی فرمائش پر امام صاحب نے ”روباطنیہ“ میں جو اس وقت تمام اصناف پر قابض تھے اور مصر و عراق میں بھی ان کا پورا زور تھا کتاب المستنصری تصنیف کی تاکہ ”باطنیہ“ تحریک کو جو عملی طریقہ سے قابو میں نہ آسکتی تھی علمی طریقہ سے دبایا جائے یہ وہ دور تھا کہ علماء کی باہمی چپقلش (حتبلہ و شوافع کے اختلافات اور فتنہ و فساد) ان کے مناظرے اور مجادلے خانہ جنگیاں یورشیں اور سازشیں برپا تھیں ماحول کی اس طرفی اور پریشان حالی نے امام صاحب کی زندگی پر برا اثر ڈالا اس سے نیشاپور میں ان کی زندگی پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ بسر ہو رہی تھی کسی نہ کسی صورت میں 484ھ سے 488ھ تک آپ نے منصب تدریس کی ذمہ داریاں پوری کیں لیکن روحانیت کو سکون نہ تھا۔ اسی لئے یہ منصب چھوڑنے پڑے۔

باطنی علوم کی تلاش : امام غزالی جس روحانی سکون کے خواہاں تھے وہ آپ کو مدرسہ نظامیہ میں منصب اعلیٰ پر فائز المرام ہونے کے باوجود حاصل نہ ہو سکا باوجود یکہ سلاطین سلجوقیہ اور امراء المسلمین (خلفائے عباسیہ) آپ کے دیدہ دل فرش راہ کئے رہتے تھے۔ نظام الملک تو پورا نیاز مند تھا۔ بڑے بڑے علمائے وقت و فضلاء آپ سے استفادہ کر رہے تھے لیکن آپ نے ان تمام امور کو پس پشت ڈال کر پختہ ارادہ کر لیا کہ اب یہاں رہنا نامناسب ہے اس لئے ہجرت کی ٹھانی اور یہاں سے نکل پڑے۔ آپ اپنی تصنیف ”المنقذ من الضلال“ میں خود لکھتے ہیں۔ ”المنقذ من الضلال“ کا اکثر حصہ امام غزالی قدس سرہ کی اپنی کمالی اپنی زبانی پر مشتمل ہے (اویسی غفرلہ) اس میں آپ نے اپنا حال تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :

”میں بغداد میں جو دنیا بھر کے عقائد اور خیالات کا دنگل تھا شیعہ سنی معتزلی زندیقی لحد مجوسی اور عیسائی بغداد میں ایک دوسرے سے مناظرے کرتے اور دست و گریباں رہتے میں ہر ایک باطنی ظاہری فلسفی متکلم اور زندیق سے ملتا تھا اور ہر ایک کے خیالات معلوم کرتا تھا میری طبیعت ابتداء ہی سے چونکہ مائل بہ تحقیق تھی ان ملاقاتوں سے رفتہ رفتہ میری ”تقلید“ کی بندش ٹوٹ گئی اور جن عقائد پر میں پہلے گامزن تھا ان کی وقعت میرے دل سے جاتی رہی کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ورنہ فروغ میں تو امام صاحب شوافع سے ہیں اسی لئے عقائد کے بارے میں فریاد میں نے غور کرنا شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے حیات اور بدیہیات کا علم یقینی حاصل ہے اور بس مختلف

مذہب کے بارے میں میرے شکوک جوں کے توں باقی رہے، اس وقت چار فرقے موجود تھے، متکلمین، باطنیہ، فلاسفہ اور صوفیہ، میں نے ان چاروں فرقوں کے علوم و عقائد کی تحقیق شروع کی، اس تحقیق سے اضطراب اور بڑھا، فرد تصوف پر جو کتب موجود تھیں ان کا مطالعہ کیا، مجھے پتہ چلا کہ اس کے لئے صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

ان واقعات سے تحریک پیدا ہوئی کہ تمام تعلقات کو ترک کر کے بغداد سے نکل جاؤں، نفس کسی طرح بھی ترک تعلقات پر آمادہ نہیں ہوتا تھا کہ اس کو شہرت عامہ اور شان و شوکت حاصل تھی۔ رجب 488ھ میں یہ خیال پیدا ہوا تھا لیکن نفس کے لیت و لعل کے باعث اس پر عمل نہ کرسکا۔ اس ذہنی اور نفسانی کشمکش نے مجھے سخت بیمار کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زبان کو یارائے گویائی نہ رہا، قوت ہضم بالکل ختم ہو گئی، میسوں نے بھی صاف جواب دے دیا اور کہا کہ ایسی حالت میں علاج سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، آخر کار میں نے سفر کا قطعی ارادہ کر لیا۔ امرائے وقت ارکان سلطنت اور علمائے کرام نے نہایت خوشامد و اکرام سے روکا لیکن میں نے ان کی ایک نہ مانی اس لئے سب کو چھوڑ چھاڑ کر شام کی راہ لی۔

مہاجر الی اللہ : امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس حالت میں بغداد شریف سے نکلے عجیب ذوق اور وارفتگی کی حالت تھی پر تکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کبیل تھا اور لذیذ غذاؤں کے بدلے ساگ پات پر گزران تھی

برادر اصغر نے راہ پر لگایا : اسی المنقذ من الضلال میں ہے کہ امام غزالی قدس سرہ مدت سے ترک دنیا کا سوچ رہے تھے لیکن تعلقات یہ بند شیش چھوٹ نہیں رہی تھیں ایک دن وعظ فرما رہے تھے کہ آپ کے برادر اصغر امام احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو صوفی اور صاحب حل تھے تشریف لائے اور یہ اشعار پڑھے

واصحب نہدی ولا نہندی ونسمع وعظا ولا نسمع

فبا حجر الشجر حتی منی نسن الحديد ولا نقطع

ترجمہ : تم دوسروں کو تو ہدایت کرتے ہو لیکن خود ہدایت نہیں پاتے دوسروں کو وعظ سناتے ہو لیکن خود نہیں سنتے

ایک سنگ نشان تاج کے (کب تک) لوہے کو تو تیز کرتا رہے گا لیکن خود نہ کاٹے گا

شغل ریاضت و عبادت : بغداد شریف سے ذی قعد 488ھ میں نکلے اور شام کی جامع مسجد دمشق پہنچ کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ روزانہ شغل تھا کہ جامع اموی کے غریبینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر دیتے اور تمام دن مراقبہ اور ذکر و فکر میں بسر کرتے دو سال تک یہی مشغلہ رہا لیکن مدد کی امور پھر بھی نہ چھوڑے کہ جامع اموی میں بیٹھ کر وہاں درس بھی دیا کرتے۔ یاد رہے کہ شام کی یہ ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی۔

شیخ کامل کی بیعت : امام غزالی قدس سرہ نے شیخ ابو علی قاسمی افضل بن محمد بن علی قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی شیخ موصوف بہت علی مرتبہ صوفی تھے نظام الملک ان کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ جب آپ دربار میں تشریف لاتے تو نظام الملک تعظیماً کھڑا ہو جاتا اور اپنی مسند پر بٹھا کر خوب مودب ہو کر سامنے بیٹھتا۔

طالب علمی میں بیعت : شیخ قادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طوس میں 477ھ میں وفات پائی اس وقت امام غزالی قدس سرہ کی عمر ستائیس سال تھی اور طالب علمی کا دور تھا اسی لئے ضرور ہے کہ آپ نے اسی دوران بیعت کر لی ہوگی۔ لیکن دمشق میں زیادہ تر وقت شیخ نصر مقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زلویہ میں گزرتا تھا۔

ہجرت بیت المقدس : رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے علم و فضل اور تبحر علمی کا علم ہو گیا علماء فضلاء کی آمد و رفت ہونے لگی آپ کے مشاغل میں خلل پڑنے لگا اور اس ہنگامہ سے بچنے کے لئے ایک رات خاموشی کے ساتھ سوئے بیت المقدس دمشق سے روانہ ہو گئے اپنے سفر بیت المقدس کے سلسلہ میں علامہ غزالی نے ”المنقذ من الضلال“ میں صراحت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی اس مسافرت کا بیشتر حصہ بیت المقدس میں بسر ہوا اور اس سفر کا بہترین علمی سرمایہ اور آپ کی تصانیف میں سب سے بلند پایہ تصنیف ”احیاء العلوم“ اس دور کی تصنیف ہے جس کی مثال دنیا کی اخلاقی کتابوں میں منہا مشکل ہے، اخلاقیات کے موضوع پر یہ ایک بے نظیر و بے مثل کتاب ہے، بعد کے مصنفین نے اخلاقیات کے موضوع پر جو کچھ

لکھا ہے اس کا ماخذ احیاء العلوم ہے۔ احیاء العلوم کے علاوہ کتاب اربعین اور بعض دوسرے رسائل بھی اسی قیام دمشق میں تصنیف کئے گئے۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ حجت الاسلام نے احیاء العلوم کی تصنیف کے لئے بیت المقدس میں جو جگہ انتخاب کی تھی وہ قبتہ الصخرہ کا مشرقی گوشہ تھا اور امام صاحب اس گوشہ میں معتکف تھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ احیاء العلوم جیسی بلند پایہ اور مبسوط و ضخیم کتاب کی تصنیف اس بے سروسامانی اور پریشان حالی میں ناممکن ہے لیکن مورخین کے اقوال اور دوسرے شواہد کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ احیاء العلوم کا زمانہ تصنیف یہی وہ وہ سالہ بے سروسامانی اور زمانہ مسافرت ہے۔ اس تصنیف سے امام صاحب کے تبحر علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس اس بے سروسامانی میں کوئی ذخیرہ کتب موجود نہ تھا جو آپ کو اس ماخذ کا کام دیتا۔

احیاء العلوم پر تبصرہ : امام غزالی قدس سرہ نے اسی جذب و مستی اور عشق کے غلبہ ذوق میں یہ کتاب احیاء العلوم تصنیف فرمائی ہے اسی لئے اس کی مقبولیت لازمی امر ہے یہی وجہ ہے احیاء العلوم اور اس کا خلاصہ کیمیائے سعادت آج بھی ایک مرشد کامل اور رہبر حق کا کام دیتی ہے۔

اکابر مشائخ علماء و صوفیہ : ۱۔ محدث زین الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احیاء العلوم امام غزالی قدس سرہ کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہے۔

۲۔ حضرت الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہ امام الکاشفین کے لقب سے مشہور ہیں آپ احیاء العلوم کو کعبہ مکرمہ کے سامنے بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے (شرح احیاء العلوم ج ۱ ص 28)

۳۔ امام عبدالقافر فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو امام الحرمین کے شاگرد اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصر تھے فرماتے تھے کہ احیاء العلوم جیسی کتاب پہلے کسی نے نہیں لکھی۔

۴۔ حضرت شیخ علی مرحوم نے پچیس بار اول سے آخر تک احیاء العلوم کو پڑھا اور ہر دفعہ ختم کر کے فقراء و طلباء کی

دعوت کرتے۔

5- مشارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہے۔

ازالہ وہم : یہ جملہ ان لوگوں کو ثقیل محسوس ہوتا ہے جو اولیاء کرام و بزرگان عظام کی قدر و منزلت سے بیوقوف ہیں ورنہ نہ صرف احیاء العلوم بلکہ بہت سی مقبول تصانیف کے لئے اکابر نے ایسے فرمایا ہے حضرت مولانا رومی قدس سرہ کی مثنوی شریف کے لئے عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا۔

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبیں پہلوی

بدایہ شریف فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ قرآن کی مانند ہے وغیرہ وغیرہ۔

6- حضرت شیخ عبداللہ عیدروس قدس سرہ (مصنف) تعریف الاحیاء کو احیاء العلوم تقریباً پوری حفظ تھی۔

7- شیخ عبداللہ گازرونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعویٰ تھا کہ تمام علوم دنیا سے ناپید ہو جائیں تو احیاء العلوم سے سب کو زندہ کروں

فائدہ : شبلی نعمانی نے ان تمام اکابر کے اقوال لکھ کر کہا کہ تعجب یہ ہے کہ جو لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمعصر تھے وہ بھی آپ کی تصنیفات کو الہامی سمجھتے تھے اور لکھا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں اور ان کے بعد مقبولیت آپ کی تصنیفات کو ہوئی وہ تعجب انگیز ہے (الغزالی ص 120)

منکر کو سزا : تعریف الاحیاء اور الغزالی میں لکھا کہ ایک مشہور عالم دین ایک دن احیاء العلوم ہاتھ میں لئے ہوئے تھے لوگوں سے کہا کہ ”یہ کتاب یہ کتاب“ یہ کہہ کر اپنے اعضاء نشان دکھائے اور کہا کہ پہلے میں اس کتاب کا منکر تھا آج شب کو امام غزالی کو دیکھا وہ مجھ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں لے گئے اور اس جرم کی سزا میں مجھ کو کوڑے لگائے گئے۔

فقیر اویسی غفرلہ : اللہ کرے آج بھی کوئی سبب بن جائے کہ احیاء العلوم کے منکر کو عام بھرے مجمع میں کوڑے لگیں تاکہ عوام کو عبرت ہو کہ اللہ والوں کی بے ادبی اور گستاخی کیا ہے۔

اعتراف بھی اعراض بھی

شبلی نعمانی نے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلمات کے اعتراف کے باوجود اعراض سے بھی باز نہیں آیا یوں کیا کہ اس میں شبہ نہیں کہ حکمائے یونان نے فلسفہ اخلاق پر جو کچھ لکھا تھا وہ بھی امام صاحب کے پیش نظر تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ابو علی سینا و ابن مسکوبہ کی تصنیفات اور اخوان الصفا کے رسالہ بھی ان کے سامنے تھے لیکن ان تمام تصنیفات کو احیاء العلوم سے وہی نسبت تھی جو قطرہ کو گوہر سے سنگ کو آئینہ سے کلمہ سفالین کو جام جم سے ہے۔

احیاء العلوم کو جن خصوصیتوں نے تمام قدیم و جدید تصنیفات سے ممتاز کر دیا ہے ان کی ہم ترتیب لکھتے ہیں بڑی خصوصیات جس نے عام و خاص عارف و جلیل سب میں اس کو مقبول بنا دیا ہے کہ حکمت و موعظت دونوں کو ساتھ نبھایا ہے تحریر یا تقریر کا سب سے مشکل پہلو وہی پیدا ہوتا ہے جہاں دو مختلف طبقوں کے آدمیوں سے خطاب کرنا پڑتا ہے واعظ اپنی جلوہ بیانی سے ایک جم غفیر کو وجد میں لا سکتا ہے۔ لیکن حکیمانہ طبیعت کا آدمی اس سے متاثر نہیں ہو سکتا برخلاف اس کے ایک حکیم جب معارف و حقائق پر تقریر کرتا ہے عوام پر اس کا جلوہ نہیں چلتا احیاء العلوم میں یہ خاص کرامت ہے کہ جس مضمون کو ادا کیا ہے بلوجود سہل پسندی عام فہمی اور دلاویزی کے فلسفہ و حکمت کے معیار سے اترنے نہیں پاتا۔ یہی بات ہے کہ امام رازی سے لے کر ہمارے زمانے کے سطحی واعظ تک اس سے یکساں لطف اٹھاتے ہیں۔ امام صاحب کے زمانہ تک دستور تھا کہ فلسفہ اور متعلقات فلسفہ پر جس قدر کتابیں لکھی جاتی تھیں عموماً پیچیدہ اور دقیق عبارت میں لکھی جاتی تھیں اور بو علی سینا نے تو فلسفہ کو گویا طلسم بنا دیا تھا اس کی وجہ کچھ تو یہ تھی کہ فلسفہ کے مسائل خود دقیق ہوتے تھے کچھ یہ کہ یونانیوں کے زمانہ سے یہ خیال چلا آتا تھا کہ فلسفہ کو عام فہم نہ کرنا چاہیے کچھ یہ کہ اکثر لوگ یہ قابلیت بھی نہ رکھتے تھے کہ پیچیدہ مطالب کو آسان عبارت میں ادا کر سکیں فلسفہ کے اور اقسام کی بہ نسبت فلسفہ اخلاق آسان اور ہے سریع الفہم ہے تاہم اخلاق پر بھی جو کتابیں لکھی گئیں تھیں مثلاً کتاب الطہارت للابن اسکو یہ اشکل سے خلل نہ تھیں۔ امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے فلسفہ اخلاق کے مسائل اس طرح ادا کئے کہ دقیق سے دقیق نکتے افسانہ اور لطائف بن گئے۔ ایک ہی مضمون کو کتاب الطہارت اور احیاء العلوم دونوں میں دیکھو کتاب الطہارۃ میں تم کو غور و خوض سے کام لینا پڑے گا اور بلوجود اس کے زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ کتاب کا مطلب تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ احیاء العلوم میں یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ تم کوئی کتاب پڑھ رہے ہو یا قصہ کی طرح اس کو پڑھتے چلے جاؤ گے اور مضمون کی نسبت صرف یہی نہیں ہو گا کہ تم اس کو سمجھ جاؤ بلکہ دل پر اس کی کیفیت طاری ہوگی اور تم سرپا اثر میں ڈوب جاؤ گے (الغزالی ص 32)

اخلاق کی تعلیم میں ایک بہت بڑی غلطی ہمیشہ سے یہ ہوتی آئی ہے کہ اختلاف طبائع و امزجہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا کسی ہلنی مذہب کے نزدیک اگر تجرد اور ترک اختلاط پسندیدہ ہے تو وہ چاہے گا کہ تمام عالم تاریک الدنیا ہو جائے دوسرے کے نزدیک اگر حسن معاشرت اور فیض رسانی عام زیادہ مفید ہو تو اس کی خواہش ہوگی کہ سب اسی قالب میں ڈھال جائیں لیکن چونکہ انسانی طبیعتیں مختلف ہیں اس لئے اس قسم کی ایک طرفہ تعلیم کا اثر خاص طبائع تک محدود رہ کر باقی ہزاروں آدمیوں کے حق میں بیکار ہو جاتا ہے اس نکتہ کو سب سے پہلے امام صاحب نے سمجھا ان کے اصول کے موافق اخلاق کی تعلیم اختلاف طبائع کے لحاظ سے ہونی چاہیے بلکہ معاشرت کے وہ اصول اور قواعد نے چاہئیں جو کہ ذریعہ ذریعہ سے اس سے وہ نیکیاں ظہور میں آئیں جو معاشرت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی حاجت الہی خلق ہدایت عام اسی طرح جس کا مزاج قدرتا تجرد پسند ہے اس کو ہرگز معاشرت کی ہدایت نہیں کرنی چاہئے بلکہ گوشہ گیری اور ترک تعلقات جیسے اصول سکھانے چاہئیں جن سے وہ اعتدال سے متجاوز نہ ہونے پائے۔ (الغزالی)

(نوٹ) شبلی نعمانی کے اعتراضات کی فہرست آگے آرہی ہے۔

سابق و لاحق مخالف و منکر

نہ صرف امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلکہ بہت سے اکابر مشاہیر کی مخالفت و انکار کا بازار گرم رہا اور یہ سلسلہ طویل ہے امام غزالی قدس سرہ کی زندگی میں ہی مخالفت کا طوفان پھا ہوا الحمد للہ وہ مخالفت و انکار تو زیر زمین ہو گیا لیکن امام غزالی قدس سرہ کا نام نامی سورج سے زیادہ چمک رہا ہے اور تاقیامت چمکتا رہے گا۔ ہاں سابق دور میں اکثریت کی مخالفت و انکار پر مبنی تحقیق علمی تھی لیکن دور حاضرہ یا اس سے قبل بعض حضرات کی مخالفت برائے مخالفت ہی تھی اور فقیر امام غزالی قدس سرہ کے چند مخالفین کے مختصر اعتراضات پھر ان کے جوابات عرض کرتا ہے تا کہ قارئین احیاء العلوم کسی الجھن میں مبتلا نہ ہوں۔

دور سابق کی مخالفت کا نمونہ : شبلی ”الغزالی“ میں لکھتا ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بعض اسباب نے جم غفیر کو برا فروختہ کیا اور ہر فرقہ کے بڑے بڑے علماء مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے فقہانے فتویٰ دیا کہ ان کی تصنیفات اور خصوصاً احیاء العلوم کا مطالعہ کرنا گناہ ہے اسپین کے علماء نے جن کے سرکردہ قاضی عیاض تھے ان کی تصنیفات بادشاہ وقت کے سامنے پیش کیں اور رائے دی کہ سب جلا دینے کے قابل ہیں چنانچہ کل کی کل جلا دی گئیں یہ واقعہ 500ھ میں بمقام مرہ و قوچ میں آیا۔ محمد شاہ سلجوقی کے دربار میں بھی فقہانے ایک بڑے گروہ نے ان کی شکایت کی جس کی تفصیل کیفیت ہم امام صاحب کے حالات زندگی میں لکھ آئے ہیں۔

مخالفت کا سلسلہ امام صاحب کی وفات کے بعد بھی مدت تک قائم رہا۔ مخالفین کی تعداد اگرچہ بہت ہے۔ لیکن ان میں سے جو لوگ علم و فضل میں ممتاز تھے ان کی یہ تفصیل ہے ابو بکر بن العربی، مامدی، طرطوشی، قاضی عیاض (مصنف شفاء)، ابن المنیر محدث ابن الملاح، یوسف دمشقی بدر زرکشی برہان بقاعی محدث ابن جوزی، علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم۔

جن لوگوں نے محض جسد و بغض کی وجہ سے مخالفت کی تھی ان کا ذکر تو بے فائدہ ہے لیکن جن لوگوں کی مخالفت نیک نیتی پر مبنی تھی ان کے خیالات اور لائیں لحاظ کے قابل ہیں۔

فہرست مخالفین غزالی

محدث مازری . پایہ کے محدث تھے ان کی شرح صحیح مسلم تمام شروح سے اعلیٰ درجہ کی ہے محدث موصوف نے امام صاحب کے متعلق نہایت مفصل رائے دی ہے جس کو مقدمہ ابن سبکی نے طبقات الشافیہ میں بتامہا نقل کیا ہے ہم اس کا خلاصہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں اس میں بعض الفاظ امام صاحب کی نسبت نہایت سخت ہیں لیکن وہ

محدث موصوف کے خاص الفاظ ہیں۔ میں صرف ناقل ہوں۔

غزالی کے شاگردوں کو میں نے دیکھا اور ان سے غزالی کے حالات و خیالات اس کثرت سے سنے ہیں کہ گویا میں نے خود غزالی کو دیکھا ہے اس لحاظ سے میں ان کی نسبت اپنے خیالات بتفصیل ظاہر کرتا ہوں۔ غزالی کو فقہ میں اصول فقہ کی نسبت زیادہ کمال ہے علم کلام میں بھی ان کی تحسینیں ہیں لیکن اس فن میں ان کو کمال نہیں جس کی وجہ ہے کہ انہوں نے قبل اس کے کہ علم کلام میں مہارت حاصل کی فلسفہ کی کتابیں دیکھیں اس کا یہ اثر ہوا کہ فلسفہ کے خیالات ان پر اثر کر گئے مجھ کو یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ وہ اخوان کے رسائل کو اکثر مطالعہ میں رکھتے تھے ان رسالوں کا مصنف ایک فلسفی ہے جس نے فلسفہ کو دین میں ملانا چاہا اور اس پر دے میں فلسفہ کی حمایت کی۔ اس زمانہ میں ابو علی سینا پیدا ہوا جو فلسفہ کا امام تھا اس نے چاہا کہ عقائد اسلام کو بالکل فلسفہ کے قالب میں ڈھال دے چنانچہ زور قابلیت سے اس ارادہ میں بہت کامیاب ہوا۔

غزالی کے بہت سے مسائل ابو علی سینا ہی کے خیالات پر مبنی ہیں۔

تصوف کے جو مسائل غزالی نے لکھے ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ ان میں ان کا ماخذ حدیثیں نقل کی ہیں۔ غزالی جا بجا تصریح کرتے ہیں کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کو کتاب میں درج نہیں کرنا چاہتے لیکن اس کی وجہ نہیں ہو سکتی وہ مسائل اگر غلط ہیں تو ضرور اس قتل ہیں لیکن اگر صحیح ہیں جیسا کہ غزالی کا خیال ہے تو کیوں نہ ظاہر کئے جائیں یہ امام رازی کی رائے ہے۔ (الغزالی شبلی نعمانی ص 122 127)

تبصرہ اولیٰ غفرلہ : حق تو یہ تھا کہ شبلی ان اعتراضات کا مفصل نہ سہی مجمل جواب لکھتا لیکن جب وہ خود امام غزالی قدس سرہ کے مخالفین میں ہے تو پھر جواب کیسا؟ اس نے تو اعتراضات لکھے بھی اسی لیے تاکہ دوسروں کے ہاتھوں امام غزالی قدس سرہ پر بندوق چلائے۔

جوابت اولیٰ غفرلہ : 1۔ فقہ و کلام و اصول فقہ کا کمال تسلیم کر کے پھر انکار عجیب سا ہے جب وہ علم کلام انہیں حاصل ہے تو مطالعہ کی قبلت و بعدیت کو دخل بنانے کا کیا معنی بہت سے ائمہ اسلام و مشائخ عظام ایسے ہیں جن کی قابلیت مسلم ہے انہوں نے بھی شہرت علمی سے پہلے اسی فن کو زیر مطالعہ رکھا تو اس کا قصور بغل میں اور قصور برکف اگر یہ قصور اسلاف کا نہیں تو امام غزالی کا کیا

جواب 2 فلسفہ اثر گیا (معاذ اللہ) پھر فلاسفہ کی تصانیف کے مطالعہ سے دور بڑا مجرم دیا گیا حالانکہ سب معلوم ہے بالخصوص جنہیں امام غزالی قدس سرہ کی تصانیف بالخصوص احیاء العلوم و کیسائے کا مطالعہ نصیب ہے انہیں یقین ہے کہ امام غزالی فلسفہ کو مسلمان کر کے اس سے اسلام کی بنیادیں ایسی مضبوط کی ہیں کہ قیامت تک کوئی ملحد فلسفی ان بنیادوں کو ٹکریں مارے تب بھی اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا لہذا اس کا اپنا ستیا ناں ہو گا۔

جواب نمبر 3 معترض محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ اعتراض بھی بے سود ہے اس لئے کہ جب امام غزالی قدس سرہ کی خدمت تصوف مسلم ہے تو پھر اپنے قیاس سے انہیں مجرم بنانا کمال کا انصاف ہے۔ مطالعہ خواہ کسی کتاب کا ہو۔ یہ تو سب کو یقین ہے کہ اہل حق حق ہی ثابت کرے گا خواہ وہ سرا اس کا بالمقابل حق سے ہی گمراہی کا ثبوت دے اسی

لئے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا“

حکایت : ایک ہندو نے بکواس کی کہ سر دیوں میں لو چلتی ہے جس سے کتھیاں باغلت جل جاتے ہیں یہ منحوس اسرہ ہے کہ (معاذ اللہ) یہ کعبہ کی جانب سے آتی ہے ایک مسلمان نے برہمنہ جواب دیا کہ یہ منحوس اس لئے ہے کہ کعبہ معظمہ کو پیٹھ کر کے آئی گستاخی کعبہ سے منحوس ہو گئی امام غزالی قدس سرہ پر یہ طعنہ نا انصافی ہے کیا ہم سب غیروں کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے تو کیا ان کتابوں کے مطالعہ سے تمام لوگ گمراہ ہیں۔

جواب نمبر 5 محدث معترض امام غزالی قدس سرہ کی تصوف کا مافذ پوچھتا ہے خود شبلی نعمانی آگے چل کر اس کا جواب طعن و تشنیع کے رنگ میں دے گا۔ اس کے طعن و تشنیع کا جواب فقیر لوسی غفرلہ دے گا (ان شاء اللہ) لیکن شبلی کا معنی و تشنیع والا جواب اسی محدث معترض کو مسلم ہو گا اس لئے کہ قشریہ وہ اسلاف صالحین کی تصوف کا منکر نہیں مثلاً ابو طالب کی و صاحب رسالہ قشریہ

جواب نمبر 5 احیاء العلوم کی کل حدیثیں ضعیف و موضوع نہیں اگر کوئی ہیں تو ان کا منعت فضائل اعمل کے لئے ہے اور بعض موضوع ہیں تو موضوع حدیث کے لئے اور حدیث صحیح موید ہو تو وہ معنی صحیح ہو جاتا ہے کے مقدر مولوی اسماعیل دہلوی نے اصول فقہ (عربی رسالہ) میں یہی قاعدہ ہے اور اشرف علی تھانوی نے انکشاف میں اسے تسلیم کیا ہے۔ فقیر نے چند شواہد شرح حدیث لولاک میں عرض کئے ہیں۔ المستعین اس اعتراض کا قلع قمع اس سے ہو سکتا ہے جسے اتحاف ایسا درست شرح احیاء علوم الدین للزیدی اور المغنی عن حمل الاسفار

مخالف 2 : ابوالولید طرطوشی ہیں۔ وہ خود امام صاحب سے ملے تھے اور ان کے خیالات و معتقدات ان کی زبانی سنے تھے وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ میں نے غزالی کو دیکھا ہے بے شبہ وہ نہایت ذہین، فاضل اور واقف فن ہیں۔ ایک مدت تک وہ علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن اخیر میں سب چھوڑ چھاڑ کر حلویوں میں جاتے اور فلسفہ کے خیالات اور منصور علاج کے معنی مذہب میں غلو کر دیئے فقہاء متکلمین کو برا کہنا شروع کیا اور قریب تھا کہ مذہب کے دائرے سے نکل جائیں احیاء العلوم لکھی تو چونکہ تصوف میں پوری مہارت نہیں تھی اس لئے منہ کے بل گرے اور تمام کتاب میں موضوع حدیثیں بھر دیں۔

جوابت اویسی غفرلہ : یہ طرطوشی صاحب عجیب بزرگ ہیں کہ امام صاحب کے کلمات علمی کے اعتراف کے باوجود حلویوں سے ملنے کا بہتان تراش رہے ہیں یا یہ شبلی نعمانی کی حرکت ہے کہ جن بزرگوں (اولیاء - مشائخ - صوفیہ) سے امام غزالی قدس سرہ ملے وہ حلوی نہیں تھے ہاں شبلی نعمانی کی پارٹی انہیں حلوی ضرور کہتی ہے تو ان کے کہنے سے وہ حلوی نہیں کہے جاسکتے ہاں وہ فلسفہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے اور ان لوگوں کو ابن تیمیہ دارین العیم اور شبلی نعمانی کی پارٹی گمراہ گردانتی ہے درنہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کا خاندان اسماعیل سمیت اور اکابر دیوبند انہیں کمال اولیاء تسلیم کرتے ہیں۔ اسی لئے طرطوشی بڑھن شبلی نعمانی غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ان کی صحبتوں میں چلا جانا سونے پر سہاگہ کا کام کر گیا بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی صحبت کی برکت سے امام غزالی قدس سرہ

کیمیائی کیمیا بن گئے

جواب نمبر 2 احیاء العلوم پر طنز کرنا سورج پر تھوکتا ہے جس کا انجام وہی ہے جو گستاخان اولیاء کا ہونا چاہئے طرطوشی نے نامعلوم کیا لکھا لیکن شبلی نعمانی نے تو لکھ مارا۔ اسے چاہئے تھا کہ طرطوشی کا قول نہ لکھنا اگر لکھا تو اس کا جواب لکھنا۔ احیاء العلوم وہ بے نظیر کتاب ہے جس نے بے شمار گمراہوں کو قصر ضلالت سے نکل کر مکہ و مدینہ کی راہ دکھائی ہے اور دکھا رہی ہے لیکن اس کے مخالفین کو زندگی میں سزا ملی اور جو دنیا سے بلا توبہ چل بے اس کا مزاد وہ چکھ رہے ہوں گے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : محدث ابن جوزی نے احیاء العلوم کی غلطیوں پر ایک کتاب لکھی جس کا نام اعلام احیاء باغلاط الاحیاء رکھا۔ ابوبکر محمد بن عبد اللہ نے اس کا رد لکھا چنانچہ کشف الطنون نے مضمون کے ذکر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جواب اولیٰ غفرلہ : امام ابن الجوزی قدس سرہ ابتدائی دور میں اولیاء کے سخت دشمن تھے اسی دور میں تبلیس ابلیس لکھی۔ لیکن جونہی محی الدین سینا غوث اعظم الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ کرم سے نوازے گئے تو معاملہ برعکس ہو گیا کہ یہی امام ابن الجوزی قدس سرہ اب اولیاء کرام پر سو جان فدا ہونے والوں میں ہو گئے۔ اس کے بعد چار جلدوں میں کتاب صفہ الصفوة اولیائے کرام سے کمالات و کرامات پر لکھی تفصیل فقیر کی تصنیف "غوث اعظم میں دیکھئے۔

شبلی نعمانی : قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ شخص نہ صرف وہابی بلکہ نیچری تھا۔ اس کی سیرت النبی تصنیف اس کے عقائد کی شاہد ہے مولوی اشرف علی تھانوی نے "الافاضات الیونانیہ" و دیگر تصانیف میں اس کا اس کی تصنیفات بالخصوص سیرۃ النبیؐ کا خوب رد کیا اس نے اہلسنت کے اکابر کے حالات پر کتابیں لکھیں اور سیرۃ النبیؐ میں بشارت سلیمان ندوی مخیم تصنیف یادگار چھوڑی امام ابو حنیفہ سیدنا فاروق اعظم سیدنا امام غزالی وغیرہ لکھ کر مٹھائی میں زہر ملا ہے۔ الغزالی تصنیف میں امام غزالی قدس سرہ پر جارحانہ لیکن خیر خواہانہ طرز پر خوب زہر اگلا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن السبکی نے امام مارزی اور طرطوشی کے اقوال نقل کر کے نہایت تفصیل کے ساتھ ایک ایک اعتراض کا جواب دیا ہے لیکن بعض جواب ایسے دیئے ہیں جن کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ توجیہ القول بملا قائمہ۔ فلسفہ کی آمیزش کا الزام تھا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ امام غزالی فلسفہ کے دشمن ہیں ان کی تصنیفات کو فلسفہ سے کیا تعلق۔ لیکن جس شخص نے امام صاحب کی تصنیفات کو دیکھا ہے اور فلسفہ سے واقفیت رکھتا ہے وہ کیونکر اس واقعہ سے انکار کر سکتا ہے محدث ابن الصلاح امام صاحب سے اس بات پر ناراض ہیں کہ انہوں نے منطق میں کیوں کتاب لکھی منطق کا سیکھنا بالکل حرام ہے ابن السبکی اس کے جواب میں امام صاحب کی منطقی تصنیفات سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ (الغزالی ص 127) شائع کردہ ملک نذیر احمد تاج بک ڈپو اردو بازار لاہور

آج کل لبنان میں چھپی ہے عرب میں بالخصوص حرمین طہین کے کتب خانوں میں عام مل جاتی ہیں (اوسکی غفرلہ) مذکورہ بلا مخالفین کے اعتراضات لکھنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ امام غزالی قدس سرہ کی کچھ نہ کچھ تحقیر و اہانت ہوگی ورنہ اسے چاہئے تھا ان معترضین کے جوابات لکھتا بلکہ اشاروں کنایوں سے ان کی تصدیق کرتا چلا گیا۔

تبصرہ اوسکی غفرلہ : دیکھا شبلی نعمانی کا کمال کہ جن اعتراضات کو امام ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دھکیلا انہیں شبلی نعمانی باعزت و احترام واپس لوٹا کر الٹا امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سبکی و خفت پہ تل گیا حالانکہ امام ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو فلسفہ ملاحدہ کی دشمنی مراد لی ہے اور شبلی نعمانی نے اپنے اجتہاد سے اسے مطلق فلسفہ بتا دیا۔ تاکہ قارئین سمجھیں کہ واقعی امام غزالی قدس سرہ پر اعتراضات بجا ہیں ابن السبکی خواہ مخواہ بیجا بول رہے ہیں۔

شبلی کا دوسرا حملہ : شبلی نعمانی مانتا ہے کہ امام غزالی (قدس سرہ) پر جتنہ جینیں اور اعتراضات کئے گئے اگرچہ اکثر بیجا اور غلط تھے لیکن اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان اس وقت تک اشخاص پرستی میں ہی مبتلا نہ تھے بلکہ آزادی رائے کا جوہر ان میں باقی تھا۔ امام صاحب کا فضل و کمال تمام عالم میں مسلم ہو چکا تھا۔ خود سلاطین وقت ان کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے تاہم آزادی رائے نے لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ ان کی رائے میں امام صاحب نے جو غلطیاں کی تھیں بے تکلف ظاہر کر دیں۔

تبصرہ اوسکی غفرلہ : یہ وہی اصول ہے جسے آج غیر مقلد اور مودودی و دیگر منکرین اسلاف اور بعض دیوبندی وغیرہ اپنا کر اندرون خانہ اسلاف صالحین کی عزت و احترام گھٹانے کے درپے ہیں۔ افسوس ہے کہ دورِ حاضر کے بعض اہلسنت بھی اسی کشتی پر سوار ہونے شروع ہو گئے ہیں ایک صاحب کی تحریر ملاحظہ ہو۔

کچھ لوگ اس نظریے میں مبتلا ہیں کہ اپنے پسندیدہ علماء کرام کو اور ان کی تصانیف کو کلیتہً اغلاط سے پاک سمجھتے ہیں اور ان کے کسی قول میں بھی مسترد ہونے کا امکان نہیں مانتے (اس کے بعد وہ اپنا رونا رویا ہے)

مضمون نگار لکھتا ہے کہ

عقیدہ اہلسنت پر ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی انسان خطا و لغزش سے معصوم نہیں۔ کتاب الہی کے سوا کوئی کتاب اغلاط و اختلاف سے پاک نہیں۔ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا ہر شخص کا قول مسترد ہو سکتا ہے چھوٹا عالم بلکہ طالب علم بڑے سے بڑے عالم سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرنے کا شرعی حق رکھتا ہے ماہنامہ کاروان قمر کراچی ماہ جون ۱۹۹۴ء

تبصرہ اوسکی غفرلہ : کلیتہً کوئی بھی کسی عالم کی تصنیف کو اغلاط سے پاک لکھ کر اہلسنت کے ان حضرات کی طرف اشارہ ہے جو امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے قلم کو محفوظ سمجھتے ہیں (معصوم نہیں) یہی ایک بہتان ہے جو آج اہلسنت کے نوخیز مجتہد عوام اہلسنت کا شیرازا بکھارنے کے درپے ہیں (دہلیویوں - مودودیوں - دیوبندیوں) کی تصانیف کے اغلاط بیان کر رہے ہیں۔ میرا سوائے ہے کہ یہی تمہاری بیان کردہ خامیاں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے مخالفین کو کیوں نظر نہ آئیں جو آج تمہیں نظر آگئیں۔

دوسرے اصول جو اوپر مذکور ہوئے ان کے ہم بھی قائل ہیں لیکن افسوس تو یہ ہے کہ سابق دور میں اگر کوئی خای کسی بزرگ کی محسوس ہوتی تو نیازمندانہ طریق سے اس کی اصلاح کا عرض کیا جاتا ہے جیسے امام احمد رضا محدث بریلوی کی علوت کریمہ ہے کہ ہزاروں تحفلات و معروضات آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ پھر اس اصلاح کو اپنی طرف منسوب نہیں فرماتے بلکہ اسے بھی اسی صاحب مضمون کا فیض گردانتے جیسا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی علوت کریمہ ہے تفصیل فقیر کے رسالہ تحفلات المعطفی فی تحفلات احمد رضا میں دیکھئے (متعدد رسائل میں شائع ہو چکا ہے) لیکن آج یہ حل ہے کہ اپنے بزرگ کی اپنے خیال پر اسے غلطی بنا کر اس پر اپنے نظریہ کے لیے درجنوں دلائل بیان کر کے مشہور کر دیا جاتا ہے کہ میں نے یہ میدان سر کر لیا ہے اور بھولے بھالے سنیوں کو سمجھانا کہ تحقیق انوکھی ہے۔ اس لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس یہ کتابیں نہیں تھیں (لاحول ولاقوة) فقیر کا تجربہ ہے کہ اپنی غلطی سے بڑے کی غلطی پکڑ لی اور پھر بھولے بھالے لوگوں کو اپنا علمی لوہا منواتے رہنا یہ نہ سمجھتا کہ یہ میری غلطی ہے بلکہ کہہ دینا کہ بزرگ کی غلطی ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔۔

خطائے بزرگان گرفتہ خطاست

بہر حال آج کے کسی ٹیڈی مجتہد نے بجائے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیق نے زور آزمائی کرنی ہے تو پہلے یہ سمجھ لے کہ اس کی یہ کاروائی مخالفین اہلسنت کی تائید اور عوام اہلسنت کی تخریب ہے اس نکتہ کو سامنے رکھ کر وہ صاحب امام احمد رضا محدث قدس سرہ کی تحقیق کے اغلاط کی فرست بھجوائے فقیر ان شاء اللہ ہر ایک کا جواب عرض کرے گا۔ لیکن جس طرح آج کل چوری چھپی کاروائی ہو رہی ہے یہ بذلالت حملہ ہے۔

شبلی نعمانی کا تیسرا حملہ : امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم کی تیاری کے مقدمہ میں کہا کہ میری کتاب میں جو خاص خصوصیتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

1۔ قدیم تصنیفات میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل 2۔ پر آئندہ مضامین کی ترتیب 3۔ طویل مضامین کا اختصار 4۔ مکرر مضامین کا حذف 5۔ بہت سے دقیق اور غلط مسائل کا حل جن کا قدیم تصنیفات میں نام و نشان نہ تھا۔ امام صاحب نے نہایت دیانتداری اور بے نفسی سے اس بات کو ظاہر کر دیا کہ انہوں نے قدر ماء کی تصنیفات سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی جن تصنیفات کا امام صاحب نے اشارہ کیا ہے یہ ہیں۔

رسالہ تشبیہ 'قوت القلوب ابو طالب مکی ذریعہ الی علم الشریعہ للراغب الاصفہانی' قوت القلوب کا یہ انداز ہے کہ جو عنوان قائم کیا ہے اس کے متعلق پہلے قرآن مجید پھر احادیث پھر صحابہ پھر تابعین کے اقوال و افعال نقل کئے ہیں احیاء العلوم کا بھی یہی انداز ہے اور اس طرز میں قوت القلوب کی اس قدر پیروی کی ہے کہ کوئی شخص دونوں کتابوں کا مقابلہ کرے تو امام صاحب کی نسبت اس کو سرقت کی بدگمانی ہوگی دو دو چار چار سطروں میں ایک آدھ لفظ کا کہیں فرق ہو جاتا ہے بعض جگہ ایک لفظ کی جگہ دو سرائلفظ اسی کا حرف لکھ دیتے ہیں۔ مثل کے طور پر ہم بعض عبارتیں نقل کرتے ہیں

احیاء العلوم

راہی بعض العلماء اصحاب اللہ اے من الکوفتہ فقال مارایت فیما کنت علیہ فکرہ وجہ واعرض عنہ
وقال ما وجدنا شینا احدهم لیفتی فی مسئلہ وهو المفتی وہم اصحاب الاساطین ادعالم خاصیتہ

وہم العلماء
قوت القلوب

رای بعض اہل الحدیث بعض فقہاء اہل الکوفتہ من اہل الراے فقلت لہ ما فعلت فیما کنت علیہ
فکرہ وہو واعرض عنی وقال ما وجدنا شیاء ان احدها لیفتی فی مسئلہ نہو المفتی نہو لاء اصحاب
الاساطین واما عالم الخاصیتہ نہو العالم

مزید برآں : اپنی بات کرنے کے لئے ایک گولہ ساتھ ملا کر کہا کہ علامی مرتضیٰ جیسی نے احیاء العلوم کی شرح لکھی
ہے اس میں اکثر الزام کیا ہے کہ احیاء العلوم کی عبارت کے ساتھ ساتھ قوت القلوب کے الفاظ بھی لکھتے جاتے ہیں
جس سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس سے امام صاحب کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ احیاء العلوم کی زمانہ
تصنیف کے متعلق ایک تاریخی بحث کا فیصلہ کرنا ہے۔

احیاء العلوم کی نسبت ابن الاثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ سفر کی حالت میں لکھی گئی۔ اس پر بعض علما نے اس بناء پر
اعتراض کیا تھا کہ ایسی کتاب جس میں نہایت کثرت سے ہر موقع پر احادیث و آثار کے حوالہ ہوں سفر میں نہیں لکھی
جاسکتی تھی۔ لیکن اس بات کے معلوم ہونے کے بعد کہ احادیث و آثار کا تمام حصہ قوت القلوب سے لیا گیا ہے۔ یہ
اعتراض خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

بہر حال اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ احیاء العلوم بہت کچھ قوت القلوب رسالہ تیسریہ ذریعہ رافب اصفہانی سے
ماخوذ ہے

تبصرہ اولیٰ غفرلہ : یہ اعتراض نہ صرف امام غزالی قدس سرہ پر ہے بلکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے
کیا نہیں کیا گیا بہر حال غزالی قدس سرہ پر یہ ایک سنگین اور غلط حملہ ہے اس لئے کہ سرقہ (چوری) کوئی معمولی جرم
نہیں لیکن شبلی نعمانی جیسے لوگ اولیاء کرام پر اس سے بھی بہت زیادہ حملے کرتے رہے ہیں۔

سرقۃ کا وہم غلط : اس لئے کہ شبلی نعمانی وغیرہ تمام اہل علم جانتے ہیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ
کتاب احیاء العلوم عجالت سفر میں لکھی ہے اور تاریخ یہ ہرگز نہیں بتاتی کہ امام صاحب اس سفر میں جو ان کے روحانی
انقلاب کا باعث تھا پائے سروسملی کتابوں کا پشتہ ساتھ لے کر نکلے تھے، ہاں یہ ضرور ہے کہ امام صاحب نے ان
بلند پایہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کیا تھا۔ ان کے مضامین آپ کو مستحضر تھے۔ بہر حال علامہ ابن جوزی اور شبلی نعمانی کا
خیال غلط ہے۔ یہ ایک طویل تنقیدی بحث ہے۔ میں اس کو اس مختصر مقدمہ میں نہیں چھیڑنا چاہتا۔ میں صرف یہ
عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دس سالہ مسافرت کا عظیم الشان تحفہ اپنے اخلاف کے لئے امام صاحب نے احیاء العلوم
کی صورت میں یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مثل ملنی مشکل ہے جیسا کہ خود نعمانی شبلی کو بھی اعتراف ہے جیسا کہ پہلے

اظہار حقیقت : فقیر کا مشاہدہ ہے کہ ہر مذہب اسلاف کو بالخصوص اولیاء کرام کو بلکہ بعض بد قسمت تو انبیاء علیہ السلام بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لوہے پر قیاس کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اصولی خور دیکھا جائے تو بد مذہبیت کی جڑ یہی غلط قیاس ہے۔ مثلی نعمانی جیسوں نے امام غزالی کے حافظہ پر نگاہ نہ ڈالی اور سرقہ۔ سرقہ پکارتے رہے امام غزالی قدس سرہ نے خود اعتراف فرمایا ہے کہ مذکورہ بلا کتب (قوت القلوب وغیرہ) ان کے زیر مطالعہ رہیں اور قوت حافظہ کا خاتمہ ہے کہ اس کے سامنے ایک بار شے گزر جائے تو پھر کمپیوٹر میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے لیکن ایسے قوی الحافظہ حضرات کے لیے امکان کا تصور تک ختم ہو جاتا ہے "امام غزالی قدس سرہ تو بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں ہم اپنے قریب زمانہ کے امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی کے حافظہ کا سن کر انگشت بدنداں ہیں ان کے دو واقعے بطور شہادت کافی ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کو خطوط میں حافظہ القرآن لکھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ بلا وجہ گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں اسی لئے قرآن حفظ کر لوں تاکہ لوگ اس گناہ سے بچ جائیں چنانچہ آپ عشاء کے وضو کے وقفہ میں حافظہ القرآن سے ایک پارہ ایک دفعہ سن کر پھر اسی وقت وہی پارہ سنا دیا اور ماہ صیام میں وہی پارہ تراویح التستحیبات الخلدیہ میں یہ دو ضخیم شعری چھاپہ میں ہے۔ آپ سورت تشریف لے گئے حضرت العلامة وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھا آپ یہ آپ نے فرمایا نہ تاوی حضرت شب کو مطالعہ کے لئے فتویٰ مذکورہ عطا فرمادیتے۔ جہاں آپ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے فتویٰ پہنچا دیا گیا۔ صبح کو فتویٰ محدث صاحب کو واپس کر دیا۔ محدث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خیال گزرا کہ ممکن ہے مولانا محمد رضا بریلوی کو اس کی ضرورت ہو۔ اگرچہ مجھے بھی ضرورت ہے لیکن ان کی ضرورت مقدم ہے، لیکن بریلی تشریف لے جا رہے تھے۔ محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ پیش کیا کہ اگرچہ مجھے بھی اس کی ضرورت ہے لیکن آپ کی ضرورت مقدم ہے آپ پہنچائیں۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ آج رات کو اس کا مکمل مطالعہ کر لیا ہے اور۔ بخلاف تعالیٰ کئی ماہ تک اس کی عبارات نہ بھولیں گی اور زندگی بھر اس کے حوالہ جات!

تبصرہ اویسی : اندازہ لگائیے کہ یہ حافظہ تو بریلی کے امام کا ہے جو چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اور امام غزالی کا کیا مکمل حافظہ ہو گا جو خیر القرون کے قریب پانچویں صدی میں پیدا ہوئے ہیں۔

تصنیفات

تصنیفات کے لحاظ سے امام صاحب کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے، انہوں نے کل 54-55 برس کی عمر پائی۔ تقریباً بیس برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع ہوا، دس گیارہ برس صحرا نوردی اور ہادیہ پٹائی میں گزرے۔ درس و تدریس کا مشغلہ ہمیشہ قائم رہا اور کبھی کسی زمانہ میں ان کے شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہ رہی۔ فقہ و تصوف کے مشغلے جدا۔ دور دور سے جو فتویٰ آتے رہے ان کا جواب لکھنا الگ باب ۱۱۔ تیسرے سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کئی کئی جلدوں میں ہیں اور گونا گوں مضامین سے پر ہیں اور جو تصنیف ہے اپنے باب میں نظیر ہے۔ سچ ہے۔ اس سعادت بزور بازو نیست

میں سب سے پہلے ان کی تصنیفات کی ایک اجمالی فہرست ہر ترتیب حروف حتمی لکھتا ہوں جو طبقات سبکی اور شرح احیاء اور کشف الغنوں سے ماخوذ ہے۔

حرف الف : احیاء العلوم - اطباء علی مشکل الاحیاء - اربعین - الاسماء الحسنی - الاعتقاد فی الاعتقاد للما العوام - اسرار معاملات الدین - اسرار الالہ - بلایات الملوہ - اخلاق الابرار والنجاۃ من الاشرار - اسرار اتباع السنۃ - اسرار الحروف والکلمات - ایما الولد۔

حرف ب : ہدایہ الہدایہ در معرفت - ہیئت در نقد - بیان القولین للشافعی - بیان نصاب الالہیہ - ہدایہ الفیض - حرف ت : تنبیہ الغافلین - تیس ابلیس - تہذیب الفلاسفہ - تعلیقہ فی فروغ المذہب - تحصیل المآخذ - تحصیل الاولیہ - تفرقہ بین الاسلام والزندقہ۔

حرف ج : جواہر القرآن

حرف ح : حجتہ الحق - حقیقتہ الروح

حرف خ : خلاصۃ رسائل الی علم السائل فی المذہب - اختصار المختصر للمرنی و ہو ماخذ الکتب المشورۃ

حرف ر : الرسالۃ القدسیہ

حرف س : البسر المصنوع رتب فیہ آیات القرآن علی اسلوب غریب

حرف ش : شرح دائرۃ علی بن ابی طالب المسماۃ بنجیہ الاسماء - شفاء العلیل فی مسئلۃ التعلیل

حرف ع : عقیدۃ المصلح - عجائب صنع اللہ - عقود المختصر و ہو تلخیص المختصر للجویزی از الغزالی ۱۹

حرف غ : نہایت الغور فی مسائل النہد فی مسئلۃ الطلاق - غور الدور اللہ بخدا 484ھ

حرف قا : فتاویٰ مشتملہ علی مائتہ و تسعین مسئلۃ الفکرۃ والعسرۃ فوائح السور - الفرق بین الصالح و غیر صالح

حرف ق : القانون الکلی - قانون الرسول - القریۃ لی اللہ - القسط المستقیم - قواعد العقائد - القول الجمیل فی علی من غیر الانجیل۔

حرف ک : کیمیائے سعادت - کیمیائے سعادت مختصر - کشف العلوم الاخرۃ - کثر العالیہ

حرف ل : اللباب المستقل فی علم الجدل

حرف میم : المستغنی فی اصول الفقہ - مغول مانعہ فی الخلافات بین الحنفیہ والشافعیہ السبوی والغایات المجالس الفزالیہ - مقاصد الفلاسفہ المنقذہ من انسلال - معیار النظر - معیار العلم فی المنطق - حکم النظر - مشکوٰۃ الانوار - مستطری فی الرد علی الباطنیہ - میزان العمل - مواہم الباطنیہ - المنہج الاعلیٰ - معراج السالکین - المکنون فی الاصول - مسلم السلاطین - مفصل الخلاف فی اصول القیاس - منہج العلبدین - قیل ہو آخر تالیفات - المعارف العقلیہ -

حرف ن : نصیح الملوک فارسی - حرف واؤ - و جیز - و بیط

حرف یا : یا قوت التاویل فی التفسیر چالیس جلد

تلامذہ : امام صاحب کے شاگرد نہایت اثر سے تھے خود امام صاحب نے ایک خط میں ایک ہزار تعداد بیان کی ہے ان میں بعض بڑے نامور گزرے ہیں۔ محمد بن قومت جس نے اسپین میں خاندان تاشفین کو مٹا کر ایک نہایت عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی امام صاحب ہی کا شاگرد تھا۔ علامہ ابو بکر عربی جو علامہ اندلس میں شہرت عام رکھتے تھے امام صاحب کے شاگرد تھے۔ اس موقع پر ہم ان کے چند ممتاز شاگردوں کی ایک فہرست درج کرتے ہیں۔

مختصر حال

نام

444ھ میں پیدا ہوئے اور 544ھ میں وفات پائی۔ طوس میں امام صاحب سے فقہ کی تکمیل کی۔

قاضی ابو نصر احمد بن عبد اللہ

مدرسہ نظامیہ میں متعدد علوم کا درس دیتے تھے۔ 518ھ میں وفات پائی۔

ابو الفتح احمد بن علی

مشہور واعظ تھے۔ حدیث سمعانی و لغوی سے پڑھی تھی۔

ابو منصور محمد بن اسماعیل

فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے۔

ابو سعید محمد بن اسعد

فقہ امام صاحب سے پڑھی حدیث میں حافظ حمیدی کے شاگرد تھے۔

ابو حامد محمد بن عبد الملک

امام صاحب کی کتاب الحجام العوام کے راوی بھی ہیں۔ ادب میں مقامات حریری کے مصنف کے شاگرد تھے۔

ابو سعید محمد بن علی کردی

مشہور عالم ہیں۔ امام صاحب کی کتاب بسیط کی شرح اول انہی نے لکھی۔

امام ابو سعید محمد بن یحییٰ خیشاپوری

امام صاحب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ میرے شاگردوں میں سب سے ممتاز ہیں شام وغیرہ کے سفر میں یہ امام صاحب کے ہرکاب تھے۔

ابو داہر امام ابراہیم

امام الحرمین سے پڑھا تھا 513ھ میں شہید ہوئے۔

فن تصوف امام صاحب سے سیکھا تھا۔

ابو الفتح نصر بن محمد آذربائیجانی

مشہور محدث اور سیاح تھے سمعانی اور ابن جوزی نے حدیث میں ان کی شاگردی کی۔ 541ھ میں وفات پائی۔ امام صاحب سے فقہ پڑھی تھی۔

ابو الحسن سعد الخیر بن محمد البیہقی

ابو طالب عبدالکریم رازی
ابو منصور سعید بن محمد
ابوالحسن علی بن محمد جوینی
ابوالحسن علی بن مظہر دینوری

ان کو احیاء العلوم از سر یاد تھی۔ 528ھ میں وفات پائی۔
یہ اس رتبہ کے شخص تھے کہ نظامیہ کے مدرس مقرر ہوئے۔
طوس میں امام صاحب سے فقہ پڑھی۔
امام صاحب کے نامور شاگردوں میں تھے حافظ ابن عساکر محدث نے ان کی
شاگردی کی 533ھ میں وفات پائی۔

ابوالحسن علی بن مسلم جمل الاسلام بڑے نامور شخص ہیں امام صاحب سے تحصیل کی
حافظ ابن عساکر وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

ان بزرگوں کے سوا اور بہت سے شاگرد تھے جن کے نام کی فہرست کی ضرورت نہیں =

وصال حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : اخیر عمر میں اگرچہ بالکل عابد مرتاض بن گئے تھے اور شب و
روز مجاہدات و ریاضات میں بسر کرتے تھے تاہم تصنیف و تالیف کا مشغلہ بالکل ترک نہ ہوا۔ اصول فقہ میں مستمفی
جو ان کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے 504ھ کی تصنیف ہے جس سے ایک برس بعد امام صاحب نے انتقال کیا۔
امام صاحب نے 14 جمادی الاخرہ 505ھ بمقام طاہران انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ ابن جوزی نے آپ
کے وصال کا قصہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے حسب ذیل لکھا ہے۔

پیر کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر کفن منگوایا اور آنکھوں
سے لگا کر کہا آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔
امام صاحب کے مرنے کا تمام اسلامی دنیا کو صدمہ ہوا۔ اکثر شعراء نے مرثیے لکھے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

بکی علی حجة الاسلام حین ثرے من کان حی عظیم القدر اشرفه
نیک الزریة نسنوا ہی قوی جلدے والطرف نسره والد مع تنزله
صفی فاعظم مفقود فجعت به من لا نظیر له فی الناس بخلفه
آپ نے وصال سے پہلے دوستوں و اعزہ کو اخلاص و حسن عمل و اخلاص کی دعوت دی تھی اور یہی آپ کی
آخری وصیت تھی۔ آپ کے وصال کے متعلق یہ شعر مشہور ہے۔

نصیب حجتہ السلام اس سرائے سنج حیات پنجه و پنچ و وفات پانصد و پنچ

تاریخ ولادت و وصال: لفظ محبت اور بحر الکلام احمدی 450ھ برآمد ہوتی ہے اور وفات محبت مجتبیٰ کے 505ھ ہے۔
ساتویں صدی ہجری تک امام صاحب کا مزار زیارت گاہ عوام و خواص رہا لیکن فقہ تاتاری میں آپ کا مزار بھی تباہی کے
ہاتھوں محفوظ نہیں رہا اور اب اس کے صرف کچھ آثار باقی ہیں۔

۱۔ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمالی جانب ایک بڑے قبرستان میں مزار غزالی کے نام سے مشہور ہے۔ مجاور

اولاد : امام صاحب نے اولاد ذکر نہیں چھوڑی، چند لڑکیں تھیں جن میں سے ایک کا نام ست المنی تھا ان کی اولاد کے سلسلہ کا پتہ دور تک چلتا ہے، قیومی نے باب المصباح میں شیخ مجد الدین سے امام صاحب کے لقب کی نسبت ایک روایت نقل کی ہے شیخ مجد الدین چھٹی پشت میں ست المنی کی اولاد میں سے تھے اور 710ھ میں موجود تھے۔ (الغزالی)

فضائل و کرامات : 1۔ سیدنا ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں کثیر الزیارة ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرما رہے ہیں کہ کوئی عالم دین تمہاری امت میں ہے جیسے میری امت میں محمد غزالی ہے۔

2۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی جمع کردہ کتاب شائم لدویہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا۔ علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل، یہ کیسے ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو بلا کر (مثالی صورت) موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ما اسمک تمہارا کیا نام ہے عرض کی محمد بن محمد بن محمد الغزالی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تم نے زائد اسماء کیوں گنائے۔ امام غزالی نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے صرف وما نلک بيمينک یا موسیٰ میں عصا کا پوچھا آپ نے آگے اس کے جواب میں کئی جملے بول دیئے۔ مثلاً ہی عصای انوکا علیہا (الایات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نادب ادبکرہ 1۔

3۔ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام کبیر ابوالحسن علی بن حرز ہم فقیہ مغربی مشہور ہیں یہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سخت مخالف تھے آپ کی کتاب احیاء العلوم پر سخت انکار و اعتراض تھا چونکہ صاحب اثر تھے اسی لئے حکم فرمایا جتنے احیاء العلوم کے نسخے دستیاب ہوں تمام کو جلا دو اور وہ بھی جامع مسجد کے سامنے تاکہ ہر ایک کو عبرت ہو، اور ہو بھی جمعہ کا دن تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ یہ منظر دیکھیں۔ اسی جمعہ کی شب کو خواب میں خود کو دیکھا کہ جامع مسجد میں گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما رونق افروز ہیں اور امام غزالی آپ کے سامنے کھڑے ہیں جو نئی یہی امام کبیر ابن حرز ہم سامنے آئے عرض کی اذا خصمی یا رسول اللہ یا رسول اللہ میرا مخالف یہی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی اگر یہ حق پر ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اگر میں حق پر ہوں آپ کی اتباع اور آپ کی برکت سے تو اس سے میرا حق دلوائیے۔ آپ نے فرمایا ”احیاء العلوم“ مجھے دیجئے آپ نے کتاب کھولی اور اس کے ورق کو نگاہ کرم سے نوازا اور فرمایا واللہ ان لشیئ حسن بخدا یہ بہتر کتاب ہے اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب احیاء العلوم دیکھنے کیلئے عنایت فرمائی انہوں نے

کے بقول یہی مزار امام غزالی ہے ہم رفقائے سمیت حاضر ہوئے مجبور کا کہنا ہے کہ مزار کی جدید تعمیر کیلئے حکومت عراق خرچہ نہیں دے رہی ہیں تحقیق وجہ یہ ہے کہ ہماری تحقیق کی جارہی ہے ہم نے معذرت کر دی۔ لوسی غفرلہ

1۔ دانتہ روح البیان پارہ دوم میں بھی ہے 12۔ لوسی غفرلہ

بھی اسے دیکھ کر فرمایا خوب کتاب ہے۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب عنایت فرمائی انہوں نے بھی اسے دیکھ کر کتاب کی تعریف فرمائی۔ پھر علی بن حزم کو فرمایا کہ قیص اتاریے تاکہ بہتان تراشی کی حد جاری کی جائے اس نے قیص اتاری تو اس پر پانچ کوڑے مارے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفارش کی یا رسول اللہ اس نے چونکہ کتاب میں بعض باتیں اپنے گمان پر خلاف سنت دیکھی ہوں گی۔ اسی لئے اس سے خطا ہو گئی۔ امام غزالی اس کی سزا کے بعد اس سے راضی ہو گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت قبول ہو گئی۔ جب علی بن حزم جاگے تو کوڑے کے نشان اس کی پیٹھ پر موجود تھے اور اپنے تمام دوستوں کو واقعہ سنایا اور امام غزالی پر طعن و تشنیع سے توبہ کی اور بارگاہ الہی میں استغفار کرتے رہے۔ عجز و زاری سے رو رو کر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے رہے اور ان پانچ کوڑوں کا درد ایک عرصہ تک ستاتا رہا۔ علی بن حزم کی زاری جاری رہی ایک شب کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے جسم پر پھیرا تو کوڑوں کا درد ختم ہو گیا۔ اس کے بعد تو احیاء العلوم کے مطالعہ کے سوا اور کوئی کام پسند نہ تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر باطن کے دروازے کھول دیئے اور معرفت الہی سے وافر حصہ پایا اور اکابر مشائخ کی صف میں شمار ہوئے اور علوم ظاہر و باطن سے خوب خوب نوازے گئے (تعریف الاحیاء ج ۱ ص ۱۸ علی احیاء العلوم)

نوٹ : یہ واقعہ امام یافعی (مخدوم جہانیاں جہل گشت و دیگر اکابر محدثین و اولیاء کے استاد و مرشد) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کر کے لکھا کہ میں نے قطب عن قطب اور ولی از ولی تا ابوالحسن شاذلی صحیح سند سے بیان کیا اور ابوالحسن شاذلی نے خود صاحب واقعہ کی زبانی سنا ہے۔

تبصرہ اولیٰ غفرلہ : اولیاء کرام کے ماننے والوں کے لئے تو یہ واقعہ بڑی شے ہے اور منکر تو ہیں ہی منکر۔ انہوں نے خاک جانا ہے بلکہ الٹا انہیں ایسے واقعات سے بھی نہ صرف انکار بلکہ طعن و تشنیع اور تمسخر و تحقیر (معاذ اللہ)

پسندیدہ کتاب احیاء العلوم شریف : حضرت جلال اکرم ابوالفتح شلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو فیند کا غلبہ ہوا سو گیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا دیکھا کہ ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد ضبل) سب نے اپنے مذہب کی کتابیں پیش کیں آپ نے سب کی تصدیق کی اس کے بعد ایک بد مذہب اپنی کتاب پیش کرنے لئے آگے بڑھا آپ کے حکم سے اسے مجلس سے ہٹایا گیا اس کے بعد میں نے عرض کی میرے ہاں احیاء العلوم کتاب ہے اس میں اہل سنت کے عقائد ہیں اجازت ہو تو پیش کروں آپ نے فرمایا۔ ہاں = میں نے احیاء العلوم کا ایک باب کتاب قواعد العقائد پیش کیا اور اس کا خطبہ پڑھ کر سنایا۔ آپ سن کر خوش ہو رہے تھے۔ فرمایا غزالی کہیں ہے۔ امام غزالی نے عرض کی غام حاضر ہے آپ نے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ امام غزالی نے اسے چوم لیا۔ جمالی اکبر فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ مسرور پایا اور مجھے بھی مسرت ہوئی کہ آپ نے ائمہ اربعہ کے مذہب کی تصدیق فرمائی اور عقائد اہلسنت کی صداقت پر مرثبت فرمائی اور امام غزالی کی احیاء العلوم کو پسند فرمایا (تعریف الاحیاء ص 32-33)

مزید حکایات اور امام غزالی کے فضائل و کمالات و کرامات فقیر کی کتاب ”نثر الدرر و اللہ فی احوال الامام الغزالی“ میں پڑھئے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اور عقیدہ

امام غزالی اپنے خاندان 'ماحول اور علمائے نیشاپور و طوس اور بلاد خراسان کے دوسرے مشاہیر مثلاً امام قسیری، شیخ ابواسحاق شیرازی، شیخ ابن سبغ اور اپنے استاد امام الحرمین علامہ جوینی رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد سے متاثر تھے اور اہلسنت و جماعت، اصول میں اشعری اور فروع میں شافعی مسلک کے تابع تھے اور اسی طریقہ پر گامزن رہتے ہوئے، شافعی مسلک کے فقہ و اصول کی کتابوں کا درس بھی حاصل کیا تھا اور مطالعہ بھی، جب خود صاحب تصنیف بنے تو شافعی عقیدے کی پختگی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ فقہ اور اصول فقہ شافعیہ پر ایسی مدلل، جامع اور مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن کو فقہ شافعی کا گراں قدر سرمایہ کہا جاسکتا ہے یعنی بسیط، وسیع اور وجیز وغیرہ۔

امام شافعی کے اس قول سے بھی امام صاحب کے مسلک اور عقیدے کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں:

فمن كان في الفروع على مذهب الشافعي وفي الاصول على اعتقاد الاشعري

”وہ فروع میں شافعی مذہب اور اصول میں اشعری تھے۔“

معتقدات میں مبہم ترین مسائل یا عقائد یعنی رویت باری تعالیٰ، علم واجب الوجود، کلام الہی کا ازلی ہونا، صفات الہیہ کا قدیم، خلق الافعال میں امام حجتہ الاسلام غزالی اشاعرہ کے معتقد تھے، بایں ہمہ ان کی قوت اجتہادی نے ان میں یہ قوت اور بے باکی پیدا کر دی تھی کہ اگر مذہب شافعیہ یا حنفیہ میں وہ کوئی ایسا مسئلہ پاتے جو عقل صریح کے خلاف ہوتا تو یا تو وہ اس کی تاویل کرتے یا صریحاً اس کا رد کرتے، اس اعتبار سے مقلد ہونے کے باوجود ان میں حقیقی اجتہادی قوت موجود تھی اور اس کے اظہار میں ان کو جب ضرورت اور موقع ملتا کسی قسم کا تذبذب نہیں ہوتا تھا۔ امام صاحب کی یہ اجتہادی قوت اور اس کے اظہار کا رنگ دس سالہ مسافرت کے بعد اور نگر آیا تھا چنانچہ مشہور عالم نے جب ایک موقع پر امام صاحب سے سوال کیا کہ آپ مذہب ابو حنیفہ کے پیرو ہیں یا مذہب شافعی کے؟ تو امام صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ عقلیات میں میرا مذہب برہان اور دلیل ہے اور شریعت میں میرا مذہب قرآن ہے، اس صورت میں نہ میں ابو حنیفہ کا مقلد ہوں اور نہ شافعی کا پابند۔

فی الجملہ امام غزالی ظاہر میں ایک پابند شرع شافعی تھے اور باطن میں ایک صوفی متورع، ہر حال میں اسلام پر ان کا حقیقی ایمان تھا، گویا انہوں نے شریعت قرآنی اور دلائل کو کشف و شہود کے ساتھ شامل کر کے اپنا آئین قرار دیا تھا جس طرح شریعت اور اس کے دلائل و براہین کشف و شہود سے خالی نہ تھے اسی طرح ان کا تصوف زہد و ورع اور اتباع شریعت سے سرموہ نہ تھا، ایک ان کے عقائد ظاہری تھے تو دوسرے کو ان کے معتقدات معنویہ کہا جاتا تھا۔

دور حاضرہ کے اختلاف عقائد و مسائل کا حل

جن حضرات کو امام غزالی کی شخصیت پر حسن اعتقاد ہے انہیں دعوت حق پیش ہے کہ دور حاضرہ کے اختلافی مسائل کا حل امام غزالی قدس سرہ کے عقائد و معمولات کو بنائے۔ الحمد للہ فقیر پورے وثوق سے کہہ رہا ہے کہ دور حاضرہ میں مختلف مذاہب و مسالک میں حق پر وہ ہیں جنہیں سنی بریلوی کہا جاتا ہے کیونکہ بعینہ ہی عقائد و معمولات امام غزالی قدس سرہ اور جملہ اسلاف صالحین کے تھے۔ فقیر نے احیاء العلوم کے ترجمہ کے وقت حواشی اور بعض جگہ بریکٹ میں تصریح کرتا چلا گیا ہے اور منسل طور پر اپنی تصنیف عقائد المجددین میں عرض کئے ہیں بطور نمونہ چند عقائد و مسائل ہدیہ قارئین ہیں۔

حاضر و ناظر: ۱۔ احمیات کی بحث میں لکھا کہ واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وفل سلام عبیک ایہا النبی ورحمته اللہ وبرکاتہ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵) اور اپنے دل پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو سامنے رکھ اور کہہ آپ پر سلام ہوں اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں۔

۲۔ اور مرقات میں حضرت ملا علی قاری نے امام غزالی قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ قال الغزالی سلم علیہ اذا دخلت فی المسجد فانه علیہ السلام یحضر فی المسجد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو اس لئے کہ آپ (علیہ السلوۃ والسلام) مسجد میں حاضر ہوتے ہیں نیز احیاء العلوم میں لکھا کہ ولا نظن ان ذالک لم یکن مکشوفاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فان من لم یعرف نفسه فکیف یعرف اللہ سبحانہ فلا یبعد ان یکون ذلک مکشوفاً لبعض الاولیاء والعلماء۔ یہ گمان مت کر کہ روح کی حقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منکشف نہ تھی۔ اس لئے کہ جو خود کو نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے جانے گا بلکہ یہ بھی بعید نہیں کہ روح کی حقیقت بعض اولیاء اور بعض علماء پر منکشف تھی۔

ایک نہ شد ووشد: ہمارے دور کے خوارج تو روح کی حقیقت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی کر رہے ہیں امام غزالی تو اس کے آگے بڑھ کر بعض اولیاء بلکہ بعض علماء تک ثابت فرما رہے ہیں۔

فائدہ: حقیقت روح کا علم اور اس کے متعلق ابحاث علمی ہیں۔ ابن القیم نے کتاب الروح میں خوب لکھا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ”احیاء الموات“ میں اور علامہ نور بخش توکلی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کتاب البرزخ میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الصدور میں بہتر سے بہتر لکھا ہے۔ فقیر نے ان بزرگوں کے فیض و برکت سے ایک تصنیف مرتب کی ہے۔ الفتنوح فیما فی الروح ان شاء اللہ وہ بھی اہل اسلام کو مفید ثابت ہوگی۔ اس میں ثابت کیا ہے کہ حقیقت روح کا علم حضور علیہ السلام کے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے جبکہ آپ

سے خدا ہی نہ چھپا ان پر کڑوڑوں درود اور اربوں سلام۔

قیامِ تعظیمی : امام غزالی قدس سرہ سماع کی بحث ادبِ خامس میں لکھتے ہیں۔ ایا عند الدخول اللداخل لم یکن من عادة العرب بل كان الصحابة لا يقومون لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بعض الاحوال كما رواه انس رضي الله تعالى عنه ولكن اذا لم ثبت فيه ي عام فلا يرى به باسا في البلاد التي حبرت العادة فيها باكرام و يطب القلوب به وكذلك مائر انواع المساعدات اذا قصد بها قطيب القلب واصطلاح عليها جماعة فلا باس بمساعدتهم عليها بل الاخر المساعدة لا فيما ورد فيه نهى يا يقلل التاويل۔

کسی کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جانا عرب کا طریقہ نہ تھا چنانچہ صحابہ بعض اوقات آنحضرت کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لیکن چونکہ اس کے متعلق کوئی نئی عام نہیں وارد ہے اس لئے جن ملکوں میں اس کا رواج ہے ہمارے نزدیک وہاں قیامِ تعظیمی کرنا کچھ مضائقہ کی بات نہیں کیونکہ اس سے مقصود تعظیم و تکریم ہے اس قسم کی اور باتیں بھی جو کسی قوم میں رواج پا گئی ہیں جائز بلکہ مستحسن ہیں البتہ جس فعل کے متعلق کوئی ایسی نئی وارد ہو جس کی تویل نہیں ہو سکتی تو وہ بے شک ناجائز ہے۔

فائدہ : تعظیمِ انبیاء و اولیاء اور علماء مشائخ اور اکابر اہل سنت کے اشعار میں سے سمجھی جاتی ہے۔ جسے مخالفین اسلام اور منکرین کلماتِ انبیاء و اولیاء شرک و بدعت گردانتے ہیں۔ امام غزالی قدس سرہ نے اسے ایک عامی وجد کرنے والے کیلئے مستحسن قرار دیا تو انبیاء و اولیاء کے تو بطریقِ اولیٰ مستحسن ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کے رسالہ قیامِ تعظیمی میں پڑھے۔

حیوة الانبیاء (علیہم السلام) والاختیار : حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ اپنی تفسیر روح البیان سورۃ الملک میں امام غزالی قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ قال الامام الغزالی الرسول والرسول علیہ السلام له الخيار فی طواف العالم مع ارواح الصحابه مقدر آہ کثیر مل الاولیاء۔ امام غزالی نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں اپنے صحابہ سمیت سیر کرنے کا اختیار ہے۔ آپ کو بہت سے اولیاء کرام نے دیکھا ہے۔

الاستمداد : حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات شعوع باب زیارة میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کر کے لکھا کہ

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات الاستمداد کردہ می شود بعد از وفات۔

حضرت امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ جس سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جاتی اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔

اصل الاشیاء الاباحہ : اہلسنت قدماء کا یہ ضابطہ بہت بڑا مشہور ہے۔ معتزلہ کے ساتھ بڑا عرصہ اسی قاعدہ پر سنی برسرِ پیکار رہے۔ وہ اصل الاشیاء الحظر کے مدعی تھے۔ اب پھر وہی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ گو اس کا فیصلہ امام غزالی

پہلے فرما گئے۔ شبلی نعمانی نے لکھا۔

امام صاحب نے معاشرت و اخلاق کی بنیاد اگرچہ تمام تر مذہب پر رکھی ہے اور اسی وجہ سے ہر عنوان کی ابتداء میں رواہ شریعہ سے استنباط کرتے ہیں لیکن اس نکتہ کو اس جگہ ملحوظ رکھا ہے کہ شارع کے کون سے افعال رسالت کی حیثیت تعلق رکھتے ہیں اور کون سے معاشرت و عادت کی حیثیت سے آداب طعام پر جو مستقل مضمون لکھا ہے اس میں جہاں کھانا کھانے کے قاعدے لکھے ہیں ایک قاعدہ لکھا ہے کہ کھانا دسترخوان پر چنکر کھانا چاہئے۔ میز یا صندلی پر رکھ کر کھانا نہ چاہئے۔ اس کی سند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی صندلی پر رکھ کر نہیں کھلایا۔ پھر قدمائے سلف کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ دو چار چیزیں بدعت ہیں جو آنحضرت کے بعد رائج ہوئیں۔ کھانے کی میز یا صندلیاں، پھلنی، اشنان، پیٹ بھر کر کھانا۔ ان اقوال کے بعد لکھتے ہیں کہ گو دسترخوان پر کھانا اچھا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ صندلی پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس قسم کا کوئی حکم شریعت میں نہیں باقی یہ امر کہ یہ چیزیں آنحضرت کے بعد ایجاب ہوئیں تو یہ کوئی کلیہ نہیں کہ ایجاب بدعت ہے، بدعت ناجائز صرف ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو یا جس سے شریعت کا کوئی حکم باوجود بقائے علت کے باطل ہو جائے ورنہ اتقنا کے موافق بعض ایجابات مستحب اور پسندیدہ ہیں۔ صندلی پر کھانے میں صرف یہ بات ہے کہ کھانا زمین سے ذرا اونچا ہو جاتا ہے اور کھانے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ کوئی ممنوع امر نہیں جن چار چیزوں کو بدعت کہا گیا ہے سب یکساں نہیں ہیں اشنان ایک گھاس کا نام ہے جو صابن کے بجائے ہاتھ دھونے کے وقت استعمال کی جاتی تھی۔ ہاتھ دھونا تو اور اچھی بات ہے کیونکہ اس میں صفائی اور نفاست ہے کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں تو اور زیادہ صفائی ہے۔ اگلے زمانہ میں اگر اس کا استعمال نہیں کیا جاتا تھا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کا رواج نہ تھا یا وہ میسر نہ آتی ہوگی یا وہ لوگ ایسی مہمت میں مشغول تھے جو صفائی پر مقدم تھے۔ یہاں تک کہ وہ ہاتھ بھی نہیں دھوتے تھے اور ٹکڑوں میں ہاتھ پونچھ لیا کرتے تھے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ ہاتھ دھونا مستحب نہیں۔ الغزالی ص 33 حاشیہ پر شبلی نے لکھا کہ یہ احیاء العلوم کی عبادت کا لفظی ترجمہ ہے۔

فائدہ : یہ وہ قاعدہ ہے جس سے بیسیوں اختلافی مسائل آسانی سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے بہت سے مذاہب کے بے شمار مسائل کا اسی قاعدہ پر رد فرمایا اور متعدد تصانیف اسی قاعدہ پر مرتب فرمائیں۔ مثلاً منیر العینین، خالص الاعتقاد، الامن والعلی، الدولہ المکیہ وغیرہ وغیرہ۔

زیارت و قبور انبیاء و اولیاء : فرماتے ہیں سرکار امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ سفر جو عبادت کے واسطے ہو۔ انبیاء و اولیاء صحابہ اور تابعین کی قبروں کی زیارت بلکہ علماء اور بزرگان دین کی زیارت بلکہ علماء بزرگان دین کی ملاقات۔ کیونکہ ان کی صورت دیکھنا عبادت ہے اور ان کی دعا میں بڑی برکت ہے۔ ان کی ملاقات کے فائدوں میں ایک یہ ہے کہ ان کی پیروی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تو ان کی زیارت عین عبادت ہی ہے اور عبادتوں کا تخم بھی ہوتی ہے۔ جب ان بزرگوں کے کلام اس کے یار ہوں گے تو فوائد دوچند بسیار ہوں گے۔ قصداً بزرگوں کے مشہد اور مقبرہ پر جانا درست ہے اور یہ جو رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا تشدوا لرحال الا الی ثلاثہ

مساجد۔ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے سوا کسی مسجد کے واسطے سواری پر سفر نہ کرو یہ ظاہر دلیل ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ مسجدوں اور مشہدوں سے برکت حاصل کرنا برابر ہیں، مگر جتنے علماء کہ زندہ ہوں جس طرح وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں اسی طرح جو علماء انتقال کر گئے ہیں وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ یعنی زندہ عالموں کی ملازمت اور عالموں کی قبروں کی زیارت اس حکم سے ممنوع نہیں ہے تو اس قصد سے انبیاء اولیاء کی قبروں کی زیارت کو جانا اور اس نیت سے سفر کرنا درست ہے (کیمائی سعادت صفحہ 61)

مدینہ منورہ کا قصد کر کے جانا : فرماتے ہیں امام اجل حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ تاجدار مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ میں آئے اور زیادت کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔ مجھے اس کا شفیق کرے گا۔ (کیمائی سعادت ص 109)

بزرگان دین کے ہاتھوں کو بوسہ دینا : فرماتے ہیں حضرت حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ بزرگان دین کے ہاتھوں کو بوسہ دینا سنت ہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ (کیمائی سعادت ص 207)

اولیاء اللہ کا وجود اکیسر ہے : فرماتے ہیں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اگر کوئی ہم نشین تم کو ایسا مل جائے جس کی صورت و سیرت تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے تو اس کا ساتھ دو اور اس کو غنیمت سمجھو اور اس سے علیحدہ نہ ہو کہ عاقل کے حق میں اس کا کسیرا سونے کی چڑیا ہے۔ (احیاء علوم الدین ص 288 مطبوعہ لاہور)

بدعت کی صحیح تعریف : حضرت امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جو کام ایجاد ہوا ہے بدعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہیں جبکہ اس کا مقلد کوئی سنت ہو یعنی جس سے سنت مٹنے کا خطرہ ہو (احیاء علوم الدین ص 473) مزید تفصیل فقیر کی کتاب ”عقائد الہمدین“ میں دیکھئے۔

اہل سنت و جماعت ہی نجات پائے گا : حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اعتقاد اہل سنت کو اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا تخم ہو گا۔ (کیمائی سعادت مطبوعہ لکھنؤ ص 58)

شفاعت انبیاء و اولیاء : بزرگ لوگ گنہگاروں میں سے جس کی شفاعت کریں گے ارحم الراحمین اسے بخش دے گا اور جس کی شفاعت نہ کریں گے۔ فرشتے اسے دوزخ میں لے جائیں گے۔ (کیمائی سعادت ص 61)

آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کی باتوں کی خبر دی۔ مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ تم کو بلوہ پہنچے گا جس کے بعد جنت ہے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ ان کو باغی گردہ قتل کرے گا اور حضرت امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو بھاری جماعتوں میں صلح کرے گا اور ایک شخص کو جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا یعنی اس شخص نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا اور یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن و بھوں سے معرفت پیشتر ہو جاتی ہے۔ ایسے کسی طرف نہیں تو معلوم ہو سکتیں۔ نہ نجوم سے نہ کیانت سے نہ رمل سے نہ فال سے صرف اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو معلوم ہوئی تھیں اور سفر ہجرت میں سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں اتر گئے۔ ایک دھواں اس کے پیچھے آیا۔ یہاں تک کہ اس نے اس سے فریاد کی۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اس کو دعا فرمائی اور فرمایا تیرے ہاتھوں میں کسری بلو شاہ کے کنگن پہنائے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے ایک جھوٹے کے قتل کی خبر دی۔ جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے قتل کی خبر اس کی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا۔ حالانکہ وہ صنعا امن میں قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرمایا۔ (احیاء علوم الدین ص 466 مطبوعہ لاہور)

نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب وقائع الاخبار میں ارشاد فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا جس میں چار شاخیں تھیں۔ شجرۃ الیقین اس کا نام رکھا پھر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو سفید موتی کے پردے میں طاؤس بنا کر اس درخت پر بٹھایا۔ اس نے ستر ہزار برس اس درخت پر تسبیح کی۔ آگے کافی مضمون درج فرمایا ہے۔ (وقائع الاخبار مطبوعہ کراچی)

ہذا الاثر مار قمہ قلم الفقیر القادری

ابوالصلح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

7 صفر 1418ھ بروز جمعہ قبل الصلوٰۃ

علم و تعلیم کے فضائل کا بیان

اس باب میں فضائل کے ساتھ ساتھ عقلی و نقلی دلائل بھی بیان کئے جائیں گے اسی لئے اسے چار فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

فضائل علم۔ قرآن مجید میں فضائل علم میں چند آیات مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (پ 3 آل عمران 18)

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ساتھ ملائکہ کے بعد علماء کی گواہی کو ملایا ہے یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے۔
اللہ اللہ!! عَزَّوَجَلَّ

(۲) يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ تَرَجُّمًا (پ 28 المجادلہ ۱۱)

(فائدہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عام اہل ایمان سے علماء کے سات سو درجات بلند ہوں گے ہر درجہ کی مسافت سات سو سال ہوگی۔

(۳) قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (پ 23 الزمر ۹)

(۴) إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (پ 28 ع)

(۵) قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (پ 13 43)

(۶) الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (پ 19 النمل 40)

(فائدہ) اس آیت میں تنبیہ ہے کہ وہ تخت لانے پر بزدل علم قادر ہوا۔

(۷) وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيُنْذِرُكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (پ 20 قصص 80)

(فائدہ) اس میں بیان فرمایا کہ آخرت میں قدر و منزلت علم کی وجہ سے معلوم ہوگی۔

(۸) وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنُظَرِ بِهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

(۹) وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (پ 5 النساء 83 ع)

(فائدہ) اس آیت میں معاملات میں علماء کے اجتہاد پر راجع فرمایا اور ان کے مرتبہ کو حکم الہی کے معلوم کرنے میں

انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کے ساتھ ملایا۔

(10) يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا لَكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ (پ 8، الاعراف 26)
(فائدہ) اس آیت کی تفسیر میں فرمایا گیا ہے کہ آیت میں لباس سے علم اور ریش سے یقین، لباس اور تقویٰ سے حیا مراد ہے۔

(11) وَلَقَدْ جِئْتُم بِكُتُبٍ فَعَلْنَا عَلَىٰ عِلْمٍ (پ 8، الاعراف 52)

(12) فَسَقَّصْنَا عَلَيْهِمُ بَعْلُمَ (پ 8، الاعراف 7)

(13) بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (پ 21، العنکبوت 49)

(14) حَقَّقَ الْإِنْسَانَ ۖ عَلَّاهُ الْبَيَانَ (پ 27، الرحمن 3)

۱۔ علم سے دین اسلام مراد ہے جیسے قرآن و حدیث اور فقہ اسلام، نہ کہ کلج کی تعلیم وہ تو کس معاش کا ایک ذریعہ ہے یا فنون و نبویہ اگر کچھ اسلامی فنون شامل ہیں تو وہ کس معاش کے طور پر۔ ایسی غفلت

۲۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے چند آیات پر اکتفا فرمایا ہے ورنہ قرآن مجید میں ان کے علاوہ اور آیات بھی فضیلت علم کے متعلق بکثرت ہیں۔ چونکہ دور حاضر میں علوم دینیہ کی قدر و منزلت کم ہے بلکہ اہل علم کرام کی عزت گھٹانے کے اسباب بنائے جا رہے ہیں۔ اسی لئے فقیر حاشیہ پر مزید علمائے اسلام کے فضائل عرض کرتا ہے۔ لیکن میری مراد اہلسنت کے وہ علماء مراد ہیں جو صحیح معنی میں وارث الانبیاء ہیں۔

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضل العلم خیر من فضل العبادة

ترجمہ: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بڑھ کر ہے۔ (للب الدین والدنیا ص 43)

(2) فرمایا:

فضل العلم احب الی فضل العبادة

ترجمہ: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ (جامع الصغیر ج 2 ص 75)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العلم خزان و مفتا حها السؤال فستلوا یرحمکم اللہ فانہ توجر فیہ اربعة السائل والمعلم والمستمع والحب لہم (جامع الصغیر ج 2 ص 69)

ترجمہ: علم کے کئی خزانے ہیں اور ان خزانوں کی کئی علماء کرام سے سوال کرنا ہے، تو علماء سے پوچھا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے کیونکہ بلاشبہ اس میں چار شخصوں کو ثواب عطا ہوتا ہے، سوال کرنے والے، علم سکھانے والے، سننے والے، اور ان سے محبت رکھنے والے کو۔

(4) فرمایا

العلم حليل المومن والعقل دليله والعمل قسمه
ترجمہ: علم مومن کا دوست اور عقل آپ کی دلیل ہے اور عمل اس کا سردار ہے۔
ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا:

العلم والمال يستراان كل عيب والجهل والفقر يكشفان كل عيب

ترجمہ: علم اور مال انسان کے تمام عیوب چھپا دیتے ہیں، اور جہالت و فقر تمام عیوب کو کھول دیتے ہیں۔

(فائدہ) علم دو قسم (1) دراست (2) وراثت پہلے علم کی طرف آیت ولکن ربانبین میں اشارہ ہے خازن میں ہے الربانی العالم الذی يعمل بعلم اور آیت يعلمهم الكتاب والحكمة میں حکمت میں بھی علم دراست مراد ہے (موضع القرآن) خلاصہ یہ کہ علم دراست علم کا مقدمہ ہے اور عمل کا تصور دراصل ایمان کے تصور کا نتیجہ ہے اسی لئے دین ایمان کے لئے ضروری ہے۔ حدیث میں ہے الورع ملاک الدین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذه بحظ وافر (ترغیب و ترہیب)

ترجمہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں انبیاء در اہم و دہائی کے وارث نہیں چھوڑتے بلکہ علمی وراثت چھوڑ جاتے ہیں جو علم زیادہ حاصل کرتا ہے اسے نبوت کی وراثت سے زیادہ حصہ نصیب ہوتا ہے۔

(2) اور فرمایا موت العالم مصیبة (الحدیث) ترجمہ: عالم دین کی موت مصیبت ہے۔
نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

العلم حياة الاسلام وعماد الايمان ومن علم علما اتم الله اجره ومن تعلم فعلم علمه الله ما لم يعلم۔ (السيوطي في جامع الصغير ج 2 ص 69)

ترجمہ: علم دین اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے جس نے علم حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کو پورا اجر عطا فرمائے گا اور جس نے علم پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا فرمائے گا جسے وہ نہیں جانتا۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من عابد (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیید شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

ابن هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خصلتان لا يجتمعان في منافق حسن صمت وال فقهه في الدين (داؤدی)

ترجمہ: دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتی۔ (1) روش نیک (2) اور دین میں نقد و فطانت

قال النسي صلى الله عليه وسلم يوزن يوم القيامة مداد العلماء بدم الشهداء (احیاء)

ترجمہ: حضور نے فرمایا روز قیامت علماء کی سیاہی شہداء کے خونوں سے وزن کی جائے گی۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال تدراس العلم ساعة من الليل خير من احياها
ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شب کو ایک گھنٹہ علم سیکھنا کھانا شب بیداری سے بہتر ہے۔
قال عليه الصلوة والسلام يشفع يوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء (احياء)
ترجمہ حضور نے فرمایا روز قیامت تین گروہ شفع ہوں گے (اول) انبیاء (2) علماء پھر شہداء

قال صلى الله عليه وسلم يبعث العلماء ثم يقول يا معشر العلماء اني لم اصنع علمي فيكم الا لعلمي بكم
ولم اصنع علمي فيكم لانه عذبتكم بلم اذهبوا القدر غفرت لكم (احياء)

ترجمہ حضور نے فرمایا روز قیامت اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھائے گا تو فرمائے گا اے گروہ علماء میں نے تم میں اپنا علم اس لئے رکھا کہ میں تمہیں جانتا تھا میں نے تم میں اپنا علم اس لئے نہ رکھا کہ تمہیں عذاب کروں جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔ نسل اللہ حسن الخاتمة
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عالم، صائم، قائم، مجاہد سے افضل ہے جب عالم مرجاتا ہے دین میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے علم مل اور ملک میں مخیر کیا ان میں سے
جو چاہیں اختیار فرمائیں آپ نے علم اختیار فرمایا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کریم اہل اسلام کو علمائے کرام کی تعظیم و تکریم کی توفیق بخشے (آمین)

احادیث مبارکہ :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من يرد الله خيرا يفقهه في الدين ويليه رشده

(2) ان العلماء ورثة الانبياء (مشکوٰۃ شریف)

(فائدہ) ظاہر ہے کہ کوئی رتبہ نبوت سے بڑھ کر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور
شرافت بھی نہیں۔

(3) فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زمین و آسمان میں جو بھی چیز ہے وہ علماء کرام کے لئے مغفرت طلب کرتی
رہتی ہے۔

(فائدہ) اس سے بڑھ کر اور کونسا مرتبہ ہو گا کہ جس کے لئے آسمان و زمین کے فرشتے طلب مغفرت میں مشغول ہوں
وہ خود تو اپنے مشاغل میں مشغول ہے لیکن فرشتے اس کی طلب مغفرت میں مشغول ہیں۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حکمت شریف کی بزرگی میں اضافہ کرتی ہے اور غلام کو اتنا لوٹچا
کرتی ہے کہ اسے بادشاہوں کا مقام عطا فرما دیتی ہے۔

(فائدہ) اس حدیث شریف میں علم کا نتیجہ دنیا میں ارشاد فرما دیا اور ظاہر ہے کہ آخرت میں جو مراتب نصیب ہونگے
وہ اس کے سوا ہونگے اور بہتر و اعلیٰ اس لئے کہ آخرت دنیا کی بہ نسبت بہتر و برتر ہے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

حصلتان لا يکومان فی منافق حسن صمت و فقه فی الدین

ترجمہ: دو باتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں (1) خبی بدایت (2) دین کی سمجھ

(فائدہ) اس حدیث شریف سے بعض فقہائے وقت کا نفاق و کجہ کر شک نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد فقہ سے وہ علم مراد نہیں جسے عام لوگ فقہ خیال کرتے ہیں بلکہ فقہ کے معنی ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ کہ اونٹنی درجہ کا فقیہ یہ ہے کہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے جب یہ بات فقیہ میں مکمل اور غالب ہو تو اسے وہ نفاق اور نام و نمود سے بڑی کر دیتی ہے۔

(6) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے وہ عالم بہتر اور ایماندار ہے کہ لوگ اس کے پاس حاجت لے کر جائیں تو وہ انہیں فائدہ دے اگر لوگ اس سے بے پروائی کریں تو وہ خود کو بے پرواہ کرے کہ ایمان ننگا ہے اس کا ستر تقویٰ ہے اس کی آرائش حیا اور شرمہ علم ہے۔

(7) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا درجہ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں اہل علم تو اس وجہ سے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور اہل جہاد اس لئے کہ انہوں نے پیغمبران عظام علیٰ نبینا علیم السلام کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لئے اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔

(8) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قبیلے کا مرجانا ایک عالم دین کی موت کی بہ نسبت آسان تر ہے۔

(9) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الناس معادن كمعادن الذهب والفضة فخيرهم خبارهم في الاسلام اذا فقهوا
لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح ہیں جو لوگ کفر میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ دین میں سمجھ پیدا کریں۔

(فائدہ) قیامت میں علماء کرام کی سیاہی شہیدوں کے خون سے تولی جائے گی۔

(10) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے چالیس حدیثیں (سنت کے متعلق) یاد کر کے (میری امت تک) پہنچا دے تو میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

(11) فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس میرے امتی نے چالیس احادیث یاد کر لیں وہ قیامت میں اللہ کو فقیہ اور عالم کی حیثیت سے ملے گا۔

(12) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دین میں سمجھ پیدا کر لے اللہ اسے رنج سے بچائے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا کہ جہاں اس کا گمان تک نہ ہو گا۔

(13) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علی نبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) میں علیم ہوں اور ہر اہل علم کو دوست رکھتا ہوں۔

(14) فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم دین زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔

(15) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں

تو تمام لوگ درست ہو جائیں گے اگر وہ بگڑ جائیں تو تمام لوگ بگڑ جائیں گے (۱) امراء (حکام، امیر، فقہاء، علماء) (۱۶) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کوئی ایسا دن نہیں آیا جس میں میرا علم زیادہ نہ ہو جو مجھے اللہ کے قریب کرے اگر ایسا نہیں تو اس دن کا سورج نکلنا مجھے نصیب نہ ہو۔ عبادت و شہادت پر علم کو فضیلت دینے میں زندگی بسر کرو۔

(۱۷) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فصل العالم علی العابد فضلی علی ادنی رجل من اصحابی

ترجمہ: عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہے جیسے میری فضیلت میرے لوئی صحابی پر ہے۔

(فائدہ) غور فرمائیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے علم کو نبوت کے درجہ کے ساتھ ملایا ہے جو عمل علم سے خالی ہو اس کے رتبہ کو کیسے کم بتایا ہے حالانکہ عابد جس طرح کی ہمیشہ عبادت کرتا ہے اس کا تو اسے علم بھی ہے اس لئے کہ اگر اسے علم نہیں تو عبادت کیسے کرتا ہے؟ (۱۹) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فصل العالم علی العابد فصل القمر علی سائر الکواکب

ترجمہ: عالم کی عابد پر ایسے فضیلت ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر

(۲۰) نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شفیع یوم القيامة ثلاثة الانبياء ثم العلماء ثم العلماء ثم الشهداء

ترجمہ: روز قیامت انبیاء، علماء، شہداء شفاعت کرائیں گے۔

(فائدہ) اس حدیث شریف میں علم کا نہایت عظیم الشان رتبہ ثابت ہوا کہ نبوت کے بعد لیکن شہادت کے مرتبہ سے اوپر علم کا ہی رتبہ ہے بلکہ یہ کہ شہادت کے بہت بڑے فضائل احادیث میں وارد ہیں لیکن اس سے بھی علم افضل ہے۔

(۲۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی شے سے بہتر نہیں ہوتی۔ جسے دین کی سمجھ ہوتی ہے، ایک سمجھنے والا (فقیہ، عالم، شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت تر ہے اور ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین (اسلام) کا ستون فقہ ہے۔

(۲۲) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔ اور بہترین عبادت فقہ ہے۔

(۲۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایماندار عالم ایماندار عابد سے ستر درجہ بڑھ کر ہے۔

(۲۴) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ایسے زمانہ میں ہو جس میں فقیہ بہت ہیں اور خطیب کم اور سائل قلیل اور دینے والے بہت ہیں۔ اس زمانہ میں عمل کرنا بہت نسبت علم کے بہتر ہے عنقریب ایک وقت آئے گا

جس میں فقیہ کم ہونگے اور خطیب زیادہ اور دینے والے تھوڑے ہونگے، مانگنے والے زیادہ اس میں علم بہ نسبت عمل کے بہتر ہوگا۔

(25) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم اور عابد کے درمیان سو درجات کا فرق ہے سو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا ستر سال میں ایک گھوڑا تیز رفتار مسافت طے کرے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا علم خداوندی عزوجل۔ عرض کی ہم اعمال میں افضل پوچھتے ہیں آپ علم کا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل کارآمد ہوتا ہے اور جہالت کے ساتھ بہت سا عمل بے سود ہے۔

(26) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت میں اللہ بندوں کو اٹھائے گا علماء کو اٹھا کر فرمائے گا اے گروہ علماء میں نے جو تم میں اپنا علم رکھا تھا تمہیں عمل ہی رکھا تھا اور میں نے اپنا علم تم میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ (دعاء) اللہ سے ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارا انجام بھی ایسا کرے (آمین)

آثار صحابہ و غیرہم رضی اللہ عنہم

علم کے فضائل میں صحابہ و تابعین کے آثار یعنی اقوال بھی بہت ہیں۔

(1) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت کمال کو ارشاد فرمایا کہ کمال علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ عالم افضل ہوتا ہے۔ روزہ دار۔ شب بیدار جہاد کرنے والے سے، جب عالم دین فوت ہوتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑتا ہے جسے بجز اس کے ٹائب کے اور کوئی بند نہیں کر سکتا۔ نیز آپ نے ایک قطعہ (عربی) میں فرمایا:

(1) ما الفخر الا لابل العلم انہم علی الہدی لمن استہدی اولاء

(2) وقد رکل امری کار یحسنہ والجبابلون لابل العلم اعداء

(3) لغز بعلم تعش حبا بہ ابدا۔ الناس موتی وابل العلم احیاء

ترجمہ: (1) ہاں علماء کے بدن پر بہترین قبائے فخر ہے اس لئے کہ وہ خود بھی راہ حق پر ہیں اور دوسروں کے رہنما ہیں۔

(2) جس شے سے حاصل ہو انسان کی قدر اسی سے ہے۔ جہل کو ہمیشہ علماء سے عداوت ہے۔

(3) اے عزیز ایسا علم سیکھو جس سے تم ہمیشہ زندہ رہو۔ تمام لوگ مردہ ہیں زندہ صرف عالم دین ہے۔

(2) حضرت ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شے عزت والی علم سے بڑھ کر نہیں کہ بادشاہ عوام کے حاکم ہیں لیکن علماء بادشاہوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن دلوذ علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ علم و مال اور سلطنت میں جو پسند کرو طلب کرو۔ آپ نے علم کو پسند فرمایا پھر علم کی وجہ سے مال اور سلطنت عطا ہوئی۔

(4) حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اچھا انسان کون ہے۔ آپ نے فرمایا عالم دین۔ پھر پوچھا کہ بادشاہ کون ہے فرمایا زاہد پھر پوچھا کہ کمینہ کون فرمایا وہ جو دین کو بیچ کر مل کھاتا ہے۔

(فائدہ) آپ نے عالم کے سوا اوروں کو انسان نہ سمجھا اس لئے کہ وہ خاص جس سے جانوروں سے انسان کو امتیاز ہے وہ علم سے ہے اور انسان تبھی انسان کہلائے گا جس کی وجہ سے اسے شرف ہے وہ اس میں موجود ہو۔ انسان کی شرافت نہ تو جسم کے زور بازو سے ہے کہ طاقت میں انسان سے اونٹ زیادہ طاقتور ہے اور نہ ہی بڑے بڑے کی وجہ سے اس لئے کہ بڑے میں ہاتھی بڑا ہے اور نہ ہی شجاعت و بہادری سے اس لئے کہ بہت سے درندے انسان سے شجاعت و بہادری میں زیادہ ہیں اور نہ ہی کھانے کی وجہ سے اس لئے کہ بیل کا پیٹ آدمی سے بڑا ہے نہ صحت کی وجہ سے اس لئے کہ چھوٹی سی چیز صحت میں انسان سے بڑھ کر ہے۔ بلکہ انسانی شرافت صرف اور صرف علم سے ہے اسی علم کے لئے وہ پیدا ہوا۔

(5) علماء فرماتے ہیں کہ ہمیں کوئی بتا دے کہ جسے علم نصیب نہ ہوا اسے کیا ملا۔ اور جسے علم نصیب ہوا اس سے اس کے لئے اور کیا باقی رہا۔

(6) حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب مریض کو تین دن کھانا پینا اور دوا میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ مر جائے گا لوگوں نے کہا واقعی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے فرمایا یہی حل دل کا ہے جب اس سے تین دن تک علم و حکمت روک دیئے جائیں تو وہ (دل) مرجاتا ہے۔

(فائدہ) یہ ارشاد بجا ہے اس لئے کہ دل کی غذا علم و حکمت ہے۔ انہی دونوں سے اس کی زندگی ہے جس طرح بدن کی غذا طعام ہے اور جسے علم میسر نہیں تو اس کا دل بیمار ہے بلکہ اس پر موت لازم ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو اپنی بیماری اور موت کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ دنیا کی محبت اور دنیوی کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کی حس ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے نشہ یا خوف کے غلبہ میں زخم کا درد اس وقت محسوس نہیں ہوتا اگرچہ فی الواقع درد ہوتا ہے۔ لیکن جب موت دنیا کا بوجھ اور اس کے تعلقات اتار پھینکتی ہے تب اپنے دل کی موت کو جانتا ہے اس پر وہ افسوس کرتا ہے لیکن اس وقت کا افسوس کوئی مفید نہیں جس طرح خوف والے کا خوف یا نشہ والے کا نشہ جب دور ہوتا ہے تو پھر اسے جہاں بحالت نشہ یا خوف زخم آئے تھے درد محسوس ہوتا ہے۔ (ہم اللہ سے اس دن سے پناہ مانگتے ہیں جب حقیقت حل کھلے گی)

(فائدہ) اب تو لوگ غیند میں ہیں جب میں گے تب بیدار ہوں گے۔

(7) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی سیاہی اور شہداء کا خون تولا جائے گا اس وقت سیاہی خون سے بڑھ جائے گی۔

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو علم سیکھو اس سے پہلے کہ علم اٹھالیا جائے اور اس کا اٹھانا یہ ہے کہ اس کے بیان کرنے والے مرجائیں۔ فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے وہ علماء کی بزرگیاں دیکھ کر چاہیں گے کہ کاش اللہ تعالیٰ انہیں (قیامت میں) عالم دین اٹھاتا۔ کوئی بھی پیدا ہوتے ہی عالم نہیں ہوتا بلکہ علم پڑھنے سے عالم بنتا ہے۔

(9) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تھوڑے سے رات کے حصہ میں علم کا تذکرہ تمام رات کے جاننے سے بہتر ہے۔

(11) حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس طرح منقول ہے۔

(12) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے آیت

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ

ترجمہ: اے رب عزوجل ہمارے ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔

کی تفسیر منقول ہے کہ دنیا کی حسنہ سے علم و عبادت مراد ہے اور آخرت کی حسنہ جنت مراد ہے۔

(13) بعض حکماء سے سوال کیا گیا کہ کونسی شے ذخیرہ کے طور پر جمع کی جائے۔ جواب دیا کہ وہ شے ذخیرہ کرنی چاہیے کہ جب تمہاری کشتی ڈوب جائے تو وہ (شے) تمہارے ساتھ تیرنے لگے یعنی علم ذخیرہ کرنے کے لائق ہے کہ جب کشتی بدن بحر موت میں ڈوب جائے تو یہی ساتھ رہے۔

اقوال دانشوران

(1) بعض حکماء کا قول ہے کہ جو شخص حکمت کو اپنی لگام بناتا ہے لوگ اسے اپنا امام بناتے ہیں اور جو شخص حکمت میں مصروف ہوتا ہے اس کو لوگ عزت اور وقار سے دیکھتے ہیں (2) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم کی شرافت یہ ہے کہ اسے جس شخص کی طرف منسوب کرو گو لوئی بات ہی کیوں نہ ہو مثلاً کہ یہ شخص فلاں چیز کا علم رکھتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جس شخص سے اس کی نفی کرو مثلاً کہو کہ فلاں چیز کا اس کو علم نہیں تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علم کے پیچھے لگو اللہ تعالیٰ کے پاس ایک چادر محبت ہے جو شخص کوئی باب علم کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چادر اس کو اڑھاتا ہے پھر اگر وہ شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا جوئی اس سے کرا لیتا ہے پھر دوبارہ اگر خطا کا مرتکب ہوتا ہے تب بھی اس سے رضا جوئی کا طالب

ہوتا ہے تیسری بار بھی ایسا معاملہ ہوتا ہے۔

(فائدہ) ہر دفعہ کی رضا جوئی کرانے سے ثابت ہوا کہ اس سے وہ چادر نہ چھینے اگرچہ اس کا گناہ بڑھتے بڑھتے موت تک پہنچ جائے۔ (4) احذف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علماء ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ ملک کے مالک بن جائیں گے اور جس عزت کی مضبوطی علم سے نہ ہو تو اس کا انجام ذلت ہوتا ہے۔

حکایات: سالم بن ابی جعد کہتے ہیں کہ میرے آقا نے مجھ کو تین سو درہم لے کر آزاد کر دیا میں نے سوچا کونسا فن سیکھوں بالاخر علم کو پیشہ بنایا ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ حاکم شرمیری ملاقات کو آیا اور میں نے اس کو لوٹا دیا اپنے قریب نہ آنے دیا۔ (2) زبیر بن ابی بکر کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے عراق میں خط لکھا کہ تو علم حاصل کر اس لئے کہ اگر تو مفلس ہو جائے گا تو یہ تیرا مل ہوگا اور اگر تو غنی ہوگا تو اس سے تیری زینت ہوگی۔ (3) لقمان حکیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی کہ اے بیٹے علماء کے پاس بیٹھ لو اور اپنا زانو ان کے زانو سے ملا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے دلوں کو ایسا زندہ کرتا ہے۔ جیسے زمین کو بارش سے سرسبز کرتا ہے۔

(فائدہ) بعض حکماء فرماتے ہیں کہ عالم مرجاتا ہے تو مچھلیاں پانی میں اور پرندے ہوا میں اس کے لئے روتے ہیں گو ظاہر میں اس کا چہرہ نظر نہیں آتا مگر اس کی یاد دلوں میں نہیں بھولتی۔ زہری فرماتے ہیں علم مرد ہے اور اس کو مردوں میں سے وہی پسند کرتے ہیں جو مرد ہوں۔

فضائل طالب علم (قرآنی آیات)

(1) فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ - پ 11، تنویر 122

ترجمہ: کہ الایمان: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں

(2) فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿43﴾

ترجمہ: کہ الایمان: تو! لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

احادیث مبارکہ :- (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الا به طريقا الى الجنة (ترجمہ) جو شخص راست چلتا ہے کہ علم حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس راست پر چلائے گا جو جنت میں لے جائے گا۔ (2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتے طالب علم کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے بازو بچھاتے ہیں (3) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم جا کر کسی علم کا باب سیکھو تو اس سے بہتر ہے کہ سو رکعات نفل پڑھو۔ (4) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (5) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم وہ خزانہ ہے جس کی کنجیاں سوال ہیں پس علم کا سوال کرو اسی میں چار اشخاص کو ثواب ملتا ہے۔ (1) سوال کرنے والا (2) عالم (3) سننے والا (4) جو ان سے محبت رکھتا ہو (4) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جاہل کو لائق نہیں کہ وہ اپنے جہل پر خاموش رہے

اور نہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم پر چپکا رہے یعنی جاہل کو دفع جہالت کے لئے سوال کرنا چاہیے اور عالم کو اس کا جواب دینا چاہیے۔ (7) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس علمی میں حاضر ہونا ہزار رکعت پڑھنے اور ہزار بیماریوں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شریک ہونے سے بہتر ہے کسی نے عرض کیا تلاوت قرآن سے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا قرآن بغیر علم کے کب مفید ہے؟ (8) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے موت آئے اور وہ اسلام کے زندہ کرنے کیلئے علم سیکھتا ہو تو اس کا اور انبیاء کا درجہ جنت میں ایک ہوگا۔

اقوال صحابہ و غیرہم

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب میں طالب علم تھا تو کم مرتبہ تھا اب جو میرے پاس لوگ علم سیکھنے لگے تو عزت والا ہو گیا ہوں (2) ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں دیکھا اگر صورت کو دیکھو تو سب سے حسین و جمیل اگر گفتگو کریں تو سب سے فصیح تر اور فتویٰ دیں تو سب سے زیادہ علم والے۔ (3) ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے اس شخص پر جو علم طلب نہ کرے نامعلوم اس کا نفس اسے بزرگی کی طرف کیسے بلاتا ہے (4) بعض حکماء نے کہا ہے کہ ہمیں دو شخصوں پر ترس آتا ہے (1) علم کا طالب تو ہے لیکن سمجھتا نہیں (2) علم کو سمجھتا ہے لیکن اسے طلب نہیں کرتا (5) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسئلہ سیکھوں میرے نزدیک تمام رات کی شب بیداری سے بہتر ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ عالم اور طالب علم کا خیر میں شریک ہیں باقی تمام آدمی بیکار ہیں ان میں کوئی بہتری نہیں۔ ان کا ارشاد ہے عالم ہو یا طالب علم ہو یا سننے والا ہو ان تینوں کے سوا چوتھا مت ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (6) حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک مجلس علم کی گفتگو ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہزار شب بیدار روزہ دار عابدوں کا مرجانا ایسے عالم کی موت سے کم ہے جو اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام میں ماہر ہو۔ (7) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ علم کا طلب کرنا نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ (8) ابن عبدالحکم نے فرمایا ہے کہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سبق پڑھتا تھا کہ ظہر کا وقت ہو گیا میں نے اپنی کتاب نماز پڑھنے کیلئے تمہ کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے فلاں جس کیلئے تو اٹھا ہے وہ اس سے بہتر نہیں جس میں تو تھا بشرطیکہ نیت درست ہو۔ (9) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا خیال ہو کہ علم کا طلب کرنا جہاد نہیں ہے تو اس کا عقل و خیال ناقص ہے۔

(3) تعلیم کے فضائل (قرآنی آیات)

(1) وَلْيَسْتَأْذِنُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْزَنُونَ (پ: 1)
ترجمہ! اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سناؤ اس امید پر کہ وہ بھیجیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ! اس آیت میں حسنه سے مراد تعلیم و ارشاد ہے۔

(2) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكُنُ مَوَازِينَهُ ۝ ۱۸۷

ترجمہ! اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کرونا اور نہ چھپانا۔ (کنز الایمان)

فائدہ! اس میں تعلیم کا واجب ہونا مذکور ہے!

(3) وَإِنْ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ . البقرة ۱۳۶

ترجمہ! اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے۔ (کنز الایمان)

فائدہ! اس میں علم کے چھپانے کی حرمت بیان فرمائی ہے جیسے گولہی کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ ومن یکنمها فانه اثم قلبه اور فرمایا ومن احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا ترجمہ! اور جو گولہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گناہ گار ہے۔ ترجمہ! اور اس سے زیادہ کس کی ہمت اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نکل کرے۔

(4) وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ . البقرة ۱۲۹

ترجمہ! اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔ (کنز الایمان)

احادیث مبارکہ

(1) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو علم دیا تو اس سے عہد بھی لیا ہے جو پیغمبروں سے لیا ہے کہ وہ اس کو بیان کریں گے اور چھپائینگے نہیں۔ (2) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو ارشاد فرمایا لا ینہدی بک الہ بک رجلا واحد اخیر من الدنیا و ما فیہا (3) جو شخص علم کا باب اس لئے سیکھے کہ وہ لوگوں کو سکھائے گا تو اس کو 70 ستر پیغمبروں جتنا ثواب دیا جائے گا۔ (4) حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص عالم با عمل ہو اور لوگوں کو علم سکھائے وہ آسمان اور زمین کے ملکوت میں عظیم کہلاتا ہے۔ (5) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عبادت کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے ارشاد فرمائے گا کہ جنت میں جاؤ علماء عرض کریں گے یا اللہ انہوں نے ہمارے علم کے طفیل عبادت اور جہاد کیا یعنی شایان اکرام ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم میرے نزدیک بعض فرشتوں جیسے ہو تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی پس وہ سفارش کریں گے پھر وہ خود جنت میں داخل ہونگے اور یہ رتبہ اسی علم کا ہے جو تعلیم سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس علم کا نہیں جو صرف اسی کے ساتھ رہے لیکن دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے! (6)

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان اللہ عزوجل لا ینزع العلم انتزا عامن الناس بعد ان یوتیہم ایاء ولكن ینهب ینھاب العلماء فکلما ذہب العالم ذہب بمامعہ من العلم حتی اذالم یبق الاروساء جہالا ان سئلوا افتوبغیر علم فیضلون ویضلون (ترجمہ) بے شک اللہ علم دے کر لوگوں سے چھین نہیں لے گا مگر علماء کرام دنیا سے اٹھا کر علم بھی اٹھا لیتا ہے جب کوئی عالم دین فوت ہوتا ہے تو اس کا علم بھی اس کے ساتھ چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جٹل لیڈروں کے سوا کوئی نہیں رہتا لوگ ان سے مسائل پوچھتے ہیں تو وہ علم کے بغیر غلط فتوے دیتے ہیں تو وہ خود بھی گمراہ بنتے ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ (7) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من علم علما فکتہم الجہمہ اللہ یوم القیامۃ بلجام من نار (ترجمہ) جو کوئی علم پڑھے لیکن اسے لوگوں سے چھپائے تو اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ (8) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خوب عطا اور عمدہ ہدیہ کلمہ حکمت ہے جسے تم سنو اور یاد رکھو پھر اسے اپنے بھائی مسلمان کے پاس لے جاؤ اور اسے سکھلاؤ تو ایک سل کی عبادت کے برابر ہے۔ (9) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے الدنیا ملعونۃ وملعون مافیہا الا ذکر اللہ سبحانہ وما والاہ اومعلما اومتعلما (ترجمہ) دنیا ملعون ہے اور جو اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ذکر اللہ کے یا وہ جو اس کے قریب ہے یا معلم یا طالب علم۔ (10) فرمایا ان اللہ سبحانہ وملائکہ واهل سمونہ وارضہ حتی النملۃ فی حجرہا وحتی الحوت فی البحر یصلون علی معلم الناس الخیر (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں سب کے سب ان کے لئے دعا کرتے ہیں جو خیر و بھلائی لوگوں کو سکھاتا ہے۔ (11) مسلمان اپنے بھائی کو اس سے بڑھ کر کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا کہ جو عمدہ بات اس نے سنی وہ دوسرے کو سنا دے (12) ایماندار اگر ایک کلمہ خیر سے سیکھ کر اس کے مطابق عمل کرے تو اس کے حق میں ایک سل کی عبادت سے بہتر ہے (13) ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے مجلسیں دیکھیں ایک تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے اور اس کی طرف راغب تھے دوسری مجلس والے لوگوں کو علم سکھاتے تھے آپ نے فرمایا کہ مجلس اول کے لوگ تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں اگر وہ چاہے ان کو دے اور چاہے نہ دے مگر دوسری مجلس والے لوگوں کو تعلیم کرتے ہیں اور مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے تعلیم کرنے والا ہی بھیجا ہے پھر آپ دوسری مجلس والوں کے پاس تشریف لے جا کر ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا مثل ما بعثنی اللہ عزوجل بہ من الہدی والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکانت منها بقعۃ قبلت الماء فابنت الکلاء والخشب الکثیر وکانت منها بقعۃ امسکت الہاء فنفع اللہ عزوجل بها الناس فشریوا منها وتنفقوا وزعوا وکانت منها طائفۃ قبیعان لا تمسک ولا تنبت کلاء (ترجمہ) اس کی مثل جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے یعنی ہدایت اور علم کی مثل بارش جیسی ہے جو زمین پر برستا ہے زمین کا ایک قطعہ ایسا ہو کہ پانی جذب کرے اور گھاس وغیرہ بہت اگائے اور ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ پانی روک رکھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس سے نفع دے کہ جو پھس اور کھیتی کو سیراب

کریں اور ایک ٹکڑا ایسا ہو کہ پانی روک رکھے لیکن اس لئے گھاس وغیرہ نہ آگے۔ (فائدہ) اس حدیث میں ان لوگوں کی مثال ہے جن کو اپنے علم سے خود فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے ان لوگوں کی مثال ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور تیسری مثال ایسے لوگوں کی ہے جو دونوں باتوں سے محروم ہیں۔ (14) فرمایا اذا مات۔۔۔ ابن ادم انقطع عمله الا من ثلث علم ينفع به و صدقة جارية و ولد صالح يدعوا له به الخير اور فرمایا الدال على الخير (ترجمہ) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اہمال کے (1) وہ علم جس سے اوروں کو فائدہ ہو (2) صدقہ جاریہ (3) لولاد نیک جو اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں۔ (15) فرمایا لا حسد الا فی اثین رجل اتاه الله عروجل حکمة فهو قیقظی بها ویعلمها الناس ورجل ن الله مالا فسطه علی هلیکته فی الخبر (ترجمہ) حسد اس کو صرف دو آدمیوں پر ہوتا ہے (1) اللہ اسے حکمت دے اور وہ اس کے مطابق فیعلے کرے (2) اللہ تعالیٰ اسے مال دے اور وہ اسے خیرات کرنے پر مسلط کر دے۔ فرمایا کہ میرے نائبوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے نائب کون ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ جو میرے طریق کو پسند کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تعلیم کرتے ہیں۔

”اقوال صحابہ و غیرہم“ رضوان اللہ علیہم اجمعین

(1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی حدیث بیان کرے اور اس پر عمل کرے تو اس کو ان لوگوں کے برابر ثواب ملے گا جو وہی عمل کریں گے (2) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو بہتر بات سکھاتا ہے اس کے لئے تمام چیزیں سمندر کی مچھلیاں تک استغفار کرتی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عالم اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں واسطہ پڑتا ہے۔ (3) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ عسقلان میں تشریف لاکر وہاں چند دن مقیم ہوئے ان سے کسی نے کچھ نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے سواری دو۔ تاکہ اس شہر سے نکل جاؤں یہ ایسا منحوس شہر ہے کہ اس میں علم مرجائے گا۔ (فائدہ) یہ آپ نے اس لئے کہا کہ تعلیم کی بزرگی اور اس کی وجہ سے علم کے باقی رہنے کی آپ کو غرض تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ (4) حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مسیب کے پاس گیا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے کوئی کچھ پوچھتا نہیں بعض کا قول ہے کہ علماء زمانہ کے چراغ ہیں ہر ایک اپنے وقت میں شمع ہوتا ہے کہ اس سے اس کے عہد کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ (6) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء نہ ہوتے تو آدمی جانوروں جیسے ہو جاتے یعنی علماء لوگوں کو تعلیم کی وجہ سے جانوروں والی حالت سے نکل کر سرحد انسانیت پر پہنچاتے ہیں۔ (7) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس علم کی کوئی قیمت ہے کسی نے پوچھا وہ کیا ہے فرمایا وہ یہ ہے کہ وہ ایسے کو سکھائے جو اچھی طرح یاد کرے اسے ضائع نہ کرے۔ (8) حضرت یحییٰ بن معلو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

علماء امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مبنی ہیں زیادہ رحیم ہیں لوگوں نے پوچھا کیسے فرمایا میں باپ تو لوگوں کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علماء آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔ (9) بعض کا قول ہے کہ ابتدائے علم سکوت ہے۔ پھر سننا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اسے لوگوں میں پھیلاتا۔ (10) بعض فرماتے ہیں کہ علم ایسے کو سکھاؤ جو اس سے جاہل ہو اور ایسے شخص سے سیکھو جو چیز تمہیں نہ آتی ہو وہ اسکو جانتا ہو جب ایسا کرو گے تو جو کچھ آتا ہو گا اس کو جان جاؤ گے اور جو جانتے ہو گے وہ یاد رہے گا۔ (11) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ علم سیکھو اس لئے کہ اس کا سیکھنا خوف الہی ہے اور اس کی جستجو عبادت اور اس کا درس تسبیح اور اس کی بحث جہاد اور جو شخص نہ جانتا ہو اس کو تعلیم کرنا خیرات ہے اور جو اس کا اہل ہو اس پر اس کا خرچ کرنا قرب و منزلت ہے یہی علم تنہائی میں انیس اور سفر میں جلیس اور خلوت میں گفتگو کرنے والا اور دین کا رہبر اور حالت توانگری اور حالت افلاس میں چراغ اور دوستوں کے سامنے نائب اور اجنبی شخصوں میں قریب کرنے والا اور دشمنوں کے حق میں ہتھیار اور راہ جنت کا مینار ہے اس علم کی بدولت اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بلند رتبہ عنایت فرماتا ہے اور ان کو امور خیر میں امام و پیشوا و ہادی بناتا ہے ان کی دیکھا دیکھی سے اوروں کو بھی خیر نصیب ہوتی ہے ان کے قدموں پر لوگ چلتے ہیں اور ان کے افعال پر غور کرتے ہیں فرشتے ان کی دوستی کے لئے خواہاں ہوتے ہیں اور اپنے بازوؤں سے ان کو پونچھتے ہیں اور تمام خشک و تر ان کے لئے بخشش چاہتے ہیں یہاں تک سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے اور خشکی کے درندے اور جانور اور آسمان اور ان کے ستارے سب دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ علم دل کی زندگی ہے اس کے باعث جہالت نہیں رہتی۔ علم نور ہے جس کے سامنے تاریکی جاتی رہتی ہے اس سے بدن کو قوت نصیب ہوتی ہے اور ضعف دور ہوتا ہے اس کے باعث بندہ نیک لوگوں کے مراتب اور بلند درجے حاصل کرتا ہے۔ علم میں فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے اس کے درس میں مشغول رہنا شب بیداری کے برابر ہے اس کے باعث اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور توحید و عبادت اور تجمید حاصل ہوتی ہے اسی سے ورع اور تقویٰ اور صلح رحم اور معرفت حلال و حرام حاصل ہوتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کے طالب ہیں۔

فصل 4 عقلی دلائل : علم کی فضیلت اور نفاست کا معلوم کرنا مقصود ہے اور جب تک کہ خود فضیلت کو نہ سمجھو گے اور جو اس سے غرض ہے اس کو نہ معلوم کرو گے تو علم و دیگر اشیاء کا جاننا ناممکن ہو گا جیسے کوئی یہ معلوم کرنا چاہئے کہ زید حکیم ہے یا نہیں اور اس کو حل حکمت کے معنی اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو تو اسے سوا بھٹکنے کے اور کیا حاصل ہو گا۔ پس واضح ہوا کہ فضیلت فضل سے ہے جس کے معنی زیادتی کے ہیں تو جب دو چیزیں کسی بات میں شریک ہوں اور ایک میں کوئی بات زیادہ ہو تو اسے کہیں گے کہ یہ دوسرے سے زیادہ افضل ہے لیکن زیادتی اسی چیز میں ہونی چاہئے جو اس چیز کا کمال ہو مثلاً گھوڑے کو جو گدھے سے افضل کہتے ہیں تو اسی لئے کہ گھوڑا بابر داری میں تو گدھے کا شریک ہے مگر کروڑ فرور تک و دو اور خوبصورتی میں اس سے بڑھ کر ہے اب اگر کسی گدھ کو بہت سا زیور پہنا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ یہ افضل ہے کیونکہ یہ زیادتی صرف ظاہر کی ہے باطن کی نہیں نہ کمال میں

اس کو کچھ دخل ہے اور جانوروں سے غرض ان کے صفات اور امور باطنی ہیں نہ ظاہر جسم جب یہ معلوم کر لیا تو واضح ہو گیا کہ اگر علم کو اور اوصاف کے لحاظ سے دیکھو تو اس میں ایک طرح کا فضل ہے جیسے گھوڑے کو بہ نسبت اور حیوانات کے فضیلت ہے بلکہ تیز دوڑنا جو گھوڑے میں ہے وہ مطلق فضیلت نہیں اضاف ہے اور علم کو بالذات اور مطلق فضیلت ہے خواہ کسی کی نسبت ہو یا نہ ہو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کمال ہے اور اسی لئے فرشتوں پر انبیاء کا شرف ہے بلکہ گھوڑوں میں سے جس کو تمیز ہوتی وہ احق اور کم قسم سے اچھا ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت مطلق خواہ کسی کی نسبت ہو یا نہ ہو اور یہ بھی جانتا چاہئے کہ نفیس چیز کی رغبت جو ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ 1 غیر کے لئے مطلوب ہو 2 بالذات مطلوب ہو۔ 3 بالذات اور غیر کے لئے دونوں طرح مطلوب ہو ان تینوں قسموں میں وہ روپیہ اشرافی ہیں کہ دونوں خوبتر ہیں ان سے خود کسی طرح کا فائدہ نہیں اگر بالفرض خداوند کریم آدمیوں کی حاجتیں پوری کرانا ان سے آسان فرماتا تو ان کا اور کنکروں کا ایک ساحل ہوتا اور مطلوب بالذات آخرت کی سعادت اور لذت دیدار الہی ہے اور جو چیز کہ بالذات بھی ہے اور غیر کے لئے مطلوب بھی ہوتی ہے اس کی مثل بدن کی سلامتی ہے۔ مثلاً پاؤں کی سلامتی اس وجہ سے بھی مطلوب ہے کہ بدن درد سے سلامت رہے اور اس لئے بھی مطلوب ہے کہ اس سے چل کر اپنے مطالب اور حاجت پوری کریں اب اس اعتبار سے اگر علم کو دیکھو تو اسے خود بھی لذت پاؤں کے اور وسیلہ آخرت اور سعادت اخروی اور قرب الہی کا ذریعہ بھی۔ بغیر اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصول نہیں ہوتا اور آدمی کے حق میں ہر لحاظ سے بڑھ کر سعادت لبدی ہے اور تمام چیزوں میں افضل وہ ہے جو سعادت لبدی کا وسیلہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس کا ملنا بغیر علم و عمل کے ہرگز نہیں ہو سکتا اور عمل بھی بغیر اس کے کہ کیفیت عمل کا علم ہو نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت میں سعادت کی اصل علم ہے اس لئے ثابت ہوا کہ تمام اعمال سے افضل علم ہے اور کیوں نہ ہو کہ فضیلت کسی چیز کی اس کے نتیجہ سے بھی معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ علم کا نتیجہ قرب الہی اور وصول بزم ملائکہ اور نزدیکی ملاء الاعلیٰ کی ہے یہ امور تو آخرت میں ہو گئے اور دنیا میں عزت و وقار اور سلاطین پر حکم کرنا اور طبیعتوں میں عالم کی قدر و منزلت کا لازم ہونا ہے یہاں تک کہ ترکوں میں غبی اور عرب کے کم رتبہ لوگ اپنی طبیعتوں کو اس بات پر اپنی تخلیق سمجھتے ہیں کہ اپنے بڑوں کی توقیر کریں اس لئے کہ ان کو تجربہ کرتے کرتے کچھ علم زیادہ ہو جاتا ہے بلکہ جانوروں کو دیکھو تو وہ بھی اپنی طبیعت سے انسان کی توقیر کرتے ہیں اس لئے ان کو اس بات کا شعور ہے کہ جو درجہ ہمیں ہے اس کے کمال میں انسان بڑھا ہوا ہے یہ فضیلت علم کی مطلق ہے پھر علوم مختلف ہیں چنانچہ ان کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا جیسے علوم میں اختلاف ہے اس طرح ان کے فضائل میں تفاوت ہے اور فضیلت تعلیم اور تعلیم کی بھی وجہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام امور میں افضل علم ہے تو اس کا سیکھنا افضل امر کا حاصل کرنا ہوگا اور اس کا سیکھنا افضل امر کی تعلیم ہوگی اور اس کی تقریر اس طرح ہے کہ مخلوق کے مقاصد دین و دنیا میں آجاتے ہیں اور دین کا انتظام بغیر دنیوی انتظام کے نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور جو شخص دنیا کو آلہ آخرت اور

صرف چند روزہ ٹھکانا جانے اس کے حق میں دنیا وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے بشرطیکہ اس کو اپنا وطن اور ٹھکانہ بنالے اور دنیا کا انتظام آدمیوں کے اعمال سے ہے اور آدمیوں کے اعمال اور کاروبار تین قسموں پر منحصر ہیں۔ اول تو اصول ہیں کہ بغیر ان کے عالم کا قیام نہیں اور اصول چار چیزیں ہیں (۱) زراعت جس پر کھانا موقوف ہے (۲) کپڑا بننا لباس کیلئے (۳) تعمیر رہنے کیلئے (۴) سیاست آپس میں مانوس رہنے اور اجتماع اور اسباب معیشت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے دوسرے وہ اعمال ہیں جو ان چاروں امور کو مہیا کرتے ہیں اور ان کے خلام کی طرح ہیں مثلاً آہن گیری زراعت کی خلام خاص ہے اور دوسرے صنعتوں کے آلات بھی اس سے ہیں اور روٹی دھتا اور کلتا کپڑا بننے کے خلام ہیں کہ سوت وغیرہ کا ہونا ان پر موقوف ہے تیسرے وہ اعمال ہیں کہ اصول کو پورا کرتے ہیں اور بلکہ انہیں زینت بھی دیتے ہیں مثلاً پینا اور پکانا زراعت کے لئے اور دھونا اور سینا کپڑوں کیلئے اور ان تین طرح کے اعمال کو عالم کے قیام میں ایسا تعلق ہے جیسے آدمی کے اجزاء کو اس کے تمام وجود کے قیام میں یعنی آدمی کے اجزاء بھی تین طرح کے ہیں ایک اصول میں جیسے دل اور جگر اور دماغ دوسرے وہ اعضاء ہیں جو اصول کے خلام ہیں یعنی معدہ اور رگیں اور شریانیں اور پٹھے اور نیسے تیسرے وہ اعمال ہیں جو زینت کیلئے ہیں مثلاً ناخن اور انگلیاں اور بھویں اور ہل وغیرہ اور ان صفتوں میں سے اشرف اور افضل اصول ہیں اور اصول میں سے افضل سیاست ہے۔ اب جس پر مانوس رہنے اور آپس میں زندگی بسر کرنے کا مدار ہے اس لئے اس خدمت کے بجالانے والے کو وہ کمال ہونا چاہیے جو اور صفتوں میں درکار نہیں ہے یکا وجہ ہے کہ اس خدمت والا اور صفت والوں سے خدمت لیا کرتا ہے اور سب کو اپنا تابع جانتا ہے اور خلق کی درستی کیلئے اور دنیا و آخرت میں ان کو راہ راست بتانے کیلئے۔ سیاست کے چار مرتبے ہیں (۱) سیاست جو سب میں برتر ہے۔ سیاست انبیاء علیہم السلام کی ان کا حکم خاص اور عام سب پر ہے لیکن صرف ظاہر پر باطن پر نہیں۔ (۲) سیاست ۲۔ ان علماء کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے عالم ہیں اور یہی علماء انبیاء کے وارث ہیں ان کا حکم صرف خاص لوگوں کے باطن پر ہے عوام کی سمجھ کا اتنا رتبہ نہیں جو ان سے مستفید ہو اور نہ ان کو یہ قوت ہے کہ لوگوں کے ظاہر پر کسی بات کے لازم کرنے یا روک دینے کا تصرف کریں۔ (۳) سیاست داعیین (علماء باعمل) ان کا عوام کے باطنوں پر اثر ہوتا ہے ان تمام سیاستوں میں نبوت کے بعد اشرف اور افضل علم کی تعلیم اور لوگوں کے نفس کو ملک علوتوں اور بری خصلتوں سے بچانا اور عمدہ اخلاق اور سعادت کی طرف راہ بتلانا ہے اور تعلیم سے مراد بھی یہی ہے اور تعلیم کو جو بہنے دیگر اعمال کی بہ نسبت افضل بتایا اس کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ کا شرف تین امور سے پایا جاتا ہے اس قوت کے لحاظ سے جو اس صفت کے پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ مثلاً عقلی علوم لغوی علوم سے افضل ہیں اس لئے کہ حکمت تو عقل سے معلوم ہوتی ہے اور لغت سلع از صاحبان لغت سے عقل سلع کی نسبت افضل ہے تو جو چیز عقل سے معلوم ہوگی وہ بھی افضل ہوگی یہ شرف باعتبار فائدہ کے عام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کھیتی بہ نسبت زرگری کے افضل ہے کہ اول کا فائدہ انسانوں اور حیوانوں کو عام ہے بخلاف زرگری کے کہ اس کا فائدہ تمام انسانوں کیلئے نہیں یا شرف باعتبار محل کے ہوتا ہے جس میں اس پیشہ کا اثر ہو جیسے

زرگری چڑا پکانے سے افضل ہے اس لئے کہ زرگر تو سونے پر کام کرتا ہے اور چڑا پکانے والا مردار کی کھل پر اب تعلیم کو جو ہم دیکھتے ہیں تو یہ تینوں وجوہ شرف اس میں موجود ہیں اس لئے کہ علوم دینی یعنی سمجھنا طریق آخرت کا ظاہر ہے کہ عقل کی خوبی اور ذکا کی تیزی اور صفائی ہی سے ہوتا ہے اور عقل تمام صفات انسانی سے افضل ہے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ الکریم عنقریب آئے گا اس لئے کہ عقل ہی کے باعث اللہ تعالیٰ کی امانت مقبول ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرب الہی تک پہنچتا ہے اور فائدہ کا عام ہونا تعلیم میں خود ظاہر ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کا فائدہ اور ثمرہ سعادت آخرت ہے اور تعلیم کے محل کی شرافت میں بھی کچھ شک نہیں کیونکہ تعلیم دینے والا انسانوں کے قلوب اور ان کے نفوس پر تصرف کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ زمین پر موجود چیزوں میں سب سے اشرف انسان کی جنس ہے اور انسان کے اجزاء میں سب سے عمدہ اور اشرف انسان کا دل ہے اور تعلیم دینے والا دل کی تکمیل کرتا ہے اور دل کو جلا دینے اور پاک کرنے اور اس کو قرب الہی تک پہنچانے میں مشغول رہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علم کی تعلیم دینا ایک طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور باطنی طریقہ سے اس کی خلافت ہے اور یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عالم دین کے دل پر وہ صفت جو اس کی صفات میں سے خاص تر ہے مفتوح فرمائی تو گویا عالم دین کا دل اللہ تعالیٰ کے عمدہ خزیوں کا خزانچہ ہوتا ہے پھر اسے اجازت ہے کہ جس چیز کا محتاج ہے اسے وہ چیز دے ڈالے اب غور کیجئے کہ اس سے زیادہ کونسا رتبہ ہوگا کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں واسطہ ہو کر ان کو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور جنت الفردوس کی طرف کھینچتا رہے۔ یہاں تک کہ انہیں منزل مقصود تک پہنچا دے۔

- ۱۔ اس سے اسلامی سیاست مراد ہے دور حاضرہ کی سیاست جس میں اکثر فرقہ اور منافقت، خو غزاری اور ظلم کے سوا کچھ نہیں اقلیل و کثرت ۱۲۔ اویسی غفرلہ
- ۲۔ صرف ظاہر حیثیت سے درنہ باطنی طور پر تو ہر نبی علیہ السلام اپنی امت کا مرشد ہوتا ہے اور مرشد مریدوں کے باطنی تصرف کا مالک ہوتا ہے اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ اویسی غفرلہ

باب 2

وہ علم جو قلیل تعریف اور قلیل مذمت ہے ان کی اقسام اور احکامات کی تفصیل کا بیان۔
وہ علم جس کا حصول فرض عین ہے

احادیث مبارکہ!

- (1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
- (2) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔ (فائدہ) جو علم کہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے اس میں لوگوں کا اختلاف ہے اور اسی بارے میں میں سے زیادہ فرقے ہو گئے ہیں ہم سب کی تفصیل نہیں لکھتے حاصل اختلاف یہی ہے کہ ہر فرقے نے واجب ہونا اسی علم کا کہا ہے جس کے درپے وہ خود تھا مثلاً کلام ۱۔ علم والے کو علم کی غرض علم کلام ہے اس لئے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا علم اسی سے ہوتا ہے اور فقہاء کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے عبادت اور حلال و حرام اور معاملات میں سے جائز اور ناجائز معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے ان کی غرض وہ ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہے نہ وہ معاملات جو بہت کم واقع ہوتے ہیں اور مفسر و محدث فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انہی دونوں سے دیگر تمام علوم حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس علم سے غرض ہمارا علم ہے پس ان میں سے بعض یوں کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حل کا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں اور شیطان کے خطروں اور فرشتے کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے اور بعض کا ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور وہ چند خاص لوگوں پر واجب ہے جو اس کے اہل ہیں ان لوگوں نے لفظ کے عموم کو بدل ڈالا ہے اور اس کو خاص کر لیا اور ابوطالب 2۔ مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ علم ہے جس کو وہ حدیث متضمن ہے جس میں مبنی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مذکور ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ (الحديث)

۱۔ ایک ہم کا نام ہے جسے فقہ، منطق، صرف و نحو علوم کے نام ہیں۔ لوسی غفرلہ

۲۔ ان کا تعارف فقیر کے مقدمۃ الکتاب میں پڑھیں۔ لوسی غفرلہ

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے پہلا کلمہ شہادت آگے اس کی تفصیل آئے گی (ان شاء اللہ) اس لئے کہ واجب یہی پانچوں امور ہیں کیونکہ ان کے عمل اور واجب ہونے کی کیفیت کا علم واجب ہونا چاہیے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہیے وہ یہ کہ جسے ہم نے اس باب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے علم کی دو قسمیں ہیں (1) علم معاملہ (2) علم مکاشفہ اور جو علم کہ حدیث میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل اور بالغ شخص کو انکا حکم ہوتا ہے وہ تین ہیں (1) اعتقاد (2) عمل کرنا (3) عمل نہ کرنا۔ فرض کرو کہ اگر کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کے لحاظ سے دن کو چاشت کے وقت مثلاً بالغ ہو تو اول اس پر یہ واجب ہوگا کہ شہادت کے دونوں کلمے اور ان کے معانی سمجھے یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا سیکھنا اور ان کے معنی کا سمجھنا واجب ہے اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کے متعلق بحث و تکرار کرے اور دلائل لکھ کر یقین کرے ہاں اسی قدر کافی ہے کہ ان کلموں کی تصدیق اور اعتقاد اس طرح کرے کہ اس میں شک کا غلبہ اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تھلید اور سننے سے بھی بغیر بحث اور دلیل کے حاصل ہو جایا کرتی ہے اور بحث (فائدہ) بحث اور دلیل کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے کوتاہ عقولوں سے صرف تصدیق اور اقرار بغیر دلیل جاننے کے کفایت فرمائی غرض کہ اگر آدمی اس قدر جان لے گا تو واجب ادا کر لے گا اور اس وقت جو علم اس پر فرض عین تھا وہ کلموں کا سیکھنا اور ان دونوں کو سمجھنا تھا اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز اس کو لازم نہ تھی اس وجہ سے کہ مثلاً اگر ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد مرجائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا مطیع رہے گا وہ نافرمان نہ ہوگا اور دوسرے امور ان دو کلموں کے بعد جو اس پر واجب ہوتی ہیں وہ عوارض کی وجہ سے ہیں وہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں ان سے بعض آدمی مستثنیٰ بھی ہو سکتے ہیں اور یہ عوارض اور اسباب خواہ فعل کرنے سے متعلق ہوں یا ترک میں یا اعتقاد میں۔ فعل کی مثل یہ ہے کہ مثلاً فحش مذکور چاشت کے وقت سے ظہر تک زندہ رہا ہے تو ظہر کے وقت کے داخل ہونے سے ایک نیا واجب اس پر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز کے مسائل سیکھے پس اگر فحش مذکور وقت بلوغ میں تندرست ہوا اگر زوال کے وقت تک کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت میں تمام باتیں سیکھ کر عمل نہ کر سکے گا بلکہ اگر سیکھنے میں مشغول رہے گا تو وقت جاتا رہے گا تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حل یہی ہے کہ یہ شخص زندہ رہے گا اس لئے وقت سے پہلے ہی اس کو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کیلئے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے پس پہلے وقت سے اس پر سیکھنا واجب نہیں اور اس طرح باقی نمازوں میں یہی حل ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہے گا تو رمضان کے سبب سے اس پر روزہ کا سیکھنا ایک نیا واجب ہوگا یعنی یہ جانتا کہ روزہ کا وقت صبح صلوٰۃ سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ میں نیت واجب ہے اور کھانے اور پینے اور صحبت سے رکا رہنا اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے اور دو گواہوں کی گواہی گزرنے تک قائم رہتی ہے اب اگر اس کے پاس مل آجائے یا بالغ ہونے کے

وقت ہی مل حاصل تھا تو اس مقدار واجب زکوٰۃ معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اس وقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک سال پورا ہونے پر لازم ہوگا اگر اس کے پاس لونٹوں کے سوالور کچھ نہ ہو تو صرف انہیں کی زکوٰۃ کا سیکھنا لازم ہوگا اس طرح تمام اقسام میں مل کے اقسام کا تصور کرنا چاہیے۔ جب اس پر حج کے مہینے آئیں تو اس پر حج کا علم اسی وقت جاننا ضروری نہیں اس لئے کہ اس کا لوا کرنا عمر میں ایک بار ہوتا ہے تو سیکھنا بھی فوراً واجب نہ ہوگا۔

ہاں علمائے کرام کو چاہئے کہ جس بندہ خدا کے پاس جمعیت بقدر زلور راہ ہو تو اس کو آگاہ کریں کہ تجھ پر حج ہر عمر میں فرض ہے لیکن یہ بھی اسے جو مالک سلان، سفر اور سواری ہو تاکہ شاید وہ اپنے نفس پر احتیاط ضروری جان کر جلد ہی ادا کرے، اس وقت اس کو حج کی کیفیت کا سیکھنا لازم ہوگا وہ بھی صرف اس پر ارکان حج اور اس کے واجبات (مستحبات اور نوافل کا سیکھنا ضروری نہیں)

اس لئے کہ جس چیز کا کرنا مستحب ہے اس کا سیکھنا بھی مستحب ہے تو مستحب کا سیکھنا واجب نہ ہوگا رہی یہ بات کہ اصل حج کے واجبات ہونے پر اس کو اسی وقت آگاہ کر دینے سے سکوت کرنا حرام ہے۔ یہ امر علم فقہ سے متعلق ہے۔ فرض کہ تمام افعال جو فرض عین ہیں، فن کا جاننا بدرجہ اسی طرح ہے اور ترک فعل کا معلوم کرنا بھی جب ہے کہ جیسا حل پیش آتا جائے گا اسی طرح واجب ہوگا، یہ امر انسان کے حل کے مناسب مختلف ہوا کرتا ہے۔ مثلاً گوشت کو واجب نہیں کہ جو کلام حرام ہے، اس کو معلوم کرے اور اندھے پر ضروری نہیں کہ نظر ناجائز کے مسائل سیکھے۔

اور جنگل کے رہنے والے پر واجب نہیں کہ جن مکانات میں بیٹھنا حرام ہے ان کو معلوم کرے۔ خلاصہ یہ کہ اگر معلوم ہو کہ ان اشیاء کی ضرورت اس شخص کو نہ پڑے گی، ان کا سیکھنا اس پر واجب نہیں بلکہ جن امور میں وہ جلا ہو ان پر تشبیہ کر دینا واجب ہے۔

مثلاً۔ اگر مسلمان ہونے کے وقت ریشم و حریر پہنے ہو یا غصب کی زمین میں بیٹھا ہو یا غیر محرم کی طرف دیکھ رہا ہو تو اسے ان امور کے ترک کر دینے کی اطلاع واجب ہے۔ جن امور کا مرتکب نہ ہو، بلکہ عنقریب ان میں جلا ہوا چاہتا ہو، جیسے کھانے پینے کی چیزیں تو ان کا تعلیم کر دینا واجب ہے۔

مثلاً۔ اگر کسی شہر میں شراب کا پینا اور سور کے گوشت کا کھانا رائج ہو تو اس کو ان کا ترک سکھانا اور آگاہ کر دینا واجب ہے اور جن چیزوں کا سیکھنا واجب ہے ان کا سکھانا بھی واجب ہے۔ اعتقادات اور قلوب کے اعمال کا علم بھی موافق خطرات کے واجب ہے۔

مثلاً۔ اگر اس کے دل میں ان معنوں میں شک پیدا ہو جن پر کہ دونوں کلمات شہادت دلالت کرتے ہیں تو اس صورت میں اس کو ایسی چیز سیکھنی چاہئے جس سے وہ شک دور ہو جائے۔

پس اگر اس شخص کو یہ شک نہ ہو اور مر جائے اور یہ بھی اس بات کا اعتقاد نہ کیا ہو کہ اللہ عزوجل کا کلام قدیم

ہے اور وہ قابل رویت ہے اور اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں اس کے سوا اور باتیں جو اعتقالات میں مذکور ہیں۔ کسی کا معتقد نہ ہو تو ایسا شخص سب کے نزدیک اسلام ہی پر مرے گا لیکن خطرات جو موجب اعتقالات ہوتے ہیں بعض تو خود آدمی کی طبیعت سے اٹھتے ہیں اور بعض اپنے شر والوں کی گنگو اور کلام بدعت کے امور شائع ہوں تو چاہئے کہ ابتدائے بلوغ میں امر حق سکھلا کر بدعت سے محفوظ کر دیا جائے تاکہ امر باطل پہلے نہ جم جائے۔ اس لئے کہ اگر امر کے سننے میں آجائے گا تو اس کا دور کرنا اس کے دل سے واجب ہوگا۔ بعض اوقات اس کا دور کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مثلاً۔ اگر نو مسلم تاجر ہو اور اس شہر میں معاملہ سود کا رائج ہو تو اس پر سود سے بچنے کا مسئلہ سیکھنا واجب ہو گا تو جو علم فرض عین ہے اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا، یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہے۔ پس جو شخص کہ واجب عمل کو جان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کر لے گا تو وہ علم اس پر فرض عین تھا، اس کو سیکھ لے گا۔

صوفیائے کرام۔ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس علم سے غرض شیطان کے خطرات اور فرشتے کے الہام کے جاننے سے ہے۔ تو وہ بھی حق ہے۔

لیکن اس شخص کے حق میں جو اس کے درپے ہو اور چونکہ غالباً انسان اسباب شر اور زنا اور حسد سے خلل نہیں ہوتا، اس لئے اس کو لازم ہے کہ جلد سوم مہلکات میں سے وہ باتیں یاد کرے جن کی طرف اپنے نفس کو محتاج دیکھے اور یہ باتیں کیسے واجب نہ ہوں گی

حضور پر نور شافع یوم النور رحمت دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مسلک ہیں، (1) بخل جو طاعت کیا ہوا ہو۔ (2) خواہش جس کی پیروی کی جائے۔ (3) انسان کا اپنے نفس کو بڑا جاننا۔

فائدہ۔ ان باتوں سے کوئی آدمی بھی خلل نہیں ہوتا اور دل کو برے حالات میں سے (جن کا ہم آگے ذکر کریں گے جیسے ”کبر“ اور عجب اور ان کے مثل) ان تینوں مہلکات کے تعلق ہے اور ان کا دور کرنا فرض عین ہے۔ اور جب تک ان مہلکات کی تعریف اور اسباب اور تعلقات کو نہ جان لیا جائے اور ان کے علاج کو معلوم نہ کر لیا جائے تب تک ان کا دور کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ جو شخص برائی نہیں جانتا اور اس میں جکھا ہو جاتا ہے اس کا علاج اس طرح ہے کہ ہر ایک سبب کے مخالف سے اس کا مقابلہ کیا جائے اور یہ امر بغیر سبب اور سبب کے جاننے کے ممکن نہیں۔

اور جلد سوم مہلکات میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ اکثر فرض عین ہیں کہ تمام لوگوں نے بے فائدہ امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑ رکھا ہے۔

مسئلہ - اگر نو مسلم کسی اور مذہب سے بدل کر نہ آیا ہو تو اس کو بہشت اور دوزخ اور مرنے کے بعد اٹھنا اور قیامت پر ایمان جلد تر سکھانا چاہئے۔ تاکہ ان چیزوں پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کرے۔
 یہ امر بھی دونوں شہوت کے کلمات کا ترجمہ ہے اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا تو اس کے بعد یہ چاہئے کہ جو کچھ آپ ﷺ نے پہنچایا اسے سمجھے وہ یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اس کو جنت اور جہنم کی نافرمانی کرے اس کو دوزخ ملے گی۔
 جب اس تدریج کو معلوم کر چکے تو اب یقین ہو گیا ہو گا کہ مذہب حق یہی ہے۔

فائدہ - یہ بھی حقیقت ہو گئی کہ ہر شخص پر اس کے رات دن کے خیالات میں کچھ واقعات عبادات اور معاملات کے نئے نئے امور آتے رہتے ہیں۔ اسی لئے جو عجیب بات واقع ہو اس کا پوچھنا لازم ہے۔
 اور جس چیز کے واقع ہونے کی عنقریب توقع غالب ہو اس کا سیکھنا جلد ضروری ہے۔ پس جب یہ بات ظاہر ہو جی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد فیض میں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے) اس علم معارف سے اس علم کا مراد لیا ہے جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے۔ دیگر کوئی علم مراد نہیں لیا جائے گا تو اس سے صاف وجہ معلوم ہو گئی کہ عمل کے واجب ہونے کے وقت بتدریج علم واجب ہوتا جائے گا۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم)

فصل نمبر 2

وہ علم جس کا حصول فرض کفایہ ہے

واضح ہو کہ جب تک علوم کے اقسام ذکر نہ کئے جائیں گے تب تک فرض اور غیر فرض میں تمیز نہ ہوگی۔ ہم فرض میں بیان کرتے ہیں۔ علوم کی دو اقسام ہیں۔
 1۔ شرعی - 2۔ غیر شرعی۔

شرعی علوم سے ہم وہ علوم مراد لیتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام سے حاصل ہوئے ہوں۔ عقل اور تجربہ اور

۱۔ یعنی صوفیا کرام کا مذہب حق ہے یاد رہے دور ماضی میں یہودی صوفیا کرام کے تحت مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف روپ دھار کر صوفیا کرام کے مذہب کو بدنام کر کے اسے صلہ ہستی سے مٹا چاہتے ہیں۔ لہٰذا غور

سمع ان کی ہدایت نہ کرتا ہو جیسے علم حساب مثلاً عقل سے معلوم ہوتا ہے۔ علم طب تجربہ سے اور علم لغت سماع سے اور علوم غیر شرعی تین قسم کے ہیں۔

1- اچھا- 2- برا- 3- مباح-

ذیل میں مذکورہ بالا تینوں اقسام کی علیحدہ علیحدہ تعریف و تفصیل درج ہے۔

1- اچھا- اچھا وہ علم ہے جس سے دنیا کے امور کی مصلحت وابستہ ہے۔

جیسے - طب اور حساب اور ان اچھے علوم میں سے بعض فرض کفایہ ہیں اور بعض فقط بہتر ہیں لیکن فرض نہیں۔ ان اچھے علوم میں سے بعض فرض کفایہ ہیں اور فرض کفایہ وہ علوم ہیں جن کی حاجت امور دنیا کے قائم رہنے کے لئے ضرورت ہو جیسے ”طب“ بدن کے تندرست رہنے کے لئے ضروری ہے۔ اور علم حساب معاملات میں اور وصیتوں اور ترکوں کی تقسیم وغیرہ میں اور یہ وہ علوم ہیں کہ اگر شہر میں کوئی نہ جانتا ہو تو شہر والے نہایت محنت سے کام لیں اور حاصل کریں جب ایک بھی انہیں پڑھ لے تو بھی کافی ہے اور دوسرے لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

اس میں تعجب نہ کریں کہ ہم نے طب اور حساب کو فرض کہہ دیا ہے۔ اس اعتبار سے تو تمام صنعتیں بھی فرض کفایہ ہیں۔

مثلاً - کپڑا بننا اور کاشت کاری اور سیاست بھی فرض کفایہ ہیں۔ بلکہ بچپنے لگانا اور کپڑے سینا بھی ضروری ہے مثلاً کسی شہر میں خون لینے والا نہ ہو تو لوگ مرجائیں اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں گے۔ اس لئے کہ جس نے بیماری بھیجی ہے اس نے دوا بھی اتاری ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی ہدایت فرمایا اور اس کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں۔ ان اسباب کو بیکار چھوڑ کر مرجانا درست نہیں۔

بہترین علوم : کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً حساب کے دقائق اور طب کے حقائق میں مشغول ہونا دوسرے علوم کے جن کی جس قدر کی ضرورت پڑتی ہیں اس میں قوت اور ملکہ حاصل کرنا چاہئے۔

2- برے علوم

غیر شرعی علوم برے ہیں۔ جیسے سحر، طلسمات اور شعبہ دے وغیرہ۔

3- مباح علوم

مباح یعنی جائز علوم جیسے اشعار۔ جن میں کوئی نقصان نہ ہو۔ اور علم تاریخ جو اس کے قائم مقام ہو اور وہ علوم شرعی جن کا بیان کرنا مقصود ہے وہ سب اچھے ہی ہیں۔ لیکن چونکہ کبھی دھوکا ہو جاتا ہے کہ ان کو علوم شرعی جانتے ہیں اور واقع میں برے ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی دو قسمیں ہیں۔ 1- اچھے 2- برے۔

جو علوم اچھے ہیں وہ کچھ تو اصل ہیں اور کچھ ”فرع“ اور کچھ مقدمات اور کچھ ”تمہ“ و ”تکملہ“ کے طور پر یہ چار طرح کے ہیں۔

۱۔ وہ جو اصول ہیں اور وہ چار ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ تعالیٰ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم)

اجماع اس وجہ سے افضل ہے کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے۔ مگر اس کا درجہ سنت کے بعد ہے۔ اس طرح ”آثار صحابہ“ رضی اللہ عنہم کا حل ہے کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہیں۔

اس لئے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وحی کا مشاہدہ کیا اور احوال کے قرائن سے وہ باتیں معلوم کیں جن کا دیکھنا وہ سروں کو نصیب نہ ہوا۔

جو باتیں کہ قرائن سے معلوم ہوتی ہیں اگر لکھی جائے تو کیا تعجب ہے۔ اسی لئے علماء نے ان کی پیروی کی اور ان کے آثار سے تمسک کیا اور ان پر عمل کرنا بہتر کیا۔ مگر یہ پیروی ایک شرط خاص سے ہے۔ اس کا بیان کرنا اس جگہ مناسب نہیں۔

۲۔ علوم شرعی۔ کے فروع وہ ایسے علوم ہیں کہ ان چاروں اصول سے مفہوم ہوتے ہیں یہ نہیں کہ مقتضائے طبع سے سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ معلیٰ اور علتوں کی وجہ سے جن پر عقول کو (آگاہی) ہو گئی اور ان کی وجہ سے احکام کو وسعت ہو گئی کہ لفظ ملفوظ سے اور باتیں بھی سمجھ لیں جن کے لئے وہ لفظ نہ تھا۔ مثلاً حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ لا یقضی القاضی وهو غضبان ترجمہ: جب قاضی (حاکم) غصہ میں ہو فیصلہ نہ دے (مسئلہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت قاضی کو پیشاب کا دباؤ ہو یا بھوکا ہو یا کسی مرض سے دردناک ہو اس وقت بھی فیصلہ نہ دے۔

فائدہ۔ علم فروع دو طرح ہے۔ (۱) دنیا کی بہتری سے متعلق اس علم کو فقہ شامل ہے اور اس کے کفیل فقہاء ہیں اور وہ صرف دنیا کے عالم ہیں یعنی صرف ظاہری اسباب کے واقف۔

(۲) جس سے آخرت کی بہتری کا تعلق ہے اور وہ دل کے حالات اور اس کی اچھی یا بری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سی بات پسند ہے اور کونسی ناپسند اس کتاب کا نصف اخیر اسی علم کے بیان میں ہے اور جو بات دل سے اعضاء پر عبادات اور عادات میں مترشح ہوتی ہے۔ اس کا جاننا بھی اسی علم میں داخل ہے اور وہ کتاب کے نصف اول میں مذکور ہے۔

لیکن وہ اشعار جن میں حمد و ثنائے اللہ تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مناقب اولیاء اور مسائل شریعہ اور عبرت کے مضامین ہوں وہ شرعی علوم میں داخل ہیں۔ اویسی غفرلہ

(3) علوم شرعی کے مقدمات ہیں۔ وہ علوم جو علوم شرعیہ کے لئے بمنزلہ آلات کے ہیں۔ مثلاً، علم لغت اور علم نحو کہ دونوں کلام مجید اور حدیث شریف کے لئے آلہ ہیں، حالانکہ لغت اور نحو خود علم شرعی نہیں، مگر ان میں غور کرنا بوجہ شریعت کے لازم ہے (بلکہ فقہاء کرام نے علم نحو کو بدعت واجبہ میں شمار کیا ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ) اس لئے کہ شریعت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) لغت عربی میں آئی اور شریعت کا حل ہی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے لغت عربی سیکھنا آلہ ٹھہرے گا اور آلات میں علم کتاب بھی ہے مگر یہ علم ضروری نہیں، اس وجہ سے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی تھے اگر فرض کیا جائے کہ جتنی باتیں سنی جائیں ان کا یاد کر لینا ممکن ہے تو لکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہے مگر چونکہ اکثر لوگ اس طرح کے نہیں ہوتے اسی لئے کتابت بھی ضروری ہے۔

(4) قسم علوم شرعی کے متممات ہیں اور وہ قرآن مجید میں ہیں۔ اس لئے کہ متممات میں سے بعض تو متعلق بہ الفاظ ہیں، جیسے قرات، اور حروف کے مخارج کا سیکھنا اور لغ متعلق بہ معنی ہیں، علم تفسیر کہ اس کا مدار بھی نقل پر ہے، صرف لغت اس کو کافی نہیں ہے اور بعض متعلق قرآن احکام سے ہیں۔ جیسے تلخ، منسوخ اور عام، خاص وغیرہ کا جاننا اور اس کا ایک دوسرے کے ساتھ استعمال معلوم کرنا اور یہ وہ علم ہے جسے اصول فقہ کہتے ہیں اور اس میں علم حدیث بھی شامل ہے اور احادیث و آثار میں متممات یہ ہیں راویوں کے اسماء اور نسب اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء اور ان کے صفات جاننا اور راویوں کی صداقت، حالات کا معلوم کرنا تاکہ حدیث ضعیف کو قوی سے جدا کیا جائے اور راویوں کی عمر کا حل معلوم کرنا بھی تجربہ ہے کہ حدیث مرسل مسند سے علیحدہ ہو جائے۔

(خلاصہ) یہ ہے کہ اس طرح کے امور جو اس فن کے متعلق ہوں وہ سب متممات میں شامل ہیں یہ چاروں قسمیں علوم شرعیہ کی ہیں اور یہ سب اچھے ہیں بلکہ فرض کفایہ میں سے ہیں۔

سوال۔ تم نے فقہ کو علم دنیا میں اور فقہاء کو دنیا کے علماء میں کیوں شمار کیا؟

جواب۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا اور ان کی لولاد کو جنی ہوئی مٹی اور اچھلتے پانی سے پیدا کر کے باپ کی پشتوں میں سے ماں کے رحموں میں لور وہاں سے دنیا میں نکالا اور دنیا سے قبر میں اور وہاں سے حساب کتاب کی پیش میں پھر جنت یا دوزخ میں ڈالے مگر غرض کہ آدمیوں کی ابتداء اور انتہاء اور منزلیں یہی ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کے لئے توشہ بنایا ہے کہ اس میں جو چیز قتل توشہ ہو اس کو توشہ کر لیا جائے۔ پس اگر انسان انصاف سے دنیا کو حاصل کریں تو سب جھگڑے مٹ جائیں اور فقہاء بیکار رہ جائیں، مگر جو فقہاء نفس کی خواہش سے دنیا حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے اس سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک بادشاہ کی حاجت ہوئی تاکہ وہ لوگوں کو قابو میں رکھے، مگر سلطان کو ایک قانون کی ضرورت ہے جس سے خلق خدا کو مضبوط رکھ سکے۔ پس فقیہ یعنی فقہ کا عالم قانون سیاست کا ماہر اور صورت نزع میں خلق خدا کو برابر رکھنے کے طریق سے واقف

ہو (جیسے قاضی ابو یوسف تلمیذ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما) کے جنہوں نے فقہ کی مہارت سے ہارون الرشید (خليفة عباسی کی سلطنت کو میزان عدل پر چلانے پر قابو رکھا۔ لوہی غفرلہ)

فائدہ - غرضیکہ قیصر انسان کو وہ راہ بتائے جس سے سلطان خلق کو قابو رکھے اور ان کو پریشان نہ ہونے دے تاکہ ان کی صداقت سے دنیا میں ان کے امور منتظم رہیں، ہاں اس میں بھی شک نہیں کہ فقہ دین سے بھی متعلق ہے۔ لیکن اس کا متعلق خود دین سے نہیں بلکہ بواسطہ دنیا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دین بغیر دنیا کے کامل نہیں ہوتا۔ اور سلطنت اور دین دونوں جڑواں یعنی ایک ساتھ ہیں تو دین اصل ہے اور سلطان اس کا نگہبان اور جس چیز کی جڑ نہیں ہوتی وہ منہدم ہو جاتی ہے اور جس چیز کا نگہبان کوئی نہ ہو وہ تلف ہو جاتی ہے اور سلطنت بغیر سلطان کے کامل نہیں ہوتی اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں انتظام فقہ سے ہوا کرتا ہے اور جس طرح سے کہ سلطنت سے خلق خدا پر سیاست کرنا علم دین کے اول درجہ سے نہیں بلکہ جن امور سے کہ دین پورا ہوتا ہے اس کی تکمیل پر یہ سلطنت مددگار ہوتی ہے۔ اسی طرح اس سیاست کے طریق کو جاننا چاہئے۔

غلام یہ کہ علم فقہ علم دین کا درجہ اول نہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ حج بغیر ایسے آدمی ساتھ لئے جو راہ میں ڈاکوؤں سے بچائے کھل نہیں ہوتا لیکن حج اور چیز ہے حج کی راہ میں چلنا دوسری چیز اور راستہ کی حفاظت جس سے حج مکمل ہوتا ہے وہ تیسری چیز ہے اور طریق حفاظت اور اس کی تدابیر اور قانون کا جاننا چوتھی چیز ہے اور علم فقہ کا حاصل طریق سیاست اور حفاظت کا معلوم کرنا ہے اور اس امر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ عوام کے حاکم نہ بنائے جائیں سوائے تین اشخاص کے (1) امیر (2) مامور (3) منکلف۔

فائدہ - اس حدیث میں امیر سے مراد امام (حاکم) ہے۔ (پہلے زمانہ میں امام (حاکم) مفتی ہوا کرتے تھے اور مامور نے ان کا نائب مراد ہے اور منکلف وہ ہے جو نہ امام ہو اور نہ اس کا نائب وہی شخص ہے جو حکومت کے عہدہ کو بغیر ضرورت کے اختیار کر لے۔

فائدہ - صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ دستور تھا کہ فیصلہ دینے یعنی فتویٰ دینے سے بہت بچتے تھے یہاں تک کہ ہر ایک اپنے سے دوسرے پر مل دیا کرتا تھا مگر جب کوئی علم قرآن اور طریق آخرت کا حل پوچھتا تو احتراز نہ فرماتے بلکہ فوراً بتا دیتے اور بعض اوقات روایت میں منکلف کی جگہ مرآئ یعنی ریا کار آیا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص فتوے دینے کو اختیار کرتا ہے (حالات کہ اس کام کے لئے کچھ وہی معین نہیں) تو اس کا ارادہ بجز طلب جاہ اور مال کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

سوال - یہ تقریر اگر درست بھی ہو تو زخموں اور حدود اور قصاص کے احکام اور تولیات اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں تو تسلیم کی جاسکتی ہے مگر جن امور میں کہ جلد اول اور دوم اس کتاب کی شامل ہے یعنی عبادات جسے نماز اور روزہ کے عبادات اور بیان حلال و حرام کے معاملات کو یہ تقریر شامل نہیں حالانکہ فقیہ ان امور میں بھی فتوے دیتا

جواب - واقع میں اعمال آخرت میں سے جن اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہے وہ زیادہ تر تین ہو سکتے ہیں۔ (1) اسلام (2) زکوٰۃ (3) حلال و حرام لیکن ان کے بارے میں بھی فقیہ کے متہلئے نظر کو سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی نظر دنیا کی حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہیں کرتی اور جب انہی تین چیزوں کا یہ حل ہے تو اور چیزوں میں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا ہی کے امور ہیں۔ مثلاً اسلام میں اگر فقیہ کچھ کہے گا تو یہ بیان کرے گا کہ اس کا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نادرست ہے اور شریعتیں مسلمان ہونے کی یہ ہیں مگر اس تمام بیان میں اس کا التفات بجز زبان کے اور کسی طرف نہ ہوگا دل اس کی حکومت سے باہر ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحبان سیف و سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرما دیا ہے۔ چنانچہ جس صحابی نے ایک چرواہے کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمہ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس میں پیش کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا اس کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔

”هلا شقت عن قلبه“

ترجمہ: کیا تو نے اس کا دل چیز کر معلوم کر لیا تھا کہ وہ دل سے نہیں پڑھتا تھا۔ بلکہ فقیہ اسلام کی صحت کا حکم تلواروں کے سایہ تلے کرتا ہے، باوجودیکہ جانتا ہے کہ تلوار سے اس کا شبہ دور نہیں ہوا اور دل سے پر وہ جہالت نہیں اٹھاتا ہم وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہے یعنی تلوار مقتول کی گردن پر کھنچی ہے اور ہاتھ اس کے گل پر دراز ہے مگر زبان سے اس کلمے کے کہنے سے بحکم فقیہ وہ اپنی گردن اور گل کو بچالے گا جب تک اس کی حیات اور گل ہے اس کلمہ کی بدولت دنیا میں کوئی اس کے درپے آزار نہ ہوگا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۱۔ آیہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتُحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ إِنْ هُمْ كُفَرُوا بِكُمْ﴾ (سپ ۹۴) کے شان نزول میں لکھا ہے۔ یہ آیت مرداس بن نیک کے حق میں نازل ہوئی جو اہل فک میں سے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا۔ اس قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آ رہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مرداس ٹھہرے رہے جب انہوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو بائیں خیال کہ مہلدا کوئی غیر مسلم جماعت ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چر رہے تھے جب لشکر آیا اور انہوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ السلام علیکم مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہل فک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لئے اظہار ایمان کرتا ہے۔ بائیں خیال اسلام بن زید نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو تمام ماجرا عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے جب اس کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہل کو واپس کریں۔ فائدہ: اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ سے قلوب کے پوشیدہ اسرار بھی مخفی نہ تھے۔ (ایسی غفرل)

امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فاذا قالوا ها فقد عصموا مني ومانعتهم
واموالهم

ترجمہ: میں لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہوں یہاں تک کہ کہیں لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) جب وہ یہ
کلمہ کہیں تو انہوں نے اپنے خون اور مال محفوظ کر لئے۔

فائدہ - اس حدیث میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کلمہ زبانی کا اثر صرف خون اور مال میں ثابت کر دیا
لیکن آخرت میں زبانی اقوال کا حکم در آمد نہیں بلکہ دلوں کے انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہیں اور یہ امور فن فقہ
میں سے نہیں اور اگر فقیہ ان کا بیان کرے تو ایسا ہے جیسے وہ علم کلام اور طب بیان کرنے شروع کر دے یہ اس کا
بیان خارج اس علم فقہ ہو گا۔ اسی طرح اگر نماز کوئی تمام ظاہری شرائط سے لوا کرے اور تکبیر اولیٰ کے سوا ساری نماز
میں شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات اور لین دین کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کرے گا کہ نماز
درست ہو گئی۔ حالانکہ یہ نماز آخرت میں کار آمد نہیں جیسے زبان سے صرف کلمہ ادا کر لیا۔ اسلام کے بارے میں روز
جزا مفید نہ ہو گا، لیکن فقیہ اسلام کی صحت کا فتویٰ دے گا اس معنی پر کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس سے تعمیل صیغہ
امر ہو گئی اور قتل اور تعزیر اس سے دور ہو گئی باقی رہا عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہے اور جس سے
ظاہری عمل مفید ہوتا ہے۔ اس کے درپے فقیہ نہیں ہوا کرتا اور اگر بالفرض ہو تو علم فقیہ سے علیحدہ ہو گا اور زکوٰۃ
کے بارے میں بھی فقیہ کی نظر اسی ظاہری صورت پر ہوتی ہے جس سے سلطان کا مطالبہ اس کے ذمہ نہ رہے یعنی
ایسی صورت کہ اگر مال دار زکوٰۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اس کو زبردستی گرفتار کرے تو اس پر یہ حکم
ہو کہ یہ شخص بری الذمہ ہے اس کے ذمہ زکوٰۃ نہیں۔

حکایت - قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آخری سل میں اپنا مال بیوی کو ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال
اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے۔ تاکہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے۔ 1۔

ہات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ امر ان کی فقہ کی وجہ سے ہے
اور درست فرمایا اس لئے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہو گا 2۔ اور اس کا ضرر آخرت میں ہر گناہ سے بڑھ کر ہے

1۔ بعض جلاء نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ ہذا پر غلط تصور باندھا ہے کہ آپ نے یہ حیلہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ سے جی چڑایا
ہے حالانکہ یہ ایک غلط فہمی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بحث ہذا پر غور فرمانے سے جواب ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہ
فقیہ کا نام صرف ظاہر کے قواعد کو مضبوط کرنا چونکہ زکوٰۃ حیلہ سے جب اپنے سے ہٹا لے تو خدا کا فرض اس پر عائد نہ ہو گا۔ آپ نے اس
قاعدہ کو عملی جامہ پہنایا تاکہ قاعدہ شرعیہ مکمل طور پر ذہن نشین ہو ورنہ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ کی سخاوت کے واقعات سامنے ہوں تو
اعتراض کا تصور تک ختم ہو جائے گا۔ (ایسی غفلت)

اور اس جیسا علم معز کلاتا ہے۔

فائدہ - حلال و حرام کا حل یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ حرام سے بچنا دین ہے مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہیں۔

(1) جو گواہ کے دل ہونے میں شرط ہے اور اگر وہ نہ ہو تو آدمی کو اپنی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونے کی لیاقت نہ رکھے۔ اس طرح کا ورع تو صرف یہ ہے کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے۔

(2) ورع نیک بختوں کا ہے یعنی ان شہادت سے بچنا جن میں احتمالات کی مساوات ہو علت اور حرمت دونوں پائے جاتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ دع ما یریک الی مالا یریک ترجمہ: (چھوڑ جو تجھے شبہ میں ڈالے اور اختیار کر جو شبہ میں نہ ڈالے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم جواز القلوب۔ ترجمہ: (گناہ دلوں میں کھلنے والا ہوتا ہے)۔

(3) ورع متقیوں کا طریقہ ہے اور وہ خالص حلال کا ترک اس وجہ سے ہے کہ اس شبہ سے حرام تک پہنچنے کا خوف ہے چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے۔

لا یكون الرجل من المنقبین حتی یدع مالا باس به مخافة مما به باس۔ انسان متقیوں میں سے نہیں ہوتا جب تک ایسا امر نہ چھوڑے جس میں کوئی حرج نہ ہو بخوف حرج میں وقوع کے۔ اس ورع کی مثل یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص لوگوں کے حالات بیان کرنے سے بچے اس خوف سے کہ کہیں غیبت نہ ہو جائے یا خواہش کی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرے اس وجہ سے کہیں سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہ ہو جائے۔ جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

(4) صدیقوں کے ورع کا طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے منہ پھیرنا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جائے کہ جس میں خداوند کریم کی نزویکی زیادہ نہ ہوگی اگرچہ وہ یقیناً معلوم اور ثابت ہے۔ کہ اس میں لوث حرام تک نہ آئے گی پس سوائے درجہ اول کے تمام فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہیں اس کا التفات صرف گواہوں اور قاضیوں (حاکموں) کے ورع پر اور ان امور پر ہے جو علل ہونے کے مزاحم ہیں۔ اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس کے متنافی نہیں کہ آخرت میں گناہ نہ ہو۔

حدیث شریف - حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وابعدہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھ پر فتویٰ دیں اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔ (فائدہ) فقیہ دل کے وسوس کا حل بیان نہیں کرتا نہ ان کے عمل کے ہوتے ہوئے عمل کی کیفیت بتاتا ہے بلکہ صرف وہ چیزیں ذکر کرتا ہے جن سے عدالت جاتی رہتی ہے۔ (خلاصہ) حاصل اس کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہے جس سے طریق آخرت کی بہتری

2۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ جواب فقیر کے جواب کا مویہ ہے۔ 12۔ لکھی غفرلہ

ہے۔ اگر دل کے صفات اور آخرت کے احکام کتا ہے تو یہ ذکر اس کے کلام میں بہ طفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہے جس طرح کے طب اور حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر بھی آجاتا ہے اور جس طرح کہ حکمت علم نحو اور شعر میں حکمت کی باتیں بھی آجاتی ہیں۔ اسی لئے حضرت سفیان ثوری (جو علم ظاہر کے امام ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی طلب زاد آخرت میں سے نہیں ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ سب کا اتفاق ہے کہ علم میں شرف اسی سے ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے تو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ علم ظہار، ا اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف اور جو کوئی ان امور کو اس لئے سیکھے کہ ان کے لین دین سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو گا۔ تو وہ مجنون ہے۔ (لیکن ان سے نیت نیک ہو تو پھر یہ امور بھی قرب الہی کا سبب بن سکتے ہیں۔) (اضافہ اویسی غفرلہ) طاعت میں عمل تو دل اور اعضاء دونوں سے ہوتا ہے اور عمل کا شرف نیت پر منحصر ہے۔

سوال - تم نے فقہ اور طب کو برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب متعلق یہ دنیا ہے یعنی بدن کی صحت سے ہے اور اس پر بھی دین کی درستی کا مدار ہے اس کی فقہ سے برابری اجمال کے خلاف ہے؟

جواب - ان دونوں میں برابری لازم نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے اس لئے کہ فقہ تین وجوہ کے باعث طب سے افضل ہے۔

(1) فقہ علم شرعی ہے یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہے بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہیں۔

(2) آخرت کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایسا کوئی نہیں جس کو فقہ کی ضرورت نہ ہو بیمار اور تندرست دونوں کو اس کی ضرورت ہے۔ بخلاف طب کے کہ اس کی ضرورت صرف بیماروں کو ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے طب فقہ سے کمتر ہوئی۔

(3) علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہے اس لئے کہ اس کا حاصل اعضاء کے اعمال میں نظر کرنا اور اعضاء کے اعمال کا مشاہدوں کے صفات ہیں کہ اچھے اعمال اچھی علاقوں سے صادر ہوتے ہیں اور برے اعمال برے صفات سے اور اعضاء کا دل سے منتقل رہنا صاف ظاہر ہے اور صحت اور بیماری کا غشاء مزاج اور اخلاط کے صفات ہیں جو بدن کے اوصاف میں سے ہیں۔ نہ کہ دل کے صفات سے تو جب فقہ کو طب کی طرف اس نسبت کو دیکھا جائے تو فقہ کا شرف ظاہر ہو گا اور جب اس کو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کر کے دیکھا جائے گا تو طریق آخرت اس سے شریف معلوم ہو گا۔

(3) علم طریق آخرت کا اجمالی بیان - اس بحث سے مقصد یہ ہے کہ طریق آخرت کے تمام عنوانات پر اشارہ ہو جائے، اگرچہ تمام تفصیل کا ذکر ممکن نہیں لیکن کچھ تو معلوم ہو جائے۔ واضح ہو کہ علم آخرت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ظہار سے لے کر لفظ صرف تک فقہ کے اصطلاحی الفاظ ہیں۔ اویسی غفرلہ

قسم اول کا نام علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت عظمیٰ ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ جس نے اس علم سے بہرہ نہ ہو، مجھے اس کا خاتمہ سوء (برا) کا خوف ہے اور اونی بہرہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں اس کے لئے اس علم کا ہونا تسلیم کی جائے۔ 1۔

ایک اور عارف نے کہا ہے کہ جس میں دو خصلتیں ہوں، اس کے لئے اس علم میں سے کوئی بات معلوم نہ ہوگی۔ وہ دونوں خصلتیں بدعت اور غرور ہیں۔ 1۔ بعض عرفاء کا قول ہے کہ جو دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو اس کو یہ علم حاصل نہ ہوگا اگرچہ تمام علوم کا محقق ہو (دور حاضرہ میں علم مکاشفہ کے منکرین کا یہی حال ہے۔ اور اونی عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم میں سے اسے کچھ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقین اور مقررین کا ہے۔

1۔ ثابت ہوا کہ علم مکاشفہ کے منکرین ہی اہل بدعت ہیں لیکن ان کی اسی چال کو دیکھئے کہ وہ اہل سنت کو بدعتی کہتے ہیں۔ 12۔

2۔ وہ ایک نور ہوتا ہے کہ جب کسی کا دل اعلیٰ صفات سے صاف اور پاک ہوتا ہے تو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور سے بہت سی باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ جن کا وہ پہلے صرف نام سنا کرتا تھا اور ان کے لئے کچھ معنی مجمل و ہم کر لیتا تھا لیکن معنی واضح معنی معلوم نہ ہوتا تھا۔ (اب اس کے لئے وہ اجمالی تفصیلاً "منکشف ہوگا) اس نور کے باعث ان سب امور کے معانی واضح ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس وقت میں اللہ رب العزت کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اس کے صفات کاملہ دائمی اور اس کے افعال اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے کی حکمت اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت کی وجہ حقیقتہً حاصل ہو جاتی ہے اور نبوت اور نبی کا معنی اور وحی اور ملاکہ اور شیاطین کا معنی اور انسانوں سے شیطانوں کی عداوت کی کیفیت اور نبیوں کو فرشتوں کے معلوم ہونے کی صورت اور ان کے پاس وحی پہنچنے کی حقیقت اور آسمانوں اور زمین کی حکومت کی حالت اور دل کی معرفت اور اس کے اندر فرشتوں اور شیطانوں کے لشکروں کا مقابلہ کی کیفیت اور فرشتے کے اشارے اور شیطان کے خطرہ میں فرق کی شناخت اور آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور اس آیت کریمہ کے معنی

إِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (پ 15 بنی اسرائیل نمبر 14)

ترجمہ کنزالایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔

1۔ دور حاضرہ میں اس علم کی تصدیق کرنے والے صرف اور صرف اہل سنت (بریلوی) ہیں باقی اکثر فرقے اس علم کے منکر اور بعض تو اسے ماننا شرک سمجھتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

اور اس آیت کا معنی

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْآخِرَةِ لَمْ يَلْمِزُوا فِي شَيْءٍ مِمَّا كَانُوا يَعْلَمُونَ (پ 21 عکبوت نمبر 64)

اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی چگی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔ (کنز الایمان)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بقا اور اس کی ذات اقدس کو دیکھنے کا معنی اور اس کے قریب ہونے اور اس کے جواب میں اترنے کی غرض اور ملاء اعلیٰ کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونے کی مراد اور بہشت والوں کے درجات میں فرق۔

وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھیں گے جیسے چمکتا ستارہ آسمان میں معلوم ہوتا ہے۔ اس فرق سے مقصود اور اس کے سوا اور امور جن کی تفصیل طویل ہے اس نور کے سبب سے معلوم ہو جاتی ہیں اور اس نور کے پہلے ان امور کے معانی میں لوگ مختلف رہتے ہیں ان کے اصول کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر اپنی غرض کے بارے میں کچھ کا کچھ کہتے ہیں۔ بعض کا اعتقاد ہے کہ یہ ساری چیزیں مثالیں ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو چیزیں اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کی ہیں وہ ایسی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آدمی کے دل میں گذری۔ اور یہ خلق خدا کے لئے جنت میں سے بجز صفات اور اسماء کے کچھ نہیں اور بعض کا اعتقاد ہے کہ ان میں سے بعض باتیں تو مثالیں ہیں اور بعض امور ایسے ہیں کہ ان کے الفاظ سے حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ اسی کے موافق بعض کی رائے ہے کہ انجام اور کمال معرفت اللہ تعالیٰ سے عاجزی کا اقرار کرنا چاہئے۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بڑی بڑی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بعض یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی انتہا عوام کے اعتقاد کی حد ہے یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے جاننے والا قدرت والا سننے والا دیکھنے والا کلام کرنے والا ہے۔ پس ہماری غرض علم مکاشفہ سے یہ ہے کہ ان امور سے پردہ شک ہٹ جائے اور حق واضح اور صاف ہو جائے۔ اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لے اور شک کی گنجائش بالکل نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر میں ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آئینہ دل پر دنیا کی خباثتوں کی رنگ کی حمیں نہ جم گئی ہوں اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہے کہ آئینہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم ان خباثتوں سے جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے صفات اور افعال کی معرفت سے روکتی ہیں۔

تصفیہ قلب علاج۔ دل کی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اس کے نہیں کہ انسان شہوت نفسانی سے باز رہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا ان کی تمام حالتوں میں کرے اس تدبیر سے جس قدر دل صاف ہوتا جائے گا اور اس کے مقابل امر حق کا حصہ واضح ہوگا اسی قدر اس میں اس کی حقیقتوں کی جھلک صاف واقع ہوگی اور اس جلاء کی سبیل بجز ریاضت کے (جس کی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی) اور بغیر سیکھنے کے اور کچھ نہیں (اسی لئے علوم مکاشفہ کے لئے صوفیا کرام نے مرشد کی رہبری کی شرط لگائی ہے) ایسی غفرلہ

علم مکاشفہ کی علامت۔ یہ علوم (مکاشفہ) کتابوں سے نہیں نگاہوں سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ علوم کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں کہ ان کا مطالعہ کر کے انہیں حاصل کیا جاسکے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ علم کچھ بھی

عنایت کرتا ہے تو وہ اس کا ذکر دوسروں سے بیان نہیں کرتا صرف انہیں بیان کرتا ہے جو اس کے اہل ہیں۔ وہی اس کے شریک مذاکرہ اور محرم اسرار ہوتے ہیں اور یہ وہی علم پوشیدہ ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مراد لیا ہے کہ بعض علم مثل بیت مکنون کے ہیں کہ ان کو سوائے عارفین باللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ اسے بولتے ہیں تو بجز اللہ تبارک و تعالیٰ پر مغالطہ کھانے والوں کے اور کوئی اس سے جاہل نہیں رہتا پس جس عالم دین کو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے علم دیا ہو اسے حقیر مت جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تو حقیر نہیں بلکہ بلند قدر بنایا۔ اس لئے کہ اسے علم مکاشفہ عنایت فرما کر کے اپنا خاص مقرب فرمایا جیسے سیدنا منصور اور سیدنا شبلی اور سیدنا بایزید۔ (رہم اللہ تعالیٰ) ان جیسے اور اولیاء کاملین جنہیں ایسا اشرف و علم (مکاشفہ) سے وافر حصہ نصیب ہوا۔ یاد رہے اس علم مکاشفہ کے امام سیدنا ابن العربی قدس سرہ ہیں جنہیں دورہ حاضرہ میں بعض بد بخت گمراہ مشہور کر رہے ہیں۔) اضافہ لوہی غفرلہ

2۔ علم معاملہ یعنی دل کے حالات کا معلوم کرنا۔ 1۔ اچھے حالات ہوں جیسے مہر اور شکر اور خوف و رضا اور زہد و تقویٰ اور قناعت و سخاوت اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچانا اور لوگوں سے خلق خلقی سے پیش آنا اور اللہ تعالیٰ پر حسن ظن، حسن خلق اور حسن معاشرت اور صدق اور اخلاق و غیرہ کا عقیدہ رکھنا کے پس ان کی حقیقتوں اور تعریفوں اور ان اسباب کو جانتا جن سے یہ امور حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ثمرات اور علامات کو پہچانا اور جو ان سے ضعیف ہو اس کے قوی ہو جانے کا علاج اور جو حل جاتا رہا ہو اس کے پیدا کرنے کا طریقہ معلوم کرنا۔ علوم آخرت میں سے ہے دل کے برے۔

2۔ ”یا دل کے برے حالات ہوں جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پر خفا ہونا اور کینہ رکھنا اور حسد کرنا اور برتری کی طلب اور خواہش ثنا اور دنیا میں مزے اڑانا زیادہ جینے کی محبت اور کبر اور نمود اور غصہ اور شیخی مارنا اور عداوت اور بغض اور طمع اور بخل اور حرص و تکبر اور اترانا اور توانگروں کی تعظیم اور فقیروں کی اہانت کا خواہاں ہونا اور فقر اور آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی (کسی امر کی بھی ہو)۔“

اور حق بات سے تکبر کرنا اور بے فائدہ امر میں غور و خوض کرنا اور زیادہ گفتگو کرنے کی محبت اور دوسرے کی کھلتی بات کہنا اور لوگوں کے لئے بن سنور کر لکھنا اور دین میں سستی کرنا اور اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اس کی برائیوں سے غافل ہو کر لوگوں کی عیب چینی کرنا اور دل میں سے فکر کا دور ہونا اور خوف الہی کا دل میں سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہنچے تو اس کا بدلہ بختی سے لینا اور حق بات کے انتقام پر ضعف اور باطن کی عداوت کے لئے ظاہری یار و مددگار بنانا اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا (کہ جو کچھ اس نے دیا ہے کہیں چھین نہ لے) اور طاعت پر بھروسہ نہ کرنا اور مکر اور خیانت اور فریب اور زیادہ جینے کی توقع اور سخت دل اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش ہونا اور اس کی جدائی سے غم کرنا اور مخلوق سے انس کرنا اور ان کی علیحدگی سے وحشت کرنا اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنا اور حیا اور رحم کا جس میں یہ امور ہوں سمجھ لیں وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے کیونکہ یہ تمام علوتیں دل کے

صفات میں سے تمام برائیوں اور اعمال بد کی جڑ ہیں اور ان کے مقابل یعنی علوتیں وہ طلعت اور اجرو ثواب کی اصل ہیں، غرضیکہ ان صفات کی تعریفوں اور حقیقتوں اور اسباب و ثمرات اور علاجوں کو معلوم کرنا علم آخرت ہے اور علمائے آخرت کے قانون پر یہ علم فرض عین ہے۔ پس جو شخص ان سے منہ موڑے گا وہ آخرت میں قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک ہو گا۔ جس طرح کہ اعمال ظاہری سے روگردانی کرنے والا شاہان دنیا کی تلوار سے فقہائے دنیا کے فتوے کے مطابق ہلاک ہوتا ہے۔

خلاصہ - یہ کہ فقہاء کی نظر فرض عین امور میں دنیا کی بہتری کی نسبت کم ہوتی ہے اور یہ علم جو ہم نے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت سے ہے اگر کسی فقیہ سے ان باتوں میں سے ایک بھی بات مثلاً توکل یا اخلاص کو پوچھو یا سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہے تو اس سوال کے جواب میں فقیہ توقف کرے گا حالانکہ یہ بات خود اس پر بھی فرض عین ہے کہ اس کے نہ معلوم کرنے میں آخرت میں اس کی بربادی ہے اگر اس سے لعان اور ظہار اور گھوڑادہ اور تیر اندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمہارے سامنے اس کے فروعات، دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کر دے گا کہ صدیوں تک ان میں سے کسی کی ضرورت نہ ہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو کوئی شہر اس کے بتانے والے سے خالی نہ ہو گا اور فقیہ مذکور کی محنت رائیگاں سمجھی جائے گی جو کہ رات دن اس فروعات میں اور ان کے یاد کرنے اور پڑھنے میں مشقت اٹھاتا ہے اور جو امر خاص اس کے لئے ضروری اور دین میں اہم ہے اس سے غافل ہے اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میں اس علم میں اس لئے مشغول ہوں کہ یہ علم دین ہے اور فرض کفایہ ہے۔

اس دھوکے میں آ کر فقیہ 1۔ سیکتا ہے اور دوسروں کو دھوکا دیتا ہے حالانکہ عاقل انسان جانتا ہے کہ اگر اس کی فرض عین ہوتی کہ فرض کفایہ میں حق الامروا کرے تو فرض کفایہ میں فرض عین کو مقدم کرتا ہے بلکہ فرض کفایہ تو اور چیزیں بھی ہیں ان کو فقیہ پر مقدم کرتا ہے کیونکہ بعض شرایع ہیں کہ ان میں طیب، بجز کفار ذمی کے نہیں اور جو احکام فقہی کے متعلق طیبوں سے ہیں ان میں کفار کی شہادت مقبول نہیں، مگر بلوجود اس کے طب کو نہیں سیکتا اور علم فقہ خصوصاً اختلافی مسائل اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے میں مبالغہ کرتا ہے۔

حالانکہ شہر میں فقہاء اس قسم کے جو فتوے دیتے ہیں اور مقدمات میں جواب لکھتے ہیں بہت ہیں جو اب ہمیں کوئی یہ بتائے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ کی بجا آوری پر مستعد ہیں تو فقہائے دین کس طرح اسے سیکھنے کی اجازت

1۔ یہاں فقہاء سے وہ لوگ مراد ہیں جو دعویٰ امور مشاغل میں منہمک ہیں۔ 12 ایسی غفرلہ

2۔ اس سے روایتی مسائل مراد ہے۔ 12 ایسی غفرلہ

دیں گے اور طب کے لئے جو کوئی نہیں جانتا چھوڑنے کا حکم کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ طب پڑھنے کی وجہ سے اوقاف اور وصیت کا متولی ہونا اور یتیموں کے مالک کا محافظ ہونا اور عمدہ قضا اور حکومت کا ملنا اور ہمسروں پر اس کی وجہ سے مقدم ہونا اور دشمنوں پر غالب ہونا میسر نہیں۔

افسوس صد افسوس کہ ”علماء سوء“ کے دھوکے سے دین مٹ گیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی ناراضگی اور شیطان کی ہنسی ہو۔ علمائے ظاہر میں سے جو اہل دروغ تھے وہ علمائے باطن اور صاحب دل کے مقرر تھے۔

حکایت - امام شفاعی رحمۃ اللہ علیہ ”شیبان راعی“ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے طفل مکتب استاد کے سامنے بیٹھتا ہے آپ ان سے پوچھتے کہ فلاں فلاں امر میں ہم کیا کریں۔ عوام حضرت امام شفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے کہ آپ جیسا بقہر امام اس چہ دہے سے پوچھتا ہے؟

آپ فرماتے کہ جو تم نے سیکھنا تھا اس کی اس شخص کو توفیق ملی ہے (یعنی جو اسرار و رموز شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ) کو نصیب ہوئے تم اس سے محروم ہو) لویسی غفرلہ

حکایت - امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور یحییٰ بن معین عظیم الرحمتہ معروف کرنی - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے پلے کے نہ تھے اور دونوں ان سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیسے کریں۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ایسا امر پیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کس طرح کریں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورے پر منحصر کرو۔

فائدہ - اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علماء ظاہر زمین اور ملک کی زمینت ہیں اور علماء باطن آسمان اور ملکوت کا سنگھار۔

حکایت - حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز مرشد سری سقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے چلے جاتے ہو تو کس کے پاس بیٹھتے ہو میں نے عرض کی ”محاسی علیہ الرحمتہ کے پاس فرمایا کہ بہتر ہے ان کا علم و ادب اختیار کرنا وہ جو کلام اور متکلموں کا خلاف اور رد کرتے ہیں۔ وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو سنا کہ یہ فرمایا کہ اللہ عزوجل تجھے علم اور حدیث والا صوفی بنائے۔ صوفی حدیث والا نہ بنائے۔

آپ ایک مشہور ولی اللہ ہیں آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔ صاحب کرامات بزرگ امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہ حنفی کے پیروکار تھے

تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ زیارات عراقی و بغدادی لویسی غفرلہ

فائدہ - اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم حاصل کر کے صوفی بنتا ہے، وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

سوال - تم نے علوم کے اقسام میں کلام اور فلسفہ کا ذکر کیوں نہیں کیا یعنی ان کے اچھایا برا ہونے کا بیان کیوں نہیں کیا؟

جواب - جس قدر مفید دلائل علم کلام میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا خلاصہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں وہ یا تو نرے جھگڑے ہیں جو بد سے بد عمل ہے۔ (چنانچہ عنقریب اس کا ذکر ہوگا) فرقوں کے خلافیات کے متعلق لمبی چوڑی تقریروں کے نقل کرنے سے طویل کلام ہو جائے گا، تو یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہیں جن کو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نبوش ان کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا۔ بعض باتیں اس قسم کی ہیں کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور نہ ان کا وجود قرن اول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تھا اس وقت ان میں غور و خوض کرنا بدعت 2۔ ہے، مگر اب اس کا حکم بدل گیا اس لئے کہ اس طرح کی بدعتیں بہت ہو گئیں۔ جو قرآن و حدیث کے مقتضا سے روگرداں کریں اور کچھ لوگ ایسے بھی ظاہر ہو گئے جنہوں نے بدعت کے شبہات کو نیا لبوہ اڑھلایا اور ان میں عجیب تقریریں بنائیں۔ اس لئے کہ گو پہلے ان امور کے جواب میں خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کی وجہ سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا، لیکن اس قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف راغب کرنے کا قصد کرے تو اس کا مقابلہ ہو سکے اور اس کے لئے ایک حد معین ہو جس کو ہم تیسری فصل میں بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

علم فلسفہ کی اقسام - فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہیں ہے بلکہ اس کے چار حصے ہیں۔

1۔ اقلیدس اور حساب - اور یہ دونوں جائز ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور بجز ایسے شخص کے کہ جس پر خوف نہ ہو کہ ان کے پڑھنے سے ”علمائے سوفا“ کی طرف میلان ہو جائے گا ایسے شخص کو ان سے منع نہ کیا جائے گا اور جس شخص پر خوف ہو اسے منع کیا جائے اس لئے کہ ان کے ماہر جو اس میں کثرت سے مہارت رکھتے ہیں۔ وہ بدعت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ضعیف الایمان کو ان دونوں سے بچانا چاہئے جیسے چھوٹے بچے کو نہر کے کنارے پر کھڑا نہیں ہونے دیتے کہ کہیں نہر میں نہ گر جائے یا نو مسلم کو کفار کے میل جول سے بچاتے ہیں کہ کہیں انکی صحبت اس میں اثر نہ کر جائے۔ بخلاف قوی الایمان کے کہ اس کو کچھ حرج نہیں۔

2۔ فلسفہ سے متعلق ہے جس میں دلیل کی کیفیت اور شرطیں اور حد کی وجہ اور شرطیں مذکور ہوتی ہیں اور یہ

1۔ علم کلام کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بدعت قرار دے رہے ہیں اس سے بدعت مراد ہے تو علم کلام سے مراد ہے جو فلسفہ کے ہیں مراد ہے۔ 12 اولیٰ غفرلہ

دونوں باتیں علم کلام میں داخل ہیں۔

3۔ ”الہیات“ سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ عزوجل اور اس کی صفات بیان کرنا اور یہ بھی کلام میں داخل ہے۔

فلسفیوں نے اس بارے میں کوئی نیا علم ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے مذاہب جداگانہ ہیں کہ ان میں بعض کفر ہیں اور بعض بدعت اور جس طرح کہ مقرب ۱۔ ہو جانا کوئی علم جدا نہیں بلکہ کلام والوں ہی میں سے لوگوں نے بحث و دلیل کر کے مذہب باطل علیحدہ کر لیا ہے۔ اسی طرح فلسفیوں کا حل ہے۔

4۔ ”طبیعات“ چوتھے حصے کا تعلق ”علم طبیعیات“ سے ہے۔ کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہیں دوسرے سے علم نہیں کہ اقسام علوم میں بیان کئے جائیں۔ بلکہ جمل ہیں۔

بعض میں اجسام کے صفات اور خواص اور ان کا تغیر و تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہے۔ اس کا حل طب کے مشابہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ طبیب کی نظر خاص بدن انسان میں باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہے اور طبیعیات والوں کی نظر اجماع میں باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہے مگر طب کو طبیعیات پر فضیلت ہے۔ یعنی طب کی طرف ضرورت ہوتی ہے اور طبیعیات کی طرف کوئی ضرورت نہیں۔“

خلاصہ - خلاصہ یہ ہوا کہ علم کلام ان علوم سے ہے کہ جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے تاکہ عوام کے دلوں کو بدعت کے خیالات سے امن نصیب ہو اور اس کا علم وجوب بدعت کے پیدا ہونے سے واقع ہوا جیسے حج کے راستہ میں بدوؤں کے ظلم اور رہنمی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہو گئی ہے۔ اگر بالفرض عرب کے لوگ (بدو) اپنی تعدی چھوڑ دیں تو پھر راہ حج کی شرطوں سے نگاہ بلی محافظین کی نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز آجائے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نہ رہے جو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہما میں تھی۔

پس علم کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہئے کہ علم کلام کی حد دین میں یہاں تک ہے اور متکلم کا درجہ دین میں ایسا ہے جیسے راہ حج میں محافظ کا (سابق دور میں) تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے ظاہر ہے کہ وہ حاجیوں میں نہ ہوگا بلکہ حج کے اعمال ادا کرنے سے حاجی ہوگا۔

۱۔ یہ ایک گمراہ فرقہ تھا امام غزالی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں ان کا زور تھا ان کا تعارف فقیر نے مقدمہ کتاب ہذا میں عرض کر دیا ہے۔
ایسی غفرلہ

۱۔ جیسے دور حاضرہ میں ہے کہ بدوؤں کا کوئی خطرہ نہیں بلکہ حرمین کا سفر نہایت پر امن بلکہ پرسکون ہے۔ ایسی غفرلہ
اسی طرح اگر متکلم صرف مناظرہ اور بدعتیوں کی روک دہی میں مشغول رہے گا اور طریق آخرت طے نہیں کرے گا اور اپنے دل کی

خبرگیری اور درستی میں مصروف نہ ہو گا اس کے پاس بجز عقیدے کے (جس میں سب عوام شریک ہیں) اور کیا ہے اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہے۔

ہاں عوام سے اس قدر تیز ہوگی کہ یہ بدعتیوں سے جھگڑ سکتا ہے اور عوام کی حفاظت کرتا ہے۔
لیکن معرفت اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افضل اور ان امور کی جن کا بیان ہم نے ”علم مکاشفہ“ میں کیا ہے۔
وہ علم کلام سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کیا عجب ہے کہ یہ علم ان کا حجاب اور مانع ہو ان تک رسائی تو مجاہدہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

القرآن - وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ العنکبوت ۲۹

ترجمہ - اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔ زکریا ایمان

الاولیٰ - تم نے متکلم کی تعریف بھی کہہ دی کہ عوام کے عقیدہ کو بدعتیوں کے الجھاؤ سے محفوظ رکھے۔ جیسے محافظین کا حل ہے کہ حاجیوں کے اسباب عرب (بدوؤں) کی لوٹ سے بچاتے ہیں۔

فقہ کی تعریف - فقہ وہ ہے جسے وہ قانون معلوم ہو جس سے بادشاہ کو دوسرے کی تعدی سے روک سکے اور علم دین کی بہ نسبت یہ دونوں (فقہ و کلام) کم ہیں۔ حالانکہ علمائے امت میں جو اہل فضل مشہور ہیں وہ فقہاء اور اہل کلام ہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں۔

سوال - بلوجود یہ کہ یہ دونوں افضل علوم میں سے ہیں لیکن تم ان کے درجوں کو کس طرح علم دین کی بہ نسبت پست درجے میں ڈالے جا رہے ہو؟

جواب - جو حق آدمیوں سے پہچانتا ہے، وہ گمراہی کے جنگلوں میں خاک چھانتا ہے۔ چاہئے کہ پہلے حق کو جانو تب اس کے اہل کو پہچانو۔ بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو، اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگوں میں مشہور ہیں انہیں پر نگاہ رکھتے ہو تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حالات اور ان کے مراتب علیا سے غفلت نہ کرو۔

جن لوگوں کا تم نے ذکر کیا، ان سب کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب سے بڑھ کر ہیں اور دین میں کوئی ان کی چال نہیں چل سکتا نہ کوئی ان کی گرد کو پا سکتا ہے حالانکہ ان کی فضیلت ”علم کلام“ اور ”علم فقہ“ سے نہ تھی بلکہ ”علم آخرت“ اور اس کے طریق کو اختیار کرنے سے غرض تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول کو دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر فضیلت تھی تو زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایات کرنے سے نہ تھی نہ فتوے دینے اور ”علم کلام“ کی وجہ سے تھی بلکہ اس وجہ سے تھی جو ان کے سینے میں چھپی تھی، چنانچہ اس کی شہادت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی پس تمہیں اس راز کی جستجو میں حرم کرنی چاہئے کہ جو ہر نفس اور در مکتون وہی ہے اور جس کو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب کی وجہ

سے (جن کی تفصیل طویل ہے) بڑا جانتے اور تعظیم کرتے ہوئے جانے دو۔ اس لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم چھوڑے جو ”عارف باللہ“ تھے۔ ان کی تعریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو ”فن کلام“ سے واقف ہو اور سوائے چند ایک کے کسی نے اپنے آپ کو فتوے دینے کے لئے پیش نہ کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابہ کبار میں سے تھے جب ان سے کوئی فتویٰ پوچھتا کہتے کہ فلاں کے پاس جاؤ جس نے یہ کام اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اس سوال کو اس کی گردن پر رکھو اس جواب میں یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام میں فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے اور جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پر ملا ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کے نوچے مر گئے۔

لوگوں نے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیوں فرماتے ہیں ہم میں تو بڑے بڑے صحابہ موجود ہیں انہوں نے فرمایا کہ میری غرض علم فتویٰ اور حکم سے نہیں میرا مقصد علم اللہ تعالیٰ سے ہے بتاؤ کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد ”فن کلام“ وغیرہ تھا۔ اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمہیں کیا ہوا ہے کہ اس علم کی معرفت پر حرم نہیں کرتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال سے علم کے ”نو“ حصے انتقال کر گئے۔

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ تھے جنہوں نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب مسیح نے آپ کے سامنے قرآن کی دو آیات کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے درہ مارا اور ملنا چھوڑ دیا اور فرما دیا کہ اے لوگو اسے چھوڑ دو۔ 1۔

۱۔ مسیح کا واقعہ نہایت ہی عبرت انگیز ہے دورہ حاضرہ کے صلح ناموں کے منہ پر تھپڑ مارنے کے مترادف ہے۔ فقیر اسے من و عن لقل کرتا ہے۔ شاید اتر جائے کسی دل میں میری بات۔

عراق میں ایک شخص مسیح بن علی حمیری کے سر میں کچھ خیالات ہند ہی کھونٹے لگے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور عرض کی گئی طلبی کا حکم صادر فرمایا وہ حاضر ہوا۔ امیر المومنین نے کج روی کی شائیں جمع کر رکھیں تھیں اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا فرمایا تو کون ہے؟ کہاں میں عبداللہ مسیح ہوں۔ فرمایا اور میں عبداللہ عمر ہوں اور ان شاخوں سے مارنا شروع کیا کہ خون بہنے لگا پھر قید خانے بھیج دیا جب زخم ٹھیک ہوئے پھر بلایا اور ایسا ہی مارا پھر قید کر دیا۔ بارہ پھر ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ بولا امیر المومنین واللہ اب وہ ہوا میرے سر سے نکل گئی۔ امیر المومنین نے اسے حاکم یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے۔ وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متروک ہو جاتے یہاں تک کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض بھیجی کہ یا امیر المومنین اب اس کا حال صلاح پر ہے اس وقت مسلمانوں کو ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت فرمائی (تلوئی رضویہ ص 256 کتاب الخمر و الاہار بحوالہ داری سنن اور نصر مقدس و ابوالقاسم اسیطانی دونوں کتاب الحجۃ بن النبیاری کتاب المصاحف اور لائل کتاب السنہ اور ابن عساکر تاریخ دمشق سلیمان بن یسار سے روای۔

سوال - یہ جو تم کہتے ہو کہ علماء میں سے مشہور فقہاء اور اہل کلام ہیں؟

جواب - جس چیز سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہرت تو خلافت کی وجہ سے تھی اور فضیلت اس علم کی وجہ سے جس کے نویں حصے آپ کے وصل پر جلتے رہے اور اپنی حکومت میں جو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا اور خلق پر عدل و شفقت کا قصد کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر پوشیدہ آپ کے دل میں تھا آپ کے اور افعال ظاہری جو تھے وہ تو اور لوگوں سے بھی سرزد ہونے ممکن ہیں جو جاہ اور شہرت اور نام کے طالب و راغب ہوں غرضیکہ شہرت ایسے امر میں ہوتی ہے جو ملک ہو اور فضل ایسی بات میں ہوتا ہے جو خفیہ ہو کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو۔

فائدہ - فقہاء اور اہل کلام مثل حکام اور قاضیوں کے ہیں اور وہ کئی طرح ہیں۔

۱۔ بعض تو ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے حکم اور فتوے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد کیا اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کو پہچانا منظور ہے اور نمود اور شہرت انہیں مطلوب نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

اور ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے عمل اپنے علم کے مطابق کیا اور اپنے فتویٰ اور دلیل سے اسی کی ذات مراد لی اس لئے کہ ہر علم سے عمل مطلوب ہے کیونکہ علم بھی ایک فعل ہی ہے اور ہر عمل علم نہیں ہے۔

طیب بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے تقرب پر قادر ہے تو اس کو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے۔ اسی طرح اگر سلطان خلق خدا کا معاملہ خدا کے لئے کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور قلیل ثواب ہوگا نہ اس وجہ سے کہ وہ علم دین کا ذمہ دار ہے۔ بلکہ اس سبب سے کہ اس نے اس کام کا ذمہ لیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا قصد رکھتا ہے۔

قرب خدا کے اسباب - جن امور سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے وہ تین ہیں۔

۱۔ صرف علم وہ ”علم مکاشفہ“ ہے۔

۲۔ صرف عمل، جیسے بلو شاہ کا عدل کرنا اور لوگوں کو مجتمع انتظام سے رکھنا۔

۳۔ عمل و علم سے مرکب وہ آخرت کا علم ہے جو اس علم کا جاننے والا ہے وہ عالم اور عامل دونوں کا جامع ہے۔

اب تم سوچو کہ تم قیامت میں علماء باللہ سے ہونا چاہتے ہو یا صرف عالمین سے یا دونوں کے جامع ہونا چاہتے ہو

(فائدہ) بلا تبصرہ اس حکایت کے بعد دور حاضرہ کے صلح کلیوں سے سوال ہے کہ کیا آپ حضرات غدر رہائے لنگ اس حکایت کے سامنے کچھ مہم نہ کر سکتے ہیں۔ ایسی غفلت

تمہارے لئے یہی بات بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم تقلیدِ شہرت حل کرو کسی شاعر نے فرمایا۔
 غذا ما ترا ودع شیا سمعت به ۱؎ فی طلعتہ الشمس ما یغنیک عن زحل
 ترجمہ: سدا وہ جو دیکھو اسے چھوڑو جو تم نے ستارہ زحل کی کیا ضرورت جب سورج سامنے ہو۔

۱۔ گویا اسی کی ترجمانی میں ہے۔ ۱؎ غدر طے جو درعا وعدہ پہ دل لگائے کون۔ لوی غزل۔

مختصر حالات ائمہ فقہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)

یہاں پر ہم ان ائمہ فقہاء کے حالات لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ جو علماء فقہاء ان کی تقلید کا دم بھرتے ہیں وہ کس قدر ان کی سیرت سے دور ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ لوگ اپنے ائمہ پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ قیامت میں وہ ائمہ ان کی دشمنی اور بیزاری ظاہر فرمائیں گے۔ کیونکہ ان ائمہ فقہ کا مقصد محض رضائے الہی تھا اور ان کے احوال سے واضح ہو گا کہ ان میں علمائے آخرت کی علامات پائی جاتی تھیں (جیسا کہ اس کتاب احیاء العلوم) میں علمائے آخرت میں تفصیل آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

اس لئے کہ وہ صرف علمائے فقہ نہ تھے بلکہ وہ تصفیہ قلوب میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔

ازالہ وہم 1۔ ہاں تصفیہ قلوب کے متعلق ان کا تصانیف نہ کرنا اور اس فن کی تدریس میں مشغول نہ ہونا اس کی وجہ ہی تھی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مانع تھی حالانکہ وہ ان حضرات میں فن فتویٰ میں ان کا ہر ایک مستقل طور پر مفتی تھا لیکن چند ایسے وجوہ انہیں مانع تھے جن کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

ازالہ وہم 2۔ ہم ذیل میں ائمہ فقہ کے حالات لکھتے ہیں تاکہ تمہیں وہم نہ ہو کہ ہم نے جن فقہاء کی مذمت کی ہے ان سے یہ ائمہ فقہ مراد نہیں اور نہ ہی وہ حضرات جو ان کی سیرت کے مطابق ہیں بلکہ ان فقہاء کی مذمت کی گئی ہے جن کی غرض محض دنیا اور خواہشات نفسانی کی اتباع ہے پھر ان عالم فقہاء کا حل یہ ہے کہ ان کی تقلید کا دم بھرتے اور خود کو انہیں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے حالات دیکھے جائیں تو وہ اپنے ائمہ فقہ کی سیرت کے سراسر خلاف ہیں۔

ائمہ فقہ کے اسمائے گرامی۔ جن ائمہ فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے اور وہ تمام فقہاء کے سردار اور امام ہیں وہ پانچ ہیں۔

(1) امام شافعی (2) امام مالک (3) امام احمد بن حنبل (4) امام ابو حنیفہ (5) امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ (مؤخر الذکر کے مقلدین آج دنیا میں ناپید ہیں اسی لئے اب وہ صرف ائمہ اربعہ ہی مشہور ہیں اور بس (اضافہ اولیٰ غفرلہ) یہ تمام حضرات عابد، زاہد اور علوم آخرت کے ماہر اور خلق خدا کی بہتری سمجھنے والے اور اپنی فقہ کی ترویج میں رضائے

الہی کے طالب تھے (رحمہم اللہ تعالیٰ) یہ پانچ خصلتیں ان میں نمایاں تھیں۔ لیکن ہمارے دور کے فقہاء نے صرف ان کی خصلت میں تقلید کی اور بس۔ یعنی ظاہری فقہ کے مسائل کیونکہ باقی چار خصلتوں کا تعلق آخرت سے ہے۔ پہلی بھی ہے تو جامع دنیا و آخرت کی جبکہ اس سے بھی آخرت مد نظر ہو لیکن ہمارے فقہاء صرف دنیا پر جھک پڑے اور آخرت کا تصور ذہن سے اتار دیا۔ صرف اسی خصلت سے خود کو ائمہ فقہ کے مشابہ ہونے کے مدعی بن بیٹھے۔ یہ ان کی بھول ہے۔ بھلا لوہار بھی ملا کہ کے مشابہ ہو سکتا ہے۔ ہم ذیل میں ائمہ فقہ کی چار خصلتوں کا اجمالی بیان عرض کرتے ہیں۔ پانچوں خصلت (فقہ) تو ان کے لئے مشہور ہے۔

سیرتِ امام شافعی رحمہ اللہ

کثرتِ عبادت - (1) آپ رات کے تین حصے کرتے تھے۔ (الف) علم کے لئے (ب) نماز کے لئے (ج) آرام کے لئے۔ (2) آپ رمضان میں ایک ختم القرآن روزانہ کرتے۔ (3) حسن کراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بارہا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں شب بائ رہا۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کا تہائی حصہ میں نماز پڑھا کرتے تھے میں نے اندازہ کیا کہ پچاس آیات سے زائد نہیں پڑھتے اگر کبھی زائد پڑھتے تو ایک سو آیات تک پڑھ جاتے۔ جب آیہ رحمت پر گزرتے تو اللہ سے اپنے لئے اور تمام اہل ایمان و اہل اسلام کے لئے دعا مانگتے تھے اور جب آیت عذاب پڑھتے تھے تو اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو اس سے نجات پانے کا سوال کرتے۔ گویا رجاء و خوف دونوں ان کے لئے یکساں تھے۔

فائدہ - اس روایت سے سمجھئے کہ پچاس آیتوں پر آپ کا اکتفا کرنا اسرار قرآنی کو سمجھنے اور ان پر عبور ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

شکم سیری کے نقصانات - امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں سولہ برس سے شکم میر نہیں ہوا اس لئے کہ شکم سیری (یعنی پیٹ بھر کر کھانا کھانا) بدن کو گراں کرتا ہے اور دل کو سخت اور دانائی کھو دیتا ہے اور نیند لاتا ہے اور انسان کو عبادات کم کرنے دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ چوتھ امام شافعی رحمۃ اللہ کے مقلد تھے اسی لئے سب سے پہلے انہی کا ذکر خیر فرمایا اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن استلو تھے اپنے امام کی وجہ سے ان کا ذکر ان کے ساتھ کر دیا اور جس دور میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد میں تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کا چہرہ خوب تھا۔ اسی لئے ان کا ذکر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مقدم فرمایا اس کا یہ غلط تصور نہ ہو کہ ان کے ساتھ عقیدت نہ تھی (نحوہ باللہ) لویسی غفرلہ

فائدہ - اس قول سے آپ کی حکمت کو دیکھنا چاہئے کہ شکم سیری کی آفتوں کو ذکر کیا پھر عبلوت میں کوشش کو لحاظ کرنا چاہئے کہ اس کے لئے شکم سیری کو ترک کر دیا اور ظاہر ہے کہ عبلوت کی اصل کم کھانا ہے اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ میں نے ”اللہ“ کی قسم نہ سچی کھائی نہ جھوٹی۔

فائدہ - اس قول سے خیال کرو کہ آپ کتنا حرمت و توقیر رخص کرتے تھے اور جلال رب العزت کا کس قدر علم رکھتے تھے۔

حکایت - آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ چپ ہو رہے، سائل نے کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپ جواب نہیں دیتے فرمایا کہ جب تک مجھے معلوم نہ ہو کہ سکوت میں میری بہتری ہے یا جواب دینے میں تب تک میں کچھ جواب نہ دوں گا۔

فائدہ - اس حکایت پر غور کیجئے کہ آپ اپنی زبان کی نگہداشت کس طرح کرتے تھے، حالانکہ فقہاء پر تمام اعضاء سے زیادہ زبان مسلط ہے اور ان کے ضبط اور قابو سے باہر اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا بولنا اور چپ رہنا فضیلت اور ثواب کے حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔

حکایت - احمد بن یحییٰ ابن وزیر روایت کرتے ہیں کہ ایک بار آپ قندیلوں کے بازار سے نکلے اور ہم آپ کے پیچھے ہوئے دیکھا تو ایک شخص کسی ”عالم“ سے الجھ رہا ہے۔ بیہودہ بک رہا ہے۔ آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے کانوں کو فحش سننے سے صاف کرو جیسے زبان کو فحش بکنے سے صاف کرتے ہو۔ اس لئے کہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ اور کم عقل آدمی اپنے دماغ میں جو سب سے بری بات دیکھتا ہے اسی کو چاہتا ہے کہ تمہارے دماغ میں لوٹا دے اگر اس کا قول اسی پر لوٹا دیا جائے یعنی اسے کانوں میں جگہ نہ دی جائے تو اس کا سننے والا نیک بخت نہ ہو گا بلکہ خود بولنے والا بد بخت ہوگا۔

حکایت - آپ کا ارشاد ہے کہ ایک حکیم نے دوسرے کو خط لکھا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اپنے دل کو گناہوں کی تاریکی سے میلانا نہ کرو ورنہ جس روز کے اہل علم اپنے علم کے نور میں چلیں گے تو اندھیرے میں رہے گا۔

زہد شافعی - آپ کا زہد ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے دل میں دنیا کی محبت اور اس کے ساتھ خالق کی محبت بھی ہے وہ جھوٹا ہے۔

حکایت - حمیدی کہتے ہیں کہ آپ ایک بار بعض حکام کے ساتھ یمن آ گئے وہاں سے دس ہزار درہم لے کر مکہ شریف لوٹے، مکہ مکرمہ کے باہر ایک گاؤں میں آپ کے لئے خیمہ لگا دیا گیا لوگ آپ سے ملنے آتے گئے آپ نے جب تک وہ سب مل تقسیم نہ کر دیا وہاں سے نہ ملے۔

حکایت - ایک دن آپ حمام سے نکلے تو حمام والے کو بہت ساسلمان دے ڈالا۔

حکایت - ایک دن آپ کا کوڑا ہاتھ سے گر پڑا ایک شخص نے اٹھا دیا آپ نے اسے اس کے عوض پچاس اشرفیاں دیں آپ کی سخاوت مشہور ہے کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں "لور زہد کی اصل سخاوت ہے۔

اس لئے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اسے روک رکھتا ہے لور جدا نہیں کرتا۔ اس صورت میں مل وہی جدا کرے گا جس کی نظروں میں دنیا حقیر ہوگی اور یہی معنی "زہد" کے ہیں۔

خوفِ خدا - آپ کے زہد اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے لور اپنی ہمت کو آخرت میں مشغول رکھنے پر حکایات بھی دال ہیں۔

حکایت - سفیان بن عیینہ نے آپ کے سامنے ایک حدیث رقت قلب کے بارے میں روایت کی آپ کو غش آ گیا لوگوں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ شافعی مر گئے۔

انہوں نے فرمایا کہ فوت ہو گئے تو اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل مر گئے۔

حکایت - حضرت عبداللہ بن محمد بلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور عمر بن نباتہ عابدوں اور زاہدوں کا ذکر کرتے تھے۔ مجھ سے عمر نے کہا کہ میں نے پرہیزگار اور فصیح محمد بن اوریس شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی کو زیادہ نہیں دیکھا کہ میں اور آپ لور حارث بن لبید صفا کی طرف گئے۔ (حضرت حارث صلح عمری کا شاگرد تھا) اس نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا (یہ خوش آواز تھا) جب یہ آیت پڑھی۔

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْنِرُونَ المرسلات ۳۶-۳۷

ترجمہ: یہ دن ہے کہ اس میں بول نہ سکیں گے لور نہ انہیں اجازت ہوگی کہ عذر کر سکیں۔

میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ بدل گیا لور بدن پر ہل کھڑے ہوئے اور زور سے تڑپ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو یوں کنا شروع کیا الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ جھوٹوں کے مقام اور غافلوں کے

اغراض سے الہی تیرے ہی لئے ہی عرفاء کے دل انکساری کرتے ہیں لور تیرے مشتاقوں کی ہی گردنیں جھکتی ہیں۔

الہی اپنا جو دو سخا مجھے عنایت فرما اور مجھے اپنے پروہ کرم میں چھپا لور اپنی ذات اقدس کے کرم کے طفیل میری

تقصیر سے درگزر فرما۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر وہاں سے اٹھ کر ہم سب چلے آئے جب میں بغداد میں پہنچا

(آپ ان دنوں عراق میں تھے) میں نہر کے کنارے نماز کے لئے وضو کرتا تھا ایک شخص میرے پاس سے گزرا اور کہا

کہ بیٹا اپنا وضو اچھی طرح کر اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آئے گا میں نے مڑ کر دیکھا تو

معلوم ہوا کہ ایک بزرگ ہیں جکے پیچھے بہت لوگ کھڑے ہیں۔ میں جلدی سے وضو کر کے ان کے پیچھے ہوا میری

طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تجھے کچھ کام ہے میں نے کہا ہاں جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس میں سے مجھے بھی

سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جان لے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو اپنے دین

کا خوف رکھتا ہے وہ جہاں سے بچا رہتا ہے اور جو دنیا میں زندہ کرتا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کو دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اس سے اور زیادہ کیا بتاؤں میں نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین خصلتیں ہیں اس نے اپنا ایمان پورا کیا۔

(1) اچھی بات کا دوسرے کو حکم کرے اور پہلے خود عمل کرے۔

(3) برائی سے دوسروں کو منع کرے اور پہلے خود پابند ہو۔

(4) اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں۔ ان کی جگہداشت کرے اور ان سے کسی طرح تجاوز نہ کرے اور کیا بتاؤں میں نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر فرمایا کہ دنیا میں زاہد راہ حق اور آخرت کا راغب ہونا چاہئے اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ کو سچا جانتا چاہئے اس سے نجات پانے والوں کے ساتھ نجات نصیب ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا کہ شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

فائدہ - اس روایت سے آپ کا بے ہوش ہو جانا پھر نصیحت فرمانے پر غور کیجئے کہ اس سے آپ کا زہد اور شدت خوف کتنا تھا اور یہ خوف اور زہد بغیر معرفت اللہ تبارک و تعالیٰ کے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (پ 22 فاطر نمبر 28)

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (مکمل ایمان)

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ خوف اور زہد فقہ کے بیچ سلم اور اجارہ وغیرہ سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ آخرت کے علوم (جو قرآن و حدیث سے حاصل ہوئے ہیں) سے پیدا کیا تھا کیونکہ تمام اولین و آخرین کی حکمتیں قرآن و حدیث میں ان گنت ہیں۔

امام شافعی اور اسرار و رموز - قلب کے اسرار اور آخرت کے رموز سے آپ کا واقف ہونا ان حکمتوں سے معلوم ہوگا جو آپ سے منقول ہیں۔ مثلاً کسی نے آپ سے پوچھا کہ ریا کیا ہے۔ آپ نے بلا تامل فرمایا کہ ریا ایک فتنہ ہے جسے خواہش نفس نے علماء کے دلوں کے سامنے لا کھڑا کیا۔ انہوں نے اس کی طرف اس وجہ سے (کہ نفس بری بات اختیار کرتا ہے) نہیں دیکھا۔ اس لئے ان کے اعمال برباد ہو گئے۔ آپ کا قول ہے کہ جب تمہیں اپنے عمل میں عجب کا خوف ہو تو سوچو کہ تم کس کی رضا چاہتے ہو اور کس کے ثواب کے راغب اور کس کے عذاب سے ترساں ہو اور کونسی عالیت کے شکر گزار اور کونسی مصیبت کو یاد کرتے ہو جب تم ان باتوں میں سے ایک میں بھی فکر کرو گے تو تمہارا عمل تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گا۔ عجب سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

فائدہ - غور فرمائیے کہ آپ نے کس طرح ریا کی حقیقت اور عجب سے علاج کا ذکر کیا اور یہ دونوں دل کی بڑی آفتوں میں سے ہیں۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ

جس شخص نے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھا اس کے علم نے اسے فائدہ نہ دیا فرمایا کہ جو شخص علم سے اللہ

تعالیٰ کی اطاعت کرتا وہ اس کے راز کو سمجھتا ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک آدمی کے لئے دوست اور دشمن ضرور ہوتے ہیں۔ جب یہ حل ہے تو تم انہیں لوگوں کے ساتھ رہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے اہل اطاعت ہیں۔

حکایت - منقول ہے کہ حضرت عبدالقادر بن عبدالعزیز (ایک مونیک بخت پرہیزگار تھے) وہ آپ سے پرہیزگاری کے متعلق مسائل پوچھا کرتے اور آپ ان کے ورع کی وجہ سے ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ صبر اور امتحان اور تمکین میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تمکین انبیاء (علیہم السلام) کا درجہ ہے اور وہ آزمائش کے لئے ہوتا ہے پس جب امتحان ہوتا ہے اور صبر کے بعد تمکین دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا پھر ان کو وقار عنایت کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا پھر وقار عنایت فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا پہلے امتحان لیا پھر ان کو تمکین اور ملک عطا کئے اور تمکین تمام درجات سے افضل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ (پ 13 یوسف)

ترجمہ: کنز الایمان - اور یوں ہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی۔

اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑی آزمائش کے بعد تمکین دی اور فرمایا

وَأَنبِئْنَاهُ وَأَهْلَهُ وَمَثَلُهمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَعِدْنَاهُ لِّلْعَبِيدِ (پ 17 الانبیاء 84)

ترجمہ: اور ہم نے اسے اس کے گھروالے اور ان کے ساتھ اتنے ہی عطا کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر بندگی والوں کے لئے نصیحت۔ (کنز الایمان)

فائدہ - حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب دلالت کرتا ہے کہ آپ کو اسرار قرآنی پر خوب عبور تھا اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی طرح سائل ہیں ان کے مقلات سے خوب واقف تھے اور یہ تمام امور آخرت کے علوم میں سے ہیں۔

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ انسان کب عالم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس علم کو جانتا ہے اس میں جب محقق ہو کر دوسرے علوم کے درپے ہوتا ہے اور جو بات اس سے رہ گئی ہے اس میں تامل کرتا ہے تو اس وقت عالم ہوتا ہے۔

حکایت - جالینوس سے کسی نے پوچھا کہ تم ایک مرض کے لئے بہت سی دوائیں مرکب لکھتے ہو اس نے جواب دیا کہ مقصود ایک ہی دوا ہے دوسری اس کے ساتھ اس لئے ہیں کہ اس کی تیزی کم ہو جائے اس لئے کہ مفرد دوائیں قاتل ہیں اس طرح کی بہت سی باتیں علوم آخرت میں آپ کی معرفت الہی علوم مرتبت پر دلالت کرتی ہیں۔

رضائے الہی کی طلب - حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فقہ سے اور اس میں مناظرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہاں تھے۔ اس امر پر روایات ذیل دلالت ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس علم سے لوگ مستفید ہوں اور اس میں سے میری طرف کوئی چیز منسوب نہ ہو۔

www.marfat.com

فائدہ - آپ کو علم کی آفت اور طلبِ شہرت کی برائی کا معلوم تھی اور اس بارے میں خالص نیت اور قلبی توجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے شہرت سے میرا تھے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی سے مناظرہ اس خیال سے نہیں کیا کہ وہ خطا کرے اور فرمایا کہ جب میں نے کسی سے گفتگو کی ہے تو اس ارادہ پر کہ اسے توفیق اور صداقت اور اعانت ملے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمایت اور حمایت رہے اور جب میں نے کسی سے کلام کیا ہے تو یہ پردہ نہیں کی ہے کہ امر حق میری زبان سے یا اس کی زبان سے نکلتا ہے۔

اور فرمایا کہ جب میں نے امر حق اور حجت کو کسی پر پیش کیا اور اس کی حق بات قبول کی تو میں اسی سے ہیبت رکھتا ہوں اور اس کی محبت کا معتقد ہوتا ہوں اور جو کوئی امر حق پر مجھ سے زبردستی کر کے حجت توڑتا ہے تو وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔ میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا ہوں۔

فائدہ - یہی علامت ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے آپ کی غرض فقہ اور اس میں مناظرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی تھی اور بس (انجاء) دیکھئے کہ زمانہ حل کے لوگوں نے آپ کا اتباع ان پانچ میں چار باتوں کو چھوڑ کر صرف ایک بات میں کس طرح کیا ہے لیکن اس ایک میں بھی انکا خلاف کرتے ہیں۔

امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) ائمہ کرام (رحمۃ اللہ علیہم) کی نظر میں

(1) حضرت ابو ثور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نہ میں نے نہ کسی دوسرے نے حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا دیکھا ہے۔ (2) حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چالیس سال سے میں نے ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دعا نہ مانگی ہو۔

فائدہ - اس روایت سے دعا مانگنے والے کا انصاف اور جن کے لئے دعا کی گئی ان کے بلند مرتبہ کا خود اندازہ فرمائیے۔ پھر اس زمانہ کے علمائے کرام کے حالات کو مطابق کیجئے کہ ان کے دلوں میں آپس میں کتنا بغض اور عناد ہے۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ یہ لوگ جو دعویٰ سلف کی پیروی کرتے ہیں۔ اس دعویٰ میں ناقص ہیں۔

نکتہ - حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیادہ دعا مانگنے کی وجہ سے آپ کے صاحبزادہ نے پوچھا کہ حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کون تھے۔ جن کے لئے آپ اس قدر دعا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بیٹا۔ حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا کے حق میں مثل آفتاب کے جیسے تھے اور لوگوں کے حق میں صحت اور تندرستی کے تھے۔

فائدہ - ان باتوں میں کوئی ان جیسا ہو سکتا ہے۔ (3) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی اپنے ہاتھ سے دعائے چھوئے اس کی گردن پر حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا احسان ہے۔ (4) یحییٰ بن سعید زہبی

فروش کہتے ہیں کہ میں نے چالیس سال سے جو نماز پڑھی اس میں حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے دعا مانگی اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ایسا علم عنایت فرمایا جس میں طریقہ حق کی ہدایت ہے۔ ہم آپ کے حالات اسی قدر مختصر کفایت کرتے ہیں اس لئے کہ تمام حالات خارج از حد شمار ہیں۔ یاد رہے کہ یہ مناقب جو ہم نے لکھے ہیں اکثر اس کتاب سے نقل کئے ہیں جو نصیر بن ابراہیم مقدسی نے مناقب حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں لکھی ہے۔

سیرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی ان پانچوں خصلتوں سے موصوف تھے۔ چنانچہ ان سے کسی نے کہا کہ اے مالک طلب علم میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بہتر اور اچھا ہے۔

بلکہ جو شخص صبح سے لے کر شام تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑے۔ اس کا ساتھ تم بھی نہ چھوڑو۔ آپ علم دین کی تعظیم میں بہت زیادہ مبالغہ فرماتے یہاں تک کہ جب حدیث بیان کرتے تو وضو کرتے اور اپنے فرش کے صدر مقام پر بیٹھتے اور داڑھی میں کھنکھا کرتے اور خوشبو لگاتے اور بیٹھنے میں وقار اور ہیبت ملحوظ رکھتے۔ پھر حدیث ارشاد فرماتے لوگوں نے اس بارے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ علم ایک نور ہے اس کو اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہاں رکھتا ہے وہ کثرت روایت سے حاصل نہیں ہوتا۔

فائدہ - حدیث پاک کی حرمت اور توقیر اس پر دال ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت نہایت قوی تھی۔ اور علم سے غرض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی آپ کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا دین کے بارے میں جدل کرنا کچھ بھی نہیں۔

حکایت - حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپ سے اڑتالیس مسئلے پوچھے گئے ان میں سے بیس کے جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔

فائدہ - جسے اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی غرض ہوتی ہے اس کا نفس کبھی نہیں مانتا کہ یوں اقرار کرے (کہ میں نہیں جانتا) اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب علماء کرام کا ذکر ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان میں نجم ثاقب ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑھ کر میرے اوپر کسی کا زیادہ احسان نہیں۔

حکایت - ابو جعفر منصور نے آپ کو منع کر دیا تھا کہ مکہ کی طلاق کے بارے میں حدیث مت بیان کرنا، پھر ایک شخص کو خفیہ کہا کہ ان سے اس طلاق کا مسئلہ پوچھے جب اس شخص نے دریافت کیا تو آپ نے تمام لوگوں سے کہہ دیا کہ جس شخص سے زبردستی طلاق کہلائی گئی ہو وہ طلاق نہیں۔ 1۔

(2) ابو جعفر آپ کو کوڑے لگائے مگر آپ نے حدیث پاک بیان کرنا ترک نہ کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص حدیث میں سچا ہوتا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا اس کی عقل سے اسکو نفع دیا جاتا ہے اور بڑھاپے میں اس پر یہ آفت اور فساد عقل طاری نہیں ہوتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زہد - امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زہد بھی بے مثل تھا۔

حکایت - امیر المومنین مہدی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی مکان ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن اس کے متعلق میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں وہ حدیث میں نے ربیع بن عبد الرحمن سے سنی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ آدمی کا نسب ہی اس کا مکان ہے۔

حکایت - ہارون الرشید نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا مکان ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہارون الرشید نے آپ کو تین ہزار دینار دے کر کہا کہ اس سے مکان خریدیے آپ نے لے کر رکھ چھوڑے، خرچ نہ کیا جب ہارون الرشید مدینہ منورہ سے بغداد روانہ ہوا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلے۔ اس لئے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو موطا کی ترغیب دوں۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو قرآن پر ترغیب دی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ لوگوں کو موطا کی ترغیب دینے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مختلف شہروں میں چلے گئے اور احادیث روایت کی ہیں اسی لئے اب ہر اہل شہر کے پاس علم حدیث موجود ہے۔ (اسی لئے میری کتاب موطا کو زبردستی منوانے کی ضرورت نہیں) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ

(اختلاف امنی رحمة) ترجمہ: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

باقی رہا تمہارے ساتھ چلنا تو وہ بھی نہیں ہو سکتا) کیونکہ مدینہ پاک کا چھوڑنا مجھے گوارا نہیں) امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے کہ مدینہ پاک کا شرمکہ مکرمہ کے شہر سے افضل ہے۔ آپ کو مدینہ پاک سے نہایت ہی عقیدت و محبت تھی کہ زندگی مدینہ پاک میں بسر فرمائی کبھی یہاں سے کسی دوسرے شہر جانے کا قصد نہ فرمایا اور اوب کا

1۔ جبراً طلاق دینے والا اس میں فتناء کا اختلاف ہے۔ اختلاف کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے۔ امام مالک کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔ اس پر ابو منصور غلیف عباسی نے آپ پر سختی کی لیکن مروی وہ ہے جو اپنے موقف پر پابن جائے وہی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 12 لوہی غفرلہ

یہ سہل تھا کہ قضائے حاجت کے لئے حدود حرم سے باہر تشریف لے جاتے اور جب حدود کے قریب پہنچتے تو آہستہ آہستہ چلتے جب قضائے حاجت سے فراغت پاتے تو تیز قدم اٹھاتے، پوچھا گیا کہ ایسا کیوں؟ فرمایا کہ موت آئے تو حدود مدینہ پاک میں آہستہ قدم اٹھاتا ہوں کہ موت آجائے تو قدم حدود سے باہر نہ ہو اور پھر تیز چلتا ہوں کہ کہیں موت حدود مدینہ پاک سے باہر نہ آجائے) مزید تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب باب بانصیب (اضافہ اولیٰ غفرلہ

احادیث فضائل مدینہ منورہ - مدینہ منورہ کے فضائل میں بے شمار احادیث مروی ہیں۔ تفصیل دیکھئے۔ فقیر اولیٰ غفرلہ کی کتاب (محبوب مدینہ) امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف دو حدیثیں لکھی ہیں۔

(1) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ

المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون ترجمہ: ان کے لئے مدینہ پاک بہتر ہے اگر انہیں معلوم ہوتا۔

(2) یہ بھی ارشاد اقدس ہے۔

المدينة تنقى خبثها كما ينقى الكبر خبث الحديد۔

مدینہ میل کچیل کو ایسے چھانٹتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔

استغنائے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - وہ درہم و دینار جو آپ کو ہارون الرشید نے مکان کی خرید کے لئے دیئے تھے اور وہ آپ نے رکھ چھوڑے تھے۔ ہارون الرشید کو واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

تمہارے دینار جوں کے توں رکھے ہیں چاہو لے لو، چاہو چھوڑ جاؤ یعنی تم مجھ سے مدینہ چھڑانا چاہتے ہو صرف اسی لئے کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے لیکن میں دینار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ پر ترجیح نہیں دیتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد کی ایک عجیب مثال - منقول ہے کہ جب آپ کے علم اور شاگردوں کے منتشر ہونے سے اطراف دنیا سے مل آنے لگا آپ اس کو امور خیر میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت سے آپ کا زہد اور دنیا کی محبت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور زہدیوں نہیں ہوتا کہ آدمی کے پاس مل نہ ہو بلکہ یہی صورت ہے کہ مل سے دل غنی ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زہد بھی ایسے ہی تھا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دنیا کو حقیر جانتا - امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دروازے پر خراسانی گھوڑوں اور مصر کے نچروں کا ایسا ابنوہ کثیر دیکھا کہ اس سے عمدہ میں نے کہیں نہیں دیکھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ گھوڑے اور نچر کیسے عمدہ ہیں لیکن آپ ان پر کبھی سوار نہیں دیکھے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں اس کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہو اس زمین کو سواری کے سم سے پامال کروں۔

فائدہ - اس سے خیال کیجئے کہ سخاوت آپ میں کس قدر تھی کہ تمام گھوڑے نچر ایک بار اللہ کی راہ میں دے ڈالے اور پھر خاک پاک مدینہ طیبہ کی توقیر اللہ - اللہ - عزوجل

فائدہ - اس سے آپ کا علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور دنیا کو حقیر جانتا خوب ثابت ہوا۔

حکایت - خود فرماتے ہیں کہ میں ہارون الرشید کے پاس گیا۔ رشید نے کہا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لایا کیجئے تاکہ ہمارے لڑکے آپ سے موطا سنیں۔ میں نے کہا کہ (اللہ تعالیٰ امیر کو ترقی دے) یہ علم تمہی لوگوں سے نکلا ہے اگر تم اس کی عزت کرو گے تو عزیز ہوگا اور اگر ذلت کرو گے تو ذلیل ہوگا علم کے پاس لوگ جلیا کرتے ہیں علم نہیں آیا کرتا رشید نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں۔ اس نے اپنے لڑکوں کو حکم دیا کہ مسجد نبوی میں جاؤ اور عوام کے ساتھ موطا سنو (پڑھو)۔

سیرتِ امامِ اعظم ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ

آپ بھی عابد اور زاہد اور عارف باللہ اور خدا ترس اور اپنے علم سے اس کی رضا کے طالب تھے۔

کثرتِ عبادت - ابن مبارک سے مروی ہے کہ آپ صاحبِ مروت تھے اور نماز بہت پڑھتے تھے۔ حملو بن ابی سلیمان روایت کرتے ہیں کہ آپ تمام شب عبادت کرتے تھے۔

حکایت - ابتدائی زندگی میں آپ نصف شب عبادت کرتے۔ ایک دن کہیں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کر کے دوسرے سے کہا کہ یہ وہ ہیں جو تمام شب عبادت کرتے ہیں۔ اس دن کے بعد پھر امام صاحب نے تمام شب عبادت کنی شروع کر دی اور فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس قدر عبادت نہ کروں جس قدر لوگ میرے متعلق بیان کریں۔

زہد و تقویٰ - (1) ربیع بن عاصم کہتے ہیں۔ کہ مجھے یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے بھیجا کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے پاس لاؤں اس نے چاہا کہ آپ بیت اللہ کا عمدہ سنبل لیں۔ آپ نے انکار کیا اس نے آپ کو ہنس کوڑے مارے۔

فائدہ - دیکھئے حکومت کی ملازمت سے کیسے انکار کیا سخت مار کو برداشت فرمایا لیکن ملازمت قبول نہ کی۔ (2) حکم بن ہشام ثقفی نے کہا ہے کہ مجھ سے کسی نے ملک شام میں امام صاحب کے بارے میں ایک روایت بیان کی کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ امین تھے۔ بلو شاہ نے چاہا کہ ان کو اپنے خزانوں کی کنجیاں سپرد کرے ورنہ انہیں پٹوا دے آپ نے دنیا کی سزا اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب پر جرات نہ کی۔ (3) ابن مبارک کے سامنے جب آپ کا ذکر ہوتا تو کہتے کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو کہ جس پر تمام دنیا پیش کی گئی لیکن آپ نے اس سے گریز کیا۔ (4) محمد بن شجاع

آپ کے شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کے لئے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے دس ہزار درہم دینے کو کہا ہے آپ راضی نہ ہوئے اور جب وہ دن ہوا جس میں مل کے آنے کی تاریخ تھی آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور منہ لپیٹ لیا اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ حسن بن قحطبہ کا قاصد وہ مل لے کر آپ کے پاس آیا آپ اس سے نہ بولے۔ بعض حاضرین نے کہا کہ آپ ہم سے بھی ایک آدھ بات کہی کرتے ہیں یعنی آپ کی عادت ایسی ہی ہے کہ کلام نہیں کرتے اس مل کو تم اس تھیلی میں مکان کے اندر فلاں کونے میں رکھو دو۔ پھر مدت کے بعد امام صاحب نے اپنے تمام اثاثہ البیت کی وصیت کی اور اپنے صاحبزادے سے کہا کہ جب میں مرجاؤں اور مجھے دفن کر چکو اس تھیلی کو حسن بن قحطبہ کے پاس لے جانا اور کہنا کہ یہ تمہاری وہ امانت ہے جو تم نے ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے سپرد کی تھی آپ کے صاحبزادے نے وصیت کے مطابق تھیلی کی حسن نے فرمایا کہ رحمت ہو اللہ کی تیرے باپ پر اس لئے کہ وہ اپنے دین پر نہایت حریص تھے۔

حکایت - آپ کو عہدہ قضا کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ میں اتنی لیاقت نہیں لوگوں نے پوچھا کس وجہ سے آپ نے فرمایا اگر میں سچا ہوں تب تو واقع میں اس کے لائق نہیں اور اگر اس قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص عہدہ قضا کی لیاقت نہیں رکھتا۔

فائدہ - آپ کا طریق آخرت کا ماہر ہونا اور امور دینی کی راہ سے واقف اور عارف باللہ ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ بہت ڈرتے تھے اور دنیا میں زہد تھے۔

(5) ابن جریج نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارا کوئی نعمان بن ثابت اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہے۔ (6) شریک نطنجی کہتے ہیں کہ امام اعظم سکوت بہت رکھتے تھے اور ہمیشہ فکر میں مستغرق رہتے لوگوں سے کلام کم کرتے تو یہ امور واضح دلیل ہیں کہ باطن کے علم اور دینی مہمت میں مشغول رہنے پر اس لئے کہ جس کو سکوت اور زہد عنایت ہو اس کو علم کامل عطا ہوا۔

تعارف احمد بن حنبلؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ

ان کے تلامذہ بہ نسبت ان تینوں ائمہ مذکورین کے کم ہیں اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہ نسبت تو اور کم ہیں۔ لیکن یہ دونوں ورع اور زہد میں زیادہ مشہور ہیں اور یہ ساری کتاب ان دونوں کے افعال و اقوال سے پر ہے اسی لئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

فائدہ - ان تینوں ائمہ کی سیرتوں پر غور کرو اور سوچو کہ یہ حالات اور افعال دنیا سے اعراض اور خالص اللہ کے

حاشیہ: اگلے صفحہ پر جرحہ

لئے ہو رہنے کے ہیں یا بھلا علم فقہ کی فروعات یعنی سلم اور اجارہ اور اظہار اور ایلا اور لعان کے جاننے سے ہوتے ہیں یا یہ دوسرے علم سے حاصل ہوتے ہیں۔ جو فقہ سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور غور فرمائیے کہ جو لوگ ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سچے ہیں یا جھوٹے۔

”ان علوم کا ذکر جنہیں لوگ تو اچھا کہتے ہیں لیکن وہ اچھے نہیں“

فصل نمبر ۱۔

بعض علوم کے برا ہونے کی وجوہات۔ (سوال) علم کے معنی ہیں کسی چیز کو جیسی وہ ہے اسی طرح جاننا اور علم اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بھی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز علم ہو کر مذموم اور بری ہو۔ (جواب) علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ بندوں کے حق میں تین وجوہوں میں سے کسی کے پائے جانے سے برا کہا جاتا ہے۔ وہ عالم کے حق میں یا دوسرے کے حق میں انجام کو مضر ہوتا ہے۔ جیسے علم سحر اور طلسمات کو برا کہتے ہیں حالانکہ علم سحر حق ہے۔ اس لئے کہ قرآن اس کا شہد ہے کہ سحر ایک سبب ہے جس کو خلوند اور پیوی میں جدائی ڈالنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جلو کا قصہ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے جلو کیا تھا اس کے سبب سے آپ بیمار ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی اور وہ جلو ایک کنویں کے اندر پتھر کے نیچے سے نکالا گیا۔

۱۔ اس سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دہم کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ سابق مضمون میں آپ نے فقہ کو ظاہری علوم سے ثابت فرمایا اور بتایا کہ فقہ کا علوم باطن سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر اعتراض پڑتا تھا کہ بہت بڑے ائمہ نہ صرف قیہ ہیں بلکہ فقہ کے موجد اور احکام شرعیہ کے مجتہد ہیں تو کیا وہ صرف ظاہری علوم تک محدود تھے۔ آپ نے بطور نمونہ ائمہ ثلاثہ کے مختصر حالات درج فرما کر ثابت فرمایا کہ وہ حضرات علوم ظاہرہ و باطنہ کے جامع تھے۔ ہاں آپ نے فقہ کے ان علماء کو سرزنش کی ہے۔ جو صرف ظاہری مسائل کے تو ماہر ہیں لیکن علوم باطن سے غفل ہیں اور پھر دم بھرتے ہیں ان ائمہ کی تقلید کل جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دور میں ظاہری علوم کی مہارت کے بلوجود عملی زندگی میرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق نہ تھی اور نہ ہی باطنی علوم کی طرف میلان تھا کچھ دور حاضرہ میں بھی یہی کیفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو اتباع حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علوم باطنی سے نوازے (آمین)

فائدہ - جادو علم کی ایک قسم ہے کہ

- جواہر کے خواص اور ستاروں کے مطالعہ اور حسابی امور سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ ان جواہر سے ایک مجسمہ اس شخص کی صورت پر بنتے ہیں جس پر جادو کرتے ہیں اور ایک خاص وقت کے منتظر رہتے ہیں جب ستارے کے طلوع کا وقت آتا ہے تو اس مجسمہ پر چند کلمات کفریہ اور فحش (خلاف شرع) پڑھتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے شیاطین سے مدد چاہتے ہیں اور ان تمام تدابیر سے بحکم علوت جاریہ اللہ تعالیٰ کے مسکور شخص میں عجیب حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور ان اسباب کی معرفت اس اعتبار سے کہ معرفت ہے بری نہیں مگر چونکہ خلق خدا کو ضرر رسانی ہے اور یہ برائی کا وسیلہ ہے۔ اس سبب سے ان امور کے سیکھنے پر اسے علم مذموم کہتے ہیں۔ بلکہ اگر کوئی ظالم کسی ولی اللہ کے قتل کے درپے ہو اور وہ اس سے ڈر کر کسی مضبوط جگہ میں جا چھپے تو ظالم اس کا حل پوچھے تو اس کی جگہ نہیں بتائی چاہئے اور اس موقع پر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس کی جگہ کا ذکر اور حقیقت حل کا بتانا برا اسی وجہ سے ہے کہ اس کا انجام مضر ہے۔ (2) وہ علم غالباً عالم کے حق میں مضر ہو مثلاً علم نجوم کہ وہ خود اپنی ذات سے برا نہیں کیونکہ وہ یا تو حساب کے متعلق ہے اور قرآن مجید میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ سورج اور چاند کی چل حساب سے ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ پ 27 رحمن ترجمہ: سورج اور چاند اسے ہیں اور فرمایا وَالْقَمَرُ فَتَرَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ پ 23 یسین ترجمہ: اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسے پرانی کجور کی ڈال۔ یا احکام میں جن کا خلاصہ ان واقعات کا بتانا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے طبیب نبض سے بتا دیتا ہے کہ یہ مرض عنقریب پیدا ہو گا خلاصہ یہ کہ اس کا

1۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ نے جادو کا قصہ نبوی اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے فقیر اس کی تفصیل عرض کر دے تاکہ حقیقت حال واضح ہو۔ حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔ سورۃ النحل اور سورۃ النحل جو اس کے بعد ہے یہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ لبید بن عامر یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جادو کیا اور حضور کے جسم مبارک اور اعضاء ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا قلب و عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا چند روز کے بعد جبریل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سلطان ہے وہ فلاں کنویں میں ایک پتھر کے پیچے دبا دیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنویں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا اس کے پیچے سے کجور کے گائے کی فصلی برآمد ہوئی اس میں حضور کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور حضور کی کنگھی کے چند قطرے اور ایک ڈور یا کتان کا پلہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلہ جس کے منہ میں گیارہ سویاں چھپی تھیں۔ یہ سب سلطان پتھر کے پیچے سے نکلا اور حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں پانچ سورہ نحل میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور بالکل تندرست ہو گئے۔ (مسئلہ) تعویذ اور عمل جس میں کوئی کلمہ کفر یا شرک کا نہ ہو جائز ہے۔ خاص کر وہ عمل جو آیات قرآنیہ سے کئے جائیں یا احادیث میں وارد ہوئے ہوں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسماء بنت عمیس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعفر کے بچوں کو جلد جلد نظر ہوتی ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ ان کے لئے عمل کروں۔ حضور نے اجازت دی۔ (ترمذی) مزید صحیح وغیرہ کی تحقیق فقیر کی تصنیف تحقیق بحر کا بیان کا مطالعہ کیجئے۔

جانتا اللہ تعالیٰ کی علوات کا معلوم کرنا ہے مگر شرع نے اس کو برا کہا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تقدیر کا معاملہ ہو تو چپ ہو جاؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو چپ رہو اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو سکوت کرو فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین باتوں سے ڈرتا ہوں۔ (۱) حاکموں کا قلم کرنا (۲) نجوم کا معتقد ہونا (۳) تقدیر کی تکذیب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نجوم کو اس قدر سیکھو کہ اس سے خشکی اور تری میں تم کو راہ ملے پھر رک جاؤ اور اس سے منع کرنے کی تین وجوہات ہیں۔ (۱) اکثر خلق خدا کو یہ مضر ہوتا ہے یعنی جب یہ باتیں دل میں پڑتی ہیں کہ حالات ستاروں کی چل کے بعد اس طرح ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں خیال آتا ہے کہ تاثیر کرنے والے ستارے ہیں اور یہی معبود ہیں جو انتظام کرتے ہیں اس لئے کہ یہ اجسام اور جواہر لطیف آسمان پر ہیں اور ان کی عزت دل میں بڑھ جاتی ہے اور توجہ دلی انہیں کی طرف رہتی ہے۔ خیر کی توقع اور شر سے بچاؤ انہیں کی وجہ سے معلوم ہونے لگتی ہے۔ اللہ پاک کا ذکر دل سے مٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ ضعیف آدمی کی نظر ذرائع تک ہی رہتی ہے۔ البتہ پختہ عالم دین اس سے واقف ہوتا ہے کہ چاند اور سورج ستارے سب اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ ضعیف آدمی کہ سورج کی روشنی سورج نکلنے کے بعد دیکھتا ہے۔ اس کی مثل ایسی ہے جیسے چیونٹی کہ بالفرض اس کو عقل ہو اور کلند پر موجود ہو اور دیکھ رہی ہو کہ قلم کی سیاہی سے کلند سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے تو وہ یہی اعتقاد کرے گی کہ لکھنا قلم کا فعل ہے اس کی نظر قلم سے انگلیوں پر اور ان سے ہاتھ پر اور ہاتھ سے ارادے پر اور ارادے سے کاتب پر جو ارادہ کر رہا ہے اور کاتب سے اس کی قدرت اور ہاتھ کے بنانے والے پر ہرگز ترقی نہ کرے گی۔ غرض یہ کہ مخلوق کی نظر اکثر قریب اور نیچے کے اسباب پر رہ کر مسبب الاسباب تک ترقی سے باز رہتی ہے۔ اس لئے نجوم کے سیکھنے کی ممانعت کی گئی (۲) وجہ ممانعت یہ ہے کہ نجوم کے احکام صرف اور صرف اٹکل پچو ہیں۔ وہ بھی فرد خاص کے متعلق اسے نہ یقینی معلوم ہوتے ہیں۔ نہ فرضی تو اس کے ذریعہ سے حکم کرنا جہالت پر حکم کرنا ہے۔ اس صورت میں اس کی برائی اس اعتبار سے ہے کہ وہ جہل ہے علم ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو معجزہ جناب حضرت اور لیس علیہ السلام کا ہے۔ جیسا کہ روایات میں آ رہا ہے۔ جیسا کہ مروی ہے اور یہ علم جاتا رہا بلکہ مٹ گیا اگر کوئی منجم سچی بات بھی کہتا ہے تو وہ اتفاقی ہوتی ہے اس لئے کہ منجم بعض اوقات کسی سبب پر واقف ہوتا ہے اور مسبب (کام) بہت سی شرطوں کے بغیر نہیں ہوتا اور ان شرائط پر واقف ہونا انسان کے اختیار میں نہیں پس اگر اتفاقاً اللہ تعالیٰ باقی شرطوں کو بھی مقدر فرما دیتا ہے تب تو منجم کا قول درست ہو جاتا ہے اگر باقی سبب نہیں ہوتے تو اس کا کہنا غلط ہوتا ہے اور اس کا حل ایسا ہے جیسے کوئی شخص دیکھے کہ پہاڑوں سے بادل اٹھ اٹھ کر جمع ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں تو وہ اٹکل سے کہہ دے کہ آج بارش ہوگی۔ حالانکہ بادل کے بعد سورج بھی نکل آتا ہے اور بادل جاتا رہتا ہے اور کبھی بارش بھی برساتا ہے تو صرف بادل کا ہونا ہی بارش کے آنے میں کافی نہیں جب تک دیگر اسباب کا علم نہ ہو اسی طرح ملاح کا قیاس کرنا کہ کشتی سلامت رہے گی یعنی ہمیشہ سے ہواؤں کا علوی ہے۔ اسی پر اعتماد کر کے کہہ دیتا ہے حالانکہ ان ہواؤں کے دیگر اسباب خفیہ بھی ہیں کہ ان پر اس کو اطلاع نہیں اسی لئے کبھی اس کا کہنا ٹھیک ہوتا ہے

اور کبھی غلط ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قوی شخص کو بھی نجوم کی ممانعت ہوئی۔ (3) نیز اس علم سے کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ اس کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔ امر فضول میں غور کرنا جس کی ضرورت نہیں اور ایک امر بے فائدہ میں عمر جیسی نفس شے کو فضول میں ضائع کرنا اور یہ انتہائی درجہ کا نقصان ہے۔

حکایت - حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے کہ لوگ اس کے گرد جمع تھے آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بڑا عالم ہے آپ نے فرمایا کس چیز کا عرض کیا شعر اور عرب کے نسبوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ علم غیر مفید ہے۔ بلکہ جہالت ہے کہ مضر نہیں اور فرمایا انما العلم آية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة (ترجمہ) علم یا آیہ محکمہ ہے یا سنت جاریہ ہے یا فریضہ عادلہ ہے۔

فائدہ - اس سے ثابت ہوا کہ نجوم اور اس جیسے علوم میں غور و خوض کرنا خطرہ میں پڑنا اور جہالت میں بے فائدہ مصروف ہونا ہے اس لئے کہ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ ضرور ہوگا۔ اس سے بچنا غیر ممکن ہے۔ بخلاف طب کے کہ اس کی طرف ضرورت داعی ہے اور اس کی اکثر دلیلیں ایسی ہیں جن پر اطلاع ہو جایا کرتی ہے۔ بخلاف علم تعبیر کے کہ ہر چند وہ قیاسی ہے مگر نبوت کے حصوں میں سے چھایا یسواں حصہ ہے اور اس میں کوئی فکر نہیں۔ (نمبر 3) انسان ایسے امور میں غور و خوض کرتا ہے جن کا اسے علم نہیں ہوتا لیکن وہ اس کے حق میں مضر ہوتے ہیں۔ مثلاً باریک امور اور خفیہ علوم کا سیکھنا اسرار الہی میں بحث کرنا کہ حکماء اور اہل کلام نے ان پر اطلاع چاہی حالانکہ ان کے حوصلے سے یہ اسرار زائد تھے ان کی تہذیب اور رائے بعض اسرار پر اطلاع بجز انبیاء و اولیاء کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی بحث سے لوگوں کو روکنا اور جس قدر شرع میں وارد ہے اس کا معتقد کرنا ضروری ہے کہ توفیق یافتہ شخص کے لئے اس قدر کافی ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی علوم میں غور و خوض کرتا ہے تو ان سے ضرر پاتا ہے۔ اگر وہ ان میں غور و خوض نہ کرتا تو اس کا حال دین میں اس سے اچھا ہوتا جو ان علوم میں غور و خوض کرنے سے ہو گیا۔

فائدہ - بعض علوم کا مضر ہونا بعض لوگوں کے حق میں یقینی ہے اس میں انکار نہیں ہو سکتا جیسے پرندے کا گوشت اور لطیف حلوے شیر خوار بچے کو مضر ہیں بلکہ بعض آدمیوں کو بعض باتوں سے جہل ہی رہنا مفید رہتا ہے۔

حکایت - طبیب سے کسی نے بیوی کے بانجھ ہونے کی شکایت کی۔ طبیب نے عورت کی نبض دیکھ کر کہا کہ تجھے بچہ پیدا ہونے کی دوا ضروری نہیں کیونکہ تیری نبض سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن میں تو مرجائے گی عورت کو نہایت خوف ہوا اور زندگی تلخ ہو گئی اور اپنا تمام مل تقسیم کر دیا اور کھانا پینا ترک کر دیا یہاں تک کہ مدت گزر گئی اور وہ نہ مری۔ اس کے شوہر نے طبیب کے پاس آکر کہا کہ وہ تو نہیں مری۔ طبیب نے کہا کہ مجھے بھی اسی طرح معلوم تھا اب تو اس سے صحبت کر کہ اس سے تیری اولاد ہوگی اس نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ کہا کہ میں نے اسکا موٹلا دیکھا کہ چربی اس کے بچہ دانی کے منہ پر جم رہی ہے میں نے سمجھا کہ یہ بغیر موت کے خوف کے دہلی نہ ہوگی اسی لئے میں نے اس کو موت سے ڈرایا تھا اب وہ دہلی ہو گئی تو بچہ جننے کی روک جو تھی وہ جاتی رہی۔

فائدہ - اس حکایت سے معلوم ہوا کہ بعض علوم کے واقف ہونے میں خطرہ ہوتا ہے اور اسی سے اس حدیث شریف کا معنی معلوم ہو گیا۔ نعوذ باللہ من علم لا یمنع (ترجمہ) ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جو غیر مفید ہو۔

فائدہ - اس حکایت سے عبرت حاصل کرو کہ جن علوم کی شریعت نے مذمت کی ہے اور ان سے منع فرمایا ہے ان کا حل دریافت نہ کرو اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی لازم کرلو اور اتباع سنت پر کفایت کرو کہ سلامتی اتباع میں ہے اور بعض اشیاء کی بحث و تحقیق میں خطرہ ہے اور اپنی رائے اور عقل اور دلیل و برہان پر مت پھولو کہ ہم اشیاء کی بحث اس لئے کرتے ہیں کہ چیزیں جوں کی توں معلوم ہو جائیں اور علم میں فکر کرنے سے ضرر ہوتا ہے کیونکہ اس علم کا ضرر فائدہ سے زیادہ ہو گا اور اکثر چیزیں جن پر تم واقف ہوتے ہو ایسی ہیں کہ ان پر تمہارا واقف ہونا اتنا ہو گا کہ آخرت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نہ بخشا تو تباہ کر ڈالے گا۔ واضح ہو کہ جس طرح علاج کے اسرار کو طبیب حاذق جانتا ہے بلا واقف اسی علاج کو بعید سمجھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام دلوں کے طبیب ہیں اور آخرت کی زندگی کے اسباب سے واقف ہیں۔ پس ان کے طریق پر اپنی عقل کو ترجیح نہیں دینی چاہئے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ مثلاً بعض دفعہ کسی کی انگلی میں کوئی مرض ہوتا ہے تو اس کی عقل چاہتی ہے کہ انگلی پر لیپ کر لے مگر طبیب حاذق بعض اوقات اس کا علاج یہ بتاتا ہے کہ دوسری طرف کے شانے پر لیپ کرو وہ اس کو نہایت بعید جانتا ہے اس لئے کہ اس کو پٹھوں کے پھوٹنے اور اس کے اگنے کی کیفیت معلوم نہیں اور اسی طرح کا حل آخرت کی راہ اور شرع کی سنتوں اور مستحبات کے دقائق کا ہے اور شرع نے جو عقائد لوگوں کے عبادات کے مقرر کئے ہیں ان میں وہ اسرار اور لطیف امور ہیں کہ عقل کا کام نہیں کہ ان کو معلوم کر سکے جیسے کہ پتھروں کے خواص میں بعض عجیب امور ہیں کہ اہل فنون سے ان کا علم پوشیدہ ہے مثلاً آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ مقناطیس لوہے کو کیوں کھینچتا ہے اور دواؤں اور پتھروں کی بہ نسبت عقائد میں عجائب اور غرائب بہت زیادہ اور بڑھ کر ہیں جن کی وجہ سے قلوب کی صفائی اور طہارت اور اصلاح ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف ترقی اور اس کے فضل کے نفحات کی سیر نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح کہ دواؤں کے کل فوائد معلوم کرنے سے عقول عاجز ہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کا تجربہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر بالفرض کچھ مروجے دنیا میں آکر کہہ جایا کرتے کہ جو عقول مقبول اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے مفید ہیں وہ یہ ہیں اور جو اس سے دور کرتے ہیں وہ یہ ہیں اسی طرح عقائد کا حال کہہ دیا کرتے مگر اس طرح کے تجربہ کی طمع نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں عقل کا نفع اس قدر بس ہے کہ وہ تمہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی طرف ہدایت کرے اور آپ کے اشاروں کے مشاء اور مورد سمجھا دے پس جب یہ صورت ہو جائے تو اس کے بعد عقل کو معزول کر دو کہ وہ تصرف نہ کرے اور اتباع کو اپنے اوپر لازم کرو کیونکہ تمہاری سلامتی اتباع ہی میں ہو گی اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من العلم جھلا وان من القول عیا (ترجمہ) بعض علوم جھل ہیں اور بعض باتوں میں متحیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علم تو جھل نہیں ہوا کرتا مگر اس کی تاثیر ضرر پہنچانے میں جھل کی طرح ہوتی ہے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ تھوڑی سی توفیق بہت سے علم سے

بہتر ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ درخت بہت ہیں مگر سب بار آور نہیں اور پھل بہت ہیں مگر سب بہتر نہیں اور علوم بہت ہیں مگر سارے مفید نہیں ہیں۔

(4) مناظرہ اور اس قسم کے علوم پر مخلوق کی توجہ کے اسباب

مناظرہ سے پیدا ہونے والے مصائب اور اس کے جواز کی شرائط

فصل نمبر 1

ان علوم کی طرف لوگوں کی توجہ کے اسباب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے خلفائے راشدین کفیل ہوئے یہ لوگ عالم باللہ تھے اور اس کے احکام سمجھنے والے اور مقدمات کے فتویٰ کے ماہر اسی وجہ سے ان لوگوں کو فقہاء سے مدد لینے کی بہت ہی کم ضرورت ہوئی تھی۔ صرف ایسے معاملات میں جن کے متعلق مشورہ ضروری تھا اسی لئے انہیں بھی ان صحابہ کی ضرورت پڑتی تھی جو فقہاء تھے اس لئے وہ صرف علم آخرت کے ہی علماء تھے۔ دیگر کوئی شغل نہ رکھتے تھے اور فتویٰ اور خلق خدا کے احکام و مسائل ایک دوسرے پر ٹالتے تھے اور ہمہ ہمت متوجہ الی اللہ تھے۔ چنانچہ ان کی سیرتوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جب کہ نوبت خلافت ان لوگوں پر پہنچی تو بے استحقاق خلافت اور بغیر رسوخ علم فتوے اور احکام کے حاکم ہو گئے تو انہوں نے لازماً فقہا کرام سے مدد لیں اور تمام احوال میں ان کو ساتھ رکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ جو حکم جاری کریں ان سے فتوے طلب کریں اور اس وقت علمائے تابعین میں سے وہ لوگ باقی تھے جو قرن اولیٰ کے طریقہ پر عمل پیرا اور دین خالص پر التزام رکھتے تھے یعنی علمائے سلف کے قدم بقدم چلتے تھے اس لئے کہ ان کا یہ حال تھا کہ حکام ان کو بلاتے تو وہ اس سے احتراز کرتے ہوئے حکام سے روگردانی کرتے تھے لہذا احکام کو ان کی طلب میں اصرار کرنا پڑا کہ عہدہ قضا انہیں پیش کریں اس وقت کے لوگوں نے جو علماء کی عزت دیکھی کہ حاکم اور امام اور وائی ملک تمام ان کی طرف متوجہ ہیں اور یہ ان کو منہ نہیں لگاتے تو علم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تاکہ حکام کی طرف سے عزت اور جاہ ملے اسی لئے علم فتوے پر ٹوٹ پڑے اور اپنے آپ کو حکام کے سامنے پیش کیا اور ان سے تعارف کر کے عہدے اور انعام لئے اگرچہ بعض تو پھر بھی محروم رہے لیکن بعض مراد کو پہنچے وہ بھی طلب اور بغیر بلائے حاضری کی ذلت و خواری سے نہ بچے غرضیکہ وہ فقہاء جو کسی وقت مطلوب ہوا کرتے تھے اب طالب دنیا بن گئے اور پشتر جو سلاطین کو منہ نہ لگاتے تھے تو باعزت تھے اب ان کے پاس آنے سے ذلیل ہوئے مگر پھر علمائے دین میں سے جن کو توفیق عنایت ہوئی وہ ہر وقت اس ذلت اور خواری سے محفوظ رہے اور اس زمانے میں اکثر لوگوں کی توجہ فتویٰ اور مقدمات کے علم پر تھی اس لئے کہ عہدوں اور ملازمتوں میں بڑی ضرورت تھی۔ پھر ان کے بعد بعض روماء اور امرا ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے عقائد کے قواعد میں لوگوں کی گفتگوئیں سنیں تو ان اسباب میں دلائل سننے کا شوق ہوا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ امرا کو

علم کلام کے مناظرہ کی رغبت ہے تو اس کا چرچہ شروع کر دیا اور اس میں بہت سی تصنیفات کیں اور مناظرے کے طریقے نکالے اور مخالف کے اقوال پر اعتراضات کے قواعد ایجاب کئے اس خیال پر کہ ہمیں دین اسلام کی طرف سے بری باتوں کو دفع کرنا اور سنت کی طرف سے لڑنا اور بدعت کا استیصال کرنا منظور ہے جیسے ان سے پہلے کے فقہا کہتے تھے کہ ہماری غرض دین کے فلوے کا اچھی طرح جانتا اور مسلمانوں کے احکام کا متکفل ہونا اور اس میں خلق خدا پر شفقت اور ان کی خیر خواہی مد نظر ہے پھر کچھ مدت بعد ردسائیدہ ہوئے کہ ان کو علم کلام میں غور و حوض کرنا اچھا معلوم نہ ہوا اسی لئے کہ مناظرہ سے بڑے بڑے تعصبات اور خصومات پیدا ہوئے جن سے نوبت کشت و خون اور شہروں کی بربادی تک پہنچی مگر ان کو فقہ کے مناظرہ کا بالخصوص امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذاہب میں الویت کے معلوم کرنے کا شوق تھا اسی لئے لوگوں نے علم کلام اور دوسرے فنون کو ترک کر دیا اور خاص ان دونوں ائمہ رحمۃ اللہ علیہما کے اختلافی مسائل کی طرف مائل ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے اختلاف میں بھی یہی حال ہے اپنے خیال خام سے یہ سمجھا کہ ہماری غرض شریعت کی باریک باتوں کا نکالنا اور مذہب کی علتوں کا ثابت کرنا اور فلوے کے اصول کی بنا ڈالنی ہے اور اس بارہ میں بہت سی تصانیف لکھیں اور طرح طرح کے ان میں تمنازعات درج کئے اب تک اسی پر چلے جا رہے ہیں انہیں معلوم ہے کہ ہمارے بعد کے زمانوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا مقدر کر رکھا ہے غرضیکہ باعث خلافت پر جھکنے اور مناظروں پر مائل ہونے کا اس کے سوا اور کوئی سبب نہ تھا اگر بالفرض دنیا والوں کے نفس کسی امام کے ساتھ خلاف معلوم کرنے کے طرف راغب ہو جائیں یا کسی اور علم کی طرف شائق ہوں تو علماء سو بھی ان کے ساتھ ہوں گے اور اس بمانے سے باز نہیں آئیں گے کہ جس علم میں وہ مشغول ہیں یہ علم دین پر اور ہمارا مطلب سوائے تقرب اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں

فصل 2

اس غلطی کا ازالہ کہ یہ علوم صحابہ کے مشوروں اور اسلاف کی تقریروں کے مشابہ ہیں

بعض علماء کبھی لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ہماری غرض مناظرہ سے حق پر بحث کرنا ہے تاکہ حق واضح پہنچ جائے اس لئے کہ حق مطلوب ہے اور فکر کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور بہت سے راویوں کا متفق ہو جانا مفید ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت تھی اپنے مشوروں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے مثلاً داوا کے ساتھ میں بھائیوں کے محروم ہونے کی صورت اور شربخواری کی سزائیں اس طرح جب امام چوک جائے تو اس پر تاوان کے واجب ہونے میں اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے باعث خوف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بچہ گرا دیا تھا اور ان جیسے مسائل فرائض وغیرہ میں ان کے مشورے مشہور ہیں ایسے ہی جو خلاف امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابو یوسف وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وہ بھی اس کا موید ہے اور ہم تم کو اس مغالطہ کی اصل بتائے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ طلب حق پر ایک دوسرے کی مدد چاہنا دین کی بت ہے مگر اس کے لئے کئی شرائط و علامات ہیں

شرائط و علامات مناظرہ - جب مناظرہ فرض ہے تو جو شخص فرض عین سے فراغت نہ کرچکے اس میں مشغول نہیں ہونا چاہئے اور جس شخص پر فرض عین ہو اور وہ فرض کفایہ میں مصروف ہو کر یہ کہے کہ میری غرض طلب حق ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کی مثل اس شخص جیسی ہے کہ نماز ترک کر کے کپڑوں کی تیاری اور بنانے میں کوشش کرتا پھرے اور کہے کہ میری غرض اس سے یہ ہے کہ جو شخص ننگے بدن نماز پڑھے اور کپڑا نہ میسر ہو اس کا ستر عورت کروں کیونکہ یہ بات کبھی ہو بھی جاتی ہے اس کا واقع ہونا ممکن ہے جیسا کہ فقہیہ کہتا ہے کہ جو امور ان سے خلاف میں بحث ہوتی ہے ان کا واقع ہونا ممکن ہے گو کم ہوتے ہیں اور جو لوگ مناظرہ میں مشغول رہتے ہیں وہ ایسی باتوں کو چھوڑے ہوئے ہیں جو باتفاق فرض عین ہیں اگر کوئی اہمیت فوراً ادا کرنا چاہے اور کھڑا ہو کر نماز کی نیت باندھ لے جو تمام ثوابوں سے عمدہ ہے اور کسی شرط وغیرہ کا لحاظ نہ کرے تو ظاہر ہے کہ اس نماز سے وہ اللہ تعالیٰ کا بے فرمان ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مطیع ہونے میں بھی امر کانی نہیں کہ وہ کوئی فعل طاعت کی جنس کا کرتا ہو جب تک کہ اس میں وقت اور ترتیب کا لحاظ نہ کرے دوسرا یہ کہ مناظرہ کی یہ نسبت اگر کوئی دوسرا فرض کفایہ بہم نہ دیکھے اگر اس کی نسبت اور فرض کفایہ اہم اس کو معلوم ہو اور پھر مناظرہ میں مشغول ہو گا اس کی مثل ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک جماعت کو دیکھے کہ پیاس کے مارے مارے جلتے ہیں اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے خبر گیری نہیں کرتے اور اس کو ان کے خلاف جلانے کی یعنی پانی پلانے کی قدرت ہے تو یہ پانی نہ پلائے بلکہ بچنے لگانے سیکھے اور کہے کہ اس لئے سیکھتا ہوں کہ کفایہ ہے اگر شر میں اس کے جانے والا نہ رہے گا تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے کوئی اس سے کہے کہ شہر میں تو سیلنگی لگانے والے بہت ہیں اسی قدر کافی ہیں تو جواب دیتا ہے کہ اس سے اس فعل کا فرض کفایہ ہونا تو نہیں گیا خلاصہ یہ کہ جو شخص جو کام کہ نہایت ضروری ہے اسے نہ کرے مثلاً پیاس سے مسلمانوں کی خبر نہ لے اس کا مل اس شخص جیسا ہے کہ مناظرہ میں فرض کفایہ جان کر مصروف رہے اور شہر میں جن فردض کفایہ کو کوئی نہیں کرتا ان میں کوشش نہ کرے مثلاً علم طب کہ اکثر شہروں میں مسلمان طبیب نہیں جس کی گواہی شرعاً امور میں درست ہو لیکن فقہاء کو طب کی رغبت نہیں اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اگر مناظرہ کرنے والا مجلس مناظرہ میں دیکھتا ہے ریشمی لباس ہے یا فرش بچھا ہے اسے دیکھ کر چپ رہتا ہے اور ایسے مسائل میں مناظرہ کرتا ہے کہ کبھی غلطی واقع نہ ہو اگر ہو بھی تو اس کے بتانے والے ہوں پھر یہ کہتا ہے کہ میں فرض کفایہ میں مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہوں۔

حدیث شریف - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سے پوچھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ جب تم سے بہتر لوگوں میں مداخلت پیدا ہوگی اور بیوں میں بے حیائی اور چھوٹوں میں سلطنت چلی آئے گی اور رذیلوں میں فقہ

فائدہ - مناظرہ کرنے والا مجتہد ہو کہ اپنی رائے سے فتویٰ دے سکے مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ پر مقید ہو کر فتویٰ نہ دے یہاں تک کہ اگر اس کو حق امام ابو حنیفہ کے مذہب سے معلوم ہوا تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ترک کر کے جو کچھ امر حق معلوم ہوا ہے اسی کے مطابق فتویٰ دے جس طرح کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے تھے اور جس شخص کو اجتہاد کا رتبہ حاصل نہیں جیسا کہ دورہ حاضرہ میں ہے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو اپنے امام کا قول نقل کر کے فتویٰ دیتے ہیں اگر امام کے مذہب میں کچھ ضعف معلوم ہوتا ہے تو اس مذہب کا چھوڑنا اس کو جائز نہیں۔ تو ایسے شخص کو مناظرہ سے کیا فائدہ مذہب تو اس کو معلوم ہی ہے کہ اس کے سوا اور مذہب پر فتویٰ دینے کا اس کو اختیار نہیں اور جو مسئلہ اسے مشکل پڑے تو اس کے جواب میں یہ کہنا لازم ہے کہ شاید ہمارے امام کے یہاں اس کا کچھ جواب ہو گا ہمیں اجتہاد میں اتنا ادراک نہیں کہ اصل شرع سے مسئلہ کا استنباط کر سکیں اگر یہ ایسے مسائل میں بحث کرنا کہ جن میں اس کے امام سے دو صورتیں یا دو قول ہیں تو مناسب تھا کیونکہ وہ مثلاً اکثر ایک روایت کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو بحث سے یہ فائدہ ہو گا کہ جو کسی روایت قوی ہوگی وہ معلوم ہو جائے گی حالانکہ ایسے مسائل میں کبھی مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ جس مسئلہ میں امام سے دو وجہیں یا دو قول مروی ہوں اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایسا مسئلہ تلاش کیا جاتا ہے جس میں قطعاً دوسرے امام کا خلاف ہو۔

4 - ایسی صورتوں میں مناظرہ کرے جو ہو چکی ہوں یا عنقریب ہونے والی ہوں اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہی واقعات میں مشورہ فرمایا ہے جو نئے ہوئے ہیں یا جو اکثر ہوا کرتے ہیں جیسے فرائض میراث کے مسائل مگر مناظرہ کرنے والوں کو کبھی نہ دیکھو گے کہ جن مسائل میں لوگ اکثر جھٹلا ہوئے ہیں اور فتویٰ کی حاجت ہے ان کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہوں بلکہ ایسے مسائل ڈھونڈتے ہیں جن میں کسی صورت سے جھگڑے کی گنجائش نکل آئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بات واقع ہوتی ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ حدیث کے متعلق ہے یا معمولی ہے کوئی اتنا لمبا چوڑا نہیں کہ جس پر بحث یا مناظرہ کیا جائے۔

ان پر تعجب ہے کہ اسے چھوڑ دیتے ہیں یا اس کی طرف توجہ نہیں دیتے حالانکہ مقصود تو امر حق کا معلوم کرنا ہے لیکن مسئلہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دینا کہ یہ حدیث کے متعلق ہے حالانکہ امر حق احادیث ثابت ہوتا ہے یا اس وجہ سے ترک کر دینا کہ یہ مسئلہ کوئی اتنا لمبا چوڑا نہیں کہ اسے طول دیا جائے حالانکہ امر حق میں مقصود یہی ہوتا ہے کہ کلام مختصر کر کے مطلوب تک جلد پہنچ جائے یہ نہیں کہ تقریر کر کے طول دیا جائے اس طرح کے نامعقول عذر ہیں

5 - خلوت اور تنہائی میں مناظرہ کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو یہ نسبت محفلوں اور امراء اور حکام کے سامنے کے اس لئے

کہ خلوت میں مجتمع اور ذہن اور فکر صاف رہتے ہیں اور حق کو جلد سمجھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے غور کے لوازم ابھرتے ہیں اور فریقین میں سے ہر ایک کو یہی حرص ہوتا ہے کہ میں ہی برتر رہوں اسے اس کی پرواہ نہیں کہ حق پر ہوں یا باطل پر معلوم ہوا کہ اب مناظرہ کرنے والے محفلوں اور محفلوں میں بحث کرنے کی زیادہ حریص ہیں مگر تمنائی میں کوئی تقریر نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی پوچھتا ہے تو جواب نہیں دیتا اور اگر وہاں کوئی سردار موجود ہو یا مجمع ہو تو پھر کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتا تاکہ کلام میں مقرر ثابت ہو۔

6۔ امر حق کی طلب میں ایسا حال ہو جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈ رہا ہے کہ اس کی تمیز نہ کرے کہ وہ میرے ہاتھوں سے یا دوسرے کے اور بحث کرنے میں بالمقابل کو اپنا مددگار جانے مقابل اور خصم نہ سمجھے اگر وہ اس کی غلطی پر آگاہ کر دے یا حق بات بتا دے تو اس کا شکر گزار اور ممنون ہو جس طرح کہ گم شدہ چیز کی تلاش میں اگر ایک راستہ چلتا ہو اور دوسرا اس کو وہ چیز دوسری سڑک پر بتا دے تو یہ شخص دوسرے کا ممنون ہوتا ہے اس کی برائی نہیں کرتا بلکہ اس سے خوش ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشوروں کا حل بھی ایسا تھا (حکایت) ایک عورت نے حضرت عمر کو عین خطبہ میں مجمع کے سامنے ٹوکا اور حق پر آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور عمر نے غلطی کی (حکایت) ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ پوچھا آپ نے جواب دیا اس نے کہا کہ یا امیر المومنین یہ مسئلہ اس طرح نہیں یوں ہے آپ نے فرمایا کہ تو درست کہتا ہے میں نے خطا کی اور فرمایا ایک علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہوتا ہے (حکایت) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ بات بتادی جو ان سے فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تم میں ہے تب تک مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو (حکایت) کسی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ایک شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور مارا گیا اس کا کیا حل ہے آپ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہے اس وقت آپ کوفہ کے حاکم تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سائل سے فرمایا کہ امیر سے دوبارہ پوچھو شاید وہ تمہارا سوال سمجھے نہیں اس نے دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے جہودی جواب دیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ مارا گیا اور حق کو پہنچا تب جنتی ہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حق یہی ہے جو آپ نے فرمایا فائدہ واقع میں جو طالب حق ہو تو اس کو یونہی انصاف کرنا چاہیے تھا۔

انتباہ۔ آج کل کسی ادنیٰ معمولی مولوی کے سامنے ایسا ذکر کرتا تو وہ نہ مانتا بلکہ کہتا ہے کہ مسئلہ مذکور میں حق تک پہنچنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تو ہر ایک کو معلوم ہے غرضیکہ اس زمانے کے مناظرین کو دیکھ کر اگر امر حق بالمقابل کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے تو اس کا چہرہ کیسا سیاہ پڑ جاتا ہے اور جہاں تک ان سے بنتا ہے اس سے انکار میں کوشش کرتے ہیں جو ان کو الزام دیتا ہے اس کی برائی عمر بھر کرتے اور پھر شرم نہیں کرتے مناظرے میں خود کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشابہ بناتے ہیں

7۔ مناظرہ کا بالمقابل اگر ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف آئے یا ایک اعتراض سے دوسرے اعتراض پر بدلنا

چاہے تو اسے نہیں روکنا چاہئے اس لئے کہ سلف کے مناظرے ایسے ہی ہوتے تھے ان کے کلام سے نئے حقائق ظاہر ہوتے مثلاً یوں کہنے کا کیا فائدہ کہ اس بات کا ذکر مجھ پر لازم نہیں کہ یہ امر تمہاری پہلی تقریر کے خلاف ہے اس لئے نہیں مانا جائے گا کیونکہ امر حق کی طرف رجوع کرنا تو ہمیشہ باطل کے خلاف ہوتا ہے مگر حق کا قبول کرنا واجب ہے آج کل مناظرہ کی مجلسوں کو ہم دیکھتے ہیں تمام ایک علت ٹھہرا کر استدلال کرتا ہے تو دوسرا اس سے کہتا ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اصل حکم اسی علت سے ہوا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگر تمہیں کوئی اور علت واضح تر معلوم ہوتی ہے تو اسے بیان کرو کہ میں بھی اس میں غور کروں تو معترض اصرار کرتا ہوا کہتا ہے کہ علت تم نے ذکر کی ہے اس کی ایک اور علت جانتا ہوں مگر بتاؤں گا نہیں اس لئے کہ مجھے اس کا کہنا ضروری نہیں اور استدلال کرنے والا کہہ جاتا ہے کہ جس امر کو تم علت بناتے ہو اس کو ظاہر کرو اور معترض یہی اصرار کرتا ہے کہ مجھ پر تو کہنا لازم نہیں اور اسی طرح کے سوالات غصہ منظرہ کی مجلس میں شور و غوغا رہتا ہے اور معترض بیچارے کو معلوم نہیں کہ اس کا یہ کہنا کہ میں جانتا ہوں لیکن علت حکم کو بیان نہیں کرتا اس لئے کہ میرے ذمہ بیان کرنا ضروری نہیں شریعت پر جھوٹ بولنا ہے اس لئے کہ اگر واقع میں حکم کی علت نہیں جانتا اور صرف اپنے بالمقابل کے عاجز کرنے کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے تب تو وہ فاسق اور جھوٹا اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور غضب خدا کا مستحق ہے کہ جو بات اسے نہیں آتی اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر اپنے دعویٰ میں سچا ہے تب بھی فاسق ہے اس لئے کہ جو امر شرعی اسے معلوم ہے اس کو چھپاتا ہے حالانکہ اس کا بالقتل اس سے پوچھ رہا ہے تاکہ اسے سمجھ کر غور و فکر کرے اگر وہ علت قوی ہو تو وہ اسے اختیار کرے اگر ضعیف ہو تو اس کا ضعف ثابت کر کے معترض کو جہل کی تاریکی سے علم کی روشنی میں پہنچا دے اور یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ انسان علوم دین میں سے جو کچھ جانتا ہو اگر کوئی اس سے پوچھے تو سوال کے بعد اس کو بتانا اور ظاہر کرنا واجب اور لازم ہوا کرتا ہے پھر معترض جو یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا بیان کرنا لازم نہیں اس سے یہ غرض ہے کہ اس طریق جدل میں جو ہم نے بموجب خواہش اور رغبت حیلہ جوئی اور تقریر لڑانے کی ایجاد کیا ہے اس شریعت میں لازم نہیں در نہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی پر بیان کرنا لازم ہے اس لئے کہ بیان نہ کرنے سے یا جھوٹا ٹھہرتا ہے یا فاسق۔ (فائدہ) صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے مشوروں اور علمائے سلف کی تقریروں کو دیکھ کر ان میں کہیں اس طرح سنا ہے اور کبھی ان میں سے کسی نے ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف جانے سے منع کیا ہے اور قیاس سے قول صحابی کی طرف اور حدیث سے آیت کی طرف میل کرنے سے روکا ہے بلکہ ان کے تو تمام مناظرے یوں ہوتے تھے کہ جو ان کے دل میں گزرا بیحد اس طرح ذکر کر دیا اور پھر اس میں سب نے غور کیا۔ 8۔ مناظرہ ایسے شخص سے کرے جس سے توقع فائدہ کی ہو اور جو علم میں مشغول ہو اب غالباً ہمارے دور میں یہ رواج ہے کہ مناظرہ کرنے والے بڑے بڑے علماء سے مناظرہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ امر حق ان کی زبان سے نہ نکل جائے پھر ہماری قلبی کھل جائے اور جو ان سے علم میں کم ہیں ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے راغب ہیں کہ ان کے سامنے باطل کو رواج دیں (فائدہ) یہ شرطیں ہیں۔ مناظرہ کی اور ان کے

سوا اور شرطیں بھی بہت ہیں مگر تمہیں ان آٹھ شرطوں میں سے مناظرہ کرنے والے کا حل معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مناظرہ کرتا ہے یا کسی اور سبب کے لئے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص شیطان سے تو مناظرہ نہ کرے کہ وہ اس کے دل پر حاوی اور سب سے بڑا دشمن اور ہمیشہ ہلاکت اور خواہاں ہے اور دوسرے شخص سے ان مسائل اختلافیہ میں مناظرہ کرے کہ اس میں اجتہاد کرنے والا یا مصیب ہے یا ثواب میں مصیب کا شریک ہے تو وہ شیطان کا کھلونا اور اخلاص والوں کے لئے عبرت ہے اور اس سے شیطان راضی ہو کر اس کو ان آفات کے گرداب میں غوطہ دے گا جن کی شمار اور تفصیل بعون اللہ ہم آگے لکھیں گے ان شاء اللہ

مناظرہ کے سبب سے پیدا ہونیوالی آفات اور حوادث مہلکہ - وہ مناظرہ جو اس غرض کے لئے ہو کہ اپنا غالب ہونا اور دوسرے کا سکت کرنا اور اپنے فضل اور شرف کا اظہار اور لوگوں میں اپنی فصاحت اور خوش تقریری اور فخر کو دکھانا اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا منظور ہو تو ایسا مناظرہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم اور اس کے دشمن یعنی شیطان کے نزدیک اچھا اور باطن کی برائیوں (کبر اور حسد اور عجب حرص اور تزکیہ نفس اور محبت جاہ وغیرہ کو) اس مناظرے سے وہ نسبت ہے جو ظاہر کو خرابیوں مثلاً زنا اور کھلی اور قتل اور چوری وغیرہ کو شراب پینے سے ہے اور جس طرح کہ کسی کو شراب پینے اور ان ساری خرابیوں کے ارتکاب میں اختیار دیا جائے تو وہ شراب پینے کو ادنیٰ جان کر جرات کر بیٹھے اور پھر نشے کی حالت میں اس سے باقی خرابیاں بھی سرزد ہوں اسی طرح جس کے دل میں محبت دوسرے کی ساقط کرنا اور اپنے غلبہ مناظرہ اور جاہ و خنجر کی طلب غالب ہوتی ہے۔ تو یہ باتیں اس امر کی مقتضی ہوتی ہیں کہ ہر طرح کی خباثتیں اس کے دل میں مخفی ہوں اور تمام بری عادات اس میں آئیں اور عادات بد کی مذمت احادیث اور آیات سے جلد ثالث میں آئیں گی (ان شاء اللہ) یہاں صرف ان عادات کو بیان کرتے ہیں جو مناظرے سے ابھرتی ہیں حسد - جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الحسد یا کل الحسنات کما تاكل النار الحطب ترجمہ: حسد نیکوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ اور مناظرہ والا حسد سے خلل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ کبھی غالب ہوتا ہے اور کبھی مغلوب اور بعض اوقات اس کے کلام کی تعریف ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے بالقتل کی جو اس سے بہتر اور قوی تر ہو تو لازماً اس سے حسد کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اس سے دور ہونا چاہے گا۔ اور یہ پسند کرے گا کہ لوگوں کے قلوب اس سے پھر کر میری طرف متوجہ ہو جائیں اور حسد ایک جلتی آگ ہے۔ جو اس میں جھلا ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں دردناک عذاب میں رہتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت تر ہے اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کو جہاں پاؤ حاصل کرو اور فقہاء کے اقوال جو ایک دوسرے پر بطور اعتراض ہوں انہیں مت مانو کہ وہ لوگ ریوڑوں کی طرح لڑتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگوں پر تکبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نیست کرتا ہے۔ اور جو شخص تواضع کرتا ہے اسے بلند کرتا ہے۔ (حدیث قدسی) میں ہے کہ العظمة ازاری والكبریا وانی فمن نازعنی واحداً فیہما فعمته ترجمہ عظمت میرا تہمند اور کبریا میری چادر ہے جو میری ان دونوں میں جھگڑے گا اسے توڑ دوں

گک مناظرہ کرنے والے اپنے ہمسروں پر تکبر کرنے اور بڑائی ڈھونڈنے اور اپنی لیاقت سے بڑھ کر جگہ پانے سے خلی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ جو مقام صدر کے مکان کے قریب یا دور ہوتا ہے۔ (بلندی یا پستی میں) اس کی اسے رغبت ہوتی ہے۔ اس میں بیٹھنے کے لئے لڑ مرتے ہیں اور راستے کی تنگی کی صورت میں پہلے جانے پر کشت و خون کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان میں سے جو عواقف اور مکافہ فریبی ہوتا ہے۔ وہ یہ بہانہ کرتا ہے۔ کہ ہمیں عزت علم کی حفاظت ضروری ہے۔ ایماندار کو اپنے نفس کو ذلیل بنانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔ اس بہانے سے تواضع کو (جس کی تعریف اللہ تعالیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام نے فرمائی) ذلت بتاتا ہے اور تکبر کو (جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے) دین کی عزت سے تعبیر کرتا ہے تاکہ الفاظ بدل کر خلق خدا کو گمراہ کرے جیسے علم و حکمت کے الفاظ کو بدل کر اور معنی بنا لئے گئے ہیں۔

2۔ کینہ۔ مناظرہ اس سے خلی نہیں ہوتا (حدیث) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایماندار کینہ ور نہیں ہوتا۔

فائدہ۔ کینہ کی مذمت میں بہت کچھ مروی ہے، مگر کسی مناظر کو ایسا نہ پاؤ گے کہ جب وہ کسی کو دیکھے کہ اس کے کلام میں توقف کرتا ہو وہ اسے اچھی طرح نہیں سنتا۔ اور بالقابل کے کلام پر سر ہلاتا ہے۔ تاکہ وہ نہ تو گھبرائے اور نہ اس سے دل میں کینہ رکھے۔ انتہائی طور ضبط اگر کرے گا تو دل میں نفاق ضرور رکھے گا مگر کبھی نہ کبھی ظاہر میں بھی غالباً اس کا اثر آ جائے گا۔ اور چونکہ تمام سامعین کا اتفاق ایک شخص کے کلام کی ترجیح دینے پر ممکن نہیں کہ تمام حالات میں اسی کے اعتراض و جواب کو اچھا جانیں اسلئے ضروری ہے مناظرہ کے کلام کو نہ ماننے والا بھی مجلس میں ضرور ہو۔ یہی وجہ اس کے نفاق و عداوت کی ہوتی ہے یعنی جہاں بالقابل کی طرف سے کوئی ادنیٰ سبب ہو جس سبب سے کسی نے مناظرہ کے کلام کی طرف کم توجہ کی تو اس کے دل میں اس کی طرف سے عمر بھر کینہ جم جاتا ہے۔

3۔ غیبت: جسے اللہ تعالیٰ نے مردار کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اور مناظر مردار کھانے کا علوی ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ اپنی طرف سے بالقابل کا کلام نقل کر کے اس کی برائی کرتا ہے۔

(علاج)۔ احتیاط اس میں یہ ہے کہ اس کی کوئی بات نقل کرے تو سچ بیان کر دے، جھوٹ نہ کہے۔

(مسئلہ)۔ بالقابل کو ایسی باتیں بیان کرے جس سے اس کی گفتگو میں قصور اور اس کا بار جانا اور اس کی فضیلت میں کمی کا پلایا جانا لازمی ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر داخل غیبت ہے۔

(مسئلہ)۔ اگر جھوٹ بولے گا تو بہتان اپنے ذمہ لگانے کا جو غیبت سے بھی زیادہ برا ہے۔ اس طرح مناظر سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو شخص اس کے کلام سے روگردانی کرے اور اس کے بالقابل کا کلام نے اور اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کی ہتک کے درپے نہ ہو اور اس کو جاہل اور احمق اور کم فہم نہ کہے۔

4- خود ستائی: جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تزکوا انفسکم ہوا علم بمن انقی ترجمہ:- تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بناؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔ (فائدہ) کسی دانشور سے سوال کیا گیا کہ براہ کون سا ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے نفس کی تعریف اور مناظرہ اپنے نفس کی تعریف قوت و غلبہ میں اور ہمسروں پر بزرگی و برتری سے مقدم ہونے میں کیا ہی خوب کرتا ہے بلکہ مناظرہ کے درمیان کہہ اٹھتا ہے کہ میں ایسا نہیں کہ اس جیسی باتیں مجھ پر مخفی ہوں اور یہ باتیں میرے ناخنوں میں ہیں۔ اصول اور احادیث میں یکتا ہوں اس طرح کی باتیں کبھی تو شیخی کے طور پر اور کبھی اپنے کلام کی ترویج کی ضرورت سے کہا کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیخی اور لطف و گزاف تجتس شرعاً و عقلاً ممنوع ہیں۔

5- عیب جوئی اور بھید کا تجتس: جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا نجسوا (بھید نہ ڈھونڈو) مناظر اپنے ہمسروں کی لعزشیں اور بالقتل کے عیب ڈھونڈتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کسی مناظر کی اپنے شر میں آمد سنتا ہے تو ایسے شخص تلاش کرتا ہے۔ جو اس کے اندرونی حالات بتائے اور اس کی تمام برائیاں پوچھ پوچھ کر یاد کرتا ہے تاکہ ان کو اپنے لئے ذخیرہ رکھے اور وقت ضرورت بالقتل کو شرمندہ کرے حتیٰ کہ اس کے لڑکپن کے حالات اور بدن کے عیب بھی دریافت کرتا ہے۔ شاید کوئی لغزش یا عیب (مثلاً عیب گنجاپن وغیرہ) کے معلومات ہو جائیں پھر مناظرہ کے وقت اگر اس کی طرف سے ذرا سا غلبہ بھی معلوم ہوتا ہے تو وہ اگر مہذب ہوتا ہے تو اس عیب کو کنایتہ کہتا ہے۔ اور ایسی باتوں کو لوگ پسند بھی کرتے ہیں۔ خود مناظر اس طریقہ کو ایک لطیف سبب جانتا ہے۔ اور اگر وہ منہ پھٹ ہو تو کھلم کھلا اور علانیہ اس کے عیب کے اظہار سے نہیں رکتا چنانچہ ایک قوم کا حل اسی طرح سنایا گیا ہے۔ جو بڑے معتبر مناظرہ کرنے والوں میں ہیں۔ لوگوں کی برائی سے خوش ہونا اور ان کی خوشی پر رنج نہ کرنا۔ جو شخص اپنے لئے فضیلت کے جتانے سے فخر کا طالب ہے لازماً اسے وہ بات اچھی معلوم ہوگی جو اس کے ہمسروں اور فضیلت کے شرکاء کو بری لگے اور ان میں عداوت ایسے ہی ہوگی جیسے سوتلوں میں ہوا کرتی ہے تو جس طرح دور سے دوسری کو دیکھ کر کانپ اٹھتی ہے اور زرد پڑ جاتی ہے اسی طرح ایک مناظر جب دوسرے بالقتل کو دیکھتا ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور فکر میں پریشانی آ جاتی ہے۔ گویا بھوت سامنے آ گیا یا کوئی ہلاک و درندہ مقلیل ہوا ان لوگوں میں وہ الفت و راحت کہل جو علمائے دین میں ملاقات کے وقت ہوا کرتی ہے اور اسی طرح کا بھائی چارہ اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد اور رنج و راحت میں شریک رہنا ان میں کہل حتیٰ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فضل و عقل والوں میں ایک قرابت قریبہ ہے نامعلوم جن لوگوں میں کہ ایک عداوت قطعی ہو گئی ہے وہ لوگ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کی اقتدا کا کیسے دعویٰ کرتے ہیں۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ باوجود مباحثات اور غلبہ کی طلب کے ان میں انس ثابت ہو؟ یہ ہرگز ہرگز نہ ہو گا ایسے مناظرے کی برائی اتنا ہی کافی ہے کہ مومنوں کی علوات چھوڑ کر منافقوں کی علوات اپنائی جائیں۔ (نفاق برائی کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں) مناظر کو نفاق بھی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً جب بالقتل یا اس کے دوستوں اور پیروں سے ملتا ہے تو طوعاً کرہاً زبان سے ان کی دوستی کا اظہار کرتا

ہے اور شوق جتنا اور ان کے مراتب کا قائل ہوتا ہے۔ حالانکہ مخاطب یا کوئی غیر اس کی باتیں سنتا ہے تو یقین کرتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور مکر اور نفاق ہے کہ ظاہر میں زبان سے تو دوست ہیں اور دل سے دشمن خدا ہے (ایسی علت بد سے پناہ دے)

حدیث - حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ علم پڑھیں اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں اور زبان سے دوست بنے رہیں اور دلوں میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں اور قرابتوں کو قطع کریں تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرتا ہے۔ انہیں بہرہ کر دیتا ہے اور ان کی بیٹائی کھودیتا ہے۔

فائدہ - تجربہ سے ثابت ہے ہوا کہ یہ مضمون درست ہے حق سے برائی کا تصور اور اس سے نفرت اور اس میں لڑائی کا حرص کرنا یہاں تک کہ مناظر کے نزدیک نسب سے بری بات یہ ہے کہ بالقتل کی زبان سے امر حق ظاہر ہو اور جب ایسا ہو تو اس کے افکار اور نہ ماننے کے لئے اپنی طاقت کے موافق مستعد ہوتا ہے اور جتنا اس سے ہو سکتا ہے اس کے لئے مکر و فریب اور حیلہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ امر حق میں جھگڑنا اس کی علت ہو جاتی ہے کہ کوئی گفتگو کان میں پڑی اسی وقت طبیعت میں اس پر اعتراض کرنے کی سوجھی ہوتے ہوتے یہ امر قرآن مجید کی دلائل میں اور شریعت کے الفاظ میں بھی اس کے دل پر غالب ہو جاتا ہے۔

9 - مقابلہ اور جھگڑا ایسا برا ہے کہ باطل کے مقابلے میں بھی اس کے متعلق نہی آئی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق سے باطل پر جھگڑانہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔

من ترک المراء وهو مبطل نبی اللہ له بینا فی الجنة ومن ترک المراء وهو معق نبی اللہ له بینا فی اعلی الجنة

ترجمہ - ”جو باطل پر ہونے کے بلوجود جھگڑا ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے ایک کنارے پر گھر بناتا ہے اور جو حق پر ہو کر جھگڑا ترک کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سب سے اونچا گھر بناتا ہے۔“ (ترمذی)

فائدہ - اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پر جھوٹا افتراء کرنے اور امر حق کے جھٹلانے کو برا فرمایا ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ

ترجمہ - اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو جھٹلائے جب اس کے پاس پہنچے اور فرمایا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ لَا (پ 24 الزمر 32) تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے (کذا الایمان)

10 - عوام و خواص کے قلوب اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا اور یہ مرض لاعلاج ہے۔ کبیرہ گناہ کی طرح علاج بھی نہ ہو سکے گا (اس کا بیان باب الریا میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

فائدہ - منافق کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا میں اس کا نام و صورت ہو
اس کی زبان بولتی ہے یہ تمام باطن کی برائیاں دس ہوئیں۔

غیر مہذب مناظرین کی ناشائستہ عادات

جو خرابیاں غیر مہذب مناظروں میں ہوتی ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ مثلاً اس طرح جھگڑنا کہ ہاتھ پائی اور مار دھاڑ اور لات گھونسنے اور کپڑے پھاڑنے اور واٹر می پکڑنے اور مل باپ اور اساتذہ کو برا کہنے اور صریح گلے تک نوبت پہنچے اس طرح کے لوگ زمرہ انسانیت سے خارج ہیں جو لوگ عاقل اور بزرگ ہیں ان میں بھی یہ دسوں خصلتیں ضرور ہوتی ہیں۔ ہاں بعض اوقات کوئی مناظران علوتوں میں سے بچ بھی جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا بالکل بظاہر اس سے کم رتبہ یا بڑھ کر ہو یا اس کے شر سے اور اسباب معیشت سے دور رہتا ہو اور جو مناظر ہمسر اور ایک دوسرے کے قریب رہنے والے اور مرتبہ میں مساوی ہوں وہ ان دسوں سے خالی نہیں ہوتے۔ پھر ان دس خصلتوں سے دس اور غلط حرکات متفرع ہوتی ہیں جن کی تفصیل طول سمجھ کر ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ مثلاً ناک چڑھانا، غصہ کرنا، دشمنی اور طمع اور حب جاہ اور مل کی طلب جو نفسانیت سے مغلوب اور فخر مزاجوں کو ہوتی ہے اور خوش ہونا اور اترانا اور دولت مندوں اور حکام کی تعظیم اور ان کے پاس آنا جانا اور ان کے مل حرام میں سے کچھ لینا اور گھوڑوں اور سواریوں اور ممنوع لباس سے زینت کرنا اور فخر و تکبر سے لوگوں کو حقیر جانا اور دوسروں کو بے فائدہ امور میں خوش کرنا اور گفتگو کرنا اور دل میں سے خوف و رجا کا جانا رہنا اور اس پر غفلت کا چھا جانا یہاں تک کہ نماز پڑھنے کے بعد یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی پڑھی اور کیا پڑھا اور کس سے مناجات کرتا ہے اور اپنے دل سے خشوع کی خبر تک نہ ہو عمر بھر ان علوم میں ڈوبا رہے جو مناظروں پر مشتمل ہوں یہاں تک کہ عبارت کا اچھا بولنا اور لفظ متغنی کہنا اور بطور باتوں کا یاد کرنا و دیگر امور بے کار میں مصروف رہنا حالانکہ آخرت میں یہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

فائدہ - مناظرین مناظرہ کے درجات میں مختلف ہوتے ہیں اور ان کے درجات بہت ہیں۔

فائدہ - جو بڑا دیندار اور زیادہ عاقل ہوتا ہے اس میں بھی ان اخلاق کے مواد مجتمع رہتے ہیں کہ نفس پر مجاہدہ کر کے اس کو پوشیدہ رکھتا ہے اور یہ رذیل علوتیں اس میں بھی ہوتی ہیں جو وعظ و نصیحت میں مشغول رہتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا ارادہ وعظ سے لوگوں میں مقبول ہونا اور جاہ و ثروت و عزت کا حاصل کرنا ہو (جیسا کہ دور حاضرہ میں اکثر واعظین مقررین، مبلغین، خطباء کی حالت زار ہے) ایسی غفلت۔

فائدہ - اگر کوئی علم مذہب اور فتویٰ میں لگا رہے اور اس کی غرض یہ ہو کہ عمدہ قضا اور اوقاف کی تولیت ملے گی اور ہمسروں پر فوقیت حاصل ہوگی تو اسے بھی یہ علوات لازم ہوں گی۔ خلاصہ یہ کہ یہ علوات ایسے شخص کو ہوں گی جو

علم سے سوائے آخرت اور ثواب الہی کے دنیا کا طالب ہو۔ اور ایسے علم کے ساتھ بھی ہوں گے جو عالم کو ہمیشہ کے لئے ہلاک اور تباہ و برباد کر دے۔ (العیاذ باللہ)

علماء بے عمل کی سزا۔ امور مذکورہ بالا جس عالم میں ہوں وہ عالم بے عمل ہے اور یہ امور عالم بے عمل کے لئے ہلاکت اور تباہی کا موجب ہیں۔

حدیث شریف۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سخت تر عذاب اس عالم کو ہوگا جسے علم نفع نہ دے۔ بے عملی سے علم نے نفع نہ دیا بلکہ نقصان کیا۔ کاش اس عالم کو عذاب سے نجات نصیب ہو۔ لیکن مشکل ہے اس لئے کہ علم بے عمل خطرناک امر ہے کیونکہ اس کا طالب ملک دائم دولت قدیم کا طالب ہے تو ضروری ہے کہ سلطنت ملے یا ہلاکت۔

فائدہ۔ ایسے طالب علم کا حال اس شخص جیسا ہے جو دنیا میں سلطنت کا خواہاں ہو کہ اگر اتفاق سے سلطنت نہ ملے تو یہ توقع نہیں کہ کینے لوگوں کی طرح بچا رہے بلکہ اسے بڑی بڑی رسوائیاں ضرور ہوں گی۔ (فائدہ) مناظرہ کی اجازت میں یہ قاعدہ ہے کہ لوگوں کو طلب علم کی رغبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر ملازمت کی محبت نہ ہو تو علم ہی مٹ جائے۔ اس شوق میں پڑھتے تو ہیں (فائدہ) یہ تمہارا کتنا ایک طرح سے درست ہے مگر مفید نہیں۔ اس کی مثل یونہی ہے کہ اگر لڑکوں کو گیند نہ ملے اور ان سے کھیل کا وعدہ نہ کیا جائے تو انہیں کتب کی رغبت نہیں ہوتی۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ رغبت اچھی ہے۔ اس طرح اگر ملازمت کی لالچ نہ ہو تو علم مٹ جائے۔ یہ حیلہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ جو شخص ملازمت کا طالب ہو وہ نجات پانے والا ہے بلکہ وہ تو ان لوگوں سے ہے جن کی شان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ لیؤید هذا الدین باقوام لا خلاق لهم۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس دین کی ایسے لوگوں سے تائید کرتا ہے جن کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ ان اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر (فائدہ) اس سے معلوم ہوا کہ طالب ملازمت خود تو ہلاک ہونے والوں میں سے ہے مگر کبھی اس کی وجہ سے دوسروں کی بہتری ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں کہ وہ دوسروں کو ترک دنیا کی طرف بلاتا ہو وہ ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جس کا ظاہر حال بظاہر مثل علمائے حق کے مطابق ہوتا ہے۔ مگر باطن میں جاہ کا قصد پوشیدہ رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کی مثل شمع جیسی ہے کہ خود جلتی ہے لیکن دوسرے اس سے روشنی پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آتش سوزاں سمجھ کر وہ خود بھی جلتی ہے اور دوسروں کو بھی جلا دیتی ہے۔ (فائدہ) علماء تین طرح کے ہیں۔ خود بھی ہلاک دوسروں کو بھی ہلاک کریں یہ وہ ہیں جو طلب دنیا کا کھلم کھلا بازار گرم رکھتے ہیں۔ (2) خود بھی سعید ہیں اور دوسروں کو بھی سعید بناتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ظاہر و باطن میں ہر طرح عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ (3) خود کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں لیکن دوسروں کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر میں دنیا کے تارک ہیں۔ مگر دل میں یہی مقصود ہے کہ لوگوں میں مقبول ہو اور جاہ و مرتبہ قائم رہے۔

درس عبرت - اب تم اپنے حل پر غور کرلو کہ تم کون سی قسم میں ہو اور سوچو کہ یوم آخرت کی تیاری میں یا دنیا میں کون سا شخص ہے جس کے لئے تم تیاری میں لگے ہو یہ ہرگز مت گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ علم و عمل میں سے اسے قبول کرے گا جو اس کی ذات پاک کے لئے خاص نہ ہو۔ (ہن شاء اللہ ہم باب الریا بلکہ تمام جلد ثالث میں وہ بیان کریں گے۔ جس سے تمہیں بالکل شک نہ رہے گا)

متعلم (شاگرد) کے آداب

طالب علم کے آداب بہت ہیں مگر وہ سب دس آداب پر مشتمل ہیں۔ (لوب نمبر ۱) اپنے نفس کو ذلیل علوات اور بری صفات سے پاک کرے۔ اس لئے کہ علم دل کی عبودت اور باطن کی درستی اور اس کا (نزدیک ہونا) اللہ تعالیٰ سے قرب ہے۔ جس طرح نماز اعضائے ظاہری کا وظیفہ ہے۔ بغیر طہارت ظاہر حدث اور نجاست دور نہیں ہوتی اسی طرح عبودت باطن یعنی علم کی وجہ سے دل کی عبودت بھی برے اخلاق اور مذموم صفات سے پاک ہونے کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** (مشرک بظاہر پاک ہیں) اس میں محمول کو اس سے آگاہ کیا گیا ہے کہ طہارت اور نجاست ظاہر پر موقوف نہیں جو آنکھ سے محسوس ہو بلکہ مشرک بعض اوقات کپڑے بھی صاف پہنے ہوتا ہے اور غسل بھی کیا ہوتا ہے، مگر باطن اس کا پلیدیوں میں آلودہ رہتا ہے۔ نجاست اسی کو کہتے ہیں کہ جس سے احتراز کیا جائے اور اس سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ اس معنی پر صفات باطن کی نجاست سے احتراز کرنا زیادہ اہم ہے۔ اس لئے کہ وہ پلید تو ہے لیکن انجام کے اعتبار سے مملک ہے۔ اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ** (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا ہو) انسان کا دل وہ گھر ہے جس میں ملا کہ کا گزر اور اثر اور قیام ہوتا ہے اور بری صفات جیسے غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب وغیرہ۔ جیسے کتے جس دل میں بھونکتے ہوں وہاں فرشتوں کا گزر کہاں ہوگا اور نور علم جو اللہ تعالیٰ دل میں پہنچاتا ہے وہ صرف فرشتوں کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ **وَمَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِي بِلَاذِنِهِ مَا يَشَاءُ** (پ 25 الشوریٰ 51) (ترجمہ) اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پر وہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو چاہے ^(تقریباً) اسی طرح علوم کی رحمت جو دلوں پر بھیجتا ہے اس کے کفیل بھی وہ فرشتے ہوتے ہیں جو ان علوم پر مقرر ہیں اور فرشتے پاک صاف اور صفات ذمہ سے مبرا ہیں تو وہ وہی جگہ دیکھتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں اسی لئے وہ پاک جگہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں انہی قلوب میں پر کرتے ہیں۔ جو پاک اور صفات ذمہ سے صاف ستھری ہیں اور یہ ہم نہیں کہتے کہ حدیث مذکورہ بالا میں بیت سے مراد دل ہے اور کلب (کتا) غضب اور صفات مذمومہ ہیں

تاکہ فرق باطنیہ اعتراض نہ کرے کہ جس کام سے ہمیں روکتے ہو وہی خود کرتے ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں اور ظاہر لفظوں کو بدل کر باطن کا معنی لینا اور بات ہے اور ظاہری معنی قائم رکھ کر باطنی معنی کی طرف متنبہ کرنا اور بات ہے یہ دوسری شق عبرت حاصل کرنے کے لئے ہے اور علماء اور صالحین کا طریقہ یہی ہے اس لئے کہ عبرت اس کو کہتے ہیں کہ جو نصیحت دوسرے کو کی جائے اس سے اسی پر کفایت نہ کرو بلکہ خود بھی نصیحت حاصل کرو۔ مثلاً اگر کوئی عاقل غیر پر مصیبت دیکھے تو وہ اپنے لئے اس کو عبرت بنائے کہ ہم بھی مصیبت کا نشانہ ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں انقلاب ہوتا رہتا ہے دوسرے کا مل دیکھ کر اپنے نفس کی طرف خیال کرنا اور نفس سے اصل دنیا کو سوچنا ایک عمدہ عبرت ہے اسی طرح اس گھر سے جو خلق خدا کا بنایا ہوتا ہے تم بھی دل کی طرف خیال کرو (جو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے ایک مکان ہے) اور کتے سے جس کی مذمت صفت و زندگی اور نجاست کی وجہ سے ہوئی ہے۔ نہ کہ ظاہری صورت کی وجہ سے۔ اپنی روح میں کتے کی صفت کا تصور کرو (جو زندگی ہے) اور جان لو کہ جس دل میں غضب اور دنیا کی حرص اور اس پر لڑنا جھگڑنا اور مل کا حرص اور لوگوں کی ہنگ کرنا ہے وہ دل باطن میں کتا ہے۔

فائدہ۔ نور عقل باطل کو دیکھا کرتا ہے ظاہر کا لحاظ نہیں کرتا اور اس جہان دنیا میں معلیٰ پر صورتیں غالب ہیں اور معلیٰ ان کے اندر ہیں اور آخرت میں سورتوں کے معلیٰ کار آمد ہوں گے۔ اور معلیٰ غالب رہیں گے۔ اسی لئے ہر شخص کا حشر اس کی معنوی پر ہو گا۔ مثلاً جو شخص لوگوں کی ہنگ کرتا ہو گا وہیں کتے کی شکل میں اٹھے گا۔ جو شکار پر چھوڑا جاتا ہے اور جو شخص لوگوں کے مل کا حرص ہو گا وہ ظالم بھیڑیے کی صورت پر اور تکبر کرنے والا چیتے کی صورت پر اور حکومت کا طالب شیر کی صورت پر اٹھے گا اس پر احلیث وارد ہیں اور صاحبان بصیرت و بصارت کے نزدیک عبرت اس پر شاہد ہے۔ سوال بہت سے طالب علم اخلاق بد رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے علوم حاصل کئے ہیں؟ جواب یہ کبھی نہیں ہو سکتا جو شخص اخلاق بد رکھتا ہو۔ علم حقیقی (جو آخرت میں کار آمد اور موجب سعادت ابدی ہے) حاصل ہو گا وہ اس سے کوسوں دور ہے۔ اس لئے کہ اس علم کا آغاز بھی یہ ہے کہ طالب علم کو معلوم ہو جائے کہ گناہ زہر قاتل اور تباہ کرنے والا ہے۔ کیا تم نے کبھی کسی کو دیکھا ہے کہ زہر کھالے باوجود دیکھ جانتا ہو کہ یہ زہر قاتل ہے ہاں جس علم کو تم نے سنا ہے وہ رسمی لوگوں کی بات ہے کہ کبھی اپنی زبان پر اس کو چپکا دیتے ہیں اور کبھی اپنے دلوں میں اس کو بار بار کہتے ہیں اسے علم میں کچھ دخل نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کثرت روایت سے نہیں بلکہ وہ ایک نور ہے کہ دل میں ڈالا جاتا ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم صرف خوف الہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (ترجمہ) بے شک اللہ سے اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے علم کے ثمرات میں اخص تھا اس کی طرف اشارہ کر دیا اس لئے بعض محققین نے **نَعْلَمُنَا الْعِلْمَ لِغَيْرِ اللَّهِ فَاَبَى الْعِلْمُ أَنْ يَكُونَ إِلَّا لِلَّهِ**۔ ہم نے غیر اللہ کے لئے علم سیکھا مگر علم نے انکار کیا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس کے متعلق فرمایا کہ ہم پر علم کی حقیقت نہ کھلی صرف ظاہری الفاظ و عبارت حاصل ہوئی سوال ہم بہت سے علمائے محققین اور فقہاء کو دیکھتے ہیں کہ فروغ و اصول میں

فائق اور بڑے ماہروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کے اخلاق برے ہوتے ہیں ان سے پاک و صاف نہیں ہوتے؟ جواب جب تم علوم کے مراتب اور علم آخرت کو جان لو گے تو تم کو ظاہر ہو گا کہ جس علم میں یہ علماء مشغول ہیں وہ علم مفید نہیں۔ اس کا فائدہ صرف اسوجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی طلب اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب ہو چنانچہ اسباب کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ عزوجل عنقریب اس بارے میں توضیح کی جائے گی۔ اوب (2) طالب علم مشغل دنیا کے تعلقات کم کر دے اور اپنے اقارب اور وطن سے دوری اختیار کرے اس لئے کہ تعلقات خارج اور مانع ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے اندر دو دل نہیں بنائے تو جب فکر بٹا رہے گا۔ حقائق معلوم کرنے سے قصور رہے گا اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ علم تجھے اپنا تھوڑا سا حصہ نہ دے گا جب تک تو اپنا تمام دل و جان اس کے حوالہ نہ کرے۔ جب تو ایسا کرے گا تو تھوڑا سا حصہ جو تجھے علم دے گا اس سے تجھے خطرہ ہے نامعلوم نفع ہو یا نہ اور جو فکر کہ بہت امور میں بٹا رہتا ہے اس کا حل نالے جیسا ہے جس کا پانی پھیلے تو کچھ زمین پی جاتی ہے اور کچھ ہوا سکھا دیتی ہے۔ تو اس میں اتنا نہیں رہتا کہ اکٹھا ہو کر کھیتی میں پہنچے اوب (3) علم پر تکبر نہ کرے اور نہ استلو پر حکومت ظاہر کرے بلکہ اپنے معاملات ہر حل میں بالکل استلو کے اختیار پر چھوڑ دے اور اس کی نصیحت کو ایسا مانے جیسا جاہل بیمار طبیب مشفق و حلق کی مانتا ہے اور چاہئے کہ استلو سے مجزو انکسار سے پیش آئے اور اس کی خدمت سے ثواب و شرف کا طالب ہو۔ حکایت - حضرت شعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک نمازہ جنازہ پڑھی بعد فراغت آپ کا فخر قریب کر دیا گیا کہ اس پر سوار ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تشریف لا کر رکاب تمام لی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ وآلہ واصحابہ وسلم کے چچا زلو آپ رکاب چھوڑ دیں آپ نے فرمایا کہ ہمیں یونہی حکم ہے کہ علماء اور بزرگوں سے اسی طرح پیش آئیں انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ ہمیں بھی یہی حکم ہے کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کریں۔ حدیث - حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایماندار کی عداوت میں نہیں کہ خوشامد کرے مگر علم کی طلب میں فائدہ - طالب علم کو چاہئے کہ علم پر تکبر نہ کرے۔ مثلاً علم پر تکبر اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اس عالم سے پڑھیں گے جو معروف و مشہور ہو دوسروں سے علم پڑھنے میں کترائے یہ عین حماقت ہے۔ اس لئے کہ علم نجات اور سعادت کا سبب ہے تو جو شخص کسی موذی درندہ یا جانور سے خوفزدہ ہو وہ اس بات میں فرق نہیں کرے گا کہ اس سے بھاگنے کی تدبیر کوئی مشہور آدمی بتائے یا گمنام انسان ظاہر ہے کہ آخرت میں غضب خداوندی کا ضرر بہ نسبت درندہ کے ضرر کے سخت ہو گا اور حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں مل جائے اسے غنیمت جانے اور جو کوئی وہاں تک پہنچائے تو وہ اس کا احسان مند ہو گا۔ خواہ کوئی ہو اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے {

علم الحرب للفقی النعالی ۱۱؎ کالسبل حرب للمکان العالی

ترجمہ - علم کو متکبر سے ہمیشہ ایسی نفرت ہے جیسے سیلاب کو مکانات سے عداوت۔

خلاصہ یہ کہ علم عجز اور خصوصی لگاؤ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (پ 26 ق 37) ترجمہ: بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہے یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔ (کنز الایمان)

اور اہل دل سے یہ مراد ہے کہ علم کی قابلیت اور سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو پھر سمجھنے پر قادر ہونا ہی کافی نہیں جب تک کہ حضور قلب سے متوجہ نہ ہو تاکہ جو کچھ کلن میں ڈالا جائے اسے اچھی طرح سن کر انکسار اور شکر اور خوشی اور منت کے ساتھ قبول کرے استلو کے سامنے شاگرد کو ایسا رہنا چاہئے جیسے نرم زمین کہ جس پر بہت بارش برے اور وہ سب پی جائے کہ جب استلو کوئی سا طریقہ تعلیم بتائے اس کی پیروی کرے اپنی رائے کو دخل نہ دے اس لئے کہ مُرشد اگر خطا پر بھی ہوگا تو وہ خطا خود شاگرد کے حق میں اس کے ثواب سے زیادہ مفید ہے کیونکہ تجربہ سے ایسی باتیں دقیق معلوم ہوتی ہیں جن کے سننے سے تعجب ہوتا ہے مگر ان کا فائدہ بہت ہوتا ہے۔ مثلاً بہت سے بیمار گرم مزاج ہوتے ہیں کہ طبیب ان کا علاج بعض اوقات گرم دواؤں سے کرتا ہے تاکہ حرارت اتنی قوی ہو جائے کہ علاج کا صدمہ اٹھا سکے تو جس شخص کو فن علاج میں واقفیت حاصل نہیں اسے اس علاج سے تعجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے تنبیہ فرمادی کہ حضرت خضر نے فرمایا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ (الکہف 67 ص 68) ترجمہ کنز الایمان: کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ پھر شرط کر لی کہ چپ رہنا اور جب تک میں نہ کہوں مت پوچھنا چنانچہ فرمایا فَاِنْ اَتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْأَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔ (الکہف 69) ترجمہ کنز الایمان: تو آپ اگر میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر نہ کیا اور بار بار خضر علیہ السلام کو ٹوکتے رہے یہاں تک کہ یہی امر دونوں میں جدائی کا باعث ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جو شاگرد اپنے استلو کی رائے کے سامنے اپنی رائے اور اختیار باقی رکھے گا وہ اپنے مقصد سے محروم رہے گا۔ سوال اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلَسُّلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النحل 43) ترجمہ کنز الایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ اس سے سوال کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؟ جواب واقع میں پوچھنا درست ہے لیکن جن چیزوں کے پوچھنے کی اجازت استلو دے وہی پوچھے۔ اس لئے کہ ایسی بات پوچھنا جس کی تمہیں سمجھ نہیں بری بات ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوچھنے سے منع فرمایا تھا غرضیکہ وقت سے پہلے سوال نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ استلو کو معلوم ہے کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے اور وہ کس وقت بتانی چاہئے اور ہر مقام میں مراتب درجات کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت سے پہلے اس کا جانتا ناموزوں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے سوال نہ کرو اور جواب میں اس کو طعنہ مت دو اور جب وہ تھک جائے تو اصرار نہ کرو اور جب اٹھے تو اس کا کپڑا مت پکڑو اور اس کا بھید ظاہر نہ کرو اور نہ اس کے پاس کسی کی غیبت کرو اور نہ اس کی لغزش پکڑو اور لغزش کرے تو اس کا عذر قبول کرو اور اس کی عزت و توقیر کو اپنے اوپر لازم سمجھو جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی حفاظت کرے۔ اس کے آگے مت بیٹھو اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو تمام لوگوں سے پہلے اس کے لئے اٹھو۔

(ادب 4) یہ ہے طالب علم ابتدائے امر میں لوگوں کے اختلاف سننے سے احتراز کرے علم دنیا کا طالب ہو یا علم آخرت کا اس لئے کہ اختلافات سننے سے مبتدی کی عقل متحیر اور ذہن پریشان اور رائے ست ہو جاتی ہے اور اوراک اور اطلاع سے ناقد ہو جاتا ہے بلکہ یوں چاہئے کہ اول ایک عمدہ طریقہ جو استاد کے نزدیک پسندیدہ ہو اس کا تو یقین کرے پھر اس کے بعد مذاہب اور ان کے شبہات سنے اور اگر اس کا استاد ایک رائے کے اختیار کرنے میں پختہ نہ ہو اور اس کی علوت یہی ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے میں بدلتا رہتا ہو اور ان کے اقوال کو نقل کرتا ہو تو ایسے استاد سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا شخص ہدایت کم کرتا ہے اور گمراہ زیادہ بھلا اندھوں کو اندھا راہ بتانے کے لائق کب ہے اور اس طرح کا انسان ابھی وادی حیرت اور صحرائے بلینائی میں ہے۔ لو خوشن گم است کرا رہبری کند (جو خود گم ہے دوسرے کی کیا رہبری کرے گا) مبتدی کو شبہات سے منع کرنا ایسے ہے جیسے نو مسلم کو کفار سے ملنے سے اور منتہی کو اختلافات میں نظر کرنے کی ترغیب ایسے ہے جیسے قوی اللہمان کو کفار کے ملنے کی ترغیب دی جائے۔ اس لئے کہ ہر کارے را مردے باید (ہر کلام کے لئے مرد چاہئے) یہی وجہ ہے کہ وہ بزدل کو کفار پر حملہ کے لئے نہیں بلکہ ہمدرد آدمی کو اس کے لئے بلایا جائے گا اور بعض ضعیفوں نے اس دقیقہ سے غافل ہو کر یہ گمان کر لیا کہ جو مسلمات قوی لوگوں سے منقول ہیں ان میں اقتداء کرنا درست ہے۔ یہ نہ جانتا کہ زہدستوں کے معاملات کمزوروں کے معاملات سے جدا ہیں۔ فائدہ۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے ابتداء میں دیکھا وہ تو صدیق ہو گیا اور جس نے انتہا میں دیکھا وہ زندیق (کافر) ہوا اس لئے کہ انتہا میں اعمال باطن پر ٹھہر جاتے ہیں اور ظاہر کے اعضاء صرف فرائض اور حرکات سے ساکن ہو جاتے ہیں تو دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ سستی اور کاللی سے بیکار رہتا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ تو دل کی نگرانی عین حضوری کے اندر اور دائمی ذکر کا روم ہے جو تمام اعمال سے بہتر ہے اور ضعیف آدمی قوی کے ظاہر حل کو دیکھ کر جانتا ہے کہ یہ لغزش ہے اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی پانی کے لوٹے میں تھوڑی سی نجاست ڈال دے اور اس کا عذر یہ کرے کہ سمندر میں تو اس کی ہزار گنا نجاست ڈال دیتے ہیں اور وہ کوزہ سے کہیں بڑا ہے تو جو بات سمندر کے لئے درست ہے وہ لوٹے کے لئے بطریق اولیٰ درست ہونی چاہئے۔ اس بیچارے کو یہ معلوم نہیں کہ سمندر اپنی قوت کی وجہ سے نجاست کو پانی بنا لیتا ہے اور سمندر کے غلبہ سے نجاست بھی پانی ہو جاتی ہے لیکن تھوڑی نجاست لوٹے پر غالب ہے وہ لوٹے کو اپنی طرح پلید کر دیتی ہے اسی لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وہ امر جائز ہے جو غیروں کے لئے جائز نہیں۔ مثلاً آپ کے لئے نو بیسیاں

مباح ہوئیں اس لئے کہ آپ میں بڑی قوت تھی جس کی وجہ سے عورتوں میں عدل فرماتے تھے لیکن دوسرا شخص وہ پر بھی عدل نہیں کر سکتا بلکہ ان کے درمیان کا نقصان خود اس حد تک بڑھ جائے گا کہ ان کی رضامندی کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تک نوبت پہنچے گی بھلا جو شخص فرشتوں کو لوہاروں پر قیاس کرے اسے کب فلاح نصیب ہوگی۔

(اوب 5) طالب علم عمدہ علوم میں سے کوئی فن اور کوئی قسم بدون دیکھے اس کے مقصود اور علت نمائی سے مطلع ہو جائے پھر اگر زندگی وفا کرے تو اس میں کمال پیدا کرنے کا طالب ہو ورنہ جو اہم ہو اس میں مشغول ہو کر اس کو تو کمال کر لے اور باقی علوم میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل کر لے کیونکہ علوم ایک دوسرے کے مددگار اور آپس میں وابستہ ہیں وہ لوگ جو علم نہیں سیکھتے تو وہ عداوت کی وجہ سے ہے کہ جو چیز کسی کو معلوم نہیں ہوتی اس کا دشمن ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَمَنْبُحُوا لَوْ هَذَا إِنْكَافِدِيمٌ** (ترجمہ) اور جب وہ راہ نہیں پاتے تو کہیں گے کہ قدیم کا جھوٹ ہے۔ کسی شاعر نے کہا۔

سَعَى وَمَنْ يَكْ ذَا فَمَر مَرِيضٌ يَجِدُ مَرَابَهَ الْمَاءِ الزَّلَالَا
جس کے منہ کا اپنا مزہ کڑوا ہو وہ شیریں پانی کو کڑوا محسوس کرے گا۔

غرضیکہ عمدہ علوم اپنے مدارج کے موافق یا تو بندے کو اللہ تعالیٰ کی راہ کا سالک بنا دیتے ہیں یا سلوک میں کسی قسم کی اعانت کرتے ہیں مقصود سے دوری اور نزدیکی میں ہر ایک علم کا ایک مقام خاص ہے جو لوگ ان علوم سے آگاہ ہیں وہ ایسے ہیں جیسے جہاد میں گھائیوں اور گھاتوں کے محافظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے ان میں سے ایک مرتبہ ہے اور اپنے درجے کے موافق آخرت میں ہر ایک کے لئے ثواب ہے۔ بشرطیکہ اس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا و نظر ہو۔

(اوب 6) علم کے فنون سے کسی فن کو یکبارگی اختیار نہ کرے بلکہ ترتیب کا لحاظ رکھے اور جو اہم ہوا سے شروع کرے اس لئے کہ عمر تو تمام علوم کے لئے کافی نہیں ہوا کرتی۔ اس لحاظ سے احتیاط ضروری ہے کہ ہر چیز میں سے عمدہ حاصل کرے اور اس میں سے تھوڑی سی پر قانع ہو اور تھوڑے سے علم کے باعث جتنی قوت ہو وہ تمام اس علم کے کمال کرنے میں صرف کرے جو اشرف علم ہے یعنی علم آخرت کی دونوں قسموں (1) معاملہ (2) مکاشفہ میں سے اور علم معاملہ کی علت نمائی علم مکاشفہ کا انجام اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے اور ہماری غرض علم مکاشفہ سے وہ اعتقاد نہیں جسے عوام آباؤ اجداد سے سنتے آئے ہوں یا کہیں سے زبانی یاد کر لیا ہو اور نہ طریقہ کلام مراد ہے کہ مخالف کے مقابلہ میں بات بنی رہے کہ وہ جرم قدح نہ کر سکے۔ چنانچہ کلام جاننے والے کی غایت یہی ہے بلکہ علم مکاشفہ سے ہماری غرض ایک یقین ہے جو اس نور کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے باطن کو مجاہدہ کر کے خباثتوں سے پاک کر لیتا ہے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان جیسے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔ جس کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت یوں دی کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام عالم کے ایمان سے تولا جائے تو اس کا پلڑا ہماری رہے گا اور ہمیں معلوم نہیں کہ جس بات کا معتقد عام

آدی ہے جسے علم کلام کا عالم تیار کرتا ہے کہ وہ عالم بھی عالمی سے صرف کلام کی صنعت میں بڑھ کر ہے۔ ورنہ ایمان کی وجہ سے تو وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر نہیں۔ اسی لئے اس فن کا نام کلام ہوا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صنعت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں آتی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ان سے قائل تھے بلکہ ان کی فضیلت کی بابت عالمی اور متکلم کے عقائد کے سوا تھی یعنی اس راز اور مخفی ازالہ کے سبب ان کو فضیلت تھی جو ان کے سینے میں ڈالا گیا تھا اور تعجب اس شخص سے ہے کہ اس جیسے اقوال صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے پھر اس کے موافق جو کچھ سنے اس کی تحقیر کر لے اور کہے کہ یہ صوفیوں کی بے ہودہ باتیں ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس میں انسان کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ ان باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو بعید کی معرفت کا حریص ہونا چاہئے جو فقہاء اور متکلمین کے علمی سرمایہ سے خارج ہے اور اس کا راستہ بجز اس کے نہ ملے گا کہ اس کی طلب کے حریص ہوں۔

(فائدہ) تمام علوم میں اشرف اور سب کی علت نمائی حق تعالیٰ کی معرفت ہے اور وہ ایک دریا بے کنار ہے جس کا کنارہ معلوم نہیں۔ اس میں تمام لوگوں سے بڑھ کر انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے پھر اولیاء کا پھر ان کے پیروکاروں کا۔ حکایت! دو حکیموں کی تصویر کسی مسجد میں نظر پڑی ایک کے ہاتھوں میں ایک پرچہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر تم ہر ایک چیز کو درست کر لو تو یہ نہ جانو کہ ایک چیز کو بھی درست کیا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانو اور یہ یقین نہ کرو کہ مسبب الاسباب اور تمام چیزوں کا ایجاد کرنے والا وہی ہے اور دوسرے کے ہاتھ کے پرچے میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت سے پہلے میں پانی پیتا تھا اور پیاسا رہتا تھا یہاں تک کہ جب اس کو پہچانا تو پئے بغیر ہی پیاس بجھ گئی۔

(ادب 7) کسی فن میں قدم نہ رکھے جب تک کہ اس سے پہلے کے فن کو پورا نہ کر لے اس لئے کہ علوم ترتیب ضروری سے مرتب ہیں اور ایک علم دوسرے علم کا راستہ ہے تو توفیق یافتہ وہی ہے جو اس ترتیب اور درجات کا لحاظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشَيْءٍ مِّن دُونِ الْإِيمَانِ** (پ 1 البقرہ 121) ترجمہ۔ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ (کذا لایمان)

یعنی ایک فن سے آگے نہیں بڑھتے جب تک کہ علم و عمل کی رو سے اسے پختہ نہ کر لیں اور چاہئے کہ جس علم کے سیکھنے کا ارادہ کر لے اس سے اوپر کے علم پر ترقی کرنے کی نیت ہو اور اگر کسی علم میں لوگوں کا اختلاف واقع ہو یا کوئی اس میں خطا کرے یا اپنے علم کے مطابق علم نہ کرے تو چاہئے کہ ان وجوہ سے اس علم کو نکال دے جیسے بعض لوگ معقولات اور قیاسات کو نہیں دیکھتے اور کہتے ہیں کہ اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو جو لوگ ان کے ماہر ہیں ان کو ملتی اور کتاب معیار العلم میں ہم اس شبہ کا جواب لکھ چکے ہیں اور بعض لوگ طبیب کی خطا دیکھ کر طب کو نکال سمجھتے ہیں اور ایک نجومی کی باتیں اتنا "سچ" ٹھکنے سے کچھ لوگ اس کی درستی کے معقد ہوتے ہیں اور کچھ لوگ دوسرے نجومی کی خطا معلوم کر کے اس کو بے کار بتاتے ہیں حالانکہ سب غلطی پر ہیں بلکہ یوں چاہئے کہ جس چیز کو فی نفسہ جان لیں کہ کیسی ہے ہر شخص کسی علم میں اتنا تجربہ نہیں رکھتا کہ اس کی سب جزئیات سے واقف ہو اسی لئے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق مردوں سے مت پہچانو بلکہ حق معلوم کر لو پھر حق والوں کو خود جان جاؤ گے۔

ادب (8) وہ سبب معلوم کرے جس سے علوم کا شرف حاصل ہوتا ہے اور شرف دو چیزوں کی وجہ سے ہوتا ہے (1) اول ثمرہ کے شرف سے (2) دلیل کی پختگی اور قوت سے مثلاً علم دین اور طب اول کا ثمرہ زندگی ابدی ہے اور دوسرے کا ثمرہ زندگی فانی ہے۔ اس اعتبار سے علم دین اشرف ہوگا کہ اس کا ثمرہ اشرف ہے اور علم حساب اور علم نجوم کو اگر دیکھو تو حساب کی دلیلیں پختہ اور قوی ہیں اسے نجوم پر شرف ہے اور اگر حساب کو علم طب کے لحاظ سے دیکھیں تو اس صورت میں طب کو ثمرہ کے اعتبار سے شرف ہے اور حساب کو دلیل کی رو سے اور ثمرہ کا لحاظ کرنا بہ نسبت دلائل کے بہتر ہے اس لئے طب حساب سے اشرف ہے اگرچہ علم طب اکثر تخمین اور قیاس سے ہے اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ تمام علوم سے اشرف علم اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسول کو جاننے کا ہے پھر وہ علم جو ان علوم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اب بجز اس علم کے دوسرے علم کی طرف رغبت اور حرص نہیں کرنی چاہئے۔

(ادب 9) طالب علم کا ارادہ علم سے سر دست تو یہ ہو کہ اپنے باطن کو آراستہ اور فضیلت سے مزین کرے اور انجام یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور فرشتوں اور مقربین طاء اعلیٰ کی ہمسائیگی حاصل ہو اور علم سے غرض حصول حکومت اور مال و جاہ اور بے وقوفوں سے جھگڑنے اور ہمسروں پر فخر کرنے کی نیت نہ ہو جس شخص کی نیت علم سے قرب الہی ہو تو لازماً ایسے علم کو طلب کرے جو اس کے مقصود کے بالکل قریب ہو یعنی علم آخرت کا طالب ہو اور بلوجود اس کے اس کو یہ نہیں چاہئے کہ علم فلوئی اور علم نحو اور علم لغت جو کتاب اور سنت کے متعلق ہیں۔ سوائے ان کے اور علوم کو (جن کا ذکر ہم نے مقدمات اور متممات میں کیا ہے وہ فرض کفایہ علوم کے اقسام میں سے ہیں) حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور ہم نے جو علم آخرت کی تعریف میں بہت زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اس سے یہ سمجھنا کہ دوسرے علوم برے ہیں اس لئے کہ جو لوگ ان علوم کے عالم ہیں ان کا حال مثل ان لوگوں کے ہے جو سرحدوں کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ یعنی ان میں سے بعض لوگ تو لڑتے ہیں اور بعض لوگ مدد کرتے ہیں اور کچھ ان کو پانی پلاتے ہیں اور کچھ سواروں کی حفاظت اور خدمت کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ثواب سے خالی نہیں۔ بشرطیکہ اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کی ہو یہ نیت نہ ہو کہ مل غنیمت ملے گلہ دور حاضرہ کے علماء کا یہی حال ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہم دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ (ترجمہ) ان کے درجات بلند ہیں۔

غرضیکہ اہل علوم کی فضیلت اعتباری اور اضافی ہے کہ کسی کی نسبت سے اعلیٰ ہیں اور کسی کے لحاظ سے ادنیٰ یہ نہیں کہ بذات خود حقیر ہوں۔ مثلاً اگر صرافوں کو بلا شاہوں کی بہ نسبت کم رتبہ کہا جائے تو اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ اگر جاروب کشوں کی بہ نسبت ان کو قیاس کریں تب تو زرگر حقیر ہوں گے۔

انتباہ - یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ جو علم اعلیٰ رتبہ سے کم ہو وہ بے قدر ہے بلکہ یوں جاننا چاہئے کہ سب سے اعلیٰ رتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر اولیاء کا پھر ان علماء کا جو علم میں راسخ ہیں پھر نیک بندوں کا موافق ان کے درجات کے خلاصہ یہ کہ جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کا ثواب اسے ملے گا اور جو شخص علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرے گا خواہ کوئی سا علم ہو تو وہ علم اسے مفید ہو گا اور لازماً اس کا رتبہ بلند کرے گا۔

(ادب 10) علم کی نسبت کے بارے میں اصل مقصود کے متعلق معلومات حاصل کرے تاکہ جو مقصود سے قریب ہو اس کو بعید پر ترجیح دے اور جو علم اہم ہو اسے اختیار کرے اور اہم کا معنی یہ ہے کہ جو فکر میں ڈالے اور ظاہر ہے کہ دنیا اور آخرت میں بجز اپنے حل کے اور کوئی چیز فکر میں نہیں ڈالتی اور چونکہ تم سے نہیں ہو سکتا ہے کہ دنیا کے مزوں اور آخرت کی راحتوں کو یکجا لے سکو۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر آچکا ہے اور نور بصیرت بھی اس کا شاہد ہے جو بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم علم وہی ہے جو ابد الابد تک رہے اور اس صورت میں دنیا ایک منزل ہو جائے گی اور بدن سواری اور اعمال مقصود کی طرف چلنا اور مقصود بغیر دیدار الہی کے اور کچھ نہیں کہ تمام لذات و راحت اسی میں ہے۔ گو اس جہان دنیا میں اس کی قدر کم لوگ جانتے ہیں اور علوم کو اگر اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کی ذات پاک کے دیدار کی نسبت دیکھو تو تین قسم کے ہیں اور دیدار سے وہ غرض ہے جس کے طالب انبیاء علیہم السلام تھے اور وہی اس کو سمجھتے تھے وہ دیدار مراد نہیں جو عوام اور کلام والوں کے ذہن میں ہے۔ ان قسموں کو تم ایک مثل سے سمجھو وہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام سے کہا جائے کہ اگر توج کرے گا اور اعمال کو کامل طور پر بجالائے گا تو تو آزاد بھی ہو گا اور سلطنت بھی ملے گی اور اگر توج کا راستہ شروع کرے گا اور اس کی تیاری کرے گا اور راہ میں کوئی مانع پیش آئے گا تو تو بھی آزاد ہو جائے گا۔ یہ بندہ غلامی سے رہائی پائے گا مگر سلطنت کی سعادت سے مشرف نہ ہو گا تو غلام مذکورہ کو تین طرح کے کام پیش آئیں گے۔ (1) سفر کرنا یعنی سواری خریدنا اور مشک اور غلہ وغیرہ خریدنا۔ (2) وطن سے جدا ہو کر کعبہ کو منزل بمنزل چلنا۔ (3) اعمال حج میں مشغول ہونا اور ایک ایک رکن ہر ترتیب ادا کرنا ان تینوں حالتوں اور احرام اور طواف رخصت سے فارغ ہو کر غلام مذکورہ مستحق آزادی اور سلطنت کا ہو گا اور ہر حال میں غلام مذکور کے بہت سے مراتب ہیں۔ یعنی شروع سلمان سے اس کے آخر تک اور آغاز سفر سے اس کے تمام ہونے تک اور ابتدائے ارکان حج سے اس کے انجام تک بہت سے درجات ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ابھی زاد راہ اور سواری کی تیاری میں ہو یا چلنا شروع کر دیا ہو وہ سعادت سے اتنا قریب نہ ہو گا جتنا وہ شخص ہو گا جس نے ارکان حج شروع کر دیئے کیونکہ وہ دو حالات ملے کر چکا ہے اور نہایت قریب پہنچ گیا ہے۔ جب یہ مثل معلوم ہو چکی تو سمجھ لیجئے کہ علوم کی بھی تین قسمیں ہیں (1) وہ علوم جو بمنزلہ سلمان سفر کے خریدنے کے ہیں۔ وہ علم طب اور فقہ ہیں اور جو علوم کہ دنیا میں بدن کی مصلحتوں کے متعلق ہیں اور ایک قسم بمنزلہ جنگل کے چلنے اور گھاٹیوں کے طے کرنے کے ہیں اور وہ مصلحت کی کمزورتوں سے باطن کو پاک کرنا اور ان لوہی گھاٹیوں پر چڑھنا ہے جن سے سوائے توفیق یافتہ لوگوں کے اگلے پچھلے سب عاجز ہیں تو یہ امور راہ کے چلنے میں داخل ہیں۔ (2)

ان کا علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے راہ کے اطراف و منازل جان لینا بغیر ان کے طے کرنے کے کافی نہیں۔ اسی طرح تہذیب اخلاق کا جان لینا کفایت نہیں کرتا جب تک ان پر عمل نہ کرے۔ گو علوتوں کی تہذیب بغیر علم کے نہیں ہو سکتی (3) وہ قسم ہے جو بمنزلہ حج اور اس کے ارکان کے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفت اور فرشتوں اور افضل کا علم اور ان باتوں کا علم جو علم مکاشفہ کے معانی ہیں ہم لکھ آئے ہیں اس قسم کے بعد رہائی اور سعادت نصیب ہوتی ہے مگر رہائی یعنی سلامتی تو ہر سالک طریق کو نصیب ہوتی ہے بشرطیکہ اس کی غرض اور مقصد حق ہو اور سعادت کو پہنچنا بجز اللہ تعالیٰ کے عارفین کے اور کسی کو نہیں ملتا اور یہی لوگ مقرب ہوتے ہیں اور انہیں پر اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں رحمت اور راحت و ایمان و جنت نعیم کا انعام نصیب ہوتا ہے اور جو لوگ کمال کے مرتبے سے اوھر رہ گئے ہیں ان کو نجات اور سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتْنَاهُمْ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ السِّمِينِ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ السِّمِينِ۔ (الواقفہ 91) ترجمہ۔ (پھر وہ مرنے والا اگر مقربین سے ہے تو راحت ہے اور پھول اور چین کے بلوغ اور اگر دہنی طرف والوں سے ہو تو اے محبوب تم پر سلام ہو دہنی طرف والوں سے۔) (ترجمہ کنز الایمان)

اور جو لوگ کہ متوجہ بہ مقصد نہ ہوئے اور اس کی طرف حرکت نہ کی یا حرکت کی تو مگر نہ بغرض فرمانبرداری اور بندگی کے بلکہ کسی دنیاوی غرض کے لئے تو وہ لوگ اصحاب شمل اور گمراہوں میں سے ہیں ان کے لئے یہ ارشاد ہے فَزُلْ مِنْ حَمِيمٍ وَنَصْلِبَةٌ جَحِيمٌ (الواقفہ 93) ترجمہ کنز الایمان (تو اس کی پھلانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسا۔)

فائدہ۔ جان لینا چاہئے کہ اس میں علماء کے نزدیک یہ امر حق الیقین ہے یعنی انہوں نے ان کو اپنے باطن کے مشاہدہ سے دریافت کر لیا ہے جو آنکھوں کے مشاہدہ کی بہ نسبت قوی تر اور ظاہر تر ہے صرف سننے کی حد سے ترقی کر گئے ہیں اور ان کا حال ایسا ہے جیسے کوئی خبر سننے اور اسے سچ جانے پھر آنکھ سے دیکھ کر یقین کرے اور دوسروں کا حال ایسا ہے کہ خبر کی تصدیق اعتقاد و ایمان کی خوبی کی وجہ سے حاصل کر لے مگر آنکھوں سے دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو غرضیکہ سعادت علم مکاشفہ کے بعد ہے اور علم مکاشفہ علم معاملہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یعنی طریق آخرت کے چلنے اور صفت کی گھاٹیوں کے طے کرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور صفت مذمومہ کو مٹانے کی راہ چلتا صفت کے جاننے اور طریق علاج اور چلنے کی کیفیت معلوم کرنے کے بعد ہے اور یہ امر بدن کی سلامتی اور اسباب تندرستی کی موافقت کے جاننے پر منحصر ہے اور بدن کی سلامتی اجتماع اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے ہے جس سے کہ پوشاک اور غذا اور سکونت ملا کرتی ہے وہ سلطان کے متعلق ہے اور اس کا قاعدہ لوگوں کو عدل و سیاست کے طور پر منظم رکھنے کا فقیہ کے تصور میں رہتا ہے اور صحت کے اسباب طبیب کے خیال میں اور جس نے کہا ہے کہ علم دو ہیں۔ (1) علم بدن (2) علم دین۔ اس سے فقہ کا اشارہ ہے اس نے علوم مروجہ ظاہری کو مراد لیا ہے نہ علوم باطنی کو اب ہم اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ ہم نے علم طب اور فقہ کو بمنزلہ تیاری زلزلہ و راحلہ کے کیوں کہا ہے؟ تو معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ

کے قرب کے حاصل کرنے کو اس کی طرف چلنے والا دل ہے بدن نہیں اور ہماری غرض دل سے وہ گوشت نہیں جو آنکھ سے معلوم کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ ایک لطیفہ اور بھید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطائف اور اسرار سے جو حواس سے معلوم نہیں ہوتا اور کبھی اس کو روح کہا کرتے ہیں اور بعض اوقات نفسِ مہمت بولتے ہیں اور شرع اس کو دل سے تعبیر فرماتی ہے۔ اس لئے کہ دل اس بھید کی پہلی سواری ہے اسی کے ذریعہ سے تمام بدن اس کی سواری اور آلہ بن رہا ہے اور اسی بھید کا دل بخوبی علم مکاشفہ سے معلوم ہوتا ہے اور وہ راز قتل افشاء نہیں بلکہ اس کے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں اور غایت اجازت اس میں یہ ہے کہ اس قدر بیان کرے کہ وہ ایک جوہر نفس اور گوہر عزیز ہے کہ ان اجسام محسوس کی بہ نسبت اچھا اور امر الہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ (بنی اسرائیل 85 پ 15) ترجمہ: (اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے) اور تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے مگر اس کی نسبت تمام اعضائے بدن کی نسبت سے اشرف ہے کیونکہ خلق اور مردوں ہی اللہ کے ہیں اور عالم امر عالم خلق کی بہ نسبت اشرف ہے اور یہ جوہر نفس جو اللہ تعالیٰ کی امانت کا حامل ہے اور اس رتبہ میں آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں سے مقدم ہے کہ وہ اس بوجھ کے اٹھانے سے ڈر کر انکار کر گئے۔ یہ عالم امر سے ہے اور اس بیان سے اس کے قدیم ہونے کا اشارہ مت سمجھو۔ اس لئے کہ جو روح کے قدیم ہونے کا قائل ہے وہ جہل اور مغالطہ کھانے والا ہے۔ اس کو واقعیت نہیں کہ کیا کہتا ہے۔ اب ہم عنان بیان کو اس فن سے روکتے ہیں کہ جس امر کے ہم درپے ہیں اس سے یہ فن خارج ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ لطیفہ اپنے رب کی طرف سعی کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ امر رب تو اللہ تعالیٰ ہی مقصد رہے اور اسی کی طرف اس کا رجوع اور بدن اس لطیفے کی سواری ہے جس پر سوار ہو کر اسی کے ذریعہ سے چلتا ہے تو بدن اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کے لئے ایسا ہے جیسے بدن کے لئے راجح میں سواری ہوتی ہے یا مشک جس میں پانی بھرا رہتا ہے اور بدن کو اسکی حاجت ہوتی ہے۔ غرضیکہ جو عمل اس کا مقصود بدن کی مصلحت ہے وہ سواری کی مصلحتوں میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ طب سے بھی بدن کی بہتری مقصود ہے۔ اس لئے کہ بدن کی صحت کی نگہداشت کے لئے کہیں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اگر انسان بالفرض اکیلا ہوتا تو کیا تعجب تھا کہ فقہ کی ضرورت نہ پڑتی لیکن اس کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے کہ تما زائدہ نہیں رہ سکتا کیونکہ تمام کام اکیلے سے نہ ہو سکیں گے کہ کھانے کے لئے بل جوتا، بیج بونا، پسینہ، پکانا اور لباس اور سکونت کا حاصل کرنا اور ان تمام چیزوں کے آلات تیار کرنا ایک شخص کس طرح کر سکتا ہے تو اس اعتبار سے دوسروں میں ملنا اور ان سے مدد چاہنا ضروری ہوا اور جب آدمی ملے اور ان کی خواہشات ابھریں تو شہوت کے اسباب کو انہوں نے کھینچا تانی کی اور آپس میں نزاع اور قتل کرنے لگے اور ان لڑائی جھگڑوں سے برباد ہونے لگے اور سبب ہلاکت کا یہی نزاع اور مخالفت ظاہری ہوئی جیسے اندر کی غلطیوں کے بگاڑ سے بربادی ہوا کرتی ہے اور طب سے (جو نزاع اور فساد غلطیوں میں ہو جاتا ہے) اس کا بچاؤ کیا جاتا ہے اور سیاست اور عدل سے ظاہر کے فساد کو دور کر کے خواہشات میں اعتدال کر دیا جاتا ہے اور غلطیوں کے معتدل رکھنے کا طریقہ

معلوم کرنا طب کا کام ہے لہذا اپنے نفس پر مجاہدہ نہ کرے وہ ایسا ہے کہ لوٹنی لے کر اس کو گھاس نہ دے اور مشک لے کر اسے تیار کرے لیکن راہ حج میں قدم نہ رکھے اور جو شخص کہ عمر بھر ان کلمات کے دقتوں میں پڑا رہے جو فقہ کی بحثوں و مناظروں میں آتے ہیں وہ ایسا ہے کہ عمر بھر ایسے وسوسوں میں ڈوبا رہے۔ جن سے حج کے لئے مشک مضبوط کی جاتی ہے اور ایسے قیہوں کو اصلاح قلب یعنی ذریعہ علم مکاشفہ کے طریق پر چلنے والوں سے وہ نسبت ہے جو مشک کی درستی میں رہنے والوں کو راہ حج چلنے والوں سے یا اس کے ارکان کے بجلانے والوں سے ہے۔ اس پر غور کرو اور اس شخص کی نصیحت قبول کرو جو اس کا صلہ و انعام نہیں چاہتا اور تمہیں یہ بات بہت سی محنت کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ عوام اور خواص سے علیحدہ ہونے کے لئے جرات کمال کرنی پڑے گی اور صرف اپنی خواہش کے بموجب ان کی پیروی کرنے سے باز آنا ہو گا۔ طالب علم کے لئے اتنے ہی آداب کافی معلوم ہوتے ہیں۔

معلم (استلو) کے آداب

علم کے متعلق آدمی کے چار حل ہیں جیسے مال کے حاصلات میں چار حل ہوتے ہیں۔ مثلاً مال والا (1) جب مال پیدا کرتا ہے اس وقت کمانے والا کھلاتا ہے۔ (2) کمالی جمع کرتا ہے تو دولت مند ہو جاتا ہے۔ کہ اسے دوسرے سے مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (3) مال کو خود اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو وہ مستفیع و متمتع ہوتا ہے۔ (4) مال دوسروں کو دیتا ہے۔ اس صورت میں سخی اور اہل جود گنا جاتا ہے اور یہ پچھلی حالت دیگر حالتوں سے اشرف ہے۔ اسی طرح علم کا حل ہے وہ بھی مال کی طرح حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی چار حالتیں ہیں۔ (1) طلب کا زمانہ (2) علم پر ایسا عبور ہونا کہ سوال کی ضرورت نہ رہے (3) جس علم کو حاصل کر لیا ہے اس میں فکر کر کے اس سے مستفید ہونا (4) دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچانا یہ حال سب سے اشرف ہے۔ اس لئے کہ جو شخص علم حاصل کر کے اس پر عمل کرے اور لوگوں کو علم سکھائے اسے زمین و آسمان و ملکوت میں عظیم کما جاتا ہے اس کا حل آفتاب کی طرح ہے کہ دوسروں کو روشنی دیتا ہے اور خود بھی روشن ہے یا مشک جیسا ہے کہ دوسروں کو معطر کرتا ہے اور خود بھی خوشبو ناک ہے۔

علم بے عمل کی مثل۔ جو دوسروں کو بتاتا ہے خود علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کا حل دفتر کا سا ہے کہ دوسروں کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور خود علم سے غفلت ہے یا سنان جیسا ہے کہ لوہے کو تیز کر دیتی ہے اور خود نہیں کاٹتی یا سوئی جیسا ہے کہ غیروں کے لئے لباس تیار کرتی ہے اور خود ننگی رہتی ہے یا چراغ کی جتنی ہے کہ اوروں کو روشنی دیتی ہے اور خود جلتی رہتی ہے۔ چنانچہ کسی کا شعر ہے۔ ما ہوا الا زیانہ وفدت نفسی للناس وہی تحرق بے عمل علم فقیلہ شمع ہے لوگوں کو روشن کرتی ہے خود جلتی ہے۔ فائدہ: جب انسان تعلیم میں مشغول ہوتا ہے تو ایک بڑا کام اور نہایت درجہ کا خطرہ اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اسی لئے اسے اس کے آداب و قواعد کو یاد کرنا چاہئے۔

آداب و قواعد۔ (1) ادب۔ شاگردوں پر شفقت کرے اور انہیں اپنے بیٹوں کے برابر جانے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما انا لکم مثل الوالدی بولد۔ میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں۔ استلو آخرت کی آگ سے شاگردوں کو بچانے کا عزم رکھے۔ ماں باپ اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے سے استلو کی ذمہ داری اہم ہے اسی لئے استلو کا حق ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ باپ اس کی زندگی اور وجود قلبی کا سبب

ہے اور استلو زندگی بقی کا اگر استلو نہ ہوتا تو جو چیز باپ سے حاصل ہوئی تھی وہ دائمی ہلاکت کی طرف پہنچ جاتی۔ استلو کی بدولت زندگی اخروی دائمی نصیب ہوئی ہے مگر استلو سے ہماری مراد علوم آخرت کا معلوم یا دنیا کے علوم آخرت کی نیت سے رہبری کرنے والا ہے نہ کہ دنیا کے ارادہ کا اس لئے کہ تعلیم دنیا کے ارادہ سے تو خود بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ کرتا ہے۔ (ایسی تعلیم سے اللہ پتہ دے) جس طرح کہ ایک شخص کے بیٹوں کا دستور ہے کہ آپس میں پیار و محبت سے رہتے ہیں اور مقاصد پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک استاد کے شاگردوں میں دوستی اور یاری ہونی چاہئے اگر ان کا مقصود آخرت ہوتی ہے تب تو ایسے ہی ہوتے ہیں اگر شاگردوں کی مراد دنیا ہوتی ہے تو آپس میں بغض و حسد ہوتا ہے اس لئے کہ علماء اور آخرت کے لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والے اور دنیا سے اس کی طرف گزر جانے والے ہیں اور دنیا کے سل اور مینے اس راہ کی منزلیں ہیں اور جو مسافر شہروں کو جاتے ہیں راہ میں ان کو رفیق کا ملنا دوستی اور یاری کا سبب ہو جاتا ہے اور جب جنت اعلیٰ کا سفر ہو تو اس کے راستے میں رفیق کے ساتھ محبت کیسے نہ ہوگی اور سعادت اخروی میں تنگی نہیں ہے کہ ایک کو مل جائے اور دوسرا محروم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت کے لوگوں میں نزاع اور حسد نہیں ہوتا۔ بخلاف دنیا کی دولت کے کہ ان میں گنجائش نہیں اسی لئے ہمیشہ ان کے بارے میں لڑائی جھگڑے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ علوم سے طلب ملازمت کی طرف مائل ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول۔ **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** (الحجرات 10 پ 26) (ترجمہ) مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ سے خارج ہیں اور اس آیت کے مضمون میں داخل ہیں۔ **أَلَا خِلَافٌ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ** (پ 25 الزخرف 67) (ترجمہ) گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (مؤمنین)۔

اوب (2)۔ تعلیم کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرے یعنی علم سکھانے پر نہ صلہ طلب کرے نہ اور کسی طرح کے انعام کی نیت ہو نہ شکریہ کا خواہاں ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے قرب طلب کرنے کے لئے تعلیم دے اور یہ نہ جانے کہ شاگردوں پر میرا احسان ہے بلکہ ان کا احسان مند ہونا اور یہ تصور کرنا لازم ہے کہ مجھے انہیں کے سبب سے فضیلت ملی ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو میرے حوالہ کیا کہ میں ان میں علوم کا بیج بو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کروں۔ جیسے کوئی شخص تمہیں اپنی زمین عاریت کے طور پر دے تاکہ تم اس میں کھیتی باڑی کرو ظاہر ہے کہ زمین والے کے فائدے کی بہ نسبت اس سے تمہیں زیادہ فائدہ ہوگا۔ پس جب استلو کو تعلیم میں شاگرد کی بہ نسبت ثواب اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قرب ہوتا ہو تو پھر شاگردوں پر احسان رکھنے کے کیا معنی۔ اگر شاگرد نہ ہوتا تو استلو کو یہ ثواب کہاں سے ملتا اسی لئے بجز اللہ تعالیٰ کے ثواب کے کسی سے کوئی بدلہ نہ مانگنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ **قُلْ مَا اسْتَلِمْتُ عَلَيْهِ اجْرًا**۔ (ترجمہ) (میں تمہارے سے اس کی مزدوری نہیں مانگتا) اس لئے کہ مل دنیا کی چیزیں بدن کی خلام ہیں اور بدن نفس کی سواری ہے اور مخدوم علم ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کا شرف ہے تو جو علم کے بدلے میں مل طلب کرے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شے کو نجاست لگ گئی ہو اور وہ اس کو صاف کرنے کے لئے اپنے منہ سے رگڑے تو ظاہر ہے کہ اس میں مخدوم کو

خادم کر دے گا اور خادم مخدوم اور یہ کمال درجہ کی حماقت ہے اور ایسا شخص قیامت میں مجرموں کے ساتھ اپنا سر اوندھا کئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو گا۔ خلاصہ یہ کہ شرافت اور بزرگی استلو کو حاصل ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ہے ان کی علم فقہ اور کلام میں اور ان کی تدریس میں نیت کمال تک پہنچی ہے کہ مل اور جاہ خرچ کر کے سلاطین کی خدمت میں جاگیریں حاصل کرنے کے لئے ذلتیں اٹھاتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو کوئی نہ پوچھے اور نہ ان کے پاس کوئی جائے پھر طرفہ یہ کہ استلو شاگرد سے بھی توقع رکھتا ہے کہ میری ہر مشکل میں کام آئے گا اور میرے عزیزوں کی مدد کرے گا اور میرے دشمنوں سے عداوت رکھے گا اور ضروریات دنیوی میں گدھے کی طرح میرا کام کرے گا اور تمام ضروریات میں میرا فرمانبردار بنا رہے گا۔ اگر اس کے کام میں ذرا بھی قصور کرے گا تو پھر استلو صاحب اس کے دلی دشمن ہیں اس طرح کا عالم دین نہایت کمینہ ہے جو اپنے لئے ایسے مقاصد ذہن میں رکھے بلکہ وہ اس پر خوش ہو اور اس سے اسے کوئی عار نہ ہو کہ اس کی غرض بڑھانے سے علم کا پھیلاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور اس کے دین کی مدد ہو غرض کہ استلو کی نشانیں اور علامات دیکھو تاکہ مغالطہ میں پڑنے کی اقسام معلوم ہو جائیں۔

اوب (3)۔ شاگرد کی نصیحت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ مثلاً اگر وہ قابلیت سے پہلے کسی مرتبے کے درپے ہو یا علم ظاہر حاصل کرنے سے پہلے علم باطن اور مخفی اسرار میں مشغول ہونا چاہے تو اسے منع کرے پھر اسے تنبیہ کرے کہ علوم کی طلب قرب الہی کے لئے ہو نہ کہ ملازمت طلبی اور فخر کرنے کے لئے اس کی برائی اس کے دل میں جس قدر ممکن ہو مضبوط کرے۔ اس لئے کہ عالم فاجر کی اصلاح کم ہوتی ہے اور خرابی زیادہ پس اگر استلو اپنے شاگرد کے باطن سے یہ معلوم کرے کہ یہ شخص دنیا ہی کے لئے علم کا طالب ہے تو جس علم کی طلب ہو اس سے دریافت کرے اگر وہ علم فقہ میں جھگڑا کرنے کا اور کلام اور مقدمات کے فتویٰ اور احکام میں مناظرہ کرنے کا خواہی ہو تو اسے ان سے منع کر دے کہ یہ علوم آخرت کے علم نہیں اور نہ ان علوم میں سے ہیں جن کے بارے میں کسی بزرگ کا قول ہے کہ ہم نے علم غیر اللہ کے لئے سیکھا۔ علم نے انکار کیا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لئے ہو۔ علم تفسیر اور حدیث اور علم آخرت میں اسی طرح سلف صالحین مشغول رہتے تھے اور اخلاق نفس کو پہچانا اور ان کی تہذیب و کیفیت معلوم کرنا ضروری ہے۔ پس اگر طالب علم ان علوم کو دنیا کی غرض سے سیکھے تو استلو اس کی مخالفت کرے۔ اس لئے کہ طالب علم دعت کی طمع اور لوگوں کو اپنے قدموں میں لانے کی لالچ سے ان پر مستعد ہوتا ہے اور بعض اوقات اٹائے تحصیل میں انجام سے آگاہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ ان میں وہ علوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوف دلائیں اور دنیا کو نظروں میں مقید اور آخرت کو عظیم بنادیں اور اس سے توقع ہوتی ہے کہ بالآخر طالب مذکور راہ راست پر آ جائے اور جن امور کی نصیحت دوسروں کو کرے ان سے خود بھی عملاً دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ اور لوگوں میں مقبول ہونے اور جاہ پیدا کرنے کی محبت علم کی تحصیل میں ایسے ہے جیسے پرندوں کے شکار کے جل کے گرد دانہ ڈال دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں شہوت پیدا کی تاکہ انسانی نسل اس ذریعہ سے باقی رہے اور محبت جاہ کو بھی

اسی لئے پیدا کیا ہے کہ علوم کے قائم رہنے کا سبب ہو یہ انہیں علوم مذکورہ میں ہو سکتی ہے مگر محض اختلافی مسائل اور کلام کے جھگڑے اور ان کے فروعات عجیبہ کو معلوم کرنا یہ ایسے ہیں کہ اگر انسان ان میں مشغول رہے اور دوسرے علوم سے اعراض کرے تو دل کی سختی اور اللہ تعالیٰ سے غافل رہنا اور گمراہی میں پڑا رہنا اور جاہ کا طالب ہونا ان سے بڑھتا ہے۔ اس لئے ان کا کوئی فائدہ نہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بچالے، ان باتوں کے ساتھ اور کوئی علم دینی ملا لے تو البتہ فائدہ ہو سکتا ہے اور تجربہ اور مشاہدہ کی طرح اس پر کوئی دلیل نہیں اس لئے عبرت اور چشم بصیرت کھولنی چاہئے تاکہ اس کی تحقیق نصیب ہو۔

حکایت۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ کو کسی نے غمگین دیکھ کر ملال کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا داروں کے لئے تجارت گاہ بن گئے ہیں۔ ایک عام آدمی ہمارے ہاں علم پڑھتا ہے یہاں تک کہ جب مکمل علم حاصل کر لیتا ہے تو قاضی یا حاکم اور افسر بنا دیا جاتا ہے۔

اوب (4)۔ یہ تعلیم کے بارے میں عمدہ اور دقیق ہے وہ یہ کہ شاگرد کو برے اخلاق سے جب تک ہو سکے کنایہ اور پیار سے منع کرے تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کرتی ہے اور اختلاف کرنے پر جرات کا باعث اور اصرار پر حرص ہونے کا موجب بنتی ہے چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تمام اساتذہ کے استاد ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آدمیوں کو یٹگنیاں توڑنے سے منع کر دیا جائے تو وہ انہیں ضرور توڑیں گے اور کہیں گے ہمیں جو ان سے منع کیا گیا ہے تو ضرور ان میں کوئی اہم بات ہے۔ (فائدہ) اس پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواری رضی اللہ عنہما کا قصہ شہید ہے جنہیں درخت کے پاس جانے سے منع کر دیا گیا تھا ہم نے یہ قصہ اس لئے نہیں یاد دلایا کہ یہ ایک قصہ ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے۔ نیز ایک وجہ تصریح کی یہ بھی ہے کہ جو نفوس اچھے اور تیز ذہن ہوتے ہیں وہ کنایہ کے بھی معانی نکال لیتے ہیں اور مقصود کو سمجھ جانے کی خوشی اس کے بموجب عمل کرنے کی رغبت دلاتی ہے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو کہ یہ بات اس کی دانائی سے بھی مخفی نہ رہی۔

اوب (5)۔ استاد جیسے علم سکھاتا ہو اسے چاہئے کہ شاگرد کے دل میں اس علم کے بلائی علم کی برائی نہ ڈالے جیسے لغت پڑھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم فقہ کو برا کہا کرتا ہے اور فقہ سکھانے والے کی عادت ہوتی ہے کہ علم حدیث اور تفسیر کی برائی بیان کرتا ہے کہ یہ علوم صرف نقلی اور سماع کے متعلق اور بڑھیوں کے لائق ہیں (معاذ اللہ) عقل کو ان میں دخل نہیں اور علم کلام والا فقہ سے نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فقہ ایک فرع ہے جس میں عورتوں کے حیض کا بیان ہے وہ علم کلام کے مرتبہ تک کہاں پہنچ سکتا ہے جس میں ذکر صفت رحمان ہے بعض اساتذہ میں یہ عادات بری ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے بلکہ جو استاد ایک علم کی تعلیم کا کفیل ہو اسے چاہئے کہ شاگرد پر دوسرے علم کے سیکھنے کی راہ بھی نکال دے اور اگر کئی علوم کا کفیل ہو تو ان میں ترتیب کا لحاظ رکھے کہ شاگرد ایک رتبہ سے

دوسرے پر ترقی کرتا جائے۔

ادب (6)۔ شاگرد کے سامنے مسئلہ بیان کرنے میں صرف اس کی سمجھ پر کفایت کرے ایسی بات نہ کہے جس تک اس کی عقل نہ پہنچے تاکہ وہ اس سے نفرت نہ کرنے لگے یا اس کی عقل خبط میں پڑے اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرے۔ (حدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے گروہ ہیں ہمیں تو یہ حکم ہے کہ لوگوں کو ان کے مراتب میں رکھیں اور ان کی عقل کے مطابق ان سے گفتگو کریں تو استلو کو بھی چاہئے کہ شاگرد کے سامنے حقیقت امر کو ظاہر کرے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شاگرد اسے اچھی طرح سمجھ جائے گا۔ (حدیث) نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا ہے کہ جس کو ان کی سمجھ نہیں پہنچتی تو ان میں سے بعض لوگوں میں فتنہ برپا ہو جاتا ہے۔ (قائدہ) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کے سمجھنے والے ہوں۔ میں اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی متحمل نہیں۔ آپ نے سچ فرمایا کہ نیک بندوں کے دل بھیدوں کی قبریں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو لائق نہیں کہ جو کچھ جانتا ہو اسے ہر ایک سے کہہ دے یہ اس صورت میں ہے کہ طالب علم اسے سمجھتا ہو مگر اس سے قائدہ لینے کا اہل نہ ہو اور جس صورت میں سمجھتا ہی نہ ہو تب تو بطریق اولیٰ اسے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جواہر صوفیہ کی گردن میں مت ڈالو اور حکمت جواہر سے بہتر ہے اور جو شخص اسے برا جانتا ہے وہ فنا زیر سے بدتر ہے اسی لئے کسی بزرگ نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اس کی عقل کے پیمانے کے مطابق ناپو اور اس کی سمجھ کی ترازو کے مطابق اس کے لئے سخن بولو تاکہ اس کے نقصان سے بچے رہو اور وہ تم سے نفع پائے ورنہ وہ تنگی حوصلہ کے سبب نہ مانے گا۔ کسی نے ایک عالم دین سے کوئی بات پوچھی اس نے جواب نہ دیا سائل نے کہا کہ تم نے سنا نہیں کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم مفید کو چھپائے گا قیامت میں اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ عالم دین نے جواب دیا کہ لگام رہنے دو تم جاؤ اگر کوئی سمجھنے والا آئے گا اس سے چھپاؤں گا تو وہ مجھے لگا دے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تَنْوَالُوا السُّفْهَاءَ أَمْوَالَكُمُ تَرْجَمُ (بے وقوفوں کو مال مت سپرد کرو)۔ اس میں بھی یہی تنبیہ ہے کہ علم جس شخص کو خراب کر کے ضرر پہنچائے اسے علم نہ سکھانا بہتر ہے اور غیر مستحق کو کوئی چیز دینے میں بہ نسبت مستحق کے نہ دینے میں ظلم سے کم نہیں بلکہ دونوں میں ظلم برابر ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے۔ (۱)

فأصبح مخزوننا براءة الغنم
فلا أنا اضحى ان اطوقه الهم
وصادفت ابلا لذ ملوم والحكم
والا فمخزون لدى ولكنتم
ومن منع المستوجبين فقد ظلم

انشر درابین سارحة النعم
لأنهم امسوا بجهل لقدره
فان لطف الله اللطيف بلطفه
نشرت مفيد ا ورستفدت مودة
فمن منع الجهال علماء اضاعه

(ترجمہ) (۱) میں گوہر و موتی جانوروں پر پھلور کر کے مخزون ہوں کہیں لوگ مجھے بکریوں کا چرواہا کہیں گے (۲) اس لئے کہ چرواہوں کو موتیوں کی قدر و منزلت نہیں میں انہیں دانستہ کیسے گدھوں کا ہار بناؤں (۳) اگر اللہ تعالیٰ مہربان کا فضل و لطف ہو تو علم کے اہل کو علم و حکمت نصیب ہو (۴) مفید کو بکھیروں اور ازراہ محبت نثار کروں۔ (۵) درنہ جہلاء کو عطا کرنا علم کو ضائع کرنا ہے اور اہل سے علم کا روکنا سراسر ظلم ہے۔

اوب (7) - جب شاگرد کا حل معلوم ہو جائے کہ کم سمجھ ہے تو استاد کو چاہئے کہ اسے موٹی بات بتائے اور اس سے یہ نہ کہے کہ اس میں کوئی دقیق بات بھی ہے جو تجھے نہیں بتائی گئی کیونکہ اس کے کہنے سے شاگرد کی رغبت پھیل پڑ جائے گی اور اس کے دل کو پریشانی ہوگی اور یہ وہم کرے گا کہ استاد صاحب بتانے سے دریغ کرتے ہیں کیونکہ اپنے گمان میں ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ میں ہر علم دقیق کے قائل ہوں اور ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اس پر راضی ہے کہ میری عقل کامل بنائی اور بڑا کم عقل وہ ہے جو اپنی عقل کے کمال سے زیادہ خوش ہوا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام میں سے اگر کوئی شرع کا پابند ہو اور جو عقائد کہ سلف سے منقول ہیں بلا تشبیہ اور بغیر کسی تلویل کے اس کے دل میں مضبوط ہوں اس کا باطن بھی اچھا ہو اور اس کی عقل کو اس سے زیادہ کا تحمل نہ ہو ایسے شخص کے اعتماد کو پریشان نہ کرنا چاہئے بلکہ اسے کام میں مشغول ہونے دینا چاہئے اس لئے کہ اگر اس کے سامنے ظاہری تلويلات ذکر کی جائیں تو عوام کی قید سے نکل جائے گا اور خواص میں داخل ہونا اس کو میسر نہ ہوگا تو جو اسے آڑ گناہوں میں تھی وہ دور ہو جائے گی پھر پورا شیطان سرکش بن کر خود کو اور غیروں کو ہلاک کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام کے سامنے باریک علموں کی حقیقتیں بیان ہی نہیں کرنی چاہئیں بلکہ ان کو تو صرف عملیات اور جن کاموں میں وہ ہوں ان میں ایمانداری کی تعلیم کرنا مناسب ہے اور قرآن کے مضمون کے مطابق جنت کی رغبت اور دوزخ کے خوف سے ان کے قلوب کو پر کرنا چاہئے اور کسی شک و شبہ کی تحریک ان کے سامنے نہ کی جائے کہ اگر ان کے دل میں شبہ اٹک جاتا ہے ان کا ٹکنا دشوار ہو جاتا ہے اسی وجہ سے وہ ہلاک و تباہ ہو جاتے ہیں۔ بہر حال عوام کے لئے بحث کا باب مفتوح نہ کرنا چاہئے ورنہ انہیں ان کے کام سے ضائع کرنا ہے جس پر کہ خلق خدا کے قائم رہنے کا مدار اور خواص کی دائمی زندگی کا وقوف ہے۔

لوب (8)۔ استاد اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہو ایسا نہ ہو کہ کچھ اور عمل کرے اس کے خلاف بلکہ اس سے بڑھکیوں کہ علم تو دل کی آنکھ سے ہوتا ہے اور عمل ظاہر کی آنکھ سے اور ظاہر میں لوگ بہت ہیں۔ استاد اگر علم کے خلاف عمل کرے گا تو ہدایت نہ پائے گا جو شخص خود ایک کام کرے اور دوسروں کو کہے کہ اس کو نہ کرو تو یہ زہر قاتل ہے۔ عوام اس کا مذاق اڑائیں گے بلکہ تہمت لگائیں گے اور اس برے عمل کرنے کے زیادہ حریص ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ کام اچھا اور مزہ دار نہ ہوتا تو استاد صاحب کیوں اختیار کرتے اور استاد کو اگر شاگرد کے لحاظ سے دیکھو تو ایسا ہے جیسے گارے کو نقش سے اور لکڑی کو سلیہ سے نسبت ہے تو جس چیز میں خود نقش نہ ہو گا وہ گارے میں کیسے نقش کر دے گی اور لکڑی اگر خود سیدھی نہ ہوگی تو اس کا سلیہ کیسے سیدھا ہوگا۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَنَّا مُرُّوْنَ النَّاسَ بِالْبَيْرِ وَتَنَسُّوْنَ اَنْفُسَكُمْ (البقرة: ۱۷۷) ترجمہ۔ (کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو) اسی وجہ سے گناہوں کا دیل عالم دین پر بہ نسبت جاہل کے زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ عالم دین کے گناہ میں جہلا ہونے سے ایک عالم تباہ ہو جاتا ہے اور اس کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور جو شخص کہ کوئی برا طریقہ نکالتا ہے تو اس پر اپنا گناہ بھی اور جو کوئی اس طریقے پر چلے گا اس کا گناہ بھی اس پر ہوتا ہے اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دو شخصوں نے میری کمر توڑ دی۔ (۱) اس عالم نے کہ اپنی عزت ضائع کر دی ہو اور اعلانیہ گناہوں کا مرتکب ہوا۔ (۲) اس جاہل نے کہ زاہد بن رہا ہو اس لئے کہ جاہل اپنے زاہد بننے سے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور عالم ارتکاب خطا سے مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب)

علم کے سبب سے پیدا ہونے والی آفات

علم اور علماء کے فضائل میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسے تو ہم بیان کر چکے ہیں اور علماء سوء کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے یہاں تک کہ قیامت میں زیادہ عذاب اور سخت اور لوگوں کی نسبت انہیں پر ہو گا۔ اس لئے ان علامات کا جاننا جو علمائے و آخرت علمائے دنیا کو علیحدہ کر دیں، بہت ضروری ہیں اور ہماری غرض علماء دنیا سے علماء سوء ہے جن کی غرض علم سے دنیا میں چین اڑانا اور اہل دنیا کے نزدیک جاہ و منزلت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ۔ (حدیث-1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں تمام لوگوں سے سخت تر عذاب اس عالم پر ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا ہو اور فرمایا۔ انسان عالم نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ (حدیث-2) فرمایا العلم علماں علم علی اللسان فذلک حجة اللہ تعالیٰ علی ابن آدم وعلم فی القلب وذلک العلم النافع۔ علم دو ہیں۔ علم بر زبان یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہو گا اور علم بر قلب یہی علم نافع ہے۔ (حدیث-3) فرمایا کہ آخر زمانے میں عابد جاہل ہوں گے اور علماء فاسق۔ (حدیث-4) فرمایا علم کو اس غرض سے مت سیکھو کہ اس سے علماء پر فخر اور بے وقوفوں سے بحث کرو اور لوگوں کے منہ اپنی طرف پھيرو اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (حدیث-5) فرمایا جو شخص اپنا علم چھپائے اسے اللہ تعالیٰ آگ کی لگاؤے گا۔ (حدیث-6) فرمایا کہ میں دجال کی بہ نسبت غیر دجال سے تم پر زیادہ فکر کرتا ہوں کسی نے عرض کی وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں (حدیث-7) فرمایا جو شخص علم میں زیادہ ہو لیکن ہدایت کی اس میں کمی ہو وہ اللہ تعالیٰ سے دوری میں زیادہ ہو گا۔ (حدیث-8) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کب تک آخر شب میں چلنے والوں کیلئے تم راستہ صاف کرو گے اور خود حیرت والوں کے ساتھ کھڑے رہو گے۔ غرضیکہ یہ احادیث اور ان کے علاوہ اور بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ علم کا خطرہ بڑا ہے اس لئے کہ عالم یا تو ہلاکت ابد کا معرض ہوتا ہے یا سعادت جاوید کا اور علم میں غور و خوض کرنے سے اگر سعادت ضائع کرے گا تو سلامتی سے بھی محروم رہے گا۔

اقوال صحابہ و غیرہم رضی اللہ عنہم۔ (1) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس امت پر زیادہ تر

خوف منافق عالم کا ہے لوگوں نے عرض کی کہ منافق کس طرح عالم ہو سکتا ہے فرمایا کہ زبان کا تو عالم ہو لیکن دل اور عمل کے لحاظ سے جاہل۔ (2) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تو ان لوگوں میں نہ ہو کہ علم و حکمت تو مثل علماء اور حکماء جیسی ہو اور عمل میں بے وقوفوں کے برابر ہو۔ (3) کسی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں علم سیکھنا چاہتا ہوں مگر ڈر ہے کہ کہیں اس کو ضائع نہ کروں آپ نے فرمایا کہ ضائع کرنے کے لئے تمہارا چھوڑنا کافی ہے۔ (4) ابراہیم بن عقبہ سے کسی نے کہا کہ لوگوں میں زیادہ ندامت کس کو ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں اسے جو ایسے شخص پر احسان کرے کہ وہ اس کا ممنون نہ ہو اور موت کے وقت اس عالم کو ہوگی جس نے علم میں کوتاہی کی۔ (5) غلیل بن احمد نے کہا کہ آدمی چار ہیں۔ نمبر (1) فی الواقع علوم جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں اہل علم ہوں وہ عالم ہے اس کا اتباع کرو۔ (2) علوم جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ غافل ہے اسے ہوشیار کرو۔ (3) علوم نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ عالم نہیں ایسا شخص ہدایت کے قتل ہے اسے ہدایت کرو۔ (4) علوم نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ عالم نہیں تو وہ جاہل ہے اسے ترک کرو۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کو پکارتا ہے اگر عمل نے ہاں کی تو بہتر ورنہ علم رخصت ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان جب تک طلب علم میں رہتا ہے تب تک عالم ہوتا ہے اور جب یہ ممکن کرتا ہے کہ میں جان چکا تب جاہل ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین آدمیوں پر ترس آتا ہے۔ (1) اپنی قوم میں عزت رکھتا تھا پھر وہ ذلیل ہو گیا۔ (2) اپنی قوم میں توانگر (ملا دار) تھا پھر وہ مفلس ہو گیا۔ (3) وہ عالم جس سے دنیا کھینچا کرتی ہو۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دل کا مرجانا ہے اور دل کی موت یہ ہے کہ آخرت کے عمل سے دنیا کی طلب ہو اور پھر ایک قطعہ پڑھا۔

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدى ومن يشتري دنياه بالدين اعجب

ومن اعجب من هذين من باع دينه بدنيا سواء فهو من دين اعجب

(ترجمہ)۔ مجھے اس سے تعجب ہے جو ہدایت دے کر گمراہی خریدے۔ اس سے بڑھ کر تعجب کیا ہے جو دین دے کر دنیا خریدے لیکن ان دونوں میں بڑھ کر مجھے اس پر تعجب ہے جو دنیا لے کر دین بیچے۔

بے عمل علماء کی سزا۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان العالم ليعذب عذابا يطوف به اهل النار استعظا ما لشدة عذابه (ترجمہ) عالم کو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ تماشا دیکھنے کے لئے لوگ اس کے گرد آئیں گے۔ فائدہ۔ اس عالم سے مراد بے عمل عالم ہے۔ (2) حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یوتی بال العالم يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق امعائه فيدور بها كما يدور الحماد بالرحى فيطوف به اهل النار فيقولون مالک فيقول كنت امر بالخیر ولا ابنته وانہی عن الشر ابنتہ (ترجمہ) قیامت میں عالم کو لایا جائے گا پھر اسے آگ میں ڈالا جائے گا اس کی آنتیں نکل پڑیں گی وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا چکی لئے گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد ہوں گے۔ اس سے

پوچھیں گے تیرا کیا حل ہے وہ کہے گا میں لوہوں کو عمل کا کتا اور خود نہیں کرتا تھا۔ برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا۔ (فائدہ) عالم بے عمل کے دہرے عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے دانستہ نافرمانی کی اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي النَّارِ اِلَّا سَفِلَ مِنَ النَّارِ (پ 5) ترجمہ۔ منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اس لئے کہ انہوں نے علم کے بعد انکار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو نصاریٰ سے بدتر فرمایا بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو 'خالث' ٹھہرا۔ تیسرا تین کا نہیں کہا لیکن چونکہ انہوں نے علم کے بعد انکار کیا اس لئے سب سے بدتر ٹھہرے۔ يَعْرِفُوْنَهُ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ (پ 2) ترجمہ۔ (ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ اور ارشاد فرمایا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوْا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔^{۸۹} (پ 1) ترجمہ۔ (جب انہیں پہنچا جسے انہوں نے پہچان رکھا تھا اس کے منکر ہوئے سو منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔) بلعم بن باعور کے قصے میں ہے۔ ۱۔

بلعم بن باعور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عابد و زاہد آدمی تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی وجہ سے تباہ ہوا ہے۔

۱۱۔ بلعم باعور جس کا واقعہ مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے۔ وہ یہاں آئے ہیں ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے حیرے پاس اسم اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے بلعم باعور نے کہا تمہارا برا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایماندار لوگ ہیں کیسے ان پر دعا کروں میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا اور آخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت الحاح و زاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کر لوں اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا پہلے مرضی الہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا اس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے کی ممانعت فرمادی تب قوم نے اس کو ہدیے اور نذرانے دیئے جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری رکھا تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک و تعالیٰ سے اجازت چاہی اس کا کچھ جواب نہ ملا اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہ ملا تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا الحاح اور اصرار بھی اور زیادہ ہوا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کو قتل میں ڈال دیا اور آخر کار وہ بد دعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا تو جو بد دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل نام اس کی زبان پر آتا تھا قوم نے کہا اے بلعم یہ کیا کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے دعا کرتا ہے ہمارے لئے بد دعا کیا یہ

وَأَنزَلَ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الذِّبْرِ أَتَيْنَا آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَخِلُّهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحِمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (پ 9 الاعراف 175-176) ترجمہ۔ اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ (کنز الایمان)

یہی حال عالم بدکار کا ہے بلعم کو بھی کتاب اللہ ملی تھی مگر وہ شہوات میں جم گیا اس لئے اسے کتے سے تشبیہ دی گئی کہ برابر ہے اسے حکمت ملی یا نہ ملی وہ شہوات کی طرف ہاتپتا ہے۔ (نمبر 3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ علماء سوء کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سر کے منہ پر رکھ دیا جائے کہ نہ وہ خود پانی پئے نہ پانی کو بنے دے کہ کھیتی میں جائے اور علماء سوء کی مثال ایسی ہے جیسے باغات کے پختہ نالے کہ باہر گچ ہے اور اندر بدبو یا بعض قبور کہ اوپر سے آباد ہیں اور اندر مردوں کی ہڈیاں۔ (فائدہ) ان احادیث و اقوال سے معلوم ہوا کہ جو عالم دنیا داروں میں سے ہے وہ جاہل سے بھی رذیل ترین حال اور سخت عذاب میں مبتلا ہو گا۔

باعمل علماء کی علامات۔ جو لوگ فلاح پانے والے اور مقرب ہیں وہ آخرت کے عالم ہیں اور ان کی بہت سی علامتیں ہیں۔ (۱) اپنے علم کی وجہ سے دنیا کی طلب نہ کرے اس لئے کہ کم تر درجہ عالم کا یہ ہے کہ دنیا کی حقارت اور خست کو درست اور نپائیداری اور آخرت کی بزرگی اور پائیداری اور اس کی نعمتوں کی صفائی اور اس کی سلطنت کی بڑائی معلوم کرے اور جان لو کہ دنیا آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مثل دو سوکنوں کے ہیں کہ جب ایک کو راضی کرو تو دوسری ناخوش اور ترازو کے دو پلوں کی طرح ہیں کہ جتنا ایک جھکے اتنا ہی دوسرا اٹھے یا مشرق و مغرب جیسے ہیں کہ جتنا ایک کے پاس ہوتا ہی دوسرے سے دور ہو یا دو پالوں کی طرح ہیں جن میں سے ایک پر ہے اور دوسرا خالی تو جس قدر بھرے ہوئے میں سے خالی میں پانی کو ڈالو گے اتنا ہی بھرا ہوا خالی ہو گا اور جو شخص دنیا کی حقارت اور اس کی کدورت اور اس کی لغزش کا مزہ نیش کے ساتھ نہیں جانتا اور نہ یہ جانے کہ جو لذت دنیوی صاف بے نٹش ہوتی ہے وہ بھی کچھ مدت بعد گزری جاتی ہے تو ایسے شخص کی عقل میں فساد ہے اس لئے کہ مشاہدہ اور تجربہ سے امر مذکور ثابت ہے تو جس کو عقل ہی نہ ہو وہ علماء میں سے کس طرح ہو گا اور جو شخص کہ آخرت کی بزرگی اور نپائیداری کو نہیں جانتا وہ کافر مسلوب الایمان ہے تو جس کا ایمان ہی نہیں وہ عالم کیسے ہو گا اور جو شخص دنیا و آخرت کا ضد ہونا نہیں جانتا اور یہ کہ ان دونوں کو جمع کرنا ایک طمع بے سود ہے وہ تمام انبیاء کی شریعتوں سے

میرے اختیار کی بات نہیں میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔ (خزائن العرفان صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ)

بلعم باغورا کے مزید حالات فقیر اوسکی غفرلہ کی تفسیر ”فیوض الرحمن“ ترجمہ معراج الایمان پارہ نمبر 9 کا مطالعہ کیجئے۔

مواقف ہے وہ قرآن مجید کا اول سے آخر تک منکر ہے ایسا شخص بھی علماء میں شمار نہیں ہو سکتا اور جو شخص ان سب باتوں کو جان کر آخرت کو دنیا پر اختیار نہ کرے تو وہ شیطان کا اسیر ہے کہ اس کی شہوت نے اس کو تباہ کر دیا اور بد بختی اس پر غالب آگئی۔ اور جن لوگوں کے یہ درجات ہوں گے وہ علماء کے زمرہ میں کیسے متصور ہو سکتے ہیں۔

(فائدہ) حضرت داؤد علیہ السلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ عالم جس وقت اپنی شہوت کو اختیار کرتا ہے تو ادنیٰ بات اس کے ساتھ میں یہ کرتا ہوں کہ اس کو اپنی مناجات کے مزہ سے محروم کر دیتا ہوں اے داؤد میری کیفیت ایسے عالم سے نہ پوچھنا جسے دنیا نے پاگل بنا دیا ہے ورنہ وہ تجھے میری محبت سے روک دے گا اس قسم کے لوگ میرے بندوں کے حق میں رہزن ہیں۔ اے داؤد جب کسی کو میرا طالب دیکھو تو اس کی خدمت کرو۔ اے داؤد جو شخص کسی بندے بھاگے ہوئے کو میری طرف لاتا ہے میں اسے بڑا ہوشیار خبردار لکھتا ہوں اور جس کو ایسا لکھ دیتا ہوں اس کو کبھی عذاب نہیں کرتا اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا دل کا مر جانا ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے عوض میں دنیا کا طلب کرنا ہے۔ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ رازی فرماتے ہیں کہ جب علم اور حکمت سے دنیا طلب کی جاتی ہے تو ان کی قدر جاتی رہتی ہے۔ مسعود بن مسیب نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ راز افشا کرتا ہے تو وہ چور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب تم عالم دنیا کا طالب دیکھو تو تم اسے دین میں متہم جانو اس لئے کہ کسی چیز کا طالب خواہش میں گرفتار رہتا ہے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ عالم جب دنیا کی محبت کرتا ہے تو اس کی سب سے ادنیٰ سزا یہ ہے کہ اپنی مناجات کی حلاوت اس کے دل میں سے نکال لیتا ہوں۔

(حکایت) کسی نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تجھے علم عنایت ہوا ہے اپنے علم کے نور کو گناہوں کے اندھیرے میں مت بجھانا ورنہ جس روز اہل علم اپنے علم کے اجالے میں چلیں گے تو تاریکی میں رہے گا۔ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کو یوں کہا کرتے تھے کہ علم والو تمہارے محل قیصر کے سے ہوں گے اور مکانات کسریٰ کے سے اور کپڑے بہت قیمتی اور موزے جلاوت کی طرح اور سواریاں قارون جیسی اور برتن فرعون جیسے اور گناہ جاہل کی طرح اور مذہب شیطان والا تو شریعت محمدی علی صاحبہا السلام کہیں۔ کسی نے فرمایا

واراعی الشاة یحمی الذائب عنها ۞ فکیف اذا الرعاة لها ذئاب

(ترجمہ) بھیڑیے سے بکریوں کو چرواہے بچاتے ہیں لیکن جب وہ چرواہے ہی بھیڑیے بن جائیں تو پھر کیا کیا جائے۔ کسی اور نے فرمایا۔

یا معشر القراء یا ملح البلد ۞ ما یصلح الملح اذا الملح فسد

(ترجمہ) اے علم والو اے شہر کے نمکین گفتارو۔ بتاؤ کہ وہ نمک خاک کھانے کو صحیح بنائے گا جب خود نمک خراب ہو۔

فائدہ۔ کسی نے ایک عارف سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کیا حکم ہے۔ اس شخص کے بارے میں جسے گناہوں سے

راحت ہوتی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس میں شک نہیں کرتا کہ جس کے نزدیک دنیا بہ نسبت آخرت کے ترجیح رکھتی ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا حالانکہ یہ شخص بہ نسبت آخرت کے عالم کے مرتبہ میں کم ہے۔ (فائدہ) یہ گمان کرنا کہ مل کے ترک سے علمائے آخرت کے مرتبہ تک پہنچنے کا نام ہے بلکہ جاہ و مراتب کی طلب کا ضرر مل سے زیادہ ہے۔ (حکایت) بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ لفظ ”حدیثاً“ جو روایت کے لئے بولا جاتا ہے۔ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جب تم کسی سے حدیث کہتے ہوئے سنو تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے جگہ دو یعنی میری عزت کرو۔ (حکایت) ایک بزرگ کی کتابوں کے دس دفتروں سے زائد دفتروں سے کہتے ہیں کہ مجھے خواہش تھی کہ حدیث بیان کروں لیکن بیان نہ کی۔ جب یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو پھر حدیث بیان کی۔ (فائدہ) بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور بزرگ کا قول ہے کہ جب تمہیں خواہش ہو کہ حدیث بیان کر تو خاموش رہو اور جب خواہش نہ ہو تب بیان کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم اور ارشاد کے منصب ملنے سے جاہ کی لذت تمام دنیوی لذتوں سے بڑھ کر ہے تو جو اپنی خواہش پوری کرے گا وہ دنیا داروں سے ہو گا اسی لئے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث کا فتنہ مل اور اہل اور اولاد کے فتنے سے بڑھ کر ہے اور کیونکہ اس کا فتنہ قاتل خوف نہ ہو کہ حضور سر رہا نبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد خداوندی ہوا۔ وَلَوْ لَا اَنْ تَهْتَاكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا (ابن ماجہ) (اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ غور سے مائل ہو جاتے۔ (جزالایمان)

ارشادات ہائل تفسیری رحمۃ اللہ علیہ (۱) حضرت ہائل تفسیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام دنیا ہے اس میں آخرت صرف نیک اعمال کا نام ہے اور اس میں اعمال تمام بیکار ہو جاتے ہیں سوائے اخلاص کے۔ (۲) انہی کا ارشاد ہے کہ علماء کے سوا تمام انسان مردے ہیں اور با عمل علماء کے سوا تمام لوگ دیوانے ہیں اور عالم اخلاص ہوگا۔ ولیوں کے سوا سب مغالطہ میں ہیں اور اخلاص والوں کو یہ خوف ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ (فائدہ) ابو سلیمان درانی نے فرمایا کہ جب آدمی حدیث کی طلب کرے یا نکاح کرے یا طلب معاش کے لئے سفر کرے تو وہ دنیا کا مائل ہو چکا اس میں ان کی غرض طلب حدیث سے اونچی سندیں طلب کرنی ہیں یا ایسی حدیث کی طلب کہ جس کی آخرت میں حاجت نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی رفتار آخرت کی طرف ہو وہ دنیا کی راہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اہل علم کیونکر ہو گا اور جو کلام کا طالب اس لئے ہو کہ اس سے لوگوں کی آزمائش کرے نہ اس غرض سے کہ اس پر عمل کرے تو وہ اہل علم کیسے ہوگا۔ صالح بن حسان ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے اکابر اساتذہ سے ملاقات کی وہ سب بد عمل محدث سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ طَلَبَ عِلْمًا مَعَايِنُغِي بِهِ وَحَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَصِيبُ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترجمہ)۔ علم کی اس تمیت سے طلب ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو لیکن کوئی دنیوی مراتب کے حصول کی غرض سے حاصل کرے تو وہ قیامت میں جنت

(1) حضرت عبداللہ تبری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عارف کمال صاحب کرامت، عباسی خاندان کے حکمران المتہذی باللہ نے حکومت تحت سنبھالا تو بلوچو عابد زاہد شجاع اور ذی فہم ہونے کے غیر ذمہ دار مشیروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ شورشوں نے ایسا جنم لیا کہ اس کے تحت و تاج و استحکام نہ مل سکا اور اسے صرف گیارہ ماہ پندرہ دن کے بعد موسیٰ بن بغا نے ایک عبرت ناک سزا (خسنے دبا کر) دے کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔

اب المعتمد علی اللہ کو لوگوں نے جیل سے نکل کر تخت حکومت پر بٹھا دیا مگر یہ حکومت کرنے کی بجائے لوہو و لعب میں منہمک ہو گیا عوام کے آرام و سکون کو اپنی آرام پسندی کے دائرہ پر لگا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف زنجیوں نے بھرہ اور اس کے گرد و نواح میں لوٹ مار شروع کر دی اور قرب و جوار کے شہروں کو جلا و برباد کر کے ان میں آگ لگا دی اور ہر طرف قتل و غارت گری کر کے تباہی مچا دی تو دوسری طرف ایران کے صفاریہ خاندان کے بانی یعقوب بن یسٹ نے خراسان، سیستان، فارس، کرمان، ہرات اور بلخ کو فتح کر کے خلافت بغداد کو زبردست زک پہنچائی اس صفاریہ حکومت کا صدر مقام سیستان تھا۔

حکمرانوں کی کوتاہیوں عوام کے سر پر عذاب بن کر نازل ہوئیں۔ مقتول کی لاش پر جس نے نوحہ کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا اور جس نے قتل کرنے والوں کا ساتھ دیا وہ بھی بعد میں مار دیا گیا صفاریہ خاندان والوں میں ایک ہوشیار عمر بن الیث بھی سیستان کے تخت پر متمکن ہوا مگر اس کے ہاتھ میں خون کی پیاسی تلوار تھی جس نے بھی سلطنت بغداد کی تعریف میں ایک جملہ کہہ عمرو کی تلوار نے اس کی زبان کو کٹ کر رکھ دیا معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کو جیلوں میں ٹھونسنا شروع کر دیا لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا وہ گھروں میں ہی قید ہو کے رہ گئے۔

چنانچہ 266ھ (880ء) میں جب رومی دہشتے ہوئے آئے اور خانہ کعبہ کے قیمتی زریں پردوں کو لوٹنا شروع کیا تو کوئی بھی ان کی راہ میں رکھوٹ نہ بنا۔

قدرت نے یہ بے حسی دیکھی تو حجاز، عراق اور بلخ کو قلعہ سلا میں جلا کر دیا اور گندم کی ایک پوری (اڑھائی من کے قریب) 150 دینار (موجودہ پاکستانی سکے 14000 روپے) میں بکے گئی لوگوں پر غارتے آنے لگے زنجیوں کے سردار (سپہ سالار) بہبود نامی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو حکومت نے اس دعویٰ نبوت پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔ ختم نبوت پر عقیدہ رکھنے والے خود ہی دیوانوں کی طرح ایک دیوار بن گئے اور ایک لاکھ پچاس ہزار نوجوانوں نے اپنے سروں کا نذرانہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا ان نعرہ رسالت لگانے والوں نے دن رات یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پکارا اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک بہبود جھوٹے نبی کا سر کٹ نہیں لیا سر کاٹا تو پھر نیزے کی انیوں پر اس کی نمائش کی گئی اور زمانے میں آنے والے ایسے جھوٹے مدعیان نبوت پر واضح کیا گیا کہ مسلمان ہمسوس رسالت کی حفاظت یوں کیا کرتے ہیں۔

مگر لوہو لعب اختیار کرنے والے حکمرانوں کے باعث جو عذاب مسلمانوں پر آرہے تھے وہ ابھی تھے نہیں۔ اچانک عراق کی راجدھانی میں بیضہ کی دیباہ پھوٹ پڑی اور 256ھ سے 270ھ تک (870ء تا 884ء) میں جس قدر لوگ جنگوں میں مرے ان سے بھی زیادہ لوگ اس دیباہ کے باعث موت کے منہ میں چلے گئے۔

کیا مسلمانوں کا مرنا اب ختم ہو گیا تھا؟ نہیں ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فصلوں کو دیران کرنا تھا ان کے مویشیوں کو بھوکے مارنا تھا۔ 278ھ بمطابق 892ء کا آغاز ہوا تو دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا کہیں تری کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ خشک سالی نے بھی اپنے اثرات دکھانے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔

اتنے لوگ مرتے رہے مگر وقت کے حکمرانوں نے اپنی عیاشیوں کے حصار سے باہر نکلنا پسند نہیں کیا اب مسلمانوں نے اذانیں دینی شروع کر دیں ان کے سجدوں میں انکساریاں عود کر آئیں۔ لوگ اپنے خالق کے دربار میں گزراؤنے لگے جہاں وہ اپنے گناہوں کی معافیاں مانگتے وہیں عیش پرست حکمرانوں سے نجات کی دعائیں بھی مانگتے۔

خداوند کریم کو ان لوگوں کی بھیجی ہوئی آنکھیں پسند آگئیں۔ ان کے گزراؤنے میں عاجزی ہی عاجزی دکھائی دی۔ ان کے سجدوں میں خلوص نظر آیا۔ 279ھ (893ء) میں المعتمد علی اللہ کے لئے زہر کا پیالہ تیار کروایا اور تنگ آنے والوں نے اس کے حلق میں اتارنے کے لئے ایک کثیر رقم محافظ کو ادا کی اور اسے ابدی خند سلا دیا۔ بعض کہتے ہیں اسے گلا دیا کریمشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا اور ادھر عمر بن العیث کو بیمار کر دیا اسے خارش نے جکڑ لیا سارا جسم متورم ہو گیا پھپھوے پھوٹنے لگے۔ خارش ہوتی تو اپنے ہی ہاتھوں سے زخم چھیل دتا خون اور پیپ ہر وقت رستا رہتا کوئی شخص اس کے پاس بیٹھنے کو تیار نہ تھا اس کے اپنے بیوی بچے اس سے دور رہتے تعفن بدبو اور کراہت کے علاوہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ خارش اچھوت کی بیماری ہے خارش ایک جسم سے دوسرے جسم کو لگ جاتی ہے۔ لہذا وہ اس کے قریب نہ آتے۔

شاہی محل کا ایک کمرہ اس کے لئے مخصوص کر دیا گیا وہ وہیں پڑا رہتا نوکروں کو آواز دیتا تو وہ بھی اکثر اوقات اس کی بات سنی ان سنی کر دیتے۔

حکیم اور طبیب آتے انہوں نے اپنے سارے نسخے آزما لئے مگر آرام نہیں آتا تھا نہ آیا ایک دن کسی عریف الطبع نوجوان نے کہا کہ بادشاہ کو گندے پانی میں سلاؤ خارش سے آرام آ جائے گا۔ یہ بات آہستہ آہستہ بادشاہ کے کالوں تک پہنچ گئی ایک رات بادشاہ رات کے اندھیرے میں اٹھا اور گندے چھپر میں داخل ہو گیا خوب ڈبکیں لگا لگا کر نہلیا پھر اسی طرح لتھڑے جسم کے ساتھ ادھر ادھر پھرتا رہا صبح کے وقت پانی گرم کر کے دوبارہ نہلیا کپڑے تبدیل کئے یہ عمل نہ جانے اس نے کتنے دن تک کیا مگر اللہ اب بھی نہیں ہوا آخر جسم گلنے لگا کرموں نے سر نکالے تو چیخ اٹھا۔

لوگو! میں مرنا چاہتا ہوں آؤ میرا گلا دبا دو یا میرا کلاٹ دو میں اس نصرت ناک زندگی سے تنگ آ گیا ہوں اگر اس دنیا میں میرا کوئی مسیحا نہیں ہے تو کوئی عزرائیل ہی بن کے آ جائے اور مجھے اس عذاب زندگی سے چھٹکارا دلائے۔

روحانی دنیا میں یہ دور حضرت سہل بن عبد اللہ تسری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے آپ کا مقام صوفیائے کرام میں بہت بلند ہے اگر انہیں مقتدائے صوفیہ کہا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا آپ فائدہ کشی اور شب زندہ دار ولی تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ — اس وقت میں نے جو جواب دیا تھا مجھے اب بھی یاد ہے۔

آپ کی ابتدائی تربیت آپ کے ماموں حضرت محمد بن سار نے فرمائی جو بذات خود بھی ایک درویش اور ولی کامل تھے آپ کی غذا ستر شبانہ روز کے بعد صرف ایک بلوام ہوا کرتی تھی کسی نے آپ کے اس بغیر کھانے پینے کے گزارہ کرنے کے بارے میں پوچھا۔

فرمایا شروع شروع میں مجھے نہ کھانے سے نفاہت ہوتی اور کھانے سے قوت محسوس ہوتی تھی مگر اب اس کے بالکل خلاف ہوتا ہے کھاتا ہوں تو نفاہت ہوتی ہے، نہیں کھاتا ہوں تو قوت ملتی ہے۔

آپ نے پیدل حج فرمایا حج کے دوران میں حضرت ذوالنون مصریؒ سے بیعت ہوئے اور واپس آ گئے وہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کے کسی سوال کا جواب دیتے تھے۔ بس دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے رہتے تھے۔

ایک دن خلاف معمول فرمایا لوگو! آؤ مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا اپنا سوال کئے بغیر سب نے یک زبان ہو کر پوچھا کہ پہلے آپ کسی کے سوال کا جواب نہ دیتے تھے آج آپ نے سب کچھ بتا دینے کا دعویٰ کیسے کر لیا؟

فرمایا لوگو! تم شاید نہیں جانتے تھے آج سے پہلے میرے استاد حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ حیات تھے ان کی زندگی میں مجھے جرات نہ تھی کہ میں کسی کو کچھ بتاؤں چونکہ آج ان کا وصل ہو گیا ہے لہذا میں ان لوگوں کو محروم نہیں رکھنا چاہتا جو کوئی علمی مسائل دریافت کرنا چاہتے ہیں لہذا ایسے لوگوں کو میں خود دعوت دے رہا ہوں۔

لوگوں کو اس بات پر یقین نہ آیا اور ان کی اس بات کو ایک مجذوب کی بات سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ تاہم بعض لوگوں نے یہ دن اور تاریخ نوٹ کر لی اور تحقیق کرنے لگے۔ جلد ہی ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ حضرت سل بن عبد اللہ تستری کی بات درست تھی۔ واقعاً حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ وصل فرما گئے تھے پھر تو لوگوں کا ایک ٹکٹا آپ کے گرد رہنے لگا جو شخص جس قسم کی حاجت لے کر آتا آپ کا فیض کرم سے ملا مل ہو کے جاتا۔

یہ خبر کشل کشل سیستان کے بلوٹہ عمر بن الیث تک بھی پہنچ گئی کسی خلام سے کہا جاؤ حضرت سل بن عبد اللہ تستری کو بلا لاؤ خلام نے عرض کیا حضور وہ فقیر آدمی ہے انہوں نے حاجتوں سے منہ موڑ رکھا ہے کیونکہ آپ کے ہاں تشریف لائیں گے آپ کو خود ہی ان کے ہاں جانا ہو گا۔

مگر میں اس تکلیف دہ بیماری کے باعث کیسے جاؤں میری سزا کا اشتہار تو پہلے ہی لگا ہوا ہے۔ اب مزید مجھے رسوا نہ کرو جاؤ کہہ کے تو دیکھو شاید آجائیں۔

بلوٹہ کا نوکر حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا بلوٹہ کی بیماری کا ذکر کیا اور بلائے جانے کا پیغام دیا مگر حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دی آپ لوگوں میں فیوض و برکت بٹھتے رہے کچھ ہیوم کم ہوا تو نوکر نے پھر آگے بڑھ کر اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

آپ نے فرمایا نوجوان! فقیر کو امراء کے ہاں جانا پسند نہیں ہے اس معاملے میں مجھے مجبور سمجھیں۔ نوکر نے جا کر بلوٹہ سے ساری حقیقت بیان کر دی۔

بلوٹہ نے کہا ہاں وہ واقعی بے نیازی کی دولت سے ملا مل ہیں ہم احتیاج والے ہیں ہمیں ہی ان کے ہاں جانا چاہئے جا کر دوسرے خدام کو بلا لاؤ اور مجھے وہاں ان کی بارگاہ میں لے چلو۔

اب بلوٹہ کے لباس کو تبدیل کیا گیا اور چارپائی پر لٹا کر بالکل مردوں کی حیثیت میں آپ کے پاس لے جایا گیا۔ لوگوں نے بلوٹہ کو اس حالت میں دیکھا تو توبہ توبہ کرنے لگے وہ بلوٹہ جس نے قتل کا حکم دیتے ہوئے ذرا بھر خوف خدا نہ کیا آج کس قدر بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں کرموں کی خوراک بن رہا ہے۔ گویا ایک ایک کرم مخلوق خدا پر روا رکھے گئے۔ غلطیوں کا بدلہ لے رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے تیر رہے تھے اس کے لبوں پر سے مسکراہٹیں چھین لی گئیں تھیں اس کے جسم کی حرکتیں مفلوج ہو گئی تھیں۔ اس کی زبان بات کرتے ہوئے لڑکھڑاتی تھی۔

حضرت صاحب اس وقت ایک گزرگاہ کے کنارے بیٹھے فیض عام کا لنگر بٹاتے رہے تھے۔

لوگوں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو بتایا کہ بلوٹہ کی چارپائی آ رہی ہے کیا خبر وہ مر گیا ہو بیچارہ کئی دنوں سے بیمار تھا آپ نے فرمایا۔

ہاں وہ بیمار ہے مگر ارے ابھی مرنا نہیں ہے اس کی زندگی عبرت گاہ جہان بنی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد بلوٹہ کی چارپائی شارع عام میں رکھ دی گئی ہر گزرنے والے نے اسے دیکھا جو لوگ بلوٹہ تک فریاد لے

جانے میں بے بس تھے اب بلوشہ ان کی راہوں میں پڑا تھا۔

سیستان کے پورے شہر میں خبر پھیل گئی کہ بلوشہ عمر بن الیث کو حضرت سل بن عبد اللہ تستری کی خدمت میں لایا گیا ہے وہ بھاگ بھاگ کر آنے لگے وہ بلوشہ کو دیکھتے اور بلوشہ بھی ہر آنے والے کو دیکھتا ہوا دیکھنے والوں میں وہ بچے بھی دکھائی دیئے جو اس کی تلوار سے یتیم ہو گئے تھے۔ ان بوڑھوں نے بھی دیکھا جن کے بڑھاپے کے ساروں کو چھین لیا گیا تھا۔ ان دیکھنے والوں میں وہ عورتیں بھی آئیں جن کے سہاگ بلوشہ نے لوٹ لئے تھے اور اگر نہیں آئے تو وہ لوگ بلوشہ کو نہیں آئے تھے جو اس کی جیلوں میں بند پڑے تھے اور ان کی ہوشیاں قاتلوں کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکی تھیں۔

اب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بلوشہ کے کارندوں سے فرمایا ذرا اس ہجوم کو ایک طرف کر دو تو بلوشہ کو مجھ سے اور میری بلوشہ سے بات ہو۔

بلوشہ کے کارندوں نے بازو پکڑ کر ایک حلقہ بنا دیا جس میں بلوشہ کی چارپائی رکھی تھی۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا عمرو! کیا بات ہے ایک بوریہ نشین فقیر کے ہاں آپ کی آمد کس لئے ہے۔

بلوشہ نے نحیف و ناتواں آواز میں عرض کیا حضور مرنے کے قریب ہوں بس جلدی سے مار دیجئے۔

نہیں مرنے کی تمنا درست نہیں ہے۔ موت کو یاد رکھو مرنے کی خواہش نہ کرو لا تقنطو من رحمة اللہ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے) فقیر اور امیر تو بھی مخلوق خدا کے آرام و سکون کے لئے ہیں اگر یہ مایوس ہو جائیں اور مرنے کی تمنا کرنے لگیں تو مظلوم کو ظلم کے پتھوں سے کون بچائے گا مخلوق ہونے کے اعتبار سے ہم سب برابر ہیں۔ خالق کائنات کی زمین پر جس طرح ایک بلوشہ اور شہنشاہ کو زندہ رہنے کا حق ہے اسی طرح ایک غریب اور نادار کو بھی ہے۔ ایک شخص دوسرے کے حقوق کا محافظ تو ہے حقوق کو سلب کرنے یا چھیننے کا حق کسی کو نہیں ہے۔

بلوشہ نے عرض کیا جب لوگ کسی سے نفرت کرنے لگیں تو پھر اس کے زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے۔

مگر نفرت کئے جانے سے پہلے اس نے لوگوں کے دل کیوں نہ جیتے اس نے محبت اور پیار کیوں نہ بنایا اس نے نفروں کا بیج کیوں بویا۔

مگر حضرت صاحب میں تو بیمار ہوں میری بیماری نے ہی مجھے قتل نفرت بنا دیا ہے اب تو مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی ہے۔

عمرو! جانتے ہو یہ بیماری تمہیں کس نے لگائی؟

بادشاہ اس سوال پر چپ رہا آپ نے فرمایا۔

ہاں ہاں بیماریاں اور گناہیں اس رب کی طرف سے ہیں جو خیر و شر کا مالک ہے جو روشنی اور تاریکی کا خالق ہے جو عالم کو تائب ہونے کی مسلت دیتا ہے اور مظلوم کو ظلم برداشت کرنے کے حوصلے۔ اے عمرو صحت و جوانی اور اقتدار کے نشے میں تم نے لوگوں پر جو زیادتیاں کی ہیں ان پر تلوم ہو جاؤ سچے دل سے توبہ کر لو اور اپنے رب سے وعدہ کرو کہ آئندہ اس کی مخلوق کو اپنے ظلموں کا تختہ مشق نہیں بنائو گے تو اس کی رحمت کے نظارے دیکھنا وہ بڑی جلدی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے نجات عطا فرمائے میں نے عرض کیا نا دعا اس کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو۔ لہذا تم پہلے توبہ کر کے ان قیدیوں کو رہا کرو جو تم نے بغیر کسی وجہ کے قید خانوں میں ڈال رکھے ہیں اور ان قیدیوں سے معافی مانگو جن کا قصور فقط یہ ہے کہ انہوں نے آپ کی غلط بات میں ہاں میں ہاں نہیں ملائی یا جنہوں نے غیر اسلامی حرکتوں پر اتفاق نہیں کیا۔

حضور! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے تمام قیدیوں کے لئے دروازے کھول دوں گا۔
 نہیں ابھی جیل خانہ جات کے مگر ان اعلیٰ کے نام حکم نامہ لکھو پھر آپ کے حق میں دعا کروں گا۔
 بلو شاہ نے اسی وقت میرمنشی کو طلب کیا اور حضرت صاحب رحمہ کی خواہش کے مطابق تمام قیدیوں کی رہائی کے احکام لکھوا دیئے۔
 اب آپ نے بلو شاہ کے حق میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے عرض کیا۔

بار الہا! جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اس کو دکھا دے تاکہ اس پر واضح ہو
 جائے کہ مجھے نافرمانوں کی نسبت فرمانبرداروں سے زیادہ تعلق ہے۔ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اسے صحت عطا
 فرما میں چاہتا ہوں چارہائی پر آیا ہے اب خود چل کر اپنے گھر میں جائے۔

اگرچہ لوگوں کو ایسا ہونا مشکل دکھائی دے رہا ہے مگر تو علیٰ کل شئی قدیر ہے تیرے لئے کیا مشکل ہے۔

آپ نے اپنے ہاتھ منہ پر پھیرے پھر بلو شاہ کے جسم پر پھونک ماری بلو شاہ اسی وقت صحت یاب ہونا شروع ہو گیا کرم معدوم
 ہو گئے۔ خارش کے زخم ہر آن مندمل ہونے لگے کھجلی کی تکلیف یک دم رفع ہو گئی بلو شاہ کو سکون ملنے لگا۔

لوگوں نے پسے ہوئی کچھ دیکھا تھا کہ تکلیف آنے میں دیر نہیں لگتی جاتے میں دیر لگتی ہے مگر حضرت سہل بن عبد اللہ تستری
 کی یہ کرامت تھی کہ تکلیف کے جانے کی رفتار تکلیف کے آنے کی نسبت زیادہ تھی۔ بلو شاہ ہر لمحے صحت یاب ہوتا گیا بلا خراٹھ
 بیضا اور حضرت صاحب کے قدموں میں گر گیا اور ایک خطیر رقم کا نذرانہ حضرت صاحب رحمہ کی خدمت میں پیش کیا مگر آپ نے
 قبول نہیں فرمایا کہنے لگے۔

ہمیں آپ کے مل و دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ جن کا حق ہے انہیں دوا غریا میں ہٹا دو۔

بلو شاہ چلا گیا آپ کا ایک مرید آگے بڑھا عرض کیا حضور! آپ کے علم میں ہے کہ میں مقروض ہوں آپ بلو شاہ کا نذرانہ قبول
 فرما کر مجھے دے دیتے تاکہ میرا قرض ادا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا ہمیں ان بلو شاہوں کے مل و دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ تو غریبوں کا نچوڑا ہوا خون ہے آؤ میرے قریب آؤ
 میں آپ کو مل و دولت دکھاؤں آپ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا فرمایا اپنے گرد و پیش دیکھو تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے۔
 مرید کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں 'پکار اٹھا۔

حضور! ہر ایک چیز سونے کی ہے۔

فرمایا اب بتاؤ ہم نے بلو شاہوں کے مل و دولت کو کیا کرنا ہے لے لو جتنا سونا چاہتے ہو تاکہ تمہارا قرض ادا ہو جائے۔

حضور! میں تو دیکھ کر ہی ملا مل ہو گیا ہوں ایک رتی بھر سونا اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔

اب آپ نے اپنے اس مرید کو اتنا مل دے دیا جس سے اس کا قرض ادا ہو گیا ایک دو دن کے بعد بلو شاہ نے غسل صحت کیا
 اور ایک جشن کا اہتمام کیا۔ حضرت سہل کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی مگر آپ نہیں گئے بلو شاہ ہمیشہ کے لئے آپ کے
 عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا اور کاروبار سلطنت سے متعلق مشورے لیتا رہتا۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کے وصال کے بعد آپ کی قبر مبارک سے کافی عرصے تک یہ آواز آتی رہی۔

اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ اس کا کوئی شریک۔

تذکرۃ الاولیاء از حضرت شیخ فرید الدین عطار

تاریخ الخلفاء از امام جلال الدین سیوطی

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ترجمہ مولانا غلام رسول مر

فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا

جامع اللغات از خواجہ عبدالجید بی اے

(ماخوذ از ماہنامہ نور الاسلام شرق پور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان)

اور اللہ تعالیٰ نے علماء سو کی یہ صفت بتائی ہے کہ علم کی وجہ سے دنیا کھاتے ہیں اور علماء آخرت کی صفت عاجزی اور زہد بیان فرمائی۔ چنانچہ دنیا والے علماء کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ **واذا اخذ اللہ میثاق الذین اونوا الكتب لتبيننه للناس ولا** **نكتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به تمنا قليلا** ^{بقرہ آل عمران 75} (ترجمہ) جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم لوگوں کو صاف صاف بتاؤ گے اور علم کی کوئی بات نہ چھپاؤ گے۔ انہوں نے اسے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اس کے عوض حقیر دنیا خریدی۔

اور علماء آخرت کی شان میں بیان فرمایا۔ **وان من اهل الكتب لمن يؤمن بالله وما انزل اليكم وما انزل اليهم خاشعين لله لا يشترون بايت الله تمنا قليلا اولئك لهم اجرهم عند ربهم** (ترجمہ) اور بعض اہل کتاب وہ ہیں کہ وہ اللہ پر اور وہ جو آپ پر اور ان کی طرف نازل کئے گئے پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کر کے بعض آیات تھوڑا ثمن نہیں خریدتے ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

فائدہ۔ بعض اکابر سلف نے بیان فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے گروہ میں انھیں گے اور قانیوں کا حشر سلاطین کے زمرہ میں ہوگا اور جس فقیہ کا علم سے مقصد دنیا کی طلب ہو وہ بھی قانیوں کے حکم میں ہے۔ (حدیث) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی پاک صاحب لولاک حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو وحی بھیجی کہ جو دین کے سوا اور لالچ کے لئے عالم بنتے ہیں تاکہ عمل کرنے کے لئے بلکہ آخرت کے عمل سے بھی دنیا طلب کرتے اور لوگوں کی نظروں میں بکموں کی کھل پہنتے ہیں لیکن ان کے دل بھینروں جیسے ہیں ان کی زبان شد سے میٹھی اور دل معبدے سے زیادہ کڑوا ہے۔ وہ مجھے فریب دیتے ہیں بلکہ میرے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں آپ انہیں کہہ دیں کہ میں ان کے لئے ایسا فتنہ برپا کروں گا جس پہ دنیا والے حیران رہ جائیں گے۔ (حدیث) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے عالم دو ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا اور اس نے اس کو لوگوں میں خرچ کیا اور اس پر مال کی حرص نہ کی۔ بقدر ضرورت تھوڑا سا خریدا تو ایسے شخص پر اڑنے والے پرندے اور سمندر کی مچھلیاں اور زمین کے چوپائے یعنی جانور اور کرما کا تبیین رحمت بھیجتے ہیں اور وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سردار بزرگ

ہو کر آئے گا۔ یہاں تک کہ رسل کرام (علیہم السلام) کے ساتھ ہوگا۔ (2) جس عالم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بخل کیا اور مال کی طمع کی اور علم کے عوض میں تھوڑا سا مال خریدا تو وہ قیامت میں آگ کی لگام دیا ہوا آئے گا۔ ایک پکارنے والا پکارے گا کہ یہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علم دیا مگر اس نے علم پر بخل کیا اور اس کے بندوں کو نہ سکھایا اور طمع کا دامن پھیلایا اور علم کے عوض تھوڑا سا پانی خریدا اس کے لئے یہ علم عذاب بنا رہے گا۔ یہاں تک کہ تمام آدمیوں کے حساب سے فراغت ہو جائے۔

حکایت ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ عوام میں اس نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھ سے موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا اور موسیٰ نبی اللہ نے ایسا کہا اور موسیٰ کلیم اللہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سا علم ہو گیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے نہ دیکھا تو اس کا حل پوچھنا شروع کیا مگر کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ آپ کی خدمت میں ایک خنزیر کے گلے میں سیاہ رسی ڈالے ہوئے لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ آپ فلاں شخص کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا گیا یہ خنزیر وہی شخص ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ یا اللہ اس کو اصلی صورت پر بنا دے تاکہ اس سے پوچھوں کہ کس وجہ سے اس نوبت تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم ان صفات سے مجھے یاد کرو گے جو آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے انبیاء اور اولیاء نے مجھے پکارا ہے تب بھی میں اس کی اصلی شکل کے لئے نہ مانوں گا لیکن جس سبب سے میں نے اس کی صورت مسخ کی ہے وہ بتائے دیتا ہوں کہ یہ شخص دین کے بدلے میں دنیا طلب کیا کرتا تھا۔ (حدیث) حضرت معاذ بن جبل سے موقوفاً "اور ایک روایت میں مرفوعاً" مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی مصیبت یہ ہے کہ بولنا اس کے نزدیک صرف لوگوں کو سنانے کے لئے اچھا ہو حالانکہ تقریر میں زینت اور زیادتی ہو جاتی ہے اور صاحب تقریر خطا سے مامون نہیں اور خاموشی میں سلامتی اور علم ہے۔ (فائدہ) علماء میں سے بعض وہ ہیں کہ اپنے علم کو جمع رکھتا ہے۔ یہ نہیں چاہتا کہ وہ دوسرے کو بھی ہو تو وہ شخص دوزخ کے پہلے طبقے میں ہو گا۔ اور بعض وہ ہیں کہ اپنے علم میں بادشاہ کی طرح ہیں ہو کہ اگر اس پر کچھ اعتراض کیا جائے یا اس کے حق میں کچھ سستی کی جائے تو آگ بگولا ہو جائے۔ یہ شخص دوزخ کے دوسرے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہیں کہ اپنے علم اور عمدہ حدیثوں کو خاص شرف اور دولت والوں کے لئے بیان کرتا ہے اور جن لوگوں کو احادیث کی حاجت ہوتی ہے ان کو اہل نہیں جانتا۔ یہ شخص دوزخ کے تیسرے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہیں کہ اپنے آپ کو فتویٰ کے لئے تیار رکھتا ہے۔ اور سخت حکم بتاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تکلیف دینے والوں سے بغض رکھتا ہے۔ یہ شخص دوزخ کے چوتھے طبقے میں ہو گا اور بعض وہ علوم ہیں کہ اپنے علم کو لوگوں میں بلندی اور یادگار اور مروت ٹھہراتے ہیں وہ چھٹے طبقے میں رہے گا اور بعض وہ ہے کہ کبر اور عجب کو خفیف جانتا ہے اگر وعظ کرتا ہے تو سختی کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی نصیحت کرتا ہے تو ناک چڑھاتا ہے۔ ایسا شخص دوزخ کے ساتویں طبقے میں ہو گا۔ (فائدہ) چاہئے کہ علم میں خاموشی اختیار کی جائے تاکہ شیطان پر غلبہ ہو اور بغیر کسی عجیب بات کے

مت ہنسو اور نہ بغیر حاجت کے اپنی جگہ سے ہٹو اور ایک روایت میں ہے کہ ان العبد لیشر له من الشاء لیملاء
... ما بیس المشرق والمغرب وما یذن عند اللہ جناح بعوضہ (ترجمہ) بعض لوگوں کی تعریف ایسی پھیل جاتی
ہے کہ مشرق و مغرب میں اس کی داستانیں ہوتی ہیں وہ اللہ کے نزدیک پھر برابر بھی نہیں ہوتا۔

حکایت۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مجلس وعظ سے اٹھے ایک خراسانی نے ایک گٹھڑی جس میں پانچ ہزار
درہم اور دس تھان باریک کپڑے کے تھے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ دراہم تو خرچ کرنے کے لئے
ہیں اور کپڑا پہننے کے لئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عافیت سے رکھے یہ خرچ اور تھان اٹھا لو اسے اپنے ہی پاس
رہنے دے ہمیں اس کی ضرورت نہیں جو شخص میرے جیسے کی مجلس میں بیٹھے گا اور اس جیسی نذر قبول کرے گا وہ
جس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو دین سے بے بہرہ ہو کر جائے گا۔ (حدیث) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عالم دین کے پاس نہ بیٹھو بلکہ
اس عالم کے پاس بیٹھو کہ وہ پانچ امور سے دو سری پانچ چیزوں کی طرف بلائے۔ (1) شک سے یقین کی طرف (2) ریاء
سے اخلاص کی طرف (3) دنیا سے آخرت کی طرف (4) کبر سے تواضع کی جانب (5) عداوت سے خیر خواہی کی طرف۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَلْبَسْتُمْ لَنَا مِثْلَ مَا
أَوْثَقْنَا قَارُونَ أَنَّهُ لَدُونُ حَظِّ عَظِيمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُولُوا الْعِلْمِ وَيُلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَن أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا
يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ۔ (پ 20 القصص 80) (ترجمہ) تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی
چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا صیب ہے۔ اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا
خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر
والے ہیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ۔ اس آیت میں اہل علم کی صفت دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کی وجہ سے فرمائی اور آخرت کے علماء کی یہ
صفت ہے کہ اس کا فعل قول کے خلاف نہ ہو بلکہ کوئی چیز کرنے کو جی بھی کہے کہ جب پہلے خود اس کا عامل ہو۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَنَا مُرُونَ النَّاسَ بِإِبْرٍ وَنَسُونَ أَنْفُسَكُمْ (پ 1 البقرہ 44) (ترجمہ) کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے
ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو۔ اور فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (پ 28 الصف 3)
(ترجمہ) کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ نہ کرو۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا
وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَنْهُ (پ 12 ہود 88) (ترجمہ) اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جو بات سے تمہیں منع
کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگو اور فرمایا وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمَ اللَّهُ مَا تَفْعَلُونَ (پ 28 الصف 3)
سکھاتا ہے اور فرمایا وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَسْمِعُوا۔ (ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کو فرمایا کہ اے ابن مریم علیہا السلام تم خود کو نصیحت کرو تمہارا نفس نصیحت پذیر ہو جائے پھر لوگوں کو نصیحت
کرو ورنہ مجھ سے حیا کرو۔ (حدیث) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مررت لیلۃ اسری

بی باقوام کان تقرض شفاہم بمقاریض من نار فقلت من انتم فقالوا کنا نامر بالخیر ولا ناتیہ وننہی عن الشر وناہیہ۔ (ترجمہ) جس رات مجھے معراج ہوئی میرا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ مقراضوں سے کانٹے جارہے تھے میں نے پوچھا تم کون ہو عرض کی ہم وہ ہیں جو دوسروں کو نیکی کا کہتے تھے لیکن خود نہ کرتے اور برائی سے لوگوں کو منع کرتے لیکن خود برائی سے باز نہیں آتے تھے۔ (حدیث) اور تمام اچھوں سے اچھے علماء باعمل ہیں۔ (حکایت) وزائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے مقبولوں نے جناب الہی میں شکایت کی کہ کفار کے مردوں کی بدبو ہمیں ستاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ علماء سوء کے پیٹ میں زیادہ بدبو ہے اس بدبو سے جو تمہارے اندر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی بدبو نہیں۔ (حکایت) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت میں بت پرستوں سے علماء سوء کا حساب ہوگا۔ (حکایت) ابوہریراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نہیں جانتا اس کو تو ایک دفعہ ہلاکت ہے اور جو جانتا ہے اور عمل نہیں کرتا اس کے لئے سلت بار خرابی ہے۔ (حکایت) شعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کچھ لوگ جنت کے دوزخ کے بعض لوگوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ دوزخ میں کیسے گئے ہو ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم اور تلویب کے طفیل جنت میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم لوگوں کو خیر کا حکم کرتے تھے۔ خود نیک کام نہیں کرتے تھے۔ (حکایت) حضرت حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں اس عالم سے زیادہ حسرت اور کسی کو نہ ہوگی جس نے لوگوں کو سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل کیا اور خود اس نے عمل نہ کیا تو لوگ اس کے سبب سے مقصد کو پہنچ گئے اور وہ خود تباہ ہو گیا۔ (حکایت) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کی نصیحت دلوں سے ایسے دور چلی جاتی ہے جیسے قطرہ چکنے پتھر پر سے دور ہوتا ہے اور آپ نے ایک قطعہ پڑھا۔ (۱) یا واعظ الناس قد حجت منها اذعت امور انت ناتیہا (۲) اصعبت ننصحهم بالواعظ مجتہدا۔۔۔ خامو بقات لعمری امت جانبہا (۳) نعبب دنیا ومارتا عبین لها۔۔۔ وانت اکثر منهم رغبۃ فیہا۔ (ترجمہ) (۱) اے واعظ لوگوں کو نصیحت کرتے ہو لیکن خود بد عملی میں متم ہو کہ جن امور کے عیوب بیان کرتے ہو ان پر خود عمل کرتے ہو۔ (۲) وعظ کرنے میں تو بہت محنت کرتے ہو لیکن کیا فائدہ۔ کیونکہ جن تباہیوں سے روکتے ہو ان سے تم خود کنارہ کش نہیں۔ (۳) دنیا اور طالب دنیا کی تو تم مذمت کرتے ہو لیکن تم خود ان سے بڑھ کر طالب دنیا ہو۔

کسی اور شاعر نے کہا۔ لا تنہ عن خلق وناہی مثله۔۔۔ عار علیک اذا فعلت عظیم۔

(ترجمہ) لوگوں کو تو روکتے ہو لیکن خود اس پر عمل کرتے ہو تم پر سخت تنگ و عار ہے جبکہ تم اس پر عمل کرتے ہو۔

حکایت۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میرا ایک پتھر پر گزر ہوا جس پر لکھا تھا کہ مجھے الٹ کر عبرت حاصل کرو میں نے اسے پلٹا تو اس پر لکھا تھا کہ تو جو کچھ جانتا ہے اس پر تو عمل کرتا ہی نہیں پس ایسا علم کیسے طلب کرتا ہے جو تجھ معلوم نہیں۔ (فائدہ) ابن سناک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کی

یاد دلاتے ہیں اور خود اسے بھولے ہوئے ہیں اور بہت ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں لیکن خود اس پر دلیر ہیں اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرنے والے ہیں اور خود اس سے دور ہیں۔ اور بہت سے اس کی طرف اوروں کو بلاتے ہیں اور خود اس سے بھاگتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہیں لیکن اس کی آیات سے خود علیحدہ ہیں۔ (فائدہ) ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے کلام کو فصیح کیا تو اس میں غلطی نہ کی مگر اعمال میں غلطی کی اسے درست نہ کیا۔ (فائدہ) لوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خوش تقریری کو دخل ہوتا ہے تو خشوع جاتا رہتا ہے۔ (حدیث) کنول عبدالرحمن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھ سے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم علم کا چرچا مسجد قبا میں کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ جس قدر چاہو سیکھ لو اللہ تعالیٰ تم کو ثواب ہرگز نہ دے گا۔ جب تک کہ عمل نہ کرو گے۔ (فائدہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو شخص علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور اس کو حمل ہو جائے اور جب حمل ظاہر ہو تو رسوا ہو۔ اسی طرح جو شخص علم کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن مجمع میں رسوا کرے گا۔ (فائدہ) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اس لئے کہ لوگوں میں اس کی قدر بڑھی ہے۔ لغزش میں لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ (فائدہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ عالم لغزش کرتا ہے تو اس کی لغزش سے ایک عالم کو لغزش ہو جاتی ہے اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے کہ تین باتیں ہیں جن سے دنیا کے لوگ برباد ہو جاتے ہیں ایک ان میں سے عالم کی لغزش ہے۔ (فائدہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ دل کی شیرینی کھاری ہو جائے گی اور عالم کو اس وقت علم سے فائدہ نہ ہوگا اور نہ طالب علم کو اس وقت کچھ علم سے نفع ہوگا۔ ان علماء کے دل مثل زمین شورے ہوں گے کہ اس پر پانی کے قطرے گرتے ہیں اور ذرہ برابر بھی ان میں شیرینی معلوم نہیں ہوگی اور یہ حال اس وقت ہوگا کہ علماء کے دل دنیا کی محبت کی طرف اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے کی طرف مائل ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ دلوں میں سے حکمت کے چشمے نکال لے گا اور ہدایت کی شمعوں کو گل کر دے گا جب ان علماء سے ملو گے تو زبان سے کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مگر بدکاری ان کے عمل میں ظاہر ہوگی، زبان کی بڑی ارزانی ہوگی اور دل کی نہایت گرائی قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یہ اس لئے ہوگا کہ اساتذہ نے غیر اللہ کے لئے سکھایا اور شاگردوں نے غیر اللہ کے لئے سیکھا۔ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جس چیز کو تم نہیں جانتے اس کے علم کی طلب مت کر جب تک کہ جس قدر تم کو معلوم ہے اس پر عمل نہ کرلو۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے علم کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا تو نجات پائے گا اور یہ بات جھوٹوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگی۔ (فائدہ) جان لو کہ عالم کی مثل قاضی کی ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ القضاة ثلاثة قاضٍ قضی بالحق وهو یعلم فذلک فی الجنة وقاضٍ قضی بالجور وهو یعلم اولاً یعلم

فہما فی النار۔ (ترجمہ) قاضی (حاکم) تین ہیں (۱) حکم دے حق کا اور وہ اسے جتنا ہی جنت میں جائے گا۔ (۲) ظلم کا فیصلہ کرے اسے علم ہو یا نا یہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (فائدہ) کعب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے علماء ہوں گے کہ لوگوں کو دنیا میں زہد کرنے کا کہیں گے اور خود زہد سے محروم ہوں گے اور لوگوں کو ڈرائیں گے اور خود نہ ڈریں گے اور حکام کے پاس آنے سے لوگوں کو منع کریں گے اور خود ان کے پاس جائیں گے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں گے اور زبان کی کماٹی کھائیں گے۔ پاس امراء کو بٹھائیں گے فقراء سے انہیں نفرت ہوگی۔ علم کی کماٹی پر ایسے لڑیں گے جیسے عورتیں مردوں سے۔ اگر ان کا کوئی ہم نشین کسی دوسرے کے پاس جا کر بیٹھے گا تو اس سے غصہ کریں گے۔ یہ علماء سوء متکبر اور اللہ کے دشمن ہیں۔ (حدیث شریف) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کبھی شیطان تم پر علم کے ذریعہ سے غلبہ پا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یہ کیسے ہو گا آپ نے فرمایا وہ یوں کہے گا کہ علم سیکھو اور جب تک سیکھ نہ چکے تب تک عمل مت کر پس آدمی علم میں مصروف رہتا ہے اور عمل میں لیت و لعل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ مرجاتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔

حکایت : سری سقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص علم ظاہر کا حریص تھا اس نے عبادت کے لئے تمنا اختیار کی میں نے اس سے تمنا کی وجہ پوچھی کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے علم کو کب تک ضائع کرے گا میں نے جواب دیا کہ میں تو اس کو یاد کرتا ہوں اس نے کہا کہ اس کا یاد کرنا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرو اس لئے میں نے تحصیل علم کو ترک کر کے عمل کی طرف توجہ کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کثرت روایت سے نہیں ہوتا بلکہ علم خوف خدا عزوجل سے ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جتنا چاہو علم سیکھ لو اللہ تعالیٰ ہرگز ثواب نہ دے گا جب تک کہ عمل نہ کرو گے اس لئے کہ بے وقوفوں کا مقصود علم سے روایت کرنا ہے اور علماء کی غرض رعایت اور پاسداری ہے۔ امام مالک کا ارشاد ہے کہ علم کا حاصل کرنا اور اس کا پھیلانا دونوں اچھے ہیں بشرطیکہ نیت درست ہو۔ مگر دیکھو کہ جو چیز صبح سے لے کر شام تک تمہارے ساتھ رہے اس پر دوسری چیز اختیار نہ کرو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ قرآن پاک اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس پر عمل کرو تم نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرا لیا عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ اس کو نیزہ کی طرح سیدھا کریں گے وہ بہتر نہیں ہوں گے اور وہ عالم جو عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بیمار دوا کی صفت بیان کرے یا بھوکا شخص لذیذ کھانوں کے نام ان کے مزے بیان کرے اور اسے وہ کھانے نہ ملیں اور اس شخص کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔ "وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ" خرابی ہے تمہارے لئے ان امور جو تم بتاتے ہو۔ انبیاء ۱۹

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں سے میں اپنی امت پر ڈرتا ہوں ان میں سے عالم کی لغزش اور قرآن پاک میں منافق کا جھگڑنا علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کی ایسے علم کی طرف

توجہ ہو جو آخرت میں کام آئے اور طاعت میں رغبت دلائے اور ان علوم سے اجتناب کرے جن کا فائدہ کم اور گفتگو اور لڑائی اور جھگڑا بہت ہو اس لئے کہ جو شخص اعمال کے علم سے روگردان ہو کر لڑائی جھگڑے میں مشغول ہو اس کی مثل ایسی ہے کہ کسی بیمار کو بہت سی تکالیف ہوں اور وہ کسی طبیب حلقی سے ملے اور وقت بھی تنگ ہو شاید کہ جلد چلا جائے ایسے وقت میں وہ طبیب مذکور سے دواؤں کی خاصیت اور طب کی عجیب باتیں سکھانے کا کہے، حکیم نے کہا تو نے اصل علم میں کیا حاصل کیا ہے عرض کیا کہ اصل علم کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے حق میں کیا کیا اس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ تو نے موت کو پہچانا عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا کہ اس کی تیاری کی کما کچھ نہیں آپ نے فرمایا کہ تو اب جا اور پہلے ان امور میں پختہ ہو تب تجھے علم طب کے عجائب بھی بتا دیں گے بلکہ سیکھنا اس علم کا ہونا چاہئے جیسے شیخ بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد حاتم اصرم تھے۔

حکایت: ایک دن شفیق نے حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تم کتنے دنوں سے میرے ساتھ ہو عرض کی 33 سال سے۔ شفیق نے فرمایا کہ اس عرصے میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ آٹھ مسئلے انہوں نے فرمایا کہ اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ میرے اوقات تمہارے لئے ضائع ہو گئے کہ تم نے صرف آٹھ مسئلے سیکھے حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا استاد میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے واقعی آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ فرمایا کہ بتاؤ کون سے آٹھ مسئلے ہیں۔

(1) میں نے خلق خدا کو دیکھا تو معلوم کیا ہر ایک شخص کا کوئی محبوب ہوتا ہے اور قبر تک وہ اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے جب قبر میں پہنچ جاتا ہے تو وہ محبوب سے جدا ہو جاتا ہے اس لئے میں نے اپنا محبوب نیکوں کو ٹھہرایا کہ جب قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ رہے شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا سیکھا۔ (2) میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا۔

”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَيَٰنَ الْجَنَّةِ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ (پ 30 التزعات) اور جو ڈرا اللہ کے ہاں پیش ہونے کو اور نفس کو خواہشات سے روکا تو بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ اور سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس درست ہے اس لئے اپنے نفس کے تقاضے دور کرنے کی محنت کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مضبوط ہو گیا۔

(3) دنیا کو دیکھا تو اس میں یہ پایا کہ جس کے پاس کوئی چیز مقرر قیمت کی ہے اس کو اٹھا کر رکھ چھوڑتا ہے اور حفاظت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے قول کو دیکھا۔ ”مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ مَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ“ تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔ النحل 96

تو جو کچھ قدر و قیمت کی چیز میرے ہاتھ لگی اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کو پھیر دی تاکہ اس کے پاس موجود رہے۔ (4) لوگوں کو دیکھا تو ہر ایک کا میلان بل اور حسب و نسب اور شرافت کی طرف پایا اور ان امور میں جو غور کیا تو

بیکار معلوم ہوئے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کو سوچا وہ فرماتا ہے۔

”إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ“ (پ 26 الحجرات 13) ” بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔“ (ترجمہ کنزالایمان)

اسی لئے میں نے تقویٰ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرم اور بزرگ ہو جاؤں۔

(5) لوگوں کو دیکھا کہ آپس میں ایک دوسرے پر بدگلی کرتے اور ایک دوسرے کی برائی بیان کرتے ہیں اسی وجہ سے حسد پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف دیکھ۔

”نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا“ (پ 25 الزخرف 32) ”ہم نے انہیں زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔“ اس لئے میں نے حسد کو چھوڑ کر خلق خدا سے کنارہ کیا اور جان لیا کہ قسمت اللہ پاک کے یہاں ہے اس لئے خلق خدا کی عداوت چھوڑ دی۔

(6) لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے سرکشی اور کشت و خون کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو

فرمایا۔

”إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا“ (پ 22 فاطر 6) ” بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔“ اس لئے میں نے صرف اس اکیلے کو اپنا دشمن ٹھہرا لیا اور کوشش کی کہ اس سے بچتا رہوں اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی عدولت کی گواہی فرمادی ہے اس وجہ سے اس کے سوا میں نے اور مخلوق کی عداوت چھوڑ دی۔

(7) لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک روٹی کپڑے کے خوہاں ہیں اور اس کے حصول میں اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں اور ناجائز امور میں قدم رکھتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد پر غور کیا وہ فرماتا ہے۔ ”وَمَا مِنْ ذَاتِ نَفْسٍ إِلَّا رُحْصٌ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“ (پ 12 ہود 6) ”اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔“ میں سمجھا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ان حیوانوں سے ہوں جن کا رزق اس کے ذمہ کرم ہے اس لئے میں ان باتوں میں مشغول ہوا جو مجھ پر حق تعالیٰ کے حقوق ہیں اور میرا رزق جو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اس کی طلب ترک کر دی۔

(8) میں نے خلق خدا کو دیکھا کہ وہ ہر ایک کسی چیز پر بھروسہ کرتا ہے کوئی اپنی زمین پر بھروسہ کرتا ہے کوئی تجارت پر کوئی صنعت پر کوئی اپنے بدن کی تندرستی پر غرضیکہ ہر ایک اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ کرتا ہے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جو رجوع کیا تو یہ ارشاد ہوا۔

”وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ“ (پ 28 المائدہ 28) ”اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔“ اسی لئے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا کہ وہی مجھے کافی ہے حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے۔

میں نے تورات اور انجیل اور زبور اور قرآن پاک کے علوم پر نظر کی تو ان سب کی اصل انہیں آٹھ مسائل

میں پایا جو ان آٹھوں مسئلوں پر عمل کرے۔ وہ گویا چاروں آسمانی کتابوں کا عامل ہے۔

خلاصہ : یہ کہ اس طرح کے علم کا لورا ک اور سمجھنے کا قصد علماء آخرت ہی کرتے ہیں اور علماء دنیا تو ان امور میں مشغول ہوتے ہیں جن سے مال و جاہ حاصل ہو اور یہ ان علوم کو نقصان دیتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بھیجا ہے۔

فائدہ : حضرت ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکابر کو ایسا پایا کہ ایک دوسرے سے بجز ورع کے اور کچھ نہ سیکھتے تھے اور آج بجز کلام کے اور کچھ نہیں سیکھتے ایک علامت علماء آخرت کی یہ ہے کہ کھانے اور پینے میں آسائش کی طرف اور لباس میں مزہ اٹھانے اور مکان اور اسباب میں زینت کی طرف مائل نہ ہو بلکہ ان تمام امور میں میانہ روی اختیار کر کے اور اس بارے میں سلف صالحین اور اکابرین کی مشابہت پیدا کرے۔ اور تمام امور مذکورہ میں مقدار قلیل پر گزارہ کرے جس قدر ان چیزوں کی طرف خواہش کی قلت ہوگی اسی قدر اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور علماء آخرت کے مراتب کی طرف ترقی کرے گا۔

حکایت : حضرت ابو عبد اللہ خواص (حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد) بیان کرتے ہیں کہ میں حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رہے (شہر) میں گیا ہمارا قافلہ تین سو تیس آدمیوں کا تھا حج کے ارادے سے نکلے تھے سب کبیل پوش تھے کسی کے پاس تو شہ دان اور کھانا نہ تھا ہم ایک شخص سوداگر کے یہاں اترے جو بہت مال و دولت نہ رکھتا تھا مگر فقیر دوست تھا اس نے اس رات ہماری ضیافت کی جب صبح ہوئی تو اس نے حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ آپ کو کچھ ضرورت ہو تو فرمائیے کہ میں ایک عالم فقیہ کی عیادت کو جانا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا کہ مریض کی بیمار پر سی اور عالم فقیہ کو دیکھنا ثواب ہے میں بھی چلتا ہوں وہ عالم فقیہ جو بیمار تھا محمد بن مقاتل رہے کا قاضی تھا جب ہم دروازے پر پہنچے تو دروازہ کرسی دار بہت اچھا تھا حاتم ششدر رہ گئے کہ عالم کا دروازہ ایسا ہے پھر جب اجازت کے بعد اندر گئے تو دیکھا کہ مکان پردہ دار وسیع خوبصورت فرش دار ہے۔

حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بھی متحیر ہوئے پھر اس مقام پر گئے جہاں قاضی تھا۔ وہاں فرش نرم بچھا ہوا تھا اس پر قاضی لیٹا ہوا تھا۔ اور سرہانے ایک غلام پکھا لئے کھڑا تھا تاجر نے قاضی کے سرہانے کی طرف بیٹھ کر حل پوچھا لیکن حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے رہے قاضی نے ان کو بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا فرمایا کہ میں نہیں بیٹھوں گا۔ قاضی نے پوچھا کوئی ضرورت ہے۔ فرمایا ہاں۔ قاضی نے کہا فرمائیے ایک مسئلہ پوچھنا ہے کہا دریافت کرو فرمایا۔ تم اٹھ کر بیٹھ جاؤ تو پوچھوں۔ قاضی اٹھ بیٹھا۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تم نے علم کس سے سیکھا ہے۔ کہا معتبر علماء سے جنہوں نے میرے سامنے حدیث بیان کی۔ کہا انہوں نے کس سے پڑھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ صحابہ کرام نے کس سے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ نے کس سے کہا۔ حضرت جبرائیل علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک یہ علم پہنچایا۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو

اور انہوں نے علمائے معتبر کو اور علماء نے مجھے۔ حاتم نے کہا کہ تم نے کہیں سنا ہے کہ جس شخص کے گھر میں کرسی اور وسعت دنیا زیادہ ہو اس کا مرتبہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے۔ قاضی نے کہا نہیں۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے ان سے کیا سنا۔ قاضی نے کہا یوں سنا ہے کہ جو دنیا میں زہد کرے اور آخرت کی خواہش اور مساکین سے محبت کرے اور آخرت کے لئے سلمان مقرر کر لے تو اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہوگا۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پھر تم نے کس کا افتاء کیا۔ رسول اللہ و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صلحاء رحمہم اللہ کا یا فرعون اور نمرود کی پیروی کی۔ جنہوں نے سب سے پہلے گج اور اینٹ سے عمارت بنائی تھی۔ اے علمائے سوء تمہارے جیسوں کو دیکھ کر وہ جاہل جو دنیا پر لڑتے اور اس کے حریض ہیں کہتے ہیں کہ علماء اس حال پر ہیں تو ہم ان سے کیوں پیچھے رہیں۔ یہ کہہ کر حاتم وہاں سے چلے آئے۔ حاتم کی گفتگو سے ابن مقاتل (قاضی) کی بیماری اور زیادہ ہو گئی اور رے کے لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ حاتم میں اور قاضی میں یہ گفتگو ہوئی ہے۔

حکایت : قزوین کا طنافسی اس قاضی کی بہ نسبت نور زیادہ برا تھا۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے پاس قصداً چلے گئے اندر جا کر کہا کہ میں ایک عجبی آدمی ہوں میں چاہتا ہوں کہ دین کا آغاز اور مفتح نماز یعنی وضو سکھادو۔ طنافسی نے غلام سے کہا ایک برتن میں مجھے پانی لاؤ۔ وہ پانی لے آیا طنافسی نے بیٹھ کر وضو کیا اور تین تین بار اعضاء دھوئے اور پھر کہا کہ اس طرح مسلمان وضو کرتے ہیں حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا۔ آپ کھڑے رہیں تاکہ تمہارے سامنے میں وضو کروں تاکہ وضو کا مسئلہ ہے وہ بچتے ہو جائے طنافسی کھڑے رہے اور حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو کرنے کو بیٹھے اور وضو میں اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے طنافسی نے کہا کہ میاں تم نے اسراف کیا حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کس بات میں کہا کہ تم نے اپنے ہاتھ چار چار مرتبہ دھوئے۔ حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ میں نے ایک چلو پانی میں اسراف کیا تم نے ان ناز و نعم کے جمع کرنے میں اسراف نہیں کیا۔ طنافسی نے جان لیا کہ ان کو وضو سیکھنے کی غرض نہ تھی بلکہ یہی امر جتنا منظور تھا۔ سکر گھر میں چلے گئے اور چالیس دن تک سامنے نہ آئے۔ پھر جب حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد میں گئے تو بغداد والے ان کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن تم ایک عجبی شخص ہو اور کڑک کر بات کہتے ہو مگر جو کوئی تم سے گفتگو کرتا ہے اسے تم زک دیتے ہو۔ فرمایا کہ میرے ہاں چند خصلتیں ہیں جن سے میں اپنے بالمقابل پر غالب رہتا ہوں۔ جب بالمقابل بات صحیح کہتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں اور جب وہ خطا کرتا ہے تو رنج کرتا ہوں لیکن اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہوں کہ بالمقابل سے جھگڑا نہ کرے۔

حکایت : حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بات جب حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچی آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔

وہ بڑا دانا آدمی ہے ہم بھی ان کے پاس چلتے ہیں۔ جب مجمع حضرت حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا امام احمد

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال کیا اے ابو عبد الرحمن (حاتم انکی کنیت ہے) سلامتی کس چیز میں ہے حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے ابو عبد اللہ جب تک تم میں چار خصلتیں نہ ہوں گی۔ تب تک دنیا سے سلامت نہ رہو گے۔
(1) لوگ اگر جہالت کریں تو تم درگزر کرو۔

(2) اپنی جہالت ان سے روکو۔

(3) اپنی چیز ان کو دو۔

(4) دوسروں کی چیز سے ناامید رہو۔

جب ایسے ہو جاؤ گے تو سلامت رہو گے۔

حکایت : حاتم علیہ الرحمۃ حاکم مدینہ کے پاس گئے وہاں کے لوگ آپ کے استقبال کو آئے آپ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے لوگوں نے کہا کہ ”مدینۃ النبی“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محبوب شہر۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محل کہاں ہے؟ تاکہ میں بھی اس میں نماز پڑھوں۔

لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو کوئی محل نہ تھا۔ آپ کا گھر تو ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ حاتم نے کہا کہ آپ کے صحابہ کے محلات ہی بتا دو۔ انہوں نے کہا کہ ان کے محلات نہ تھے، ان کے گھر تو زمین سے لگے ہوئے تھے۔ (یعنی چھوٹے تھے) حاتم علیہ الرحمۃ نے کہا کہ لوگو! یہ شہر فرعون کا ہے لوگوں نے ان کو گرفتار کیا اور سلطان کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ عجمی کہتا ہے کہ یہ مدینۃ الفرعون“ یعنی فرعون کا شہر ہے۔ حاتم سے۔ حاکم نے کہا کس لئے ایسا کہا؟ حاتم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ جلدی نہ کرو۔ میں ایک عجمی مسافر ہوں، جب شہر میں آیا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے انہوں نے جواب دیا ”مدینۃ الرسول“ ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کا محل کہاں ہے؟

اور تمام ماجرا حرف بہ حرف کہہ کر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (پ 21، الاحزاب 21) ترجمہ۔ (بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے) (مَنْزِلَةُ الْإِيمَانِ)
اب میں پوچھتا ہوں کہ تم نے کس کا اتباع کیا ہے؟

آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یا فرعون کا جس نے سب سے پہلے اینٹ اور گچ سے عمارت بنائی۔
حاکم نے لاجواب ہو کر ان کو رہا کر دیا۔

فائدہ : اکابر اسلاف کی عادت زہد اور زینت کے ترک میں اپنے مقام میں اور بھی مذکور ہوگی جو اس مدعا پر شاہد ہے۔
مسئلہ : تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مباح ہے زینت کرنا حرام تو نہیں لیکن اس میں انہماک سے اس سے انس ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا ترک کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور ہمیشہ زینت میں رہنا بغیر ایسے سلمان کے ممکن نہیں ہوتا کہ اکثر اس کی رعایت کرنے سے مدانیت اور خلق کی طرف داری اور ان کی نمائش و دیگر امور ممنوعہ کا ارتکاب لازم آتا ہے

اور احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اس لئے کہ جو دنیا میں منہمک (گھستا) ہے یقیناً اس سے باہر سلامت نہیں نکلتا اور اگر باوجود دنیا میں مصروف رہنے کے سلامتی ہو جایا کرتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترک دنیا میں کبھی مبالغہ نہ فرماتے۔ مروی ہے۔ ”نزع القميص المعلم ونزع خاتم الذهب في اثنا الخطبة“ ترجمہ۔ ”آپ نے خطبہ کے دوران متشقیس قمیص اور سونے کی انگشتری اتار پھینکی۔“ اور ان کے سوا اور امور جن کا بیان عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

حکایت : یحییٰ بن یزید نوقلی نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ”یحییٰ بن یزید نوقلی کی طرف سے مالک بن انس کو بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ میں نے سنا ہے کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو اور پتلی چپاتیاں کھاتے ہو اور نرم پھونے پر بیٹھتے ہو اور اپنے دروازہ پر دربان مقرر کرتے ہو حالانکہ تم مجلس علم میں بیٹھتے ہو۔ تمہارے پاس دور دراز سے لوگ سوار ہو کر آتے ہیں اور تم کو اپنا پیشوا کر رکھا ہے اور تمہارے کہنے سے راضی ہیں تو تم کو خوف خدا اور تواضع اور انکسار کو لازم سمجھنا چاہئے۔ میں نے یہ خط نصیحت کے طور پر لکھا ہے اور اسکی خبر بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ والسلام۔

خط کا جواب : حضرت مالک بن انس نے اس خط کا یہ جواب لکھا۔ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَاحٌ وَسَلَامٌ“ مالک بن انس کی طرف سے یحییٰ بن یزید کو اللہ تعالیٰ کا سلام تم پر ہو۔ آپ کا خط پہنچا۔ اب میں نصیحت پر عمل کروں گا اللہ تعالیٰ تم کو تقویٰ سے متمتع کرے اور اس نصیحت کے عوض میں جزائے خیر دے اور میں بھی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں کہ گناہوں سے بچتے اور اس کی اطاعت بجالانے کی طاقت بغیر اس کی مدد کے نہیں ہے۔

یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں باریک کپڑے پہنتا ہوں اور پتلی چپاتی کھاتا ہوں اور نرم فرش پر بیٹھتا ہوں اور دربان رکھتا ہوں سو واقع ہیں۔ ایسا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادَةِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ“ (پ 8 اعراف 32) ”تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔“ اور میں جانتا ہوں کہ اس کا ترک کرنا بہ نسبت نہ کرنے سے بہتر ہے اور آپ اپنی خط و کتابت سے مجھ کو فراموش مت کرنا۔ ہم بھی خط و کتابت آپ سے نہ چھوڑیں گے۔ والسلام۔“

فائدہ : حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقرار کو دیکھئے مثلاً فرمایا کہ اس کا نہ کرنا ارتکاب کی بہ نسبت اچھا ہے۔ یہ بھی حکم کیا کہ یہ امر مباح ہے اور حقیقت (واقع) میں دونوں باتوں میں سچ فرمایا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا بلند مرتبے والا اس جیسی نصیحت میں اگر انصاف اور اعتراف گوارا کرے تو اس کا نفس مباح کی حدود کو معلوم کرنے پر بھی قادر ہوگا۔ تاکہ امور مباح کو کرنے سے مبراہنت اور ریا اور مکروہات میں مبتلا ہونے سے

محفوظ رہے مگر کسی دوسرے شخص کو یہ حوصلہ نہیں کہ مباح کی حدود پر قلع رہے اس لئے مباح سے لذت حاصل کرنے میں بہت خوف ہے اور خوف الہی سے یہ امر بہت دور ہے۔

(2) علمائے آخرت کی ایک خاصیت (علامت) خوف الہی ہے اور خوف خدا کا مقتضی بھی ہے کہ خطرے کی جگہ سے دوری اختیار کرے (افسروں اور لیڈروں اور نمبروں اور) حکام سے دور رہے اور جب تک ان سے علیحدگی کی صورت ممکن ہو کبھی ان کے پاس نہ جائے۔ بلکہ ان کے ملنے سے احتراز کرے۔ گو وہ خود اس کے پاس آئیں اس لئے کہ دنیا شیریں اور سبز ہے اور اس کی باگ حکام کے قبضہ میں ہے اور جو شخص حکام سے ہے اس کو کچھ نہ کچھ تکلیف ان کی رضا جوئی اور ولداری میں کرنی پڑتی ہے۔

باوجودیکہ وہ اکثر ظالم ہوتے ہیں اور ہر دیندار کو ان سے رکنا اور ان کے ظلم کو اظہار کر کے ان کو دل تنگ کرنا اور ان کے حرکات کی برائی بیان کرنا واجب ہے اور جو ان کے پاس جائے گا وہ یا تو ان کی زینت کی طرف توجہ کرے گا اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر جانے لگا یا ان پر انکار کرنے سے خاموش رہے گا تو مدامت میں جلا ہوگا۔ اپنے کلام کو بہ تکلف ان کی مرضی کے موافق ان کے افعال کو درست کرنے کے لئے ادا کرے گا اور یہ صریح جھوٹ ہوگا یا اس بات کی طمع ہوگی کہ ان کی دنیا میں سے کچھ ملے اور یہ حرام ہے۔ باب حلال و حرام میں مذکور ہوگا (ان شاء اللہ) کہ کن حکام کے اموال میں کیا لینا جائز ہے اور کس کا ناجائز صلہ ہو۔ یا انعام اور جاگیر وغیرہ وغیرہ)

ہمارے دور میں 1416ھ تک علماء کلمائے والوں کا حل نہایت ہی زبوں سے زبوں تر ہے کہ جمہوریت (انگریز لٹریچر کا بچھڑا ہوا جال) بعض کو قرآن و احادیث سے ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے مار رہے ہیں۔ پھر جو حکومت چند روز کے لئے قائم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خبث باطنی پر یا انگریزوں کی تقلید میں ملک پر اپنا کوئی نظریہ عوام پر مسلط کرنا چاہتی ہے تو اکثر علماء کلمائے والے جلاء اس نظریہ کو قرآن و احادیث سے ایسے طریقہ سے ثابت کر رہے ہیں کہ گویا وہ آیات و احادیث وارد بھی ہوئی ہیں تو اسی غلط نظریہ کے لئے (محلہ اللہ) اس کے خلاف کوئی آواز اٹھائے تو سب سے پہلے یہی جلاء علماء کلمائے والے اس حق کو صدا بلند کرنے والے کو پھانسی پر لٹکانے پر آمادہ ہوتے ہیں ورنہ اس غریب کو جیل کا منہ تو ضرور دکھاتے ہیں ہمارے دور میں ہزاروں مسائل ان جاہلوں 'مولوی نما کلمائے والوں کی زد میں ہیں۔ مثلاً منصوبہ بندی ہو یا حکومت کا سودی کاروبار ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایک محقق صاحب نے تو عورت کی سربراہی کے بھرپور دلائل قائم کر کے حدیث بخاری شریف کی تویل اور اس کے راویوں کو ایسے بری طرح کمزور کرنے کی سعی لاحاصل کی کہ جسے سن کر اور پڑھ کر سوائے خون کے آنسو بہانے کے کیا کیا جاسکتا ہے نہ کہ قریب میں خلا بازوں نے چاند پر پہنچنے کا دعویٰ کیا حضرات علمائے کرام نے اسے قرآن و حدیث سے ثابت کر کے دکھلا دیا اور ایک منجھلے مفسر نے اس مسئلہ کو آیت لٹرکن طبیقا "عن طبق (پ اشتقاق) ضرور تم ہنزل چڑھو گے۔ سے اثبات فرمایا (خدام الدین لاہور) اگرچہ بعد کو اسی حرکت نمائندہ سے اظہار ندامت کیا لیکن جوانی ہے کہ پھر آجکل ایک نئی مجتہد و مفسر سے چاند پر پہنچنے کی دلیل قائم کر کے اپنے جہل مقصدوں سے دلو قسین حاصل کر رہا ہے (یہ ایک طویل درد بھری کہانی ہے) مجھے دور اکبری کا ایک واقعہ یہاں لکھنے میں مناسبت معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اکبر پوشلہ نے جب دین الہی کی بنیاد ڈالی تو با

خلاصہ : یہ کہ حکام کی ملاقات تمام خرابیوں کی کنجی ہے اور علمائے آخرت کا طریقہ احتیاط ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من بداجفا ومن اتبع الصيد غفل ومن اتى السلطان افشن“

ترجمہ۔ ”جو جنگل میں زندگی بسر کرتا نظر آتا ہے اور شکار کے پیچھے پڑتا ہے وہ غفلت کا شکار ہوتا ہے اور جو حکام کے پاس آتا ہے وہ فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے۔“

حدیث : ”سیکون علیکم امراء تعرفون منهم و تنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سم ولسکن من رضی و تابع ابعدہ اللہ تعالیٰ قبل افلا نقاء تلہم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا ماصلوا۔“

ترجمہ۔ ”عنقریب تم پر حکام مسلط ہوں گے بعض کو تم جانتے ہو گے اور بعض کو نہیں جانتے ہو گے جو ان سے دور رہا وہ بری الذمہ رہا جس نے ان سے کراہت کی وہ بچ گیا اور جو ان سے راضی کرانے کے تابع ہوا اللہ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ کسی نے کہا کیا ہم ان سے جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا جب تک وہ نماز پڑھیں ان سے جہاد نہ کرو۔“

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک جنگل ہے جس میں وہی علماء رہیں گے جو بادشاہوں کی ملاقات کو جاتے ہیں حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو فتنہ کی جگہ سے بچاؤ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسی جگہیں ہیں فرمایا امراء کے دروازے کہ جب کوئی تم میں سے کسی امیر (لیڈر)

مسلمان اللہ۔ اللہ برہمن رام رام کو عمل چاہے پسے۔ اے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے مسلمان اور ہندو ایک گھاٹ پر پانی پئیں اور ان میں مذہبی نفرت پیدا ہو جائے۔ مشیروں نے مشورہ دیا کہ ہندوؤں کی سرکی چوٹی کٹوا دیجئے اور مسلمانوں سے داڑھی منڈوا لی جائے۔ اس مشورہ کو ہندو تو مان جائیں لیکن مسلمان بلا دلیل ہرگز نہ مانیں گے۔ ہاں اگر علماء قرآن و حدیث سے دلیل ڈھونڈ لیں تو پھر مسئلہ آسان ہے۔ علماء سوء نے کہا ہاں ہم احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیتے ہیں کہ داڑھی منڈانا ضروری ہے چنانچہ اس حدیث ”اعفوا للہی“ سے ثابت کر دکھایا کہ داڑھی منڈاؤ اس لئے غلو کا لغوی معنی ہی مٹانا ہے۔ واعف عنا اللہ سے اپنے گناہوں کے مٹانے کی استدعا کی جاتی ہے اور نویں پارے میں ہیں حنسی عفو ہے یہاں بھی غلو یعنی مٹانا ہے۔ وغیرہ وغیرہ (ہندوستان کا شاندار ماضی مطبوعہ انڈیا) ایسے علمائے سونے اکبر بادشاہ سے تو داد حاصل کر لی اور چند روز خوب چین اڑائے لیکن نامعلوم مقبور میں ان کا کیا حال ہوگا۔

میرے بھولیو مولویو! اپنی زندگی پر طائرانہ و غائرانہ نگاہ ڈالو کہ آپ کس پانی میں ہیں۔ اگر لحات زندگی پیروی رسول اور اسوۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر ہو رہی ہے تو مبارک اگر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف زبانی زر زبان اللہ۔ اللہ وردل گاؤ خرد والا محلہ ہے کہ گفتار تو مومنانہ ہے لیکن کردار و رفتار شہانہ تو پھر ابھی اپنا محاسبہ فرمائیں ورنہ پچھتاوا کام نہ آئے گا۔ وما عینا الا البلاع العبین۔

ے پاس جاتا ہے تو اس کے جھوٹ کی تصدیق کرتا ہے اور اس کی شان میں وہ بات کہتا ہے جو واقع میں نہیں ہے۔ اسی کو خوشامد و چالپوسی کہا جاتا ہے۔ جس سے عرش خدا کھپ جاتا ہے اور خوشامدی اور چالپوس دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔ (اضافہ اوسکی غفرلہ)

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رسل کرام کے امین ہیں جب تک کہ سلاطین سے میل جول نہ کریں اور جب ایسا کریں تو انہوں نے رسل کرام (علیٰ نبینا و علیہم صلوٰۃ والسلام) کی خیانت کی ان سے ڈر کر ان سے الگ ہو جاؤ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر آج ہمارے دور میں نمایاں ہے کہ جو لیڈر ہم پر مسلط ہیں ان کی کیفیت عیاں ہے اور عوام میں سے جو ان سے تعلق جوڑتا ہے اسکے حالات بھی مخفی نہیں اور جو ان سے دوری اختیار کرتا ہے اس کے کوائف بھی سب کو معلوم ہیں۔ اسی کیفیت پر آج یوں دعا مانگی جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے خصوصاً لیڈر ان بے حیا سے اوسکی غفرلہ

حکایت: حضرت امش رنی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ نے علم کو زندہ کر دیا اس لئے کہ آپ سے بہت لوگ علم سیکھتے ہیں۔ فرمایا ذرا صبر کرو جتنے سیکھے ہیں ان میں سے ایک تمائی تو تکمیل سے پہلے مر جاتے ہیں اور ایک تمائی سلاطین کے دروازوں پر جا چنٹتے ہیں وہ تمام خلق خدا سے برے ہیں ان کی تمائی سے کترین غریب لوگوں کو فلاح نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ: سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ امراء کے پاس آتا جاتا ہے تو اس سے احتراز کرو کہ وہ چور ہے اور حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز اس عالم سے زیادہ بری نہیں جو حکام (افسروں) کے پاس جائے۔ تجربہ شہد ہے کہ جو مولوی لیڈروں اور افسروں (حاکموں) دنیا داروں کے ہاں دنیوی امور کے لئے آمد و رفت رکھتا ہے وہ چچہ مشہور ہو جاتا ہے۔ دین کے عشاق کی نظروں میں وہ گرا ہوا انسان سمجھا جاتا ہے۔ (اوسکی غفرلہ)

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بدترین علماء وہ ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں اور بہترین حکام وہ ہیں جو علماء کے پاس آتے ہیں۔

فائدہ: مکھول دمشق کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک سیکھے اور دین میں نفقہ پیدا کرے پھر وہ خوشامد اور طمع کی وجہ سے سلطان (حکام) کی صحبت اختیار کرے تو وہ بعد از اپنے قدموں کے دوزخ کی آگ میں گھستا ہے۔

فائدہ: سنون کہتے ہیں کہ عالم کے حق میں کیا ہی برا ہے کہ کوئی مجلس میں آئے اور وہ عالم کو نہ پائے اور جب اس کا حل پوچھے تو یہ کہیں کہ وہ حاکم کے یہاں ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں بزرگوں کا قول سنتا تھا کہ جب

عالم کو دیکھو کہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اس کو تم اپنے دین میں مستم جانو یہاں تک کہ اس مضمون کا میں نے تجربہ کر لیا۔ یعنی جب حاکم کے یہاں گیا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کو بہت دوری ہو گئی حالانکہ جس طریقہ سے میں حکام سے ملتا ہوں تم دیکھتے اور جانتے ہو کہ انہیں سخت اور برا بھلا کہتا ہوں اور اکثر ان کی خواہش کی مخالفت کرتا ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ اس تک جانے کی نوبت ہی نہ آئے باوجود اس کے میں ان سے کچھ لیتا نہیں نہ اس کے گھر کا پانی پیوں پھر فرمایا کہ اب ہمارے زمانے کے علماء بنی اسرائیل کے علماء سے بھی بدتر ہیں کہ بادشاہوں (حاکموں) کو جائز امور بتاتے نہیں بلکہ جو ان کی مرضی کے موافق ہو۔ وہی انہیں سناتے ہیں اگر ان کو وہ امور سکھا دیں جو ان پر واجب اور جن میں ان کی نجات ہے تو حکام ان سے نفرت کریں اور اپنے پاس ان کا آنا برا سمجھیں حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک ان کی نجات کا باعث ہے کہ انہیں کوئی حق سمجھائے اور وہ اس پر عمل کریں۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے سے پہلے لوگ اس لئے بلند مرتبہ بزرگ تھے کہ وہ اسلام میں عملی طور پر دافر حصہ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلیم یافتہ اور آپ کی سیرت مبارکہ کے مطابق زندگی بسر فرماتے تھے۔

فائدہ : حضرت بدر الدین مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ان بزرگوں میں سے سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔

فائدہ : حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر سلاطین (حکام) کے پاس نہیں جاتے تھے بلکہ ان سے نفرت کرتے تھے۔ (حکایت) حضرت سعد بن ابی وقاص کو صاحبزادوں نے کہا کہ بعض لوگ اسلامی علوم اور صحبت رسول اللہ میں آپ کے برابر نہیں۔ وہ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اگر آپ بھی جائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے دنیا مردار ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو گھیر رکھا ہے بخدا میں حتیٰ الوسع ان کا شریک نہ ہوں گا انہوں نے کہا کہ آپ بھوک کی لاغری میں مر جاؤ گے فرمایا کہ میں ایمان کے ساتھ لاغری میں مر جانا اچھا جانتا ہوں کہ نفاق کے ساتھ موٹا ہو کر مروں۔

فائدہ : حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت سعد نے بیٹوں کو لاجواب کر دیا۔ اور خوب حجت قائم کی اس لئے کہ مٹی گوشت اور موٹاپن کو کھاپی جائے گی لیکن ایمان کو نہ کھائے گی۔

درس عبرت : اس میں اشارہ ہے کہ بادشاہوں کے پاس جانے سے آدمی نفاق سے یقیناً نہیں بچتا جو ایمان کی نقیض ہے۔

حکایت : ابو غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے مسلمہ بادشاہوں کے دروازوں پر مت جانا اس لئے کہ تم کو ان کی دنیا میں سے جیسی کچھ ملے گا جب تمہارے دین میں سے وہ اس سے بہتر

لے لیں گے۔

انتباہ : علماء کے لئے یہ امر ایک بڑا فتنہ اور شیطان کا ایک سخت ذریعہ علماء کو گمراہ کرنے کا ہے۔ خصوصاً ایسے علماء جن کی آواز اچھی اور کلام شیریں ہو اس لئے کہ شیطان ہمیشہ اس کو یہی سمجھاتا ہے کہ سلطانوں کے پاس جانے اور ان کو نصیحت کرنے سے وہ لوگ ظلم سے باز رہیں گے اور شریعت کے احکام ان میں جاری اور قائم ہو جائیں گے اور ہوتے ہوتے یہ خیال دل میں ڈال دیتا ہے کہ تمہارا ان کے پاس جانا دین میں داخل ہے پھر جب وہ عالم ان کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کلام میں نرمی اور مدائیت اور ان کی تعریف اور خوشامد نہ کرے اور ان امور میں دین کی خرابی ہے اور اکابر اسلام یوں کہا کرتے تھے کہ علماء جب علم سے کچھ جان لیتے تھے تو عمل کرتے تھے اور عامل ہونے پر مشغول رہتے تھے اور شاغل ہونے کے بعد گناہ ہوتے تھے اور گناہ ہونے کی وجہ سے ان کی طلب ہوتی تھی اور طلب پر وہ بھاگا کرتے تھے (اور آج موقع کی تلاش میں ہیں کہ خدا وہ دن کرے کہ ان کے ہاں جائیں ہم۔

اب تو یوں سمجھتا ہے کہ جاؤ مشوری ہو گی اخبارات میں نام چھپے گا۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن میں تقریروں کا موقع ملے گا تمہارا خوب چرچا ہو گا اور زندگی خوب ٹھاٹھ ہانڈ سے بسر ہو گی۔ (ایسی غفلت) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾

حکایت : حضرت عمر بن عبدالمیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط لکھا بعد حمد و صلوٰۃ کے التماس ہے کہ آپ مجھے ایسے لوگ بتائیں جن سے میں اللہ تعالیٰ کے احکام میں مدد لیا کروں آپ نے جواب میں لکھا کہ اہل دین تمہارے پاس آنے کے نہیں اور دنیا والوں سے تم کو غرض نہیں۔ تاہم تم اشراف لوگ اپنے ساتھ رکھو کہ وہ لوگ اپنے شرف کو آلودگی خیانت سے محفوظ رکھتے ہیں۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمر بن عبدالعزیز کو یوں لکھا کہ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور میں سب سے زیادہ زاہد تھے تو جب اہل دین کو ایسے نیک حاکم کے پاس جانے سے بھی گریز کرنا شرط ہو تو دوسرے حاکم کی طلب اور اس سے میل جول رکھنا کیسے مناسب ہو گا۔

اکابر علماء کی دنیا دار مولویوں کو نصیحت : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابراہیم بن اوہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا کے علماء یعنی علمائے مکہ اور علمائے شام وغیرہ کے علماء کو عیوب و نقائص بیان کرتے تھے کہ تم دنیا کی طرف اور بادشاہوں کی ملاقات کی۔ جانب مائل ہو یہ اچھا عمل نہیں۔ *

ہمارے دور سے متصل گزشتہ صدی تک یہی کیفیت رہی کہ علمائے حق اور مشائخ اہلسنت دنیا داروں اور حکام و افسروں اور وزراء و صدور اور نورزدوں اور امراء وغیرہ ایسے

۱) علماء آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ جب تک اس سے بچے رہنے

کی سبیل معلوم ہو تب تک توقف اور احتراز ہی کرے پس اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھے جسے قرآن یا قطعی حدیث یا اجماع یا قیاس ظاہر سے یقیناً جانا ہو تو حکم بتا دے۔ اگر ایسا مسئلہ پوچھے جس میں شک ہو تو کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ اور اگر ایسا مسئلہ پوچھے جس کا حکم غالباً اپنے اجتہاد اور تحقیق سے صحیح معلوم ہو تو اس میں احتیاط کرے بلکہ دوسرے کے حوالہ کر دے۔ کہ اس سے پوچھ لو (اگر دوسرا بتا سکتا ہو) احتیاط کا مرتبہ یہی ہے اس لئے کہ اجتہاد کا بوجھ اپنی گردن پر رکھنا بہت سخت ہے۔

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”العلم ثلثة کتاب ناطق و سنة قائمة ولا ادري“ ترجمہ۔ ”علم تین ہیں۔ (1) کتاب اللہ۔ (2) سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (3) لا ادري یعنی مسئلہ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا میں نہیں جانتا۔ یہ بھی علم ہے جسے دور حاضر میں آج لاعلمی کا اظہار اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔“

قائدہ : شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ لا ادري نصف علم ہے اور جو شخص ایسے موقع میں کہ مسئلہ نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کو چپ رہے۔ تو اس شخص سے ثواب کم نہ ہو گا جو صحیح اور صحیح جواب بتا دے اس لئے کہ نہ جاننے کا اقرار کرنا نفس پر نہایت ہی سخت ہے غرضیکہ علوات صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکابرین کی علوت یوں تھی کہ لاعلمی لا ادري کہہ دینا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا کہ جب کوئی فتویٰ پوچھتا تو فرماتے کہ فلاں کے پاس جاؤ وہ لوگوں کے مسائل کا کفیل ہے۔

2۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کو ہر مسئلہ کا فتویٰ دے وہ بے شک مجنون ہے اور فرمایا کہ علم کی دھل لا ادري ہے اگر کوئی آدمی اس سے چوک جائے تو پھر اس کی خیر نہیں۔ 3۔ حضرت ابراہیم بن لؤہم فرماتے ہیں کہ شیطان پر اس عالم سے زیادہ کوئی سخت نہیں جو علم ہی سے بولے اور علم ہی کیساتھ سکوت کرے شیطان کہتا ہے کہ اسے دیکھو کہ اس کے بولنے سے اس کا خاموش رہنا مجھ پر بہت بھاری ہے۔ 4۔ بعض اکابر نے ابدال کی صفت بیان کی ہے۔ کہ ان کی غذا افتادہ ہے اور کلام ضرورت یعنی جب تک ان سے کوئی کچھ نہ پوچھے تب تک نہ بولے اور جب کوئی کچھ پوچھتا ہے اور ایسا شخص دیکھتے ہیں کہ وہ بتا دے گا تو چپ رہتے ہیں اگر مجبور ہوتے تو جواب دیتے اور یہ لوگ سوال سے پہلے بولنے کو تقریر کی خفیہ خواہش میں شمار کرتے تھے۔

حکایت : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص پر گزرے کہ وہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ مجھے جان لو۔

* بعض اکابر کا قول ہے کہ عالم وہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کے متعلق اس سے دریافت کیا جائے تو اسے یوں محسوس ہو کہ گویا اس کی داڑھ نکلی جا رہی ہے۔ * حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہمیں پل بناؤ اور اس پر سے دونوں کی طرف عبور کرو۔ * حضرت ابو جعفر خیشا پوری فرماتے کہ عالم وہ ہے کہ سوال

کے وقت ڈرے کہ قیامت کو کہیں یہ سوال نہ ہو کہ کہاں سے جواب دیا تھا۔ * حضرت ابراہیم تھی سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو روتے اور فرماتے کہ تمہیں میرے سوا کوئی دوسرا نہ ملا کہ مجھ پر چڑھائی کر دی۔ * ابو العلیہ ریاحی اور ابراہیم نخعی اور ابراہیم اوہم اور سفیان ثوری رحمہم اللہ دو یا تین آدمیوں کے سامنے کچھ بیان کیا کرتے اور جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو رک جاتے۔ (یعنی مجمع باز نہ تھے۔ اس سے دور حاضرہ کے ہمارے مقررین حضرات عبرت حاصل کریں کہ مجمع نہ ہو تو تقریر نہیں کرتے بلکہ ہمارے دور کے نعت خواں ان سے چند قدم آگے ہیں اللہ مقررین وغیرہ کو سمجھ دے۔)

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ "ما ادری اعزیر بنی ام لا ادری ان التبع ملعون ام لا ما ادری ذوالقرنین بنی ام لا"۔

ترجمہ۔ "میں نہیں جانتا کہ عزیز نبی ہے یا نہ اور میں نہیں جانتا کہ تبع ملعون ہے یا نہ اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی ہے یا نہ۔"

حدیث: جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ تمام جگہوں میں بہتر کونسی جگہ ہے اور بدترین کونسی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ * یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ معلوم نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ تمام جگہوں میں بہتر جگہ مسجدیں ہیں اور تمام جگہوں میں بدتر بازار ہیں۔

* حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی مسائل پوچھتا تھا تو آپ ایک کا جواب دیتے تھے اور نو کے جواب میں کچھ نہ کہتے۔ * حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو کا جواب دیتے تھے اور ایک کے جواب میں خاموش رہتے۔ * فقہائے سلف میں ایسے لوگ بہت تھے جو یہ کہہ دیتے تھے میں نہیں جانتا۔ میں نہیں جانتا اور یہ بھی جانتا ہوں کہنے والے کم تھے۔ * حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور * حضرت مالک بن انس اور احمد بن حنبل اور فضیل بن عیاض اور بشر بن حارث سب ایسے ہی تھے کہ لا لوری۔ اکثر کہتے تھے * حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) دیکھے وہ سب ایسے ہی پائے کہ جب کسی سے کوئی فتویٰ پوچھا جاتا یا حدیث پوچھی جاتی تو یہی چاہتا کہ کوئی اس سوال سے ہمیں بچائے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب ان میں سے کسی پر جب کوئی سوال پیش ہوتا تو وہ اس کو دوسرے کے پاس بھیجتے وہ تیسرے کے پاس یہاں تک کہ ہوتے ہوئے پھر لول کے پاس آ جاتا۔

۱۔ اس حدیث سے منکرین کلمات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خوش ہوں گے کہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں سے لاعلم ہیں۔ (سنة اللہ) حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ ضروری نہیں کہ جہاں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمادیں کہ فلاں واقعہ میں نہیں جانتا تو اس سے ثابت ہو جائے کہ آپ اسے ہمیشہ کے لئے نہیں جانتے یا

صرف اسی وقت اس پر بے شمار دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں یہاں صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ حدیث ہذا میں جن تین امور سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے نفی فرمائی ہے انہی کو خود مفصل بیان فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا (1) میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی ہے یا نہ حالانکہ یہ نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیر علیہ السلام کی نبوت کو جانتے ہیں بلکہ آپ کی امت کا پچہ پچہ جانتا ہے کہ عزیر علیہ السلام نبی ہیں۔ (2) تیج کے متعلق لاعلمی کا اظہار فرمایا حالانکہ خود اس کے مفصل واقعات بیان فرمائے منجملہ ان کے ایک ملاحظہ ہو۔

تیج کا واقعہ

اول حمیری مرحوم ہوشاہ ہفت الکیم نے اپنی سلطنت کا دورہ شروع کیا بارہ ہزار حکیم اور عالم، اور ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے اور اس شان سے روانہ ہوئے کہ جہاں بھی قیام کرتے تھے اس قدر شوکت شہی دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف سے نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی اور ہوشاہ کی تعظیم و تکریم بجالاتی۔ مگر مکہ مکرمہ کی زمین پر جب ہوشاہ نے قیام کیا تو اہل مکہ سے کوئی دیکھنے بھی نہ آیا تب ہوشاہ نے اپنے وزیر اعظم سے دریافت کیا تو وزیر نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک گھر ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں اس کی اور اس کے خدوموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور جتنا ہمارا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں اور ہر طرح سے یہاں کے خدوموں کی خدمت کر کے جاتے ہیں پھر آپ کا لشکر کا رعب اور شوکت شہی اس کے خیال میں کیا آئے اور جو خود اپنی تعظیم کرانے کے عادی ہیں ان کو کسی کی تعظیم کرنا کیونکر پسند آئے۔۔۔

یہ سن کر ہوشاہ کو بہت غصہ آیا اور قسم کھائی کہ جب تک بیت اللہ کو بنیاد سے نہ اکھڑا دوں (معاذ اللہ) اور یہاں کے مردوں کو قتل کروا کے عورتوں کو قید نہ کر لوں اس وقت تک یہاں سے کوچ نہ کروں گا۔۔۔ یہ کہنا تھا کہ آئکھ اور ٹاک و کاتوں سے ایسا متعفن ملوہ اور پیپ بنے لگا کہ کسی میں بھیج اس کی بدبو کے سبب سے ہوشاہ کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی اور جتنا علاج کیا بیماری بڑھتی ہی گئی۔۔۔ شام کے وقت ایک عالم ربانی ہوشاہ کے ہمراہی عالموں سے تشریف لائے اور بعد دیکھنے نبض کے فرمایا کہ نبض سے کوئی مرض معلوم نہیں ہوتا ہے بالکل تندرستوں کی سی نبض ہے۔ لاجلہ یہ کسی گناہ کی خدوئہ کریم کی طرف سے سزا ہے یہ قرانی ہے۔ اے ہوشاہ کہیں آپ نے کوئی برا ارادہ تو نہیں کیا ہے جو لب میں ہوشاہ نے اقرار کیا اور اپنی قسم کا پورا حل ظاہر کر دیا یہ سن کر فوراً ہی ان عالم ربانی نے فرمایا کہ اے ہوشاہ اس کا واحد علاج اس ارادہ سے توبہ ہے۔ لہذا توبہ کرو اور کچھ بار کھنہ حق سبحانہ و تعالیٰ میں نذر بھی مان لو۔

پہلا غلاف کعبہ : ہوشاہ نے اسی وقت خدوئہ کریم جل جلالہ و عم نوالہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ اے پاک گھر کے مالک و مولیٰ اگر مجھ کو اسی رات میں صحت ہو گئی تو میں بیت اللہ پر ”دوہرے ریشی غلاف چڑھا دوں گا اور سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشی اہل مکہ کی خدمت میں نذر کروں گا۔

مرض کافور ہو گیا بعد توبہ کرنے اور نذر ماننے ہوشاہ کے، یہ عالم ربانی ہوشاہ سے رخصت ہو کر ابھی خیمہ شہی کے دروازہ تک ہی پہنچے تھے کہ نائب ہوشاہ نے عالم صاحب کو آواز دی کہ فی الواقع یہ مرض نہ تھا بلکہ واقعی جو آپ نے فرمایا کہ عتاب الہی ہے۔ حقیقت میں یہ

مجھ پر عتاب اور قہر الہی تھا۔ توبہ کرنے کے بعد ہی یہ مرض ختم ہو گیا اور مجھ کو کامل شفا و صحت ہو گئی ہے اب مجھ اللہ مجھ پر بیماری کا کوئی اثر نہیں ہے۔۔۔۔۔ اسی وقت بلاشبہ تیج اول حمیری نے عوام لشکریوں کو حکم دیا کہ شب و شب دوہرے ریشی خلاف تیار کئے جائیں چنانچہ اسی رات کو خلاف تیار ہوئے اور صبح ہوتے ہی نہایت شان و شوکت سے کعبہ شریف پر چڑھائے گئے اور تمام اہل مکہ مرد و زن بچے و بوڑھوں کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشی جوڑے نذر کئے، خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر کوچ کیا اور اس زمین مقدس پر پہنچے جہاں اب مدینہ طیبہ آباد ہے اور وہیں ایک پانی کے چشمے کے متصل لشکر نے قیام کیا۔

انصار رسول آباد ہوتے ہیں: بلاشبہ کے مہاجرین میں سے چار سونے مع اس عالم کے جن کی تدبیر سے بلاشبہ کو آرام ہوا تھا، وہاں کی مٹی چٹکی، کنکریوں کو سونگھا اور ہجرت مکہ نبی کی جو علاقہ میں انہوں نے کتب سابقہ میں پڑھی تھیں اس کے مطابق اس زمین مطہر کو پایا، دلوں نے تصدیق کی اور انہوں نے آپس میں یہ عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مرجائیں گے مگر ہم اس مقدس زمین کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر ہماری قسمت نے یاوری کی کبھی نہ کبھی جب پیغمبر آخر الزمان سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے اور بموجب پیش گوئی تورات اور انجیل و زبور وغیرہ ضرور ہجرت فرما کر اس زمین پاک پر تشریف لائیں گے جب ہمارا ضرور مدعاۓ دلی حاصل ہو گا اور حضرت کی زیارت کا لطف اٹھائیں گے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مراتب اخروی حاصل کریں گے۔۔۔۔۔ اور اگر یہ دولت نصیب نہ ہو گی تو ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی فن کی نخلین کریمین (پاپوش) کی خاک اڑ کر تو پڑی جائے گی جو طاری نبوت کو کافی ہے۔

یہ بات سن کر تیج اول حمیری بلاشبہ نے فن عالموں کے لئے کے واسطے چار سو مکان بنوا دیے اور اس عالم رہائی کے مکان کے پاس ایک مکان بہ نیت سکونت جناب رسالت سرور کائنات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا اور چار چار سال کے لئے سب کے واسطے کھانے اور پہننے کا سامان مہیا کر دیا۔

بلاشاہ کی عرضی سرور کائنات کے نام: اور اپنی عقیدت سے ایک عرضی کلمی مضمون اس عرضی کا یہ تھا کہترین مخلوقات تیج اول حمیری کی طرف سے گزارش ہے کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی شفاعت سے مجھے محروم نہ رکھنا۔ اس عرض کو ملفوف کر کے مرکا کر اس عالم رہائی کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ "نسا" بعد نسل برابر وصیت جاری رہے کہ یہ عرضی حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچے جب بھی آپ کا ظہور ہو۔

اس عالم رہائی کی اولاد سے سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نیک انداز پلا اور اعلان سن کر حضرت ابویعلیٰ کے ہاتھ وہ عرضی مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کی اور مدینہ طیبہ تشریف لانے کی دعوت دی۔

علم غیب کی جھلک: جب حضرت ابویعلیٰ مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے دیکھتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم ابو۔۔۔ علی ہو اور تمہارے پاس تیج حمیری کا خط میرے نام ہے حضرت ابو۔۔۔ علی کہتے ہیں میں سن کر حیران ہو گیا اور چونکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابھی نہیں پہچانتا تھا میں نے عرض کی کہ آپ کی صورت جلو کروں گا بہنوں والی تو معلوم نہیں ہوتی تو حالت جان پہچان کے بغیر آپ نے مجھے کیسے جان لیا اور عرضی کا علم کیسے ہوا۔ آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں لہذا وہ عرضی جو تیج نے بھجوائی۔ آپ نے پڑھ

کر تین بار فرمایا مرحبا بالبعث بالصلوٰۃ

حضور مدینہ پاک : جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک تشریف لائے اور تیج کے دنے ہوئے اپنے مکان میں جو ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا۔ رونق افروز ہوئے اور کوٹھی تکم خدا اسی جگہ پر بیٹھی ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ یہ ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی چار سو علماء کی ولاد میں تھے جنہوں نے مدینہ پاک کو لولا آپ کیا تھا۔

تیج کے ایمان کی گواہی : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لا تسبعتبعاً فانہ مومن" تیج کو برامت کو وہ مومن تھا (وفاء الوفاء) تیج کے متعلق مزید فقیر کی تصنیف و محبوب مدینہ کا مطالعہ فرمائیے (جواب 2) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم مبارک تدریجی طور ظاہر ہوا۔ جس کے متعلق اعداد کا وقت نہیں اس کو لاعلمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق پہلے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو "لا تفضلونی علی یونس بن متی" (بخاری) لیکن بعد کو اپنی فضیلت علی الاطلاق جملہ انبیاء و رسل بلکہ جملہ کائنات پر ظاہر فرمائی۔ یہاں بھی وہی ہوا کہ پہلے تیج کے متعلق لادری فرمایا بعد کو اس کی مکمل سوانح بیان فرمادی۔ (جواب 3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری محض تعلیم امت ہے جس طرح تعلیم کا تقاضا ہوتا ہے آپ اسی طرح خود کو ظاہر فرماتے ہیں علم و لاعلمی و اختیار و عدم اختیار کا وہیں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً آپ بوقتہ بھوک شکم اقدس پر پھر ہاتھ دیتے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ آپ کو بھوک ستائی اس لئے کہ آپ کو آپ کا رب کھلاتا پلاتا (بخاری) جیسے پیٹ اقدس پر پھر ہاتھ دینا محض تعلیم تھی یہاں بھی یہی سمجھنا مطلوب تھا کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو لادری کہہ دیا کرو؟ (جواب 3) لادری میں درایہ کی نفی ہے یعنی انکل اور گمان سے جانا علم کی نفی نہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم انکل ہیج سے پاک ہے مزید فقیر کی کتب علیہ انما مول میں یہی حل سکندر کے متعلق ہے اس کی تفصیل فقیر کی تفسیر فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان پ 16 پڑھئے۔

حکایت : اصحاب صفہ میں کسی کے پاس ایک سری بھنی ہوئی بطور ہدیہ آئی اور وہ سب اس وقت بہت خست سے بسر کرتے تھے۔ انہوں نے دوسرے کو ہدیہ کر دی اور دوسرے نے تیسرے کو اسی طرح رفتہ رفتہ پھر اسی کے پاس آگئی۔

۱۔ اس حدیث پر بھی مکرین کلمات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "خلین بجاتے ہیں بلکہ اسی کو بطور قانون استعمال کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی علم نہ تھا جب تک جبریل علیہ السلام حاضر نہ ہوتے۔ اس حدیث کے جوابات وہی ہیں جو ہم تیج کے متعلق لاعلمی کے اعداد کے لئے ہم نے لکھے۔

ایک جواب اور بڑھا لیجئے وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر محلہ میں جبریل علیہ السلام کا انتظار نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی جبریل علیہ السلام کے آپ محتاج تھے اور نہ ہی ہر وحی جبریل علیہ السلام لاتے نزول وحی کی آٹھ قسمیں ہیں انہیں میں ایک یہ بھی ہے جو بذریعہ جبریل علیہ السلام پیش کی جاتی اور جن مواقع پر جبریل علیہ السلام کا انتظار کیا جاتا یا ان سے کسی مسئلہ کا سوال کیا جاتا اور وہ اللہ کے ہاں حاضری کا عرض کرتا اس میں یہ راز تھا کہ یہود (اہل کتب) اپنی کتابوں میں اور اپنے بیوں سے اسی طرح دوسرے عوام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ایک علامت یہ بھی ذہن میں رکھتے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہکی یہی نشانی ہے کہ ان کے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہو گا اور وہ از خود کوئی بات نہ سنائیں گے ان کی ہر بات وحی خدا ہوگی۔ اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم بعض اوقات جبریل علیہ السلام کا انتظار فرماتے یا ان سے پوچھتے تو یہودیوں کو اپنی نبوت کی یقین دہانی کے لئے نہ کہ آپ کی لاعلمی وجہ بعض سے ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جبریل علیہ السلام نے لاعلمی کا اظہار کیا مثلاً جب کتبہ لائے تو عرض کی ”کف“ آپ نے فرمایا ملت (میں نے جان لیا) حاضر کی ملت میں نے جان لیا اس تک عرض کرتے گئے اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ملت فرماتے گئے۔ ان پر وحی لانے والا فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام حیران رہ گیا۔ (روح البیان پارہ اول تفسیر الم)

فائدہ : غور کیجئے کہ دور حاضرہ میں علماء کا معاملہ کیسا الٹا ہو گیا۔ کہ جس چیز سے لوگ پہلے بھاگتے تھے وہ اب ان کی مطلوب ہو گئی۔ اور جو مطلوب تھی اس سے نفرت کرنے لگے فتویٰ دینے سے بچنے کی خوبی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ جو بعض اکابر نے مرفوعاً بیان کی ہے کہ لوگوں کو فتویٰ نہ دیں مگر تین آدمی مامور یا امیر یا مسکلت اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم چار چیزیں ایک دوسرے پر مٹا کرتے تھے۔ (1) امانت (2) وصیت (3) امانت (4) فتویٰ۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس کو علم کم ہوتا ہے تو وہ جلد فتویٰ دینے کو تیار ہو جاتا تھا۔ اور جو زیادہ پرہیزگار ہوتا تھا وہ فتویٰ کو سب سے زیادہ دوسرے پر مٹاتا تھا اور صحابہ اور تابعین کا شغل پانچ چیزوں میں تھا۔ (1) قرآن پاک کی تلاوت (2) مسجدوں کی آبادی (3) اللہ تعالیٰ کا ذکر (4) اچھی بات کا امر کرنا (5) بری بات سے منع کرنا اس کی وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ ”یا کل کلام ابن آدم عبہ لا الہ الا ثلثۃ امر بالمعروف او نہی عن المنکر او ذکر اللہ“ (بنی آدم کا ہر کلام اسے غیر مفید ہے سوائے تین کے (1) امر بالمعروف (2) نہی عن المنکر (3) ذکر اللہ۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لَا تَحْزَنْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰہُمْ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَلٰۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنِ النَّاسِ النَّبِیُّؐ“ حکایت : بعض علماء نے ایک اجتہاد کرنے والے اور فتویٰ دینے والے کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تم فتویٰ اور قیاس کیا کرتے تھے۔ اس کا کیا حال ہے اس نے ناک چڑھائی اور منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہم نے کچھ نہ پایا اور اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ حضرت ابن حصین کہتے ہیں کہ علماء ایسے ہی سوال کا جواب کہہ دیتے ہیں کہ اگر وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو اس کے لئے آپ تمام اہل بدر کو جمع فرماتے۔

☆ علامت علمائے آخرت سکوت (خاموشی) ہمیشہ سے اہل علم کی علامت اور طریقہ رہا ہے بلا ضرورت ہرگز کوئی بات نہ کرے۔

حدیث : جب تم کسی کو دیکھو کہ خاموشی اور زہد اس عنایت ہوا ہے تو اسے سے قریب ہو جاؤ۔ کہ اسے حکمت تعلیم کی جاتی ہے۔ بعض اکابر کہتے ہیں کہ عالم دو ہیں۔ (نمبر 1) عوام کا عالم وہ مفتی ہے۔ جو بادشاہوں کا مصاحب ہو۔ (2) خواص کا عالم۔ وہ توحید اور دل کے اعمال کا عالم ہے۔ ایسے لوگ خلوت میں تنہا رہتے ہیں۔

اکابر علماء و صلحاء : * مشہور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجلے کی طرح ہیں کہ ہر شخص اس میں سے چلو بھر لیتا ہے۔ * بشر بن حارث مثل بیٹھے کنویں کے ہیں جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہو کہ اس پر ایک ایک ہی شخص قصد کرتا ہے۔

فائدہ : پہلے زمانہ میں یوں کہا کرتے تھے کہ فانی۔ شخص عالم ہے اور فلاں حکم۔ اور فلاں کو کلام میں زیادہ دسترس ہے اور فلاں علم میں زیادہ ہے۔ * ابو سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کلام کی بہ نسبت معرفت سکوت سے قریب تر ہے۔ * بعض نے فرمایا کہ جب علم بہت ہوتا ہے تو کلام زیادہ ہوتا ہے لیکن علم کم ہو جاتا ہے۔ * حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا اور ان دونوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھائی چارہ کر دیا تھا۔

حکایت : چنانچہ بخاری میں حنفیہ سے مروی ہے کہ خط کا مطلب یہ تھا کہ بھائی میں نے سنا ہے کہ تمہیں لوگوں نے مسند طبابت پر بٹھایا ہے۔ اور مریضوں کا علاج کرتے ہو۔ مگر سوچ لو اگر واقع میں تم طبیب ہو تب تو تمہاری گفتگو بھی شفا ہے اور اگر نہ تکلف طبیب ہو گئے ہو تو بھائی خدا سے ڈرو مسلمان کو جان سے نہ مار دینا۔ اس خط کے بعد حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی دوا پوچھتا تو توقف کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ ہمارے آقا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ * حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ حضرت جابر ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو۔ * حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ حضرت سعید بن المسیب سے دریافت کرلو۔

حکایت : ایک صحابی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بیس حدیثیں بیان کیں۔ کسی نے ان کی تفسیر پوچھی انہوں نے فرمایا کہ میں بجز روایت کے اور کچھ نہیں جانتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ایک حدیث کی تقسیم جدا جدا بیان فرمائی۔ سامعین کو ان کی تفسیر اور یادداشت کی خوبی سے تعجب ہوا۔

حکایت : صحابی نے ایک مٹھی بھر کنکروں کی اٹھا کر ان لوگوں کو مار کر فرمایا۔ کہ تم مجھ سے علمی بات پوچھتے ہو حالانکہ یہ عالم تمہارے ہاں موجود ہے۔

علمائے آخرت کی علامت : علم باطن کے سیکھنے اور دل کی نگرانی اور طریق آخرت کے پہچاننے اور اس کے چلنے کا زیادہ اہتمام رکھنا اور مجاہدہ و مراقبہ سے ان امور کی حقیقت معلوم کرنے کی صحیح اور سچی امید کرنا اس لئے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ اور دل کے علوم کی باریکیاں پیدا ہوتی ہیں پھر۔ ان سے دل میں حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور کتابیں اور تعلیم اسباب کافی نہیں بلکہ اگر سالک مجاہدہ کرے اور دل کا نگران رہے اور اعمال ظاہری و باطنی بجالائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خلوت میں حضور دل اور فکر صاف سے بیٹھے اور اس کے ماسوا منقطع ہو جائے۔ تاکہ ان گنت

حکمتیں اس کے دل پر مفتوح ہوں کیونکہ کلید الہام اور منبع کشف یہی امور ہیں۔ اس لئے کہ بہت سے طالب علم ایسے ہیں کہ بہت دنوں تک سیکھتے رہے مگر جس قدر پڑھا اس سے ایک لفظ بھی آگے نہ بڑھے اور بہت ایسے ہیں کہ ضروری علم پر کفایت کر کے عمل پر اور دل کی نگرانی پر سعی کی تو اللہ تعالیٰ نے لطیف حکمتیں ان کے لئے ایسی کھول دیں جن میں عقلاء متحیر رہ گئے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص عمل کرے اس عمل پر جو اس نے سیکھا تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ اس چیز کا علم سکھائے جو اس نے نہیں سیکھی سابقہ کتابوں میں وارد ہے کہ اے بنی اسرائیل یہ نہ کہو کہ علم آسمان میں ہے اس کو زمین پر کون اتارے گا یا علم زمین کی تہوں میں ہے اس کو اوپر کون لائے گا یا علم سمندر پار ہے اس کو لوہر کون لائے بلکہ یوں کہو کہ علم دلوں میں ہے تم میرے سامنے روحانیوں کے سے آداب برتو اور صدیقوں کے اخلاق اختیار کرو۔ میں تمہارے دلوں میں وہ علم ظاہر کروں گا کہ وہ تمہیں ڈھانپ لے۔

قائدہ: حضرت سل بن عبد اللہ مسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء و علماء دہلہ دنیا سے گئے لیکن ان کے دل مقفل رہے۔ بجز صدیقوں اور شہیدوں کے قلوب کے کسی کے قلوب نہ کھلے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ "وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ" (پ 7 الانعام 59) اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں دی جاتا ہے۔ (ترجمہ کوزلایمان)

قائدہ: اگر اہل دل کے دل کا لورا اک نور باطن * سے علم ظاہر پر حاکم اور غالب نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے کہ اپنے دل سے فحشی لو اگرچہ لوگ خلاف حکم اور فتویٰ لگا دیں۔

حدیث شریف قدسی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لا يزال العبد ينقرب الى بالنوافل حتى احبه فاذا احبته كنت سمعه الذي يسمع به" "بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کلن ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔" ۱۔

۱۔ اہل دل کے اس علم کا ہم فراست ہے جسے ہم لولائے کرم کے لئے کشف سے تعبیر کرتے ہیں نور علم فراست احاطہ مجھ سے ثابت ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اتقوا فراستہ المومن فانه ينظر بنور اللہ (تذی) مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے۔ اس علی فراست کو علای حق الہست علم لدنی کہتے ہیں اس کے دلائل تو فقیر نے اپنے رسالہ الدرستہ علم فی الفرائض میں لکھے ہیں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیرازی کی عقائد سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔

نعتقد ان العبد ينقل في الاحوال حتى يصير الى نعت الروحانية فيعلم الغيب

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ جب ترقی مقامات کو حاصل کر کے صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو غیب جاننے لگتا ہے یعنی اس مقام کو طے کرنے

کے بعد اس کو غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

(2) یہی ملا علی قاری اسی کتب مقام سے مرقات شرح مشکوٰۃ میں نقل کرتے ہیں۔

يطلع العبد على حقائق الاشياء وينجلي له الغيب وغيب الغيب

اس بندے پر ترقی مقلات کے حصول کے بعد تمام اشیاء کی حقائق روشن ہوتے ہیں بلکہ غیبوں کا غیب بھی اس پر روشن ہو جاتا ہے۔
(3) یہی ملا علی قاری اسی مرقات میں فرماتے ہیں۔

الناس ينقسم الى فطن يدرك الغائب كما لمشاهد وهم الانبياء والى من الغالب عليهم متابعة الحن والوهم فقط وهم اكثر الخلائق فلا يديهم من معلم يكشف لهم المغيبات وما هو الانبي المبعوث لهذا الامر۔

لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک جو غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں۔ یہ انبیاء کی جماعت ہے دوسرا وہ جن پر صرف حس اور وہم کی قیود غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے ان کو ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور ایسا کرنے والا صرف نبی ہو سکتا ہے جو اسی امر کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(4) یہی ملا علی قاری "شرح فقہ اکبر" میں ابو سلیمان درقنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

ان فراسه مكاشفه النفس ومعانيه الغيب وهي من مقامات الايمان۔

مومن کی جس فراست کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ روح کے کشف اور غیب کے معائنہ کا نام ہے جو مقلات ایمان میں سے ایک مقام ہے۔

فائدہ : اس لئے کہ بہت سے ہاریک معانی (قرآن مجید کے اسرار) ایسے شخص کے دل میں آجاتے ہیں جو صرف ذکر اور فکر میں لگا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ معانی تفسیروں میں کہیں نہیں ہوتے جو بڑے بڑے مفسروں کو معلوم نہ ہوں اسی کو معلوم ہوتے ہیں جو بار بار معرفت اپنے دل کا نگران رہے اور اگر یہ معنی مفسرین کے سامنے پیش کئے جائیں تو وہ بھی صحیح بتائیں اور جان لیں کہ یہ صاف دلوں اور اللہ تعالیٰ کے اظلاف کا پرتو ہے کہ اس کی طرف ہمتوں کی توجہ سے حاصل ہوا یہی حل مکاشفہ و معاملہ کے علوم کے اسرار اور دلوں کے خطرات کی ہاریکیوں کا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا دریا ہے جس کی تہ نہیں ہر ایک طالب علم اپنی قسمت کے موافق اور جس قدر حسن عمل کی توفیق اسے ملتی ہے اسی قدر اس میں غوطہ لگاتا ہے اسے انہیں علمائے حق کی صفت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ انسانوں کے دل ظہور ہیں ان سب میں بہتر وہ ہیں جن کے اندر خیر زیادہ ہو۔

سا لکین کی اقسام : تین اقسام ہیں۔ (1) عالم رہانی (2) بطور نجات کے سیکھنے والے (3) بے وقوف کہ ہر باطل پر لانے والے کے تابع ہو جائیں جدھر کی ہوا ادھر کو پھر جائیں ان لوگوں نے علم کے نور سے روشنی حاصل کی نہ کسی مضبوط چیز کا سہارا لیا۔ علم مل سے بہتر ہے علم علماء کی حفاظت کرتا ہے اور اے دنیا دار تو مل کی حفاظت کرتا ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مل اس سے کم ہوتا ہے اور علم کی محبت ایک دین قلیل اختیار ہے جس سے زندگی میں اطاعت کمائی جاتی ہے اور مرنے کے بعد ذکر خیر علم حاکم ہے اور مل محکوم اور مل کا فائدہ اس کے جانے

سے دور ہو جاتا ہے۔ جو لوگ ملدار تھے اور ان کے جتنے کے جتنے تھے سب مر گئے اور علماء زندہ رہیں گے جب تک کہ زمانہ باقی ہے پھر آپ نے ایک لباساںس لیا اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں علم بہت ہی ہے بشرطیکہ اس کے یاد کرنے والے مجھے ملیں بلکہ میں تو طالب کو مامون نہیں پاتا یا تو ایسا ہے کہ دین کے آلہ کو دنیا کی طلب میں استعمال کرتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں سے اس کے اولیاء پر نکلیے کرتا ہے اور اس کی حجت سے اس کی مخلوق کی مدد کرتا ہے۔ یا ایسا کہ لٹل حق کا مطیع و منقاد تو ہے مگر اول ہی شبہ سے اسکے دل میں شک جم جاتا ہے خبردار کہ باطن کے بوجھ نہ یہ رکھتا ہے نہ وہ بلکہ لذات کے حریص اور طلب شہوت کے بندے اور خدمت گار ہیں یا مل کے جمع کرنے والے اور خزانہ بنانے کے فریفتہ اور اپنی خواہش کے فرمانبردار اور نہایت حریص۔ وہ چرنے والے جانوروں کی طرح ہیں جب علم کے محافظ مرجائیں گے تو کیا علم یوں جاتا رہے گا نہیں بلکہ ایسے لوگوں سے زمین خلل نہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی حجت قائم کریں یا تو ظاہر اور علانیہ ہوں گے یا چھپے ہوئے اور مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور دلیلیں بیکار نہ رہیں اور یہ لوگ کتنے ہیں اور کہاں ہیں یہ لوگ گنتی میں کم اور قدر و قیمت میں اعظم ہیں ان کے وجود ظاہر میں مفقود اور ان کی تصویریں دلوں میں موجود ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے سب سے اپنی حجتوں کی حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ ان حجتوں کو اپنے جیسے لوگوں کے حوالہ کریں اور ان کے دلوں میں انہیں محفوظ اور پختہ کر دیں۔ علم نے ان کو حقیقت امر پر پہنچا دیا تو یقین کی روح سے جا ملے۔

فائدہ : جن امور کو دولت مند مشکل جانتے ہیں۔ انہوں نے سہل پایا اور جس امر سے غافلوں کو وحشت تھی اس سے انہوں نے دل ہلایا۔ دنیا ایسے اجسام سے (کہ جن کی ارواح محل اعلیٰ سے وابستہ ہیں) آباد ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے اولیاء اور امین ہیں اور اس کے دین کی طرف بلانے والے اور اس کی زمین کے سلاطین پھر آپ روئے اور فرمایا کہ مجھے ان کے دیدار کا بہت اشتیاق۔ ہے پس یہ مضمون جو آپ نے آخر کو ذکر فرمایا علمائے آخرت کا وصف ہے۔ اور یہ وہی علم ہے جو اکثر عمل سے اور کثرت مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ * علامت علمائے آخرت کی ایک علامت علمائے آخرت کی ایک یہ ہے کہ یقین کے قوی کرنے میں اس کی توجہ۔ بہت زیادہ ہو اس لئے کہ یقین دین کا راس ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ "الباقین الایمان" (یقین ایمان کامل ہے) تو علم یقین کا سیکھنا ضروری ہوا یعنی اس کی ابتداء سیکھے پھر دل کو اس کا طریق خود ظاہر ہو جائے گا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یقین سیکھو۔

فائدہ : اس کا معنی یہ ہیں کہ یقین والوں کے پاس بیٹھو اور ان سے علم یقین سنو اور ان کی پیروی پر مداومت کرو تاکہ تمہارا یقین قوی ہو جائے جیسا کہ ان کا یقین قوی ہو گیا۔ اس لئے کہ تھوڑا سا یقین بہت سے عمل سے بہتر ہے۔

حدیث شریف : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ ایک آدمی کا یقین اچھا ہے لیکن گناہ بہت

کرتا ہے اور ایک شخص عیلت میں محنت کرتا ہے لیکن یقین کم ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کا کوئی گناہ نہ ہو لیکن جس کی عقل اور عیلت یقین ہے اسے کو گناہ ضرر نہیں۔ اس لئے جب گناہ کرتا ہے تو توبہ اور استغفار کرتا اور پشیمان ہوتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کچھ نیکی بچ جاتی ہے جس سے وہ جنت میں جاتا ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تمہیں دی گئی وہ یقین اور عزیمت مبر ہے جسے ان دونوں سے حصہ ملا اسے کوئی پروا نہیں اگرچہ اسے شب بیداری اور دن کے روزے نہ ملیں۔

حکایت: حضرت لقمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت کی اس میں یہ بھی ہے کہ بیٹا عمل کی استطاعت یقین کے بغیر نہیں ہوتی اور انسان اتنا ہی کرتا ہے جتنا اس کو یقین ہوتا ہے اور عامل کا یقین جب تک کم نہیں ہوتا تب تک وہ عمل میں کوتاہی نہیں کرتا۔

فائدہ: حضرت یحییٰ بن معلو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ توحید ایک نور ہے اور شرک آگ ہے تو شرک کی آگ سے جتنی نیکیاں مشرکوں کو ملتی ہیں اس سے زیادہ توحید کے نور سے موحدوں کی برائیاں جل جاتی ہیں اور نور سے مرد کامل کا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض مقالات پر موحثین کے ذکر سے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ یقین خیرات اور سعادت کا ذریعہ ہے۔

سوال: یقین کے کیا معنی ہیں اور اس کے قوی اور ضعیف ہونے سے کیا مراد ہے۔ جب تک یہ سمجھ لیا جائے اس کی طلب میں مشغول ہونا بیکار ہے کیونکہ جب اس کی صورت سمجھ میں نہ آئے گی تو اس کی طلب ممکن نہ ہوگی۔؟

جواب: یقین ایک لفظ مشترک ہے دو فریق اس کو دو مختلف معنی میں بولتے ہیں۔

(۱) اصطلاح مناظرہ اور اہل علم شک کے نہ ہونے کو یقین کہتے ہیں اس لئے کہ نفس جس چیز کی تصدیق کرتا ہے اس کے چار مقالات ہیں۔ ان چار مقالات کی تفصیل یوں ہے۔

* تصدیق اور تکذیب برابر ہوں اس کو شک کہتے ہیں مثلاً اگر تم سے کسی خاص شخص کی نسبت دریافت کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب کرے گا یا نہیں اور اس کا حال تمہیں معلوم نہیں تو تمہارا نفس اثبات اور نفی میں سے کسی طرف میل نہ کرے گا۔ اسی لئے تم اس پر کوئی حکم نہیں لگاؤ گے بلکہ دونوں باتوں میں برابر ہیں۔

(۲) ایک طرف مائل ہو گے تو یہ بھی جانتے ہو کہ دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس کا امکان ایسا ہے کہ وہ اول کی ترجیح کلام ہے مثلاً جس شخص کو تم نیک بخت اور متقی جانتے ہو اگر اس کا حال پوچھا جائے کہ اگر یہ اسی حالت پر مر جائے تو عذاب ہو گا یا نہیں تو تمہارا دل اس کے عذاب ہونے پر زیادہ مائل ہو گا۔ بہ نسبت عذاب کے اس لئے کہ نیک بختی کی علامتیں ظاہر ہیں اور بلو جود اس کے تم اس کے باطن میں کوئی امر۔ عذاب کے ہونے کا

موجب تجویز کر سکتے ہو تو یہ تجویز اول میل کے ساتھ ہے۔ مگر اس کی ترجیح مانع نہیں اس کیفیت کا ہم ظن ہے۔
 (3) نفس کسی چیز کی تصدیق کی طرف اس طرح مائل ہو کہ وہ تصدیق نفس پر چھا جائے اور اس کا خلاف دل میں نہ گزرے اور اگر گزرے تو نفس اس کے قبول کرنے سے انکار کرے مگر یہ تصدیق معرفت واقعی کے ساتھ نہ ہو یعنی اگر اس حل والا اس امر میں خوب مائل کرے اور شک ڈالے اور تجویز کو سننے تو اس کے نفس میں گنجائش اس شبہ کے ممکن ہونے کی ہو جائے اس حل کو اعتقاد قریب بہ یقین کہتے ہیں۔ جیسے عوام کا اعتقاد تمام امور شرعیہ میں کہ صرف سننے کی وجہ سے ان کے قلوب میں جم گیا ہے۔ یہاں تک کہ ہر فرقہ اپنے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد کرتا ہے اور اپنے امام اور پیشوا کو حق جانتا ہے کہ وہی صحیح فرماتا ہے اگر کوئی انہیں کہے کہ تمہارے امام سے خطا بھی ہو سکتی ہے تو وہ اسے قبول نہ کریں گے۔

(4) تصدیق اور معرفت حقیقی جو دلیل سے حاصل ہوتی ہے کہ جس میں نہ خود شک میں ہو نہ دوسرے کو شک میں ڈالنا مقصود ہو تو جب اس میں شک کا ہونا اور ہو سکتا دونوں نہ ہوں وہ الہی مناظرہ اور کلام کے نزدیک یقین کہلاتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی عاقل سے کہا جائے کہ عالم میں کوئی چیز موجود ایسی بھی ہے جو قدیم ہو تو وہ بالبدایت یعنی فوراً اس کی تصدیق نہیں کر سکتا اس لئے کہ قدیم محسوس چیز نہیں۔ جیسے چاند اور سورج محسوس ہو رہے ہیں۔ مثلاً ان کے وجود کی تصدیق آنکھ کی حس سے ہوتی ہے اور کسی چیز قدیم ازلی کا جاننا بدیہی اولی نہیں کہ بلا تامل کہہ دیا جائے جیسے یوں جاننا کہ ایک سے زیادہ ہے بلکہ ایسا بھی نہیں جیسا اس جملہ کو جاننا کہ کسی حادث کا وجود بغیر سب کے محل ہے کہ اس جملہ کا علم بھی بدیہی ہے کسی غور و فکر کا محتاج نہیں۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ عقل کی طبیعت کا اقتضا یہ ہے کہ قدیم کے وجود کی بدایت تصدیق کرنے میں توقف کرے پھر اس میں بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ اس بات کو سن کر تصدیق کرتے ہیں اور اسی پر ڈٹ جاتے ہیں۔ تو اس قسم کی تصدیق اعتقاد ہے اور یہ تمام حل عوام کا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ قدیم کے وجود کو دلیل سے تصدیق کرتے ہیں۔ مثلاً یوں کہا جائے کہ اگر کوئی قدیم موجود نہ ہو تو سب موجودات حادث رہیں گے اور جب سب حادث ہوں گے تو بالکل بلا سبب حادث ہوں گے۔ یا ایک بلا سبب حادث ہو گا اور یہ محل ہے تو جس سے محل لازم آئے وہ خود محل ہے اس دلیل سے عقل میں کسی قدیم کے موجود ہونے کی تصدیق یقیناً لازم آئے گی اس لئے کہ موجودات کی تین اقسام ہیں۔

(1) کل حادث (2) کل قدیم (3) بعض قدیم اور بعض حادث۔ اگر سب قدیم ہوں تو مطلب حاصل ہے اس لئے کہ قدیم کا وجود ثابت ہو گیا اور اگر کل حادث ہوں تو محل ہے کیونکہ اس کے سبب بغیر۔ حادث کا وجود ماہیت ہوتا ہے تو تیسری قسم یا پہلی قسم ثابت ہوگی اور وہی مطلوب ہے اور علم کہ اس طرح حاصل ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کے نزدیک یقین کہلاتا ہے خواہ دلیل سے ہو جیسا ہم نے ذکر کیا۔ خواہ حس سے یا عقل کی سرشت تقاضا سے۔

جیسے حادث کے بعد سبب محل ہونے کا علم ہے یا متواتر سننے سے جیسے مکہ مکرمہ (اور مدینہ طیبہ) کے موجود

ہونے کا علم ہے یا تجربہ سے جیسے جوش ولہ دست آور ہے۔ بہر حال اہل مناظرہ کے نزدیک یقین کے بولنے کی شرط شک کا نہ ہونا ہے تو جس علم میں شک نہ ہو گا وہ یقین کہلائے گا اور اس اصطلاح کے مطابق یقین کو قوی اور ضعیف نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ شک کے نہ ہونے میں قوت و ضعف کا کوئی فرق نہیں کہ اس کے مطابق یقین میں بھی قوت و ضعف ہو۔

(2) اصطلاح فقہاء و صوفیہ و اکثر علماء اس اصطلاح میں یقین وہ ہے کہ اس میں وہم اور شک کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ اس کا دل پر استیلاء اور غلبہ دیکھا جائے تاکہ یوں کہہ سکیں کہ فلاں شخص کا یقین موت پر ضعیف ہے بلوجودیکہ موت میں وہ شک نہیں کرتا یا یہ کہ فلاں شخص کا یقین روزی پہنچنے پر قوی ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات اس کو روزی نہ ملے۔

خلاصہ : یہ کہ جب نفس کسی چیز کی تصدیق پر مائل ہو اور یہ تصدیق دل پر اس طرح غالب ہو جائے کہ نفس میں یہی تصور اور حکم ہو۔ اور اسی کی وجہ سے اچھی شے کی رغبت اور بری چیز سے نفرت ہو۔ اس حالت کو یقین کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ موت کے بارے میں بموجب پہلی اصطلاح کے یقین سب کو نہیں ہے اس لئے کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ موت کی طرف کبھی خیال تک نہیں کرتے اور نہ اس کی تیاری میں ہیں۔ گویا ان کو اس کا یقین ہی نہیں اور بعض کے دل پر یہ یقین ایسا مسلط ہوتا ہے کہ اپنی تمام ہمت کو اسی کی تیاری میں ایسا مستغرق رکھتے ہیں کہ کسی دوسری چیز کی اس میں گنجائش ہی نہیں تو اس جیسی حالت کو یقین کا قوی ہونا بولتے ہیں اسی وجہ سے بعض نے کہا ہے کہ جس یقین میں شک نہ ہو۔ اور وہ ایسے شک کے مشابہ ہو جائے کہ جس میں یقین نہ ہو مثلاً موت کے سوا اور کوئی دوسرا امر مجھے معلوم نہیں اور بموجب اس اصطلاح کے یقین کی صفت قوت اور ضعف کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

فائدہ : ہم نے جو علامت علماے آخرت کی لکھی کہ ان کی توجہ یقین کے پختہ اور قوی کرنے کی طرف ہو تو ہماری فرض اس یقین سے ہے جو دونوں اصطلاحوں کے موافق ہو یعنی اول تو شک کا دور ہونا پھر نفس پر یقین کا مسلط ہونا اس طرح کہ غلبہ اور حکم نفس اور تصرف اس کے اندر یقین ہی کا ہو جائے۔

یقین کی اقسام : ہماری تقریر بلا سے ثابت ہو گیا کہ یقین تین قسموں پر تقسیم ہوتا ہے۔

(1) قوی اور ضعیف (2) زیادہ اور کم ہونا (3) پوشیدہ اور ظاہر ہونا یعنی قوی اور ضعیف ہونا بموجب دوسری اصطلاح کے ہے کہ دل پر اس کا استیلاء اور غلبہ کیسا ہے اور قوت اور ضعیف میں۔ یقین کے معانی کے درجے بے انتہا ہیں اور موت کی تیاری میں مخلوق بھی انہی یقین کے معنوں کے فرق کے بموجب مختلف ہے اور یقین کی پوشیدگی اور ظہور میں بھی انکار نہیں ہو سکتا تو اصطلاح۔ دوم کے بموجب اور نہ اول اصطلاح کے موافق مثلاً تم کو جو تصدیق کہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے موجود ہونے کی ہے اور حضرت موسیٰ اور یوشع علیہما السلام کے وجود کا یقین ہے۔

بلو جودیکہ تمہیں ان دونوں تصدیقوں میں شک نہیں اسی لئے کہ غٹا دونوں کا خبر متواتر ہے۔ مگر اول تصدیق کو تم اپنے دل میں واضح اور ظاہر پاتے ہو بہ نسبت۔ دوسری کے اسی لئے کہ سبب اول میں قوی تر ہے یعنی مجبوروں کا بہت ہونا۔ اسی طرح مناظر خفی و ظہور کا فرق اپنے نظریات میں دیکھتا ہے جو دلائل سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جو بات ایک دلیل سے واضح ہوگی وہ اتنی ظاہر نہ ہوگی جو بہت سے دلائل سے واضح ہوگی بلو جودیکہ شک کے نہ ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

اس فرق کا کبھی اہل کلام انکار کرتے ہیں جو علم کی کتابوں اور سنت سے حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے نفس کے اور اک پر غور نہیں کرتے کہ ہر حال میں ثلوت رہتا ہے اور یقین کی کمی زیادتی متعلقات کی کمی بیشی سے ہوتی ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس سے علم میں زیادہ ہے یعنی اس کی معلومات زیادہ ہیں اسی وجہ سے کبھی عالم تمام شرع کی باتوں پر یقین قوی رکھتا ہے اور کبھی بعض باتوں پر قوی الیقین ہوا کرتا ہے۔

سوال : ہم نے یقین کی قوت اور ضعف اور قلت اور کثرت اور پوشیدگی اور ظہور کے معنی بموجب اصطلاح اول یعنی نفی شک کے اور بموجب اصطلاح ثانی یعنی دل پر استیلاء کے سمجھ لئے مگر متعلقات یقین کے معنی کیا ہیں۔
(۱) یقین کے محل کون سے ہیں (۲) کن چیزوں میں یقین مطلوب ہوتا ہے۔ جب ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یقین کون سی چیزوں میں مطلوب ہوتی ہے۔ ہم ان کی طلب کیسے کریں گے۔؟

جواب : یقین کا محل وہ چیزیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام اول سے آخر تک لائے ہیں۔ اس لئے کہ یقین ایک معرفت مخصوص کا نام ہے اور اس کے متعلق وہ معلومات ہیں جن کو شریعتیں لائی ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے شمار کی ہمت نہیں ہو سکتی۔ مگر ہم ان میں سے بعض بتائے دیتے ہیں جو یقین کے محلوں کی اصل ہیں۔

مثلاً : توحید یعنی تمام اشیاء کو سبب الاسباب سے سمجھنا اور درمیانی وسائل پر التفات نہ کرنا بلکہ وسائل کو اس کے زیر فرمان سمجھنا اور ان کا اثر کچھ نہ جاننا تو جو شخص ان امور کی تصدیق کرے گا وہ موجد ہوگا۔

پھر اگر تصدیق کے ساتھ دل میں سے امکان شک بھی دور ہو جائے گا تب تو بمطابق پہلی اصطلاح موقن ہوگا۔ اگر ایمان کے ساتھ تصدیق اس طرح غالب ہو جائے درمیانی چیزوں پر غصہ ہوتا اور ان سے راضی ہوتا اور ان کا ممنوں ہونا دل سے دور ہو جائے اور ان کو اپنے دل میں ایسا سمجھے جیسے قلم اور ہاتھ کو لکھنے والے سے نسبت ہے اور وہ قلم اور ہاتھ کا نہ ممنوں ہوگا اور نہ ان پر غصہ کرے گا بلکہ ان کو آلہ سمجھے گا تو اس صورت میں دوسری اصطلاح کے موافق اہل یقین ہوگا اور یہ یقین اشرف اور پہلے یقین کا ثمر اور روح ہے اور جب کسی انسان کو ثابت ہو جائے کہ سورج، چاند، ستارے، جملات، نباتات اور تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے امر کی اس طرح مسخر ہے جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں اور قدرت ازیلی ہی سب کی مصور ہے تو اس کے دل پر توکل اور رضا اور تسلیم کا غلبہ ہو جائے گا۔ غضب کینہ، حسد اور بد خلقی سے بری اور پاک ہو جائے گا ایک محل یقین کا تو یہ ہول دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق کی

کفالت فرمائی ہے ”وَمَا مِنْ ذَاتِ نَفْسٍ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“ (پ 12، سورہ 6)

ترجمہ۔ اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم نہ ہو۔ (کنز الایمان)

اس پر اعتماد اور یقین کرے کہ یہ رزق ضرور ضرور پہنچے گا اور جو کچھ میری قسمت میں ہے وہ میرے پاس بھیج دیا جائے گا اور جب یہ بات دل پر غالب ہو جائے گی تو رزق شرعی طور پر حاصل کرے گا اور جو چیز اس سے فوت ہو جائے گی اس پر افسوس نہ کرے گا اور نہ حرص و طمع کا دامن پھیلانے لگے۔ اور اس یقین سے بھی اس سے طاعات اور عمدہ اخلاق ظاہر ہوں گے۔ تیسرا یہ کہ دل پر مضمون اس آیت کا غالب ہو۔

”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ“ (پ 30، سورہ 7) ترجمہ۔ ”تو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا۔ (کنز الایمان) یعنی ثواب اور عذاب کا یقین ہونے سے یہ سمجھے کہ طاعات کو ثواب سے ایسی نسبت ہے جیسے روٹی کو پیٹ بھرنے سے اور گناہوں کو عذاب۔ سے وہ علاقہ ہے جیسے زہروں اور سانپوں کو ہلاک کرنے سے تو جیسے۔ شکم سیری کے لئے روٹی حاصل کرنے کا حریص ہوتا ہے اور تھوڑی بہت (جتنا ہو) اس کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح طاعات کا حریص ہو اور تھوڑی بہت سب کو بچالانے کا مشتاق ہو اور جس طرح زہر کے قلیل اور کثیر سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح گناہوں میں سے اونٹنی اور اعلیٰ۔ اور تھوڑے اور بہت سے اجتناب کرے گا۔ اس امر میں یقین بموجب اصطلاح اول کے تو اکثر اہل ایمان کو ہوتا ہے مگر اصطلاح ثانی کے موافق خاص مقرب شخصیات کو ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی حرکت اور سکنت اور خطرات کو دیکھتا رہتا ہے اور تقویٰ اور ہر قسم کی برائی سے بچنے میں مبالغہ کرتا ہے اور جس قدر یہ یقین غالب ہوگا اسی قدر گناہوں سے احتراز اور طاعات کے لئے تیاری زیادہ ہوگی۔

(4) یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر حال میں مجھ پر مطلع ہے اور میرے دل کے دوسووں اور خفیہ خطروں اور فکروں کو دیکھتا ہے اس بات کا یقین۔ بموجب اصطلاح اول کے تو ہر ایماندار کو ہوتا ہے یعنی کسی کو اس امر میں شک نہیں مگر دوسری اصطلاح کے بموجب اس کا یقین کامیاب ہے اور وہی مقصود ہے۔ البتہ صدیقوں کو اس مرتبہ کا یقین ہوا کرتا ہے اور اس یقین کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی اپنے تمام کاموں میں۔ بالادب رہتا ہے جیسے کوئی شخص کسی بڑے بادشاہ کی نظروں کے سامنے بیٹھا ہو جو اسے دیکھتا رہتا ہے تو وہ ہر وقت گردن جھکائے اپنے تمام اعمال میں ادب کا لحاظ رکھتا ہے اور ایسی حرکت سے (جو مخالف ادب کے ہو) احتراز کرتا ہے اسی طرح جب یہ معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ میرے باطن پر ایسا مطلع ہے مخلوق ظاہر پر مطلع ہوتی ہے تو ظاہر کے اعمال اور باطن کی فکر میں یکساں رہنا چاہئے بلکہ باطن کی آبدی اور صفائی اور زینت اور پاکی میں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہر وقت ہے۔ زیادہ مبالغہ کرنا چاہئے بہ نسبت ظاہر کے بناؤ سنگار کے جو لوگوں کے لئے کرتے ہیں اور یہ مقام یقین کا حیا اور خوف اور انکسار ذلت مسکنت خضوع اور اخلاق عمدہ کا مورث ہوا کرتا ہے اور یہ اخلاق بڑی بڑی طاعات کے موجب ہوتے ہیں خلاصہ یہ

کہ ان امور میں سے کسی امر میں یقین کا محل 'درخت' کے ہے اور یہ اخلاق دل میں محل شاخوں کے ہیں جو اس درخت سے نکلے ہوں اور اعمال اور طاعت جو اخلاق سے صادر ہوتے ہیں۔ وہ بمنزلہ پھلوں اور کلیوں کے ہیں کہ شاخوں سے نکلتی ہیں۔ غرضیکہ یقین اصل اور اساس ہے اور اس کے محل اور مقام نسبت مقلات مذکورہ بالا کے بہت زیادہ ہیں۔ (چنانچہ عنقریب جلد چہارم میں (لن شاء اللہ) بیان ہوگا) یہاں لفظی معنی سمجھانے کے لئے اس قدر کافی ہے۔

(7) علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ غمگین ہو کہ انکساری سے سر جھکائے خاموش رہے صورت اور لباس اور سیرت اور حرکت اور سکون اور گفتار اور خاموشی سب میں خوف کا اثر ظاہر ہو جب کوئی اس کی صورت دیکھے تو خدا یاد آجائے۔ اور ظاہر حال ہی اس کے عمل کی دلیل ہو۔ علمائے آخرت کی عاجزی اور ذلت اور مسکنت ان کے بشرے ہی سے معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو کوئی لباس اس سے بہتر نہیں پہنایا کہ وقار کے ساتھ انکساری ہو یہ لباس انبیائے علیم السلام کا ہے اور نیک بخت صدیقوں اور علماء کی علامت ہے۔ اور گفتگو زیادہ کرنا اور خوش تقریر میں لگا رہنا اور ہنسی میں غرق رہنا اور حرکت اور کلام میں تیزی کرنا شیخی اور اللہ تعالیٰ کے عذاب، عظیم اور شدت غضب سے بے خوف اور غافل رہنے کی علامت ہیں اور ان دنیا داروں کا طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہیں۔

علماء کی اقسام :

بقول سہل تستری علماء تین قسم ہیں۔

- (1) اللہ تعالیٰ کے امر سے واقف مگر اس کے ایام سے عواقف یہ وہ لوگ ہیں کہ حلال اور حرام کے بارے میں حکم کرتے ہیں۔ یہ علم خوف خدا کا مورث نہیں ہوتا۔
- (2) اللہ کو جانتے ہیں اور اس کے امر اور ایام کو نہیں جانتے یہ لوگ عوام ایماندار ہیں۔
- (3) اللہ تعالیٰ کو بھی جانتے ہیں اور اس کے امر اور ایام سے بھی واقف ہیں۔ یہ لوگ صدیق ہیں اور خوف اور عاجزی صرف انہیں پر غالب ہوتی ہے۔

فائدہ : ایام سے اقسام عقوبت پوشیدہ اور باطنی نعمتیں مرلو ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پہلے اور پچھلے لوگوں کو مرحمت فرماتا ہے۔ پس جس شخص کا علم ان چیزوں پر محیط ہوگا اس کو خوف بھی زیادہ ہوگا اور عاجزی بھی ظاہر ہوگی۔

فاروقی نصح : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے وقار اور علم بھی سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کو اور جو تم سے علم سیکھے اسے چاہئے کہ تمہارے سامنے عاجزی و تواضع کرے۔ جابر علماء مت بنو تاکہ تمہارا علم جہل کے برابر نہ ہو۔

فائدہ : کسی بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو علم دیتا ہے تو اس کو علم کے ساتھ علم اور عاجزی اور

خوش خلقی اور نرمی بھی دیتا ہے علم مفید اسی کا نام ہے ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور زہد اور تواضع اور خلق حسن عنایت فرمائے تو متقیوں کا امام ہے۔

حدیث شریف: بعض لوگ میری امت میں سے ایسے بہتر ہیں کہ ظاہر میں تو خدا تعالیٰ کی رحمت کی وسعت سے ہنستے ہیں اور خفیہ طور پر اسکے عذاب کے خوف سے روتے ہیں ان کے بدن زمین میں ہیں اور دل آسمان میں ان کی جانیں دنیا میں ہیں اور عقلیں عقبیٰ میں وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وسیلے سے تقریب الہی کرتے ہیں یعنی جس امر کو باعث تقرب جانتے ہیں اس کو بجا لاتے ہیں۔

قائدہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ علم کا وزیر ہے اور نرمی اس کا باپ اور تواضع اس کا لباس۔ حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علم سے (حکومت یعنی ملازمت وغیرہ کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقرب اس سے عداوت رکھتا ہے اس لئے کہ وہ آسمان اور زمین میں مبغوض ہے۔

حکایت: بنی اسرائیل کی حکایات میں مروی ہے کہ ایک حکیم نے تین سو ساٹھ حکمت کی کتابیں لکھیں یہاں تک کہ حکیم نامی گرامی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں شخص سے کہہ دو کہ تو نے اپنی بک بک سے زمین بھردی اور اس میں سے کسی عمل میں تو نے میری رضا و خوشنودی کی نیت نہیں کی اور میں تیری بک بک سے کچھ بھی قبول نہیں کرتا جب حکیم کو معلوم ہوا تو غلام ہوا اور وہ لکھنا لکھنا ترک کر کے عوام میں گھل مل گیا اور بازاروں میں عوام کے ساتھ اور بنی اسرائیل کے ساتھ کھانا پینا اختیار کیا اور اپنے میں عاجزی کی عادت ڈالی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ اب تجھے میری رضامندی کی توفیق نصیب ہوئی۔

حکایت: حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلال بن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حل بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ تم میں سے کوئی اگر کوتاہی کے سپاہی کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر علمائے کو دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتا ہے اور اگر علمائے کو دیکھتا ہے تو اپنی علوتیں ان کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ علماء حکومت و ملازمت اور دنیا داری کے شوقین ہیں تو انہیں برا نہیں سمجھتے حالانکہ سپاہی کی بہ نسبت زیادہ مستحق نفرت اور دشمنی کے یہی علماء ہیں جو (دنیا کے عاشق ہیں)۔

حدیث: کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ محرمات سے بچنا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رطب اللسان رہنا پھر کسی نے سوال کیا کہ دوستوں میں کون سا اچھا ہوتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذکر خدا کرو تو وہ تمہاری مدد کرے اگر تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلائے پھر پوچھا کہ ساتھیوں میں کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب میں برا ساتھی وہ ہے کہ جب تم اللہ کو بھولو تو وہ یاد نہ دلائے اور جب اس کا ذکر کرو تو مدد نہ کرے پھر پوچھا

کہ لوگوں میں سے زیادہ عالم کون سا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو پوچھا کہ آپ ہم میں سے بہتر لوگ بیان فرمائیں کہ ہم ان کے پاس بیٹھا کریں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے خدا یاد آجائے۔ پوچھا کہ تمام لوگوں میں برے کون سے ہیں؟
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٹی میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (یہ کلمہ ان کے شر سے پناہ میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا۔) لوگوں نے مکرر عرض کیا کہ آپ ہمیں بتائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علماء ہیں جب بگڑ جائیں یعنی دنیا اندوزی میں منہمک ہو جائیں۔

حدیث شریف : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ امن اسے ہوگا جو دنیا میں فکر زیادہ کرتا تھا اور آخرت میں زیادہ وہ ہنسے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ رویا ہوگا اور سب سے زیادہ خوش وہ ہوگا جو دنیا میں بہت دنوں رنج میں رہا ہوگا۔

رذیل علماء کی نشانی : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ میرا ذمہ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں کہ کسی قوم کی زراعت عمل کو تقویٰ کے ہوتے ہوئے ہلاکت اور تباہی اور نقصان نہ ہوگا اور نہ کسی کام کی جز کو ہدایت کے ہوتے خشکی کا زیان لوگوں میں سب سے بڑا جلتا رہے جو خوف خدا کی قدر نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جو علم کو ہر جگہ سے جمع کر کے فتنہ کی تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے ایسے ویسے اور رذیل لوگوں نے اس کا نام عالم رکھ دیا اور وہ علم میں ایک دن بھی سلامت زندہ نہ رہا صبح کو اٹھتے ہی وہ چیز بہت سی لی جس میں سے تھوڑی بہ نسبت بہت کے اچھی ہے یہاں تک کہ جب گندے سڑے پانی سے سیراب ہو جاتا ہے اور بے فائدہ امور کی کثرت کرتا ہے تو لوگوں کے لئے مفتی بن بیٹھتا ہے کہ جو امر غیر مشتبہ ہے اسے اس سے حاصل کرے اور جب کوئی مبہم بات اس کے سامنے پیش ہوتی ہے تو اس کے لئے اپنی تجویز سے ایک لغو قیاس بنا لیتا ہے تو وہ شخص شبہات کی تاریکیوں سے مکڑی کے جالے میں ہے یہ نہیں جانتا کہ میں نے خطا کیا ٹھیک کہا بہت سی جہالتوں کا مرتکب اور بے سمجھے عقلی دھوکے مارتا ہے جس چیز کو نہیں جانتا اس کا عذر نہیں کرتا کہ بچ جائے اور نہ علم کو سختی سے مضبوط پکڑتا ہے کہ غنیمت پائے۔ خون ناحق اس کے ہاتھوں ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے زنا حلال ہوتے ہیں۔ بخدا کہ جو سوال اس کے پیش ہوتا ہے تو اس کے جواب کی قدرت حاصل ہے اور نہ جو اسے سپرد ہوتا ہے اس کے لائق ہے قتل ہی لوگ ہیں کہ عذاب اور عتاب کے مستحق ہیں۔ بلکہ ایسے رذیل علماء تو زندگی بھر ماتم اور گریہ کے لائق۔ اے رذیلو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ علم سنو تو خاموش رہو اور اسے بکواسلت میں نہ ملاؤ۔ ورنہ دل میں اس کی تاثیر نہ ہوگی۔

فائدہ : بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ عالم جب ایک دفعہ ہنستا ہے تو ایک لقمہ منہ سے نکل پھینکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ استلا میں اگر تین امور ہوں تو ان کے سبب سے شاگرد پر پوری نعت ہوگی (1) صبر (2) ادب (3) اچھی

سمجھ۔ خلاصہ یہ کہ جو اخلاص کلام اللہ میں مذکور ہیں علمائے آخرت ان سے خلی نہیں ہوتے۔ عوام قرآن مجید کو عمل کے لئے نہیں سیکھتے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہماری عمر گزری کہ یہی دیکھا گیا کہ صحابہ قرآن مجید پر سب سے پہلے بیشتر ایمان لائے اور جب سورۃ نازل ہوتی تھی تو ہم اس کے حرام اور حلال اور امر اور نہی کو جان لیتے تھے۔ اور سورۃ میں جس جگہ توقف کرنا چاہئے وہ مقام معلوم کر لیتے تھے۔ اور اب میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو ایمان سے پہلے قرآن ملتا ہے اور وہ الحمد سے لے کر آخر قرآن تک پڑھ جاتے تھے۔ یہ نہیں جانتے کہ اس میں حکم کیا ہے اور منع کس امر سے ہے۔ اور کس جگہ توقف کرنا چاہئے۔ اس کو گلے چھوہاروں کی طرح بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔

حدیث شریف : ایک روایت میں ہے کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید سے پہلے ایمان عنایت ہوا تھا اور عنقریب تمہارے بعد کچھ لوگ آئیں گے ان کو ایمان سے پہلے قرآن ملے گا کہ وہ اس کے الفاظ و حروف کو درست کریں گے اور اس کے حدود یعنی امر و نہی کو ضائع کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھنے والا کون ہے اور ہم نے جانا ہم سے زیادہ جاننے والا کون ہے * ان کا حصہ قرآن سے بھی اسی قدر ہے بعض روایت میں ہے کہ یہ لوگ اس امت کے برے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ پانچ اخلاق ہیں جو علمائے آخرت کی علامت ہیں اور وہ قرآن مجید کی پانچ آیتوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ 1- خوف 2- خشوع 3- عاجزی کی 4- حسن خلق 5- آخرت کو دنیا پر اختیار کرنا جو اس آیت سے مفہوم ہوتا ہے۔ پانچ 22 تا 28

"إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ سے وہی ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں جو علم والے ہیں۔ اور خشوع اس آیت سے "خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَبِيلًا" ترجمہ کنز الایمان واللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل واک نہیں لیتے۔ پیکر اب عمر ان 199۔ اور عاجزی اس آیت سے۔ "وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" ترجمہ۔ اور اپنے بازو نیچے رکھ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے اور حسن خلق اس سے۔ "وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" ترجمہ۔ سو کچھ اللہ کی مرے جو تو نرم دل اٹکو۔ اور زہد اس سے۔ "وَقَالَ الَّذِينَ أَوْفُوا الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ ثَوَابُ خَيْرٍ لِّمَنِ أَمْنٌ وَعَمِلَ صَالِحًا" اور کہا ان لوگوں نے جنہیں علم دیا گیا ہلاکت سے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ "فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ" ترجمہ۔ پس جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو ہدایت دے کھول دیتا ہے سینہ اس کا اسلام کے لئے۔

1۔ آج دیکھ لیجئے کہ قاری صاحب علماء حضرات اکثر کا حل کیا ہے؟ اوکی غفرلہ 12

تو کسی نے عرض کیا کہ اس شرح سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ جس وقت دل میں ڈالا جاتا ہے اس کے لئے سینہ کھل جاتا ہے عرض کیا کہ اس کی پہچان بھی ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں دنیا سے علیحدہ رہنا اور دار آخرت کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

(8) علمائے آخرت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اکثر علم سے اعمال کے متعلق گفتگو کرنا اور جو چیزیں عمل کو فاسد اور دلوں کو پریشان اور تشویش میں ڈالتی اور وسوسوں کو ابھارتی اور شر کو اٹھا کھڑا کرتی ہیں ان سے بحث نہ کرنا کیونکہ دین کی اصل شر سے بچنا ہے۔ اور اسی لئے کسی نے کہا ہے۔ "عرفت امشرا لا للمشر لکن لتوفیہ ومن لا یعرف اشمر من ---" ترجمہ۔ شر کو پہچان نہ اس لئے کہ وہ شر ہے بلکہ اس لئے کہ اس سے بچاؤ ہو۔ جو شر کو نہیں جانتا وہ اس میں لانا واقع ہوگا۔

فائدہ : اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ آسان ہے۔ ان سب میں اعلیٰ یہ ہے کہ زبان و دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرے لیکن اس کی خوبی جب ہے کہ جو چیز اعمال کو مفید اور دل کی پریشان کرنے والی ہو۔ اس کو پہچانے اور اس کی شاخیں اور فروعت بہت ہیں اور طریق آخرت کے چلنے میں اکثر ان کی ضرورت ہوتی ہے اور اکثر لوگ ان میں جھٹلا ہوتے ہیں اس لئے ان کا پہچانا ضروری ہے۔

علمائے سوء کی مذمت : علمائے سوء کی نشانی ہے کہ وہ ملازمت کے چکر میں امور حکومت اور مقدمات کے طور اصول فروغ سیکھا کرتے اور ان کے درپے رہتے ہیں اور ایسی صورتوں کے گھڑنے میں محنت اٹھاتے ہیں کہ سالوں تک کبھی واقع نہ ہوں اگر واقع ہوں تو انہیں خود کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ بلکہ غیروں کے لئے مفید ہوں اور ان کے وقوع کی صورت میں بھی ان کے بتانے والے بہت ہوں اور جو چیزیں کہ ان علماء کے ساتھ ہر وقت ہیں اور رات دن ان کے خطروں اور وسوسوں اور اعمال میں مکرر ہوتی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور جو شخص کہ اپنی ضرورت لازمی ہر وقت ہونے والی کو ترک کرے اور دوسرے کے لئے ایسی تکالیف اختیار کرے کہ جو بالکل بیکار ہو اور اس سے خلق خدا کے تقرب اور مقبول ہونے کو اللہ تعالیٰ کے تقرب اور قبول پر اختیار کرتا ہو اور یہ لالچ ہو کہ امراء دنیا دار اسے فاضل محقق اور عالم مدق کہیں تو اس کے برابر سعادت سے علمائے سوکھی دور اور کوئی نہ ہوگا۔

علمائے سوکی سزا : اسکا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہے کہ نہ تو دنیا میں خلق خدا کے نزدیک ہو کر مستفیع ہوں نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں قرب بلکہ زمانہ کے مصائب اور تلخ زندگی گزرے گی پھر قیامت میں مفلس تہی دست بن جائے گا اور علمائے آخرت کے مرتب اور مقربین کی فلاح اور کروفر دیکھ کر چپھٹائے گا اور یہ بڑا بھاری نقصان ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلام اور گفتگو میں زیادہ تر انبیائے علیم السلام کے مشابہ اور سیرت اور طریق حق میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب تر تھے ان کے ان دونوں امور میں تمام امت کا اتفاق ہے اور ان کا وعظ اکثر قلوب کے خطرات اور وقائع اعمال کی خرابیوں اور نفسوں کے وسوسوں اور نفس کی خواہشوں میں سے خفیہ اور اسرار و رموز کے متعلق ہوا کرتا تھا۔

حکایت : کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ آپ ایسی تقریر کرتے ہیں جو ہم اوروں سے

نہیں سنتے۔ آپ نے تقریر کس سے سیکھی فرمایا۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ کسی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا وہ گفتگو کرتے ہیں کہ آپ کے سوا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور کسی سے ہم نہیں سنتے آپ نے کہاں سے سیکھی۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس تقریر سے خاص فرمایا ہے۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ سے خیر کا حل پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کا حل پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور میں نے جان لیا تھا کہ خیر میرے پاس تو آئے گی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے جان لیا کہ جو شر کو نہیں پہچانتا وہ خیر کو بھی نہیں جانتا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا صحابہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے کہ جو شخص ایسا ایسا نیک کام کرے اس کا کیا ثواب ہے۔ یعنی اعمال اور ان کے فضائل کا حل پوچھتے ہیں اور میں پوچھا کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلاں فلاں اعمال کو کون سی چیز فاسد کر دیتی ہے جب آپ نے مجھے دیکھا کہ عمل کی آفتوں کا حل پوچھتا ہوں تو مجھے خاص یہی علم سکھایا۔

علم غیب حضرت حذیفہ : آپ منافقوں کے حلات جاننے میں بھی مخصوص تھے یعنی علم نفاق اور اس کے اسباب اور فتنہ کی باریکیوں کے جاننے میں یکتا تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے احوال عام کے علاوہ خاص فتنوں کا پوچھا کرتے تھے اور لوگ ان سے منافقوں کا حل پوچھتے تو جتنے ہلق موجود ہوتے ان کا شمار بتلا دیتے نام نہ بتاتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اپنا حل پوچھا کرتے کہ مجھ میں تو کوئی نفاق کی بات نہیں وہ آپ کو بری از نفاق اور صاف فرما دیتے اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا جنازہ پڑھنے کو بلائے جاتے تو اگر آپ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنازہ کے ساتھ شریک اور موجود پاتے تو نماز پڑھتے اگر وہ نہ ہوتے تو نماز نہ پڑھتے۔

فائدہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صاحب اسرہنی راز دار تھا۔ *

۱۱ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات کے مطالعہ کے بعد اس قوم کی بد بختی کا حل بھی پڑھ لیجئے جن کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا کہ وہ کون ہیں یہاں ہیں اسی لئے تو وہ آپ کو بہت سخت نقصانات پہنچاتے تھے اس عقیدہ پر آیات و احادیث کا انبار لگا دیتے ہیں لا نعلمہم نحن نعلمہم تو انہیں نہیں جانتا میں ہی انہیں جانتا ہوں منافقین جو کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے ان کے متعلق بھی معلومات نہ تھیں چہ جائیکہ علم کلی۔

جواب (۱) یہی خیال تو منافقین کا تھا کہ ہم بلو جو دیکھ ساتھ رہتے ہیں لیکن طارا انہیں کوئی علم نہیں لیکن بوجہ مصلحت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی باتیں سن کر غیبی باتیں تو بتا دیتے لیکن ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نہ دیتے جب تک ان کو علیحدہ رہنے کا حکم نازل نہ ہوا۔ (۲) لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (سورہ محمد رکوع ۳) آپ ان کی بات سنتے ان کو جان لیتے ہیں۔ جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

فکار بعد دالک لا یتکلم منافق عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا عرفہ ویستبدل علی فساد

”اس آیت کے بعد کوئی منافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کلام نہ کرتا مگر آپ اس کو پہچان لیتے اور اس کے اندرونی فسق اور اس کی منافقت پر دلیل پکڑتے۔“

جب ان کو علیحدہ کرنے کا حکم ہوا تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ہر ایک مرد اور عورت کا نام لے لے کر اٹھا دیا جیسا کہ بھی شرح بخاری ص 4 ص 221 میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

خطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعة فقال اخرج یا فلاں فانک منافق و اخرج منها نا سا

حضور ؑ جمعہ کا خطبہ دیا اس میں فرمایا اے فلاں نکل جا اس لئے کہ تو منافق ہے اس میں بہت سے آدمیوں کو آپ تفسیر صلی اور شرح شفا للمذاہلی قاری ج 1 ص 241 میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

”جن منافقوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا ان کی تعداد اس وقت 470 ”چار سو ستر“ تھی جن میں سے تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں تھیں۔“

(3) جب کسی پر غصہ کیا جاتا ہے اور کوئی اس کی سفارش کرنے لگے تو غصہ دلا کرتا ہے کہ اس خبیث کو تو نہیں جانتا اس کی خبیث مجھے معلوم ہے حالانکہ اس کی تلائقی سے ہر ایک واقف ہوتا ہے چونکہ منافقین کے بارہ میں سخت سزائیں بیان کی جا رہی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے رحم کھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فرمایا۔ چنانچہ اگلا کھڑا اسی فقرے کا قرینہ ہے۔

عَذِيبُهُمْ مَّرْتِنَيْنِ رَابِعُ التَّوْبَةِ ۱۵۱ جلد ہم دوبارہ

(4) الخ لَنَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ سے پہلے اتری ہے (ماہر تفسیر حل تحت آیت ہذا۔

اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ جو مضمون پہلے ہو اور وہ مجمل ہو تو اس کی تفصیل بعد والی آیت میں آجاتی ہے جیسا کہ آیت اعتراض کے اجل کو دوسری آیہ سورہ محمد میں مفصل کیا گیا۔

(9) علمائے آخرت کی نشانیں میں سے انکا ایک یہ قاعدہ بھی ہے کہ وہ قلب کے مقامات و احوال پر توجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ قرب الہی کی جانب سعی کرنے والا دل ہی ہے اور اب یہ فن کیاب اور پرانا بھی ہو گیا اگر کوئی عالم دین اس فن کی تحصیل کے درپے ہوتا ہے تو لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ صرف واعظوں کا دھوکا ہے تحقیق کہل ہے۔ تحقیق صرف مناظروں میں بگھتے ہیں۔ واقع میں کسی نے سچ کہا ہے۔۔

(1) الطرق شنی و طرق الحق مفردة و السالكون طريق الحق افراد

(2) لا يعرفون ولا تدري مقاصدهم فهم على ميل يمشون قصاد

(3) والساس في غرضته عما يراهم فجلهم عن سبيل الحق رقاد

ترجمہ (1) طریقے مختلف بکثرت ہیں لیکن حق کا طریقہ نرالا ہے ہاں جو اس نرالے راستہ پر چلنے والے سالک ہیں وہ بھی نرالے ہیں۔

(2) نہ انہیں کوئی جان سکتا ہے نہ ان کے مقاصد کی کسی کو خبر ہے وہ اپنے فوق پر چلتے رہتے ہیں اور ان کا جو مقصد ہے اسی کے وہ راہی

www.marfat.com

فائدہ : اکثر لوگ اس چیز کی طرف راغب ہوتے ہیں جو سہل تر اور ان کی طبیعت کے موافق ہو اس لئے کہ حق تلخ ہے اور اس پر آگاہی مشکل اور اس کا دریافت کرنا نہایت سخت اور اس کا طریق دقیق ہے خصوصاً دل کے صفات کو معلوم کرنا اور اس کو برے اخلاق سے پاک کرنا کہ یہ تو ہمیشہ کی جان کنی ہے اور جو شخص اس کے درپے ہوتا ہے وہ ایسا ہے جیسے دوا پینے والا دوا کی تلخی پر بائیلہ شقائے آئندہ صبر کرتا ہے۔ ایسے ہے کہ گویا عمر بھر روزے رکھتا ہے کہ وہ بھی سختیوں کی برداشت اس لئے کرتا ہے کہ مرنے پر اس کی عید ہو جائے پس اسے طریق کی رغبت کس طرح ہو سکتی ہے۔

فائدہ : مشہور ہے کہ بصرہ میں ایک سو بیس واعظ تھے جو نصیحت و پند کیا کرتے تھے مگر علم یقین اور دلوں کے حالات اور باطن کے صفات پر سوائے تین شخصوں کے کوئی گفتگو نہ کرتا تھا وہ سہل تستری سبکی و عبد الریم تھے اوروں کے واعظ میں اتنے لوگ ہوتے تھے کہ شمار سے زائد اور ان تین کے وعظ میں بہت کم ہوتے تھے زیادہ سے زیادہ دس یا کم و بیش اس لئے کہ نفیس اور عمدہ چیز کے اہل خاص لوگ ہوتے ہیں اور جو چیز عوام کو دی جاتی ہے وہ آسان ہوتی ہے اس کے جاننے والے بھی بہت ہوتے ہیں۔

(10) : علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں اعتماد اپنی بصیرت اور دل کی صفائی کے اور اک پر کرتے ہیں کتابوں اور صحیفوں پر انہیں کوئی اعتماد نہیں ہوتا اور نہ اس چیز پر جو دوسرے کے سینے سے تقلید کے لئے صرف صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی ہیں جس کا آپ نے امر فرمایا۔ اکمیں آپ ہی کی تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید بھی اس وجہ سے ہے کہ ان کا عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوگا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کے قبول کرنے میں پیروی بجالائے تو چاہئے کہ ان کے اسرار کے سمجھنے کا حریص ہو اس لئے کہ پیروی اسی لئے کرتا ہے کہ صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا ہے اور آپ کا عمل کرنا کسی راز کے باعث ہوگا۔ اسی لئے چاہئے کہ اعمال اور اقوال کے اسرار کے باب میں خوب تلاش کرے کیونکہ اگر جو کچھ سنے گا اسے یاد کرے گا تو وہ خود علم کا برتن ہو جائے گا اگرچہ عام نہ ہوگا اسی لئے سابق زمانہ میں اس قسم کے سالک کو کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص علم کے برتنوں میں سے ہے اسے عالم نہ کہتے تھے۔ جس حل میں کہ علم تو خوب یاد کرے لیکن فعل کی حکمت اور اسرار سے تلاؤف ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے اور جس کے دل سے پردہ اٹھ گیا اور نور ہدایت سے منور ہو گیا وہ بذات خود ہیں۔ (3) جو ان کے مقاصد ہیں ان سے لوگ غافل ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اکثر ان کے راہ حق سے غافل بلکہ نشہ بلکہ خواب میں ہیں۔

۱۔ دور حاضرہ میں یہ دہائے سیاست کے رنگ میں ہے کہ الٹا یہ بھی مصیبت کے مارے یاد خدا میں بسر کرنے والوں کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجرور کو چھوڑ کر میدان سیاست میں آ جاؤ بے چارے خود تو ذلیل ہیں دوسروں کو بھی ذلیل کرنا چاہتے ہیں (ایسی غفرلہ)

متبوع اور پیشوا ہو جاتا ہے اسے لائق نہیں کہ دوسرے کی تقلید کرے اسی لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی ایسا شخص نہیں کہ اس کی تمام باتیں مان لی جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی سلسلہ : حضرت ابن عباس نے فقہ حضرت زید بن ثابت سے سیکھی تھی اور قرأت حضرت ابی بن کعب کو سنائی تھی۔ پھر ان دونوں علوم میں دونوں اساتذہ سے اختلاف کیا۔ بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ جو کچھ ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہنچا ہے اس کو تو ہم بسرو چشم مانتے ہیں اور جو صحابہ سے پہنچا ہے اس میں سے بعض کو اختیار ہے اور بعض پر عمل نہیں کرتے۔ اور جو تابعین سے پہنچا ہے تردد بھی انسان ہیں اور ہم بھی اور صحابہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات کے قرائن کو دیکھا ہے اور جو باتیں کہ قرائین سے معلوم ہوئیں ان پر ان کا دل متعلق ہوا اور اسی تعلق سے مبنی پر صواب ہے اور مشہدہ قرینوں کا ایسا ہے کہ روایت اور الفاظ میں داخل نہیں ہوتا بلکہ آپ پر نور نبوت کا فیض اتنا تھا کہ اکثر خطا سے محفوظ تھے اور جب کہ غیر سے سنی ہوئی بات پر اعتماد کرنا ناپسند تقلید ہے تو کتابوں اور تصنیفوں پر اعتماد کرنا تو زیادہ بعید ہے۔

تصنیف کتب بدعت : علمی کتابیں اور تصنیفات بدعت ہیں کہ زمانہ صحابہ اور کسی قدر تابعین کے شروع زمانہ میں کوئی کتاب یا تصنیف نہ تھی ہجرت کے ایک صدی بعد تو یعنی اکثر صحابہ اور بعض تابعین جیسے سعید بن مسیب اور حسن بصری اور دوسرے عمدہ تابعین کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد یہ کام شروع ہوا بلکہ پہلے ائمہ حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور تصنیف کرنا برا جانتے تھے اس غرض سے کہ لوگ ان کتابوں کے باعث یاد کرنا اور قرآن کا پڑھنا کہیں چھوڑ نہ بیٹھیں اور کہتے تھے کہ جیسے ہم یاد کیا کرتے تھے ویسے تم بھی یاد کیا کرو ۱۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن مجید کے مصحف میں جمع کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ ہم ایسا کام کیوں کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور اس بات سے ڈرے کہ لوگ کہیں لکھے ہوئے قرآن پر بھروسہ کر کے اس کی تلاوت نہ چھوڑ دیں۔ اور یہ فرمایا کہ قرآن کو ایسا ہی رہنے دو کہ ایک دوسرے سے سیکھ کر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کا شغل اور مقصود باقی رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض صحابہ نے قرآن کے لکھنے کو کما اس خوف سے کہ لوگ سستی اور کللی نہ کریں۔ یا یہ کہ اگر پڑھنے میں کسی کلمہ یا مشابہات کے خلاف ہو تو کوئی اصلی ایسی نہ ملے جس سے اس خلاف کو دور کریں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بھی اس بات کے لئے کھل گیا اور قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا۔ 2۔ امام احمد بن حنبل امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر موطا تصنیف کا انکار کرتے تھے کہ جو بات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں کی اسے نہ کرو۔ اور کہتے ہیں کہ سب سے پہلی تصنیف سب سے پہلی کتاب جو اسلام میں تصنیف ہوئی وہ ابن جریج کی کتاب ہے جس میں آثار اور تفسیریں ہیں جو مجاہد اور عطاء اور شاگرد ابن حضرت عباس سے مروی ہیں۔ یہ کتاب مکہ مکرمہ میں

تصنیف ہوئی۔ اس کے بعد معمر بن راشد صنعانی کی کتاب متضمن سنن ماثورہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یمن میں تیار ہوئی۔ پھر امام مالک کی موطا مدینہ میں۔ پھر سفیان ثوری کی جامع تالیف ہوئی۔

چوتھی صدی کی بدعت : چوتھی صدی میں کلام کی تصنیفات ایجاب ہوئیں اور جنگ و جدل اور مقالات بے ہودہ میں غور و خوض کثرت سے ہونے لگا اور لوگوں کو اس کی طرف رغبت ہوئی اور قصوں اور وعظ گوئی کا شوق ہوا تو اس وقت سے علم یقین کم ہونے لگا۔ بعد کو تو یہ حال ہوا کہ دلوں کا عمل اور نفس کے صفات کا حل دریافت کرنا اور شیطان کے ساتھیوں کا معلوم کرنا ایک عجیب بات ہو گئی اور تمام لوگوں نے اس طرف سے منہ پھیر لیا۔ صرف چند لوگ رہ گئے جن میں ان علوم کا شوق ہوا۔ اب عالم وہی کہلاتا جو مناظرہ کرنے والا اور کلام جاننے والا ہو یا وعظ میں خوب چوڑے چکنے الفاظ اور معنی عبارتوں سے بیان کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے سننے والے عوام ہوتے ہیں ان کو یہ تمیز نہیں کہ علم واقع میں کونسا اور غیر واقع کونسا اور صحابہ کی سنت اور علوم انہیں کو معلوم نہیں۔ تاکہ اس کی نسبت سے دیکھ لیتے کہ اب کے عالم ان کے بالکل مختلف ہیں اسی وجہ سے جسے کچھ کہتے سنا عالم کہہ دیا اسی طرح پچھلے بھی اگلوں کی پیروی کرتے آئے اور علم آخرت ذہنوں سے بہت دور چلا گیا سابقہ زمانے میں دین ایسا ست ہو گیا تو دور حاضرہ کا کیا حال ہو گا۔ غور فرمائیے نوبت اس حد تک پہنچی ہے کہ اگر کوئی علم کلام وغیرہ سے انکار کرے تو مجنون کہلاتا ہے اسی لئے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی فکر میں لگے اور خاموش ہو کر زندگی بسر کرے۔

(11) : علمائے آخرت کی ایک علامت یہ ہے کہ بدعت اور نو ایجادات امور سے بچتے اگرچہ اس پر تمام عوام نے اتفاق کر لیا ہو جو چیز صحابہ کے بعد بدعت ہوئی اس پر لوگوں کے اتفاق کر لینے سے مغالطہ نہ کھائے بلکہ صحابہ کے حالات اور سیرت اور اعمال کی جستجو کا حریص ہو اور یہ دریافت کرے کہ ان کی ہمت اکثر کن باتوں میں مصروف تھی۔ درس و تدریس اور تصنیف اور مناظرہ اور قاضی اور حاکم ہونے اور اوقاف کے متولی اور قیموں اور وصیتوں کے مال کے امین بننے اور سلاطین سے ملنے اور ان سے خوب صحبت رکھنے میں کیا صحابہ ان امور میں مصروف تھے یا خوف اور غم اور فکر اور مجاہدہ اور ظاہر باطن کے مراقبہ اور چھوٹے بڑے گناہوں کے بچنے اور نفس کی خفیہ خواہشوں کے ترک کرنے اور شیطان کے جملوں کو دریافت کرنے وغیرہ دیگر علوم باطن میں مشغول تھے یقین کیجئے کہ اس زمانہ میں زیادہ عالم اور حق سے قریب تر وہ ہے جو صحابہ کے زیادہ قریب اور مشابہ اور اکابرین سلف صالحین کے طریق سے زیادہ واقف ہو اس لئے کہ دین انہیں لوگوں سے لیا گیا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم میں بہتر وہ شخص ہے جو دین کا زیادہ تابع ہو۔

حکایت : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ بالا ارشاد اس وقت فرمایا تھا کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ نے فلاں شخص کا خلاف کیا۔ اگر تم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافق ہو تو اس کی پروا نہ کرو کہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی مخالفت ہو کیونکہ لوگوں نے اپنی طبیعتوں کی خواہش کی وجہ سے ایک قیاس

ٹھہرا لیا اور ان کا نفس اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ اقرار کریں کہ ہماری رائے جنت سے محروم ہونے کی موجب ہے۔ تو ایسی بات کے مدعی ہوئے کہ جنت کی سبیل بجز اس رائے کے اور کوئی نہیں اسی وجہ سے حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ اسلام میں دو نئے شخص پیدا ہو گئے۔ (1) وہ جس کی رائے فاسد ہے اور وہ کہتا ہے کہ جنت صرف اسی کے لئے ہے جس کی رائے میری رائے جیسی ہو۔ (2) وہ دولت مند دنیا پرست وہ دنیا کے لئے ناخوش ہوتا ہے اور اس کے لئے راضی اور اسی کی طلب کرتا ہے کہ عزیزو تم ان دونوں کو ترک کر دو اور انہیں جہنم میں جانے دو۔ اور کوئی شخص اس دنیا میں ایسا ہو کہ ادھر تو دنیا دار اسے اپنی دنیا کی طرف بلاتا ہے اور ادھر بدعتی اپنی رائے فاسد کی طرف اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دونوں سے محفوظ رکھا ہو اور وہ سلف صالحین کی پیروی کا مشتاق ہو کہ ان کے افعال کو معلوم کرتا ہو اور ان کے آثار کی اقتداء کر کے اجر عظیم کا خواہاں ہو تو تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دو ہی باتیں ہیں۔ (1) کلام (2) سیرت کلام میں سے عمدہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور سیرت میں سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت ہے خبردار خود کو نئے امور بدعت سے دور رکھو کہ تمام امور بدتر سے امور بدعت ہیں اور جو نئی بات ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے خبردار اپنی عمر زیادہ مت سمجھو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے جان لو کہ جو چیز آنے والی ہے وہ نزدیک ہے دور وہی ہے جو آئی نہیں۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خوشحالی ہے اسے جس نے اپنے عیب دیکھ کر دوسرے لوگوں کے عیب سے پہلو تھی کیا اور جو مل کہ بغیر معصیت کے کمایا اس میں سے خرچ کیا۔ اور فقہ اور حکمت والوں سے محبت کی اور لغزش اور معصیت والوں سے احتراز کیا خوش حالی ہے اس کو جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور جو مل اس کے ہاں بچا وہ راہ خدا میں دے ڈالا اور جو بات کہ زائد از ضرورت ہو اسے زبان سے نہ نکالا۔ طریقہ سنت اس پر محیط ہے اور اس نے سنت سے بدعت کی طرف تجلوز نہ کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ آخر میں سیرت کا بہتر ہونا بہت سے عمل کی بہ نسبت اچھا ہوگا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے اب بہتر وہ ہے جو امور خیر میں جلدی کرتا ہے اور عنقریب تمہارے بعد ایسا وقت آئے گا کہ اس میں بہتر وہ ہوگا جو ثابت قدم رہے گا اور کام کی بجا آوری میں توقف کرے اس عطائے آخرت کی علامات میں ایک یہ ہے کہ کام کی بجا آوری میں توقف کرے اس لئے کہ شبہات بہت ہوں گے۔

فائدہ: سچ فرمایا اس لئے کہ اس وقت اگر کوئی شخص توقف نہ کرے اور جن امور میں تمام جہلا ہیں ان میں ان کی موافقت کرے اور انہیں کی طرح امور میں غور و خوض کرے تو جیسے وہ تباہ ہوئے ویسے یہ بھی تباہ ہو جائے گا۔

فائدہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے بھی عجیب تربت فرمائی ہے کہ تم لوگوں کی نیکی اس وقت میں پہلے زمانے کی برائی ہے اور جسے تم اب برائی جانتے ہو پہلے وقت میں وہ بھلائی تھی اور تم جب تک ہی خیر سے رہے۔

گے جب تک کے حق کو پہچانو گے اور تمہارے عمل امر حق کو نہ چھپا دیں گے۔

فائدہ : واقعی درست فرمایا کہ اس زمانے کی اکثر بھلائیوں ایسی ہیں کہ صحابہ کے وقت میں ان پر انکار ہوتا تھا مثلاً آج کل بھلائی کے دھوکے میں مسجدوں کو مزین اور آراستہ کرتے ہیں اور اس کی عمارت کے باریک کاموں میں بہت بڑا مال خرچ کرتے ہیں اور عمدہ قالینوں کا فرش بچھاتے ہیں حالانکہ پہلے مسجد میں بور یوں کا بچھانا بھی بدعت گنا جاتا تھا!*

مسجد کا فرش بدعت : مسجد کا فرش پکا بنانا حلاج بن یوسف کی ایجاد ہے۔^۲ اکابرین سلف صالحین تو مسجد کی مٹی پر بہت کم فرش بچھاتے تھے یہی حال مناظرہ اور جہل کی دقیق باتوں میں مشغول ہونے کا ہے کہ اس کو بھی اس زمانے کے لوگ بہت برا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے ثواب کی بات ہے حالانکہ سلف صالحین میں یہ امر برا متصور ہوتا تھا۔ بدعت میں داخل ہے۔

مسئلہ : قرآن اور اذان میں راگ کی سی آواز کرنا اور صفائی میں مبالغہ کرنا اور طہارت میں وسوسہ کرنا اور کپڑوں کی نجاست دور کے سبب سے فرض کر لینا مگر کھانوں کے حلال اور حرام میں تساہل برتنا جو سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کے سوا بہت سے امور بدعت ہیں۔^۳*

فائدہ : حضرت عبداللہ ابن مسعود نے سچ فرمایا کہ آج تم ایسے زمانے میں ہو جس میں خواہش نفس علم کے تلخ ہے پھر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علم خواہش نفس کے تلخ ہوگا* امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے کہ لوگوں نے سنت کو چھوڑ کر غرائب امور پر توجہ کی ان میں علم نہایت کم ہے اللہ عزوجل مدد کرے۔ (آئین) * مالک بن انس فرماتے ہیں کہ زمانہ گزشتہ میں لوگ وہ امور نہیں پوچھتے تھے۔ جو آج پوچھتے ہیں اور نہ علماء حرام و حلال کو بیان کرتے تھے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ مستحب ہے وہ مکروہ ہے اس سے یہ غرض ہوتی تھی کہ ان لوگوں کی نظر کراہت اور استحباب کے دقائق میں ہوا کرتی تھی حرام سے تو ظاہر ہے کہ بچا ہی کرتے تھے۔^۴ * ہشام بن عروہ کہا کرتے تھے کہ علماء سے آج وہ باتیں نہ پوچھو جو انہوں نے اپنے جی سے تراشی ہیں اس لئے کہ ان کا جواب انہوں نے خود بنا رکھا ہے بلکہ ان سے سنت کا پوچھو کہ اس کو جانتے ہی نہیں۔ ابو سلیمان درانی کہا کرتے تھے کہ جس کے دل میں کوئی امر خیر الہام کیا جائے تو اسے چاہئے کہ اس پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کا ہونا احادیث یا صحابہ سے نہ سن لے اگر آثار میں اس کا وجود پایا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ جو بات اس کے دل میں پڑی وہ آثار کے مطابق ہوئی۔

فائدہ : آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اب جو نئی باتیں یعنی نئی بدعات ہو گئی ہیں ان کو سن کر انسان بھی دل میں پختہ عہد کر لیتا ہے اور اس سے بعض اوقات دل کی صفائی میں فرق آجاتا ہے اور اس کے باعث امر باطل کو حق خیال کرنے لگتا ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے کہ جو امر دل میں آئے اس کی تائید آثار سے کرے۔

بدعت۔ جب نماز عید میں مروان نے عید گاہ کے قریب منبر بنوایا تو حضرت ابوسعید خدری نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مروان یہ کیا بدعت ہے۔ مروان نے کہا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ یہ بہتر ہے تم جانتے ہو لوگ زیادہ ہو گئے ہیں اسی لئے میں نے چاہا کہ سب کو آواز پہنچے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس سے بہتر تم ہرگز نہ کرو گے بخدا کہ میں آج کے بعد تیرے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔

فائدہ: حضرت ابوسعید نے منبر کو اس لئے برا جانا اور مروان پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے خطبے اور بارش کی اذان میں کمان یا لانٹھی پر سہارا دے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ (منبر پر خطبہ نہیں دیتے تھے۔

مذمت بدعت: (1) حدیث مشہور ہے ”من احدث فی دیننا ما لیس منہ فہور دا“ جس نے نیا امر نکالا جو دین میں ہے تو وہ مردود ہے۔ (2) جو دھوکہ دے میری امت کو اس پر لعنت ہے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور کل آدمیوں کی کسی نے عرض کیا کہ آپ کی امت کو دھوکہ دینا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کوئی بدعت پیدا کرے اور لوگوں کو اس پر ترغیب دے۔ (3) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ ہر روز یوں پکارتا ہے کہ جو کوئی خلاف سنت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اسے نصیب نہ ہوگی۔

فائدہ: جو شخص بدعت خلاف سنت ایجاد کرے دین میں خطا وار ہوتا ہے اس کی نسبت گناہگار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت تباہ کرنے والے کو ہے۔

فائدہ: جو صرف کسی خدمت خاص میں بادشاہ کے کہنے کا خلاف کرے تو یہ تقصیر بادشاہ کبھی معاف کر دیتا ہے مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے کا قصور معاف نہیں کرتا۔ بعض اکابرین سلف صالحین نے ارشاد فرمایا کہ جس بات میں سلف صالحین نے گفتگو کی ہے اس سے سکوت کرنا ظلم ہے۔ اور جس بات میں انہوں نے سکوت کیا ہے اس میں گفتگو کرنا تکلف ہے۔ ایک اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ امر حق گراں ہے جو شخص اس سے بڑھتا ہے وہ ظالم ہے اور جو اس میں کمی کرتا ہے وہ عاجز ہے اور جو اس پر توقف کرتا ہے وہ کفایت کرتا ہے۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طریق لوسط کو لازم پکڑو جس کی طرف آگے جانے والا لوٹ آئے اور پیچھے چلنے والا بڑھ جائے۔ (5) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ گمراہی والوں کے دلوں میں اس کی بھی طاوت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ”وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لِبَئَاءَ وِلْدَانٍ“ (ترجمہ) اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے اپنا دین کسی بھیل بنالیکن اور فرمایا۔ ”أَفَمِنْ زِينَةٍ لَّهُ سُوءٌ عَمِلَ قَرَأَ حَسَنًا“ (22)۔ ترجمہ کرا لیمان : تو کیا وہ جسکی نکال میں اسکا برا کا آراستہ کیا گیا کہ اس نے ایسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا۔

فائدہ: جو چیز صحابہ کے بعد پیدا ہوئی اور مقدار ضرورت اور حاجت سے زائد ہے وہ لہو و لعب میں داخل ہے۔

حکایت: ابلیس علیہ اللعنت نے زمانہ صحابہ میں اپنا لشکر پھیلا دیا۔ متفرق کر دیا تاکہ صحابہ کو گمراہ کریں لیکن وہ سب

اس کے پاس بہت تھکے ماندے پھر کر آئے۔ اس نے پوچھا تمہارا کیا حل ہے کہا کہ ہم نے صحابہ جیسے لوگ نہیں دیکھے کسی بات میں ہمارا داؤ ان پر نہیں چلتا۔ انہوں نے ہمیں تھکا دیا مار دیا۔ ابلیس نے کہا کہ واقعی تم ان پر قدرت نہ پاؤ گے۔ اس لئے کہ وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہے اور کلام اللہ کے نزول کو دیکھا۔ مگر عنقریب ان کے بعد کچھ لوگ ہوں گے ان سے تمہاری غرض پوری ہوگی۔ جب تابعین کا زمانہ آیا تو پھر شیطان نے لشکر پھیلا دیا اور وہ بدستور شکستہ حل واپس آئے اور کہا کہ ہم نے ان سے عجیب تر لوگ دیکھے ہی نہیں اگر کہیں ہمارا داؤ چل گیا اور کوئی گناہ ان سے کرا لیا تو جب شام ہونے لگتی ہے وہ اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابلیس نے کہا کہ تمہیں ان سے کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ ان کا اسلام درست ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع میں چست و چالاک ہیں مگر بعد کو ایک قوم ہوگی جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور تم ان سے خوب کھیلو گے اور خواہش نفس کی ہاگوں سے ان کو جدھر چاہو گے کھینچ لو گے اگر وہ صرف استغفار کریں گے انہیں معاف نہ کیا جائے گا اور توبہ کریں گے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے۔

فائدہ : راوی کہتا ہے کہ جب خیر القرون کے بعد لوگ پیدا ہوئے تو ابلیس نے ان میں بدعتیں پھیلا دیں اور انہیں ان کی نظروں میں اچھا کر دیا اسی لئے انہوں نے بدعتوں کو حلال جانا اور انہیں دین ٹھہرا لیا کہ ان سے استغفار کرتے ہیں نہ توبہ ان پر دشمن غالب ہو گئے ہیں۔ جدھر چاہتے ہیں اُدھر کھینچتے ہیں۔

سوال : ابلیس تو نظر نہیں آتا نہ کسی سے باتیں کرتا ہے تو اس حکایت بیان کرنے والے نے کیسے جانا کہ ابلیس نے یوں کہا تھا؟

جواب : اہل دل کو جو ملکوت کے حل اور اسرار معلوم ہوتے ہیں تو کبھی تو الہام کے طور پر معلوم ہوتے ہیں کہ دل میں بطور خطرہ کے پڑ جاتے ہیں کہ ان کو خبر نہیں اور کبھی بطور سچے خواب کے اور کبھی بیداری میں مثالوں کے دیکھنے سے معلنی ظاہر ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ہوا کرتا ہے اور بیداری میں معلوم ہو جانا اسرار کا نبوت کے اعلیٰ درجات سے ہے جیسے سچے خواب چھیا لیسواں حصہ ہوتا ہے۔

فائدہ : خبردار تم یہ علم پڑھ کر ایسا نہ کرنا جو چیز تمہاری عقل ناقص کی حد سے باہر ہو اس کو انکار کرنے لگو کہ اس میں بڑے بڑے ماہر تہا ہو گئے جن کو دعویٰ تھا کہ ہم علوم معقول کو جانتے ہیں وہ علم عقلی جو اولیاء اللہ کی باتوں کے انکار کی طرف بلائے۔ اس سے جہالت بہتر ہے۔ * اور جو شخص ان باتوں کا انکار اولیاء اللہ کے لئے کرتا ہے اسے انبیائے علیہم السلام کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے اور انسان دین سے باہر ہو جاتا ہے بعض عارفین نے فرمایا کہ ابدال اطراف زمین میں چلے گئے اور عوام کی نظروں سے چھپ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس زمانے کے علماء کو دیکھنے کی تاب نہیں اس لئے کہ علماء ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتے حالانکہ اپنے گمان اور جاہلوں کے خیال میں وہ عالم

ہیں۔ سہل تیری فرماتے ہیں کہ بڑی مصیبت ہے جماعت سے جامل رہنا اور عوام کی طرف نظر کرنا اور اہل غفلت کا کلام سننا اختیاء جو عالم دین کہ دنیا میں پھنسا ہوا ہے اس کا قول نہیں سننا چاہئے بلکہ جو کچھ کہے اس میں اس کو متسم جاننا چاہئے اس لئے کہ ہر آدمی کا دستور ہے کہ اپنی محبوب چیز میں پھنسا رہتا ہے اور جو چیز محبوب کے موافق نہیں ہوتی اس کو دفع کیا کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَا تُطِيعُ مَنْ أَغْلَقْنَا قُلُوبَهُ عَنْ دِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ قَرْطًا ۖ أَفَلَا يَتَذَكَّرُ" اور نہ کہاں اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا ہے اپنی خواہش کے اور اس کا کام حد پر نہ رہتا اور عوام گناہگار اپنی تقصیر اور خطا کا اقرار کرے استغفار اور توبہ کرتے ہیں اور یہ جامل جو اپنے آپ کو عالم تصور کرتا ہے۔ وہ انہیں علوم میں مشغول رہتا ہے جو دنیا کے وسائل ہوں اور طریقہ دین پر چلنے سے غافل رہ کر نہ توبہ کرتا ہے اور نہ استغفار بلکہ مرتے دم تک اسی اپنی دھن میں لگا رہتا ہے اور چونکہ بجز ان لوگوں کے جن کو خدا بچائے اکثر لوگوں پر یہی حال غالب ہے اور ان کی درستی کی طمع نہیں رہی تھی۔

اختیاء : اہل دنیا محتاط آدمی کے لئے احسن طریقہ یہی ہے کہ ان سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین بیٹھا رہے۔ چنانچہ اس کا ذکر باب عزالت میں ان شاء اللہ آئے گئے۔ اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے حذیفہ مرثیٰ کو لکھا تھا کہ تم میرے بارے میں کیا خیال کرتے ہو میں تو ویسا رہ گیا کہ کوئی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والا نہیں جو ملتا ہے تو اس کے ساتھ بات کرنا معصیت ہی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کا اہل کوئی نہیں ملتا۔

فائدہ : انہوں نے درست فرمایا اس لئے لوگوں سے ملنا غیبت کرنے اور سننے سے خالی نہیں یا بری بات کو دیکھ کر چپ رہنا پڑتا ہے اور بہتر حال آدمی کا یہ ہے کہ علم سکھائے یا سیکھے اور اگر غور کرے تو جان لے کہ سیکھنے والے کی غرض یہی ہے کہ علم کو ذریعہ طلب دنیا اور وسیلہ شربنائے تو ظاہر ہے کہ استلو اس بارے میں اس کا معین اور مددگار اور اسباب شر کا تیار کرنے والا ہوگا جیسے وہ شخص کہ تلواریں رہزنیوں کے ہاتھ بیچے اور علم بھی مثل تلواریں کے ہے اس میں خیر کی استعداد لیاقت وہی ہے جو تلواریں میں جہاد کے لئے۔ اسی وجہ سے تلواریں ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ اس کے حال کے قریبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رہزنی کے لئے چاہتا ہے۔ جائز نہیں۔

فائدہ : یہاں تک علمائے آخرت کی بارہ علامات ہوئیں۔ ان میں سے ہر ایک بعض کے اخلاق علمائے سلف صالحین کے موجود ہیں تو تمہیں دو شخصوں میں سے ایک ہونا چاہئے یا تو ان صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ یا اپنی تقصیر کے مقرر ہو کر ان صفات کے قائل رہو مگر خبردار ان دو کے سوا تیسرے مت ہونا ورنہ تمہارے دل میں شبہ پڑ جائے گا کہ دنیا کے ذریعہ کو دین کہنے لگ گئے اور جھوٹوں کی سیرت کو علمائے راغبین کی علامت قرار دو گے اور اپنے جہل اور انکار کے باعث ہلاک ہونے والوں کی جماعت میں مل جاؤ گے جن کے بچنے کی امید نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے شیطان کے فریبوں سے پناہ مانگتے ہیں کہ انہیں میں سب ہلاک ہوئے اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جنہیں دنیا کی فتنہ کی اور ابلیس مکار و مکر اور مغالطہ نہ دے سکے۔ آمین۔ بجلہ النبی الامین صلی اللہ

عقل کی فضیلت : عقل کا شرف ان اشیاء سے ہے جن کے بیان کی ضرورت نہیں بالخصوص ایسے حل میں کہ پہلے علم کا شرف معلوم ہو گیا اور ہم جانتے ہیں کہ عقل علم کا منبع اور مطلع اور اصل ہے علم کو عقل سے نسبت ایسے ہے جیسے پھل کی نسبت درخت سے یا نور کی نسبت سورج سے یا جیسے آنکھ کی نسبت نگاہ سے ہے تو جو چیز دنیا و آخرت کی سعادت کا وسیلہ ہو وہ اشرف و افضل کیسے نہ ہوگی۔ اس میں شک بھی کیوں ہو جبکہ جانور باوجود اپنی تمیز ناقص ہونے کے عقل سے مرعوب ہے یہاں تک جانوروں میں جو بدی میں سب سے بڑا اور ضرر اور رعب میں زیادہ ہو جب انسان کی صورت دیکھتا ہے تو اس سے مرعوب ہو جاتا ہے اور خوف کھاتا ہے اس لئے اس کو اتنا شعور ہے کہ انسان مجھ پر غالب ہو جائے گا کیونکہ تدابیر اور حیلوں میں انسان مخصوص ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوڑھا اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔

فائدہ : یہ فضیلت مل کی کثرت اور بڑے بڑے ہونے اور طاقت کے زیادہ ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ تجربہ میں زیادہ ہونے سے ہے جو عقل کا ثمرہ ہے اسی وجہ سے ترکوں اور کردوں اور عرب کی بدودوں اور تمام خلق خدا کے جہل کو دیکھتے ہو باوجودیکہ جانوروں کے مرتبہ سے قریب ہی ہوتے ہیں مگر اپنی شریعت سے بوڑھوں کی توقیر کرتے ہیں اسی وجہ سے جب بعض دشمنوں نے حضور ﷺ کو شہید کرنا چاہا جب ان کی نظر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی اور روشنی سرمہ چشم بصیرت ہوئی تو تھرا گئے اور نور نبوت آپ ﷺ کے عارض تاباں کا ان کی نظروں میں جھلکنے لگا اگرچہ یہ نور عقل کی طرح آپ ﷺ کی ذات جمع کلمات میں پوشیدہ تھا۔ بہر حال عقل کا شرف تو بدایتاً معلوم ہوتا ہے مگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو آیات اور احادیث اس کے شرف کے بارے میں آئی ہوں ان کو ذکر کریں۔ (آیت قرآنیہ) اللہ تعالیٰ نے عقل نام نور فرمایا ہے۔ ۱۔ "اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ" (ترجمہ) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ (کنز الایمان)

2۔ جو علم کہ عقل سے حاصل ہوتا ہے اسے روح اور وحی اور حیات سے تعبیر فرمایا۔ "وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا" (الشوریٰ) اور یہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفرا چیز (کنز الایمان)

3۔ فرمایا "أَوَمِنْ كَانَ مَثَلاً فَآحْبَبْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ" (البقرہ) اور کیا وہ ممدود تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں پھیلتا ہے

فائدہ : جہاں کہیں نور اور تاریکی کا ذکر فرمایا ہے وہاں مراد حکم اور جہل ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ آیت نمبر 4۔ "يُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" (ترجمہ کنز الایمان) کہ تمہیں اندھیروں سے نکلنے کا حکم دیا جائے، احادیث مبارکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو اپنے خدا کو سمجھو اور آپس میں ایب دوسرے سے عقل کی نصیحت کرو اس وجہ سے کہ جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اور جس سے منع کئے گئے ہو جان لو گے اور جان لو کہ عقل تمہیں تمہارے رب کے

نزدیک بزرگی دے گی۔ اور جان لو کہ عاقل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اگرچہ صورت میں برا اور قدر میں حقیر اور مرتبہ میں کم اور شکستہ حال ہو اور جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اگرچہ صورت کا اچھا ہو اور قدر کا بڑا مرتبہ کا شریف اور خوش ہیبت اور فصیح اور خوب بولتا ہو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اس کی یہ نسبت سور اور بندر زیادہ عاقل ہیں۔ اور دنیا دار اگر تمہاری تعظیم کریں تو اس کے مغالطہ میں نہ آؤ ورنہ خسارہ والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

احادیث مبارکہ: (۱) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور اس کو فرمایا کہ سامنے ہو، وہ سامنے ہوئی پھر فرمایا کہ پشت پھیر اس نے پشت پھیری پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی ذات اور بزرگی کی کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ مکرم پیدا نہیں کی میں تجھی سے لوں گا اور تجھے سے دوں گا اور تیرے ہی سبب سے ثواب دوں گا اور تیرے ہی سبب سے عذاب کروں گا۔

سوال: عقل اگر عرض ہے تو اجسام سے پہلے کیسے پیدا ہوئی اور اگر جوہر ہے تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنی ذات سے قائم ہو اور کسی مکان میں نہ ہوگا؟

جواب: عقل کی پیدائش علم مکاشفہ میں سے ہے اس کا ذکر کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں اور ہمارا مقصد علوم معاملہ کا ذکر ہے۔ (3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی گئی یہاں تک کہ صحابہ نے مباذہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی عقل کیسی ہے۔ عرض کیا کہ ہم عبادت اور اقسام خیرات میں اس شخص کی محنت آپ کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں اور آپ اس کی عقل کا حل دریافت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی جمالت کی وجہ سے بدکاری سے زیادہ برائی کر لیتا ہے۔ (4) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے درجات عقل کے موافق بلند کئے جائیں گے۔ (6) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے کسب میں عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ عقل کی زیادتی اس کی ہدایت کی طرف رہنما ہوتی ہے اور ہلاکت سے باز رکھتی ہے اور انسان کا نہ ایمان کامل ہو سکتا ہے نہ دین راست اور درست ہو سکتا جب تک اس کی عقل کامل نہ ہو۔ (6) حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔ "ان الرجل یدرک بحسن خلقه درجۃ الصاۃ ولا یشم الرجل حسن خلقه حتی ینم لہ عقلہ فقد ذلک ثم ایمانہ واطاع ربہ وعضی عنودہ ابلیس" ترجمہ۔ انسان اپنی خوش خلقی سے درجہ روزہ دار شب بیدار کا پاتا ہے۔ اور کبھی انسان کا خلق کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی عقل کامل نہ ہو پس اس وقت اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور اپنے رب کا فرمانبردار اور اس کے دشمن شیطان کا نافرمان ہوتا ہے۔ (7) حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک تکیہ ہے اور ایمان کا تکیہ عقل ہے تو اس کی عبادت اس کی عقل ہی کے مطابق ہوگی۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ بدکار دوزخ میں یوں کہیں گے۔ "لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ"۔ (پہلے 29)

29 الملاء) (ترجمہ)۔ اگر ہم ہوتے سنتے یا بوجھتے نہ ہوتے دونوں والوں میں سے۔ (8) حضرت عمرؓ نے تمیم داری سے پوچھا کہ تم میں سرداری کیا چیز ہے کہا عقل۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا میں نے حضور ﷺ سے بھی یہی سوال کیا تھا آپ (ﷺ) نے بھی یہی جواب دیا جو تو نے دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ سرداری کیا چیز ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا عقل ہے۔ (9) براہ بن عازب سے مروی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ سے لوگوں نے کثرت سے سوال کئے تو آپ نے فرمایا اے لوگو ہر چیز کی ایک سواری ہے اور مرد کی سواری عقل ہے اور تم میں دلیل و حجت میں بہتر وہ ہے جو عقل میں بڑھ کر ہو۔ (10) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے غزوہ احد سے مراجعت فرمائی لوگوں کو کہتے سنا کہ فلاں شخص فلاں سے زیادہ بہادر ہے اور فلاں شخص زیادہ سفر آزمودہ ہے اسی لئے وہ اس سے سفر کی تجربہ کاری میں کم ہے۔ اسی طرح کی اور باتیں کہتے تھے۔ حضور ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا ان امور کا تمہیں علم نہیں لوگوں نے عرض کیا وہ کس طرح آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے قتل اس قدر کیا جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل عنایت کی تھی اور ان کی جیت اور نیت بھی ان کی عقلوں کے مطابق ہوئی ان میں سے جو کوئی جن مقلات مختلف پر پہنچا تو اسی عقل کی بدولت قیامت کا دن ہوگا تو اپنی نیّتوں اور عقلوں کے مطابق مراتب پائیں گے۔ (11) براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں کوشش اور جدوجہد عقل سے کی اور ایماندار انسانوں نے اپنی عقلوں کے موافق کوشش کی تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہی عقل میں زیادہ ہوتا ہے۔ (12) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگوں کو فضیلت دنیا میں کسی چیز سے ہے۔ آپ نے فرمایا عقل سے میں نے عرض کیا کہ آخرت میں کس چیز سے؟ آپ نے فرمایا عقل سے میں نے عرض کیا اعمال کے عوض جزا نہ ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ انہوں نے عمل بھی اسنا کیا ہوگا جتنی اللہ عز و جل نے اُن کو عقل دی ہوگی۔ تو جتنا عقل ملی اتنے ہی عمل ہوں گے اور جس قدر عمل کیا ہوگا اس کی اتنی جزا ہوگی۔ (13) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرشتے کا ایک لاؤنہ اور سلمان ہے اور ایماندار کا سلمان اور آلہ عقل ہے اور ہر چیز کی ایک سواری ہے انسان کی سواری عقل ہے اور ہر چیز کا رکن ہے اور دین کا رکن عقل ہے اور ہر قوم کی ایک غایت ہے اور بندوں کی غایت عقل ہے اور ہر ایک قوم کا ایک نمکبان ہے اور عابدین کا نمکبان عقل ہے اور ہر سوداگر کا اثاثہ اور پونجی ہوتی ہے اور جدوجہد کرنے والوں کی پونجی عقل ہے اور ہر اہل بیت کے لئے ایک منتظم ہے اور صدیقین کے گھر کا منتظم عقل ہے اور ہر اجاڑ کی ایک آبادی ہے اور آخرت کی آبادی عقل ہے اور ہر آدمی کے لئے ایک پیچھے رہنے والا ہوتا ہے جس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے باعث ذکر کیا جاتا ہے اور صدیقوں کے پیچھے رہنے والا جس کی طرف کہ وہ منسوب ہوں اور جس کے باعث ذکر کئے جائیں عقل ہے اور ہر سفر کے لئے ایک بڑا خیمہ ہوتا ہے اور ایمانداروں کا خیمہ عقل ہے۔ (14) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قائم ہو اور اسکے بندوں کی خیر خواہی کرے اور اس کی عقل کامل ہو اور اپنے نفس کو نصیحت گو اور دانا مینا ہو کر ہمہ جہت عقل، زندگی بھر

عمل کر کے فلاح و نجات کو پہنچے اور فرمایا کہ تم میں سے کامل تر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہو اور جس چیز کا اسے حکم ہو اور جس چیز سے منع کیا گیا ہو اس میں اس کی نظر سب سے اچھی ہو اگرچہ خیر و بھلائی میں کم تر ہو۔

(2) عقل کی حقیقت اور اس کی اقسام : عقل کی تعریف اور اس کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ اور اکثر نے اس کا خیال نہیں رکھا کہ یہ لفظ مختلف معنوں پر بولا جاتا ہے اور یہی ان کے اختلاف کی وجہ ہوئی حق یہ ہے کہ لفظ عقل مشترک ہے اور چار معنوں پر بولا جاتا ہے جسے لفظ عین چند معنوں پر بولا جاتا ہے۔ تو یوں نہیں کہ تمام اقسام کی ایک تعریف تلاش کی جائے بلکہ ہر ایک قسم کا محل جداگانہ واضح کرنا چاہئے۔ (1) عقل سے مراد وہ صفت ہے جس کے باعث انسان تمام حیوانات سے ممتاز ہے یعنی جس کی وجہ سے علوم نظری کے قبول کرنے اور خفیہ صفات فکری کے سوچنے کی اس کو استعداد ہوئی ہے اور یہ وہی معنی ہے جو حادث بن اسعد محاسنی نے مراد لیا ہے چنانچہ عقل کی تعریف میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ ایک قوت ہے کہ جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لئے مستعد ہوتا ہے گویا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کے باعث آدمی ادراک کے قائل ہو جاتا ہے اور جس شخص نے اس تعریف کا انکار کیا اور عقل کو صرف بدیہی علم کے جاننے پر منحصر رکھا۔ اس نے انصاف نہیں کیا اس لئے کہ جو شخص علوم سے عاقل یا سوتا ہو اس کو بھی عاقل کہتے ہیں بلکہ اس سے اس وقت علوم نہیں ہوتے۔ صرف اس قوت کے موجود ہونے کی وجہ سے عاقل کہتے ہیں جس طرح زندگی ایک قوت ہے کہ جس سے بعض حیوانات علوم نظری کے قائل ہو جاتے ہیں اور بالفرض انسان اور گدھے کا قوت طبعی اور محسوس چیزوں کے ادراک کرنے میں برابر کرنا جائز ہے اور یوں کہا جائے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی علوت جاری کی وجہ سے انسان میں علوم پیدا کر دیتا ہے اور گدھے اور جانوروں میں پیدا نہیں کرتا تو یہ بھی جائز ہو سکتا ہے کہ گدھے اور جمادات میں زندگی کے بارے میں برابری کر دی جائے کہ ان میں کچھ فرق نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ گدھے میں حرکت بموجب علوت جاری کے پیدا کر دیتا ہے کیونکہ اگر کوئی گدھا کو مردہ پتھر فرض کرے تو واجب ہوگا کہ جو حرکت اس سے معلوم ہوتی ہے اس کو یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس حرکت کو اس میں جس ترتیب سے اسے معلوم ہے) کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور جس طرح کہ یہ کہنا واجب ہے کہ گدھے اور جمادات کی حرکات میں یہی فرق ہے کہ گدھے میں ایک قوت خاص ہے اسی طرح انسان کو جانور سے ممتاز ہونے میں کہنا چاہئے کہ انسان علوم نظری کے ادراک کرنے میں ایک قوت رکھتا ہے جس کو عقل کہتے ہیں اور عقل مثل آئینہ کے ہے جو دوسری چیزوں سے اس لئے ممتاز ہے کہ صورتوں اور رنگوں کی نقل کر دیتا ہے اور ان صورتوں وغیرہ کا اس میں منعکس ہونا ایک صفت خاص کی وجہ سے ہے جو جلا کھلاتی ہے اسی طرح آنکھ بھی پیشانی سے ان صفات اور حالات میں علیحدہ ہے جن سے اس کو لیاقت دیکھنے کی ہوئی ہے اور قوت کے علوم کی طرف وہ نسبت ہے جیسے آنکھ کو نگاہ کی طرف ہے اور قرآن و شریعت کو اس طرح سمجھنا چاہئے۔ (2) عقل سے مراد وہ علوم ہیں جو باتمیز لڑکے کی ذات میں ہوا کرتے ہیں یعنی جائز چیزوں کے جائز ہونے اور محل چیزوں کے محل ہونے کا علم مثلاً اس بات کا علم کہ دو ایک سے

زائد ہے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہ رہنا ممکن نہیں اور یہ وہ معنی ہے جو بعض اہل کلام نے عقل کی تعریف میں مراد لیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ عقل بعض بدیہی علوم ہیں جیسے جائز چیزوں کے امکان کا علم اور محال باتوں کے محال ہونے کا علم ہے اور یہ معنی بھی فی نفسہ درست ہیں اس لئے یہ علوم موجود ہیں اور ان کو عقل کہنا بھی ظاہر ہے مگر خرابی اس میں یہ ہے کہ اس وقت مذکورہ بالا امور کا انکار کیا جائے اور کہا جائے کہ بجز ان علوم بدیہی کے عقل اور کچھ نہیں۔

(2) عقل ان علوم کو کہتے ہیں جو امور روزمرہ کے حالات دیکھنے اور ان کے تجربوں سے حاصل ہوں کیونکہ جو شخص تجربوں میں مشاق اور طریقوں سے واقف ہو جاتا ہے اس کو اسم کے مطابق عقل کہا کرتے ہیں۔ غرضیکہ علوم تجربہ کی بھی ایک جداگانہ علوم کی قسم ہے جس کو عقل کہا کرتے ہیں۔ (4) عقل اس کو کہتے ہیں کہ اس قوت طبعی کی طاقت اتنی ہو جائے کہ امور انجام کو جاننے لگے اور جو خواہش کہ سردست لذت کی خواہش ہو اس کو مٹا دے اور دبائے رکھے جب یہ قوت انسان میں آجاتی ہے تو اس قوت والے کو عاقل کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ وہ امور پر اقدام اور جرات اس طرح کرتا ہے جس طرح کے انجام کا فکر مقتضی ہے یہ نہیں کہ سردست کی خواہش کے مطابق مرتکب ہو جائے اور یہ قسم انسانی خواص میں سے انسانوں اور حیوانوں سے علیحدہ ہے یہ کہ اول معنی عقل کے تو سب کی جڑ اور بنیاد اور منبع ہے اور دوسری اول کی فرع اور اس سے قریب ہے اور تیسری اول اور دوم کی فرع ہے اس لئے کہ قوت طبعی اور علوم بدیہی سے تجربوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور چوتھی معنی ثمرہ آخری اور علت غائی ہے پس اول کی دونوں عقلیں پیدا ہوتی ہیں اور اخیر کی دونوں کسب سے حاصل ہوتی ہیں۔

اثبات عقول اور احادیث مبارکہ: (1) حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی شے اپنے نزدیک عقل سے بزرگ تر پیدا نہیں فرمائی۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں عقل اول مراد ہے۔ حدیث شریف نمبر 2 جب انسان اپنی تمام نیکی اور اعمال صالح سے تقرب حاصل کرتا ہے تو اپنی عقل سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔ میرے نزدیک عقلیں دو ہیں۔ نمبر 1 طبعی نمبر 2 سمعی فرمایا کہ سمعی کا کوئی فائدہ نہیں اگر طبعی نہ ہو۔ جیسے سورج کے نور کا کوئی فائدہ نہیں اگر آنکھ میں نور نہ ہو۔

فائدہ: اس میں عقل کی چوتھی مراد ہے۔ (3) سرور عالم ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو عقل میں زیادہ ہے تاکہ اپنے رب سے قرب میں زیادہ ہو جائے۔ انہوں نے عرض کی کہ فدا ہوں آپ پر میرے ماں باپ مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محارم سے اجتناب کر اور اس کے فرائض ادا کر تو عاقل ہو جائے گا اور اعمال میں سے نیکی کیا کر تو اس دنیا میں تیری بڑائی اور کرامت بڑھے گی اور ان کی وجہ سے اپنے رب کریم کا قرب موید تجھے حاصل ہو گا ہے۔ اس میں بھی عقل کی چوتھی قسم مراد ہے۔ (4) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ حضرت عمرؓ اور ابی بن کعبؓ "اور ابو ہریرہؓ" حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں بڑا عالم کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ عاقل۔ عرض کی سب میں زیادہ عابد کون ہے۔ آپ نے فرمایا عاقل۔ پھر عرض کیا کہ سب میں افضل کون ہے آپ ﷺ نے فرمایا عاقل۔ انہوں نے عرض کیا کہ عاقل وہی نہیں جو مروت کامل رکھتا ہو اور ظاہر میں فصیح ہو اور ہاتھ کا سختی ہو اور منزلت میں بڑا آپ نے فرمایا کہ سب باتیں تو دنیا کی چیزیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقیوں کے لئے آخرت بہتر ہے۔ عاقل وہ ہے جو متقی ہو اگرچہ دنیا میں خسیس اور ذلیل ہو۔ حدیث عاقل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرے اور اس کی اطاعت بجالائے۔

فیصلہ از امام غزالی : صحیح اور حق یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ عقل اصل لغت اور استعمال عقل جبلی کے لئے موضوع تھا اور علوم پر جو استعمال ہوا تو صرف اسی وجہ سے کہ علوم اس قوت کے اثرات ہیں جیسے کسی شے کی تعریف اس کے ثمرہ سے کر دیا کرتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ علم خوف خدا ہے اور عالم وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس لئے کہ خوف خدا علم کا ثمرہ ہے اسی طرح لفظ عقل کو اگر اس کے کسی ثمر پر بول دیں تو یہ بھی مجاز کی طرح ہو گا مگر اس میں مقصود لغت کی بحث نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں قسمیں موجود ہیں اور لفظ عقل ان سب پر بولا جاتا ہے اور ان چاروں میں سے بجز اول قسم کے اور کسی کے وجود میں اختلاف نہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ بھی موجود ہے بلکہ سب کی اصل ہے اور یہ علوم سب کے سب اس قوت جبلی میں آئے ہوئے ہیں لیکن اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ جیسا سبب ہو جو ان کو موجود کر لے یہاں تک کہ یہ علوم ایسے تو نہیں ہیں جو اس قوت پر باہر سے آتے ہوں تو ضروری ہے کہ اس میں چھپے ہوئے ہوں اور پھر کسی وجہ سے ظاہر ہو جائیں جیسے کنواں کھودنے سے پانی نکل آتا ہے پھر جمع ہو کر محسوس ہو جاتا ہے یوں ہیں کہ باہر سے اس میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے اس طرح ہدام میں تیل اور گلاب کے پھول میں خوشبو رہتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ" (پ 9 الاعراف 172) ترجمہ اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں مراد قرار وحدانیت سے نفوس کا اقرار ہے نہ زبانوں کا کیونکہ اقرار کے اعتبار سے تو کوئی اقراری ہے اور کوئی منکر اور یہی حال ہے اس ارشاد خداوندی میں۔ "وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ" (ترجمہ)۔ اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے تو بے شک ہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

یعنی اگر ان کے احوال کا اعتبار کیا جائے تو ان کے نفس اور باطن اس کے شہد ہوں گے۔ اور فرمایا "فَطَرَةَ اللَّحْمِ النَّبِيُّ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا" ترجمہ۔ وہی تراش ہے اللہ تعالیٰ کی جس پر تراشا لوگوں کو یعنی ہر آدمی کی جہت اسی بات پر

ہوئی ہے کہ اللہ عزوجل پر ایمان لائے بلکہ اشیاء کو ان کی ماہیت کے مطابق پہچانے یعنی سرشت انسانی گویا اس معرفت کو مستغنی ہے اس لئے کہ اس میں لیاقت اس کے اور اک کے بہت قریب ہے۔ پھر چونکہ سرشت کے اعتبار سے ایمان نفسوں میں گزرا ہوا ہے۔ اسی لئے لوگوں کی دو قسمیں ہوئیں۔ (1) جس نے روگردانی کی اور اپنی سرشت کی چیز کو بھول گیا تو وہ کافر ہے۔

(2) وہ جس نے اپنے خیال کو دوڑایا اور اس کو یاد آگیا جیسے کوئی گواہ بتایا جاتا ہے اور کسی غفلت کی وجہ سے اس امر کو بھول جاتا ہے پھر یاد آجاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کے لفظ بہت سے مقامات پر ارشاد فرمائے۔ "لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" ترجمہ۔ شاید وہ دھیان کریں اور "ولیدکر اولوالباب" ترجمہ۔ اور تا سوچے کریں عقل والے اور "واذکر وانعمة اللہ علیکم وميثاقه الذی وانفقکم" ترجمہ۔ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور اس عہد کو جو تم نے ٹھہرایا۔ اور "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ" ترجمہ۔ اور ہم نے آسان کیا قرآن سوچنے کے لئے تو پھر ہے کوئی سوچنے والا۔

فائدہ : اس قسم کا نام تذکر رکھنا بعید نہیں تذکر دو قسم ہے۔ (1) صورت دل میں حاضر ہو اور وجود کے بعد جاتی رہی ہو تو اس کو یاد کر لے۔ (2) وہ صورت سرشت سے آدمی میں ہے اسے یاد کر لے اور یہ حقائق اس کے سامنے موجود اور ظاہر ہیں جو نور عقل سے دیکھتا ہے۔ اور جسکا تکیہ صرف سننے پر ہے یہ کشف اور نہ دیکھنے پر اس پر یہ باتیں ثقل ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو ان جیسی آیات میں خط میں پڑتے ہیں اور تذکر کے معانی اور نفوس کے اقرار کی تاویل میں طرح طرح کے تکلف کرتا ہے اور احادیث اور آیات میں اس کے خیال میں بہت سے اختلافات معلوم ہونے لگتے ہیں اور کبھی یہ امر اتنا اس پر غالب آتا ہے کہ انہیں پچشم حقارت دیکھنا اور ان میں بے معنی اور لغو ہونے کا معتقد ہو جاتا ہے ایسے شخص کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی اندھا کسی گھر میں جائے اور برتن جو اس میں بے ترتیب رکھے ہوں ان پر پھسل کر گر پڑے اور کہے کہ یہ برتن راہ میں سے علیحدہ کیوں نہیں کئے جاتے اور اپنے موقع پر کیوں نہیں رکھے جاتے تو اس سے یہ کہا جائے کہ برتن تو سب اپنے ٹھکانوں میں ہیں مگر نظر کا خلل جناب میں ہے یہی حال نظر باطنی کا ہے کہ اس کے نقصان کے باعث آیات اور احادیث میں اختلافات اور خرابی محسوس ہوتی ہے حالانکہ ان میں اختلافات کچھ بھی نہیں ہاں ان کی اپنی عقل کا قصور ہے نظر کی غلطی ہے۔

فائدہ : باطن کا نقصان بہ نسبت نظر آنکھ کے نقصان کے زیادہ اور بڑا ہے اس لئے نفس مثل سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے ہے اور ظاہر ہے کہ سوار کا اندھا ہونا بہ نسبت گھوڑے کے اندھے ہونے کے زیادہ مضر ہے اور باطن کی بصیرت سے مشابہت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "مَّا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ" (پ 27 النجم) ترجمہ جو دیکھا اسے قلب سے نہ جھٹلایا۔ اور فرمایا "وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ" (پ 7 الانعام 76) اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس کے کروہ عین الیقین میں ہو جائے (کمزایمان)

چنانچہ ارشاد فرمایا۔ "فَاتَّيَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" ترجمہ۔ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں لیکن وہ دل اندھے ہوئے جو سینوں میں ہیں۔ اور فرمایا "وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَصْلُ سَبِيلًا" ترجمہ۔ اور وہ دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راہ حق زیادہ دور ہوا ہے۔

فائدہ : یہ امور جو انبیائے علیہم السلام کو ظاہر ہوئے تھے وہ بعض تو چشم ظاہر کے سبب سے اور بعض چشم باطن سے معلوم ہوئے تھے مگر سب کا نام دیکھنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ چشم بصیرت مقبول نہ ہوگی اسے دین سے بجز پوست اور مثالوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ دین کے اور حقیقت کو نہ پہنچے گا۔ (یہ بیان واقعی ان الفاظ کا ہوا جس پر لفظ عقل بولا جاتا ہے۔)

(3) لوگوں کا عقل کم یا زیادہ ہونا: عقل کے کم یا زیادہ ہونے کے بارے میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے جنہیں علم کم ہے ان کی تقریر کے نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اہم اور مناسب یہ ہے کہ جو امر حق صریح ہو اس کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ تو اس کے متعلق حق صریح یہ ہے کہ عقل کی تمام قسموں میں سوائے قسم دوم کے کمی بیشی ہو سکتی ہے یعنی علم بدیہی جائز چیزوں کے امکان اور محالات کے امتناع کا ایسے ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں مثلاً جو یہ معلوم کرایا جائے کہ دو ایک سے زیادہ ہیں تو کہ یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ ایک جسم کا دو جگہ میں ہونا محال ہے اور ایک ہی چیز کا قدیم اور حادث ہونا نہیں ہو سکتا اسی طرح اور مثالیں بہت ہیں جنہیں محقق طور پر بغیر شک کے کیا جاتا ہے۔ عقل کی مگر تین اقسام میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسے چوتھی قسم یعنی قوت کا اس درجہ پر زیادہ ہونا کہ شہوات کو مٹا دے اس میں ظاہر ہے کہ لوگ مغفوت ہوتے ہیں بلکہ صرف ایک شخص کے حالات میں بھی کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ قفوت کبھی تو شہوت کے قفوت کی وجہ سے ہوا کرتا ہے کیونکہ عاقل کبھی بعض شہوات کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہے اور بعض پر نہیں ہوتا مگر ان کا ترک کرنا کچھ امر محال نہیں مثلاً جو آدمی زنا کے ترک سے عاجز ہوتا ہے لیکن جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کامل ہو جاتی ہے تب اس کے چھوڑنے پر قادر ہوتا ہے اور شہوت نمود نمائش اور حکومت کی شہوت بوجھانے سے قوت بڑھتی جاتی ہے۔ نہ ضعف میں اور کمی بیشی اس قسم کی کبھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ شہوت کا ضرر جس علم سے معلوم ہوتا ہے اس میں قفوت ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض مضر کھانوں سے طبیعت تو پرہیز کرنے پر انسان قادر ہوتا ہے دوسرا شخص جو عقل میں طبیعت کے برابر ہوتا ہے اس سے نہیں ہو سکتا کہ پرہیز کر لے گو اس کو فی الجملہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس کھانے میں ضرر ہے مگر چونکہ طبیعت کا علم کامل ہے اس وجہ سے اس کا خوف بھی زیادہ ہوتا ہے تو اس صورت میں خوف شہوت کے مٹانے میں عقل کا مددگار اور سلمان ہو جاتا ہے اس طرح جاہل کی نسبت عالم گناہوں کے چھوڑنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے کیونکہ معاصی کے ضرر کو عالم خوب جانتا ہے لیکن اس سے ہماری مراد عالم حقیقی ہے عجیب سقیم یعنی شہوت پرست مراد نہیں۔ پس اگر قفوت شہوت کی وجہ سے تو عقل کے قفوت کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اگر علم کی وجہ سے ہوگا تو اس

قسم کے علم کو بھی ہم عقل کہہ چکے ہیں اس وجہ سے کہ یہ علم قوت طبعی کی طاقت کو بڑھاتا ہے تو گویا اس علم کا نقولت ہوا اور کبھی یہ نقولت صرف عقل کی قوت میں نقولت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً جب وہ قوت قوی ہوگی تو ظاہر ہے کہ شہوت کا قلع قمع بھی بہت کر لے گی۔ تیسری قسم جو علم تجربوں سے ہے اس میں بھی لوگ کم و بیش ہوتے ہیں بعض جلد بات کو سمجھ جاتے ہیں اور ان کی رائے اکثر ٹھیک ہوتی ہے اور بعض ایسے نہیں ہوتے پس اس قسم میں نقولت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ظاہری نقولت یا تو اختلافات طبیعت کی وجہ سے ہو گا یا مواعظت کے نقولت کی وجہ سے۔ اور قسم اول میں جو اصل ہے یعنی قوت طبعی تو اس کے نقولت ہونے میں انکار تو گوارہ نہیں کیونکہ اس کا حل مثل نور کے ہے جو نفس پر چمکتا ہے اور اس کا مطلع اور ابتدائے چمک سن تمیز کے وقت ہوتا ہے پھر ہمیشہ بڑھتا ہے اور زیادہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ تقریباً چالیس سال کی عمر تک کامل ہو جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی ابتدا میں ایسی خفیہ ہوتی ہے کہ اس کا معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ آفتاب کے نکلنے پر کامل و مکمل ہو جاتی ہے اور فرق کی بیشی کا نور بصیرت میں مثل آنکھ کے نور کے ہے کہ چندھے اور تیز بینائی والے میں فرق معلوم ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی علوت اپنی مخلوق میں اسی طرح جاری ہے کہ ایجاب بدرجہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ قوت شہوت لڑکے میں بالغ ہونے کے وقت ہیکبارگی نہیں ظاہر ہوتی۔ بلکہ تھوڑی تھوڑی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح تمام قوتوں اور صفتوں کا حل ہے پس جو شخص اس قوت طبعی میں کی بیشی کا منکر ہو وہ گویا دائرہ عقل سے خارج ہے اور جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل بھی ایسی تھی (معاذ اللہ) جیسے کسی دیہاتی یا گنوار کی ہوتی ہے تو وہ شخص خود گنوار سے بدتر ہے۔ بہر حال قوت میں کی بیشی کا انکار کیسے ہو سکتا ہے اگر اس میں نقولت نہ ہوتا تو علوم کے سمجھنے میں لوگ متفوت کیوں ہوتے۔ بعض تو کم ذہن ہیں کہ بہت سا سمجھانے اور استلو کے مغز مار کھانے سے سمجھتے ہیں اور بعض ذہین ایسے ہیں کہ اونٹنی ریز اشارہ میں سمجھ جاتے ہیں اور کوئی بعض ایسے کامل کہ خود اس کے نفس سے امور حقائق جوش مارتے ہیں کہ سیکھنے کی نوبت نہیں پہنچتی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَكَاذِبُنَهَا يُضَيُّوْا وَلَوْلَهُمْ نَمْسُهُ نَارٌ نُّوْرٌ عَلٰی نُّوْرٍ" ترجمہ۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پُر نور ہے۔ (آئین ایمان) ۱۸۸/۳۵

یہ لوگ کاملین انبیاء ہیں۔ (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) وہ باریک امور خود ان کے قلوب اقدس میں بغیر سیکھنے اور کسی سے سننے کے روشن ہو جاتے ہیں اسے الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ جسے تم چاہو دوست بنا لو اس سے تمہیں جدا ہونا ہوگا۔ اور جتنا چاہو جی لو تم رحلت فرمانے والے ہو اور جتنا عمل چاہو کر لو اس کی خبر تمہیں ملے گی۔ یہ فرشتوں کا نبیوں کو اس طرح وحی خبر دینا وحی سے علیحدہ ہے اس لئے کہ وحی میں کان سے آواز کا سنتا اور آنکھ سے فرشتے کو دیکھنا ہوتا ہے اور ابہام میں یہ بات نہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل میں ڈال دیا اور القاء سے ارشاد نہیں فرمایا اور وحی کے درجات بہت ہیں اور ان میں غور و خوض کرنا علم معاملہ میں مناسب نہیں بلکہ یہ

علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور تم یہ گمان نہ کرنا کہ وحی کے درجات کا معلوم کر لینا وحی کے مرتبہ کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چیز کا جاننا اور چیز ہے اور اس کا حاصل کرنا اور چیز مثلاً طیب بیمار صحت کے درجات سے واقف ہے اور عالم فاسق عدالت کے درجات جانتا ہے حالانکہ طیب میں صحت اور عالم مذکور میں عدالت کا وجود نہیں۔ ثابت ہوا کہ شے کا جاننا اور اس کا حاصل ہونا چیز ہے مگر اسی طرح جو نبوت اور ولایت کو جان لے تو وہ ضروری نہیں کہ نبی اور ولی ہو جائے یا جو تقویٰ اور ورع کو پہنچانے تو وہ متقی ہو جائے اور انسانوں میں سے بعض کا ایسا ہونا کہ خود اپنے نفس سے متنبہ ہو کر سمجھ لے اور بعض بغیر تنبیہ اور تعلیم کے نہ سمجھے اور بعض کو تنبیہ اور تعلیم بھی کارگر نہ ہو جیسے زمین کہ اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ (1) وہ کہ جس میں پانی جمع ہوتا ہے اور زور پکڑتا ہے اور خود چشمہ اس میں سے پئے لگتا ہے۔ (2) وہ جس میں کنواں کھودنے کی ضرورت ہوتی ہے اور پانی بغیر کھودنے کے نہیں نکلتا۔ (3) اس میں کنواں کھودنے سے بھی پانی نہیں نکلتا۔ خشک ہی رہتی ہے اور اس تقسیم کی وجہ یہ ہے کہ زمین کے جو ہر اپنی صفتوں میں مختلف ہوتے ہیں۔ یہی حال نفسوں کا قوت عقل کے مختلف ہونے میں ہے۔

فائدہ : عقل کی بیشی پر دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ایک حدیث طویل بیان فرمائی اور اس کے آخر میں عرش کی عظمت کا ذکر فرمایا اور یہ کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الہی تو نے کوئی چیز عرش سے بھی بڑی پیدا کی ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں عقل عرش سے بڑی ہے۔ عرض کیا کہ اس کی مقدار کتنی ہے۔ حکم ہوا کہ اس پر تمہارا علم محیط نہ ہوگا۔ تمہیں ہالوں کے شمار کا علم ہے عرض کی نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے عقل کو ریت کے ذرات کی گنتی کے مطابق مختلف ذرات پر پیدا کیا ہے کہ بعض لوگوں کو ایک رتی ملی ہے اور بعض کو دو اور کسی کو تین اور کسی کو چار رتی پھر کوئی ایسا ہے جس کو ایک فرق کی مقدار یعنی قریب آٹھ سیر کے عنایت ہوئی اور بعض کو ایک وسق یعنی اونٹ کے بوجھ کے برابر اور کسی کو اس سے بھی زائد مرحمت ہوئی۔

سوال : جب عقل کا یہ حال ہے تو صوفی عقل کو اور معقول کو کیوں برا کہتے ہیں؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے لفظ عقل اور معقول کو اصلی معنی پر چھوڑ کر مجلولہ اور مناعروہ کے نقل کر دیا ہے۔ جسے علم کلام کہتے ہیں کہ اب معقول کا معنی یہ رہ گیا ہے کہ جھگڑنا اور طرف جانی کا الزام دینا ہو سکے تو صوفیوں سے یہ تو ہونہ سکا کہ لوگوں سے یہ اقرار کراتے کہ تم نے اس علم کو غلطی سے معقول ٹھہرا لیا ہے اس لئے کہ یہ بات تو لوگوں کے دل میں جم گئی ہے اور زبان پر راسخ شدہ بات تو صوفیوں کے غلط بتانے سے ان کے دلوں سے کب مٹ سکتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے اس عقل اور معقول کی مذمت کی جنہیں لوگ عقل اور معقول یعنی علم کلام کہتے ہیں ورنہ نور بصیرت باطنی جس سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا جاتا ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی جاتی ہے اس کی مذمت کیسے متصور ہو سکتی ہے۔

اس کی تعریف تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اگر اس کی مذمت کی جائے گی تو تعریف کون سی چیز کی ہوگی کیونکہ اگر شرع قتل تعریف ہے تو اس کی درستی کا علم کون سی چیز سے ہے۔ اگر درستی بڑی عقل سے ہے جس پر کہ اعتبار نہیں تو شریعت بھی بری ٹھہرتی ہے۔ (معاذ اللہ)

سوال : شریعت کی صحت چشم یقین اور نور ایمان سے معلوم ہے۔ تو اس قول پر لحاظ نہ کرنا چاہئے۔

جواب : ہماری مراد جو کچھ عقل سے ہے وہی عین الیقین اور نور ایمان سے ہے یعنی وہ صفت باطنی جس سے کہ انسان جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی وجہ سے امور کی حقیقت معلوم کرتا ہے اور اکثر اس طرح کے خط ان لوگوں کی جہالت سے اٹھتے ہیں جو حقائق کو الفاظ سے طلب کرتے ہیں اور چونکہ الفاظ میں لوگوں کی اصطلاحیں خط ہو رہی ہیں اس لئے وہ بھی خط کرتے ہیں عقل کے بیان میں اسی قدر کلام کافی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعم بالصواب۔) اللہ تعالیٰ کی عنایت سے باب العلم مکمل ہوا۔

اغتبہ : حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ جب ایک بحث ختم کرتے ہیں تو اس کے خاتمہ کی عبارت فقیر یہاں اس لئے تحریر کرتا ہے تاکہ قارئین غور فرمائیں کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریقے و عقیدے دور حاضرہ میں کس جماعت کو نصیب ہیں۔

اصلی عبارت : "والحمد لله وحده اولا و اخره و صلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى كل عبد مصطفى من اهل الارض واسماء"

لول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور اپنے ہر برگزیدہ بندے پر جو کہ وہ زمین میں ہے یا آسمانوں میں۔

اس کے بعد باب 2 قواعد العقائد کا بیان شروع ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نوٹ : امام غزالی کے دور کے عقائد و مذاہب میں سے بعض عقائد تو آج بھی جوں کے توں ہیں کیونکہ عقائد اہلسنت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی البتہ مذاہب میں تبدیلی ہوتی رہی اور تاقیامت ہوتی رہے گی اسی لئے ہر دور میں اہلسنت کو بد مذہب کے مقابلہ میں اپنے عقائد کا اظہار ضروری چنانچہ ہر دور میں اہلسنت کے عقائد کتب اسلاف میں موجود ہیں۔ امام غزالی قدس سرہ کے عقائد کو برقرار رکھتے ہوئے فقیر دور حاضرہ کے مذاہب کے بالمثل بیان کر رہا ہوں جو اہلسنت کے عقائد کی تفصیل ضروری ہے لیکن چونکہ کتب اطلاق المفہوم ترجمہ احیاء العلوم اس کی مستحسن نہیں اس لئے انہیں علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ الموسوم بہ کشف الغمہ فی عقائد اہلسنت اس کا مطالعہ ضرور فرمائیں تاکہ بد مذہبوں کے عقائد سے محفوظ رہیں ابتداً اس جلد میں امام غزالی قدس سرہ کے بیان کردہ عقائد پر مختصر حاشیہ لکھ دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

وہ علوم جن کے الفاظ بدل گئے

واضح ہو کہ برے علوم جو شرعی علوم میں مخلوط ہو گئے اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے عمدہ اسماء کو اپنی فاسد اغراض کی وجہ سے دوسرے معنوں میں بدل ڈالا ہے اور جو غرض ان الفاظ سے ہے پہلے زمانہ کے سعید لوگوں اور قرون اولیٰ کے بزرگوں سے مراد لیا کرتے تھے بعد والوں کو ان الفاظ کی تحریف کر کے اور مقصود ٹھہرا لیا ہے اور وہ پانچ الفاظ ہیں۔ (۱) فقہ، (۲) علم، (۳) توحید، (۴) تذکیر (۵) حکمت۔ یہ الفاظ عمدہ ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ موصوف تھے وہ دین کے رکن ہوتے تھے مگر اب یہ الفاظ برے معنوں میں منقول ہو گئے ہیں اس لئے جو ان سے موصوف ہوتا ہے اس کی مذمت کرنے سے دلوں کو نفرت ہوتی ہے کیونکہ یہ تو اول عمدہ لوگوں پر بولے جاتے تھے۔ مثلاً لفظ فقہ ہے اس میں دور حاضرہ کے لوگوں نے خصوصیت سے تصرف کیا ہے۔ نقل و تبدیل نہیں کیا یعنی فقہ کو اس معنی میں خاص کر دیا کہ فتوؤں کے عجیب فروعات اور ان کی علتوں کے دقائق کو جانتا اور ان میں بہت سی گفتگو کرنا اور جو اقوال ان سے متعلق ہوں ان کو یاد کرنا فقہ کہلاتا ہے تو جو شخص ان رموز میں خوب غور و خوض کر کے بہت زیادہ مشغول ہوتا ہے وہ بڑا قیہ کہلاتا ہے حالانکہ پہلے زمانے میں لفظ فقہ کے یہ معنی نہ تھے بلکہ مطلق طریق آخرت اور نفسوں کی آفتوں کے دقائق اور مفادات ائیل کے جاننے اور دنیا کی حقارت کو خوب طرح حلوی ہونے اور لذت آخرت سے اچھی طرح واقف ہونے اور دل پر خوف چھائے رہنے کا نام فقہ تھا اور اس کی دلیل ارشاد خداوندی ہے۔ لیسفقہوا فی

الدین ولینفرو قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون ۱۱ التوبہ (۱۲۱)

تو محمد کنز الایمان: کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو پہنچائیں اس امید پر کہ وہ انہیں لے جس فقہ سے کہ ڈرانا اور خوف دلانا ہوتا ہے وہ یہی فقہ ہے جو ہم نے بیان کی نہ طلاق اور عتاق کے مسئلے اور لعانی اور مسلم اور اجارہ کے فروعات کہ ان سے ڈرانا اور خوف دلانا کچھ بھی نہیں بلکہ اگر ہمیشہ انہیں میں مشغول رہے تو دل کو سخت کرتے ہیں اور خوف کو دل سے نکالتے ہیں چنانچہ جو لوگ انہی کے در پے ہو رہے ہیں ان کا حال دیکھ لو اللہ جل شانہ بھی ارشاد فرماتا ہے۔ لہم قلوب لا یفقہون بها (۹ الاعراف نمبر ۱۷۹) وہ دل رکھتے ہیں جنہیں سمجھ نہیں۔ اس سے ایمان کی باتیں نہ سمجھنے سے مراد ہے۔ فتویٰ نہ سمجھنے سے غرض نہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اور فہم ایک ہی معنی کے لئے دو لفظ ہیں اور استعمال کی رو سے زمانہ سابق اور زمانہ حال میں انہی معنوں میں بولے جاتے ہیں جو ہم نے لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لانتم اشد ریبۃ فی صدورہم من اللہ ذلک بانہم قوم لا یفقہون پ ۲۸ الجثہ نمبر ۱۴۔ ترجمہ ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔

فائدہ: # اس میں اللہ تعالیٰ سے لوگوں کو کم ڈرنے اور لوگوں کے دبدبہ جاننے کو فقہ کی کمی پر حوالہ فرمایا ہے۔ غور فرمائیے کہ یہ امر فروعات فتویٰ کی یاد نہ رکھنے کا ثمرہ ہے یا جن رموز کو ہم نے لکھا ہے ان کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے علماء، فقہاء، حکماء تھے یعنی یہ

لوگ دانا اور حکیم اور قیید بھی تھے حالانکہ وہ لوگ قلوئی کے فروعات کو نہ جانتے تھے حضرت سعد بن ابراہیم زہری سے کسی نے پوچھا کہ مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے کون زیادہ قیید ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔

فائدہ: # انہوں نے فقہ کے شرو کو بتا دیا اور خوف خدا علم باطن کا ثمر ہے نہ کہ قلوئی اور مقدمات۔

حدیث شریف: # حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کیا میں تم کو پورا قیید نہ بتا دوں۔ لوگوں نے عرض کی کہ ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پورا قیید وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ کرے اور نہ ہی اپنے اور اس کے فیض سے انہیں مایوس کرے اور قرآن کے سوا دوسری چیز کی رغبت میں قرآن کو ترک نہ کرے۔

فائدہ: # انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا کہ لان اقدم مع قوم بذكرون الله تعالى من غداة الى طلوع الشمس احب الي من ان اعنق اربع رقاب۔ (ترجمہ) مجھے ان لوگوں کے پاس بیٹھنا جو صبح سے طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس سے محبوب تر ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ تو یزید قاشی اور زیاد نمیری رضی اللہ عنہما کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ذکر کی مجلس ہی تمہاری مجلسیں ہیں کہ تم میں سے ایک قصہ کہتا ہے اور وعظ کہتا ہے اور خطبہ پڑھتا ہے اور حدیث مسلسل بیان کر دیتا ہے ہم تو یوں کرتے تھے کہ بیٹھ کر ایمان کا ذکر کرتے اور قرآن کو سمجھنے اور دین میں فہم حاصل کرتے اور اللہ کی نعمتیں اپنے اوپر شمار کرتے۔

فائدہ: # اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قرآن کے سمجھنے اور نعمتوں کے شمار کرنے کو دین کی سمجھ یعنی قیید فرمایا۔

حدیث: # میں یہ ارشاد ہے کہ آدمی پورا قیید نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں لوگوں کو اپنے اوپر ناخوش نہ کر لے اور قرآن کیلئے بہت سی وجوہ اعتقاد نہ کرے۔ یہ روایت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور اس میں ایک جملہ اور ہے کہ پھر وہ اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور سب سے زیادہ اس سے ناخوش ہے۔

حکایت: # فرقد سخی رحمتہ اللہ علیہ نے حسن بصری سے کوئی بات پوچھی آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ فقہاء آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے فرقد تو نے قیید اپنی آنکھ سے کیس دیکھا ہے قیید تو وہ ہے جو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور دین کی سمجھ رکھنے والا اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا اور پرہیزگار اور اپنے نفس کو مسلمانوں کی اغراض سے بچانے والا اور ان کے اموال کی طرف توجہ نہ کرنے والا اور اہل اسلام کی جماعتوں کا خیر خواہ ہو۔

فائدہ: # یہ تمام باتیں آپ نے فرمائیں اور یہ نہ فرمایا کہ فروعت فتویٰ کا حافظ ہو اور ہم یہ تمہیں کہتے کہ لفظ فقہ کو علم آخرت پر ہی بولا کرتے تھے اب جو اس کو خاص کر دیا ہے تو اس خصوصیت سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور صرف فتاویٰ کے احکام ہی کے ہو رہے اور علم آخرت اور دلوں کے احکام سے روگردانی کر لی اور اپنی اس تجویز پر طبیعت کی طرف سے ایک سہارا پایا کیونکہ علم باطن تو دقیق ہے اور اس پر عمل کرنا مشکل اور اس کے باعث اور عہدوں اور جاہ و مال کا ملنا دشوار ہے اس لئے شیطان نے بوجہ اس فقہ ظاہری کے دلوں پر قبضہ جمانے کا خوب ہی موقع پایا کہ وہ فقہ جو شروع میں عمدہ علم تھا اس کو خاص اس علم فتاویٰ کے لئے کر دیا۔

علم: # بیشتر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی آیات کے جاننے اور بندوں، انسانوں اور عام مخلوقات میں اس کے افعال کو پہچاننے کیلئے بولتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ مات تسعة اعشار العلم (ترجمہ علم کے نو حصے جاتے رہے) آپ نے علم کو معرفت بولا پھر خود اس کی تفسیر کر دی کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے۔ اس لفظ میں بھی لوگوں نے خصوصیت سے تصرف کیا ہے یعنی اکثر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جو شخص بالتقابل سے مسائل فقہ و غیرہ میں خوب مناظرہ کرے اور اس میں مصروف رہے حقیقت میں عالم وہی ہے اور فضیلت کا عمامہ اسی کے سر پر ہے اور جو مناظرہ میں مہارت نہ رکھتا ہو اس میں پہلو فنی کرے اس کو ضعیف جانے، اسے اہل علم میں شمار نہیں کرتے حالانکہ علم کے یہ معنی دور سابق میں تھے یہ انہی لوگوں کا تصرف ہے بلکہ جو کچھ علم اور علماء کی فضیلت میں وارد ہوا ہے وہ انہی علماء کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام اور افعال اور صفات کو جانتے ہوں اب عالم ان کو کہنے لگے کہ علم شرع سے تو کچھ بھی نہ جانتا ہو صرف مسائل خلافہ میں لڑنے جھگڑنے کا طریقہ یاد ہو ایسے لوگ بڑے علماء میں گنے جاتے ہیں۔ گو تفسیر اور حدیث اور مذہب وغیرہ کو خاک نہ جانے اور یہی امر بہت سے طالب علموں کے حق میں بہت مہلک ہے۔

توحید: # جس کے معنی اب یہ ہیں کہ فن کلام اور طریق جہل سے واقف ہونا اور طرف ثانی کی مخالف باتوں پر حلوی ہونا اور ان باتوں کے بارے میں بہت سے سوال بنا ڈالنے اور کثرت سے اعتراض نکالنے اور طرف ثانی کو الزام دینا یہاں تک کہ اکثر جدید فرقوں نے ایسے لوگوں میں سے اپنا لقب اہل عدل و توحید ٹھہرایا ہے اور کلام والوں کا نام توحید کا عالم رکھا ہے باوجودیکہ جو باتیں خاص اس فن کی ہیں ان میں سے کوئی بھی سابق زمانہ میں نہ تھی بلکہ وہ لوگ اس شخص پر جو جہل اور خصومت کا باب کھولتا تھا سخت انکار سے پیش آتے تھے اور جن امور پر قرآن مجید شامل ہے یعنی دل کا تفسیر و نفس کا تزکیہ کہ ذہن اسے سننے ہی قبول کرتے ہیں انہیں ہر ایک جانتا تھا۔ انہیں قرآن مجید کا پورا علم تھا اور ان کے نزدیک توحید امر آخرت کا نام تھا۔ اکثر کلام کو سمجھتے تک نہ تھے تو اس پر عمل کیا کرتے وہ حقیقی توحید یہ ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتقاد کرنا اس طرح کہ اسباب اور ذریعہ کی طرف توجہ نہ

رہے یعنی خیر اور شر کو بجز خداوند کریم کے اور کسی طرف سے اعتقاد نہ کرے اور یہ توحید ایک بڑا مرتبہ ہے جس کا ایک ثمرہ توکل ہے جس کا بیان باب توکل میں آئے گا۔ (ان شاء اللہ) اور اس کا ایک ثمرہ خلق خدا کی شکایت نہ کرنا اور ان پر غصہ نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونا اور تمام کام اسی کے حوالے کر دینا۔

حکایت: # جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے صحابہ نے کہا ہم آپ کیلئے طبیب کو بلا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ طبیب نے ہی تو مجھے بیمار کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ بیمار ہوئے تو صحابہ نے کہا کہ طبیب نے آپ کے مرض کے باب میں گمراہی کیا ہے کہ تو آپ نے فرمایا کہ طبیب نے کہا انی فعال لما يريد (میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں) باب توکل اور توحید میں اس کے دلائل مذکور ہوں گے۔

فائدہ: # توحید ایک جوہر نفیس ہے اور اس کے دو پوست ہیں ایک مغز سے بہ نسبت دوسرے کے دور ہے لوگوں نے لفظ توحید پوست اور اس فن کیلئے جس سے پوست کی حفاظت ہو کیلئے خاص کر دیا اور مغز کو بالکل چھوڑ دیا پس توحید کا اول پوست تو یہ ہے کہ زبان سے کہو لا الہ الا اللہ اور یہ توحید وہ ہے جو تثلیث کے خلاف ہے جس کے قائل نصاریٰ ہیں مگر یہ توحید کبھی منافق سے بھی سرزد ہوتی ہے جس کا باطن ظاہر کے خلاف ہے اور دوسرا پوست توحید کا یہ ہے کہ قول زبان سے کہا ہے دل میں اس کے مضمون کا خلاف و انکار نہ ہو بلکہ ظاہر قلب میں اس مضمون کا اعتقاد اور تصدیق موجود ہو اور یہ توحید عوام کی ہے اور علم کلام والے ہی ایسی توحید کو اہل بدعت سے بچاتے ہیں جیسا کہ پہلے گزرا اور مغز توحید یہ ہے کہ تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح اعتقاد کرے کہ بیچ کے وسائط پر التفات نہ رہے اور اس کی عبادت یوں کرے کہ جس سے خاص اسی کو معبود ٹھہرائے۔ دوسرے کی عبادت نہ کرے اس توحید سے جو جو اہل نفس کے پیرو ہیں وہ خارج ہیں اس لئے کہ جو شخص اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے وہ اپنی خواہش کو معبود بنا لیتا ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْتُونَ مِّنْ اِلٰهٍ مَّا لَمْ يَخْلُقْ شَيْئًا وَ هُوَ يُرْسِدُ رِجْلَيْهِ ۖ وَاللّٰهُ يَخْتَارُ ۚ (فائدہ) واقع میں اگر کوئی تامل کرے تو جان لے کہ بت پرست بت کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اپنی خواہش نفس کی عبادت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا نفس اپنے آباؤ اجداد کے دین کی طرف مائل ہے اور وہ اسی میل کا اتباع کرتا ہے اور نفس کا میل کرنا خوگرفت چیزوں کی طرف انہیں باتوں میں سے ہے جس کو خواہش نفس کہتے ہیں۔ اس توحید سے خلق خدا پر غصہ

اور محزون فرقہ جو خود و اہل توحید و ایمان کو کرتے تھے اور دورِ حاضر میں یہ قبیلہ نبوی و حبیبیوں اور پیغمبروں نے اپنے سے منتخب کیا ہے۔ معتادہ کا تعارف اور نبوی و حبیبیوں کا خود و اہل توحید معلوم کرنے کی وجہ حاشیہ میں مدللہ قدام میں ہے اسی بحث سے اثر میں۔
— اوسکی غفر —

کرنا اور ان کی طرف التفات کرنا بھی خارج ہے اس لئے کہ جو شخص تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتقاد کرے گا وہ دوسرے پر کیسے غصہ کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف صالحین اسی مقام کو توحید کہتے تھے اور یہ مقام صدیقوں کا ہے لیکن آج کل کے لوگوں نے اسے کس چیز کی طرف بدل ڈالا اور کون سے پوست پر اکتفا کر لیا اور اس کو مدح اور فخر کے بارے میں کیسے تمسک ٹھہرایا باوجودیکہ جو اصل تعریف کی بات تھی اس سے بالکل خالی ہیں اور اس کا حل ایسا ہی ہے جیسے کوئی صبح کو اٹھ کر قبلہ رخ ہو کر کہے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْئًا (الانعام نمبر 79) میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین بنائے ہیکل کی کاہنہ۔ اگر اس کے دل کی توجہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگی تو ہر روز اول ہی اول اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولا کرے گا۔ اس لئے کہ منہ سے مراد اگر ظاہر کا رخ ہے تو اس کا رخ تو کعبے کی طرف ہے اور اس کو صرف جنتوں سے پھیر کر کعبہ کی طرف کیا ہے اور کعبہ آسمان و زمین بنانے والے کی طرف نہیں جو کعبہ متوجہ ہو جائے وہ تو جگہ کے احاطے سے نرالا ہے اور اگر منہ سے مراد کی توجہ ہے تو مقصود عبادت ہے تو جس صورت میں کہ دل و نبوی حاجات اور اغراض میں مبتلا ہے اور مل و جاہ کے جمع کرنے کے حیلے بنا رہا ہے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہے۔ اس صورت میں یہ قول کیسے سچا ہو گا کہ میں نے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے یہ جملہ اصل حقیقت توحید سے خبر دیتا ہے۔ واقع میں توحید والا وہی ہے کہ سوائے واحد حقیقی کے اور کسی کو نہ دیکھے اور اپنے دل کے رخ کو بجز اس کے اور طرف نہ پھیرے اور یہ توحید اس ارشاد کا ماننا ہے کہ قُلِ اللّٰهُ نَمِ ذَرَمٌ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ (ترجمہ) فرمائیے تو اللہ پھر انہیں چھوڑے وہ اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔ اور اس سے مراد زبانی قول نہیں اس لئے کہ زبان تو دل کے حل کی خبر دیتی ہے کبھی سچی ہوتی ہے اور کبھی جھوٹی اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے جو توحید کا معدن اور منبع ہے۔

ذکر و تذکیر: اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَذَکِّرْ فَإِنَّ الذِّکْرَیْ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ پ 27 الذاریات 55 (ترجمہ) اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (کنز الایمان)

فضائل ذکر: ذکر کی مجلسوں کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

احادیث مبارکہ: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا فِیْہَا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ مَجَالِسُ الذِّکْرِ (ترجمہ) جب تم جنت کے باغات میں گزر دو تو چرو عرض کی گئی جنت کے باغات کیا ہیں فرمایا ذکر کی مجلسیں۔

حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَلَائِکَۃَ سَبَاحِیْنَ فِی الْہَوَا سَمَوٰی مَلَائِکَۃَ الْحَلَقِ اِذَا رَاُوْا مَجَالِسَ الذِّکْرِ یَنَادِیْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اَلَا لِلّٰہِ مَا الِیْ بِغِیْثِکُمْ فِیَا تَوْنُہُمْ وَیَعْفُوْنَ بِہُمْ وَیَسْتَمْعُوْنَ اِلَّا فَاذْکُرُوا اللّٰہَ وَادْکُرُوْا بِاَنْفُسِکُمْ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو ہوا میں سیر کرتے ہیں

مخلوق کے علاوہ کے علاوہ جب وہ ذکر کی مجالس دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ چلو تمہارا مطلب یہاں ہے پھر وہ اہل مجلس کو گھیر لیتے ہیں پھر ان سے ذکر سنتے ہیں۔ خبردار اللہ کا ذکر کرو اور نفسوں کو سمجھایا کرو۔

فائدہ : ذکر و تذکیہ کو لوگوں نے بدل کر ان باتوں کا نام رکھ دیا جن کو زمانہ حل کے واعظ ہمیشہ لوگ بیان کرتے ہیں یعنی قصے اور اشعار اور شطیمیات و توہمات حالانکہ قصے سننا بدعت ہیں۔ اور اکابر سلف صالحین نے قصہ گو کے پاس بیٹھنا منع فرمایا ہے۔

حدیث : ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قصے نہ تھے نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ یہاں تک کہ فتنہ پیدا ہوا اور قصہ گو نکل کھڑے ہوئے۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد سے نکل کر باہر چلے گئے اور فرمایا کہ مجھے قصہ گو نے مسجد سے نکالا اگر وہ نہ ہوتا تو میں نہ نکلتا۔

حکایت : حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ ہم قصہ گو کی طرف اپنے منہ کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ بدعتیوں کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیر لیا کرو۔

حکایت : ابن عون کہتے ہیں کہ میں ابن سیرین کے پاس گیا اور عرض کی کہ آج کچھ نہ ہوا کہ امیر نے قصہ گوؤں کو قصہ کہنے سے منع کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر کو بہتر توفیق ملی۔

حکایت : اعمش رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کی جامع مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص بیان کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ ہم سے اعمش نے روایت کی آپ حلقہ کے اندر گھس گئے اور اپنی بغل کے بل اکھاڑنے لگے۔ واعظ نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ مسجد میں بل اکھیز رہے ہو۔ اعمش نے فرمایا کہ میں کیوں شرم کروں میں تو امر مسنون کر رہا ہوں اور تو جھوٹا ہے کہ کتا ہے اعمش نے مجھ سے کہا ہے۔ میں اعمش ہوں میں نے تمہیں نہیں سنا۔

فائدہ : احمد کا قول ہے۔ کہ تمام لوگوں میں زیادہ جھوٹے قصہ گو اور بھیک مانگنے والے ہیں۔

حکایت : حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی جامع مسجد میں قصہ گو کو نکلا دیا جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ سنا تو انہیں نہ نکلا اس لئے کہ وہ علم آخرت اور موت کے یاد دلانے اور نفس کے عیوب اور آفتوں کے عمل پر متنبہ کرنے اور شیطانوں کے وسوسے اور ان سے بچنے کی تدبیر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور اس کی شکرگزاری سے بندہ کا قاصر ہونا ذکر فرما رہے تھے اور دین کی حقارت اور عیب

اور ناپائیداری اور بے وفائی اور آخرت کا خطرہ اور اس کے احوال کا اندیشہ بتا رہے تھے۔

خلاصہ : یہ کہ عمدہ تذکیر شرعی یہی ہے جس کیلئے احادیث میں ترغیب وارد ہے۔

حدیث شریف : # حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجلس ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت سے بہتر ہے اور مجلس علم میں آنا ہزار بیماروں کی عیادت اور ہزار جنازہ کے ساتھ جانے سے افضل ہے۔ کسی نے پوچھا تو قرآن مجید کی تلاوت سے بھی آپ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا بھی علم ہی سے مستفید ہے۔

فائدہ # عطار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک مجلس ذکر ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے ان چکنی باتیں بتانے والوں نے ان حدیثوں کو اپنی صفائی کیلئے ٹھہرا لیا ہے اور اپنی خرافات کا نام تذکیر رکھ لیا ہے حالانکہ وہ ذکر کی راہ بھول کر قصوں میں مصروف ہیں جن میں کمی اور بیشی اور اختلاف کو دخل ہے اور جو قصے قرآن میں وارد ہیں ان سے خارج ہیں اس لئے کہ بعض قصے ایسے ہیں جن کا سنا مفید ہوتا ہے اور بعض کا سنا مضر ہوتا ہے۔ اگرچہ سچے ہوں۔

فائدہ : جو شخص قصے کہانیوں کو اپنے لئے اختیار کرتا ہے اس پر سچ اور بھٹو ملتا ہے اور مفید اور مضر میں اختلاط ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ایسے قصے گو کو منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قصہ گوئی کا جواز # حضرت احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سچے حالات بیان کرنے والوں کی بڑی ضرورت ہے پس اگر قصہ کسی نبی علیہ السلام کا یا دین کے متعلق ہو اور کہنے والا بھی سچا ہو تو ایسے قصے سننے میں کوئی حرج نہیں مگر بیان کرنے والے کو چاہئے کہ بھٹو سے احتراز کرے اور نیز ان احوال کی حکایات سے جن میں لغزشوں اور سستیوں کا اشارہ پایا جائے جن کے معلوم کرنے سے عوام کی فہم قاصر ہے بیان نہ کرے اور ایسی لغزش نادر بھی ذکر نہ کرے جس کے پیچھے لغزش کرنے والے نے بہت سی نیکیاں کی ہوں جن سے وہ لغزش چھپ گئی ہو اس لئے کہ اعلیٰ شخص اس سے اپنی لغزش اور خطا پر تمسک کیا کرتا ہے اور اپنے لئے عذر کی تمہید کر کے حجت یوں کیا کرتا ہے کہ فلاں مشائخ کے حال میں یوں بیان کرتے ہیں۔ اور ہم سب گناہوں کے ورے ہیں اگر میں نے خطا کی تو کیا عجب ہے کہ فلاں فلاں شخص جو ایسا بزرگ اور مجھ سے افضل تھا اس نے بھی یہ خطا کی تھی اور اس بات سے اسے لاعلمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر جرات ہو جاتی ہے پس ان دونوں امر سے اگر قصہ گو بچا رہے تو قصے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ان قیود کے ساتھ میں عمدہ قصے وہی ہیں جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ہیں۔

غلط کار لوگ # بعض لوگ ایسے ہیں کہ طاعات کے باب میں رغبت کی حکایت گڑھ لینا درست جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا قصہ ان سے خلق خدا کو حق کی طرف بلانے کا ہے اور یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اس لئے کہ سچ میں بہت تنبیہ ہے وہ کیا تھوڑا ہے کہ بھٹو کی حاجت ہو اور جو چیزیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے ذکر فرمائی ہیں ان کے ہوتے ہوئے وعظ میں نئی یا اختراع کی ضرورت نہیں اور کیسے نہ ہو کہ قافیہ کا تکلف مکروہ ٹھہرا ہے اور بناوٹ میں شمار کیا گیا۔

حکایت: # سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر آپ کے پاس کسی کام کیلئے آئے آپ نے سنا کہ وہ مقفی عبارت سے حاجت بیان کرتے ہیں آپ نے کہا اس لئے میں تجھے برا جانتا ہوں کہ تو مقفی عبارت سے ضرورت بیان کرتا ہے۔ اسی لئے تیری حاجت پوری نہ کروں گا جب تک کہ تو توبہ نہ کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عبد اللہ بن رواحہ سے تین کلمے مقفی من کر ارشاد فرمایا کہ اے ابن رواحہ اپنے آپ کو جمع سے دور رکھ۔

فائدہ: # اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جمع دو کلموں سے زیادہ ہو وہ داخل تکلف اور ممنوع ہے۔

حدیث: ایک شخص نے جنین کے خون بہا میں یہ الفاظ کہے۔ کیف ندی من لا شرب والا اکل ولا صاح والا اسنہل ومثل ذلک بطل (ہم ایسے کی دیت کیسے دیں جس نے نہ پیا نہ کھلیا نہ چینا نہ چلایا اس جیسا تو خون معاف ہوتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیہاتیوں اعراب کے جمع کے موافق جمع کر (یعنی دیہاتیوں کی طرح سادہ گفتگو کر)

مذمت اشعار گوئی: # مواعظ میں اشعار کی کثرت بری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالشَّعْرُ لِيُنَبِّئَهُمُ الْغَاوُونَ (پ 19 الشعراء 224) یہ شعراء کا ایک اصطلاحی لفظ ہے یعنی وعظ وغیرہ بر تکلف کا قافیہ سنجی کر دہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ (ترجمہ) اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ اور فرمایا اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهْبِئُونَ (119 الشعراء 225) ترجمہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور فرمایا وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (پ 23 ناسین 29) اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ جن اشعار کی عادت واعظوں کی ہو رہی ہے ان میں سے اکثر وہی ہوتے ہیں جن میں عشق کا وصف اور معشوق کی خوبصورتی اور وصل کی راحت اور جدائی کا درد مذکور ہوتا ہے اور مجلس وعظ میں عوام اور جہل سمجھی جمع ہوتے ہیں جن کے باطن شہوات سے پر ہوتے ہیں اور ان کے دل بھی خوبصورتوں کی طرف التفات کرنے سے خالی نہیں ہوتے۔ پس اشعار ان کے دلوں میں سے اس چیز کو ابھارتے ہیں جو ان میں چھپی رہتی ہے اس لئے شہوات کی آگ ان میں بھڑک اٹھتی ہے اور چیختے اور وجد کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ اشعار میں اکثر یا تمام کا انجام تباہی و خرابی ہوتی ہے۔

شعر گوئی کا جواز: # وہ اشعار کہ جن میں نصیحت اور حکمت ہو اور وہ بھی دلیل اور انس دلانے کے طور ہو دیگر کسی قسم کا شعر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

اس آیت میں شعراء اسلام کا استثناء فرمایا گیا وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، اسلام کی مدح لکھتے ہیں۔ پند و نصائح لکھتے ہیں۔ اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کیلئے منبر بچھایا جاتا تھا وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مغاخر پڑھتے تھے اور کفار کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے جیسا کہ ترمذی میں جابر بن سمرہ سے مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے بعض برا اچھے کرلو، برے کو چھوڑ دو شعی نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق کہتے تھے حضرت علی ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور شعر ان کے لئے ذکر الہی سے غفلت کا سبب نہ ہو سکا بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہا بھی تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی توحید اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت بیان کی۔ مزید تحقیق نعت خوانی کا ثبوت اور نعت خوانی پر انعام میں دیکھئے۔

حدیث شریف: # حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان من اشعر لحکمة بیشک بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر مجلس میں دین کے خواص لوگ جمع ہوں اور معلوم ہو کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ اور کوئی نہ ہو تو ایسے لوگوں کو شعر ضرر نہیں کرتا۔ اس لئے کہ سننے والا جو کچھ سنتا ہے اس کو اسی چیز پر ڈھال لیتا ہے جو اس کے دل پر غالب ہوتی ہے۔ (چنانچہ اس کی تحقیق ان شاء اللہ الکریم باب السماع میں مذکور ہوگی)

اس مختصر سی بحث میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواز و عدم جواز کا بیان فرمایا۔ آیت عدم جواز ان شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی گئی کہ وہ ہر طرح کی بھولی باتیں بناتے اور ہر لغو و باطل میں غن آرائی کرتے تھے۔ بھولی مدح کرتے تھے، بھولی ہجو کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پر ہو۔ مسلمان شعراء جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ کئے گئے چنانچہ اسی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و ذکروا اللہ کثیراً و انصروا من بعد ما ظلموا و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون^{۱۹} مگر اس کے کہ ان پر ظلم ہو، نمبر ۱۹۴ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم، نمبر ۱۹۵ کہ کس کدوٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

حکایت: حضرت جنید باخداوی رحمۃ اللہ علیہ چھ یا دس آدمیوں میں وعظ کیا کرتے تھے اور اگر زیادہ ہوتے تو کچھ نہ کہتے اور ان کی مجلس میں کبھی پورے میں آدمی نہ ہوتے۔

حکایت: اور ایک دفعہ ابن سالم کے مکان کے دروازے پر کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں سے کسی نے کہا آپ وعظ بیان فرمائیے آپ کے یار موجود ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے یار نہیں یہ تو مجلس کے لوگ ہیں۔ میرے یار اور مخصوص لوگ ہیں۔

شطحیات کی بحث: # شطح سے ہماری تحقیق غرض ان دو قسموں سے ہے جنہیں بعض جاہل صوفیوں نے گڑھا ہے۔ (۱) عشق الہی وصل کے بارے میں بعض لوگ بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں جس کے بعد اعمال ظاہری کی کچھ حاجت نہیں سمجھی جاتی یہاں تک کہ بعض لوگ اتحد کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حجاب اٹھ گیا تو دیدار کا مشاہدہ ہوتا ہے اور خطاب حضوری حاصل ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم ہوا اور ہم نے یہ کہا اور اس بارے میں حسین بن منصور حلاج کی مشابہت کرتے ہیں جو کہ وہ جو اسی طرح کے چند کلمات بولنے سے سولی دیئے گئے تھے اور ان کے انا الحق کہنے کو اور حضرت بایزید . سلامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو سند لاتے ہیں۔ حضرت بایزید قدس سرہ سے منقول ہے کہ آپ نے سبحانی سبحانی کہا تھا اور یہ فن ایسا ہے کہ جس کا ضرر عوام میں بہت ہوا۔ یہاں تک کہ بعض کسانوں نے اپنا کام چھوڑ کر اسی طرح کے دعوے کرنا شروع کر دیئے اس لئے کہ یہ کلمات طبیعت کو اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ اس میں کچھ ظاہری عمل نہیں کرنا پڑتا نہ مقامات اور اصل کیلئے تزکیہ نفس کرنا پڑتا ہے تو پھر کم فہم اپنے لئے ایسے دعوے کیوں نہ کریں؟ اور کلمات خطہ اور مہمل بات کیوں نہ کہیں اگر کوئی ان پر اس بارے میں انکار کرے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس کا انکار غلط اور بے سود مناظرہ ہے۔ ایسا علم حجاب ہے اور مناظرہ نفس امارہ کا کام ہے اور یہ جو ہم کو حاصل ہے بریہ مکاشفہ نور حق اور تصفیہ باطن سے معلوم ہوا ہے۔ غرضیکہ اس طرح کے امور دنیا میں پھیل گئے اور ان کا ضرر عوام کو اتنا بڑھ گیا کہ اگر ان میں سے کوئی اس طرح کی کچھ بات کہے تو اس کا مار ڈالنا دس آدمیوں کے زندہ رکھنے کی نسبت اچھا ہوگا اور حضرت بایزید . سلامی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول منقول ہے اول تو اس کی صحت میں کلام ہے اور اگر بالفرض ان سے وہ الفاظ کسی نے سنے تو غالباً برسمیل حکایت تعالیٰ کے ارشاد کو اپنے جی میں مکرر کہتے ہوں گے جیسے قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فاعبدنی (پ ۱۶ ط ۱۴) بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنا حل بیان کرتے بلکہ بطور حایت ہی جاننا چاہئے تھا۔ (۲) ایسے شطحیات جو سمجھ میں نہ آئیں وہ ظاہراً تو اچھے ہوں لیکن ان کے معانی ہونا انک اور کسی طرح کا ان سے فائدہ نہ ہو اور یہ کلمات یا تو خود کہنے والے کی بھی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ اپنی عقل کے ضبط اور خیال کی پریشانی کے باعث کہتا ہے اور اس خطہ کی وجہ یہ ہے کہ جو کلام اس

کے کان میں پڑتا ہے اس کے معنی کم یاد کرتا ہے اور اکثر تو ایسا ہی یا خود تو سمجھتا ہے لیکن وہ دوسروں کو نہیں سمجھا سکتا اور ایسی عبارت نہیں بنا سکتا جس سے اس کا ماضی الضمیر معلوم ہو اس لئے کہ اسے علم کی مہارت کم ہے اور طریق معانی کو الفاظ میں ادا کرنے کا نہیں سیکھا اس طرح کے کلام سے کچھ فائدہ نہیں۔ بجز اس کے دلوں کو پریشان اور دلوں اور ذہنوں کو حیران کرے یا اس سے وہ معنی سمجھ لئے جائیں جو اس سے مقصود نہیں اور اس صورت میں ہر شخص اس کو اپنی خواہش اور طبیعت کے مطابق سمجھے گا۔

حدیث ۱: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تم میں سے کسی سے ایسی حدیث بیان کرے جسے وہ نہ سمجھتا ہو تو وہ ان پر ایک بلا ہوگی۔

حدیث 2: فرمایا لوگوں سے وہ باتیں کرو جنہیں وہ جانتے ہوں اور جنہیں وہ نہ جانتے ہوں ان کا ذکر نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہو۔

فائدہ: یہ ایسے کلام کے بارے میں ہے کہ کہنے والا اسے سمجھتا ہو مگر سننے والے کی عقل اس کو نہ پہنچتی ہو ایسے کلام کا کہنا جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس کلام کو خود سننے والا بھی نہ سمجھے اس کو کہنا کیسے درست ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حکمت ایسے لوگوں کو نہ سناؤ جو اس کے لائق نہ ہوں ورنہ حکمت پر تمہاری زیادتی ہوگی اور جو اس کے اہل ہوں ان سے حکمت کو نہ روکو ان پر ظلم ہوگا اپنا حل نرم دل طیب کی طرح کرلو کہ جہاں مرض دیکھے وہاں دوا لگا دے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص حکمت بالہوں میں بیان کرے وہ جاہل ہے اور حکمت کے اہل اسے روکے وہ ظلم کرتا ہے یہی حکمت کا ایک حق ہے اور کچھ لوگ اس کے اہل ہیں پس ہر ایک اہل حق کو اس کا حق دینا چاہئے۔

مسئلہ: طاعات میں وہ امور بھی شامل ہیں جو ہم نے شیعہ میں ذکر کئے ہیں اور ایک امر ان کے علاوہ ہے کہ وہ خاص طاعات میں ہے یعنی شریعت کے ظاہر الفاظ سے جو مراد مفہوم ہوتی ہے اس کو نہ لینا اور ان سے سور باطنی ایسے نکالنا کہ ذہن میں ان کا فائدہ نہ آتا ہو جیسے فرقہ باطنیہ قرآن مجید میں تلویلیں کرتا ہے تو یہ بھی حرام ہے اور اس کا نقصان بھی بہت زیادہ ہے اس لئے کہ جب الفاظ کے ظاہری معنی بغیر دلیل نقلی شارع کے اور بغیر کسی حاجت و ضرورت عقلی کے چھوڑ دیئے گئے تو اس سے الفاظ پر اعتماد جاتا رہے گا اور اس کے کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نفع ساقط ہوگا کیونکہ جو کچھ لفظوں سے سمجھا جاتا ہے اس پر تو اعتماد نہ رہا اور باطن سب کا ایک طرح کا نہیں ہوتا اس میں خطرے ایک دوسرے کے خلاف ہوا کرتے ہیں اور مختلف طور پر الفاظ کو ڈھال سکتے ہیں یہ امر بھی عام

بدعتوں میں سے ہے جن کا ضرر زیادہ ہوتا ہے اور طاعت والوں کا مقصود ایک امر غریب نکالنا ہے اس لئے کہ غریب کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور اس سے لذت پاتا ہے اس تدبیر کے باطنیہ فرقہ نے ساری شریعت کو برباد کر دیا کہ ظاہر الفاظ کو تاویلیں کر کے اپنی رائے کے موافق بنالیا چنانچہ ان کے مذہب کا رد ہم نے کتاب مستطری میں لکھا ہے۔ طاعت والوں کی تاویل کی ایک مثال یہ ہے کہ ان کے بعض اذہب الی فرعون انہ طعی (ترجمہ) فرعون کی طرف جا اس نے سرکشی کی ہے) کا معنی یوں کہتے ہیں کہ اس میں دل کی طرف اشارہ ہے اور فرعون سے مراد وہی ہے اور سرکش بھی ہر انسان پر وہی ہے اور وان الق عصاک کا یہ معنی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے جس چیز پر بھروسہ اور اعتماد ہو اس کو پھینک دینا چاہئے اور اس حدیث تسحر وا فان فی السحور برکۃ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ کے متعلق کہتے ہیں کہ مراد سحر کے وقت استغفار ہے اور اس طرح تاویلات کرتے ہیں یہاں تک کہ قرآن کو اول سے آخر تک ظاہری معنی اور اس تفسیر سے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے علماء سے منقول ہے بدل دیتے ہیں اور ان تاویلات میں سے بعض کا باطل ہونا تو یقیناً معلوم ہو جاتا ہے مثلاً فرعون سے دل کو مراد لینا اس لئے کہ فرعون ایک شخص مخصوص تھا کہ اس کا ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسے اسلام کی طرف بلانا متواتر ہم تک پہنچا ہے اور جیسے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ کافروں میں سے کہ وہ موجود شخص تھے وہ شیطانوں اور فرشتوں سے نہ تھے جو جس سے معلوم نہیں ہوئے تاکہ ان لفظوں کو باطنی معنی میں ڈھال لیا جائے ایسے ہی حال سحر سے استغفار مراد لینے کا ہے۔

حدیث: حضور نبی اکرم نور مجسم شافع روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اس وقت نوش فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہلموا الی لواء المبارک اس برکت والے کھانے کی طرف آؤ۔ تو اس طرح کی تاویلیں خبر متواتر اور جس سے باطل ٹھہرتی ہیں اور بعض ظن سے معلوم ہوتی ہیں اور وہ ایسے امور ہیں کہ حواس دیکھنے وغیرہ سے متعلق نہ ہوں۔ بہر حال یہ سب تاویلیں حرام اور گرامی اور لوگوں کے دین کو خراب کرتی ہیں اور ان میں سے کچھ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہ ہوا نہ تابعین سے نہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے باوجودیکہ وہ خلق خدا کو اسلام کی طرف بلانے اور ان کو نصیحت کرنے کے عاشق تھے۔

حدیث: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ من فسر القرآن براہ فلینبو مقعدہ من النار (ترجمہ) جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ اس کی مراد بھی اسی طرح کی تاویل کرنے سے ہے یعنی آدمی کی غرض اور رائے ایک امر کے ثابت اور مقرر کرنے کی ہو اور اس غرض کے ثبوت کیلئے قرآن کو شاہد بنالے اور اس کے لفظوں سے اپنی غرض نکالے بغیر اس کے کوئی دلالت لفظی لغت کی وجہ سے یا دلالت نقلی موجود ہو اور اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن کی تفسیر استنباط اور فکر سے نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ بہت

سے آتیں ہیں۔ جن کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور مفسرین کرام سے پانچ اور چھ اور سات معنی منقول ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ وہ تمام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے نہیں ہوں گے کیونکہ وہ معلیٰ بعض اوقات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں کہ جس کی آئینہ جمع نہیں ہو سکتی تو ضروری ہے کہ ان کے فہم کی خوبی اور طول فکر سے حاصل ہوئے ہوں گے اور اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا۔ اللہم فقہ فی الدین وعلّمہ التأویل اے اللہ اسے دین کی سمجھ دے اور اسے قرآن کی تاویل سمجھا۔ اہل طاعات میں ایک گمراہ غلط تاویل کرتا ہے۔ بلوچودیکہ اسے معلوم ہے کہ یہ معنی مقصود نہیں اور پھر کہتا ہے کہ میرا ارادہ عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا ہے تو اس کی مثل ایسی ہے کہ ایک ایسے امر میں جو واقع میں حق ہو مگر شریعت میں اس کا ذکر نہ ہو حضور اکرم ہادی اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹی حدیث بنا دے یا ہر وہ مسئلہ جو وہ حق حق سمجھے تو کوئی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے والے تو یہ ظلم اور گمراہی ہے اس حدیث شریف کے مضمون میں ہے۔ من کذب علی متعمداً فلینبو مقعدہ من النار جو مجھ پر عمداً جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے بلکہ الفاظ کی تاویل کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس سے تو الفاظ کا اعتبار ہی بیکار ہوتا ہے اور قرآن کے سمجھنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے طریقہ کو بالکل درہم برہم کرتا ہے۔

فائدہ: شیطان نے لوگوں کے ارادے کو اچھے علوم کی طرف سے کس طرح برے علوم کی طرف پھیر دیا اور یہ ساری باتیں علمائے سو کے نام بدلنے کی بدولت ہیں پس تم اگر ان کا اتباع صرف شہرت کی وجہ سے کرو گے اور جو معلیٰ کہ قرون اول میں معروف تھے ان کی طرف توجہ نہ کرو گے تو تمہارا برا حال ہو گا کہ حکمت کے سبب سے اشرف علم کی طلب ترک کر دو گے کسی نام کے حکیم کا اتباع کرو گے اور یہ خبر نہ ہو کہ حکمت پہلے کیا تھی اور اب کیا ہے۔

حکمت: # حکیم کا لفظ اب شاعر اور طبیب اور منجم پر بولتے ہیں بلکہ جو شخص سڑکوں پر عوام کے ہاتھوں میں زعمہ ڈالتا ہے اس کو بھی حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکمت وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ تعریف فرماتا ہے یُؤْتِنِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّؤْتِ الْحِکْمَةَ فَقَدْ أَوْتِنِیْ خَبِراً کَثِیْراً پ 3 البقرہ 269 حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

حدیث: # حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ حکمت کا ایک کلمہ اگر آدمی سیکھے تو اس کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

فائدہ: غور فرمائیے کہ پہلے حکمت کیا تھی اور اب کس طرف منقول ہو گئی اسی پر باقی الفاظ کو قیاس کر لو اور علمائے سو کے دھوکے اور فریب میں نہ آؤ اس لئے کہ دین کا فریبی بہ نسبت شیطانوں کے بڑھ کر ہے کیونکہ شیطان انہی

کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں میں دین کو نکالا ہے۔

حدیث : جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ بدترین خلق کون ہیں تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ الہی بخش دے یہاں تک کہ مکرر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ علمائے سو ہیں۔

فائدہ: جب اچھے اور برے علم کو تم جان چکے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں کس وجہ سے ملتے ہو جاتے ہیں اب تمہیں اختیار ہے کہ اپنے نفس کی بھلائی چاہو تو سلف صالحین کی اقتداء کرو اور اگر چاہو تو فریب میں گرنا چاہو تو پچھلوں کی مشابہت اختیار کرو جتنے علوم کہ سلف کو پسند تھے وہ سب مٹ گئے اور جن پر کہ اب لوگ لوندھے منہ کرتے ہیں وہ اکثر بدعت اور نوپید ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ بدنا الاسلام غربا وسبعود غربا کما بدنا فطوسی للغربا فقبل من الغرباء قال الذین یصلحون ما افسدہ الناس والذین یحیون ما اما تہ من سننی (ترجمہ) اسلام شروع بھی غریب یعنی تنہا اور عنقریب غریب ہو جائے گا۔ جیسے شروع ہوا تھا پس خوشخبری ہے غریا کو عرض کی گئی غرباء کون ہیں فرمایا وہ جو میری سنت کی اصلاح کرتے ہیں جسے لوگوں نے بگاڑ دیا اور میری سنت مٹا دیا تو انہوں نے اسے زندہ کیا۔ حدیث : لوگ اس چیز پر تمسک رکھنے والے ہوں گے جس پر آج تم تمسک ہو۔ حدیث میں ہے کہ غرباء نیک بخت بہت کم ہیں۔ بد بخت ان سے بغض رکھنے والے بہت ہیں بہ نسبت دوستی رکھنے والوں کے۔

فائدہ : اس طرح غریب ہو گئے کہ جو کوئی ان کا ذکر کرتا ہے اس کے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اسی لئے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر حق بات کہتا تو لوگ اس سے عداوت رکھتے۔

فائدہ: واضح ہوا کہ اس اعتبار سے علم تین قسم ہے۔ (1) اس میں سے تھوڑا بہت برا ہو۔ (2) اس کا قلیل اور کثیر اچھا ہو اور جس قدر بہت ہو اسی قدر بہتر اور عمدہ ہے۔ (3) اس میں سے بقدر کفایت تو اچھا ہو اور مقدار سے زائد قابل تعریف نہ ہو اور یہ تینوں قسمیں بدن کی طرح ہیں کہ ان میں سے بعض حالت تھوڑی ہو یا بہت اچھی گنی جاتی ہے جیسے تندرستی اور خوبصورتی اور بعض حالت بری گنی جاتی ہے کم ہو یا زیادہ جیسے بد صورتی اور بد خلقی اور بعض حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں میانہ روی اچھی متصور ہوتی ہے جیسے مال دانائی کہ اسراف قابل تعریف نہیں گو وہ بھی خرچ کرنا ہے جیسے شجاعت تصور کی تعریف نہیں اگرچہ وہ بھی شجاعت کی جنس ہے اسی طرح علم کامل ہے اس کی اول قسم جو تھوڑا ہو یا بہت برا ہی گنا جائے یعنی ایسا علم کہ جس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا یا نقصان بہ نسبت فائدے کے زیادہ ہو جیسے علم سحر اور طلسمات اور نجوم میں کہ بعض میں تو کچھ فائدہ نہیں اور عمر نفیس چیز جو عمدہ سرمایہ انسانی ہے اس میں صرف کرنا مفت برباد کرنی ہے اور نفیس چیزوں کا برباد کرنا برا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ بہ نسبت اس

فائدے کے جو اس علم سے مقصود ہوتا ہے یعنی دنیوی حاجت کبھی کوئی پوری ہو جاتی ہے اس کا نقصان زائد ہوتا ہے بلکہ وہ فائدہ بہ نسبت نقصان کے ہج معلوم ہوتا ہے اور جو علم اس سرے سے دوسرے سرے تک اچھا ہی ہے وہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے صفات اور افعال کا خلق خدا میں اس کی عادت باری کا ہونا اور دنیا پر آخرت کی ترجیح کی حکمت وغیرہ اس لئے کہ یہی علم مطلوب بلذات اور وسیلہ سعادت اخروی ہے اس میں جس قدر کوشش کی جائے مقدار واجب سے کم ہوگی کیونکہ یہ وہ دریا ہے کہ جس کی بگڑائی معلوم نہیں ہوتی تمام گھوٹنے والے اس کے کناروں پر ہی پھرتے ہیں جتنا جس سے ہو سکتا ہے اتنی گردش کرتا ہے اس کے اندر بحرِ انبیاء اور اولیاء اور پختہ علماء کے اور کوئی نہیں جاتا۔ لوگ بموافق اختلاف اپنے درجوں اور قوتوں کی مقدار کہ جس قدر کہ تقدیر الہی نے ان کے حق میں لکھ دیا ہے اس میں غور و خوض کرتے ہیں یہ وہی علم پوشیدہ ہے کہ کتابوں میں نہیں لکھا جاتا اس علم پر تسبیح ہو جانے کیلئے کہ علم سیکھنا اور آخرت کے علماء کے حالات دیکھنے مفید ہوتے ہیں یہ تو ابتداء میں چاہئے اور انجام کیلئے اس عمل پر مدد مجاہدہ اور قلب کا تصفیہ اور دنیا کے تعلقات سے اسے خالی کرنے اور دنیا میں انبیاء اور اولیاء کی مشابہت پیدا کرنے سے ملتی ہے جو کوئی اس علم کیلئے اس طرح سعی کرے گا تو اس کا نصیب ہے تو اسے مل جائے گا کوشش سے نہیں ملے گا۔ ہاں مجاہدہ کی ضرورت اس میں ضروری ہے بغیر مجاہدہ کے کچھ نہیں ہوگا کہ ہدایت کی کنجی سوا اس کے اور کوئی نہیں اور تیسری طرح کے علوم جو ایک مقدار خاص تک اچھے ہیں وہ ہیں جنہیں ہم فروض کفایہ میں لکھ آئے ہیں کہ ان میں ہر علم کے تین درجے ہیں۔

(۱) بقدر کفایت و حاجت وہ تو ادنیٰ ہے (۲) متوسطے زائد کہ آخر تک اس کی انتہا نہ ہو سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ ان میں سے ایک کو اختیار کرے یا تو اپنے نفس کی فکر کرے یا جب اپنے نفس سے فارغ ہو جائے تو دوسرے کی فکر کرے مگر ایسا ہرگز نہ کرے کہ اپنے نفس کی اصلاح سے پہلے دوسرے کی اصلاح میں مشغول ہو اگر اپنے نفس کا دھندا کرنا ہو تب اس علم میں مشغول ہو جو تم پر فضول عین حسب اقتضائے حالات ہوتا جائے اور جو اعمال ظاہر کے متعلق ہوں مثلاً نماز اور روزہ اور طہارت لیکن بڑا ضروری اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ جسے تمام لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے وہ دل کی صفات کا علم ہے اور یہ کہ ان میں سے کون سی اچھی ہے اور کون سی بری اس لیے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو بری صفتوں سے مبرا اور حرص و حسد اور ریاء اور کبر اور عجب وغیرہ اس کے اندر نہ ہوں اور یہ صفات سب ہلاک کرنے والی ہیں اور ان کو ویسے ہی چھوڑ دینا اور صرف اعمال ظاہری میں مشغول رہنا ایسا ہے کہ آدمی خارش یا پھوڑوں کی تکلیف میں ظاہر بدن پر لپ کر کے اور اندر کاموا و قصد اور سینگلی سے نکالنے میں سستی کرے اس طرح نام نہاد علماء اور کٹھ ملا اعمال ظاہری ہی بتاتے ہیں جیسے سڑکوں پر بیٹھنے والے طبیب ظاہر بدن پر لپ کرنے کو کہتے ہیں لیکن اصل بیماری کی طرف توجہ کم کرتے ہیں آخرت کے علماء پر باطن کی صفائی اور موادِ شریعت کرنے کے (کہ ان کی جڑیں اکھاڑ ڈالی جائیں) اور کچھ نہیں بتاتے اور ان کی جڑیں دل کے اندر ہیں اور اکثر لوگ

جو اعمال ظاہری کے پابند ہیں اور دلوں کی صفائی نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کے اعضاء کے اعمال آسان ہیں اور دل کے اعمال مشکل جیسے کوئی شخص کڑوی اور بدمزہ دوا پینے کو سخت جان کر ظاہر بدن پر لپ کر دے لیکن اندرونی بیماری درد میں مبتلا رہتا ہے موابڑھتا جاتا ہے اس کے سبب سے اور روگ دوگنے ہو جاتے ہیں۔

پس اگر تمہارا مقصد آخرت اور طلب نجات ہے اور ہلاک لیدی سے بچاؤ منظور ہے تو باطن کے ہر مرض اور ان کے علاج کے علم میں مشغول ہو (جیسا کہ ہم نے اسی کتاب جلد ثالث میں اس کی تفصیل لکھی ہے) اس کے جاننے سے تم ان عمدہ مقالات پر لازماً پہنچ جاؤ گے جو اسی کتاب کی جلد چہارم میں مذکور ہیں۔ کیونکہ دل جب بری بات سے خالی ہوتا ہے تو اچھی بات سے پر ہو جاتا ہے اور زمین جب گھاس سے صاف کی جاتی ہے تب اس میں کھیتی اور چمن کی بہار ہوتی ہے اور جب تک تمہیں اس فرض عین سے فراغت نہ ہو جائے تب تک فرض کفایہ میں مصروف نہ ہو خصوصاً اس وقت جب کوئی یہ جانتا ہو اور تعمیل کرتا ہو اس لیے کہ جو شخص اپنی جان ہلاک کر کے دوسرے کی اصلاح کے درپے ہو تو وہ بے وقوف ہے مثلاً اگر سانپ اور بچھو کسی کے کپڑوں میں گھس کر اس کے قتل کے درپے ہوں اور وہ ایک پنکھا ڈھونڈتا پھرے کہ جس سے دوسرے کی کھیاں اڑائے یا کوئی ایسا ہو کہ سانپ اور بچھو کسی کو درد اور رنج پہنچائیں تو وہ اس کے کام نہ آئے اور نہ اس کو مصیبت سے چھڑائے تو اس سے بڑھ کر احمق کون ہو گا کہ اپنی جان کی فکر تو نہ کرے دوسرے کے لیے بے فائدہ کوش کرے۔

فائدہ : اگر تمہیں اپنے نفس کی صفائی سے فراغت ملے اور ظاہر اور باطن کے گناہ چھوڑنے پر قید ہو جائے اور علوت اور دائمی طور پر تمہیں حاصل ہو جائے اور ایسا ہونا کچھ بھی بعید نہیں تو پھر فروض کفایہ میں مشغول ہو جانے میں حرج نہیں اور اس میں ترتیب اور درجہ کا لحاظ رکھنا چاہئے یعنی اول کلام مجید پھر حدیث شریف پھر علم تفسیر پھر دیگر علوم قرآنی تلخ و منسوخ اور موصول مفصول اور محکم مشابہ پہنچانا اسی طرح حدیث کے علوم سیکھنے چاہئیں پھر ان سے فروغ میں مشغول ہو یعنی علم فقہ کے مذاہب معتبرہ جانتا چاہئے نہ کہ خلد حیا پھر اصول فقہ اس طرح باقی دیگر علوم کو جانتا جہاں تک کہ عمر میں گنجائش ہو مگر عمر کو ایک فن خاص میں مصروف کرو اس خیال سے کہ اس میں کمال پیدا ہو اس لیے کہ علوم بہت ہیں اور عمر تھوڑی اور یہ علوم دوسرے مقصود کے لیے آلات اور مقدمات ہیں خود مطلوب بالذات نہیں اور جو چیز کے لیے مطلوب ہو اس میں یہ نہیں چاہئے کہ اصل مقصود بھلا دیا جائے اور ذریعہ کی کثرت کی جائے اور علم لغت مروج ہیں اسی قدر پر اکتفا کرو جس سے کہ کم از کم عربی زبان سمجھ سکو اور جو لغت کم رائج ہو ان میں سے اس قدر جان لو کہ قرآن اور حدیث کے تمام الفاظ پر قیامت ہو جائے اس سے زیادہ میں غور و خوض کرنا کچھ ضروری نہیں اسی طرح نحو میں اسی قدر پر اکتفا کرو جو قرآن اور حدیث کے متعلق ہو اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ علم کے تین مراتب ہیں (1) بقدر کفایت (2) متوسط (3) درجہ کمال۔ تو ہم حدیث اور تفسیر اور فقہ اور کلام میں ان تینوں مراتب کو بتائے دیتے ہیں تاکہ دیگر علوم کو تم انہیں پر قیاس کر سکو پس علم تفسیر میں مقدار کفایت

یہ ہے وہ تفسیر قرآن مجید کے حجم سے دوگنی ہے جسے علی واحدی نیشاپوری کی تفسیر جس کا نام و جیز ہے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ قرآن کے حجم سے چلتی ہو جیسے تفسیر نیشاپوری جس کو ویسٹ کہتے ہیں اور درجہ کمال اس سے زائد ہے جس کی کوئی خاص ضرورت نہیں اور عمر بھر تک اس کا انجام بھی نہیں ہوتا اور حدیث میں مقدار کفایت یہ ہے کہ مضمون بخاری اور مسلم کا کسی شخص فاضل اور متن حدیث کے واقف سے سمجھ لو اور راویوں کے نام کا یاد کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ یہ کام تمہارے سے پہلے لوگ کر چکے ہیں بلکہ سب کچھ لکھ گئے ہیں ہاں اس میں اتنا چاہئے کہ ان کی کتابوں کو معتبر سمجھو اور یہ بھی تم پر لازم نہیں کہ بخاری اور مسلم کے الفاظ حدیث کو حفظ کرو بلکہ اتنا مہارت حاصل کر لو کہ ضرورت کے وقت جس مسئلہ کی ضرورت ہو ان میں سے نکل سکو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ جتنا کتب حدیث کی صحیح ہیں ان سب کو صحیحین کے ساتھ پڑھ لو اور درجہ کمال یہ ہے کہ جو کچھ احادیث منقول ہیں ضعیف ہوں یا قوی صحیح ہوں یا معطل سب کو پڑھو اور اسلو کے ساتھ بہت سے طرق اور راویوں کے حالات اور ان کے اسماء اور اوصاف معلوم کرو اور فقہ میں مقدار کفایت یہ ہے کہ جسے مختصر مرئی دیکھو جسے ہم نے خلاصہ المختصر میں لکھا ہے اور متوسط وہ ہے جو مختصر کی تین گنا ہو یعنی اتنی بڑی ہو جتنا بڑا ہماری کتاب فقہ میں ویسٹ ہے اور درجہ غایت کو اسے سمجھو جسے بیسٹ میں لکھا ہے ایسے ہی دیگر بڑی بڑی کتب فقہ (جیسے بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ و تحریم) کلام کا مقصود صرف اتنا ہے کہ جو عقائد اہل سنت نے سلف صالحین سے نقل کیے ہیں وہ محفوظ رہیں دیگر عقائد کوئی مطلب نہ ہو اور اگر کچھ ہے تو امور کے حقائق کا کشف ہو جانا سوائے کشف حالات کے ان سے اور کوئی غرض نہیں ہاں مقصود حفظ سنت کے لیے علم کلام کی مقدار ضروری ہے اور وہ عرض وہ ایک مختصر رسالہ عقائد سے بھی حاصل ہو سکتی ہے جس کے مضمون کو رسالہ العقائد (کتاب احیاء العلوم جلد اول میں آ رہا ہے) کافی ہے اور متوسط درجہ کی مقدار یہ ہے کہ سو ورق کا رسالہ ہو جیسا کہ ہم نے کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لکھی ہے اور اس علم کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ اس سے بدعتی سے مناظرہ کیا جاسکے اور اس کی بدعت کو واضح کر کے عوام کے قلوب سے اس کے عقائد نکال دیئے جائیں اور یہ صرف عوام کے لیے کار آمد ہے بشرطیکہ ان کا تعصب بڑھ نہ گیا ہو اور رہا خود بدعتی اگر وہ تھوڑا سا بھی مناظرہ معلوم کر لیتا ہے تو پھر بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ اسے علم کلام مفید ہو کیونکہ اس کو تقریر میں خاموش بھی کرادو تب بھی اپنا مذہب نہ چھوڑے گا اور اپنے نفس کو ناقص سمجھ کر فرض کر لے گا کہ اس بات کا جواب ضرور ہو گا مگر مجھے نہیں آتا طرف ثانی مغالطہ دیتا ہے اور قوت مناظرہ سے حق کو مشتبه کر ڈالتا ہے اور عوام کا چال یہ ہوتا ہے کہ اگر ذرا سی تقریر میں حق سے منحرف ہو جاتا ہے وہ معمولی تقریر سے پھر صحیح ہو سکتا ہے بشرطیکہ تعصب بڑھ نہ گیا اور اگر تعصب اور خواہش نفسانی میں گرفتار ہو گا تو پھر عام آدمی سے بھی ناامیدی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ بے موقع کا غلط تصور نفسوں میں عقائد کو پختہ کر دیتی ہے اور یہ آفت علمائے سو میں ہے کہ ناحق تعصب میں مبالغہ کرتے اور مخالفین کو کشیم حقارت دیکھتے ہیں اور اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ

لوگ بھی مکافات اور مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے اور باطل کی مدد زیادہ کرتے ہیں اور جس کا ان پر الزام لگایا جاتا ہے اس کو خوب مضبوطی سے تمسک کرتے ہیں اگر علماء حضرات براہ مہربانی اور رحمت و خیر خواہی انہیں خلوت میں نصیحت کر دیتے اور تعصب اور حقارت سے قطع نظر کرتے تو غالباً کامیاب ہوتے لیکن چونکہ جاہ بغیر لوگوں کی پیروی کے اس نہیں ہوتا اور پیروی پر پہل لوگوں کا میلان تعصب اور طرف داری کو لعن و دشنام کے نہیں آتا اس لیے علماء نے تعصب کو اپنی علوت بلکہ حربہ ٹھہرا لیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم دین کی حفاظت کرتے اور مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہیں اور واقع میں اس صورت سے خلق خدا کی بربادی اور نفسوں میں بدعت پر جم جانا ہوتا ہے اور وہ امور خلافیہ جو ان پچھلے زمانوں میں ایجاب ہوئے ہیں اور ان میں وہ تحریریں اور تصنیفیں اور مناظرے تیار ہوئے ہیں ایسے زمانہ ملت صالحین میں نہ تھے اس سالک تو ان کے گرد بھی نہ پھرنا اور ان سے ایسی طرح سے بچنا جیسے زہر قاتل سے اس لیے کہ وہ مرض لا علاج ہے یہ وہی بیماری ہے جس نے تمام فقہاء کو آپس کی حرص اور مباحثات میں مبتلا کر رکھا ہے (چنانچہ عنقریب ہم ان کے آفات اور عوائل بیان کریں گے) جب کبھی اس کی تقریر پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ رسی عالم کہتا ہے کہ جسے کوئی بات سمجھ نہیں آتی وہ اس کا دشمن ہوا کرتا ہے تو نہیں اس کے کہنے سے یہ گمان نہ ہو کہ ہم صوفیہ بھی اس علم سے ناواقف ہیں بلکہ ہم نے تو اس فن میں ایک عمر تلف کی اور تصنیف اور تحقیق اور جدال اور بیان میں پہلے لوگوں پر گوئے سبقت لے گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو راہ راست الہام کیا اور اس فن کے عیب پر مطلع فرمایا تب ہم اسے ترک کر کے اپنے نفس کی فکر میں مشغول ہوئے اسی لیے تمہیں نصیحت قبول کرنی چاہئے کہ تجربہ کار کا کہنا ٹھیک ہے۔

سوال : فتویٰ شریعت کا رکن ہے اور اس کی ملتیں بغیر علم خلاف کے معلوم نہیں ہوتیں اس لیے اس کا جاننا ضروری ہے؟ (جواب) اس سے تم مغالطہ میں نہ آنا کیونکہ مذہب کی ملتیں خود مذہب میں مذکور ہیں ان سے جو باتیں زائد ہیں وہ مفت کے جھگڑے میں کہ قرن اول کے لوگ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کو نہ جانتے تھے حالانکہ دوسروں کی بہ پشت علم فتویٰ کو یہ حضرات زیادہ جانتے تھے بلکہ یہ عیسٰی قطع نظر اس سے کہ علم مذہب میں کچھ مفید نہیں فقہ کے مذہب کو خراب کرتی اور ضرر پہنچاتی ہیں اس لیے کہ جس شخص کے لیے مفتی کا فکر شاہد ہو جاتا ہے تو اگر مفت کی طبیعت میں ذوق صحیح فقہ کا ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس سے جدل کی شرائط کے بموجب حکم کا اجرا نہیں ہو سکتا اور جس شخص کی طبیعت جدل کی رسموں کی علوی ہوتی ہے اس کا ذہن جدل کے مقتضات کو مانتا ہے اور فقہ ماننے سے پہلو تھمی کرتا ہے اور اس فن میں وہی لوگ مشغول ہوتے ہیں جن کو شہرت اور جاہ کی طلب ہوتی ہے اور بہانہ کرتے ہیں کہ ہم مذہب معتبر کی تبلیغ تلاش کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات ساری عمر گزر جاتی ہے اور ان کی ہمت مذہب کے جاننے پر مصروف نہیں ہوتی علتوں ہی میں بسر ہو جاتی ہے اس لیے چاہئے کہ جن کے شیطانوں سے بھی بچو اور انسانوں کے شیطانوں سے بھی احتراز کرو کہ ان لوگوں نے بہکانے اور گمراہ

کرنے میں شیاطین جن کو راحت دی ہے خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تم دنیا میں اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکیلا فرض کر لو کہ عورت اور پیشی اور حساب اور بہشت اور دوزخ سامنے ہیں پھر کرو کہ ان سامنے کی چیزوں میں کون سی بات تمہارے لیے کار آمد ہے اس کو اختیار کرو اس کے سوا باقی سب کو ترک کر دو۔

حکایت : بعض مشائخ نے کسی عالم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ جن علوم سے تم جھگڑا کیا کرتے اور ان کے متعلق مناظرے کرتے تھے بتاؤ تمہارا کیا بنا عالم نے اپنی ہتھیلی پھیلا کر اس میں پھونک ماری اور کہا کہ سب خاک کی طرح اڑ گئے مجھے صرف دور رکھتیں کام آئیں جو رات کو میں نے لوا کی تھیں۔ حدیث شریف میں ہے ماضل قوم بعدی ہدی کانو غلبہ الا الواجدل ثم قرء ماضر بواہلک الا جد لا بل ہم قوم خضمون (ترجمہ) کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہیں مگر وہ قوم جو ہدایت جھگڑوں پر اتر آئے پھر آپ ﷺ نے آیت پڑھی کہ انہوں نے ہم سے نہ کمی مگر ناحق جھگڑے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑنے والے لوگ میں ہے ولما لا تنفی قلوبکم زلیغ کا معنی بیان فرمایا کہ ہم اہل الجدل الذین عنا ہم افل تعالیٰ بقولہ واحد رہم ان ففتنوک (ترجمہ) جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھا پن ہے ان سے

جھگڑالو مراد ہیں وہ جن کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے ڈرو کہ وہ کہیں تمہیں اس میں ڈالیں۔ فائدہ بعض اکابر کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ عمل کا دروازہ ان پر بند کر دیا جائے گا اور جدل کا دروازہ ان کے لیے کھول دیا جائے گا بعض احادیث میں وارد ہے کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں عمل کا الہام ہوا ہے اور عنقریب ایک قوم ایسی ہوگی کہ ان کے دلوں میں جدل ڈالا جائے گا اور حدیث مشہور میں وارد ہے کہ البغض الخلق الی اللہ تعالیٰ الا لدا الخصم (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغض ضد وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہے۔ ایک

روایت میں یہ ہے کہ جس قوم کی گفتگو ملی وہ عمل سے روک دی گئی (فائدہ) علی بن بصیر عسی یطو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے خلیل بن احمد کو بعدقات کے خواب میں دیکھ کر کہا کہ ہم کو خلیل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ملتا کہ اس سے کچھ پوچھیں خلیل نے فرمایا کہ جس بات میں ہم مصروف تھے اس کا حل بھی تم نے معلوم کیا ہم کو تو سوائے ان کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کوئی شے مفید نہ ہوئی۔

قواعد العقائد

توحید باری تعالیٰ : اس میں چار فصل ہیں۔ (1) عقیدۃ الہیت۔ اس فعل میں الہیت کے عقائد کا بیان ہے۔ کلمہ لا الہ الا محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ ہم امام غزالی کی عربی حمد و صلوٰۃ چھوڑ کر مقصد کے متعلق عرض کرتے ہیں۔

پہلا جملہ توحید پر مشتمل ہے۔ اس میں چند رموز ضروری ہیں۔ (1) عقیدہ وحدانیت یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں یکتا ہے کوئی اس جیسا نہیں حمد ہے کوئی اس کا مقلد نہیں نرالا ہے کوئی اس کے جوڑ نہیں 'قدیم اور ازلی ہے جس کا اول اور ابتداء نہیں ہمیشہ قائم ابدی ہے جس کا آخر اور انتہا نہیں 'قیوم ہے' اس کو انقضاء نہیں دائم ہے جس کو کبھی فنا نہیں بزرگی کی صفوں سے موصوف ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ زمانوں اور مدتوں کے گزرنے اور طے ہو جانے سے اسے نہیں کہہ سکتے کہ ہو چکا ہے بلکہ وہی سب سے اول اور وہی سب سے آخر اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ عقیدہ (2) تنزیہ یعنی عقیدہ رکھنا کہ نہ وہ جسم صورت والا ہے نہ جو ہر محدود اور ذی مقدار اور نہ وہ غرض ہے اور نہ اس میں کوئی عرض حلول کئے ہوئے ہے بلکہ نہ وہ کسی موجود کے مشابہ ہے نہ اس کے کوئی موجود مانند نہ اس کے جوڑ کا کوئی نہ وہ کسی کے جوڑ کا نہ کوئی مقدار اس کو محدود کر سکے اور نہ اطراف و جہات اس کو محیط ہوں اور نہ آسمان و زمین اس کو گھیر سکیں اور یہ کہ وہ عرش پر اس طرح ہے جس طرح کہ اس نے خود فرمایا اور جس اعتبار سے کہ اس نے قصد کیا ہے یعنی عرش کو چھونے اور اس پر جمنے اور جگہ پکڑنے اور اس میں حلول کرنے اور دوسری جگہ ٹٹنے سے پاک ہے عرش اس کو نہیں اٹھاتا بلکہ عرش اور حالمیں عرش سب کو اس کی قدرت اٹھائے ہوئے ہے اور سب اس کے قبضہ قدرت میں دیئے ہوئے ہیں اور وہ عرش اور آسمان اور حدود زمین تک کی سب چیزوں کے اوپر ہے اور اس کی فوقیت اس طرح ہے کہ اس سے اس کو نہ عرش سے قرب ہو نہ زمین سے دوری بلکہ عرش اور آسمان کے نزدیک ہونے اور زمین اور خاک سے دور ہونے سے اس کے مراتب بلند ہیں اور بلوغ اس کے وہ ہر موجود چیز کے قریب ہے اور بندے کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہے اور تمام چیزوں کے پاس موجود ہے کیونکہ اس کی نزدیکی اجسام کے نزدیک ہونے کے مشابہ نہیں جس طرح کہ اس کی ذات اجسام کی ذات سے مشابہ نہیں وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ اس میں کوئی چیز حلول ہے وہ اس سے برتر ہے کہ اس کا محیط کوئی مکان ہو جیسے اس سے پاک ہے کہ کوئی وقت اسے گھیر سکے۔ بلکہ وہ مکان اور زمان کے بننے سے موجود تھا اور وہ اب بھی ویسا ہے جیسا پہلے تھا اور یہ کہ وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات میں جدا ہے نہ اس کی ذات

میں اس کے سوا اور دوسرا۔ اور نہ کسی دوسرے میں اس کی ذات اور یہ کہ وہ بدلنے اور انتقال سے مقدس ہے نہ حوادث اس میں حلول کریں نہ عوارض کا اس پر نزول بلکہ وہ اپنی بزرگی صفت میں فنا اور زوال سے ہمیشہ منزہ ہے اور اپنی صفات کمال میں کسی زیادتی سے حاجت نہیں جس سے اس کا کمال پورا ہو اور یہ کہ عقول کے سبب سے اس کا وجود بذات خود معلوم ہے اور اس کا انعام اور احسان اچھے لوگ پر جنت میں یہ ہے کہ اپنی دولت دیدار اور لذت رویت کو پورا کرنے کے لئے اپنی ذات کو آنکھوں سے دکھا دے گا۔

عقیدہ نمبر 3: قدرت و حیات یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی حسی اور قادر ہے اور جبار اور قاهر۔ نہ اس کو عاجزی عارض ہو نہ قصور اور نہ غفلت ہو نہ فساد نہ اس پر فنا آئے نہ موت۔ وہی ہے ملک اور ملکوت والا اور عزت اور جبروت کا مالک سلطنت اور قہر اور خلق اور امر سب اسی کا ہے آسمان اس کی قدرت کے دانے ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور مخلوقات سب اس کی مٹھی میں ہے۔ تخلیق و اختراع میں وہی نرالا ہے اور ایجاد اور ابداع میں وہی یکتا ہے۔ مخلوق اور ان کے اعمال اور ان کے رزق اور موت کا اندازہ مقرر فرمایا۔ کوئی قدرت کی چیز اس کے قبضہ سے جدا نہیں اور نہ اس کی قدرت سے امور کے تغیرات علیحدہ نہ اس کی قدرت کی چیزوں کا احصا ہو سکتا ہے نہ اس کے معلومات کی انتہا ہو سکتی ہے۔

عقیدہ نمبر 5: علم یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کو جانتا ہے، زمین کی تہوں سے یکسر آسمان کے اوپر تک جو کچھ ہوتا ہے سب پر محیط ہے اس کے علم سے ایک ذرہ بھی آسمان اور زمین کا چھپا نہیں بلکہ کُل رات میں سخت پتھر پر چیونٹی کے رینگنے کو اور ہوا کے بیچ میں ذرہ کے چلنے کو جانتا ہے۔ اور کُل ہفت کو جانتا ہے اور دلوں کے دوسوں اور خطرات کے حرکات اور باطن کے پوشیدہ راز پر مطلع ہے اس کا علم قدیم ازلی ہے جس سے وہ ازل میں موصوف رہا ہے۔ ایسا علم نہیں کہ اس کی ذات میں حلول اور انتقال سے نیا پیدا ہوا ہو۔

عقیدہ نمبر 6: ارادہ یعنی اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے ارادہ سے بنایا اور نو پیدا چیزوں کا انتظام وہی کرتا ہے کہ ملک اور ملکوت میں جو کچھ تھوڑا یا بہت، چھوٹا یا بڑا خیر یا شر، نفع یا ضرر، ایمان یا کفر، معرفت یا جہالت، کامیابی یا محرومی، زیادتی یا کمی، طاعت یا معصیت سب اس کے حکم اور تقدیر اور حکمت سے ہوتی ہے کہ جس چیز کو چاہا وہ ہوئی اور جس کو نہ چاہا وہ نہ ہوئی پلک کا جھپکنا یا خطرہ کا ٹانگنا آنا اس کے ارادہ سے باہر نہیں بلکہ وہی مبدی اور معبد ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں نہ کوئی اس کی قضا پیچھے ہٹانے والا۔ اور نہ بجز اس کی توفیق و رحمت کے بندہ کو اس کی نافرمانی سے اور نہ اس کے منشا ارادہ کے سوا کسی کو اطاعت کی طاقت۔ اگر تمام انسان اور جن اور فرشتے اور شیطان متفق ہو کر عالم میں کسی ذرہ کو بغیر اس کے ارادے اور منشاء کے حرکت یا سکون دینا چاہیں تو یہ ان سے کبھی نہ ہو سکے گا۔ اس کا ارادہ تمام صفتوں کے ساتھ اس کی ذات سے قائم ہے اور ہمیشہ سے ان اوصاف کے ساتھ متصف اشیاء کے ہونے کو جن وقتوں میں مقرر فرمایا ارادہ ازل میں کیا تو جیسا ارادہ کیا اسی

طرح اپنے اپنے وقت میں بغیر تقدم اور تاخر کے موجود ہوئیں بلکہ اس کے علم کے موافق اور ارادے کے مطابق بغیر کسی تبدل اور تغیر کے واقع ہوئیں اور امور کا انتظام اس طرح فرمایا کہ اس میں نہ فکروں کی ترتیب کی نوبت ہوئی نہ کچھ دیر کا انتظار اسی وجہ سے کوئی شان اور حلی اس کو دوسری شان سے غافل نہیں کرتا۔

عقیدہ نمبر 8: سننا اور دیکھنا یعنی یہ اعتقلا کرنا کہ اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے دیکھتا ہے اور سنتا ہے کوئی سننے کی چیز کیسی ہی ہو اور دیکھنے کی چیز کیسی ہی باریک ہو اس کے سننے اور دیکھنے سے بچ نہیں رہتی نہ دوری اس کے سننے کو مانع ہے نہ تاریکی اسکے دیکھنے کی مزاحم۔ دیکھتا ہے مگر حد قد چشم اور پلک سے منزہ ہے اور سنتا ہے مگر کانوں اور ان کے سوا خون سے مبرا ہے جیسا علم میں دل سے اور پکڑنے میں عضو سے اور پیدا کرنے میں آلہ سے پاک ہے جیسے اس کی ذات پاک مخلوق کی ذات کی طرح نہیں۔ اسی طرح اس کی صفات بھی مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں۔

عقیدہ نمبر 9: کلام یعنی یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے اور اپنے کلام ازل قدیم سے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہیں اور وعدہ وعید فرمایا ہے اس کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدے سے آواز پیدا ہوتی ہے یا جاننا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرنے والا ہے اور اپنے کلام ازل قدیم سے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے امر اور نہی اور وعدہ وعید فرمایا ہے اس کا کلام مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں کہ ہوا کے اندر سے یا اجرام کے صدے سے آواز پیدا ہوتی ہے یا زبان کی حرکت اور ہونٹوں سے حرف پیدا ہوں بلکہ وہ ان سب سے جدا گانہ ہے اور قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اس کی کتابیں ہیں اس کے انبیائے علیہم السلام پر اتریں اور قرآن مجید کی تلاوت زبانوں سے ہوتی ہے اور لکھا جاتا ہے اور دلوں میں حفظ کیا جاتا ہے اور بلوجود اس کے وہ قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتا کہ علیحدہ ہو کر اوراق میں منتقل ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر آواز اور حروف کے سنا جس طرح کہ ابرار آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو بغیر جوہر اور عرض کے دیکھیں گے اور جب کہ اللہ تعالیٰ میں یہ صفات ہیں تو وہ حی اور علیم اور قادر اور مرید اور سمیع اور متکلم صرف اپنی ذات سے نہیں بلکہ حیات اور قدرت اور سمیع اور بصر اور کلام سے ہے۔ افعال یعنی اعتقلا کرنا کہ جو چیز سوا اللہ تعالیٰ کے موجود ہے وہ اسی کے فعل سے حادث اور اسی کے عدل سے فیض یاب ہے اور سب سے اچھی طرح اور اکمل اور اتم اور اعدل طور پر اس کا ظہور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں حکیم اور اپنے احکام میں عادل ہے اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے بایں طور کہ غیر کے ملک میں تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ سے ظلم متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کو غیر کی ملک ملتی ہی نہیں کہ اس میں اس کا تصرف ظلم کہا جائے غرضیکہ جو کچھ اس کے سوا ہے انسان اور جن اور فرشتہ اور آسمان و زمین اور حیوان اور سبزہ اور جملہ اور جوہر اور عرض اور مدرک اور محسوس وہ سب حادث ہیں اس نے اپنی قدرت سے اس کو عدم سے اختراع کیا اور پردہ نیستی سے نکال کر ہست فرمایا کیونکہ ازل

میں وہ اکیلا موجود تھا۔ دوسرا کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ بعد اس کے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور اولوہ سابق کے مستحق کرنے کے لئے مخلوق کو پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ اسے خلق کی طرف کچھ حاجت اور ضرورت ہو پیدا کرنے اور اختراع کرنے اور تکلیف میں صرف فضل کرتا ہے نہ یہ کہ اس پر یہ امور واجب ہوں اور انعام اور اصلاح میں صرف جوہ فرماتا ہے نہ بالظہور کہ اس کے ذمہ لازم ہو فضل اور احسان اور نعمت اور منت سب اسی کے لائق ہے اس لئے کہ وہ اس پر قادر تھا کہ اپنے بندوں پر طرح طرح کے عذاب ڈال دیتا اور ان کو اقسام مصائب اور آلام میں مبتلا کر دیتا اور یہ امور اس سے عدل کے طور پر ہی ہوتے نہ برے ہوتے نہ ظلم اللہ تعالیٰ ایماندار بندوں کو طاعات پر اپنے کرم اور وعدہ کے مطابق ثواب عنایت فرماتا ہے۔ بندہ کے استحقاق کی وجہ سے اور اپنے اوپر لازم ہونے کے سبب سے نہیں دیتا اس لئے کہ اس پر کسی کے لئے کوئی فعل واجب نہیں اور نہ اس سے ظلم متصور ہو سکے اور نہ کسی کا اس پر کوئی حق واجب اور اس کا حق طاعتوں میں خلق پر واجب ہے اسی نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے واجب کیا ہے صرف عقل کی رو سے واجب نہیں فرمایا بلکہ رسولوں کو بھیجا اور ان کا بیچ معجزات سے ثابت فرمایا تو انہوں نے اس کے حکم اور نئی اور وعدہ وعید کو مخلوق تک پہنچایا اس لئے مخلوق پر رسولوں کو سچا جانتا اور جو احکام لائے ہیں ان کا ماننا واجب ہے۔

رسالت کا بیان : کلمہ کے دوسرے جملہ کا معنی یعنی رسولوں کی گواہی دینا اس میں یہ اعتقاد کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی امی قریشی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عرب و عجم اور جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان کی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کیا۔ بجز ان کے جن کو ان میں سے برقرار رکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور آپ کو تمام انسانوں کا سردار بنایا اور لا الہ الا اللہ کی توحید پر گواہی دینے کو ایمان نہیں مانا جب تک کہ اس میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت یعنی محمد رسول اللہ نہ ملایا جائے اور جس بات کی خبر آپ نے دنیا و آخرت کے امور میں دی ہے مخلوق پر لازم فرما دیا کہ آپ کو اس میں سچا جانیں اور کسی بندے کا ایمان قبول نہیں فرمایا جب تک کہ وہ مرنے کے بعد کے حالات پر جن کی خبر آپ نے دی ہے ایمان نہ لائے۔

منکر و نکیر کا سوال : یہ دونوں ہولناک مہیب صورت ہیں کہ بندے کو قبر میں روح اور جسم کے ساتھ سیدھا بٹھا کر اس سے توحید اور رسالت کا سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے اور وہ دونوں قبر کے امتحان لینے والے ہیں اور دفن کرنے کے بعد پہلا آزمائشی سوال ہوتا ہے۔

قبر کے عذاب پر ایمان لانا : قبر کا عذاب حق ہے اور حکمت و عدل کے ساتھ روح اور جسم دونوں پر جس طرح اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی ہوگا۔

میزان پر ایمان لانا : اس کے دو پہلو اور ایک وہ پہلو ہے جس میں پکار کر اٹھانے کا ہوگا۔ اور اس کے پہلے اتنے بڑے ہوں

گے جتنے آسمان و زمین کے طبقات ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اعمال تو لے جائیں گے اس دن باٹ (تولنے کا مقررہ وزن) ذرہ اور راء برابر ہوں گے تاکہ عدل خوب اور کال ہو اور نیکیوں کے صحیفے اچھی صورت میں نور کے پلے میں ڈالے جائیں گے اور جس قدر فن نیکیوں کے درجے کے نزدیک ہوں گے اسی قدر ان سے ترازو (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے) بھاری ہوگی اور برائیوں کے صحیفے بری صورت میں اندھیرے پلے میں ڈالے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کے باعث ترازو ہلکی ہو جائے گی۔

پل صراط پر ایمان لانا: دوزخ کی پشت پر ایک پل نکوار سے تیز تر اور بل سے زیادہ باریک بنا ہوا ہے جس پر سب کا گزر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافروں کے پاؤں اس پر پھسل جائیں گے اور دوزخ میں گر جائیں گے اور ایمان والوں کے پاؤں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس پر جمیں گے اور وہ دارالقرار کو پہنچا دیئے جائیں گے۔

حوض پر ایمان لانا: یہ حوض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے مومن اس کا پانی جنت میں داخل ہونے سے پہلے اور پل صراط سے گزرنے کے بعد پئیں گے اس میں سے ایک گھونٹ پیئے گا وہ بعد کو کبھی پیاسا نہ ہوگا اس کا عرض ایک مہینہ کی راہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اسکے گرد نور کے پیالے آسمان کے تاروں کے مطابق ہیں اور اس میں دو پرنا لے جنت کے چشمہ کوثر سے گرتے ہیں۔

حساب پر ایمان لانا: لوگ حساب کے بارے میں مختلف ہوں گے۔ بعض سے تو حساب میں باریکی کی جائے گی بعض سے چشم پوشی بعض ایسے ہوں گے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انبیائے علیہ السلام میں جس سے چاہے گا سوال کرے گا کہ تم نے پیام رسالت پہنچا دیا اور کافروں میں سے جس سے چاہے گا رسولوں کو جھٹلانے کی باز پرس کرے گا۔ اور اہل بدعت سے سنت اور مسلمانوں سے اعمال کا سوال کرے گا۔ ایمان لانا اہل توحید سزا کے بعد دوزخ سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہنم میں کوئی مومن نہ رہے گا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مومن ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔

شفاعت پر ایمان لانا: ہمارے نبی علیہ السلام کی شفاعت کبریٰ کے بعد سب سے پہلے شفاعت انبیاء کریں گے پھر علماء پھر شہداء پھر تمام مسلمان اور ہر ایک کی جتنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ہوگی اسی قدر اس کی شفاعت منظور ہوگی اور جو ایماندار ایسے بچ جائیں گے کہ ان کی سفارش کسی نے نہ کی ہوگی ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نکالے گا اس کے بعد دوزخ میں کوئی ایماندار ہمیشہ نہ رہے گا بلکہ جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو گا وہ بھی دوزخ میں

نہ رہے گا۔
اعتقاد کرنا صحابہ افضل ہیں: ان کی ترتیب انصافیت اس طرح ہے کہ بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام

لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اچھا گمان رکھے اور ان کی یوں تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور یہ سب امور ایسے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور آثار ان پر شاہد ہیں۔

فائدہ : جو شخص ان پر یقین سے معتقد ہو گا وہ اہل حق اور اہل سنت جماعت میں ہو گا اور گمراہی اور بدعت والوں کی جماعت سے علیحدہ رہے گا۔ ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ مکمل یقین عنایت فرمائے اور دین پر اپنی رحمت سے ثابت رکھے کہ وہ ارحم الراحمین ہے (وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وعلی کل عبد مصطفیٰ)

دعوت و ارشاد میں تدریجی مراحل اور اعتقادات میں درجہ بندی کی وجہ : جو کچھ ہم نے اوپر لکھا ہے وہ بچوں اور بچیوں کو ابتداء میں سکھانا چاہئے تاکہ اس کو یاد کر لیں۔ پھر بڑا ہونے پر ان کو اسکے معانی تھوڑے کھلتے جائیں گے چھوڑ بچوں اور بچیوں کو ابتداء میں یاد کرا لینا چاہئے۔ پھر سمجھنا پھر اعتقاد اور یقین اور اس کا تصدیق کرنا۔ لڑکوں کے ذہن میں بغیر دلیل کے آجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہر انسان کے دل پر ہے کہ ابتداء میں اس کو ایمان کی طرف بلا محنت اور برہان کے کھول دیتا ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ تمام عوام کے عقائد کا آغاز صرف تلقین اور تعلیم محض ہے یاں وہ اعتقاد جو صرف تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہ ابتداء میں کسی قدر ضعف سے خالی نہیں ہوتا یعنی اگر اس کے دل میں اعتقاد مذکورہ کا خلاف ڈال دیا جائے تو اعتقاد سابق دور ہو سکتا ہے اس لئے اس اعتقاد کو لڑکوں کے دل میں خوب تقویت کر دینی چاہئے تاکہ پختہ ہو جائے اور اعتقاد کی تقویت کا طریقہ یہ نہیں کہ فن مناظرہ اور کلام جان لے بلکہ طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی تفسیر اور حدیث پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے میں مشغول ہو اور روزمرہ کی عبادت بجا آوری میں لگ جائے تو اس تدبیر سے جو کچھ قرآن مجید کی دلائل اور حجتیں اس کے کان میں پہنچیں گی اور احادیث کے ان کے شاہد دیکھے گا اور عبادت کے الوار سے منور ہو گا اور نیک بختوں کے مشاہدے اور ان کی ہم نشینی سے متاثر ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی عاجزی اور ان کے خوف خداوندی کے دیکھے گا تو یہ تمام امور اس کے باعث ہوں گے کہ اس کا اعتقاد روز بروز مضبوط ہوتا جائے۔ بس ابتدا میں بچوں کو ان عقائد کا سکھانا دینا بمنزلہ سینے میں بیج ڈالنے کے ہے اور یہ لوازم اس کے لئے مثل پانی دینے کے ہیں تاکہ درخت بڑھ کر مضبوطی پکڑ جائے اور ایک شجرہ طیبہ ہو جس کی جڑ جی رہے اور شلخ آسمان میں پہنچے اور چاہئے بچوں کے کان مناظرہ اور کلام سے بچائے جائیں اس لئے کہ جھگڑا اور مناظرہ سے بات دل میں بیٹھتی نہیں بلکہ مٹ جاتی ہے اس سے بناؤ کم ہے اور بگاڑ زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ : بچوں کے عقائد کو مناظرہ سے تقویت کرنے کی مثل ایسی ہے کہ کوئی ہتھوڑا لے کر درخت کی جڑ میں مار کر

کہے کہ اس سے میری غرض یہ ہے کہ اس جڑ سے مضبوط ہو اور درخت موٹا ہو جائے حالانکہ ہتھوڑا اجزاء کو متفرق کر کے درخت کو مٹا کر رکھ دے گا اکثر پونہ ہوتا ہے تجربہ شہد ہے مزید کچھ بیان کی ضرورت نہیں۔ (مصرع) شنیدہ کے بودماند دیدہ۔ سنی بات دیکھی جیسی کیسے ہو سکتی ہے۔

فائدہ : عوام سے جو نیک بخت اور پرہیزگار ہیں ان کے عقائد کو اہل کلام اور مناظرہ کے ماہروں کے عقائد سے مقابلہ کر کے دیکھ کر معلوم ہو گا کہ عوام کے عقیدے تو بلند پہاڑ کی طرح جے ہوئے ہیں کہ کسی آفت اور بجلی سے نہیں مل سکتے اور اہل کلام جو اپنے عقیدوں کی حفاظت فن مناظرہ سے کرتے رہتے ہیں ان کے عقیدے ایسے ہوں گے جیسے روڑا ہوا میں لٹکا دیا جائے کہ ہوا سے کبھی تو وہ اوھر جھک جاتا ہے کبھی اوھر جھک جاتا ہے کیونکہ جو کوئی ان سے اعتقاد کی دلیل سنتا ہے اس کو تقلید طریقے سے مانتا ہے جیسے خود اعتقاد کو تقلید کے طور پر حاصل کرتا ہے یعنی دلیل اور مدلول کے سیکھنے میں کچھ فرق نہیں دونوں میں تقلید ہوتی ہے تو دلیل کا سیکھنا اور بات ہے اور نظر کا مستقل ہونا اور چیز ہے جو اس سے بہت دور ہے پھر لڑکے کا نشوونما اگر اس عقیدہ پر ہو تو اگر پھر وہ دنیا کمانے میں مشغول ہو جائے گا) تب اسے سوائے اس عقیدہ کے اور واضح نہ ہو گا۔ مگر اہل حق کا سا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے آخرت میں سلامت رہے گا اس لئے کہ شرع نے عرب کے مومنوں کو اتنا ہی حکم دیا ہے کہ ظاہر عقیدہ کے مطابق تصدیق مضبوط کر لیں اور بحث و تفتیش اور دلائل کو بہ تکلف بنانے کا حکم ہرگز نہیں کیا۔ اور اگر شخص مذکور طریقہ آخرت کے چلنے والوں میں سے ہونا چاہئے اور اس کی توفیق رفیق ہوگی یہاں تک کہ عمل میں مشغول ہو کر تقویٰ کے درپے ہو گا اور نفس کو خواہش سے باز رکھ کر ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو گا تو اس کے لئے ہدایت کے دروازے کھل جائیں گے اور نور الہی سے جو مجاہدہ کے سبب اس کے دل میں پڑے گا ان عقائد کی تحقیق واضح ہو جائے گی کیونکہ مجاہدہ سے دل میں نور ڈالنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ ”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ“ (وہ لوگ جو ہم میں ہیں البتہ تحقیق ہم انہیں ہدایت دیں گے اپنے راستوں کی اور بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے) اور یہ نور ایک جوہر نفیس ہے کہ صدیقیوں اور مقربوں کے ایمان کی غایت وہی ہے۔ وہ راز جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں ڈالا گیا اسی سے آپ تمام خلق خدا سے افضل ہوئے۔ وہ بھی اسی نور کی طرف اشارہ ہے اور اس راز کے کھلنے بلکہ تمام اسرار کے معلوم ہونے کے بہت سے درجات ہیں۔ جتنا کوئی مجاہدہ کرے گا اور باطن کو جس قدر صاف کرے گا اور غیر اللہ سے اسے پاک رکھے گا نور یقین سے زیادہ روشنی حاصل کرے گا اور اسی قدر اسرار بھی کھلیں گے۔

فائدہ : اسے یوں سمجھنا چاہئے جیسے طب اور فقہ اور دوسرے علوم کے اسرار میں لوگ اپنی محنت کے مطابق اور بقدر اپنی ذکا اور دانائی کے مختلف ہوا کرتے ہیں تو جس طرح علم کے یہ درجات بے انتہا ہیں اسی طرح درجات اسرار بھی بے پلا ہیں۔

سوال : منظرہ اور کلام سیکھنا نجوم کی طرح برا ہے یا مباح (مستحب) ہے۔

جواب : اس مسئلہ میں دونوں طرف سے بہت مبالغہ اور اسراف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ اس کا سیکھنا بدعت اور حرام ہے۔ انسان شرک کے سوا کوئی گناہ کر کے مرے اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے علم کلام کے ساتھ جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا سیکھنا واجب اور فرض کفایہ یا فرض عین ہے اور یہ تمام علوم و اعمال سے بہتر اور ثواب کے امور میں عمدہ ہے اس لئے کہ اس کا سیکھنا علم توحید کی تحقیق کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف مخالفین سے مقابلہ کرنا ہے۔

فائدہ : امام شافعی اور امام مالک اور احمد اور سفیان ثوری اور تمام محدثین اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ لیکن وہ علم کلام جس میں محض فلسفہ ہے ورنہ جس میں عقائد کی تحقیق نہ ہے وہ تو عمل علم ہے۔

مندست علم کلام : (حکایت) ابو عبد اللہ اعلیٰ کہتے ہیں کہ جس دن امام شافعی نے حفص قرطبی سے مناظرہ کیا تھا وہ معتزلہ میں سے علم کلام کا ماہر تھا۔ میں نے سنا کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اگر انسان شرک کے سوا تمام گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے اس سے بہتر ہے کہ کچھ بھی علم کلام کے ساتھ اس کے سامنے لے جائے۔ میں نے حفص کی بھی ایک روایت سنی جس کو میں نقل نہیں کر سکتا اور یہ بھی امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں اہل کلام کی ایک ایسی بات پر مطلع ہوا ہوں کہ مجھے کبھی اس کا گمان نہ تھا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے تمام منہیات میں سوائے شرک کے مبتلا ہو اس کے حق میں اس سے بہتر ہے کہ علم کلام میں نظر کرے۔ کراہیسی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ علم کلام پوچھا تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اس کا حال حفص قرطبی اور اس کے ساتھیوں سے پوچھنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے اور جب امام شافعی بیمار ہوئے تو حفص قرطبی ان کے پاس گیا آپ نے پوچھا کہ کون ہے۔ اس نے کہا میں ہوں حفص قرطبی آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حفاظت اور تمہاری نہ کرے یہاں تک کہ کس امر میں تو مبتلا ہے اس سے توبہ نہ کر لے۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں کتنی بری بدعت ہیں تو اس سے ایسے بھاگے جیسے شیر سے بھاگتے ہیں اور فرمایا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سناؤ کہ اسم عین مسی ہے یا مسی غیر کا تو جان لو کہ وہ اہل کلام سے ہے اور اس کا کوئی دین نہیں۔ زعفرانی کہتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اہل کلام کے باب میں میری تجویز یہ ہے کہ انہیں کوڑے لگوا کر تمام قبیلوں میں پھرایا جاوے اور منادی کرائی جائے کہ یہ سزا ہے اس کی جو کتاب اللہ اور حدیث کو چھوڑ کر علم کلام میں مشغول ہو امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اہل کلام کو فلاح کبھی نہ ہوگی اور جو شخص کلام کو دیکھے اس کو ایسا کم پاؤ گے کہ اس کے دل میں نقصان نہ ہو اور کلام کی برائی میں آپ نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ حادث محاسی سے باوجود ان کے زہد اور پرہیزگاری کے ملنا چھوڑ دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے ایک کتاب بدعتیوں (اہل کلام) کے رد میں لکھی تھی اور فرمایا کہ کم بخت پہلے تو تو ان کی بدعت نقل کرتا ہے اب اس کا جواب لکھتا ہے تو گویا لوگوں کو اپنی تصنیف سے رغبت دلاتا ہے کہ بدعت کو دیکھیں

اور ان شبہات کا مطالعہ کریں پھر یہی امر ان کی رائے اور بحث کا موجب ہو جائے۔ یہ بھی امام کا قول ہے کہ علمائے کلام بدین ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بھلا اگر کلام والے کے مقتل ایسا شخص آئے جو اس سے زیادہ لڑاکا ہو تو ہر روز ایک نیا دین ایجاد کر لے گا۔ اس سے یہ عرض ہے کہ لڑنے والوں کا کلام ایک دوسرے کی ضد ہوا کرتا ہے تو جو غالب ہو گا دوسرے کو اسی کی رائے اختیار کرنی پڑے گی اور یہ بھی فرمایا کہ اہل بدعت اور اہل ہو (خواہش نفسانی) کی گواہی درست نہیں اور آپ کے شاگرد کہتے ہیں کہ اہل ہو اسے آپ کی غرض اہل کلام ہیں خواہ کسی مذہب پر ہوں۔ امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو علم کی طلب کلام سے کرتا ہے وہ بدین ہو جاتا ہے۔ امام حسن کا ارشاد ہے کہ اہل ہو اسے نہ مناظرہ کرو اور نہ ان کے پاس بیٹھو اور نہ ان کا قول سنو اور تمام محدثین کا کلام کی برائی پر اتفاق ہے اور جتنی تاکید شدید انہوں نے علم کلام کی مذمت میں فرمائی ہیں وہ خارج از حد و شمار ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ صحابہ نے بلوجود حقائق کے زیادہ واقف ہونے اور دوسروں کی بہ نسبت الفاظ کی ترتیب میں فصیح تر ہونے کے کلام سے سکوت فرمایا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ جو خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے وہ اس سے واقف تھے اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا "ہلک المتبنلون" یعنی ہلاک ہوئے وہ لوگ کہ جو بحث کلام میں زیادہ غور کرتے ہیں اور محدثین یہ حجت بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر علم کلام دین سے ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حکم ضرور فرماتے بلکہ اس کا طریقہ سکھائے دیتے اور یا کم از کم اس کی تعریف فرماتے کیونکہ صحابہ کو استنجا تک تو تعلیم فرمائی اور فرائض کے یاد کرنے کا ارشاد فرمایا اور تقدیر کی گفتگو سے منع فرمایا ارشاد کیا کہ تقدیر کے بارے میں خاموش رہو۔ اور اسی پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی پر مضبوط ہے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ ہم سب کے اساتذہ ہیں۔

فضائل علم کلام: دوسرا فرقہ جو علم کلام کو اچھا جانتے ہیں وہ یوں دلیل کرتے ہیں کہ اگر علم کلام میں یہ خرابی ہے کہ اس میں جو ہر اور عرض اور دوسری اصطلاحات تادیرہ جو صحابہ کے عہد میں نہ تھیں، موجود ہیں تب تو کچھ بات بنتی ہے اس لئے کہ ہر ایک علم میں افہام و تفہیم کے لئے اصطلاحات ہیں، مثلاً حدیث تفسیر فقہ میں بہت سی اصطلاحات ہیں کہ اگر ان کو صحابہ پر پیش کرتے تو وہ ان کو نہ سمجھتے جیسے قیاس کی اصطلاحات سے نقض تقدیر فساد وضع کی گئی ہیں۔ غرضیکہ الفاظ کی اصطلاح مقصود صحیح پر دلالت کرنے کے لئے ہے جیسے ایک نئی صورت کا برتن بنا کر مباح چیز میں استعمال کریں اس میں کوئی خرابی نہیں اگر علم کلام میں خرابی لفظ کے اعتبار سے نہیں اور معنوں کے اعتبار سے ہے تو ہماری عرض اس سے صرف یہ ہے کہ عالم کے علوث ہونے کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کی دلیل پہچانیں جس طرح کہ وہ شرع میں ثابت ہوں پس اللہ تعالیٰ دلیل کے ساتھ پہچانتا حرام کہاں سے ہوا۔ اگر علم کلام میں یہ خرابی ہے کہ اس کا انجام شورشغب اور تعصب اور عدلوت اور کینہ ہے تو یہ بے شک حرام ہے اس سے پہچاننا جب ہے جیسے کہ علم حدیث تفسیر فقہ کے جاننے سے بعض لوگوں کو کبر اور عجب اور نمود اور طلب ملازمت ہوتی ہے کہ ان کی بھی حرمت میں کچھ شک نہیں اور ان سے احتراز کرنا واجب ہے مگر علم سے منع کرنا نہ چاہئے۔

اس خیال سے کہ انجام کو یہ خرابی ہوگی اور دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا طلب کرنا اور اس کے حل سے بحث کرنا ممنوع کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "لیہلک من ہلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ" (پ 10) اور فرمایا "قل هل عندکم من علم فتحر جوہ لنا۔" اور فرمایا "ان عندکم من سلطان الم ترالی الذی حاج ابرہیم فی ربہ ان اتاہ الملک" اور فرمایا "قل فللہ الحجت البالغۃ" اس کی کچھ حجت اور یہاں بھی ہے اور فرمایا "ولو جئک بسنی مبین" اور فرمایا "قل فللہ الحجتہ اللہ البالغۃ" یہاں تک کہ فرمایا "فبہت الذی کفر"

فائدہ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حجت اور جدل مناظرہ کرنا اور دشمن کو ساکت کر دینا تعریف کے طور پر ارشاد فرمایا اور فرمایا "وذلك حجتنا آتینا ہا ابرہیم علی قوم" اور فرمایا "قالو اینوح قد جادلنا فاکثرت جدالنا" فرعون کے قصہ میں فرمایا "ومارب العلمین" غرضیکہ قرآن مجید اول سے آخر تک کفار کے ساتھ جھگڑتیں ہیں چنانچہ عمدہ دلیل متکلموں کی توحید میں یہ آیت ہے "لوکان فیہما التہتہ الا اللہ لفسدنا" اور نبوت کے بارے میں یہ آیت ہے۔ "ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو الیسورۃ من مثله" اور محشر میں انھنے کے بارے میں یہ آیت ہے "قل یحبہا الذی انشاہا اول مرۃ" ان کے سوا اور آیت اور دلائل ہیں اور ہمیشہ تمام رسل کرام صلوات اللہ علیہم منکروں سے لڑتے اور جھگڑے اور جدل و حجت کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وجادلہم بالنی ہی احسن" اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی منکروں سے حجت اور جدال کیا کرتے تھے مگر بوقت ضرورت ان کے وقت میں ضرورت کم تھی اور سب سے اول بدعتیوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدہ کا طریقہ نکالا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوارج سے مناظرہ کے لئے بھیجا۔

رونداد مناظرہ ابن عباس بہ خوارج : آپ نے خوارج سے فرمایا کہ تم اپنے امام کی سزا کے طلب گار کیوں ہو انہوں نے کہا کہ اس نے قتل کیا اور قیدی اور غنیمت ہمیں نہیں دی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ امر کفار کی لڑائی میں ہوتا ہے۔ اچھا بتاؤ کہ اگر حضرت عائشہ جمل کی لڑائی میں قید ہو جاتیں اور وہ تم سے کسی کے حصے میں پڑتیں تو کیا تم ان سے وہی معاملہ برتتے جو اپنی لونڈیوں سے کرتے ہو۔ حالانکہ وہ نص قرآنی رو سے تمہاری ماں ہیں خوارج نے جواب دیا نہیں۔

فائدہ : اس مناظرہ سے دو ہزار آدمی آپ کی اطاعت میں آگئے۔

مناظرہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ : آپ نے ایک تقدیر کے منکر سے مناظرہ کیا اور وہ اپنے مذہب سے تائب ہوا۔

مناظرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم : آپ نے ایک قدریہ سے مناظرہ کیا۔

مناظرہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ : آپ نے یزید بن عمرہ سے ایمان کے بارے میں مناظرہ کیا

اس کو فرمایا کہ اگر تم کہو کہ میں ایماندار ہوں تو یہ ضروری ہے کہ کو میں جنت میں جاؤں گا یزید بن عمر نے کہا کہ اے صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کی خطا ہے۔ ایمان تو اسی کا نام ہے کہ اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے اور وزن اٹھانے پر ایمان لائیں۔ اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ بجا لائیں۔ بعض ایسے گناہ ہیں کہ اگر یقین ہے کہ وہ بخش دیئے جائیں گے تب کہیں گے کہ ہم اہل جنت سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واقع میں تم نے درست کہا بخدا مجھے سے خطا ہوئی۔

سوال : صحابہ کرام اس میں غور خوض کم کرتے تھے اس میں منہمک نہیں ہوتے تھے اور بات مختصر کرتے تھے جو زیادہ ہوتی تھی اور وہ ضرورت کے وقت تصنیف و تدریس نہیں کرتے تھے اور کوئی فن نہیں مقرر کیا تھا۔

جواب : صحابہ کرام کا اس میں مصروف نہ ہونا تو اس وجہ سے تھا کہ ضرورت کم تھی کیونکہ اس زمانہ میں بدعت کم ظاہر ہوتی تھی اور تقریر کے مختصر ہونے کی یہ وجہ تھی کہ تقریر بالقتل کے ساکت کرنے اور اس کے قائل ہونے اور شبہ کے دور ہونے اور امر حق کے واضح ہونے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ پس اگر اس کا اعتراض یا اس کا اصرار زیادہ ہو گا تو ضرور ہے کہ الزام بھی لمبا چوڑا ہو گا۔ صحابہ بعد تقریر شروع فرمانے کے کسی ترازو یا پیمانہ سے اس کی مقدار کم نہیں کرتے تھے کہ اس سے زیادہ نہ ہوگی اور تدریس اور تصنیف کے وہ درپے نہ ہوئے تو اپنی علوت کی وجہ سے چنانچہ انہوں نے فقہ اور تفسیر اور حدیث میں بھی تدریس اور تصنیف نہیں فرمائی تو اگر فقہ میں تصنیف کرنا اور تدریس صورتوں کا پیمانہ جو کثیر واقع ہوں۔ درست ہے بایں لحاظ کہ اگر اس طرح کی صورت ہو جائے تو مسئلہ کام آجائے یا صرف جودت طبع اور تیزی ذہن طالبوں کو منظور ہو تو ہم بھی مناظرہ کے طریقوں کو چلائیں اور ترتیب دیں کہ شاید شبہ پڑنے اور بدعتی کے جوش و خروش کرنے کے وقت کار آمد ہوں۔ یا ذہین طالب علموں کا تیر ہو جائے کہ بوقت ضرورت فوراً بے تامل جواب دے سکیں رک نہ رہیں جیسے لڑائی کے لئے ہتھیار بنایا کرتے ہیں کہ موقع سے پہلے بیکار ہوتے ہیں۔ مگر وقت پر کام آتے ہیں یہ دونوں طرف کی تقریریں ہیں۔

فیصلہ از امام غزالی : ہمارے نزدیک مختار اور تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مطلق کلام کو برا کہنا یا ہر حال میں اس کی تعریف دونوں صحیح نہیں بلکہ اسباب میں تفصیل ہونی چاہئے اس کے لئے اول یہ معلوم کرنا چاہئے کہ حرمت دو قسم ہے۔ (۱) کوئی چیز اپنی ذات سے حرام ہو جیسے شراب اور مردار اور اپنی ذات سے حرام ہونے کی ہماری یہ غرض ہے کہ اس کے حرام ہونے کی علت خود اس کے اندر کوئی وصف ہو۔ جیسے شراب میں نشہ کرنا اور مردار میں موت ہے۔ پس اس طرح کی چیز کو جب ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم یہی کہیں گے کہ مطلقاً حرام ہے۔ اس کا خیال نہ کریں گے کہ اضطرار کے وقت مردار مباح ہے یا گلے میں ٹکڑا اٹک جائے اور اس کے اترنے کے لئے سوائے شراب کے اور کوئی چیز بننے والی نہ ہو تو شراب اس غرض کے لئے مباح ہے۔ (۲) غیر کی وجہ سے حرام ہو جیسے کوئی مسلمان بیع کر چکا اس پر خیار کے وقت میں بیع کرنا یا اذان جمعہ کے وقت بیع کرنا۔ یا مٹی کا کھانا کہ ان کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ

ان میں ضرر ہے اور جو چیز ایسی ہو اس کی دو نوع ہیں۔ (۱) اس کی تھوڑی اور بہت دونوں مضر ہو تو اس کو بھی مطلق ہی کہا جائے گا کہ حرام ہے۔ جیسے مثلاً زہر ہے کہ تھوڑی اور بہت ہر طرح قاتل ہے۔ (۲) کثرت کے وقت مضر ہوتی ہے جیسے شہد کہ اگر گرم مزاج کثرت سے کھائے تو مضر ہے یا جیسے مٹی کا کھانا کہ اس کی کثرت مضر ہے تو ایسی چیز پر اباحت کا اطلاق کیا جائے گا غرضیکہ شراب پر حرمت اور شہد پر حلت کا اطلاق باعتبار غلبہ احوال ہے اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس میں حالات ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو اس کے حکم میں بہتر اور التباس سے دور تریہ ہے کہ تفصیل دار بیان کیا جائے ہم علم کلام کو دیکھتے ہیں تو اس میں نفع بھی پاتے ہیں اور ضرر بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ علم کلام اپنے نفع کے اعتبار سے نفع کے توقع کی وجہ سے حلال ہے یا مستحب یا واجب جس طرح کا حال مقتضی ہو اور اپنے ضرر کے اعتبار سے ضرر کے محل میں حرام ہے۔ علم کلام کا ضرر یہ ہے کہ شبہات کو ابھارتا ہے اور عقائد کو یقین اور پختگی سے دور کر دیتا ہے یہ بات علم کلام کے شروع میں ہو جاتی ہے اور دلیل سے پھر پختگی پھر ان خرابیوں سے کسی کو حق پر واپس لانے میں شک ہے۔ اس میں لوگ مختلف ہوتے ہیں بعض دلیل کے بعد درست ہو جاتے ہیں۔ بعض درست نہیں ہوتے یہ ضرر تو اس کا امر حق کے اعتقاد میں ہے اور ایک ضرر اس میں اور ہے کہ بدعتیوں کا اعتقاد بدعت پر جم جاتا ہے اور دلوں میں ایسا مضبوط ٹھہر جاتا ہے کہ اس کے لوازم ظہور میں آتے ہیں اور اسی پر اصرار کے زیادہ حریص ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ضرر اسی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہے جو مناظرہ کے باعث پہچان میں آتا ہے اور اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ عام بدعتی کا اعتقاد نرمی سے بہت جلد زائل ہو سکتا ہے جس صورت میں کہ اس کا نشوونما ایسے شہر میں ہو جس میں جدل و تعصب ہو تب تو اگر اگلے پچھلے سب اس پر متفق ہو کر آئیں تب بھی اس کے سینہ سے بدعت نہ نکل سکیں گے بلکہ خواہش نفس اور تعصب اور بعض جھگڑوں اور فرقہ مخالف کی خصوصیت اس کے دل پر غالب ہوتی ہے اسی لئے حق بات کے اور اک سے اسے روکتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے کہا جائے کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے سے پردہ دور کر دے تو تم آنکھوں سے دیکھ لو کہ امر حق مخالف کی طرف ہے تو وہ اس امر کو اس نظر سے برا جانے لگا کہ اس سے طرف ثانی کو خوشی ہوگی اور یہ بڑا گزرا مرض ہے جو عام شہروں میں پھیل گیا ہے اور یہ ایک قسم کا فساد ہے جس کو جدل کرنے والوں نے تعصب کی وجہ سے برپا کیا ہے۔

علم کلام کے فوائد : اس علم کے بیشمار فوائد ہیں مثلاً حقیقت کا منکشف ہونا اور ان کی ماہیت اصلی کا پہچانا اس سے ثابت ہوا۔ کہ کلام میں یہ مطلب شرکی نہیں۔ غالباً کشف حقیقت اور معرف ماہیت کی نسبت خط میں ڈالنا اور گمراہی زیادہ ہوتی ہے اور اس بات کو اگر تمہارے سامنے کوئی محدث پاکہ ملا کہے گا تب تم اپنے دل میں کہو گے کہ چونکہ یہ علم سے توافقی ہیں اور انسان جس چیز کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوا کرتا ہے اسی لئے برا کہتے ہیں لیکن ہم نے اس علم کو خوب آزمایا ہے اور اس کے مسائل غایت تک پہنچے اور جو علم اس سے مناسبت رکھتے تھے ان میں بھی خوب مہارت پیدا کی۔ مگر بعد کو یہی پایا کہ اس علم کے ذریعہ سے معرفت حقائق کی راہ مسدود ہے اسی وجہ سے اس

علم سے ہمیں نفرت ہوگئی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض امور کے انکشاف اور وضاحت سے یہ علم خالی نہیں مگر یہ بات بہت کم ہے اور ایسے امور ظاہر میں ترقی ہوتی ہے کہ فن کلام میں غور نہ کرنے سے بھی غالباً وہ سمجھ میں آجائیں تو اس نفع کا تو کوئی اعتبار نہیں بلکہ علم کلام کا نفع صرف بات ہے یعنی جس عقیدہ کو ہم نے بیان کیا ہے اس علم کے ذریعہ سے اس کی حفاظت عوام پر متصور ہے اور بدعتیوں کے شک و شبہ اور جدل کرنے سے ان کا بچاؤ ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جو عام آدمی ضعیف ہوتا ہے بدعتی کا جدل اس کو گھیر لیتا ہے پس وہ بے چارہ کلام کی وجہ سے اس کا مقابلہ کر سکتا ہے تو یہ فاسد امر کا فاسد امر سے مقابلہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کے اعتراض کو ہٹا سکتا ہے اور انسان کے لئے وہی عقیدہ عبادت میں شمار کیا جاتا ہے جسے ہم لکھ چکے ہیں اس لئے کہ وہ شریعت میں وارد ہے۔ اسی لحاظ سے کہ اس میں ان کے دین اور دنیا کی خوبی ہے اور سلف صالحین نے اس پر اجماع کیا ہے اور علماء کے لئے اس کی حفاظت عوام کے حق میں بدعتوں کے دھوکوں سے داخل عبادت ہے جیسے سلاطین کے لئے ان کے اموال کو ظالموں اور عاصیوں کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا امر ثواب ہے اور جب اس علم کا فائدہ اور ضرر معلوم ہو چکا تو علماء کو چاہئے کہ جیسے طبیب حاذق دوائے پر خطر کو استعمال کرتے ہیں اور سخت خراش جگہ اور حاجت کے لئے استعمال نہیں کرتے اسی طرح علم کلام کو بھی بوقت ضرورت اور بقدر حاجت استعمال کریں اور علم کلام کے استعمال کا طریقہ عوام جو اپنے پیشوں اور کاروباروں میں مشغول ہیں انہیں واجب ہے کہ جو حقائق انہوں نے سیکھے ہیں انہیں پر چھوڑ دیئے جائیں بشرطیکہ حق پر ہوں جیسے ہم نے سیکھے ہیں اس لئے کہ ایسے لوگوں کو کلام کا سکھانا ان کے حق میں ضرر محض ہے کیونکہ اکثر انہیں شک ابھر آتا ہے اور غلط اعتقاد حرکت میں آجاتا ہے اور بعد کو اس پر ایسے ڈٹ جاتے ہیں کہ ان کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ (۱) عامی معتقد بدعت کو امر حق کی طرف نرمی کے طور پر نرم کلام سے بلانا چاہئے اور ایسی گفتگو اس کے سامنے کرنی چاہئے جس سے نفس کو قناعت اور دل میں تاثیر ہو اور دلائل قرآن اور حدیث کے طریقہ کے قریب ہو اور کسی قدر اس میں نصیحت اور تخویف بھی ہو تعصب کی طریق نہیں سمجھانا چاہئے کیونکہ اسکے حق میں جدل کی نسبت نرمی اور نصیحت ہی زیادہ کار آمد ہے اس لئے کہ عام آدمی جب منکلموں کی شرط کے مطابق جدل سے سنے گا تو اس کا یہ اعتقاد ہوگا کہ یہ ایک فن مناظرہ ہے جسے مخالف نے سیکھا ہے اور مجھے بھی اسی طرف کھینچنا چاہتا ہے تاکہ بتدریج لوگوں کو اپنے اعتقاد کی طرف گھسیٹے اگر عام آدمی جواب سے عاجز ہوگا تو فرض کرے لے گا کہ میرے مذہب والے بھی اس کا دفعیہ کر سکتے ہوں گے پس ایسے آدمی کے ساتھ جدل حرام ہے۔ (2) اس شخص کے ساتھ کہ شک میں پڑ گیا ہو اسے بھی نرمی سے گفتگو کرنی چاہئے اس لئے کہ شک کا دور کرنا نرمی اور وعظ اور ان دلائل سے سمجھانا چاہئے جو فہم سے قریب اور مقبول اور کلام کے مشکلات بعید ہوں۔ (3) جدل کو غایت درجہ تک پہنچا دینا صرف ایک مقصد میں مفید ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی عام آدمی نے ایک قسم کا جدل سن کر بد مذہبی اور بدعت کا اعتقاد کر لیا ہو تو اس جدل کا مقابلہ اسی جیسے جدل سے کیا جائے تاکہ عامی مذکور اعتقاد حق کی طرف واپس آجائے اور یہ ایسے شخص کے حق میں ہوگا جس کا حال معلوم ہو کہ وعظ اور ہوناک امور پر قانع نہیں

بلکہ مجاہدہ سے انس رکھتا ہے اس لئے کہ اس کی نوبت ایسی حالت پر آگئی ہے کہ بغیر جدل کے علاج نہیں اور کوئی تدبیر اسے مفید نہ ہوگی تو ایسے کو جدل بتانا مضائقہ نہیں اور یہ جن علاقوں میں جہاں بد مذہبی اور بدعت ہو اور ان میں مختلف مذاہب نہ ہوں تو ایسے علاقوں میں پہلے انہیں اعتقالات کے بیان پر اکتفا کرنا چاہئے جو ہم نے ذکر کئے ہیں اور دلائل کے درپے نہیں ہونا چاہئے اور ان کے شبہ کا انتظار کرنا چاہئے جب کوئی شبہ واقع ہو تو بقدر حاجت اس کا ذکر کر دینا چاہئے اور اگر بد مذہبی بدعت پھیلی ہوئی ہو اور خطرہ ہو کہ کہیں نوجوان فریب میں نہ آجائیں تو اس وقت اس قدر دلائل جو ہم نے اپنے رسالہ قدسیہ میں بیان کئے ہیں نوجوانوں کو سکھادیئے ہیں کوئی نہیں کہ اس کے سبب سے بد مذہبی اور بدعت کے جھگڑوں کی تاثیر سے بچے رہیں اور یہ مقدار دلائل مختصر ہے اور چونکہ وہ رسالہ قدسیہ بھی مختصر ہے اس لئے ہم نے انہیں اس میں درج کیا ہے۔ (5) اگر مبتدی صاحب ذکا ہے اور اپنی طبیعت کی تیزی سے سوال پر واقف ہو گیا ہو یا اس کے دل میں شبہ اٹھ کھڑا ہو تو یہ پر خطر مرض پیدا ہوا ہے اب جائز ہے کہ اس مقدار تک ترقی کی جائے جسے ہم نے رسالہ الاعتقالات میں ذکر کیا ہے وہ بقدر چھ سات اجزا ہوگا۔ اس میں قواعد عقائد اور مباحثہ متکلمین وغیرہ کے سوا اور کوئی حجت نہیں اگر یہ کتاب اس کو کافی ہو تب تو استلو اس فن میں کوئی شے اسے سکھائے اور اگر اس پر وہ قانع نہ ہو تو مرض پرانا ہو گیا بلکہ مرض بڑھ گیا اب استلو کو حتی الوسع اس کے ساتھ نرمی برتنی چاہئے اور انتظار کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی سبب بنائے کہ اس پر امر حق واضح ہو جائے وہ شک شبہ پر اصرار کر کے کرنی خویش آمدنی پیش کا مصداق بننا چاہتا ہے کیونکہ جس قدر مضمون کو کتاب اقتضای خواہ اور اس جیسی تصنیف شامل ہے اس سے توقع ہے کہ مفید ہو۔

فائدہ : مضامین جو علم کلام میں ہیں اور احاطہ نفع سے خارج وہ دو قسم ہیں۔ (1) وہ قواعد عقائد کے سوا اور امور جیسے اعتقالات یعنی اسباب و علل اور ادراکات یعنی علوم و قویٰ اور راکو ان یعنی موجودات کے حل سے بحث کرنا اس میں غور خوض کرنا کہ رویت جس کی نقیض نام منع یا اندھا پن تمام غیر مرئی چیزوں کے لئے ایک ہی منع ہے یا جتنی چیزیں کہ ان کی رویت ممکن ہے ان کے لئے موافق ان کے شمار کے منع غایت ہے جیسے عنصريات کی بحث ہوتی ہے ان کے سوا اسی طرح کی داہیات باتیں گمراہ کرنے والی ہیں۔ (2) انہیں قواعد عقائد کے دلائل میں بہت سی تقریریں اور زیادہ سوال جواب کئے جائیں اس طرح پر تقریر کو غایت درجہ پر پہنچانا ایسے شخص کے حق میں جو اس قدر پر قانع نہ ہو۔ گمراہی اور جہالت کے سوا اور کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ بہت سی گمراہی اس طرح کی ہیں کہ طول دینے اور بڑھانے سے اس میں قوت ہو جاتی ہے۔

سوال : ادراکات اور اعتقالات اور حکمتوں کے حالات بیان کرنے سے دلوں کے تیز ہو جانے کا فائدہ اور دل دین کا آلہ ہے جیسے تلوار جہاد کا آلہ ہے تو دل کے تیز کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں؟

جواب : یہ قول ایسے ہوگا جیسے کوئی کہے کہ شریعت کیلئے دل کی تیزی کے لئے ہے تو وہ کھیل بھی دین میں سے ہے

اس طرح کا حیلہ ایک خام خیال ہے۔ شریعت کے جتنے علوم ہیں ان سب سے دل کو تیزی ہوتی ہے اور ان میں سے کسی طرح کے ضرر کا خوف نہیں اس تقریر سے علم کلام میں سے جس قدر عمدہ ہے اور اس قدر بری ہے معلوم ہو گیا کہ جس وجہ سے علم کلام کی مذمت ہے اور کس وجہ سے تعریف ہے اور کس کو مفید ہے اور کس کو مضر ہے تمام تفصیل واضح ہو گئی۔

سوال : اس کا تو آپ اقرار کر چکے کہ بدعتیوں کے دفع کرنے کے لئے علم کلام کی ضرورت ہے اور اس زمانہ میں بدعتیں بہت ہو گئیں بلکہ یہ مصیبت عام ہو گئی ہے اور اس کی ضرورت نہایت اہم ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم جانا فرض کفایہ ہو جیسے اموال کی حفاظت اور عمدہ قضا اور تولیت وغیرہ کا بجالانا فرض کفایہ ہے جب تک کہ علماء اس علم کے پھیلانے اور تدریس اور بحث میں مشغول نہ ہوں گے تو وہ دین کیسے باقی رہے گا۔ اگر بالفرض اس کو ترک کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ بالکل مٹ جائے گا۔ اور صرف طبیعتوں میں اتنا قوت نہیں کہ بدعتیوں کے شبہ کا حل کر دے جب تک کہ اس فن کو نہ سیکھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کی تدریس اور بحث اس زمانہ میں فرض کفایہ ہے۔ بخلاف زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ اس وقت اس میں اس علم کی طرف ضرورت نہ تھی۔ ؟

جواب : واقع میں ہر ایک شہر میں اس علم کا جاننے والا علیحدہ علیحدہ ہونا چاہئے کہ جو بدعتی اس شہر میں شبہ پیدا کریں وہ اسے جواب دیں اور بغیر تعلیم کے یہ دیں قائم نہ رہے گا لیکن ہماری غرض یہ ہے کہ اس علم کا اعلیٰ العموم سب کو سکھانا اچھا نہیں جیسے فقیہ تفسیر کی تفصیل ہوتی کیونکہ فقہ اور تفسیر تو بمنزلہ غذا کے ہیں اور علم کلام مثل دوا کے غذا کے ضرر کا خوف نہیں لیکن دوا ضرر کے خطرہ سے خالی نہیں جیسا کہ ہم اس کے ضرر کی اقسام کو بیان کر چکے ہیں۔

تعلیم علم الکلام کی شرائط : جس بندہ خدا میں تین خصلتیں پائی جائیں صرف اسے یہ علم سکھایا جائے۔ (۱) سیکھنے والا علم ہی کی تحصیل کے لئے وقف اور اسی کا حریص ہو اس لئے کہ اگر طالب علم صرف پیشہ ور ہوگا اور علم کلام میں لگ جائے گا تو یہ مشغل اس کو علم کی تکمیل اور شبہات کے دور کرنے کا مانع ہوگا۔ جب کبھی اس کو شکوک پیش آئیں۔ (۲) صاحب ذکا اور فطنت اور فصاحت ہو اس لئے کہ غبی آدمی کو اس کے سمجھنے سے فائدہ نہ ہوگا اور ایسے غبی کو مستحق منککلیسم تقریر کرنے والے کی حجت مفید نہیں ہوگی اسی لئے غبی کے حق میں علم کلام کے ضرر کا خطرہ ہے اسی لئے اس کے لئے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ (۳) اس کی طبیعت میں صلاحیت اور دیانت اور تقویٰ ہو اور اس علاقہ میں علمی عملی اعتبار سے اگر کوئی بھی غالب اور اعلیٰ نہ ہو اس لئے کہ بدکار آدمی اونٹنی شبہ سے دین سے علیحدہ ہو جاتا ہے اگر اس کے حق میں جواز کا فتویٰ دیں تو وہ لذتیں جو دین کی وجہ سے حاصل تھیں وہ اس شبہ سے رفع ہو گئیں تو اب اسے یہ خواہش نہیں ہوتی کہ شبہ کو دور کیا جائے بلکہ شبہ کو غنیمت جانتا ہے کہ دین کی تکلیفات کی برداشت سے رہائی ملی تو ایسے آدمی سے جس قدر خرابی ظہور میں آتی ہے وہ اصطلاح کی بہ نسبت زیادہ ہوں

خلاصہ : جب تم ان قسموں کو معلوم کر چکے تو اس سے واضح ہوا کہ علم کلام میں حجت عمدہ ہی ہے جو قرآن کی نجاتوں کی جنس سے ہو یعنی اس میں کلمات نرم اور دلوں میں تاثیر کرنے والے اور نفسوں کو قانع کرنے والے بولے جائیں ایسی تقسیمات اور دقیق باتوں کو اس میں دخل نہ دیا جائے جسے اکثر لوگ نہ سمجھیں بلکہ یہ اعتقاد کریں کہ یہ مقرر کا ایک شعبہ اور ہنر ہے جسے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے سیکھا ہے اور اگر اس جیسا اور ہنر والا اس کے مقابلہ میں ہو تو اس کی برتری کچھ بھی نہ ہو۔ اور یہ بھی تم نے معلوم کر لیا ہو گا کہ امام شافعی اور دوسرے اکابر نے جو اس علم میں غور اور خوض کرنے اور اس کے اسماک سے منع فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہی تھی کہ اس میں وہ نقصان پائے جاتے ہیں جن پر ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو خوارج کے ساتھ اور حضرت علی سے تقدیر وغیرہ کے بارے میں مناظرہ منقول ہیں وہ کلام واضح اور ظاہر اور ضرورت کی وجہ سے تھے۔ اس طرح کا مناظرہ ہر حال میں بہتر ہے ہاں ہر زمانہ میں ضرورت کی کمی بیشی میں اختلاف ہوا کرتا ہے تو بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے حکم بھی ہر زمانہ میں مختلف ہو۔ پھر جو عقیدہ خلق خدا کے لئے عبادت مقرر ہوا ہے اس کا حکم اس کی طرف پھیرنے اور اس کے بچانے کا طریقہ وہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا مگر شبہ کا دور کرنا اور حقائق کا واضح ہونا اور اشیاء کو جوں کا توں معلوم کرنا اور اس عقیدہ کے حق کے الفاظ سے جو امور سمجھے جاتے ہیں اور ان کے اسرار کو معلوم کرنا بجز اس کے میسر نہیں ہو سکتا کہ مجاہدہ کر لے اور شہوات کو جڑ سے اکھاڑے اور بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور جدل کے شائبہ سے اپنی فکر کو صاف کر کے اس پر ملامت کر لے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو شخص اس کے درپے ہو اس کے جتنا نصیب میں ہوتا ہے موافق درپے ہونے اور موافق استعداد محل، بموجب تصفیہ مطلب کے عنایت ہوتا ہے اور یہ وہ سمندر ہے جس کی نہ تہ معلوم ہو سکے نہ کنارہ پر پہنچا جاسکے۔

سوال : آپ کی اس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ ان علوم کے معانی ظاہر ہیں اور اسرار بھی ہیں اور بعض ان میں اتنا صاف ہیں کہ اول ہی نظر سے معلوم ہو جاتے ہیں اور بعض پوشیدہ ہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت اور طلب کامل اور فکر صاف اور باطن کو مطلوب کے سوا ہر ایک دنیوی شغل سے خالی رکھنے سے واضح ہو جاتے ہیں اور یہ بات عجیب نہیں کہ شریعت کے مخالف ہو اس لئے کہ شریعت کا ظاہر اور باطن دو نہیں اس کا ظاہر اور باطن ایک ہی ہے؟

جواب : ان علوم کا دو قسم ہونا یعنی پوشیدہ اور ظاہر ہونا ایسا ہے کہ کوئی عقلمند اس کا انکار نہ کرے گا اس کا انکار وہی کم ہمت کرتے ہیں جنہوں نے بچپن میں کوئی چیز سیکھی اور جم گئے اور باندی کی عنایت اور علماء اور اولیاء کے درجات پر ترقی نہ کی ورنہ علوم کا منقسم ہونا دو قسموں مذکور پر شروع کے دلائل سے ظاہر ہے۔

احادیث مبارکہ : حدیث نمبر ۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ان للقرآن ظاہرا و باطنا و حدا مصححا" (ترجمہ)۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک نہایت اعلیٰ انتہائی مقام ترقی پر۔ (ابن حبان بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

کہ یہاں علوم بہت سے ہیں بشرطیکہ ان کے یاد کرنے والے مجھے ملیں۔ (3) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم گروہ انبیاء کو حکم ہے کہ لوگوں سے ان کی بقول کے موافق کلام کریں۔ (4) فرمایا کہ جس نے کسی قوم سے ایسی حدیث بیان کی کہ جس کو ان کی عقل نہ پہنچ سکے تو وہ ان کے لئے فتنہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَتَبْلُوكَ الْأُمَمُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ" ہم یہ کلمات بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے انہیں وہی سمجھتے ہی جو عقل والے ہیں۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض علوم مثل درمکنون کے ہیں کہ انہیں بجز اللہ تعالیٰ جاننے والوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔

حدیث : اسے باب العلم میں ہم لکھ آئے ہیں۔ (6) فرمایا "لَوْ نَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحَكُنَّ قَلِيلًا وَلَيْكُنَّ كَثِيرًا۔" ترجمہ۔ جو میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم ہنسو گے اور روؤ گے بہت۔ مخالفین سے ہمارا سوال ہے کہ اگر یہ راز نہ تھا تو عوام کے اور اک کے قصور کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بتانے سے کیوں خاموش رہے۔

ازالہ وہم : صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کا افشا کیوں نہ فرمایا۔ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ اگر آپ ان سے ذکر فرماتے تو وہ اس کی تصدیق ضرور کرتے لیکن بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیان بھی فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ "اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ" ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمینیں بھی ان جیسی امر الہی ان کے درمیان اترتا ہے۔

۱۔ آجکل اسی قسم کے سوالات وہابی غیر مقلد اور نجدی اور ان کے ہم نوا فرقے کرتے ہیں۔ 12 ایسی غفرلہ اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے سنگسار کر دو۔ ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر کہو۔ (2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو ظرف یاد کئے ہیں۔ ایک میں نے لوگوں میں منتشر کر دیا۔ اگر دوسرا منتشر کروں تو میرے گلے کی مری گٹ جائے۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزوں اور نمازوں کی زیادتی سے افضل نہیں ہوا بلکہ ایک راز کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں ڈالا گیا۔

فائدہ : اس میں شک نہیں کہ یہ راز دین کے متعلق تھا اور جو بات کے قواعد دین سے ہوتی ہے وہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے دوسری چیز کی بہ نسبت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

اقوال عارفین : (1) سہیل تستری * فرماتے ہیں کہ عالم کے تین علم ہوتے ہیں۔ (1) علم ظاہر اہل ظواہر کو دیا ہے۔ (2) علم باطن سوائے اس کے اہل کے اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے۔ (3) وہ علم جو بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے یہ کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا جاتا۔ بعض عارفین نے ارشاد فرمایا کہ ربوبیت کا راز اظہار کرنا کفر ہے۔

(3) بعض نے فرمایا ہے کہ ربوبیت کا ایک راز ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو نبوت بیکار ہو جائے اور نبوت کا ایک راز ہے اگر عیاں ہو تو علم بیکار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جاننے والوں کا ایک راز ہے کہ اگر وہ اس کو انشاء کریں تو احکام بیکار ہو جائیں۔

فائدہ : اس قائل نے اگر اپنے قول سے بعض علوم کا بیکار ہونا ضعفار کے حق میں بوجہ ان کے قصور فہم کے مراد نہیں لیا تو درست نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ تناقض نہیں اور کمال وہی ہے جس کا نور معرفت نور ورع کو بھانہ دے اور ورع کا مدرک نبوت ہے۔

سوال : ان آیات اور اخبار میں تلویحات ہوا کرتی ہیں تو ظاہر اور باطن کے اختلاف کی کیفیت بتانا چاہئے اس لئے کہ اگر باطن ظاہر کے خلاف ہے تب تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے اور یہ ان پاگلوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ حقیقت خلاف شریعت ہے یہ قول کفر ہے اس لئے کہ شریعت ظاہر سے مراد ہے اور حقیقت باطن سے پھر اگر باطن مختلف ظاہر کے نہیں۔ تو باطن اور ظاہر دونوں ایک ہی ہیں اس سے تقسیم نہ رہی۔ اور شریعت کا کوئی راز ایسا نہ فہمے گا جس کا انشاء کیا جائے۔

جواب : یہ سوال ایک بڑے امر کا متحرک ہے۔ اور علوم مکاشفہ کی طرف متوجہ کرتا ہے علم معانی جو ہمارا مقصود ہے اور ہمیں صرف یہی بیان کرنا منظور ہے لیکن مختصراً واضح کئے دیتا ہوں کیونکہ جو عقائد ہم نے ذکر کئے ہیں وہ مخلوق کے اعمال سے متعلق ہیں اور ہمیں بھی یہی حکم ہے انہیں قبول کر کے دل کو ان کی تصدیق پر پختہ کر دیں۔ ہمیں اس کا امر نہیں کہ کسی ذریعہ سے ان کی حقیقتوں کی ظہور کے خواہاں ہوں اس بات کا حکم عوام کو نہیں ہوا اور اگر عقائد اعمال میں سے نہ ہوتے تو ہم انہیں اس کتاب میں درج نہ کرتے اور اگر ظاہر دل کے متعلق نہ ہوتے اس کے باطن سے متعلق ہوتے تو اس کتاب کے نصف اول میں نہ لکھتے کیونکہ حقیقت کا کشف دل کے باطن اور سر کی صفت ہے مگر چونکہ ظاہر اور باطن کے خلاف ہونے کے بارے میں تقریر کی نوبت آگئی۔ اس لئے اس کے حل کرنے کے لئے کچھ مختصر تقریر کی ضرورت ہوئی۔

جاہل پیروں کا رد : جو کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نفی ہے تو وہ ایمان کی بہ نسبت کفر کے قریب ہے اصلی یہ ہے کہ جو اسرار کہ صرف مقربین کو معلوم ہوتے ہیں اور ان کے علوم میں اکثر لوگ مقربین کے شریک نہیں اور مقربین کو ان کے انشاء سے منع کر دیا ہے۔ اور پانچ قسم ہیں۔ (1) وہ چیز بذات خود دقیق ہو جس کے سمجھنے سے اکثر فہم عاجز ہوتے ہوں تو اس کے ادراک کے لئے خواص لوگ مختص ہوتے ہیں اور ان پر لازم ہے کہ اس کا انشاء ایسے لوگوں پر نہ کریں جو اس کے لہل نہ ہوں ورنہ اس کا انشاء ان کے حق میں فتنہ ہوگا اس لئے کہ ان کے فہم اس کے معلوم کرنے سے قاصر ہیں اور روح کا راز مخفی رکھنا اسی قسم ہے۔ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انشاء نہ کرنا اسی لئے ہے کہ روح کی حقیقت ان اشیاء میں سے ہے کہ اس کے ادراک سے فہم

عاجز اور اس کے تصور ماہیت سے قاصر ہے یہ گمان 2 نہ کرنا کہ حقیقت روح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی واضح نہ تھی کیونکہ جو روح کو نہ جانے گا وہ گویا اپنے نفس سے واقف نہ ہوگا اور اپنے نفس کو نہ جانے گا وہ اپنے رب کو کس طرح پہچانے گا اور یہ بھی بعید نہیں کہ روح کی حقیقت بعض اولیاء اور علماء کو معلوم ہو جائے گو وہ انبیاء نہ ہوں۔ مگر چونکہ شریعت کے آداب کے پابند ہوتے ہیں اسی لئے جس سے شرع نے سکوت کیا ہے اس سے وہ بھی سکوت کرتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں بعض عقائد اس طرح ہیں کہ عوام کی سمجھ ان کے ادراک سے قاصر ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے صرف ظاہر کو ذکر فرمادیا۔ مثلاً علم و قدرت وغیرہ کو آسان طریقہ سے بیان فرمایا اس کے باوجود بھی بعض فرقوں نے علم و قدرت کے ساتھ اپنی مشابہت کا وہم کر کے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہماری جیسی ہو (جیسے فرقہ شبہہ تفصیل حاشیہ میں دیکھئے)۔ کیونکہ ان میں جو اوصاف مسمیٰ بعلم و قدرت تھے انہوں نے ایک قسم کے قیاس سے اس کے علم و قدرت کو وہم کر لیا اور اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ذکر کیا جائے جن کے مناسب اور مشابہ مخلوق میں نہ پائے جائیں تو اس کو نہ سمجھیں گے بلکہ جماع کی لذت اگر بچے اور نامرد کے سامنے ذکر کی جائے تو وہ دونوں اس کو کھانے کی چیز کی مناسبت سے سمجھیں گے اور ایسی سمجھ اصل پر نہ ہوگی۔ اور جتنا فرق کہ کھانے اور جماع کی لذت میں ہے اس سے کہیں زیادہ تفاوت خلق خدا کے علم و قدرت اور اللہ تعالیٰ کے علم قدرت میں ہے۔

۱۱ کا زا کہ خبر شد خبرن باز نیاید (سعدی قدس سرہ) (جسے خبر ہوئی پھر اس کی خبر نہ آئی) ایسی غفرلہ

۱۲ اس عبارت سے ان گمراہوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حقیقت روح نبی کریم علیہ السلام کو معلوم نہ تھی۔ اس میں ہمارے دور کے جلیل پیروں کا رد ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے اقوال پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ان کی اصل عبارت ملاحظہ ہو ممکن ہے کسی جلیل پیر کو کسی سے عربی عبارت پڑھنے سننے کے بعد ہدایت نصیب ہو۔ احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۶ نے کہا کہ

فان الباطن ان كان منضا قضا للظاهر ففيه البطلان الشرع وهو قول من قال ان الحقيقة خلاف الشريعة وهو كفر۔

اس لئے کہ اگر باطن ظاہر کے متناقض ہو تو اس سے بطلان شرع لازم آتا ہے اور یہ اس جلیل کا قول ہے جو کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے اور ایسا کفر ہے۔

اس سے مزید بعض جلیل پیروں کے لئے کہا جاسکتا ہے۔ ایسی غفرلہ

خلاصہ : یہ کہ انسان بجز اپنے نفس اور اپنے ایسے صفات جو اسے اس وقت حاصل ہیں اور چیز کا ادراک نہیں کرتا۔ (یا کوئی صفت اس کو پہلے حاصل تھی) اس کے قیاس سے دوسری چیز کو سمجھتا ہے پھر کبھی اس بات کو مانتا ہے کہ میری صفت اور دوسری صفت میں شرف اور کمال کی وجہ سے فرق ہے مثلاً انسان کی طاقت میں صرف اپنی ہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ باتیں ثابت کرے جو کہ اسم میں خود میں موجود ہیں یعنی فعل اور علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ اور اس کی تصدیق کرے کہ اس کے یہ صفات اکمل اور اشرف ہیں کہ انسان کی بڑی دوڑیکی ہے کہ انسان

اپنے صفات کے گرد پھرے اور جس عظمت اور جلال کے ساتھ خدا تعالیٰ خاض ہے اس تک رسائی نہ ہو اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لا احصى ثناء عليك كما اثنيت على نفسك" ترجمہ۔ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو اس طرح کے لائق ہے جیسے تو نے خود اپنی ثنائیں فرمائی۔

ازالہ وہم : اس کا یہ معنی نہیں کہ جو کچھ میں نے معلوم کیا ہے اس کے بیان کرنے سے عاجز ہوں بلکہ یہ مراد ہے کہ کتنے جلال کے ادراک سے تصور کا مقرر ہوں اسی لئے کسی عارف نے کہا ہے کہ حقیقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بجز اس کی ذات پاک کے اور کسی نے نہیں پہچانا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ شکر ہے اللہ عزوجل کا جس نے مخلوق کیلئے اپنی معرفت کی سبیل سوائے معرفت بجز کے اور کچھ نہیں دیا۔

فائدہ : اب ہم قلم کی باگ اس طرف سے روک کر غرض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ پوشیدہ امور میں سے ایک قسم وہ ہے جس کے ادراک سے فہم عاجز ہو اور اس قسم سے روح بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات بھی اس میں داخل ہیں غالباً اس جیسے امور کی طرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ "ان الله سبحانه سبعين حجاباً" من نور لو كشفها لا حرقق بركات وجه كل من ادركه بصرہ" میں سے جس کے ذکر سے انبیاء اور صدیقین باز رہتے ہیں وہ ہیں کہ بذات خود سمجھ میں آتی ہے اور فہم ان کے ادراک سے فہم قاصر نہیں مگر ان کا ذکر اکثر سننے والوں کو ضرر رساں ہے لیکن انبیاء صدیقین کو مضر نہیں۔

فائدہ : تقدیر کا ازالہ جس کے انشاء سے منع فرمایا گیا ہے وہ اسی قسم میں داخل ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ بعض حقائق کا ذکر کرنا بعض کو مضر ہو جیسے سورج کی روشنی بعض انسانوں کے لئے بالخصوص چمگادڑ کو مضر ہوتی ہے۔ یا گلاب کی خوشبو بو گہروئے کو ضرر پہنچاتی ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ کفر اور زنا اور گناہ اور برائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ و منشاء سے ہے تو یہ بات فی نفسہ درست ہے مگر اس کا سننا عوام کو مضر ہوا یعنی ان کو اس کے یہ وہم ہوگا کہ یہ امر کم عقلی پر دلالت کرتا ہے اور حکمت کے خلاف اور بری بات پر راضی ہونا اور ظلم سے منکرین تقدیر سے جیسے ابن راوندی اور دوسرے مردود اس چلے وہم سے طرد ہو گئے۔

فائدہ : راز تقدیر اگر افشا کیا جائے تو اکثر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عجز کا وہم ہوگا کیونکہ جس سے کہ یہ وہم ان کا دور ہو اس کے سمجھنے سے ان کا فہم قاصر ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ قیامت کی مدت اتنی ہے کہ وہ ایک ہزار سال یا اس سے کم و بیش کے بعد واقع ہوگی تو یہ مضمون سمجھ میں آتا ہے مگر اس کا ذکر عوام کی مصلحت اور ضرر کے خوف سے نہیں کیا گیا کہ شاید اگر مدت بہت ہوئی اور انہوں نے عذاب میں دیر کی تو کچھ پروا نہ کریں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں قریب ہوتی اور ذکر کر دی جاتی تو خوف زیادہ ہوتا اور آدمی اعمال سے روگردان ہو جاتے اور دنیا خراب ہوتی اگر یہ وجہ درست ہو تو دوسری قسم کی ایک مثل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کو صریح ذکر کیا جائے تو سمجھ میں آجائے اور اس میں کوئی ضد بھی نہ ہو مگر اس کا ذکر بطور استعارہ اشعار کے کیا جاتا ہے تاکہ اس کا اثر سننے والے کے دل میں

زیادہ ہو اور مصلحت اس میں یہی ہے کہ اس کا اثر زیادہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا کہ خزیروں کی گردن میں موتیوں کا ہار ڈالا ہے تو اس نے اس قول میں اشارہ کیا کہ علم اور حکمت نا اہلوں کو سکھاتا ہے بس سننے والا کبھی اس کا ظاہری معنی سمجھے گا اور محقق جب جانے گا کہ اس کے پاس نہ موتی تھے اور نہ اس کے گھر میں خزیر ہے تو وہ راز باطن کو سمجھ جائے گا اور اس بارے میں انسان مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح کا مضمون اس قطعہ میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

(1) رصحلاں حیا طو آخر حیاتک۔ متقا بلان علی السماک الاعزل

(2) لا زال ینسخ ذالک خرقہ مدبر و بجه صاحبه ثباب المقبل

ترجمہ۔ (1) دو مرد ہیں ایک ورزی دو سرا جولاء۔ آٹنے سامنے ہو کر آسمان پر کام کر رہے ہیں۔ ایک کپڑا بنتا ہے جب آسمان متوجہ ہوتا ہے دو سرا بیتا ہے جب انسان پیٹھ پھیرتا ہے۔

فائدہ : اس قطعہ میں شاعر نے آسمان کے اقبل اور اوبار کے بارے میں دو کاریگروں سے تعبیر کیا ہے غرضیکہ اس قسم کا نتیجہ یہ ہے کہ معنی کو اس صورت میں بیان کریں کہ خود ہی معنی صورت میں پائے جائیں۔ مثلاً حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد اینٹ سے ایسے سکڑتی ہے جیسے کھل آگ پر۔

فائدہ : سب کو معلوم ہے کہ مسجد کا صحن ظاہر میں اینٹ سے نہیں سکڑتی بلکہ یہ معنی ہیں کہ مسجد کی مکرم جگہ اور قابل تعظیم ہے۔ اور اس میں اینٹ کا ڈالنا اس کی حقارت اور مسجدیت کے خلاف ہے جیسے آگ کھال کے اجزاء کے خلاف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے۔ ما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام یحول اللہ راسہ راس الحمار ترجمہ۔ کیا وہ شخص جو نماز میں امام سے سر پہلے اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا سر گدھے جیسا ہو۔

۱۔ امام غزالی قدس سرہ کے زمانہ تک ممکن ہے ایسا نہ ہوا ہو لیکن ان کے زمانہ کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا ہے جیسا کہ حاشیہ ترمذی شریف

فائدہ : یہ امر ظاہر میں تو نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا مگر معنی سے ہوا کرتا ہے۔ یعنی گدھے کا سا سر رنگ اور شکل میں نہیں ہوتا بلکہ خاصیت میں یعنی بے وقوفی اور کم ذہنی میں ہو جاتا ہے کہ جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھائے تو بے وقوفی اور حماقت سے اس کا سر گدھے کا سر ہو گیا۔ یہی معنی مقصود ہے صورت مقصود نہیں صورت تو کا سانچا ہوتی ہے۔

نکتہ : اس کی بے وقوفی کی وجہ یہ ہے کہ جو امام کی اقتداء بھی کرتا ہے پھر اس سے آگے بھی بڑھتا ہے تو نہایت احق کہ دو باتیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں ان کو جمع کرتا ہے۔

فائدہ : اس راز کا خلاف ظاہر ہونا یا تو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہے یا دلیل شرعی سے عقلی تو اس طرح ہے کہ

حقیقی معنی پر اس کا عمل ناممکن نہ ہو۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض ہم مومنوں کے دلوں کو تلاش کریں تو ان میں انگلیاں نہ ہوں گی اس سے معلوم ہوا کہ انگلیوں سے قدرت کی طرف اشارہ ہے جو انگلیوں کا سر اور روح مخفی ہے اور قدرت سے انگلیوں کے ساتھ اس وجہ سے کنایہ فرمایا کہ اقتدار کے سمجھانے میں اس کو بڑا اثر ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ چیز یا آدمی یا کام ہماری چٹکی میں ہے اور اسی قدرت سے کنایہ کرنا اس آیت میں۔ انما قولنا لشی اذا ردنا ان نقول له کن فیکون ترجمہ۔ کسی شے کو ہمارا کہنا کہ ہو جا تو جب ہم چاہیں گے وہ ہو جائے گی۔

ظاہر معنی نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کن اشیاء کے خطاب کے لئے ہے اگر اس کے وجود سے ہے تو محال ہے اس لئے کہ معدوم چیز خطاب نہیں سمجھتی اور اگر بعد وجود کے ہے تو اس کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ اس طرح کا کنایہ نہایت درجہ کے سمجھانے میں بہت اثر رکھتا ہے اس لئے اس کتاب کی طرف رجوع فرمایا اور دلیل شرعی اس طرح ہے کہ ظاہری معنوں پر اس محمول کرنا ممکن ہے مگر شریعت میں مروی ہے کہ اس کے ظاہر کے سوا اور معنی لئے گئے ہیں جیسے اس آیت کی تفسیر میں اُنْزِلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءٌ فَسَالَتْ اَوْدِيَتُهُ بِقَدَرٍ هَافًا حَمَلِ السَّبِيلِ زَبَدًا رَابِيًا ۝۱۳۱ (الرحمہ ۱۳۱)

ترجمہ۔ اتارا آسمان سے پانی پھر بے نالے اپنے موافق اپنے اوپر لایا وہ جھاگ پھولا ہوا۔

فائدہ: پانی سے مراد قرآن ہے اور جنگلوں سے دل کہ بعض نے بہت سی قرآن کی برداشت کی اور بعض نے کم اور بعض نے بالکل نہ کی۔ اور جھاگ سے مراد کفر اور نفاق ہے کہ اگرچہ وہ ظاہر اور پانی کے اوپر ہوتا ہے مگر اس قرار نہیں ہوتا اور ہدایت جو لوگوں کے کار آمد اور مفید ہے وہ نیچے ٹھہرتی ہے۔

فائدہ: اس قسم کے مضامین میں بعض نے اتنا غلط کیا ہے کہ اتنا غوطہ لگایا جو امور آخرت میں وارد ہوئے ہیں۔ یعنی میزان اور پل صراط وغیرہ کی بھی تاویل کر ڈالی حالانکہ ان کا معنی بدلنا بدعت ہے کیونکہ شریعت سے بطریق روایت وہ معنی نہیں پہنچے اور ظاہر کے بموجب انکار ہونا محال نہیں تو ان کا ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ (4) آدمی لول ایک چیز کا محمول معلوم کر لے پھر اس کو مفصلاً تحقیق اور ذوق کے ساتھ اور اک کرے کہ وہ شے اس کا محل اور کیفیت لازم ہو جائے تو ان دونوں علموں میں فرق ہوگا۔ لول اور لول مثل پوست کے ہوگا۔ دوسرا مثل مغز کے لول مثل ظاہر کے ہوگا اور دوسرا مثل باطن کے مثلاً کسی انسان کو اندھیرے میں یا فاصلہ سے ایک وجود دکھائی دے تو اس کو اس وقت کسی قدر علم ہوگا۔ مگر جب اس کو نزدیک سے یا اندھیرے کے دور ہونے کے بعد دیکھے گا تو پہلے علم اور دوسرے علم میں فرق پائے گا لیکن یہ دوسرا علم لول کی ضد نہیں ہوگا بلکہ اس کا کمال کرنے والا ہوگا اسی طرح علم اور ایمان اور تصدیق کے حل کو سمجھنا چاہئے مثلاً آدمی کبھی عشق اور مرض موت کے وجود کی تصدیق کرتا ہے مگر جب ان میں

جتلا ہوتا ہے تب ان کا علم پہلے کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہو جاتا ہے بلکہ انسان کے حالات اور شہوت اور عشق اور دوسری چیزوں میں تین طرح کے جدا جدا ہیں اور ہر ایک کا ادراک مشکل ہے اول تو اس حل کے وقوع سے پہلے معلوم کرنا دوسرا وقوع ہونے کے وقت اس کی تصدیق تیسرا اس کے گزر جانے کے بعد ادراک کرنا، مثلاً بھوک کا ادراک جانے کے بعد کرو تو وہ اس ادراک سے علیحدہ ہو گا جو بھوک کے زوال سے پہلے تھا پس یہی حل علوم دین کا ہے کہ بعض علوم ذوق بغیر کمال ہو جاتے ہیں اور پہلے کی بہ نسبت باطن کی طرح ہوتے ہیں مثلاً اگر بیمار آدمی تندرستی کا علم ہو اور تندرست کو بھی ہو تو دونوں کے علم میں بہت فرق ہے غرضیکہ ان چاروں قسموں میں مخلوق کم و بیش ہوتی ہے اور ان میں سے کسی میں باطن ظاہر کے خلاف نہیں بلکہ اس کا متمم اور مکمل ہے جیسے مغز پوست کا مکمل ہوتا ہے۔ (5) زبان حل کو زبان قل سے تعبیر کیا جائے۔ کم فہم آدمی ظاہر پر واقف ہو کر اس کو یوں اعتقاد کر لیتا ہے جیسے وہ ظاہر میں ہے لیکن حقائق کا واقف ہوتا ہے وہ اس کا راز معلوم کر لیتا ہے مثلاً یوں کہیں کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھ کو کیوں چیر ڈالتی ہے۔ میخ نے جواب دیا کہ اس سے پوچھ جو مجھے ٹھوکتا ہے یا جو پتھر میرے سر پر لگتا ہے وہ مجھے میری رائے پر نہیں چھوڑتا تو یہ مثل ہے زبان قل سے زبان حل کو تعبیر کرنے کی اسی قبیل سے ہے۔ آیت ذیل کا مضمون ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى النَّعَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ اَنْتِبَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَنْتَبَا طَا لِعَيْنِ (پ 24 ختم السجہ نمبر 11) ترجمہ۔ پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کی کہ بھر غبت سے حاضر ہوتے ہیں۔ (کنز الایمان)

آواز اور حرفوں سے ہونا ضروری جسے وہ دونوں سنیں اور پھر آواز و حروف سے کہیں کہ ہم آئے خوشی کم سمجھ آدمی اس سے حقیقی جو ناخوشی اور خوشی۔ فرض کر لیتا ہے حالانکہ دانا آدمی جانتا ہے کہ یہ زبان حل ہے اور اس سے یہ جلتا مطلوب رہے کہ وہ دونوں مسخر اور حکم کے تابع ہیں اور انہیں اللہ کی طرف بے اختیار آنا پڑتا ہے اسی طرح آیت وَنَ مِنْ شَىْءٍ اَلَا يَسْبَحُ بِحَمْدِهِ تَرْجَمَ۔ کوئی شے نہیں جو اللہ کی تسبیح حمد کے ساتھ نہ پڑھتی ہو۔ غبی کو اس میں ضرورت پڑتی ہے کہ جملوات کے لئے زندگی اور عقل اور آواز اور حروف سے بولنا فرض کرے۔ تاکہ وہ سبحان اللہ اپنی بولی میں کہیں اور ان کی تسبیح ثابت ہو لیکن اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اس سے مراد زبان کی گفتگو نہیں بلکہ اپنے وجود سے زبان حل سے گویا ہیں اور ان کی تسبیح اور تقدیس اور وحدانیت کی شہد ہے جیسے شیخ سعدی کا شعر ہے۔ ہر گیا ہے کہ از زمین روید۔۔۔ وحدہ لا شریک لہ گوید۔ ترجمہ۔ جو گھاس زمین سے اگتا ہے وہ وحدہ لا شریک لہ کہتا ہے۔

یا جیسے کہتے ہیں کہ صنعت اپنے صانع کے حسن تدبیر اور کمال علم پر شاہد ہے اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ زبان سے کہتی ہے کہ میں گواہ ہوں بلکہ اپنی ذات اور حل سے اس کی شہادت مراد ہوتی ہے اسی طرح جتنی چیزیں ہیں وہ اپنی ذات سے ایجاب کرنے والے کی محتاج ہیں جو ان کو پیدا کر کے باقی رکھے اور ان کے اوصاف کو قائم رکھے اور ہر حل میں ان کو بدلتا رہے تو وہ اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنے خالق کی پاکی پر شاہد ہیں اور ان کی شہادت اہل

بصیرت کو معلوم ہوتی ہے نہ ان لوگوں کو جو ظاہر بین ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلٰكِنْ لَا تَعْقِلُونَ
نسیبہ ترجمہ۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے۔ اور جن لوگوں کے فہم میں قصور ہے وہ بالکل ہی نہیں سمجھتے مگر مقرب
اور علمائے حق اس میں اپنی اپنی عقل اور بصیرت کے موافق سمجھتے ہیں لیکن اس کی ماہیت اور کمال کو وہ بھی نہیں
سمجھتے اس لئے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح پر بہت سی شہادتیں ہیں جیسے شعر مشہور ہے۔

وفی کل شیء لہ آیتہ تدل علی رنہ الواحد

ترجمہ۔ اور ہر شے میں نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔

علم معاملہ میں ان شہادتوں کی تعداد بیان کرنا زیبا نہیں خلاصہ یہ کہ یہ فن بھی ان امور میں سے ہے جن کے علم
میں اصحاب ظواہر اور ارباب بصائر مختلف ہیں اور جن سے باطن کا جدا ہونا ظاہر سے پایا جاتا ہے اور اس مقام میں
صاحبان مقامات کو زیادتی اور میانہ روی ہے تو بعض زیادتی کی طرف یہاں تک کہ ہمک گئے کہ تمام الفاظ ظاہر کے
اکثر کو بدل ڈالا حتیٰ کہ آخرت میں جو امور ہوں گے ان کو بھی کہتے ہیں کہ زبان حل سے ہوں گے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے۔ وَتُكَلِّمُنَا اَبْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (پ 23، یسین نمبر 65) اور ان کے ہاتھ ہم سے
بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔ اور یہ ارشاد وَقَالُوا الْجُلُودُ دِهْمٌ لِّمَن شِئْتُمْ عَلَيْنَا
قَالُوا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (پ 24، السجہ نمبر 21) ترجمہ۔ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم
پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر شے کو گویائی بخشی۔ اسی طرح تمام خطاب جو منکر نکیر
سے ہوں گے اور میزان اور پل صراط اور حساب میں اور دوزخیوں کے اور جنتیوں کے مناظرے اور دوزخیوں کا ان
سے استدعا کرنا کہ پانی یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ہمیں دو ان سب کو زبان حل سے کہتے ہیں۔ دوسروں نے
یہ مبالغہ کیا کہ تاویل کو بالکل اڑا دیا انہیں میں سے امام احمد بن حنبل ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کن
فیكون میں بھی تاویل کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خطاب حروف اور آواز سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر لحظہ
موافق شمار ہونے والی چیزوں کے ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں نے ان کے بعض شاگردوں سے سنا ہے کہ آپ نے بجز
تین مقامات کے اور ہر جگہ سے تاویل اڑادی ہے اور وہ تین مقامات یہ ہیں۔

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد الحجر الاسود یمین اللہ فی ارضہ ترجمہ۔ حجر اسود زمین میں اللہ کا
دایہا ہاتھ ہے۔ (2) قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں
سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ (3) انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمین میں رب رحمان کی خوشبو یمن
سے پاتا ہوں۔ میں تاویل نہیں کرتے اور تاویل نہ کرنے کی طرف اصحاب ظواہر نے بھی میل کیا ہے۔ امام احمد پر
گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ قطعاً جانتے ہوں گے کہ استواء سے مراد اس پر ٹھہرنا نہیں اور نہ نزول سے غرض نقل مکانی
ہے مگر تاویل نہ کرنے کے لئے انہوں نے تاویل سے منع فرمایا ہے کہ خلق خدا کی بہتری کی رعایت اسی میں ہے
کیونکہ اگر باب تاویل مفتوح ہو تو کام ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر فسلو کا سنبھالنا مشکل ہوگا اور میانہ روی کی حد سے

تجاوز کرنا ہوگا اس لئے کہ میانہ روی کی حد کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کہ وہاں تک ہے اور بس۔ ایسی صورت میں تاویل سے منع کرنے کا حرج نہیں اور سلف صالحین کی سیرت بھی اسی کی شاہد ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان امور کو جس طرح ہیں اسی طرح رہنے دو یہاں تک کہ جب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے استوا کا حل پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استواء کے معنی معلوم اور کیفیت مجہول اور اس پر ایمان واجب ہے اور اس کا ظاہری حل سے گفتگو بدعت ہے اور بعض نے میانہ روی کی طرف میل کیا ہے اور جو امور صفات الہی سے متعلق ہیں انہیں تاویل کو دخل دیا ہے اور جو امور آخرت سے متعلق ہیں ان کو ظاہر الفاظ کے مطابق چھوڑ کر تاویل سے منع کیا ہے۔ یہ حضرت ابوالحسن اشعری کے پیروکار ہیں۔ اور معتزلہ نے تجاوز عن الحد کیا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے رویت کی تاویل کی اور اس کے سمیع اور بصیر ہونے میں تاویل کی اور معراج میں کر کے کہا کہ معراج جسم سے نہیں ہوئی اور عذاب قبر اور میزان اور پل صراط اور تمام احکام آخرت میں تاویل کر ڈالی لیکن اجسام کے اٹھنے اور حشر اور جنت اور دوزخ کے اقراری ہیں کہ جنت میں کھانے اور پینے اور سو گھننے کی چیزیں اور نکاح اور جمیع محسوس لذتیں موجود ہیں اور دوزخ کا جسم محسوس ہے اور کھالوں کا جلانا ہے اور چربیوں کا پگھلانا ہے اور ان معتزلہ نے جو اس درجہ تک ترقی کی تو فلاسفران سے بھی بڑھ گئے، انہوں نے جتنا امور باتیں آخرت میں ہوں گے سب کے معانی بدل دیئے اور اس کے قائل ہوئے کہ رنج اور لذتیں صرف عقلی اور روحانی ہوں گی، اجسام کا حشر نہ ہو گا صرف نفس ہی باقی رہیں گے اور ان پر راحت اس قسم کی ہوگی جو اس سے ان کا ادراک نہ ہو، اور یہ سب فرقے اعتدال سے آگے بڑھ گئے فیصلہ امام غزالی امرحق اور میانہ روی کی حد تو یہ ہے کہ بالکل تاویل میں اتنا نہ بڑھ جائے جیسے مذکورہ فرقوں کا گزرا اور نہ اتنا پیچھے ہٹ جائے جیسے حنبلی فرقہ ہے۔ مگر یہ تاویل کی حد نہایت دقیق ہے اور اس پر بجز توفیق یافتہ لوگوں کے وہ امور کو نور الہی سے دیکھتے ہیں صرف سننے سے ادراک نہیں کرتے اور کوئی واقف نہیں اور ان لوگوں کو جب امور کے اسرار اصل حقیقت کے مطابق واضح ہو جاتے ہیں تب یہ الفاظ و ارادہ کو دیکھتے ہیں اور اس وقت اگر الفاظ کے مطابق اس امر کے پایا جو نور یقین سے انہوں نے مشاہدہ کیا ہے تب تو ان کو ویسا ہی ثابت رکھتے ہیں۔ اگر خلاف پایا تو اس کی تاویل کرتے ہیں لیکن جو ان امور کی معرفت صرف سننے سے حاصل ہوتا ہے اس میں اگر کسی کا قدم نہیں جمتا اور نہ اس کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ معین ہے تو ایسے شخص کے لئے مناسب تر امام احمد کا مقام ہے۔ اب چونکہ ان امور میں میانہ روی کی حد خوب واضح کرنا علم مکاشفہ میں داخل ہے اور اس کا بیان بہت طویل ہے لہذا ہم اسمیں غور و خوض نہیں کرتے اس سے غرض یہ بھی ہے کہ ظاہر کی باطن سے موافقت اور مخالفت کا بیان کیا جائے۔ سو ان پانچوں قسموں سے بہت سی باتیں واضح ہو گئیں اور جو عقیدے کہ ہم اول میں لکھ آئے ہیں وہ ہماری سمجھ میں جمہور عوام کے لئے کافی معلوم ہوتے ہیں کہ اول درجہ میں ان کو بجز ان امور کے متعقد ہونے کے اور کسی چیز کا حکم نہیں ہوتا مگر جس صورت میں کہ بدعت کے شائع ہونے سے اسی عقیدہ کے فساد کا خوف ہو، اس وقت دوسرے درجہ میں ایسے عقیدے کی طرف ترقی کرنی پڑتی ہے جس میں مختصر اور روشن دلیلیں بغیر تعمق کے موجود

ہوں اسی لئے ہم اس بارے میں وہ روشن دلیلیں لکھتے ہیں اور اس بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو ہم نے قدس والوں کو لکھا اور اس کا نام رسالہ قدسیہ در قواعد عقائد رکھا ہے اس رسالہ کو اس باب کی فصل نمبر 3 میں بیان کرتے ہیں۔
اس کے بعد امام غزالی قدس سرہ رسالہ قدسیہ کا مطالعہ فرمائیے۔ لوسی غفرلہ

رسالہ قدسیہ فی قواعد العقائد

یعنی

عقائد سے متعلق دلائل ماہرہ

حمد و صلوة و سلام : حمد کے لائق وہ ذات ہے جس نے جماعت لیل سنت کو انوار یقین سے ممتاز کیا اور اہل حق کو دین کے ارکان کی راہ بتانے کے لئے سرفراز فرمایا۔ ٹیڑھونگے ٹیڑھاپن اور لمبوں کی گمراہی سے انہیں بچا کر سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی توفیق بخشی اور سلف صالحین کے اعمال و اقوال کا اتباع ان پر ایسا آسان کر دیا کہ ان کی عقول کی مغنیات میں سے جبل متین پر تمسک کیا اور پہلے لوگوں کی سیرت و عقائد میں صاف راستہ بلا دھڑک اختیار کیا عقول کے نتائج اور شرع منقول کے مقدمات کو قبول کرنے میں یک ساتھ کر کے جان لیا کہ جس کلمہ طیبہ کا کہنا ہمارے لئے عبادت ٹھہرا ہے، یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف زبان سے اس کی شہادت دینے میں کچھ فائدہ اور ثمرہ مترتب نہیں جب تک کہ اس کے ان کے وہ اصول جن پر اس کلمہ کے جملوں کا مدار ہے نہ لئے جائیں۔

مقدمہ : یہ دونوں جملے باوجود اختیار کے چار امور کو مستثنیٰ ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات (2) اس کی صفات (3) اس کے افعال (4) اسکے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے اور ہر ایک رکن کا مدار دس اصول پر ہے۔

رکن : (1) اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت اور اس کا مدار دس اصول پر ہے۔ یعنی یہ جاننا کہ وہ موجود ہے (2) انہی ہے (3) ابدی ہے (4) جو ہر نہیں (5) جسم نہیں (6) عرض نہیں (7) کسی جہت سے خصوصیت نہیں رکھتا (8) کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہیں بلکہ عرش پر اپنی شان کے لائق مستوی ہے (9) آخرت میں اس کا دیدار ہوگا۔ (10) اکیلا ہے بغیر شریک اور مثل کے۔

اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی پہچان : اس کے متعلق عمدہ طریقہ وہی ہے جس کی ہدایت قرآن مجید فرماتا ہے

۱۔ یہ ایک مستقل رسالہ ہے اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ مع حمد و ثنا اور درود معظی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا تاکہ یہ عیدہ بھی شائع ہو سکے۔ (اسکی غور فرمائیے)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بڑھ کر اور کوئی بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (۱) اَلَمْ يَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا وَالْحِبَالُ اَوْتَادًا وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا وَجَعَلْنَا بَيْنَكُمْ سُبُلًا وَجَعَلْنَا السَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَبَسَبْنَا قُوقُوكُمْ سُبُعًا شِدَادًا وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاءًا جَاوَانِرًا مِّنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَمَّاحًا خَالِجًا بِهٖ حَبًا وَنَبَاتًا وَحَنَّتِ الْغَافَا ط (پ 30) انبیاء ۱6

ترجمہ۔ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین کو پچھونا اور پہاڑ کو میخیں، اور تم کو بنایا جوڑے جوڑے اور بنائی نیند تمہاری تھکان رفع کرنے کے لئے اور بنائی رات اوڑھنا اور بنایا دن روزگار کو اور جتنی تم سے اوپر سات چٹائی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا، اور اتارا نچرتی بدلیوں سے پانی کا ریلہ کہ نکالیں اس سے ابلج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹ رہے۔

(2) ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار والفلک التي تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیایہ الارض بعد موتها وبث فیہا من کل دابة و تصریف الريح والحساب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون۔ (3) تمنون انتم تخلقونه ام نحن الخالقون۔ (ناللقونین پ 27) الواقعة

فرمایا الم ترکیف خلق اللہ سبع سموت طبا قا وجعل القمر فیہن نور او جعل الشمس سراجا واللہ ابتکم من الارض نبانا تم یعیدکم فیہا ویخر حکم اخر اجا۔

فائدہ : ادنی شعور بھی ہو، وہ اگر ان آیتوں کے مضمون میں ادنی تامل کرے اور آسمان و زمین کے عجائب مخلوقات الہی میں اپنی نظر کو گردش دے اور حیوانات اور نباتات کی پیدائش اور کو دیکھے تو جان لے گا کہ اس امر عجیب اور ترتیب محکم کا کوئی بنانے والا ضرور ہے جو اس کو منظم اور محکم رکھتا ہے اور وقتاً فوقتاً ان کو مقدر کرتا ہے بلکہ غالباً نفوس کی اصل پیدائش کی شاہد ہے کہ وہ بالکل اس کی تسخیر کے نیچے دبے ہوئے اور اس کی تدبیر کے موافق بدلتے رہتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَفِی اللہ شَکُّ فَاَطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ پ ۱۳ ابراہیم ۱۰

ترجمہ۔ کیا اللہ میں شک ہے وہ آسمانوں اور زمین پیدا کرنے والا ہے۔

اسی وجہ سے تمام انبیاء علیہم کو بھیجا کہ مخلوق کو توحید کی طرف بلائیں تاکہ وہ یہ کلمہ کہیں لا الہ الا اللہ اور ان کو یہ کہنے کا حکم نہ ہو کہ ہمارا ایک معبود ہے کیونکہ یہ بات تو شروع پیدائش سے ان کی عقول کی سرشت میں موجود تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ اور فرمایا فاقم وجہک لدین حنیفا فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم کو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کے بیان میں انسان کی سرشت اور قرآن مجید کے دلائل اتنا ہیں کہ حاجت دلیل کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

عقلی دلیل : علمائے مناظرین کی تہذیب کر کے ہم اس کی دلیل عقلی لکھتے ہیں، بدیہی امر ہے کہ حادث شے اپنے پیدا

ہونے میں کسی سبب کی محتاج ضرور ہوتی ہے جو اس کو حادث کرے اور عالم بھی حادث ہے تو ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے حادث میں کسی سبب کا محتاج ہو۔ اب ہمارا یہ قول کہ حادث اپنے حادث میں کسی سبب کا محتاج ہوتا ہے یہ صاف اور واضح ہے کیونکہ جو حادث ہے وہ کیسی بھی خصوصیت رکھتا ہے کہ عقل میں اس وقت سے اس کا پہلے اور پیچھے ہونا بھی جائز ہے اس وقت خاص کے ساتھ اس کا مخصوص ہونا اور اس سے پہلے اور پچھلے وقت سے مخصوص نہ ہونا ظاہر ہے کسی سبب سے ہوگا اور ہمارا یہ کہنا کہ عالم حادث ہے اس کی برہان یہ ہے کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور حرکت اور سکون دونوں حادث ہیں اور جو چیز حادث چیزوں سے خالی نہ ہو وہ بھی حادث ہے۔ نتیجہ نکلا کہ عالم حادث ہے اس برہان میں تین دعوے ہیں۔ (۱) اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں اور یہ بات بدیہی ہے اور اس میں فکر و تامل کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی جسم کو یہ سمجھے کہ نہ متحرک ہے نہ ساکن تو یہ اس کی جہالت ہے اور وہ خارج از عقل و فراست ہے۔ (۲) حرکت و سکون دونوں حادث ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں اور ایک کا وجود دوسرے کے بعد ہوتا ہے اور یہ تمام اجسام میں مشاہدہ ہوتی ہیں اس لئے کہ جو ساکن ہے اس پر عقل حکم کرتی ہے کہ حرکت کر سکتا ہے اور جو متحرک ہے اس کا ساکن ہونا عقل میں ممکن ہے تو جو حالت اس وقت ان دونوں میں سے جسم پر طاری ہوگی وہ تو طاری ہونے کی وجہ سے حادث ہوگی اور اس سے پہلے حالت بسبب عدم کے حادث ٹھہرے گی۔ اس لئے کہ اگر وہ حادث نہ ہو تو قدیم ہو تو اس کا عدم محال ہوگا چنانچہ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے بقاء کے اثبات میں عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ) (۳) جو چیز حوادث سے خالی نہ ہوگی وہ حادث ہوگی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو ہر حادث سے پہلے بہت سے حوادث ہوں گے جن کا ابتداء نہ ہوگا اور اگر یہ حوادث سب مل کر منقطع نہ ہوں گے تو جو حادث اب موجود ہے اس کے وجود کی نوبت نہ پہنچی ہوگی اور جس چیز کی نہایت نہ ہو اس کا منقطع ہونا محال ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آسمان کے دورے ایسے ہوں کہ ان کی انتہا نہ ہو تو ضروری ہے کہ ان کی شمار جفت ہوگی یا طاق یا جفت اور طاق دونوں یا نہ جفت نہ طاق آخری صورتیں محال ہیں اس لئے کہ نفی اور اثبات کا اجتماع ہے کیونکہ جفت کے ثابت کرنے میں طاق کی نفی ہوتی ہے اور اس کے نفی کرنے میں طاق کا اثبات ہے اور صرف جفت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ جفت ایک کے زیادہ ہونے سے طاق ہو جاتی ہے تو بے نہایت چیز ایک کی زیادتی سے کیسے بدل سکتی ہے اور طاق بھی نہیں رہ سکتی کیونکہ طاق ایک کی زیادتی سے جفت ہو جاتا ہے تو جس کے اعداد کی انتہا نہیں وہ ایک کی زیادتی سے کسی طرح بدل جائے گا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ نہ طاق ہو نہ جفت کیونکہ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عالم جو حوادث سے خالی نہیں وہ بھی حادث ہے اور جب اس کا حادث ہونا ثابت ہوا تو اس کا اپنے حادث کرنے والے کی طرف محتاج ہونا بدیہی معلوم ہوتا ہے۔

اصل (۲) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ قدیم ازلی ہے جس کے وجود کی ابتداء نہیں بلکہ ہر ایک چیز سے پہلے اور ہر زندہ اور مردہ سے پہلے پیشتر وہی ہے اور اس کی برہان یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہ ہو حادث ہو (معاذ اللہ) تو بھی کسی حادث

کرنے والے کا محتاج ہو گا۔ اور وہ دوسرا تیسرے کا یہاں تک کہ یہ تسلسل بے نہایت ہو جائے گا اور جو شے متسلس ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی، یا یہ کہ ایک ایسے محدث پر نوبت پہنچے کہ قدیم یا سب سے اول ہو۔ (وہوالمطلوب) اس کا نام عالم بنانے والا اور حادث کرنے والا اور ظاہر کرنے والا اور خالق اور موجد ہے۔

اصل : (3) جاننا کہ اللہ تعالیٰ باوجود ازلی ہونے کے ابدی بھی ہے کہ اس کے وجود کا انتہا نہیں بلکہ وہی اول ہے۔ وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اس لئے کہ جس کا قدیم ہونا ثابت ہو گیا اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اگر معدوم ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا خود بخود معدوم ہو یا کسی معدوم کرنے والے کے مقابل کی وجہ سے معدوم ہو۔ پہلی صورت باطل ہے، کیونکہ اگر شے کا دوام متصور ہے اس کا معدوم ہونا خود بخود جائز ہو تو یہ بھی جائز ہو گا کہ کوئی چیز خود بخود موجود بھی ہو جایا کرے، اس لئے کہ جیسے وجود کا حادث ہونا سبب کا محتاج ہے اسی طرح عدم کا طاری ہونا بھی سبب کا محتاج ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کسی معدوم کرنے والے مقابل کی وجہ سے اس کا وجود معدوم ہو، اس لئے کہ یہ مقابل اگر قدیم ہے تو اس کے ہوتے ہوئے وجود کیسے ہو اور پہلی دونوں اصولوں سے وجود کا ہونا اور اس کا قدیم ہونا ثابت ہو چکا، تو جس صورت میں کہ مقابل ساتھ تھا، وجود کیسے ہو سکتا ہے اور اگر مقابل حادث ہے تب بھی باطل ہے اس لئے وجود اس حادث کا اسی قدیم کے باعث سے ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ حادث تو قدیم کا مقابلہ کر کے اس کے وجود کو قطع کر دے اور قدیم اس کی ضد میں اس کے وجود کو دفع بھی نہ کرے۔ حالانکہ دفع کرنا بہ نسبت قطع کے آسان ہے اور قدیم بہ نسبت حادث کے قوی اولیٰ ہے۔

اصل : (4) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر کسی جگہ میں نہیں، بلکہ وہ مکان و چیز کی مناسبت سے پاک اور برتر ہے، اس کی برہان یہ ہے کہ جو ہر کہ ایک جگہ میں ہو وہ اس جگہ سے خصوصیت رکھتا ہے اور ضروری ہے اس میں یا تو مستقر ہو گا یا متحرک ہو گا کہ حرکت یا سکون سے خالی نہ ہو گا اور یہ دونوں چیزیں حادث ہیں اور جو چیز حادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہوتی ہے اور اگر کوئی جو ہر مکان میں ہو قدیم متصور ہو سکے تو عالم کے جوہر کا قدیم ہونا بھی متصور ہو سکے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص جو ہر کہے اور مکان میں نہ کہے تو تو لفظ کے اعتبار سے خطاوار ہے اور معنوی طور تو ہر لحاظ سے غیر معتبر ہے۔

اصل : (5) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ جسم مرکب جوہر سے نہیں، اس لئے کہ جسم اسی کو کہتے ہیں جو جوہر سے مرکب ہو، اور جب کہ اس کا جوہر ہونا اور مکان خاص میں متحرک ہونا باطل تھا تو اس کا جسم ہونا بھی باطل ہوا، کیونکہ ہر ایک جسم ایک چیز کے ساتھ مخصوص ہے اور جدا جدا جوہر سے مرکب ہے اور اس کا خلی ہونا علیحدہ ہونے اور جمع ہونے اور حرکت اور سکون اور صورت اور مقدار سے محال ہے اور یہ سب حدوث کی علامات ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ عالم کا بنانے والا جسم ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آفتاب یا ماہتاب یا اقسام جسم میں سے کسی اور چیز کے خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا جائے۔ (معاذ اللہ) پھر اگر کوئی گستاخ اللہ تعالیٰ کو جسم بناوے اور جوہر سے مرکب ہونے کا ارادہ نہ کرے

تو اس کی یہ اصطلاح لفظوں میں غلط ہوگی اس سے جسمیت کی خطا بھی پائی جائے گی۔

اصل: (6) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ عرض نہیں کہ کسی جسم سے قائم ہو یا کسی محل میں حلول کئے ہوئے ہو اس لئے کہ اجسام تو یقیناً حادث ہیں اور ان کا حادث کرنے والا ان سے موجود ہوگا پس اللہ تعالیٰ کسی جسم میں کیسے حلول کر سکتا ہے اور ازل میں سب سے پہلے تنہا موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔ پھر اجسام اور اعراض کو اپنے بعد پیدا فرمایا ایک اور وجہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور قدرت اور ارادہ اور پیدا کرنے کے ساتھ موصوف ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ یہ اوصاف اعراض پر محال ہیں بلکہ اوصاف اسی موجود کے لئے سمجھ میں آتے ہیں جو خود بخود قائم اور اپنی ذات سے بذاتہ ہیں۔

فائدہ: ان چھ اصول سے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ موجود اور اپنے آپ قائم ہے نہ جوہر ہے نہ جسم اور نہ عرض اور عالم سب کا سب جوہر اور عرض اور جسم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی اس کے مشابہ بلکہ وہ زندہ اور قیوم ہے کہ اس کی مانند کوئی چیز نہیں اور نہ خالق مخلوق کے مشابہ ہو سکتا ہے نہ قادر مقدور کے یا مصور تصویر جیسا ہو سکتا ہے اور اجسام اور اعراض سب اس کی پیدائش اور صنعت میں سے ہیں۔ تو ان کو یہ کہنا کہ اس کے مثل اور مشابہ ہیں محال ہے۔

اصل: (7) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہت کی خصوصیت سے پاک ہے۔ اس لئے کہ طرفین چھ ہیں۔ (1) اوپر (2) نیچے (3) داہنا یا (4) بایاں (5) آگے (6) پیچھے۔ اور یہ سب طرفین اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو طرفین ایسی بنائیں کہ ایک زمین پر نکلے اس کو پاؤں کہتے ہیں اور دوسری اس کے مقابل ہے جس کا نام سر ہے۔ پس لفظ اوپر اس جہت کے لئے بنا جو سر کی طرف ہے اور نیچے اس کا نام ہوا جو پاؤں کی طرف ہیں یہاں تک کہ چوٹی اگر چھت میں الٹی ہو کر چلے تو اس کے حق میں کڑیوں کی جانب نیچے ہو جائے گی گو ہماری نسبت وہ اوپر کہلائے گی اور انسان کے لئے دو ہاتھ بنائے کہ اکثر ان میں سے ایک بہ نسبت دوسرے قوی تر ہوتا ہے تو جو قوی تر ہے اس کا داہنا نام ہوا اور اس کے مقابل کا نام بایاں رکھا گیا اور جو جہت اوں کی طرف پڑی اس کا نام داہنی اور بائیں طرف والی کا نام بائیں ہوا نیز اس کے لئے دو جانب بنائے کہ ایک طرف سے دیکھتا ہے اور اس طرف کو چلتا ہے تو جس طرف کو چلتا ہے اس کا نام ہوا آگے اس کے مقابل کا نام پیچھے ٹھہرا پس یہ جہتیں انسان کے پیدا ہونے سے پیدا ہوئیں۔ اگر انسان بالفرض اس وضع پر نہ پیدا ہوتا بلکہ گول مثل گیند کے ہوتا تو ان جہتوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ ازل میں کسی جہت سے خاص کسی طرح ہو سکتا ہے کہ جہتیں تو حادث ہیں اور نہ اب کسی طرح کسی جہت سے خاص ہو کر انسان کی پیدائش کے وقت تو خاص کسی سمت سے نہ تھا اور وہ منزلہ ہے اس بات سے کہ اس کے لئے اوپر ہو کیونکہ وہ اس بات سے برتر ہے کہ اس کا سر ہو اور اوپر اسی جہت کو کہتے ہیں جو سر کی جانب ہو اسی طرح اس کے لئے نیچے بھی نہیں کیونکہ نیچے اس سمت کا نام ہے جو پاؤں کی جانب ہو اور

اللہ تعالیٰ پاؤں سے مبرا ہے اور یہ باتیں عقل کی نزدیک محل ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی جہت سے مختص ہو یوں عقل میں آتا ہے کہ یا جوہر کی طرح اپنے چیز سے خصوصیت رکھے یا اعراض کی طرح جوہر سے مخصوص ہو اور چونکہ اس کا جوہر اور عرض ہونا دونوں محل ہیں کہ اس کا مختص ہونا جہت سے بھی محل ہے اور اگر جہت کے معنی ان دونوں معنوں کے سوا کچھ اور لئے جائیں تو وہ لفظ کے اعتبار سے غلط ہوں گے گو معنی درست ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عالم کے اوپر ہو تو اس کے محاذی ہوگا اور کسی جسم کا مادی یا اس کے برابر ہوتا ہے یا اس سے چھوٹا یا بڑا اور یہ تینوں امر ایسے ہیں کہ ان کے مقدار کی ضرورت اللہ تعالیٰ کے لئے پڑے گی، حالانکہ اس کی ذات اس سے بری ہے اور ہم دعا کے وقت ہاتھ آسمان کی طرف اس لئے اٹھاتے ہیں کہ دعا کا قبلہ وہی سمت ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس سے دعا کی طلب ہے اس میں صفت جلال کبریائی ہے اس لئے کہ بلندی کی جہت مجد اور برتری پر دال ہے، اللہ تعالیٰ قہر اور بزرگی اور غلبہ کی وجہ سے ہر ایک موجود کے اوپر ہے۔

اصل: (8) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ پر عرش پر مستوی ہے ان معنوں سے جو اس نے استواء سے مراد لئے ہیں یعنی وہ معنی کہ اس کی کبریائی کے مخالف نہیں اور نہ اس میں حدوث اور فن کی علامات کو دخل ہے اور وہی معنی آسمان پر مستوی ہونے سے اس آیت میں **ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ** پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں مطلوب ہیں اور معنی صرف قہر اور غلبہ کی وجہ سے ہو سکتے ہیں جیسے اس شعر میں ہیں شاعر نے کہا۔

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف و دم مهراق

ترجمہ۔ بشر عراق پر مستوی ہوا نہ اسے تلوار کی ضرورت ہوتی اور نہ خون بہایا گیا (یعنی آسمانی سے عراق پر غلبہ پایا)

فائدہ: اہل حق کو اس تاویل کی طرف رجوع کرنا پڑا جسے جیسے اہل باطل کو اس آیت کی تاویل کرنی پڑی۔ وہو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم رہو کہ سب نے اس کا یہی معنی کیا ہے۔ یعنی مع بھی ساتھ ہونا۔ یا اس سے غرض اصلہ علمی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن قدرت اور قہر پر محمول کیا اور الحجرا الاسود بمبین اللہ فی ارضہ ترجمہ۔ مومن کا دل اللہ کی انگلیوں میں ہے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ کو بندگی اور تعظیم پر محمول اس لئے کیا گیا کہ اگر ان کو ظاہر الفاظ کے مطابق رہنے دیا جائے تو محل لازم آتا ہے اسی طرح استواء کو ٹھہرنے اور جگہ لینے کے معنوں میں رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ جو جگہ لونگا وہ جسم ہوگا اور عرش سے لگا ہوا ہوگا یا تو اس کے برابر ہوگا اس سے چھوٹا ہو یا بڑا اور یہ محال ہے تو جس بات محل لازم آئے وہ خود محال ہے۔

اصل: (9) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ بلوجود صورت اور مقدار سے منزہ ہونے اور جہت و اطراف سے مقدس ہونے کے دار آخرت میں آنکھوں سے دکھائی دے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَجُوهٌ یُّوْمِنُذِنَا ضِرَّةٌ اِلَی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ** (پ 29) ترجمہ۔ اس دن کچھ منہ تروتازہ ہوں گے رب کو دیکھتے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ دکھائی نہیں دیتا۔ ارشاد خداوندی

ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ۔ (پ 7 الانعام 103) ترجمہ۔ آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں (کذا الامان)

دیدار الہی کے ارکان کے دلائل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں خود ارشاد فرمایا اُس سر بنی اے مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا) اس دلیل سے ہمارا سوال ہے کہ جو صفت اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ ہوئی اسے معجزی کیسے پہچان گئے۔ ورنہ موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلوۃ والسلام باوجود دیدار کے استحکام کس طرح دیدار کا سوال کیا؟ غالباً تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس بات سے انبیاء علی نبینا علیہم السلوۃ والسلام بظاہر بے خبر رہے ان سے اہل بدعت بطریق لوٹی جتل ہیں اور آیت رویت کو جو آخرت میں ظاہر پر محمول کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے محل اہل ازم نہیں آتا اس لئے کہ دیکھنا ایک قسم کا علم اور کشف ہے، فرق یہ ہے کہ کشف علم کی بہ نسبت کامل اور واضح تر ہے جب یہ درست ہو کہ اللہ تعالیٰ سے علم متعلق ہو اور وہ کسی طرف میں نہ ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روایت اس کے متعلق ہو جس صورت میں کہ وہ کسی جہت میں نہ ہو اور جیسے یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق کو دیکھتا ہے اور ان کے مقتل نہیں تو یہ بھی درست ہو گا کہ خلق اس کو دیکھے اور مقتل نہ ہو اور جس طرح اس کا جاننا بغیر کیفیت اور صورت کے ہو سکتا ہے اس طرح کا دیکھنا بھی بے کیفیت و صورت کے ممکن ہے۔

اصل : (۱۰) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک اور یکساں ہے مثل اور بے سیم ہے پیدا کرنے اور ابداع میں خدا ہے اور ایجاد و اختراع میں اکیلا نہ اس کا کوئی مثل کہ مشابہ یا مساوی ہو اور نہ اس کا کوئی مقلد کہ اس سے نزاع کرے یا اس کے مثل ہو اور اس کی برہن یہ ارشاد خداوندی ہے۔ لو کاں فیہما الہة الا اللہ لعسدا۔ اگر ہوتے ان دونوں اور معبود خدا کے سوا تو دونوں (آسمان و زمین) خراب ہو جاتے۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا ہوں اور ان میں سے ایک کوئی کام کرنا چاہے تو دوسرا اگر اس کی موافقت پر مجبور ہے تو ظاہر ہے کہ دوسرا عاجز اور دبا ہوا ہو گا۔ اللہ قادر ہے تو دوسرا قوی اور غالب ہو اور اول ضعیف اور قاصر ٹھہرے گا تو اللہ تعالیٰ قادر نہ رہے گا۔

رکن : (2) اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اس کی دارودار بھی دس اصول پر ہے۔

اصل ۱۱۔ یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اپنے اس ارشاد میں سچا ہے۔ وہو علی کل شیء قدیر وہ ہر شے پہ قادر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اپنی صنعت میں محکم اور اپنی تخلیق میں مرتب اور منظم ہے پس اگر ریشمی کپڑا مردہ بنا ہوا اور نقش نگار سے بخوبی آراستہ دیکھ کر کوئی وہم کرے کہ اسے کسی مردہ نے بنا ہوگا (جو کچھ نہ کر سکے) یا کسی آدمی نے تیار کیا ہوگا جسے قدرت نہ تو وہ شخص دائرہ عقل سے خارج اور زمرہ حمقا و جمل میں داخل ہوگا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے عالم کو دیکھ کر اس کی قدرت کا انکار نہیں ہو سکتا۔

اصل (2) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم اور تمام مخلوقات پر حلوی ہے، کوئی ذرہ آسمان، زمین میں اس

ے علم سے غائب ہیں 'اپنے ارشاد میں سچا ہے (ت 2) وهو علی کل شیء قدیر اور وہ ہر شے پہ کلور ہے۔ اور اس کے علم کی طرف اس ارشاد سے ہدایت فرماتا ہے۔ الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر ط اس میں یہ ہدایت فرمائی کہ پیدا کرنے کو علم پر استدلال کرلو اس طرح کہ خلقت کی لطافت اور صنعت کی ترتیب اور نزاکت اونٹنی نیز میں بھی اس بات پر بلاشبہ دال ہے کہ اس کا صانع ترتیب اور نظام کی کیفیت کو خوب جانتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے وہی ہدایت اور تعریف کے متعلق حرف آخر ہے۔

اصل (3) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ حی ہے اس لئے کہ جس کا علم اور قدرت ثابت ہو اس کی حیات ضروری ثابت ہوگی، مگر قدرت والا عالم کی تدبیر کرنے والا ایسا تصور ہو سکے جو زندہ نہ ہو تب تو حیوانات کی زندگی میں بھی ان کی حرکت و سکنت کے وقت شک ہو سکتا ہے لہل حرف اور لہل صنعت اور شہروں اور جنگلوں میں پھرنے والے اور تاجر اور اطراف زمین کے مسافر جتنے ہیں سب کی زندگی میں شک ہو سکتا ہے اور یہ امر درط جہالت اور گمراہی میں ڈالتا ہے۔

اصل (4) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے، یعنی جو موجود ہے وہ اسی کی مرضی پر موقوف اور اسی کے ارادے سے صادر ہے اور اسی نے اول پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا جو چاہتا ہے کہ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے صاحب ارادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو فعل اس سے صادر ہوتا ہے یوں بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی ضد بھی اس سے صادر ہو اور جو فعل کہ ضد نہیں رکھتا ممکن ہے کہ تقدیم و تاخیر سے صادر ہو اور قدرت دونوں ضدوں اور وقتوں سے ایک ہی سی مناسبت رکھتی ہے تو ضروری ہے کہ ایک ارادہ ہو جو قدرت کو دونوں امور میں سے ایک کی طرف پھیر لائے۔

سوال : علم کے ہوتے ہوئے ارادہ کی ضرورت نہیں اور چیز موجود جو اپنے وقت میں پائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں اس کے موجود ہونے کا علم پہلے سے ہے تو ہم کہیں گے کہ اس طرح تو قدرت کی حاجت بھی علم کے سامنے نہیں کہہ سکتے کہ چیز بغیر قدرت موجود ہو گئی کیونکہ پہلے سے اس کے موجود ہونے کا علم اس وقت میں تھا۔

اصل (5) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اس سے قلوب کے دوسے اور فکر و دہم کے خفیہ امور غائب نہ ہوں اور نہ اس کے سننے سے چیونٹی کی سیاہ چال سخت پتھر پر شب تاریک میں بچ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع اور بصیر کیسے نہ ہو گا کہ سننا اور دیکھنا وصف کمال ہے نقصان کی بات نہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی مخلوق اس کی نسبت کامل تر ہو اور مصنوع صانع سے بڑھ کر ہو پھر حصہ کا اعتدال کہاں رہے گا جبکہ نقصان خالق کے حصے میں ہے اور کمال مخلوق میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت اپنے چچا (آذر) سے کیسے صحیح ہوگی۔ حنیان کا چچا (آذر) جہل کی وجہ سے بتوں کو پوجتا تھا آپ نے اس سے کمال تعبد مالا یسمع ولا یبصر عنک شیاء (ترجمہ) تو کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور نہ کچھ تیرے کام آئے۔ تو اگر یہی سماع آپ کے چچا (آذر) کے معبود میں ثابت ہو جائے تو آپ کی حجت باطل اور دلیل ساقط ہو جائے اور ارشاد خداوندی سچا نہ ٹھہرے۔ و نلک حجتنا

اتینا ہا ابراہیم علی قومہ ترجمہ۔ اور یہ دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور جس طرح کہ خداوند کریم کا فاعل ہونا بغیر اعضاء کے اور عالم ہونا بغیر دل اور دماغ کے سمجھا گیا ہے، اسی طرح اسکا بیٹا ہونا بغیر آنکھ کے ڈیلے کے اور سمیع ہونا بغیر کانوں کے سمجھنا چاہئے کہ دونوں امور میں کوئی فرق نہیں۔

اصل : (6) یہ جانتا کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور اس کا کلام ایک صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے، نہ وہ آواز ہے اور نہ حرف، بلکہ اس کا کلام کسی دوسرے کے کلام کے مشابہ نہیں جیسے اس کا وجود دوسرے کے وجود کے مثل نہیں اور حقیقت میں کلام وہی ہے جو نفس کلام ہو، حروف اور آواز تو صرف ظاہر کرنے والے کے لئے ہیں جیسے حرکات اور اشارات سے بعض اوقات سمجھا دیا کرتے ہیں۔ (معتزلہ) نامعلوم یہ امر بعض انبیاء پر کیسے مشتبہ ہو گیا حالانکہ جاہل کی عقل و دانش بھی اسے یہ کہنے سے نہ روکے کہ میری زبان تو حادث ہے مگر جو اس میں میری قدرت حادثہ کے سبب سے کلام پیدا ہوتا ہے وہ قدیم ہے تو اس کی عقل سے اپنی طمع توڑ دو اور اس کے ساتھ خطاب کرنے سے اپنی زبان بند کر دو جو یہ نہ سمجھے کہ قدیم اس کو کہتے ہیں جس کے پہلے دوسری چیز نہ ہو، اور بسم اللہ میں سین ہے اس سے پہلے ب ہے اس لئے سین ہرگز قدیم نہ ہوگا، تو ایسے شخص کی طرف خیال کرنے سے دل کو پاک کرو کیونکہ بعض بندوں کو ان مطالب سے دور رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے، جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور جو شخص اس بات کو بعید جانتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں ایسا کلام سنا ہو جس میں آواز و حروف نہ ہو تو اس کو اس امر کا بھی انکار کرنا چاہئے کہ آخرت میں ایک ذات کو دیکھے جو نہ جسم ہے نہ رنگ ہے اگرچہ سمجھتا ہے کہ جو چیز رنگ اور جسم اور مقدار اور کیفیت سے مبرا ہے اس کو دیکھے گا حالانکہ اب تک ویسی چیز کوئی دیکھی نہیں تو بننے کے حاسہ میں بھی وہی سمجھنا چاہئے جو دیکھنے کے متعلق سمجھا ہے اگر یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک علم ہے کہ تمام موجودات کا علم ہے تو اس کی ذات کے لئے ایک صفت کلام بھی سمجھنا چاہئے کہ جتنی باتیں عبارات سے سمجھنے میں آتی ہیں وہ اس کا کلام ہے اور اگر یہ عقل میں آگیا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ ایک چھوٹے سے پرچے پر لکھے جاتے ہیں اور دل میں ذرہ بھر جگہ میں یاد رہتے ہیں، اور یہ تمام اشیاء آنکھ کے ڈھیلے کے تل میں محسوس ہوتے ہیں مگر آسمان اور زمین اور بہشت اور دوزخ آنکھ کے تل اور دل اور پرچے میں نہیں آجاتے اسی طرح یہ بھی عقل میں لانا چاہئے کہ کلام زبانی زبانوں سے پڑھا جاتا ہے دلوں میں محفوظ ہوتا ہے، مصحف میں لکھا جاتا ہے لیکن کلام کی ذات ان چیزوں میں حلول نہیں کرتی، اس لئے کہ لکھنے سے کلام کی ذات حلول کر جائے اور آگ کا نام لکھنے سے کلتھ میں آگ کی ذات آجائے کلتھ کو جلا کر راکھ بنا دے۔

اصل : (7) کلام اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے، وہ قدیم ہے اسی طرح اس کے تمام صفات کا حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حوادث کے لئے محل ہونا محل ہے کہ حوادث بدلتے رہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قدیم ہونے کا وصف وہی واجب ہے جو اس کی ذات کے لئے واجب ہو تاکہ اس پر تغیرات نہ آئیں اور اس میں حوادث

نہ سائیں، بلکہ وہ ہمیشہ سے ازل میں عمدہ صفات کے ساتھ موصوف رہا ہے اور اسی طرح ابد میں رہے گا اور حالات کے تغیر سے منزہ ہے اس لئے کہ جو چیز محل حوادث ہوگی وہ حادث سے نہ بچ سکے گی اور جو چیز حوادث سے نہ بچے وہ حادث ہے اجسام پر جو وصف حادث ہونے کا ثابت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ان پر تغیر آتا ہے اور اوصاف بدلنے کو قبول کرتے رہتے ہیں تو اب خالق تغیر کے قبول کرنے میں اجسام کا شریک کیسے ہو جائے گا اور اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور حادث صرف آوازیں ہیں جو کلام موصوف پر دلالت کرتی ہیں اور جس طرح کہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ لڑکے پیدائش سے پہلے اسے تحصیل علم کے لئے امر کرنا اس کے باپ کے ساتھ قائم ہوتا ہے یہاں تک کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے اور اس کو عقل آتی ہے اور جو امر کہ باپ کے دل میں ہے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ اس میں علم پیدا کر دیتا ہے تو وہ اس امر کا مامور ہو جاتا ہے جو اس کے باپ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جب تک کہ لڑکا جان نہ لے گا تب اس امر کا وجود قائم رہے گا۔ اسی طرح یہ سمجھنا چاہئے کہ جس حکم پر کہ ارشاد خداوندی دال ہے۔

فَاُحْلَمُ نَعْبِكَ (ترجمہ) تو اپنے جوتے اتار ڈالو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسکا خطاب آپ کے وجود کے بعد ہوا، یعنی جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں اس حکم کی معرفت پیدا کی اور کلام قدیم کے سننے کے لئے کان بنائے۔

اصل : (8) اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ہے یعنی وہ ہمیشہ سے اپنی ذات اور صفات اور جو کچھ مخلوقات میں حادث ہوتا ہے سب کو ازل سے جانتا ہے اور جب کبھی مخلوقات حادث ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کا نیا علم پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ سب حوادث علم ازل سے اس کے سامنے منکشف ہیں مثلاً ہمیں زید کے آنے کا علم آفتاب کے نکلنے کے وقت معلوم ہوا جب تک آفتاب نہ نکلے گا تب تک یہ علم بالفرض بنا رہے گا تو اس وقت زید کا آنا ہمیں اسی علم سے معلوم ہوگا کہ کوئی نیا علم اس کے لئے نہ ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے علم کو قدیم ہونا بھی اسی طرح سمجھنا چاہئے۔

اصل : (9) ارادۃ الہی قدیم ہے اور حوادث کے پیدا کرنے کے لئے ان کے اوقات مخصوصہ مناسب میں موافق علم سابق کے ازل میں متعلق ہو گیا ہے اس لئے کہ اگر اس کا ارادہ حادث کا محل ٹھہرتا ہے اگر اس کا ارادہ اس کی ذات کے سوا دوسرے میں حادث ہو تو وہ ارادہ کرنے والا نہ ہوگا جیسے اگر حرکت تمہاری ذات میں نہ ہو تو تم متحرک نہ آہلاؤ گے اور جس طرح چاہو مان لو۔ دونوں صورتوں میں ارادہ کے حالات کے لئے دوسرے کی ضرورت ہوگی اور دوسرے کے لئے تیسرے کی یہاں تک کہ نوبت تسلسل بے نہایت پہنچے گی جو محال ہے اس لئے اس کے ارادہ کا حادث ہونا بھی محال ہے۔ اور اگر یہ ممکن کہا جائے کہ ارادہ کا حادث ہونا بغیر دوسرے ارادہ کے ہے تو یہ بھی ہو سکے گا کہ عالم کا حادث ہونا بغیر ارادے کے ہو۔

اصل : (10) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے علم سے، اور زندہ ہے حیات سے، قادر ہے قدرت سے، مرید ہے ارادہ

سے، متکلم ہے کلام سے، سمیع ہے سننے سے، بصیر ہے دیکھنے سے، اور یہ اوصاف اس کے ان قدیم صفات سے ہیں۔ جو شخص یوں کہے کہ علیم ہے بغیر علم کے، نوگویا یوں کہتا کہ غنی ہے بغیر مال کے یا عالم ہے بغیر معلوم کے، اس لئے کہ علم اور معلوم اور عالم ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں جیسے قتل اور مقتول اور قاتل، تو جس طرح قاتل بغیر مقتول کے متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مقتول بغیر قاتل اور قتل کے اسی طرح عالم بغیر علم کے بھی ممکن نہیں اور نہ علم بغیر عالم کے بلکہ یہ تینوں عقداً لازم و ملزوم ہیں، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تو جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ تجویز کرتا ہے اس کو چاہئے کہ عالم کو معلوم سے بھی جدا اور علم کو عالم سے علیحدہ کرے کیونکہ ان نسبتوں میں فرق نہیں سب ایک ہی ہیں۔

رکن: (3) اللہ تعالیٰ کے افعال کی معرفت۔ اس کا دارومدار بھی دس اصول پر ہے۔

اصل: (1) یہ جاننا کہ عالم میں جو حادث ہے وہ اسی کا فعل اور تخلیق و اختراع ہے اس کے سوا نہ کوئی خالق اور نہ کوئی ایجاد کرنے والا ہے۔ جس نے مخلوق کو بنایا اور پیدا کیا اور ان کی قدرت اور حرکت کو ایجاد فرمایا ہو، بندوں کے جتنے افعال ہیں وہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے اور اس کی قدرت سے وابستہ ہیں اور اس کی تصدیق اس آیت میں ہے۔ اللہ خالق کل شیء۔ ترجمہ۔ اللہ ہر شے کا خالق ہے۔ واللہ خلقکم وما یقلون ترجمہ۔ اور اللہ نے تمہیں اور اعمال کو پیدا فرمایا۔ اور فرمایا وَاسْتَرْوَا قَوْلَکُمْ اَوْاجْهَرُّ وَاِیْہٖ اِنَّہٗ عَلَیْہِمْ بُدَاٰتِ الْبَصُوْرِ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَہُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (پ 29، الملک نمبر 13) ترجمہ۔ اور تم اپنی بات آہستہ کہو یا آواز سے وہ تو دلوں کو جانتا ہے۔۔۔ بندوں کو حکم کیا کہ اپنے اقوال و افعال اور اسرار اور دل کے دسلوس سے بچے رہیں، اس لئے کہ وہ ان کے افعال کے فشاء سے باخبر ہے اور اپنے علم پر پیدا کرنے سے استدلال فرمایا، اور وہ بندوں کے افعال کا خالق کیسے نہ ہو گا کہ اس کی قدرت کامل ہے، اس میں کسی طرح کا تصور نہیں اور اس کی قدرت بندوں کے بدنوں کی حرکتوں سے متعلق ہے اور حرکتیں ایک سی ہیں، اور قدرت کا متعلق ہونا سب سے برابر ہے تو کیا وجہ ہے کہ بعض حرکتوں سے متعلق ہو اور بعض سے نہ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حیوان کسی شے کو پیدا کرنے میں مستقل ہو، حالانکہ مکڑی اور شہد کی مکھی اور تمام حیوانات سے وہ لطیف کام صادر ہوتے ہیں کہ جن میں عاقلوں کی عقل دنگ رہ جاتی ہے تو وہ کیسے مخترع (پیدا کرنے والے) ٹھہرے اور خداوند کرم مخترع نہ ہوا ان کو تو اپنے کاموں کی مفصل خبر بھی نہیں۔ ان کو مخترع کہنا بعید از قیاس ہے بلکہ مخلوقات سب عاجز ہے اور ملکوت کا مخترع صرف وہی ہے جو زمین و آسمان کا جبار ہے۔

اصل: (2) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کا مخترع ہونا بندوں کی حرکات کا اس بات کا موجب نہیں کہ وہ حرکات انسان کے تحت قدرت اکتساب کے طور پر نہ رہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قدرت اور مقدور دونوں کو پیدا کیا اور ذی اختیار دونوں کو بنایا، قدرت بندے کا ایک وصف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے کسب بھی انسان کو عطاۃ الہی ہے اس کی اپنی

پیدا کردہ نہیں۔ اور حرکت بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی، وہ انسان کی صفت اور کسب ہے یعنی وہ انسان کی ایک وصف مسمیٰ بقدرت پیدا ہوئی ہے۔ تو چونکہ حرکت دوسری صفت کی طرف منسوب ہے جس کو قدرت کہتے ہیں، اس وجہ سے باعتبار اس نسبت کے اس کو کسب کہتے ہیں اور یہ حرکت انسان کی جبر محض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ انسان ظاہری طور پر اپنی حرکت اختیاری اور لرزہ اضطراری میں فرق جانتا ہے اور یہ حرکت انسان کی خود پیدا کردہ کیسے ہو سکتی ہے کہ اس کو تو جتنا حرکتیں کسب سے کرنی ہیں ان کے اجزا کی تفصیل اور شمار کا علم بھی نہیں اور جب یہ دونوں باطل ہوئیں تو اعتقاد کے لئے ایک صورت درمیانی رہ گئی کہ حرکتیں اختراع کی رو سے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قبضہ میں ہیں اور ایک دوسرے تعلق کے اعتبار سے جسے اکتساب کہتے ہیں انسان کی قدرت کے اختیار میں ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس قدرت کی چیز پر قدرت کا تعلق ہو وہ فقط اختراع ہی کی وجہ سے ہو مثلاً ازل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت عالم سے متعلق تھی اور اختراع اس وقت صادر نہ ہوا اور اختراع کے وقت بھی قدرت عالم سے متعلق تھی مگر اس وقت دوسری طرح کا تعلق تھا خلاصہ یہ کہ قدرت ہونے سے ضروری نہیں کہ مقدور چیز اس سے صادر بھی ہو جائے۔

اصل: (3) کا فعل اگرچہ انسان کا کسب ہے لیکن یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے باہر ہو بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملک ملکوت میں جو کچھ ہوتا ہے پلک جھپکنا ہو یا دل کا التفات خیر ہو یا شر، نفع ہو یا ضرر، اسلام ہو یا کفر، معرفت ہو یا مکر، کامیابی ہو یا نقصان، گمراہی ہو یا ہدایت، طاعت ہو یا معصیت، شرک ہو یا ایمان، سب اس کی قدر سے ہوتا ہے اور اس کے ارادے اور خواہش سے ظہور میں آتا ہے نہ کوئی اس کی قضا کو جاسکتا ہے اور نہ اس کے حکم کو پیچھے ہٹا سکتا ہے چاہے گمراہ کرے جسے چاہے ہدایت دے، جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں اور بندوں سے باز پرس ہوگی اور بندوں کے افعال کا اس کی مشیت سے ہونا دلیل نقلی سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ تمام امت باتفاق کہتی ہے کہ مَا شَاءَ اللہ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اللہ چاہے وہ ہو جو نہ چاہے وہ نہ ہو۔ اور اللہ فرماتا ہے اَنْ لَّوْ شَاءَ اللہ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا ترجمہ۔ یہ کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت ہے۔ اور فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ زَنْجِيرًا ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر جہی کو ہدایت دیتے۔ اور اس کے لئے دلیل عقلی بھی ہے وہ یہ کہ اگر معاصی اور قصور کو اللہ تعالیٰ برا جانتا ہے اور ان کا ارادہ نہیں کرتا، وہ اس کے دشمن ابلیس لعین کے ارادہ سے ہوتے ہیں حالانکہ وہ دشمن خدا ہے اس کے ارادہ کے موافق زیادہ چیز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے موافق کم ہوتی ہیں تو بتاؤ کہ مسلمان خدا تعالیٰ کی سلطنت کو ایسے مرتبے میں کس طرح گھٹا دینگا کہ اگر اس کے مرتبے پر کسی گاؤں کے ہمدرد رئیس کو کھڑا کر دیا جائے تو وہ بھی ایسی حکومت سے نفرت کرے گا یعنی اس گاؤں میں اگر کوئی اس کا دشمن ہو اور اس کے ارادہ کے مطابق زیادہ کام کرتا ہو اور نمودار کے ارادہ کے موافق تعمیل کم ہوتی ہو تو وہ ایسی حکومت کو ذلت سمجھے گا اور اس سے دست بردار ہوگا چونکہ عوام میں اکثر نافرمانی ہوتی رہتی ہے اور یہ سب بموجب اہل بدعت (معتزلہ) کے اعتقاد کے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہے تو یہ اس پر دال ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف اور عاجز ہے۔

(معاذ اللہ) جب یہ ثابت ہو چکا کہ کل عالم کے افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب اس کے ارادہ کے مطابق ہیں۔

سوال: جس فعل کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس سے منع کیسے فرماتا ہے اور جس کا ارادہ نہیں کرتا اس کا حکم کیسے کرتا ہے؟

جواب: امر اور ہے اور ارادہ دگر مثلاً اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مارے اور حاکم وقت آقا پر عتاب کرے اور وہ عذر کرے کہ اس غلام نے میرا کھانا نہ مانا تھا۔ حاکم وقت اسے تو جھوٹ کہتا ہے اور وہ خود کو سچا ثابت کرنے کے لئے چاہے کہ کوئی ایسی بات غلام سے کہوں جو حاکم وقت سامنے نہ کرے تاکہ حاکم کو یقین ہو جائے کہ غلام کا ماننا بجا تھا۔ اس لئے غلام کو امر کرے کہ اس سواری پر بادشاہ کے سامنے زین باندھ دے تو اس آقا کا یہ امر ایسا ہے جس کی غلام سے تعمیل کرنا مطلوب نہیں۔ صرف غلام کی نافرمانی کا اظہار مطلوب ہے۔ اور اگر یہ امر نہ کرتا تو بادشاہ کے سامنے اس کا عذر ٹھیک نہ تھا اور اگر غلام سے تعمیل کا ارادہ ہو تو اپنے نفس کے قتل کا ارادہ کرنا پڑے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔

اصل: (4) اللہ تعالیٰ تخلیق و اختراع میں اور بندوں کو مکلف بنانے میں بندوں پر فضل اور احسان کرنے والا ہے، یعنی یہ اس کا محض فضل ہے کہ اس نے پیدا فرما کر اپنے احکام کا مکلف بنایا اس سپریم امور واجب نہ تھے معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب تھیں۔ اس لئے کہ اس میں بندوں کی بہتری ہے یہ ان قول کا محال ہے اس لئے کہ واجب کرنے والا اور حکم اور منع کر نیوالا تو وہ ہے کیسے دوسرے کی طرف سے وجوب کا مورد ہو سکتا ہے

فائدہ: (رد معتزلہ) واجب سے دو معنی مقصود ہوتے ہیں۔ (1) ایسا فعل کہ جسکے چھوڑنے سے آئندہ یا بالفعل نقصان ہو مثلاً کہیں کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے یعنی اس کے ترک سے آئندہ آخرت میں اس پر عذاب ہو گا یا کہیں کہ پیاسے پر پانی کا پینا واجب ہے کہ اس کے ترک سے مر جائے گا۔ (2) ایسا فعل جس کے نہ ہونے سے محال لازم آئے مثلاً کہیں کہ معلوم کا وجود واجب ہے یعنی اگر معلوم نہ ہو تو حل لازم آئے گا وہ یہ ہے کہ علم جمل ہو جائے گا۔ اب اگر معتزلہ کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پیدا کرنا باعتبار اول معنی کے واجب ہے تب تو گویا اللہ تعالیٰ کو کو معاذ اللہ ضرر کا نشانہ بناتے ہیں اور اگر پیدا کرنا سپر دوسرے معنوں کی وجہ سے تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ علم ازلی جب اللہ تعالیٰ میں ہے تو اس کے لئے معلوم کا وجود ضرور چاہئے اور اگر واجب کا کوئی تیسرا معنی جائے تو ہم نہیں سمجھے کیونکہ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ بندوں کی بہتری کے لئے واجب ہے یہ کلام فاسد ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری کو ترک کر دے اور اس سے اسے کوئی ضرر نہ پہنچے تو پھر اسکے حق میں وجوب کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔ علاوہ ازیں بندوں کی بہتری تو اس میں ہے کہ ان کو جنت میں پیدا کر دیتا اس بات کی طرف کون سا عاقل طمع کرتا کہ دارالمصائب (دنیا) میں اس کو پیدا کرے اور ہدف تیر معاصی کا نشانہ بنے پھر عذاب کے خطرے اور حساب

کے خوف سے ڈرایا اور دھمکایا جائے۔

اصل: (5) اللہ تعالیٰ کو جائز ہے کہ بندوں کو ایسی بات کا حکم کرے جس کی طاقت ان میں نہ ہو، اس میں بھی معتزلہ خلاف کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ امر جائز نہ ہو تو پھر اس کے دفع کرنے کا سوال محال ہے حالانکہ سوال کرنا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ رَبَّنَا وَلَا تُجِزِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (پ 3 البقرہ 286) ترجمہ۔ اے رب ہمارے اور ہم پر بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر دی کہ ابو جہل آپ کی تصدیق نہ کرے گا، پھر ابو جہل کو یہ حکم کیا کہ تمام اقوال میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرے، حالانکہ ایک قول اس کا یہ بھی تھا کہ ابو جہل تصدیق نہ کرے گا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس قول کی تصدیق کرے کہ تصدیق نہ کرے گا اس کی تصدیق تو امر محال ہے۔

اصل: (6) اللہ تعالیٰ کو روا ہے کہ اپنی مخلوق کو بغیر کسی جرم سابق اور ثواب آئندہ کے درد و عذاب پہنچائے اس میں معتزلہ کا خلاف ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے، اس کا تصرف اس کی ملک سے تجاوز نہیں کرتا، اور ظلم اسے کہتے ہیں کہ دوسرے ملک میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرے اور اللہ تعالیٰ پر ظلم محال ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے دوسرے کی ملک نہیں ہے کہ اس میں تصرف کرنے سے ظلم ہو اور یہ ایک امر واقعی ہے اس کے امر کا وجود ہے۔ ہونے کی دلیل بھی ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں جانوروں کا ذبح کرنا اور انسانوں کا انہیں قسم و قسم کی تکلیف پہنچانا ظاہر ہے کہ انسان جانوروں کو ایذا دیتا ہے حالانکہ ان سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔

سوال: اللہ تعالیٰ جانوروں کو زندہ کرے گا، اور جس قدر انہوں نے تکلیفیں اٹھائی ہوگی ان کا بدلہ ان کو عنایت کرے گا اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے؟

جواب: جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہر ایک چیز نئی پابل شدہ اور پاؤں میں روندی ہوئی کا زندہ کرنا واجب ہے تاکہ ان کو ان کی تکلیفوں کا ثواب دے تو وہ شخص دائرہ شریعت اور عقل دونوں سے خارج ہے اس لئے کہ ہم پوچھتے کہ اللہ تعالیٰ پر حشر اور ثواب دینے کے واجب ہونے سے کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ اس کے ترک سے اس کو ضرر ہوگا تب تو محال ہے اور اگر واجب کے کوئی اور معنی ہیں تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ معنی غیر مفہوم ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی واجب کے ہیں، ان سے یہ قول خارج ہے۔

اصل: (7) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر واجب نہیں کہ جو بندوں کے حق میں زیادہ مناسب ہو اسی کی رعایت کرے اس لئے کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بلکہ اس کے حق میں وجوب سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے پوچھ نہیں ہو سکتی۔ مخلوق سے باز پرس ہوتی ہے بتائیے کہ معتزلہ فرقہ جو کہتا ہے کہ مناسب تر فعل کا کرنا بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ پر واجب ہے وہ اس

مسئلہ مفروضہ میں کیا جواب دے گا کہ اگر آخرت میں ایک مردہ لڑکے اور ایک بالغ مردہ کے درمیان میں مناظرہ ہو اور وہ دونوں مسلمان مرے ہوں تو اللہ تعالیٰ بالغ کے درجے بڑھادے گا اور دوسرے لڑکے پر اس کو فضیلت دے گا اس لئے کہ بالغ نے اطاعت الہی میں بعد بلوغ کے محنت اٹھائی اور ایسا کرنا معتزلی کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ پس اس صورت میں اگر مردہ لڑکا کہے کہ الہی تو نے اس کا مرتبہ کیوں زیادہ کیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس لئے کہ بالغ ہوا اور اطاعت میں محنت کی پھر وہ مردہ لڑکا کہے گا کہ الہی تو نے مجھے بچپن میں مار دیا تھا ترے اوپر واجب تھا کہ میری زندگی باقی رکھتا تاکہ میں بالغ ہو جاتا اور اطاعت میں کوشش کرتا تو نے عدل نہ کیا کہ اس کی عمر زیادہ کی اور میری نہ کی اس میں میرا قصور نہیں پھر کسی وجہ سے اس کو فضیلت دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ اگر تو بالغ ہوتا تو شرک یا معصیت کرتا تو تیرے حق میں مناسب تر یہی تھا کہ بچپن میں مر جائے (یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے معتزلہ بیان کرتے ہیں۔) اب ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لڑکے کے سوال میں اس طرح ارشاد فرمائے گا تو اس وقت دوزخ کے طبقات میں سے کافر پکاریں گے کہ الہی یہ تو تجھے معلوم ہی تھا کہ ہم بڑے ہو کر شرک کریں گے تو تو نے ہمیں بچپن ہی میں کیوں نہ مار دیا ہم تو اس مسلمان لڑکے کے درجے سے کمتر بھی راضی تھے تو اس کا کیا جواب دیا جائے گا۔ (اس کا معتزلہ کے ہاں کوئی جواب نہیں۔) اسی لئے اہلسنت کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ خداوند کریم کے معاملات میں اس کی جلالت شان کی وجہ سے ایسی جرات ناموزوں ہے کہ کہا جائے کہ اس پر فلاں امر واجب ہے وغیرہ وغیرہ

سوال : اللہ تعالیٰ بندوں کے حق میں مناسب تر فعل کی رعایت پر قادر ہے پھر ان پر اسباب عذاب کو مسلط کر دینا قبیح ہے اور حکمت سے بعید۔؟

جواب : قبیح کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز غرض کے موافق نہ ہو، یہاں تک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے حق میں قبیح ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے حق میں اگر اس کی غرض کے موافق ہو تو اچھی ہوتی ہے مثلاً کسی کا مارا جانا اس کے اقرباء قبیح جانتے ہیں اور اس کے دشمن اچھا سمجھتے ہیں اگر تمہاری غرض قبیح سے یہ ہے کہ امر اللہ تعالیٰ کی غرض کے موافق نہیں تو محال ہے اس لئے کہ اسے کوئی غرض نہیں اسی لئے ان معنوں کے اعتبار سے اس سے قبیح متصور نہیں جیسے کہ ظلم اس سے متصور نہیں یعنی ملک غیر میں اس کا تصرف کرنا ہو ہی نہیں سکتا ہے اسی لئے کہ ظلم بھی اس سے محال ہے اور اگر قبیح سے یہ مراد ہے کہ وہ اور ان کی غرض کے موافق نہ ہو تو اسکو اللہ تعالیٰ پر محال کیوں کہتے ہو یہ تو صرف ایک خیال ہے اس کے خلاف پر وہی صورت شہد ہے جو ہم نے دوزخیوں کے فرضی مناظرہ کی صورت بیان کی ہے علاوہ ازیں حکیم کے معنی یہ ہے کہ چیزوں کی حقیقتوں سے آگاہ اور ان کے افعال کو اپنے ارادہ کے موافق مضبوط کرنے پر قادر ہو اور اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ مناسب ترکی رعایت حکیم پر واجب ہو اور ہم میں مثلاً حکما کہ کسی زیادہ مناسب امر کی رعایت کرتے ہیں وہ صرف اپنے لحاظ سے کرتے ہیں دنیا میں اس کی وجہ سے

تعریف حاصل ہو اور آخرت میں ثواب یا اس کی وجہ سے کوئی گرفت اپنے سے دفع کریں، اور یہ باتیں اللہ تعالیٰ پر محال ہیں اس لئے اصلح کی رعایت کا اس پر واجب ہونا بھی محال ہے۔

اصل: (8) اللہ تعالیٰ کی معرفت اور طاعت اس کی واجب کرنے اور اس کی شریعت کی وجہ سے واجب ہے عقل کی جست وجہ سے واجب نہیں۔ معتزلہ اس میں بھی خلاف کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر عقل اللہ تعالیٰ کی طاعت کو واجب کرے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بے فائدہ واجب کرے گی اور یہ محال ہے اس لئے کہ عقل لغو کی موجب نہیں ہوتی یا کسی فائدہ کے لئے واجب کرے گی اور فائدہ یا تو معبود کا ہو گا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے کہ وہ تمام فوائد و اغراض سے پاک ہے بلکہ کفر اور ایمان اور طاعت اور عصیان اسکے حق میں دونوں برابر ہیں یا بندے کا فائدہ ہو گا اور یہ بھی محال ہے اس لئے کہ بالفعل بندے کی کوئی غرض اس سے متعلق نہیں بلکہ طاعت پر جو محنت کرتا ہے اور اپنے شہوات سے اس سے باعث باز رہتا ہے اس کا انجام بجز ثواب اور عتاب کے اور کچھ نہیں اور یہ کہاں سے معلوم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ معرفت اور اطاعت پر ثواب عنایت کرے گا عذاب نہ کرے گا اس کے نزدیک تو اطاعت اور مصیبت برابر ہیں کیونکہ اس کو دونوں میں سے کسی طرف میلان نہیں اور نہ اس میں سے کسی کو اس کے ساتھ خصوصیت ہے بلکہ اس کی تیز شریعت ہی سے معلوم ہوتی ہے اور جس نے اس امر کو مخلوق کے اوپر قیاس کیا کہ مخلوق کی شکرگزاری سے مخلوق خوش اور محفوظ ہوتی ہے اور ناشکری سے ناخوش ہوا کرتی ہے تو اسی طرح خالق کا حال کہ طاعت سے اس کو راحت ہوتی ہے اور معصیت سے نہیں ہوتی تو یہ اس کی خطا ہے۔

سوال: جب طاعت اور معرفت کا وجوب بجز شریعت کے اور کسی چیز سے نہ رہا اور شریعت جب تک نہیں حاصل ہوتی مکلف اس میں نظر نہ کرے تو اگر مکلف شخص پیغمبر علیہ السلام سے تقریر کرے کہ عقل مجھ پر نظر کو واجب نہیں کرتی اور نہ شریعت بغیر نظر کرنے کے مجھ پر تاثیر کرے اور میں خود نظر پر جرات نہیں کرتا تو چاہئے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا جواب نہ دے سکیں؟ (معاذ اللہ)

جواب: معترض کا کہنا ایسے ہے جیسے کہ زید عمرو سے کہے اور وہ کسی جگہ میں کھڑا ہو کہ تیرے پیچھے ایک درندہ ہلاک ہے اگر تو یہاں سے نلے گا تو وہ تجھے مار ڈالے گا اور اگر تو اپنا منہ پھیر کر دیکھے گا تو میرا سچ تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں عمرو کہے کہ تیرا سچ جب تک میں مڑ کر نہ دیکھوں مجھے ثابت نہ ہوگا اور جب تک تیرا سچ نہ ثابت ہو جائے تو مڑنا اور دیکھنا کیا ضروری ہے تو ظاہر ہے کہ اس قول سے عمرو کی حماقت ثابت ہوگی اور یہ خود تیرا بلا کا نشانہ ہوگا زید کا اس میں کیا ضرر ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے پیچھے موت ہے اور اس کے اس طرف درندے ہلاک اور دیکھتی آگ ہے اگر تم ان سے اپنی تدبیر بچاؤ کی نہ کرو گے تو تم کو وہ تباہ کریں گے اور میرا سچ تم کو میرے معجزات کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا جو شخص معجزات کی طرف ملتفت ہو کر اپنا بچاؤ کرے گا۔ وہ بچ جائے گا اور جس نے التفات نہ کیا اور غفلتوں پر مصر رہا وہ تباہ و برباد ہوگا اگر سارے آدمی

ہلاک ہو جائیں تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں۔ میرا ذمہ تو صرف صاف صاف یہ ہے کہ شریعت موت کے بعد ہلاک درندوں کے ہونے کو بتاتی ہے اور عقل شریعت کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کا فائدہ دیتی ہے اور جو باتیں شرع کے قول کے مطابق آئندہ ہوں گی۔ ان کا امان جانتی ہے اور طبیعت ضرر سے بچے رہنے پر ابھارتی ہے اور واجب ہونے کے معنی یہی ہیں کہ اس کے ترک کرنے سے ضرر ہو اور شریعت کو واجب کرنے والا کہتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ شریعت اس ضرر کو بتاتی ہے جس کی توقع آئندہ ہو کیونکہ عقل تو اس بات کی ہدایت نہیں کرتی کہ شہوت کی پیروی کرنے سے موت کے بعد ضرر کا نشانہ بننا پڑے گا شرع اور عقل اور واجب کے متعلق ان کی تاثیر کا یہی معنی ہے اور اگر بالفرض مامور بہ کے ترک پر عذاب کا خوف نہ ہوتا تو وجوب بھی ثابت نہ ہوتا۔۔۔۔۔ اس لئے واجب تو اسی کو کہتے ہیں جس کے ترک کرنے سے آخرت میں کوئی ضرر متعلق ہو۔

اصل : (9) انبیائے علیہم السلام کا بھیجنا محال نہیں اس میں فرقہ براہمہ کا خلاف ہے 'وہ کہتے ہیں کہ انبیائے علیہم السلام کے بھیجنے میں کوئی فائدہ نہیں' عقل کے ہوتے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہم اہل اسلام کہتے ہیں کہ عقل سے وہ امور معلوم نہیں ہوتے جو آخرت میں نجات کے موجب ہوں جیسے کہ عقل سے وہ دوائیں جو صحت کی مفید ہوں معلوم نہیں ہوتیں تو مخلوق کو انبیاء کی ہی حاجت ہے جسے عوام کو طبیب کی ضرورت ہے 'فرق اتنا ہے کہ طبیب کا قول تجربہ سے سچ مانا جاتا ہے اور نبی کا معجزہ ہے۔

اصل : (10) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور پہلی شریعتوں یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کی ملتوں کا ناسخ بھیجا اور ظاہر معجزات اور غالب کرامات سے آپ کی تائید فرمائی جیسے چاند کا شق ہونا اور کنکروں کا تسبیح پڑھنا۔ جانوروں کا بولنا اور انگلیوں سے پانی بہنا وغیرہ اور آپ کے اعلیٰ معجزات میں سے تمام عرب پر اسی اعلیٰ معجزہ کی وجہ سے آپ کو فوقیت ہوئی وہ اعلیٰ معجزہ قرآن مجید ہے کہ باوجودیکہ اہل عرب فصاحت و بلاغت میں دم بھرتے تھے ان کے مقابلہ پر قادر نہ ہوئے اس لئے کہ جو کچھ عہدگی اور ترتیب کی خوبی اور عبارت کی درستی اس میں ہے انسان کی طاقت نہیں کہ اس کو جمع کر سکے کفار نے ہر طرح کی مزاحمت کی مثلاً مسلمانوں کو گرفتار کرنا اور لوٹ لینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے کا ارادہ کرنا اور وطن سے نکل دینا سب کچھ کیا مگر قرآن مثل نہ لاسکے باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی تھے اور کتابوں کا مطالعہ نہ تھا علاوہ ازیں کلام مجید میں تمام لوگوں کی خبریں اور بہت سے امور میں غیب کے حالات بیان کر دیئے ہیں جو بعینہ اس طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (پ 26 الفتح 27) تم بیشک مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے۔ اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے بل منڈواتے یا ترشواتے۔ اور فرمایا الم علیبت لروم فی ادنی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی یضع منین اور معجزہ جو رسول کے سچ ہونے پر دلالت کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعل کہ جس سے انسان عاجز ہوں وہ بجز اللہ تعالیٰ کے دوسرے کا فعل نہ ہو گا تو

جب اس طرح کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوگا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ گویا یا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رسول سچ کہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہو اور اس کی رعیت کے سامنے دعویٰ کرتا ہو کہ اس بادشاہ کا اپنی ہوں تو اگر یہ شخص بادشاہ سے کہے کہ میں اس دعوے میں سچا ہوں تو آپ تین بار خلاف عادت اٹھئے اور بیٹھئے اور بادشاہ اس کے کہنے سے ویسا ہی کرے تو لوگ وہاں موجود ہوں گے انہیں یقین ہو جائے گا کہ بادشاہ نے گویا یہ کہہ دیا کہ الچی سچ کہتا ہے۔

رکن: (4)

سماعی امور کا بیان: یعنی جن امور کی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے انہیں سچ جانا۔ اس کا وار و مدار دس اصول پر ہے۔

اصل: (1) حشر نشر ہوگا کہ شریعت میں اس کی خبر آپ کی ہے اور اس کا سچ جانا واجب ہے اس لئے کہ اس کا وجود عقل میں ممکن ہے کہ فنا کے بعد دوبارہ موجود ہوتا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے۔ جیسے اس نے پہلے پیدا کیا چنانچہ خود فرماتا ہے۔ قَالَ مَنْ يُحِبِّي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحِبِّيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ (پ 23 یسین 79) بولا ایسا کرنا ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب بالکل گل جائیں گی تم فرما انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا۔ اس میں ابتداء میں پیدا کرنے سے دوبارہ پیدا کرنے پر استدلال فرمایا اور فرمایا وما خلقكم ولا بعثكم الا كنفس واحدة دوبارہ پیدا کرنا دوسری ابتداء ہے پس وہ مثل ابتداء لول کے ممکن ہے۔

اصل: (2) منکر نکیر کا سوال احادیث سے ثابت ہے تو اس کی تصدیق بھی واجب ہے اس لئے کہ عقل کی رو سے وہ ممکن ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ زندگی دوبارہ کسی ایسی جز میں آجائے اور یہ امر بذات خود ممکن ہے اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ میت کے اجزاء تو ساکن رہتے ہیں اور ہمیں منکر نکیر کا سوال سنائی نہیں دیتا کیونکہ سوتا آدمی بھی ظاہر میں ساکن ہوتا ہے مگر نیند میں ایسی رنجش اور لذتیں پاتا ہے کہ جاگنے کے بعد ان کا اثر محسوس کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کلام سنتے اور انہیں دیکھتے تھے لیکن صحابہ کرام سنتے تھے نہ دیکھتے تھے۔ اور نہ ان کے علم میں سے کوئی چیز معلوم کر سکتے تھے۔ الا ماشاء اللہ کہ اس لئے ان لوگوں میں فرشتوں سے کچھ سننا اور انہیں دیکھنا پیدا نہیں کیا گیا تھا اسی لئے انہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ دیکھا۔

اصل: (3) عذاب قبر شریعت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُرًا وَآوَعِشًا جُورًا نَقُومُ السَّاعَةَ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (پ 24 المؤمن 42) آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جب دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے مشہور چلا آیا ہے کہ وہ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے اور قبر کا عذاب ممکن ہے تو اس کی تصدیق

واجب ہے اور میت کے اجزاء کا درندوں کے پیٹ میں اور پرندوں کے پوٹوں میں بٹ جانا عذاب قبر کی تصدیق کا مانع نہیں، اس لئے کہ عذاب کا درد تو حیوان میں سے خاص اجزاء کو معلوم ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اجزائیں اور اک پھر دوبارہ پیدا کر دے۔

اصل : (4) میزان جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُصِّعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ تَرْجَمَ۔ اور ہم قیامت کے لئے عدل کا ترازو رکھیں گے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ لَحِلُونَ (پ 18 المؤمنون 102 و 103) بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے اور جنگی تو لیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں گھائے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اعمال کا مرتبہ ہوتا ہے موافق نامہ اعمال میں وزن پیدا کر دیتا ہے اس سے بندوں کے وزن کی مقداریں تمام کو معلوم ہو جائیں گی تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ اگر عذاب کرے گا تو عدل ہے اور اگر ثواب دے گا تو عفو اور فضل ہے۔

اصل : (5) پل صراط یعنی دوزخ کی پشت پر بنا ہوا پل ہے کہ بل سے زیادہ باریک اور نکوار سے زیادہ تیز ہے۔ فَاَهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ وَقَفَّوْهُمْ اَنَّهُمْ مَسْئُولُونَ اور اس پل کا ہونا ممکن ہے اس لئے اس کا سچ جانتا بھی واجب ہے اور امکان کی وجہ ہے کہ جو شخص اس بات پر قادر ہے کہ پرند کو ہوا میں اڑا دے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ آدمی اس پل کے اوپر چلائے۔

اصل : (6) جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (پ 4 آل عمران 133) ترجمہ۔ اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان و زمین آجائیں۔ (مکملہ ایمان)

فائدہ : لفظ اعدت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت مخلوق ہے اس لئے اس کو باعتبار ظاہر الفاظ کے رہنے دینا واجب ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں۔

سوال : روز جزا سے پہلے ان دونوں کے پیدا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔

جواب : جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کی باز پرس نہیں۔

۱۔ عقلی گھوڑے دوڑانا ہمارا کام نہیں وہ مالک ہے جسے جس طرح چاہے کرے۔ ہمیں اس کی حکمت معلوم نہیں اس نے کسی حکمت سے اور اب اس کی موجودگی کی علامتیں خود جانتا ہے۔ عذاب قبر کے معتزلہ منکر تھے۔ اب ہمارے دور میں منکرین حدیث یعنی پرویزی و جدائی معتزلہ کی اتباع میں عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اصحابِ صالحین پر ہم اللہ تعالیٰ نے جو معتزلہ کو جوابات لکھے اب منکرین

اصل (7) خلافت کا ماننا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نص قطعی کسی امام پر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو اولیٰ یہ تھا کہ ظاہر تر ہوتا جو کوئی عالم یا امیر اپنے شہروں میں مقرر فرمایا ہو اور یہ کسی سے نہیں بلکہ یہ تو زیادہ ظاہر ہونا چاہئے تھا ایسا اہم مسئلہ کیسے چھپا رہا اور اگر ظاہر ہو گیا تو پھر کیسے مٹ گیا کہ ہم تک اس کا حل نہ پہنچا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے پسند کرنے اور رغبت کی وجہ سے امام ہوئے۔

سوال: اگر خلافت کے لئے صریح نص نہیں تھی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برا کید کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کید۔

جواب: یہ اعتراض اجماع کے انکار کا اظہار ہے اور اجماع کا انکار رافضیوں کے سوا اور کسی سے اس پر جرات نہیں ہوئی۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ تمام صحابہ کو بہتر و برتر کہا جائے۔ اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اسی طرح ان کی تعریف کرائے اور جو نزاع حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہوا اس کی بنا اجتماع پر تھی یہ نہیں کرامت کے بارے میں حضرت معاویہ کی طرف سے انکار ہوا ہو بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گمان کیا کہ حضرت عثمان غنی کے قاتلوں کو سپرد کر دینے کا انجام یہ ہو گا کہ امامت کا معاملہ ابھی درہم پرہم ہو جائے گا ان کے قبائل بہت ہیں اور لشکر میں ملے جلے ہیں اس لئے انہیں امیر معاویہ کے سپرد کرنے میں تاخیر کو اچھا جانا اور حضرت معاویہ نے یہ سمجھا کہ بلو جود اتنے بڑے قصور کے ان کے بارے میں تاخیر کی یہ خلفاء ثلاثہ کے خلاف برا نگینہ کرنا اور کشت و خون ناحق کے درپے ہونا ہے اور بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور بعض کہتے ہیں صواب کو پہنچنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور یہ کسی اہل علم کی تجویز نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا ہو کہ وہ خطا پر تھے۔

اصل (8) خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی فضیلت ترتیب خلافت پر ہے اس لئے کہ فضیلت فی الواقع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو اور یہ بجز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی اس پر مطلع نہیں ہوتا اور ان سب حدیث کو بھی ہمارے وہی جوابات کافی ہیں ان میں سے ایک آیت یہ ہے جو مذکور ہوئی۔ طریقہ استدلال ہیں انہیں دنیا میں تو یہ عذاب کہ وہ فرعون کے ساتھ غرق ہو گئے اور آخرت میں دوزخ میں جلائے جاتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فرعون کی رد میں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔ مسئلہ اس آیت سے عذاب قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح و شام پیش کیا جاتا ہے جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تا آنکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کی طرف منقلعے (دستی منزل)۔

کی تعریف میں آیات اور احادیث بکثرت وارد ہیں اور فضیلت کے دقائق اور اس کی ترتیب کو وہی جانتے ہیں جو وحی اور قرآن مجید کے نزول کو دیکھتے اور قرآن کے حل سے فضیلت کے دقائق معلوم کرتے تھے اگر وہ لوگ بر فضیلت کو اس ترتیب کے ساتھ نہ سمجھتے ہوتے تو خلافت کو اس طرح ترتیب نہ دیتے اس لئے کہ وہ حضرات ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ نہ ملامت گروں کے طعن سے ڈرتے تھے اور نہ ان کو امر حق سے کوئی مانع روک سکتا تھا۔

اصل : (9) امامت کی شرطیں اسلام اور بلوغ اور عقل اور آزادی کے بعد پانچ ہیں؛ (1) مرد ہونا (2) ورع (3) علم (4) کفایت (5) قریشی ہونا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا نعمة من قریش ترجمہ۔ امام قریش میں سے ہوتے ہیں۔ اور جب بہت سے لوگ ایسے ہوں جن میں یہ پانچوں صفات موجود ہوں تو امام وہ ہوگا جس کے لئے اکثر کی بیعت ہو جائے اور جو اکثر لوگوں کا خلاف کرے وہ باغی ہے اس کو حق کے انقیاد کی طرف لوٹانا واجب ہے۔

اصل : (10) جو شخص امامت کا کفیل ہو اگر اس میں ورع اور علم کا وجود دشوار ہو اور اس کے معزول کر دینے سے ایسا فتنہ برپا ہوتا ہو جس کی تاب لوگوں کو نہ ہو تو ہم یہی کہیں گے کہ اس کی امامت درست ہے اس لئے کہ معزول کر دیا جائے تو دو مال سے خلل نہیں یا دوسرا اس کی جگہ پر ہو یا بالکل امامت خالی رہے اگر پہلی صورت ہوگی، یعنی اس کی جگہ دوسرا مقرر کیا جائے گا تب تو جتنا ضرر مسلمانوں کو فتنہ برپا ہونے سے ہوگا وہ اس نقصان کی بہ نسبت زیادہ ہوگی جو امام مذکور میں شرط امامت کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہوگا کیونکہ شروط مذکورہ صرف زیادتی مصلحت کے لئے ٹھہرائی گئی ہیں تو زیادتی مصلحت کے نہ ہونے کے خوف سے اصل مصلحت کو دور کرنا اچھا نہیں جیسے کوئی ایک محل بنانے کے لئے شرگرا دے اگر دوسری صورت ہو یعنی ملک امام سے خالی رہے تو تمام حالات بگڑ جائیں گے یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا اس لئے لازماً پہلے صورت قائم رہے گی، علاوہ ازیں ہم حکم دیتے ہیں کہ باغیوں کا حکم ان کے شہروں میں درست ہے اس نظر سے کہ ان کو حاجت ہوتی ہے، تو حاجت اور ضرورت کے ہوتے ہوئے امامت کیسے درست نہ ہوگی یہ چاروں رکن جو چالیس اصول پر مشتمل ہیں یہ عقائد کے قواعد ہیں جو کوئی ان کا معتقد ہوگا وہ اہل سنت و جماعت کے موافق اور اہل بدعت سے علیحدہ ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اپنی توفیق سے ہمیں راستی پر رکھے اور اپنے جود و احسان و فضل سے راہ حق سے ہمیں نوازے۔ (وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ و صحابہ و بارک و سلم)

ایمان اور اسلام کا بیان

ان دونوں میں جو اتصال اور جدائی ہے جو کی بیشی ان دونوں پر طاری ہوا کرتی ہے، اور سلف صالحین جو ان شاء اللہ ان دونوں کے بارے میں کہتے تھے ان کی پیروی میں ہم یہاں عرض کریں گے لہذا یاد رہے کہ ایمان و اسلام کے متعلق کہتے تھے تین مسئلے ہیں (۱) علماء کا اختلاف ہے کہ اسلام ایمان ہے یا کوئی دوسری چیز ہے اگر دوسری چیز ہے تو اس سے جدا پایا جاتا ہے یا اسی کے ساتھ متعلق اور لازم رہتا ہے بعض تو کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں اور بعض کا قول ہے کہ دو چیزیں ہیں اور ایک دوسری سے جدا جدا ہیں بعض کہتے ہیں کہ دو ہیں مگر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ حضرت ابوطالب مکی نے اس بارے میں ایک بہت بڑی تقریر لکھی ہے ہم حق صریح کو بیان کرتے ہیں اور ایسی تقریر نقل نہیں کریں گے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

فائدہ : واضح ہو کہ اسلام و ایمان کے متعلق تین بحثیں۔ (۱) لغت میں دونوں لفظوں کے معنی کیا ہیں۔ (۲) شریعت میں ان دونوں سے کیا مراد ہے۔ (۳) ان دونوں کا حکم دنیا و آخرت میں کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بحث اول لغوی ہے اور دوسری تفسیری اور تیسری فقہی شرعی۔

بحث : معنی لغوی اس میں حق یہ ہے کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا (پ ۱۳ یوسف ۱۷) اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے۔ (ترجمہ کوزلایمان)

فائدہ : مومن سے مراد مصدق یعنی تصدیق کرنے والا اور اسلام کا معنی ہے فرمان ماننا اور سرکشی اور انکار اور عناد کو چھوڑنا، اور تصدیق کا ایک محل خاص ہے، یعنی وہ دل سے ہوتی ہے، اور زبان اس کی ترجمان (بیان کرنے والی) ہے اور ماننا عام ہے دل اور زبان اور اعضاء سب سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جو تصدیق دل سے ہے وہ تسلیم اور ترک انکار ہے اسی طرح زبان سے اقرار کرنا اور طاعت اور انقیاد اعضاء سے کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ لغت کے اعتبار سے اسلام عام ہے اور ایمان خاص اسلام کے اجزا میں سے اشرف کام ایمان ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک تصدیق تسلیم ہے لیکن ہر تسلیم تصدیق نہیں۔

بحث (۲) : حق یہ ہے کہ شریعت میں ان کا استعمال تینوں طور پر آیا ہے یعنی دونوں کے معنی ہوں یا جدا جدا ہوں ایک کے معنوں میں دوسرے کے معنی داخل ہوں دونوں کے ہم معنی ہونے کی مثال قرآن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاخْرِجْنَا مِنْ هٰذَا وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ترجمہ۔ پھر بچا نکلا ہم نے جو وہاں ہم نے اہل ایمان پایا سوائے ایک گھر کے جو مسلمان کا تھا۔

فائدہ : بالاتفاق ثابت ہے کہ وہ ایک گھر تھا اس میں مومنین اور مسلمین تھے اور ارشاد فرمایا يَقُومُ اِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (پ ۱۱ یونس ۸۴) ترجمہ اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اس پر بھروسہ کر، اگر تم اسامہ کہتے ہو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اِنْ كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ

بنا پانچ باتوں پر ہے۔ آپ کے ایمان کا پوچھا گیا تو اس کے جواب میں بھی یہی پانچوں رکن ارشاد فرمائے۔

فائدہ : معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں اور دونوں کے جدا جدا ہونے کی یہ بھی قرآن مجید ہے قالت لا اعراب لمننا قل لکم نور من نور لیکن قولوا اسلمنا بآیۃ اللہ لعلکم تہتدون ہم ایمان لے آئے تم فرماؤ کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن کہو۔ کہ ہم نے ظاہری فرمانبرداری۔ اس آیت میں مراد فقط دل کی تصدیق ہے اور اسلام سے صرف زبانی یا اعضاء کی ظاہری فرمانبرداری مراد ہو۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام : جب جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان لانا اللہ پر اور اس کے فرشوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر اور حساب پر خیر و شر کو اسی کی طرف جانے پر پھر پوچھا کہ اسلام کیا ہے تو جواب میں یہی پانچ خصلتیں ذکر فرمائیں یعنی قول اور عمل سے تسلیم کرنے کو اسلام کہتے ہیں۔

حدیث : سعد بن ابی وقاص۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ عطا فرمایا اور دوسرے کو کچھ نہ دیا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے اس شخص کو چھوڑ دیا حالانکہ وہ مومن ہے یا مسلم دوبارہ وہی عرض کیا آپ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔

فائدہ : معنی دوسرے میں داخل ہونے کی مثل یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اسلام پھر سائل نے عرض کیا کہ اسلام کونسا افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایمان۔

فائدہ : اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مختلف بھی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل بھی اور یہ لغت کی رو سے استعمالات میں سب سے اچھا امر ہے اس لئے کہ ایمان اعمال میں سے ایک عمل ہے جو تمام اعمال سے افضل ہے اور اسلام تسلیم کا نام ہے خواہ دل میں یا زبان سے یا اعضاء سے اور ان سب میں بہتر وہ تسلیم ہے جو دل سے ہو اور دل کی تسلیم وہی تصدیق ہے جس کو ایمان کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال جداگانہ طور خواہ تداخل یا ترادف کے طور پر مجاز فی اللغۃ کے طریق سے خارج نہیں مثلاً جداگانہ طور پر اس طرح ہو کہ ایمان کو فقط دل کی تصدیق کا نام کہیں تو یہ لغت کے موافق ہو گا اور اسلام کو تسلیم ظاہری ٹھہرائیں یہ بھی لغت کے موافق ہو گا اس لئے کہ تسلیم اگر تسلیم کی بعض مقامات سے بھی ہو گئی تو اس کو بھی تسلیم ہی کہیں گے یہ تو شرط نہیں کہ جہاں جہاں معنی کلیا جانا ممکن ہو لفظ سے وہ تمام حاصل ہی ہو جیسے مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو اپنے بدن کے کسی ٹکڑے سے چھوئے تو چھونے والا ہی کسلائے گا۔ گو تمام بدن چھونے میں شامل نہیں اسی طرح لفظ اسلام کو صرف ظاہر کی تسلیم پر بونا جس وقت کہ باطن کی تسلیم نہ ہو لغت کے مطابق ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے قالت الاعراب ام قل لہ نومو

ولکن قولوا اسلمنا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کہ یا مسلم ہے اس لئے کہ آپ نے مومن کو مسلم پر ترجیح دی، اور ہماری غرض دونوں کے معنوں کے جدا ہونے سے یہی ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہو، اور تداخل کے طور پر بھی لغت کے موافق ہوگا، یعنی اسلام کو یہ ٹھہرائیں کہ دل اور قول اور عمل سب سے تصدیق کا نام ہے اور ایمان کو کہیں کہ بعض تصدیق کا نام ہے جو اسلام میں داخل ہے یعنی صرف دل کی تصدیق اور ہماری غرض تداخل سے یہی ہے اور ایمان کو خاص کر دنیا اور اسلام کو عام کر دینا لغت کے موافق ہے اور اسی کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب سائل نے عرض کیا کہ کونسا اسلام افضل ہے تو آپ نے فرمایا ایمان یعنی آپ نے ایمان کو خاص کر کے اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے ایک معنی میں استعمال کی مثال یہ ہے کہ صورت میں اسلام معنی تسلیم کے لئے جائیں جو دل اور ظاہر دونوں سے ہو کیونکہ تسلیم بہر حال ہوگی اور ایمان کے معنی بھی یہی کر دیئے جائیں، اس صورت میں صرف اتنا تصرف ہوگا کہ ایمان میں جو خصوصیت دل سے تسلیم کی تھی اس کو عام کر دیا جائے گا۔ اور ظاہر کی تسلیم کو بھی اس میں داخل کیا جائے گا اور یہ تصرف درست ہے اس لئے کہ ظاہر کی تسلیم قول اور عمل سے باطن کی تصدیق کا ثمرہ اور نتیجہ ہو جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ درخت بولتے ہیں لیکن اس سے درخت مع پھل مراد ہوتا ہے تو اتنے تصرف سے ایمان اسلام کا ہم معنی اور اس کے مطابق ہو جائے گا اس سے زیادہ ہوگا نہ کم اسی بنا پر یہ ارشاد خداوندی ہے فَحَبِّبْنَا قَلْبَهَا غَيْرَ بَيِّنَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۲﴾

بحث (3): حکم شرعی۔ اسلام اور ایمان کے دو حکم ہیں، دنیوی، اخروی، حکم اخروی یہ ہے کہ آتش دوزخ سے نکلنا اور اس میں ہمیشہ رہنے کا مالع ہونا، کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یخرج من النار من كان في قلبه مشقة ذرة من الايمان ترجمہ۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکلے گا۔

فائدہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حکم کس حکم پر مرتب ہوتا ہے یعنی وہ ایمان کون سا ہے جس کا نتیجہ آتش دوزخ سے نکلنا ہے۔ بعض کا قول تو یہ ہے کہ صرف یقین کرنے کا نام ایمان ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ہے اور بعض تیسری بات اور بڑھاتے ہیں یعنی اعضاء سے عمل کرنا۔ (فیصلہ امام غزالی قدس سرہ ہم اسباب میں اصل مقصد کو واضح کرتے ہیں کہ فی الواقع ایمان ان تینوں امور کا جامع ہوگا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

یہ درجہ اول ہے درجہ دوم۔ دو یا تین پائی جائیں اور کچھ تیسری بھی ہو، یعنی یقین کرنا اور زبان سے کہنا اور کچھ عمل پائے جائیں مگر اس شخص نے ایک یا زیادہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب بھی کیا، تو اس صورت میں معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان سے خارج ہوا مگر کفر میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس کا نام فاسق ہے وہ ایک درجہ ہے، ایمان اور کفر کے

درمیان معتزلہ کے نزدیک ایسا شخص دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ اہلسنت کے نزدیک یہ قول باطل ہے چنانچہ ہم عنقریب اس کا بیان کریں گے۔

درجہ 3: دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار پایا جائے۔ اور اعضاء سے اعمال نہ ہوں ایسے شخص کے حکم میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت ابوطالب مکی کا قول یہ ہے کہ ایمان بغیر عمل کے قابل نہیں ہوتا اور اس پر اجماع ہے ایسے قائل کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ قول ان کے مطلب کے خلاف علوم ہوتا ہے۔ مثلاً دلیل میں آیت نقل کی ہے الذین امنوا وعملوا الصلحت وہ لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کے سوا اور چیز ہے، ایمان میں داخل نہیں ورنہ عمل حکم معلوم ہوگا۔ حضرت ابوطالب مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تعجب یہ ہے کہ اس قول پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کافر نہ کہا جائے مگر اس صورت میں کہ جس چیز کا اقرار کر چکا ہے اس کا منکر ہو اور معتزلہ جو کبیرہ گناہوں کے سبب دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے قائل ہیں ان کے قول کا آپ انکار کرتے ہیں حالانکہ جو ان کے قول کا قائل ہے وہ بعینہ معتزلہ کے مذہب کا قائل ہوگا کیونکہ ہم اس سے یہ کہیں گے کہ جو شخص اپنے دل سے تصدیق کرے اور زبان سے گواہی دے اور اس وقت مر جائے تو وہ جنت میں جائے گا یا نہیں اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ یہاں جنت میں جائے گا تو اس صورت میں ایمان بغیر عمل کے ماننا پڑے گا اب ہم کچھ آگے بڑھ کر پوچھیں کہ وہی شخص اگر بالفرض ابتدا زندہ رہے کہ اس پر ایک نماز کا وقت آجائے اور وہ اسے ترک کر کے مر جائے یا زنا کرے اور مر جائے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یا نہیں اگر وہ جواب دے کہ وہ دوزخ میں رہے گا تب تو معتزلہ کا مذہب مان لیا اگر کہیں کہ نہیں تو اس بات کی تصریح ہے کہ عمل جزو ایمان نہیں اور نہ ایمان کے وجود میں عمل شرط ہے اور نہ اس کی وجہ سے جنت کا استحقاق ہے اگر یہ کہے کہ بہت مدت تک جیسے اور نماز نہ پڑھے اور نہ اور کوئی عمل شرعی بجالائے تو ہم کہیں گے کہ مدت کو معین کرو اور طاعت کا شمار بتاؤ جن کے چھوڑنے سے ایمان جاتا رہتا ہے اور کبائر کی گنتی کیا ہے جن کے ارتکاب سے ایمان باطل ہوتا ہے اور یہ ایسا ہے کہ اس کی مقدار معین نہیں ہو سکتی ورنہ کبھی کوئی اس طرف گیا ہے۔

درجہ 4: دل کی تصدیق پائی جائے اور ہنواز نیت زبان سے اقرار اور عمل میں مصروف ہونے کی نہ پہنچی ہو کہ مر جائے تو اس کا وہ جواب یہ کہے گا کہ اپنے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان سے مراد اس مسئلہ میں اختلاف ہے جو شخص کہ ایمان مکمل ہونے میں قول زبانی کی شرط کرتا ہے اس کا یہ کہنا ہوگا کہ یہ شخص ایمان سے پہلے مرا اور یہ قول فاسد ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آخر میں دوزخ سے وہ شخص نکلے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اس کا دل تو ایمان سے بھرپور تھا یہ کیسے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ایمان کی شرط بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتبوں اور روز

آخرت کی تصدیق کر لے جیسے پہلے بیان ہوا۔

درجہ 5 : دل سے تصدیق کرے عمر میں اتنی مہلت بھی ملے کہ شہادت کے دونوں کلمے کہہ لے اور ان کا واجب ہونا معلوم کر لے مگر ان کو زبان سے ادا نہ کرے تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اسکا ادا نہ کرنا ایسا ہے جیسے نماز نہ پڑھنا اس لیے ہم کہیں گے کہ وہ شخص مومن ہے اور ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا اس لئے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اور زبان اس اعتقاد قلبی کا ترجمان ہے تو ضروری ہے کہ زبان کے ادا کرنے سے پہلے بھی ایمان کامل موجود ہوتا کہ اس کو زبان سے ادا کرے اور یہی ظاہر تر ہے اس لئے کہ بجز معافی کی پیروی کے اور کوئی سند نہیں اور لغت کی رو سے ایمان دل کی تصدیق کو کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ سے وہ شخص نکل جائے گا جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا اور اگر آدمی واجب امر کے بولنے سے سکوت کرے تو دل میں سے ایمان نہیں جائے گا جیسے فعل واجب کے نہ کرنے سے نیست نہیں ہوتا بعض کہتے ہیں کہ زبان سے کہنا بھی ایمان کا جزو اس لئے کہ شہادت دونوں کلمے دل کے حل سے خبر نہیں دیتے بلکہ وہ دوسرے معاملہ کی انشاء اور ابتداء اور الزام ہیں اول قول ظاہر تر ہے۔

فائدہ : اس قول میں فرقہ مرجیہ نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ یہ شخص کبھی آگ میں نہ جائے گا ان کا عقیدہ ہے کہ مومن اگرچہ نافرمانی کرے مگر دوزخ میں نہ جائے گا ہم اہلسنت ان کے قول کو بھی باطل کہتے ہیں۔

درجہ 6 : زبان سے کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مگر دل میں اس کی تصدیق نہ کرے تو اس میں شک نہیں کہ ایسا شخص آخرت کے حکم میں کافروں میں سے ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور اس میں بھی شک نہیں کہ دنیا کے احکام میں جو متعلق بائمہ و حکام ہیں وہ مسلمانوں سے ہوگا اس لئے کہ اس کے دل پر تو خیر ہو نہیں سکتی ہم پر بھی لازم ہے کہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا ہے اسے یہ خیال کریں کہ یہ قول اس کے قلبی حال کے مطابق ہے لیکن ایک تیسرے امر میں ہمیں شک ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کے معاملہ میں حکم دینوی اس پر کیا ہوتا چاہئے مثلاً اسی حال میں اگر کوئی اس کا رشتہ دار مسلمان مرجائے اور اس کے بعد وہ اس سے ایمان کی تصدیق کرے پھر فتویٰ پوچھے کہ جب میرا رشتہ دار مرا تھا ایمان یعنی دل تصدیق نہ تھی مگر ظاہر ہے اسلام کی وجہ سے اس کی میراث مجھے مل گئی اور اب وہ میرے پاس ہے تو وہ اس معاملہ میں جو مجھ میں اور اللہ تعالیٰ میں ہے مجھ پر حلال ہے یا نہیں یا اسی پہلی حالت میں کسی مسلمان عورت سے اس نے نکاح کر لیا تھا اور پھر دل سے تصدیق کی تو اب اس پر نکاح کا دورہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟ یہ حکم محل تردد ہے اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ دنیا کے احکام زبانی قول سے ظاہر اور باطن دونوں میں وابستہ ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قول زبانی سے غیر شخص کے حق میں وابستہ ہیں اس لئے کہ اس کا باطن غیر ظاہر نہیں اور خود اس کو تو اپنے باطن کا حال ظاہر ہے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ درمیان کیا معاملہ ہے اور ظاہر تریبی ہے کہ اس کو وہ میراث ناجائز ہو اور نکاح کا پھر سے کرنا لازم آئے۔ (واللہ اعلم علما ورسولہ)

الاعلیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

محرم راز رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب : حضرت حذیفہ اگر منافقین میں سے کوئی مرتا تھا تو اس کے نماز جنازہ پر حاضر نہ ہوتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کی رعایت کرتے تھے کہ جس نماز جنازہ پر وہ نہ جاتے تھے آپ بھی تشریف نہ لے جاتے۔

فائدہ : نماز دنیا میں ایک فعل ظاہر ہے اگرچہ عبادات میں سے ہے۔ اور حرام سے بچنا بھی ان امور میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے واجب ہیں جیسے نماز کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طلب الحلال فریفتہ بعدا لفریفتہ (ترجمہ) طلب حلال فرض ہے فرض کے بعد۔ یہ تقریر اس قول کے خلاف نہیں کہ وراثت اسلام کا حکم ہے اور یہ بھی تسلیم ہے بلکہ ظاہر اور باطن دونوں کو شامل ہوتی ہے۔ فقہی اور ظنی ہیں اور ظاہر اور عام الفاظ اور قیاسات پر مبنی ہیں تو جو شخص علوم میں قاصر ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس امر میں یقین ضروری ہے اور علت یہ ہو گئی ہے کہ ایسی چیز کو فن کلام میں ذکر کرتے ہیں جس میں حکم قطعی مطلوب ہوتا ہے تو جو شخص علوم میں عادتوں اور رسموں کی طرف نظر کرتا ہے اسے فلاح نہیں ہوگی۔

سوال : معتزلہ اور مرجیہ کو شب میں پڑنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ان کے قول کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے۔

جواب : وجہ ان کے شبہوں کی عام آیات (قرآن مجید) ہیں چنانچہ مرجیہ کہتے ہیں کہ مومن آگ میں نہ چائے گا۔ اگرچہ ہر طرح کے گناہ کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ^{۱۳} ترجمہ۔ تو جو اپنے رب پر ایمان لائے تو وہ نہ کھانے سے خائف ہو نہ زبردستی سے۔ اور فرمایا وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ^{۱۴} ترجمہ۔ اور وہ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے وہی ہیں کمال سے۔ اور فرمایا كَلِمَاتٍ أَلْفَىٰ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا ^{۱۵} (پ 29، الملک 9) ترجمہ۔ جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اسکے وارو نہ ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا کہیں گے کیوں نہیں ہمیں ڈر سنانے والے آئے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں لفظ الہمی فیما کا عام ہے تو چاہئے کہ جو دونوں میں ڈالا جائے۔ وہ تکذیب کرنے والا ہو اور فرمایا لَا يَصْلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ۔ (پ 30، النمل 15) نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں حصر اور اثبات اور نفی تینوں موجود ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجز اشقیاء اور مکذبین کے اور کوئی آگ میں نہ جائے گا اور فرمایا مَنْ جَاءَ بِهَا الْحَسَنَةَ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَذِ الْمُؤَنُونِ (پ 20، النمل 89) جو نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر صلہ ہے اور اس کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے۔ (کنز الایمان) تمام

حسنت کی جڑ ایمان ہے تو ایمان والے کو خوف کیسے ہوگا اور فرمایا **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اور فرمایا **اِنَّا لَا يَضِيْعُ اَجْرُ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا تَرَجَمَ** ہم نیک عمل والے کی نیکی ضائع نہیں کرتے۔ (کنز الایمان)

ردِ مرجہ فرقہ : ان آیات سے ان کا مطلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ ان آیات میں جہاں ایمان کا ذکر ہے اس سے ایمان مع عمل مراد ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ ایمان سے کبھی اسلام بھی مراد لیا کرتے ہیں یعنی دل اور قول اور عمل کی موافقت اور ایمان میں ہم یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے نکلا جائے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا) سے بھی ایمان والے کا دوزخ میں جانا ثابت ہے کیونکہ اگر دوزخ میں نہ جائے گا تو باہر کیسے نکلے گا۔

دلائل مذہب حق اہلسنت : ہمارا استدلال قرآن سے ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ** (پ 5 النساء ۱۱۶) اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرماتا ہے۔ (کنز الایمان) اس میں جو مغفرت کو اپنی مشیت سے مستثنیٰ فرماتا ہے تو اس سے مجرموں کا کوئی قسم ہونا صاف ظاہر ہے۔

(۲) **وَمِنْ بَعْضِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاَنْ لَّهٗ نَاجِهَتُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا**۔ (ترجمہ)۔ اور جو اللہ اور رسول کا فرمان نہ مانے اس کے لئے نارِ جہنم ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ ٹھہرا رہے۔ (کنز الایمان)

ازالہ وہم : جو لوگ اس آیت میں کفر کو خصوصیت کا کہتے ہیں کہ یہ کافروں کا حل ہے تو یہ ان کی زبردستی ہے آیت اس کا کوئی قرینہ نہیں۔

(۳) **اَلَا اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقْبِبٍ** خبردار ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے۔ (کنز الایمان)

(۴) **وَمَنْ جَاءَ بِالسِّيْفَةِ فَكُنْتُ وَجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ**۔ جو برائی لائے ان کے منہ روندے گئے آگ میں۔ (کنز الایمان)

فائدہ : وہ عام آیات جو مرجہ نے نقل کی ہیں ان کے مقابلے میں یہ آیات عام عذاب مجرموں کے عذاب پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص اور تاویل کرنے کے لئے دونوں جانبوں کو ضرورت ہے اس لئے کہ اخبار میں صاف مذکور ہے کہ عاصیوں کو عذاب ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَاْرِدُهَا** (پ ۱۶) ترجمہ۔ اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ (کنز الایمان) گویا صریح ہے کہ آگ میں سب کو جانا ضروری ہے کیونکہ کوئی مومن گناہ کے ارتکاب سے خالی نہیں۔

ازالہ وہم : **لَا يَصْلٰهَا اِلَّا اَشَقٰى الَّذِيْ كَذَبَ وَتَوَلٰى** سے مراد ایک خاص جماعت ہے یا لفظ اشدیٰ سے بھی کوئی معین مراد لیا گیا ہے اور **كَلِمًا اِلٰقٰى فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا** ترجمہ۔ لوپر گزرا ہے۔ میں فوج سے کافروں کی فوج

مراد ہے اور عام آیتوں کا خاص کرنا کچھ وقت کی بات نہیں بلکہ عام قاعدہ ہے اسی آیت کی وجہ سے (ایسے ہی طرح کی دوسری) ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعض اہل کلام عام الفاظ کا انکار ہی کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ اس طرح کے الفاظ میں توقف کرنا چاہئے جب تک کہ کوئی قرینہ ظاہر نہ ہو کہ جس سے اس کا معنی واضح ہو۔

دلائل معتزلہ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحَاتٍ وَهُتَدَىٰ (پ 16 ط 82) ترجمہ۔ اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا (کنز الایمان) اور فرمایا وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (پ 30 العصر 1-2) ترجمہ۔ (کنز الایمان) اس زمانہ محبوب کی قسم بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اسی طرح وہ آیات جو اس قسم کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں عمل صالح کو ایمان کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اور فرمایا وَانْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَاِرْثُهَا كَانَ عَلٰی رَیْبٍ حٰثِمًا مَّقْضٰیًا ^{ترجمہ} اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ بات ضرور ٹھہری ہوئی ہے۔ ان آیات سے معتزلہ حجت پکڑتے ہیں۔

رد معتزلہ از امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : آیات مذکور مخصوص عنہ البعض ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَيَغْفِرْ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَاءُ اس کا ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔ اس آیت کا تقاضا ہے۔ کہ شرک کے سوا اور گناہوں میں اس کی مشیت باقی رہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا کہ دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اس کا ترجمہ گزرا ہے۔ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَضَعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِینَ ترجمہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی پر دلائل کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک معصیت کی وجہ سے اصل ایمان اور تمام طاعات کا ثواب ضائع نہیں فرمائے گا اور یہ جو فرمایا ہے وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمَّدًا اس سے مراد یہ ہے کہ مقتول کو جان بوجھ کر ایمان ہی کی وجہ سے قتل کر ڈالے اور اس آیت کے نزول کا سبب بھی ایسے ہی تھا۔ *

سوال : آپ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ ایمان بغیر عمل کے بھی ہوتا ہے، حالانکہ اکابرین صالحین کا قول یوں مشہور ہے کہ ایمان دل کی تصدیق اور قول زبانی اور عمل کا نام ہے تو اس قول سلف صالحین کا کیا مطلب ہے؟

جواب : عمل کو ایمان میں شمار کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ عمل ایمان کی تکمیل کرنے والا ہے، جیسے ہم کہتے ہیں کہ سر اور دونوں ہاتھ مل کر انسان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر سر نہ ہو تو انسان بھی نہیں رہتا لیکن ہاتھ کٹنا انسانیت سے خارج نہیں ہوتا، اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ تسبیحات اور تکبیرات نماز سے ہیں اگرچہ نماز ان کے نہ ہونے سے باطل نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ایمان میں دل کی تصدیق بمنزلہ آدمی کے سر کے ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو ایمان بھی نہ ہو، اور اعمال مثل آدمی کے ہاتھ پاؤں کے ہیں کہ بعض پہ فضیلت ہے۔ (ازالہ وہم) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا لَا یَدْنِی الذَّنٰی حِیْنَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ ترجمہ۔ زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ صحابہ

نے اس حدیث سے معتزلہ والا مذہب اختیار نہیں کیا کہ زنا کے باعث آدمی ایمان سے باہر ہو جائے بلکہ اس کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ فی الواقع اس کا ایمان کامل و مکمل نہیں رہتا جیسے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے کو کہتے ہیں کہ یہ آدمی نہیں یعنی اس میں مکمل انسانیت نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پاؤں کے کٹ جانے سے ماہیت انسانی بھی نہیں رہتی۔

سوال : کہ سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ ایمان طاعت کے سبب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور معصیت کی وجہ سے کم ہوتا ہے پس اگر ایمان دل کی تصدیق ہی کا نام ہو تو اس میں کی بیشی کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب : درحقیقت سلف صالحین سچے گواہ ہیں اور ان کے قول سے منحرف ہونا کسی لائق نہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے بے شک حق اور درست ہے مگر اس کے سمجھنے میں عقل و فکر چاہئے ان کے اقوال سے واضح طور پر ثابت ہے کہ عمل ایمان کا جزو نہیں کہ اس کے وجود کا رکن ہو بلکہ ایک زائد چیز ہے جس سے ایمان بڑھ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ چیز اپنی ذات سے تو بڑھتی ہی نہیں بلکہ زوائد سے بڑھا کرتی ہے چنانچہ یہ کہہ سکتے ہیں انسان اپنے سر سے بڑھ جاتا ہے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ داڑھی اور مونڈپے سے زیادہ ہوتا ہے اسی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز رکوع اور سجدے سے زیادہ ہوتی ہے بلکہ وہ سنتوں اور مستحبات کے باعث بڑھا کرتی ہے پس سلف صالحین کے قول میں تصریح ہے کہ ایمان کا ایک وجود ہے پھر وجود کے بعد اس کا اصل کی بیشی میں مختلف ہوا ہے۔

۱۱ جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی وہ سبلی ہجرت مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پنہ گزیں ہوئے ان کی ماں کو اس کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حادثہ اور ابو جہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے۔ یہ کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سلیہ میں بیٹھوں نہ کھانا کھوں نہ پانی پیوں جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے آؤ وہ دونوں حادثہ بن زید بن ابی اسیر کو ساتھ لے کر تلاش کے لئے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پایا اور ان کو ماں کے جزع فزع بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ کو درمیان دے کر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے باب میں تم سے کچھ نہ کہیں گے اس طرح وہ عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ سے نکل لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو ہاتھ دیا اور ہر ایک نے سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا کہ میں تیری مشکیں نہ کھوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے پھر عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا من لیا اور اپنا دین ترک کر دیا۔ تو حادثہ بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسی دین پر تھا اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا یہ بات عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں تم کو اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم ضرور قتل کروں گا اس کے بعد عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور ان کے بعد حادثہ بھی اسلام لائے اور ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے نہ انہیں حادثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

سوال: اعتراض تو ابھی قائم ہے یعنی تصدیق کسی طرح زیادہ اور کم ہو سکتی ہے، وہ تو ایک حالت کا نام ہے۔؟

جواب: جب ہم مبراہیت ترک کر دیں اور شوریوں کے شور کی پروا نہ کریں اور تحقیق کے چہرہ سے پردے ہٹالیں تو یہ شبہ بھی ہٹ جائے گا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ لفظ ایمان مشترک ہے۔ اس کا استعمال تین طریقوں پر ہے۔ طریق (۱) اس کا اطلاق اس تصدیق پر کیا ہے جو بطور اعتقاد اور تقلید کے کشف کے طور پر انشراح صدر سے نہ ہو، اس طرح کا ایمان بجز خواص کے تمام مخلوق کا ہے۔ اور اعتقادات پر ایک گروہ ہوتی ہے کہ کبھی مضبوط ہو جاتی اور کبھی ڈھیلی جیسے ڈورے پر گروہ ہوا کرتی ہے کہ وہ بھی کبھی مضبوط اور کبھی کمزور پڑ جاتی ہے اور یہ صرف بات نہیں بلکہ حقیقت ہے نہ صرف عوام اہل اسلام میں بلکہ یہودیوں اور نصرانیوں اور اہل علالت حالات دیکھ لیں ان میں جن کے عقیدے سخت ہیں وہ اس طرح کے ہیں کہ اگر ڈرانے اور دھماکے یا وعظ و نصیحت یا برہان و حجت سے ان کو اس غلط

اسلام کی اطلاع ہوئی تو اہل قبا کے قریب عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حادثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ پایا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا اے عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے بہت برا کیا۔ حادثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لاچکے تھے اس پر عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے تا وقت قتل ان کے اسلام کی خبر نہ ہوئی اس پر یہ کیہ کریم نازل ہوئی۔

انجیل: ہمارے دور میں قتل و غارت کا بازار گرم ہے انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا جا رہا ہے حالانکہ مسلمان کو عداوت قتل کرنا سخت گناہ اور گناہ کبیرہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے پھر یہ قتل اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔ (قائد) غلوطہ دراز کے معنی میں بھی متضمن ہے اور قاتل اگر صرف دنیوی عداوت سے مسلمان کو قتل کرے اور اس کے قتل کو مباح نہ جانتے جب بھی اس کو جزا مدت دراز کے لئے جہنم ہے۔ (قائد) غلوطہ کا لفظ مدت طویلہ کے معنی میں ہوتا ہے تو قرآن کریم میں اس کے ساتھ لفظ ابد مذکور نہیں ہوتا اور کفار کے حق میں غلوطہ معنی دوام آیا ہے تو اس کے ساتھ ابد بھی ذکر فرمایا گیا ہے شہن نزول یہ آیت متیس بن خلیفہ کے حق میں نازل ہوئی اس کے بھائی قبیلہ بنی نجار میں متوکل پائے گئے تھے اور قاتل معلوم نہ تھا بنی نجار نے بحکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیت ادا کر دی اس کے بعد متیس نے ہانوائے شیطان ایک مسلمان کو بے خبری میں قتل کر دیا اور دیت کے لونٹ لے کر مکہ کو چلا ہوا گیا اور مرتد ہو گیا یہ اسلام میں پہلا شخص ہے جو مرتد ہوا (مسئلہ) جس میں اسلام کی علامت و نشانی پاؤ اس سے ہاتھ روکو اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر ہاتھ نہ ڈالو ابو داؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی لشکر روانہ فرماتے حکم دیتے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا (مسئلہ) اکثر فقہانے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس کو مومن نہ مانا جائے گا کیوں کہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے اور اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ اپنے دین سے ہزاری کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلا ہو اس کے لئے اس کفر سے ہزاری اور اس کو کفر جانتا ضرور ہے۔

عقیدے سے نکالنا چاہو تو ممکن نہیں کہ وہ نکل سکیں اور بعض اس طرح ہیں کہ اپنی گفتگو سے شک میں پڑ جاتے ہیں اور ان کو عقیدے سے نکل دینا ذرا سے پھسلانے یا دھمکانے سے ممکن ہے بلکہ ان کو اپنے عقیدے میں شک نہیں ہوتا جیسے پہلے قسم کے لوگوں کو نہیں ہے لیکن دونوں قسموں کے لوگوں میں پختگی کے بارے میں فرق ہوتا ہے اور یہ بات اعتقاد امر حق میں بھی موجود ہے اور عمل کرنا اس پختگی کے بڑھانے میں اور زیادہ کرنے میں تاثیر کرتا ہے جیسے پانی درختوں کے بڑھنے میں تاثیر کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فرا دنہم ایمانا** (زیادہ کیا ان کے ایمان کو) اور ارشاد ہے **ادوا ایمانا مع ایمانہم** تاکہ بڑھیں ایمان میں ان کے ایمان کے ساتھ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **الایمان یزید ویقتضی ایمان** گھٹتا بڑھتا ہے۔ اور یہ کی بیشی دل میں طاعات کی تاثیر سے ہوتی ہے۔ اور اس کو وہی شخص محسوس کرتا ہے جو اپنے حالات کو دو وقتوں میں دیکھے اس وقت کہ عبادت میں مصروف ہو اور حضور دل سے خاص عبادت میں منہمک ہو۔ دوم اس وقت کہ عبادت نہ کرتا ہو تو جو مل اس کے ایمانی عقائد، دوسرے وقت میں ہو گا اس میں اور پہلے وقت کے حل میں فرق محسوس کرے گا کہ حالت اول کا عقیدہ ایسا ہو گا کہ اگر اس میں کوئی شخص شک ڈالنا چاہے تو اس کے قابو میں نہ آئے گا بلکہ جو شخص یتیم کے اوپر رحم کرنے کا معتقد ہے جب اپنے اعتقاد کے موافق عمل کرے گا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے ساتھ لطف سے پیش آئے گا اس وقت اپنے باطن میں رحم کرنے کو مضبوط اور دو بلا پائے گا اسی طرح تواضع کا معتقد جب تواضع کا عمل کرے گا اور دوسرے کے سامنے عاجزی کرے گا تو عمل کی وجہ سے اپنے دل میں تواضع کی زیادتی محسوس کرے گا۔ یہی حل دل کے تمام صفات کا ہے اور جب اعضاء پر ان کے باعث اثرات ہوتے ہیں تو اعمال کا اثر ان صفات پر پہنچتا ہے اور ان کو مضبوط اور زیادہ کر دیتا ہے۔ (اس کا بیان جلد سوم ملکات اور جلد چہارم منہیات میں کیا جائے گا۔) ان شاء اللہ

فائدہ : ظاہر ہے باطن کے متعلق ہونے کی وجہ اور عقائد اور دلوں سے اعمال کے وابستہ ہونے کی دلیل مذکور ہوگی اس لئے کہ یہ امر عالم ملکوت سے الم ملک کے متعلق ہونے کی جنس سے ہے اور ملک سے مراد عالم ظاہر ہے جو حواس سے معلوم ہوتا ہے اور ملکوت سے وہ عالم مراد ہے جو نور بصیرت سے نصیب ہوتا ہے اور دل عالم ملکوت میں سے ہے اور اعضاء اور ان کے اعمال عالم ملک سے اور ان دونوں عالموں میں اس درجہ کا باریک دقیق تعلق ہے کہ بعض لوگوں نے یہی گمان کیا ہے کہ دونوں ایک ہیں اور بعض دوسروں نے یہ ظن کیا ہے کہ عالم بجز عالم شہادت یعنی ان اجسام محسوسہ کے اور کوئی نہیں اور جس نے دونوں عالموں کو معلوم کیا اور ان کے جدا جدا ہونے اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ہونے کو دیکھا تو اسے کتنا اس قطعہ میں بیان کیے۔

۔ **دق الزحاج و رقت انحر - وتشابہا فنشا کل الامر - فکانما خمر ولا قدح - وکانما قدح ولا خمر -**

ترجمہ۔ رقت سے پیالہ اور دل میں اشتباہ ہو گیا ہے کیونکہ اب و تاب ایک طرح ہے۔

گویا اب صرف شراب ہی ہے پیالہ نہیں کیونکہ گویا پیالہ ہی ہے شراب نہیں۔

فائدہ : اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ جملہ معترضہ علم معاملہ سے خارج ہے مگر علم مکاشفہ اور معاملہ میں بھی اتصال اور ارتباط ہے اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ علم مکاشفہ ہر دم علم معاملہ کی طرف جھکتا ہے بشرطیکہ تکلیف کے ساتھ اسے روکا جائے غرضیکہ ایمان کو اگر اس اطلاق کے مطابق جب دیکھی تو طاعت کی وجہ سے اس میں زیادتی ہو جانے کی صورت ہوتی ہے جو مذکور ہوئی اور اسی بنا پر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ایک سفید نشان ظاہر ہوتا ہے پس جب آدمی نیک عمل کرتا ہے تو وہ نشان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام دل سفید ہو جاتا ہے اور نفاق شروع میں ایک سیاہ نقطہ ہوتا ہے مگر جب انسان برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، اس پر مرلگ جاتی ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ** (پ 30 مفسرین 14) ترجمہ (کنز الایمان)۔ کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

اطلاق 2 : ایمان کی تصدیق دل اور عمل دونوں مراد ہوں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الامان بضیع و سبعون بابا یا فرمایا کہ زانی زنا نہیں کرتا جب زنا کرے وہ ایماندار ہے۔

فائدہ : جس صورت میں لفظ معنی میں عمل بھی داخل ہو تو ظاہر ہے کہ اعمال سے اس میں کمی بیشی ضروری ہوگی اور یہ بات کہ اس کی اس ایمان میں بھی زیادتی کی ہوتی ہے اس کو صرف ایمان کہتے ہیں، اس میں اختلاف ہے اور ہم اشارہ کر چکے کہ اس میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

اطلاق 3 : ایمان سے مراد وہ تصدیق یقینی ہو جو کشف اور انشراح صدر اور نور بصیرت اور مشاہدہ کے طور پر یہ قسم دیگر قسموں کی بہ نسبت زیادتی اور کمی کے قبول سے دور تر ہے۔ تاہم یہ قول یہ ہے کہ جو امر یقینی کہ جس میں شک نہ ہو اس میں بھی نفس کا اطمینان مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً دو کا عدد ایک سے زائد ہے۔ مخلوق اور حادث ہے اگرچہ ان دونوں میں سے کسی ایک میں شک نہیں لیکن جیسے اطمینان پہلی مثل پر ہے ایسا دوسری مثل پر نہیں بلکہ تمام یقینی امور واضح ہونے اور نفس کے ان پر اطمینان کرنے میں مختلف ہوا کرتے ہیں۔ (ہم نے اس مضمون کو باب العلم کی اس فصل میں لکھا ہے۔ جس میں علماء آخرت کی علامتیں مذکور ہوئی ہیں، اس لئے اب دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) ان تمام اطلاقات سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ سلف صالحین نے ایمان کے زائد اور کم ہونے کو کہا ہے وہ درست ہے اور کیسے درست نہ ہو کہ اخبار میں وارد ہو چکا ہے کہ دوزخ سے نکلے گا وہ شخص کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو اور بعض احادیث میں دینار بھر کی قید ہے تو اگر دل کی تصدیق میں فرق نہ ہوتا تو ان مقداروں کے مختلف ہونے کے کیا معنی ہیں۔

سوال : اس کی وجہ کیا ہے کہ سلف صالحین سے منقول ہے کہ ہم مومن ہیں۔ ان شاء اللہ لفظ شک کے لئے ہے

اور ایمان میں شک کرنا کفر ہے اور سلف صالحین تمام ایمان کے جواب میں یقین کے الفاظ بولنے اور روکتے اور اعتراض کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوں تو وہ جھوٹا ہے اور جو کوئی کہے کہ میں حقیقت میں مومن ہوں تو اس کا یہ کہنا بدعت ہے اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جو شخص واقع میں مومن ہے وہ جھوٹا کیسے ہوگا چونکہ واقع میں مومن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مومن ہوگا جیسے کوئی فی الواقع طویل القامتہ یا بوڑھا ہوا اور وہ اپنی اس صفت کو جانے تو وہ خدا کے نزدیک بھی ویسا ہی ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص خوش یا غم زدہ یا سننے والا یا چمٹا ہوا اس کا حال وہی ہے جو مذکور ہو اگر کسی آدمی سے پوچھا جائے کہ تم جان دار ہو تو اس کے جواب میں اگر وہ کہے کہ میں جان دار ہوں ان شاء اللہ تو یہ جواب بے موقع اور بے محل سمجھا جائے گا۔

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کے جواب میں کیا کہنا چاہئے تو فرمایا کہ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا تو اس جواب میں اور یہ کہنا کہ ہم مومن ہیں فرق کیا ہوا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ سائل نے عرض کیا کہ اے ابوسعید آپ ایمان میں ایسا لفظ شک کا کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ہاں کہہ دوں تو کہیں اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادے کہ اے حسن (سعدی) تو جھوٹ کہتا ہے اور پھر مجھ پر عذاب کا حکم ثابت ہو جائے نیز حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ کوئی بات مجھ کو بے خوف کرتی ہے اس امر سے کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر ناخوش ہو وہ مجھ میں دیکھ کر مجھے برا جانے اور کہہ دے کہ چلا جا میں تیرا عمل قبول نہیں کرتا۔ تو میں بلاوجہ ہی عمل کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کہے کہ تم مومن ہو تو کہو لا الہ الا اللہ ایک روایت میں فرمایا کہ ہمیں ایمان میں شک نہیں اور تیرا سوال کرنا بدعت ہے۔ مگر وہ سے کسی نے پوچھا کہ تم مومن ہو جواب دیا کہ توقع رکھتا ہوں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم کون ہیں تو یہ لوگ جو استثناء کیا کرتے تھے اس کی وجہ کیا ہے۔

جواب : ان حضرات کا انشاء اللہ کہنا درست ہے اور اس کی چار وجہیں ہیں دو صورتوں میں تو ان شاء اللہ متعلق شک سے متعلق ہیں۔ مگر یہ شک اصل ایمان میں نہیں ہوتا بلکہ ایمان پر خاتمہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دو وجہیں ایسی ہیں کہ (ان شاء اللہ) شک سے متعلق نہیں۔

(2) اپنے ایمان میں یقین کے باوجود ان شاء اللہ اس وجہ سے کہا جائے کہ اس تزکیہ نفس اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا خطرہ ہے اور اس کی برائی شریعت میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تزکوا نفسکم تو اپنی پاکبازیاں نہ بولو۔ اور فرمایا الم ترالی الذین یزکون انفسہم کیا تو نے نہ دیکھے جو اپنی پاکبازیاں بولتے ہیں۔ اور فرمایا انظر کیف

يفترون على الله الكذب ترجمہ۔ دیکھ وہ کیسے اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔ کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ سچ کونسا ہے کہا کہ آدمی کا خود اپنے نفس کی تعریف کرنا اور اس لئے کہ یا مان بزرگی کے صفات میں سے سب سے برتر ہے اور اس کو یقین کے ساتھ کہنا اپنی برائی کرنا اس لئے ان شاء اللہ کہنا گو اس بڑائی کو کم کرنا ہے جیسے کسی سے کہیں کہ تم طبیب یا فقیہ یا مفسر ہو تو وہ جواب میں کہے ہاں ان شاء اللہ تو اس کی مقصد نہیں کہ اظہار شک کرتا ہے بلکہ اپنے نفس کو تحقیر کرنے کے لئے ان شاء اللہ کہتا ہے اس لئے کہ یہ لفظ خبر کی تصنیف کے لئے ہے جو کہ اور یوں ترکیہ نفس بھی ایک لازم شے ہے۔ تو گویا اس کے ضعیف کرنے کے لئے بول دیا اور جب ان شاء اللہ کی تاویل مد نظر رہے تو پھر جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی برا وصف پوچھا جائے تو مثلاً یہ کہ تم چور ہو یا نہ تو اس میں ان شاء اللہ نہیں کہنا چاہئے۔

(2) ان شاء اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کا نام ہر حال میں لینا اور ہر کام کو اس کی خواہش پر سپرد کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی قاعدہ تعلیم فرمایا۔ جیسا کہ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ (پ 15 ا کہت 24) ترجمہ۔ اور نہ کہو کہ میں کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ حوالہ مشیت انہیں مامور میں کیا جائے جن میں شک ہو بلکہ ارشاد فرمایا لَتَذْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ مَّحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ الْأَنخَافُونَ (پ 26 الفتح) ترجمہ۔ بیشک تم مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے۔ امن و امان سے یا ترشوات پھرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ لوگ بے شک داخل ہوں گے اور ہماری مشیت اس امر کے لئے ہو چکی ہے مگر مقصود یہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ طریقہ تعلیم فرمائے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی قاعدہ اختیار کیا کہ جس چیز کی آپ خبر دیتے خواہ وہ یقینی ہو یا مشکوک، سب میں ان شاء اللہ کہتے، یہاں تک کہ جب قبرستان میں جاتے تو فرماتے کہ تم پر سلام ہو، اے ایمان والو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملیں گے، حالانکہ ان سے ملنے میں کوئی شک نہیں لیکن ادب اسی کو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں اور امور کو اس سے وابستہ کریں۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف میں اس کا استعمال رغبت اور تمنا کے اظہار میں ہو گیا ہے۔ مثلاً اگر تم سے کہا جائے کہ فلاں شخص جلد مرے گا اور تم جواب میں کہو ان شاء اللہ تو یہ سمجھا جائے گا کہ تمہیں اس کی موت کی رغبت ہے۔ یہ اس سے نہیں سمجھا اس کا کہ تم اس کی موت میں شک کرتے ہو اگر کہا جائے کہ فلاں کا مرض جلد دور ہو کہ درست ہو جائے گا تو تم کہو ان شاء اللہ تب بھی تمہاری رغبت اس کی شفایابی میں مفہوم ہوگی، غرضیکہ لفظ مذکور شک کے معنوں سے رغبت کے معنوں میں معدول ہو گیا ہے۔ یا ذکر اللہ کو زبان پر لانے کے لئے مستعمل ہو گیا ہے۔ کوئی امر ہو اس سے درست ہو۔ (3) وجہ۔ ان شاء اللہ کا دارودار شک پر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میں فی الواقع مومن ہوں ان شاء اللہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کو خاص کر کے ارشاد فرمایا اولئک ہم المومنون حقا یعنی حقیقت میں وہی لوگ مومن ہیں اس آیت کی وجہ سے مومنوں کی دو قسمیں ہو گئیں اور اس صورت میں

ان شاء اللہ کا شک اصل ایمان کی طرف راجع نہیں، بلکہ ایمان کے کمال کی طرف راجع ہے اور ہر ایماندار اپنے ایمان کے کمال ہونے میں شک رکھتا ہے اور یہ شک کرنا کفر نہیں چونکہ کمال ایمان میں شک کا ہونا دو وجہ سے برحق ہے۔ (۱) نفاق ایمان کے کمال کو دور کرتا ہے اور نفاق ایک پوشیدہ امر ہے معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس سے براءت حاصل ہوئی یا نہیں (۲) ایمان طاعت کی وجہ سے کمال ہوا ہے اور کمال کے طور پر طاعت کا ہونا معلوم نہیں ہوتا اور عمل سے ایمان کا کمال ہونا اس وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَزْتَابُوْا وَحَاۡهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پ 26 الحجرات 65) ترجمہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔ اس میں شک سچ ہوتا ہے اسی طرح فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّنَ (پ 2 البقرہ 177) ہاں اصل نیک یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں ہیں اوصاف مومنین کے بیان فرمائے مثلاً پورا کرنا عہد کا اور سختیوں پر صبر کرنا وغیرہ پھر ارشاد فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا اور فرمایا يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ اٰتَوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور فرمایا لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ (الحجۃ ۱۰) اور فرمایا دَرَجٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ ترجمہ۔ اللہ کے ہاں درجات ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الایمان عربیہ والباسہ النقیۃ ترجمہ۔ ایمان ننگا ہے اس کی پوشاک تقویٰ ہے۔ اور فرمایا الایمان بضع وسبعون بابا ادناها اماطته الاذی عن الطريق ان آلت ترجمہ۔ ایمان کے شہر کے اوپر ابواب نہیں عین ادنیٰ راستہ سے ایذا کا ہٹانا۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کا کمال اعمال سے وابستہ ہے اور نفاق اور شرک خفی کی براءت پر اسکے کمال کا متعلق ہوتا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں حس میں ہوں وہ خالص متفق ہے اگرچہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور کہے کہ میں مومن ہوں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، جب امانت سپرد کی جائے خیانت کرے، جب کسی سے جھگڑے تو بے ہودہ کہے۔ بعض روایت میں یہ ہے کہ جب عہد کرے فریب دے حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے کہ دل چار ہیں۔ (۱) دل صاف جس میں چراغ روشن ہو وہ مومن کا دل ہے۔ (۲) دل دور خا جس میں ایمان اور نفاق ہو، ایمان کی مثل اس میں ساگ جیسی ہے جیسے شیریں پانی بناتا ہے اور نفاق کی مثل اس میں ایسی ہے جیسے زخم کہ اس کو پیپ و خون برعالتے تو جو سامان غالب ہوگا اسے اسی کا حکم دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو مادہ غالب ہوگا وہ اس کو لے جائے گا اور فرمایا کہ اکثر اس امت کے منافق علماء قاری ہیں ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میری امت میں کہ شرک چوٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جو سخت پتھر پر رہیں گے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں آدمی ایک بات کہتا تھا جس کے باعث مرنے تک منافق ہو جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ وہی کلمہ دن میں دس دفعہ سنتا ہوں۔ بعض

علماء کا قول ہے کہ لوگوں میں نفاق سے قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں نفاق سے بری ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ منافق آج اس قدر سے زیادہ ہیں جتنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اور وہ اس وقت اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ مگر اب کے لوگ اسے ظاہر کرتے ہیں اور یہ نفاق ایمان کے سچے اور کامل ہونے کے مخالف ہے اور وہ پوشیدہ ہے اور اس سے دور تر وہی ہے جو اس سے خوف کرتا ہو اور قریب تر وہ ہے جو یہ سمجھے کہ میں اس سے بری ہوں۔

حکایت : حضرت حسن بصری سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب نفاق نہیں رہا آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر منافق مرجائیں راستوں میں تم کو وحشت ہونے لگے یعنی منافق اس کثرت سے ہیں کہ اگر سب مرجائیں تو راستوں میں کوئی ملنے والا نہ رہے اور وحشت معلوم ہونے لگے یہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور کا قول ہے اگر منافقوں کی دیش نکل آئیں تو پھر ہم سے نہ ہو سکے کہ زمین پر پاؤں دھر سکیں یعنی تمام زمین ان کی دموں سے چھپ جائے کہ وہ اتنا بکثرت ہیں۔

حکایت : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو سنا کہ حجاج بن یوسف کو کناہتہ کچھ کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ اگر حجاج ہوتا اور تیری گفتگو سنتا تب بھی تو اس کا ذکر اسی طرح اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس کو نفاق تصور کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دو زبان والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو منافقین کے زمرہ میں اٹھائے گا اور فرمایا کہ شد الناس نوالوجہین الذی یاتی ہولاء بوجہ ویاتی ہولاء بوجہ ترجمہ۔ لوگوں میں بدتر وہ ہے جو دور خا ہے۔ ان کے پاس ایک رخ سے آئے دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نفاق سے نہیں ڈرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں نفاق سے سونے کے ٹیلوں سے یہ بات محبوب تر ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے زبان کا دل سے مختلف ہونا کا ظاہر سے اور مدخل کا مخرج سے جدا ہونا نفاق میں سے ہے۔

۱۔ ایمان والے میں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور کوشش سے چلے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ایسے ہی بند۔ سچے ہیں لیکن وہ ہے جو کوئی ایمان نے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر ضرت دی ہوگ سچے ہوئے ضرت ان لوگوں کے درجے ہیں اللہ کے یہاں ضرت ایمان نکا ہے اور اس کی پوشش تقویٰ ہے حاکم بروایت بودردا سنہ ضعیف ح ایمان کی کچھ اوپر ستر قسمیں ہیں۔ ان میں سے کتر دور کرنا ایذا کا راستہ سے ہے بخاری اور مسلم بروایت ہریرۃ 12 ح 7 بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12 احمد بروایت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس میں یسٹ ابن ابی سلیم ہے جس میں اختلاف ہے۔

حکایت : ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے عرض کیا کہ میں اللہ سے خوف کرتا ہوں کہ شاید میں منافق ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا نفاق سے بے خوف ہوا کرتا

فائدہ : ابن ابی ملیک نے کہا ہے کہ میں نے ایک سو تیس صحابہ کو اور ایک روایت میں ڈیڑھ سو صحابہ کو پایا ہے کہ سب نفاق سے ڈرتے تھے۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ میں تشریف رکھتے تھے صحابہ نے ایک شخص کا ذکر کیا اور اس کی بہت سی ثناء کی اسی اثنا میں وہ شخص نمودار ہوا کہ چہرے سے وضو کا پانی بچا ہوا ٹپکتا تھا اور اپنا جوتا ہاتھ میں لٹکائے تھا اور پیشانی پر سجدے کا گھٹا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی شخص ہے جس کی ہم نے تعریف کی آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے چہرے پر شیطان کی جھپٹ کا نشان معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ شخص قریب آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب تو نے ان لوگوں کو دیکھا تھا تو کیا تیرے دل میں یہ بھی گزرا تھا کہ ان میں سے کوئی مجھ سے بہتر نہیں اس نے کہا کہ واقعی یہی خیال گزرا تھا آپ نے اپنی دعا میں یہ الفاظ فرمائے اللہم انی استغفرک لما علمت ولما لم اعلم اے اللہ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اس سے جس کا مجھے علم ہے اور اس کے جس کا مجھے علم نہیں۔ کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ڈرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کسی طرح بے خوف ہو جاؤں کہ دل تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَنَدَّاهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ترجمہ۔ اور انہیں اللہ سے نظر آیا جو گمان نہ رکھتے تھے۔

فائدہ : اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ لوگ عمل کریں گے اور انہیں نیکیاں سمجھیں گے اور حالانکہ قیامت میں وہ اعمال ان کی برائی کے پلے میں ہوں گے۔ سری سقنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی بلغ میں جائے جس میں ہر طرح کے درخت ہوں اور ان پر تمام پرندے ہوں اور ہر پرندہ ان اس آنے والے سے ایک زبان میں گفتگو کرے اور کہے کہ اے اللہ کے ولی سلام اور اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو تو وہ ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگا خلاصہ یہ کہ ان اخبار اور آثار سے ثابت ہو گیا کہ خلق کی باریکیوں اور شرک خفی کی وجہ سے معاملہ پر خطر ہے اور اس سے بے خوف رہنے کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے نفس کا حل پوچھا کرتے کہ کہیں میرا ذکر تو منافقین میں نہیں ہوا۔

فائدہ : ابو سلیمان دارابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض امراء سے ایک بات سنی چاہا کہ اس کا انکار کروں مگر خوف ہوا کہ کہیں میرے قتل کا حکم نہ دے اور مجھے موت کا تو خوف نہ تھا مگر اس کا خوف تھا کہ جان نکلنے کے وقت دل پر یہ امر نہ پیش ہو جائے کہ خلق خدا کی نظروں میں اچھا ہوں اس لئے میں انکار سے باز رہا اور اس قسم

کا نفاق اصل ایمان کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کی سچائی اور کمال اور صغلی کے مخالف ہوتا ہے۔ نفاق دو قسم ہے۔ (1) دین سے خارج کر کے کافروں میں ملا دیتا ہے اور جو لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ان کے زموں میں داخل کر دیتا ہے۔ (2) اپنے مرتکب کو ایک مدت کے لئے دوزخ تک پہنچا دیتا ہے یا عیسٰی کے درجات اور صدیقوں کے مرتبہ سے کم کر دیتا ہے اس قسم میں شک ہوا کرتا ہے اسی کے لئے ان شاء اللہ کہنا مستحسن ہے اور اس قسم کے نفاق کی اصل ظاہر و باطن میں ثلوت کا ہونا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بڑھنا اور عجب اور دوسرے امور میں جن سے بجز صدیقوں کے اور کوئی بچا نہیں۔

درجہ 4 : ان شاء اللہ کہنا خاتمہ کے خوف کے باعث ہے کہ انسان کو معلوم نہیں کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے گا یا نہیں اگر خدا نخواستہ خاتمہ کفر پر ہوا تو پسلا ایمان ضائع کیا اس لئے کہ وہ تو انجام کو سلامت رہنے پر موقوف تھا جیسے روزہ دار سے دہر کے وقت پوچھیں کہ تیرا روزہ درست ہے اور وہ یقیناً کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں دن کے اکثر میں افطار کرتے تو پسلا قول اس کا جھوٹا ہو جائے گا اس لئے کہ روزے کی صحت آفتاب کے غروب ہونے تک پورا رہنے پر موقوف ہے گو سارا دن بھی روزے کا وقت ہے اسی طرح عمر کے تمام ایام کی درستی کی مدت ہیں مگر اس کی صحت اور کمال خاتمہ کے وقت پر موقوف ہے کہ مومن کے ساتھ ہی ایمان رہتا ہے اور خاتمہ کے حل میں شک ہے۔ اور نہایت خوف ناک ہے اسی وجہ سے بہت سے خوف کرنے والے لولیاں روتے رہتے ہیں کیونکہ خاتمہ پہلے مقدمہ اور مشیت ازیلی کا ثمر ہے اور مشیت ازیلی تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ چیز جس پر حکم ہو چکا ہے ظاہر انسانوں سے کسی کو اس پر اطلاع نہیں غرضیکہ خاتمہ کا خوف مثل سابقہ ازیلی کے ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مل سے وہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ مشیت سابقہ اس کے خلاف ہو اس صورت میں کون جان سکتا ہے کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں جن پر کتب ازیلی خاتمہ لکھ چکا ہے اور بعض نے وجانت مسکرة الموت بالحق آئی موت کی سختی حق کے ساتھ) کی تفسیر میں کہا ہے کہ حق سے مراد سابقہ ازیلی ہے یعنی موت کے وقت اس کا ظہور ہو جائے گا۔ اور بعض اکابرین کہتے ہیں کہ اعمل میں سے صرف خاتمہ کے اعمل تو لے جائیں گے۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے کہ اپنے ایمان کے چھن جانے سے بڑھ ہو گا اس کا ایمان چھن جائے گا اور بعض کا قول ہے کہ گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا خاتمہ کا برا ہونا ہے۔ * اللہ تعالیٰ سے ہم اس گناہ سے پناہ مانگتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ روایت اور کرامت جھوٹا دعویٰ کرنے کی سزا ہے کہ خاتمہ برا ہو۔ اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض مجھے مکان کے دروازے پر شہید ہونا ملتا ہو اور حجرے کے دروازے پر صرف توحید پر مرنا حاصل ہو تو میں حجرہ کے دروازے پر توحید پر مرنا اختیار کروں اس لئے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ صحن کو طے کر کے مکان کے دروازے تک جانے میں میرے دل کو توحید میں کیا تبدیلی ہو جائے گی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر میں کسی شخص کو پچاس برس تک موصد نہ جانوں پھر میرے اور اس کے بیچ میں ستون حائل ہو جائے اور وہ مر جائے تو میں یہ کہوں گا کہ وہ توحید پر مرا اس لئے کہ اتنے عرصہ میں اسکے دل کا حل معلوم نہیں کہ ویسا ہی رہا ہو۔ ایک

حدیث میں ہے کہ جو کئے میں مومن ہوں، وہ کافر ہے اور جو کئے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے اور اس آیت کی تفسیر میں ونمت کلعة ربك صليقا وعد لا بعض کا قول ہے کہ صدق اس شخص کے لئے ہے کہ ایمان پر مرا ہو اور عدل اس کے لئے جو شرک پر مرا ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ عاقبة الام ترجمہ۔ انجام امور کا اللہ کے لئے ہے۔ اور جب شک اس درجہ کا ہے پس ان شاء اللہ کا کہنا واجب ہے کیونکہ ایمان اس کو کہتے ہیں کہ مفید جنت ہو۔ جیسے روزہ اسے کہتے ہیں کہ بری الذمہ کر دے اور جو روزہ قفل غروب ٹوٹ جائے وہ بری الذمہ نہیں کرتا اس لئے کہ وہ روزہ نہیں کھلائے گا۔ ایسا ہی ایمان کا حال بلکہ اس بنا پر تو اگر گزشتہ روزے کا حال کوئی بعد کو پوچھے کہ تم نے کل روزہ رکھا تھا تو اس کے جواب میں کہنا چاہئے کہ ہاں ان شاء اللہ اس لئے کہ روزہ حقیقی وہ ہے جو مقبول ہو اور مقبول کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا اور اسی وجہ سے ان شاء اللہ کہا ہر ایک عمل خیر میں اچھا ہے اور اس سے شک اس عمل کے مقبول ہونے میں ہوگا کیونکہ جب عمل کی تمام شرطیں ظاہر پائی جائیں تو کچھ بعض اسباب پوشیدہ جنہیں سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اس عمل کے قبول ہونے کے مانع ہوا کرتے ہیں اس لحاظ سے اس میں شک کرنا اچھا ہے غرضیکہ ایمان کے جواب میں ان شاء اللہ کہنے کی یہی وجہ ہیں جو ہم نے مفصل عرض کر دی ہیں۔ الحمد للہ رسالہ قواعد العقائد۔ یہاں ختم ہوا اور وصلى الله على سيدنا محمد والہ وعلى كل عبده المصطفى۔

اس کے بعد اسرار الہیاء کے ابحاث ہیں اور یہ کتاب العیالات کا حصہ چہارم ہے۔

فضائل طہارت

(احادیث مبارکہ)

(1) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔

الطهور شطر الايمان (ترجمہ) طہارت ایمان کا حصہ ہے۔

(2) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔

بنی الدین علی النظافة (ترجمہ) دین کی بنیاد صفائی پر ہے۔

(3) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔

مفتاح الصلوة الطهور (ترجمہ) نماز کی چابی طہارت ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔

فِيهِ رَحَالٌ يُجِبُونَ أَنْ يَنْطَهَرُوا وَأَوَّالَهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ (پ ۱۱ التوبہ 108) ترجمہ۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو

خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنز الایمان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الطهور نصف الايمان (ترجمہ) طہارت ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔ مَا يَرْيِدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (پ ۶ مائدہ 6)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ تم پر کچھ تنگی رکھے، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا

کروے۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اہل بصیرت کو ان روایات سے واضح ہوا کہ باطن کا سب سے زیادہ اہم امر طہارت کا ہے اس لئے کہ یہ بعید

معلوم ہوتا ہے۔ کہ الطہور نصف الايمان کا سے مقصد یہ ہو کہ انسان اپنے ظاہر کو تو پانی بہا کر صاف و شفاف کرتا

ہے لیکن باطن پلیدوں اور نجاستوں سے آلودہ رہے یہ ہرگز مطلوب نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ طہارت کی چار قسمیں

ہیں اور ہر قسم میں جتنا ضرورت ہوتی ہے طہارت اس کا نصف ہے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں۔

(1) ظاہر بدن کو حدث اور نجاست اور فضلات سے پاک کرنا۔

(2) اعضاء کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا۔

(3) دل کو برے اخلاق اور خصائل بے پسندیدہ سے پاک کرنا۔

(4) باطن کو ماسوا اللہ سے پاک کرنا۔

یہ چوتھی قسم انبیاءِ مطہم السلام اور صدیقوں سے مخصوص ہے اور ہر ایک کا نصف ہونا یونہی ہے۔

فائدہ : چوتھی قسم میں علت غائی یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کا جلال و عظمت منکشف ہو جائے۔ اور حقیقت میں معرفت الہی باطن میں کبھی سرایت نہ کرے گی جب تک ماسوا اللہ دل سے خارج نہ ہو جائے اسی لئے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد اقدس ہے۔

قُلِ اللّٰهُ نَمَّ ذَرُّهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ (النور ۹۱) اللہ پھر انہیں چھوڑ دوان کی بہوڑگی میں انہیں کھیلتا۔
(کنز الایمان)

اس لئے کہ وہ دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں اور کسی کے اندر اللہ تعالیٰ سے دو دل نہیں بنائے کہ ایک میں معرفت الہی ہو اور دوسرے میں غیر اللہ ہو پس دل کو غیر اللہ سے پاک کرنا ضروری ہے۔ پس دل کی تغیر کی علت غائی یہ ہے کہ دل اخلاق حمیدہ اور عقائد اسلامی سے معمور ہو جائے اور ظاہر ہے کہ دل ان کے ساتھ منصف نہ ہوگا جب تک کہ ان کے مقابل کے برے اخلاق اور عقائد فاسدہ سے پاک نہ ہو پس یہاں بھی دو باتیں ہوتیں جن میں سے نصف دل کا پاک کرنا ہوا جو دوسری کے لئے شرط ہے۔ اس معنی پر فرمایا طہارہ شطر الایمان اسی طرح اعضاء کا منہاں سے پاک کرنا ایک امر ہے اور ان کا طاعت سے معمور کرنا دوسرا امر تو اعضاء کا پاک کرنا نصف ہوا اس عمل میں کا جو اعضاء سے ہونا چاہئے۔

عسی هذا القیاس ظاہر کی پاکی کو سمجھنا چاہئے پس طہارت کو نصف ایمان کہنا اس اعتبار سے ہے۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایمان کے یہ مقادرات ہیں اور ہر مقام کا ایک درجہ ہے اور انسان بلائی درجے کو ہرگز نہیں پہنچتا جب تک کہ نیچے کے درجہ کو طے نہ کر لے۔ مثلاً باطن کو اخلاق ذمہ سے پاک کرنے اور صفات حمیدہ سے معمور ہونے کے مرتبہ تک نہ پہنچے گا جب تک کہ دل کی طہارت اخلاق ذمہ سے پاک نہ کرے اور اچھی عادات سے اسے معمور نہ کرے۔ ایسے ہی جب تک اعضاء کو منہاں سے پاک کر کے طاعت میں مصروف نہ کرے گا وہ دل کی طہارت کو نہ پہنچے گا غرضیکہ جس قدر مقصود عزیز اور برگزیدہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا طریقہ اور مسلک مشکل اور طویل تر ہوتا ہے اور اس میں گھٹائیاں بہت ہوتی ہیں۔ بتائیں یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ امور صرف آرزو سے حاصل ہو جاتے ہیں اور بغیر کوشش کے سہل الوصول ہوتے ہیں ہاں جس کی چشم دل ان درجات کے دیکھنے سے اندھی ہوتی ہے وہ طہارت صرف ظاہر کی طہارت کو سمجھتا ہے جو بہ نسبت دیگر اقسام کے ایسی ہے جیسے مغز کا چھلکا اسی کو مقصود سمجھ کر اس میں خوب غور کرتا ہے اور اس کے مسائل و احکام میں نہایت مبالغہ کرتا ہے ایسے ہی جو اپنے تمام اوقات استنجا اور کانوں کی صفائی اور ظاہر کی ستھرائی میں صرف کرتا ہے۔ اسی لئے کہ بوجہ و سوس اور فساد عقل سے خیال کرتا ہے کہ طہارت مقصود اور برگزیدہ عمل ہی ظاہر کی طہارت ہے اس غیبت کو اسلاف کی سیرت معلوم نہیں کہ وہ حضرت اپنی تمام ہمت و فکر کی طہارت میں مصروفیت رکھتے تھے اور طہارت ظاہری کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اتنا علوشان کے ایک نصرانی عورت کے برتن سے وضو کیا تھا۔

صحابہ کرام کھانے کے بعد چربی وغیرہ کو دور کرنے کے لئے ہاتھ نہیں دھوتے تھے۔ بلکہ انگلیوں کو تلووں سے صاف کر لیا کرتے اور صابن وغیرہ سے ہاتھوں کی صفائی کو بدعت * کہتے تھے۔ ۱۔ وہ مسجدوں میں زمین پر بغیر فرش کے نماز پڑھتے۔ ۲ * وہ سفر پیدل طے کرتے۔ ۳ * صحابہ میں جو سونے کے لئے بستر وغیرہ کچھ نہ بچھاتا بلکہ خاک پر لیٹ رہتا وہ اکابر اولیا میں سے تصور ہوتا تھا۔ ۴ * وہ استنجا میں ڈھیلوں پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ (پانی سے استنجا بہت کم ہوتا تھا) ۵ * حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اہل صفہ فرماتے ہیں کہ ہم گوشت بھنا ہوا کھاتے رہتے تو اقامت ہو جاتی تو ہم انگلیوں کو کنکروں میں ڈال کر مٹی سے مل لیتے تھے اور نماز میں شامل ہو جاتے۔ ۶ * حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم صابن وغیرہ نہ جانتے تھے ہمارے رومل ہمارے پاؤں کے تلوے ہوتے تھے کہ جب کوئی چکنائی کھاتے تو تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے۔

۱۔ اور یہ بدعت آج کل اتنی عام ہے کہ کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ وغیرہ صاف کرنا اعلیٰ تہذیب تصور ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس بدعت میں ملوث ہیں جو میلاد شریف اور اعراس اولیاء کو بدعت یہ اور افضل شرک کہتے ہیں۔ (ایسی غفرلہ)

بدعات : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد چار چیزیں (بدعات) ایجاب ہوئیں۔ (۱) چھیلنی (۲) صابن وغیرہ (۳) دسترخوان (۴) پیٹ بھر کر کھانا

انتباہ : جس قوم کو ہر مسئلہ و معمول اہلسنت بدعت نظر آتی ہے وہ مذکورہ بالا بدعات سے توبہ کا اعلان کریں۔

فائدہ : خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف کی توجہ صرف باطن کی نظافت پر تھی یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ نماز جو توں سمیت پڑھنا افضل ہے۔ ۳۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نطین مبارک اتاری تھی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی تھی کہان میں قذر (مکروہ) شے ہے اور لوگوں نے اپنے جوتے اتارے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتار ڈالے۔ * امام نخعی نماز میں جوتے اتارنے کو برا جانتے اور کہتے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی محتاج ان کے جوتے اٹھا کر نہ لے جائے غرضیکہ ان امور ظاہری میں اسلاف اس طرح تساہل کرتے تھے بلکہ راستے کی کچڑ میں ننگے پاؤں چلتے کبھی اس پر بیٹھ جاتے اور مسجدوں میں زمین پر نماز پڑھتے۔ جو اور گیہوں کی روٹی کھاتے حالانکہ ان کو جانور پاؤں سے روندہ کرتے اور اس پر پیشاب کرتے تھے اور اونٹ اور گھوڑوں کے پسینے سے احتراز نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اکثر نجاستوں کے مقامات میں آیا جایا کرتے تھے ان میں کسی کے حل میں نہیں لکھا کہ نجاست کی باریکیوں میں سوال کرتا ہو وہ تو اس طرح سادگی سے ان میں عامیانہ زندگی بسر کرتے اور اب وہ نوبت آگئی کہ رعونت کا نام ستھرائی رکھا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دین کی اصل ہے بلکہ آج تو اکثر لوگ اکثر اوقات ظاہر کی صفائی میں لگے رہتے ہیں جیسے مشاطہ ناخن دلہن کو سنوارا کرتی ہے حالانکہ ان کے

۱۔ بدعت پانچ کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے ایسے اصطلاح شرع میں بدعت مباح کہا جاتا ہے۔ (ایسی غفرلہ)

باطن کبر اور عجب اور جہالت اور ریا اور خفاق کی آلودگیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ ان قبائح کو برا نہیں جانتے اور نہ اس سے تعجب کرتے ہیں اگر کوئی استنجا کرنے میں صرف ڈھیلوں پر اکتفا کرے یا زمین پر ننگے پاؤں چلے یا مسجد کے زمین یا بور یوں پر مصلے بچھا کر نماز پڑھے یا زمین پر جوتے کے بغیر چلے یا کسی بڑھیا کے برتن سے یا کسی بے تکلف آدمی کے برتن سے وضو کرے تو اس پر قیامت برپا کرتے اور سخت انکار سے پیش آتے ہیں اور اس کا لقب ٹپاک آدمی ٹھہراتے ہیں اور اپنی نشست و برخاست سے انہیں نکل دیتے ہیں۔

سوال : کہ یہ عادات جو صوفیہ نے اپنی صورتوں اور نظافت کے بارے میں ایجاد کی ہیں کیا تم انہیں کو ممنوع اور برا کہتے ہو؟

جواب : ہم مطلقاً برا نہیں کہتے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ستھرائی اور تکلف اور برتنوں اور آلات تیار کرانا اور چھیلوں

۱۔ ہمارے دور میں غیر مقلدین وہابی اس رسم کو زندہ رکھے ہوئے ہیں لیکن نمازیں برباد کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ جو تہا نہیں کر سکتے لے تو بات بنتی ہے کہ ان کے جوتے پھرلی زمین کو لگ کر پاک ہو جاتے لیکن ہمارے ملک میں جوتے الٹا نجاستوں کا مرکز بن جاتے ہیں اور یہ قانون شریعہ مسلم ہے کہ ایک علاقہ کے احکام کو دوسرے علاقہ پر قیاس کرنا حلت ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف فلیہ المامول (اسکی غفرلہ)

۱۔ اس حدیث کو مخالفین حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لاعلی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ (جواب نمبر ۱) جوتے مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاؤں مبارک اٹارنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ (جواب ۱) جبریل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنیبت و تطہیر حضور کے محل شریف کے لائق ہے۔ اس سے عدم علم آنسرد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال ایک عام خیال ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اشباح اللغات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

وقدر مفت قاف ذال معمر دراصل آنچہ مکروہ پندار و طبع و ظاہراً نجاستے ہوں کہ نماز ہی درست نہا شد بلکہ چیزے بود مستعد کہ طبع آزارنا خوش دارد وال نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز ہی گزار وہ بود و خبرداران جبریل بر آوردن از پا جت کمال تنیبت و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف دے بود۔

ترجمہ : قدرد مفت قاف و ذال معمر (وہ شے جس سے طبع کو نفرت ہو اور وہ ظاہراً نجاست بھی نہ تھی کہ اس کے ہوتے نماز نہ ہو بلکہ ایک ایسی شے تھی جس سے طبیعت نفرت کرے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کا اعلیٰ فرماتے حالانکہ آپ نماز کا کچھ حصہ اسی جوتے سے ادا فرما چکے تھے باقی جبریل علیہ السلام کا خبر دینا وہ محض تنیبت و تطہیر کے طور تھا کہ وہ آپ کے بلند و ارفع شان کے لائق نہ تھا۔

بلکہ اس کے ساتھ کھانا پینا ملنا بھی چھوڑ دیتے ہیں انہیں کہ انکار اور شکستہ حالی کو (جو جزو ایمان ہے) ٹپاک اور رعونت کو ستھرائی کہتے ہیں دیکھئے اس وقت بری بت اچھی ہو گئی ہے اور اچھی بری اور دین کی رسم ایسے جاتی رہے جیسے اس کی ماہیت اور علم جاتا رہا۔

کا استعمال اور لنگی غبار کے دور کرنے کے لئے لوز معنی ان کے علاوہ دیگر ساز و سامان اگر بلا کسی قید کے لحاظ کریں تو یہ چیزیں بذات خود مباح ہیں۔ مگر بعض اوقات ان میں احوال اور نیات کے شامل ہونے سے اچھی بھی ہو سکتی ہیں اور بری بھی۔

فائدہ : ان کے مباح ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص ان پر عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے مل اور بدن اور کپڑوں میں تصرف کرتا ہے اور یہ تصرف مباح ہے۔ بشرطیکہ اس میں مل کا تکلف اور اسراف نہ ہو اور ان چیزوں کے برا ہونے کی صورت یہ ہے کہ ان کو دین کی اصل ٹھہرا لیا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے۔

بنی الدین علی لنظافۃ دین کی بنا صغالی ستھرائی پر ہے۔

اس کی تفسیر انہیں امور کو سمجھیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اس میں پہلے لوگوں کی طرح تساہل کرے تو اس پر اعتراض کریں۔

وجہ ممانعت : امور مذکورہ ممانعت کی ایک اور وجہ ہو سکتی ہے اس کی یہ صورت ہے کہ ان امور سے غرض ظاہر کی زینت اور مخلوق کی نظروں میں اچھا معلوم ہونا ہو تو اس صورت میں یہ امور داخل ریائے ممنوع ہوں گے پس ان دونوں اعتبار سے امور بلا برے ہو سکتے ہیں۔

وجہ امانت : امور مذکورہ بلا کے اچھے ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ ان سے غرض بہتری ہو نہ زینت اور جوان کو ترک کرے تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے اور نہ ان کو چاہئے نماز کے اول وقت تاخیر واقع ہو اور نہ ان میں مصروف ہونے سے کوئی عمل ان سے بہتر یا تربیت علم وغیرہ چھوٹے پائے پس اگر ان تمام باتوں سے متصف ہوں تو ان کو مباح کہتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیت کی وجہ سے تو اب بھی حاصل ہو لیکن اس قسم کے امور میں ثواب ان بیکار لوگوں کو ہوتا ہے جو بالفرض اگر طہارت میں مصروف نہ ہو تو سونے میں یا بکواسات میں مشغول ہوں تو ایسے لوگوں کا طہارت میں لگا رہنا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس سے اور کچھ نہ ہوگا کہ ذکر الہی اور عبادت کی یاد ان کے سامنے ہوگی۔

اسی لئے اگر یہ امور اسراف اور برائی کی طرف نہ جھک جائیں تو غافل لوگوں کے حق میں بہتر ہیں مگر علم و عمل والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات ان امور میں حاجت کی تعداد پر صرف کریں۔ زائد از حاجت ان کے حق میں اچھا نہیں بلکہ اس نفیس جوہر یعنی طہارت زندگی سے اور عمدہ فوائد لیں تو یہی بہتر و افضل ہے۔ اس قیمتی جوہر کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

ازالہ وہم : اس سے تعجب بھی نہیں کرنا چاہئے کہ ایک شے بعض لوگوں کے حق میں اچھی ہے دوسروں کے حق میں بری کیوں اس لئے کہ ایسا ہو کرتا ہے۔

مثلاً نیکیوں کی خوبیاں مقربوں کے حق میں برائیاں ہوتی ہیں اور بیکار آدمی کو لائق نہیں کہ صوفیوں پر نظافت کے

بارے میں اعتراض کرے اور خود اس کا پابند نہ ہو اور دعویٰ کرے کہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مشابہت کرتا ہوں اس لئے کہ مشابہت تو اس میں ہوتی ہے کہ بجز امراہم کے اور کسی بت کی فرصت نہ ہو۔

حکایت : حضرت داؤد طالیٰ ا سے کسی نے کہا کہ تم اپنی داڑھی میں کنگھی کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے فرصت کہاں۔ یہ امر تو بے کاری سے متعلق ہے۔

فائدہ : ہمارے خیال میں عالم دین اور نیک نمازی کو مناسب نہیں کہ دھوئی کے دھوئے کپڑوں میں دھم کرے کہ لوگ اس نے دھوئے میں کمی کی ہوگی اور خود ان کے دھوئے میں اوقات ضائع کرے کیونکہ پہلے زمانہ کے لوگ تو پکی ہوئی پوستین سے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ دھوئے ہوئے اور پکے ہوئے میں طہارت اور نجاست کے بارے میں بہت بڑا فرق ہے بلکہ ان کا دستور تھا کہ نجاست کو جب آنکھ سے دیکھتے تو اس سے اجتناب کرتے یہ نہیں کہ باریک باتیں نجاست کے بارے میں شبہات نکلا کرتے ہوں بلکہ وہ تو ریا اور ظلم کی باریکیاں سوچتے تھے۔

حکایت : حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع اپنے ایک رفیق کے ایک مکان کے اونچے دروازے پر گزرے۔

رفیق کو اشارہ فرمایا کہ تو اونچا محل مت بنانا اس لئے کہ لوگ اس مکان کو نہ دیکھتے اگر اس کا مالک کبھی اتنا اسراف نہ کرتا۔

فائدہ : اس سے ثابت ہوا کہ دیکھنے والا صرف کے اسراف پر مددگار ہوتا ہے۔

فائدہ : اپنے ذہن کو ہمہ تن اس طرح کے حقائق کے نکالنے میں لگاتے تھے نجاستوں کے وہم اور وسوسوں میں خود کو نہ پھنساتے تھے۔

انتباہ : اگر کوئی عالم دین عالی آدمی کو دیکھے کہ وہ اس اپنے کپڑے دھونے میں احتیاطی تدبیر کے ساتھ منہمک ہے تو اسے نہ ٹو کے تو بہتر ہے اس لئے کہ سستی کی بہ نسبت تو بہتری ہے اور عالی مذکور کو یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کا نفس اتارہ ایک مباح کام میں لگا ہوا ہے اتنی دیر میں معاصی سے باز رہے گا کیونکہ نفس اگر کسی کام میں مصروف نہیں ہوتا تو انسان کو اپنے دھندے میں لگا دیتا ہے

مسئلہ : جب عالی مذکور عالم دین کے کپڑے دھونے سے عالم دین کا تقریب چاہتا ہے تو بہ امر اس کے نزدیک تمام امور ثواب کی بہ نسبت افضل ہے اس لئے کہ عالم میں کا وقت اس جیسے کاموں کے منہمک ہونے سے اشرف ہے تو عالی کے منہمک ہو جانے سے عالم کا وقت محفوظ رہے گا اور عالی کے لئے اشرف وقت یہ ہے کہ ایسے ہی کاموں میں مصروف ہو تو اس پر ہر طرف سے خیر و برکت ہوگی۔

۱۔ حضرت داؤد طالیٰ رحمۃ اللہ علیہ صوفی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ جو حنیف کے مخالف میں سے تھے۔ اسی غزلہ

فائدہ : اس مثل سے دیگر اعمال کے نظائر اور ان کے فضائل کی ترتیب اور ایک دوسرے پر ان کی تقدیم کو سمجھ لینا چاہئے اس لئے کہ عمر کے لمحات کو افضل کام میں صرف کرنے کے خوب حساب کرنا اس سے اہم ہے کہ تمام دنیوی امور میں باریک بینی کی جائے۔

تحقیق طہارت ظاہرہ

ہماری مذکورہ بالا تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ طہارت کے چار مرتبے ہیں لیکن ہم صرف ایک قسم کی نظافت کا ذکر کرتے ہیں یعنی ظاہر کی طہارت کو اس لئے کہ ہم اس کتاب کے اول حصے میں عموماً بجز ظاہری امور کے اور کچھ نہیں لکھتے۔ طہارت ظاہری تین قسم ہے۔

(۱) نجاست ظاہری سے پاک ہونا (۲) نجاست حکمی سے پاک ہونا جسے حدث کہتے ہیں۔ (۳) بدن کے زوائد سے پاک ہونا اور فضلات بدن سے کاٹنے یا استرے یا نورالنگانے سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔

ظاہری نجاست سے پاک ہونے کا طریقہ : اس میں تین امور کا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) کسی شے کو دور رکھنا ہے اور اسے کس چیز سے دور کریں۔ (۲) دور کرنے کا طریقہ (۳) دور کرنے کی چیزیں (فضلات جن کا دور کرنا ضروری ہیں)۔ وہ تین ہیں۔ (۱) جملوات یعنی جن میں حیات نہیں۔ (۲) حیوانات (۳) اجزاء حیوان۔

(جملوات) : سوائے شراب کے اور کن زدہ نشہ آور چیز کے تمام پاک ہیں اور حیوانات سوائے کتے اور سور کے اور جو چیز ان دونوں سے پیدا ہو کے سوا سب پاک ہیں۔

مسئلہ : حیوان جب مر جائیں تو سوا پانچ حیوانوں کے تمام نجس ہیں۔ اور وہ پانچ یہ ہیں۔

(۱) آدمی (۲) مچھلی (۳) مڈی (۴) سیپ کا کیرا اس میں داخل ہے (۵) وہ کیرا جو کھانے یا سرکہ وغیرہ میں پڑ جاتا ہے۔ وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون نہیں جیسے مکھی اور گہریلا وغیرہ کہ اس طرح کی چیزیں اگر پانی میں گر جائیں تو پانی نجس نہ ہوگا۔

مسئلہ : حیوانات کے اجزاء دو طرح ہیں۔

۱) حضرت امام غزالی قدس سرہ نے یہاں تمام مسائل فقہ شافعی کے مطابق لکھے جو حنفی سالک کو ان پر عمل کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہو گا بلکہ بعض مسائل میں کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو گا اس کے علاوہ اسی حالت کی عبادت نہ صرف ضائع جائے گی بلکہ قیامت میں اس شائع شدہ اسی لئے فقر نہایت ہی اختصار کے ساتھ موقعہ بموقعہ نشاندہی کرتا جائے گا۔ تفصیل کے لئے سالک کو ضروری ہے کہ وہ فتاویٰ رضویہ ورنہ کم از کم بہار شریعت کا مطالعہ ضرور کرے بلکہ جو بحث احیاء العلوم سے متعلق ہو اس کا بیان بہار شریعت سے ضرور دیکھ لے۔

(۱) حیوان سے علیحدہ ہو گئے ہوں ان کا حکم مردہ کا ہے مگر بل علیحدہ ہونے سے نپاک نہیں ہوتا اور ہڈی نپاک ہو جاتی ہے۔ (2) وہ رطوبتیں جو حیوان کے اندر سے نکلتی ہیں۔ ان میں سے جو اس طرح کی ہیں کہ تبدیل نہیں ہوتی اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ مقرر نہیں وہ پاک ہیں جسے آنسو اور پسینہ اور لعاب اور ریشت اور جن چیزوں کا ٹھکانا مقرر ہے اور وہ تبدیل ہوتی ہیں وہ نجس ہیں بجز اس چیز کے جو حیوان کی اصل ہو مثلاً صفی اور انڈے یہ پاک ہیں اور تمام حیوانات کا خون اور پیپ اور پاخانہ اور پیشاب نجس ہے۔

مسئلہ : نجاست تھوڑی ہوں یا بہت ان میں سے کچھ نہیں سوائے پانچ چیزوں کے ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد اگر کچھ نجاست کا اثر رہ جائے تو معاف ہے بشرطیکہ نکلنے کی جگہ سے بڑھ نہ جائے۔

مسئلہ : راستوں کے کچھڑ اور گوبر کا غبار راہ میں معاف ہے اگرچہ نجاست کا یقین ہو مگر اس قدر معاف ہے کہ اس سے پچنا دشوار ہو۔ یعنی جس پر یہ حل گزرے اسے کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اس نے خود لتھیرا ہے۔ یا پھسل کر گر پڑا ہے۔

مسئلہ : وہ نجاست کہ موزوں کے ٹکڑے میں لگ جاتی ہے اس وجہ سے کہ راستوں میں پڑی رہتی ہے تو وہ بھی رگڑنے کے بعد معاف ہے اس لئے کہ اس کے دور کرنے میں حرج ہے۔

مسئلہ : پتوں کا خون تھوڑا ہو یا زیادہ لیکن اگر علت کی حد سے گزر جائے تو معاف نہیں خواہ اپنے کپڑے سے میں ہو یا غیر کے کپڑے سے۔

مسئلہ : مہنسیوں کا خون اور جو اس سے پیپ اور خون بے معاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مہاسے کو رگڑ دیا اس میں سے خون نکلا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہ دھویا اور نماز پڑھ لی۔

مسئلہ : وہ رطوبت جو ناسور سے نکلتی ہیں یا فصد کے بعد خون ٹپکتا رہتا ہے یہ بھی معاف ہیں لیکن جو امور کم واقع ہوں۔ جیسے زخم لگنا وغیرہ تو اس کا حکم خون استخاضہ کی طرح ہے اس پر مہنسیوں کا قیاس نہ ہوگا کیونکہ اس سے کوئی انسان خلی نہیں۔

فائدہ : شریعت میں جو ان پانچویں نجاستوں سے چشم پوشی کی گئی اس سے معلوم ہوا کہ طہارت کا معاملہ سہولت پر مبنی ہے اور جو کچھ اس بارے میں بدعت ہوئے ہیں وہ صرف وسوسہ ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

وہ چیزیں جن سے نجاست دور کرنا ضروری ہے : دو طرح ہیں (۱) جلد (۲) بہتی ہوئی۔

جلد : یہ استنجا کا ڈھیلہ یہ خشک کرنے سے پاک کر دیتا ہے اور اس میں شرط ہے کہ سخت اور پاک اور نجاست کو چوستا اور حرمت نہ رکھتا ہو اور بہتی چیزوں میں سے سوائے پانی کے اور کسی چیز سے نجاست دور نہیں ہوتی اور پانی بھی

سب دور نہیں کرتے۔ بلکہ (2) نجاست دور کرنے والا وہ پانی جو پاک ہو اور کسی بے ضرورت شے کے ملنے سے اس میں تغیر فاحش نہ ہو گیا ہو۔

مسئلہ: اگر پانی میں کوئی نجس شے مل جائے جس سے اس کا مزایا رنگ یا بو بدل جائے تو وہ پانی پاک نہیں رہتا۔

مسئلہ: اگر نجاست کے پڑنے سے ان تینوں وصفوں میں سے کوئی نہ بدلے اور پانی مقدار میں قریب نو مٹکوں کے یا سوا چھ من تول میں ہو تو وہ نجس نہ ہوگا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اقدس ہے کہ ادا بلغ الماء قلتین لم يحمل خبثاً ترجمہ۔ جب پانی دو قلعہ کو پہنچ جائے تو پلیدی نہیں اٹھاتا۔

مسئلہ: اگر اس مقدار سے کم ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجس ہو جائے گا یہ ٹھہرے ہوئے پانی کا حکم ہے۔ لیکن بہت پانی اگر نجاست سے بدل جائے تو جو بدلا ہوا ہو وہ ٹپاک ہے۔ اس سے اوپر اور نیچے کا پانی ٹپاک نہیں اس لئے کہ پانی کے بہاؤ میں چلے تو جس جگہ وہ نجاست پانی میں پڑی ہے وہ نجس ہے اور اس کے واسطے بائیں کا پانی نجس نہیں ہے بشرطیکہ پانی قلتین سے کم ہو۔

مسئلہ: اگر پانی کی رفتار نجاست سے قوی تر ہو تو نجاست کے اوپر کی جانب کا پانی پاک ہے اور نیچے کی جانب کا نجس ہے تو اگر دور اور بہت ہو۔ لیکن جس صورت میں کہ کسی حوض میں مقدار قلتین کے پانی جمع ہو جائے گا تو نجس نہ رہے گا اور نجس پانی اگر دو قلعوں کے برابر اکٹھا ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور پھر جدا کرنے سے ٹپاک دوبارہ نہیں ہوتا۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: میرے نزدیک بہت یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب پانی کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے موافق ہوتا یعنی پانی اگرچہ تھوڑا ہو بغیر تینوں وصفوں میں ایک کے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجس نہیں ہوتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب بھی یہی ہوتا تو خوب تھا اس لئے کہ پانی کی تو ضرورت تو پڑتی ہی ہے اور قلتین کی قید لگانے سے دوسرے ابھرتے ہیں اور اسی وجہ سے لوگوں پر یہ شرط گراں ہے اور واقع میں بھی یہ قید مشقت کا سبب ہے جو کوئی اس کا تجربہ کرے اور سوچے اس کو کیفیت معلوم ہو جائے گی۔

نزدیک امام غزالی قدس سرہ: قلتین کے مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں۔ (۱) اگر قلتین کی شرط صحیح ہو تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بطریق اولیٰ طہارت دشوار ہوتی اس لئے کہ ان دونوں مقامات میں نہ بتے پانی کی کثرت ہے نہ ٹھہرنے کی۔ رسول اللہ صلی

۱) یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے احناف کی تحقیق و دلائل مطولات بالخصوص فتاویٰ رضویہ دیکھئے۔ (اویسی غفرلہ)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اول زمانہ سے لے کر آخر زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کوئی واقعہ طہارت کے بارے میں منقول نہیں اور نہ نجاستوں سے پانی کے پچانے کی کیفیت کے دریافت کرنے میں ان کی طرف سے کوئی سوال پیا جاتا ہے۔ اور صحابہ کرام کے پانی کے برتنوں پر لڑکوں اور لونڈیوں اور ایسے لوگوں کا تصرف رہتا تھا جو نجاستوں سے احتراز نہیں کرتے۔

(2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی سے وضو کیا جو نصرانی عورت کے گھرے میں تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بجز عدم تغیر پانی کے دیگر کسی شرط پر اعتقاد نہیں کیا ورنہ نصرانی عورت اور اس کے برتن کا نجس ہونا ظن غالب سے ادنیٰ تامل ہے۔ معلوم ہے پس امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر مشکل سے قائم ہونا اور قرون اولیٰ میں اس کا استفسار نہ ہونا ایک دلیل ہے جس سے پانی میں قلتین کی شرط لگانا زائد معلوم ہوتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل دوسری دلیل ہے۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی کے لئے برتن جھکا دیا تھا اور اس وقت صحابہ کرام پانی سے برتنوں کو نہیں ڈھانپتے تھے۔ حالانکہ دیکھتے تھے کہ پانی چوہا کھاتی ہے اور ان کے علاقوں میں حوض نہ تھے کہ جن میں سے بلیاں پانی پیتی ہوں نہ کنوؤں میں اتر کر پیتی تھیں بلکہ ان کے برتنوں ہی میں سے پانی پیا کرتی تھیں۔

(4) کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جس پانی سے نجاست دھوئی جائے اس کا دھون پاک ہے بشرطیکہ اس کا کوئی وصف نہ بدلے اور اگر بدل جائے تو دھون ناپاک ہے پس پانی کو نجاست پر ڈالنے میں اور نجاست کے پانی میں گرنے میں کون سا فرق ہے۔

ازالہ وہم: بعض کا کہنا کہ پانی کے گرنے کی قوت نجاست کو دفع کرتی ہے تو اگر وہ نجاست پانی سے نہیں ہلتی تو پھر اس کا کیا معنی کہ نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہو کہ ضرورت کے سبب ایسا ہوتا ہے تو ضرورت کی طرف بھی ہے کہ سوائے تغیر اوصاف کے پانی کی نجاست میں کوئی قید نہ لگائی ہے اور اس میں کیا فرق ہوا کہ جس طشت میں پانی ہو اس میں ناپاک کپڑا ڈال دیا۔

(5) صحابہ کرام تھوڑے پانی بستے ہوئے کے کنارے پر استنجا کیا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب میں باتفاق ثابت ہے کہ جب پانی بہاؤ میں پیشاب پڑے اور وہ متغیر نہ ہو تو اس سے وضو کرنا درست ہے گو پانی تھوڑا ہو تو پھر بستے اور ساکن میں کیا فرق ہے اب کوئی یہ بتا دے کہ متغیر نہ ہونے پر حوالہ کرنا بہتر ہے۔ یا بنے کے سبب سے پانی کی قوت پر حوالہ کرنا اچھا ہے پھر اس قوت کی حد کیا ہے آیا جو پانی کہ حمام کی ٹونٹیوں میں سے نکلتے ہیں ان پر یہ قاعدہ جاری ہے یا نہیں۔

اگر نہیں تو فرق بتانا چاہئے اگر جاری ہے تو ان پانیوں میں پلیدی پڑ جائے اور جو برتنوں میں سے بدن پر بننے کی جگہ پڑ جائے تو ان دونوں میں کیا فرق ہے آخر یہ بھی پانی بہتا ہے علاوہ ازیں پیشاب بستے پانی میں بہ نسبت بستہ نجاست کے خوب مل جاتا ہے۔ تو جب یہ حکم دے دیا کہ جو پانی بستہ نجاست پر گزرے وہ نجس ہے یہاں تک کہ

ایسے حوض میں جمع ہو کر اس کی مقدار قلتین ہو تو بست نجاست اور بہتی نجاست میں کیا فرق ہے۔ پانی تو ایک ہی ہے اور مل جانا بہ نسبت اوپر کے گزرنے کے زیادہ ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ پیشاب ملنے سے وضو درست ہو اور بندھی نجاست پر گزرنے سے ناجائز ہو۔

(6) قلتین پانی میں اگر آدھا سیر پیشاب پڑ جائے اور وہ پانی علیحدہ کیا جائے تو جو پیالہ اس سے بھرا جائے گا وہ پاک ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ قطرے پیشاب کے ضرور ہوں گے گو تھوڑے سہی اب یہ بتاؤ کہ پانی کی طہارت کی علت متغیر نہ ہونے کو کہنا اچھا ہے یا کثرت کی قوت کو بتانا بہتر ہے حالانکہ کثرت تو پیالہ میں علیحدہ کرنے سے جاتی رہی اور اجزائے نجاست اس میں موجود ہیں۔

(7) گزشتہ زمانوں میں حماموں میں میلے کچیلے آدمی وضو کیا کرتے تھے اور اپنے ہاتھ اور حوضوں میں باوجود پانی کے تھوڑا ہونے کے برتن ڈال دیتے تھے انہیں یہ معلوم تھا کہ ان میں ٹپاک اور پاک ہر طرح کے ہاتھ پڑتے ہیں تو یہ دلائل باوجود شدت ضرورت کے اس بات کو قوت دیتی ہیں کہ پہلے لوگ متغیر کو نہیں دیکھتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر اعتماد رکھتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پانی کو پاک پیدا کیا ہے اس کو کوئی چیز ٹپاک نہیں کرتی بجز اس کے کہ مزہ یا رنگ یا بو کو بدل نہ دے اور یہ بات پانی میں واقع ہے یعنی ہر بننے والی چیز کی علت امید ہے کہ جو چیز اس میں پڑے وہ اسے اپنی صفت پر بنالے اور وہ چیز اس سے مغلوب ہو جیسے نمک کی کلن میں کتا گر پڑے تو وہ بھی نمک ہو جاتا ہے اور اس پر طہارت کا حکم ہے اس لئے کہ اس میں سے کتے ہونے کا وصف جاتا رہا۔ نمک ہو گیا اسی طرح اگر تھوڑا سا سرکہ یا دودھ پانی میں گر جائے گا تو اس کی صفت سے متصف ہو جائے گا اور اسی کی خاصیت اختیار کرے گا مگر جس صورت میں کہ بہت اور غالب ہو تب پانی نہ ہوگا اور اس کا غلبہ مزہ یا رنگ یا بو کے غالب ہونے سے ہوتا ہے تو اوصاف کا متغیر ہونا جانچ کی چیز ہے اور شریعت نے نجاست کے دورہ کرنے کے لئے پانی میں اسی طرف ارشاد فرمایا ہے اور مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے تاکہ تنگی دفع ہو اور پانی کے پاک ہونے کی علت واضح ہو جائے کہ وہ دوسری چیز پر غالب ہوتا ہے تاکہ اس کو پاک کر دے جیسا کہ قلتین سے زیادہ ہونے کی صورت کا حل ہے اور نجاست کے دھوؤں اور بے پانی اور ملی کے لئے برتن جھکا دینے میں ہی صورت ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ یہ صورت معاف ہونے کی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو استنجا کے اثر اور پسوؤں کے خون کی طرح ہوتا کہ جو پانی اس سے لگتا وہ ٹپاک ہوتا حالانکہ دھوؤں ٹپاک نہیں ہوتا نہ تھوڑا پانی ملی کے منہ ڈالنے سے ٹپاک ہوتا ہے۔

ازالہ وہم: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے لا یحمل خبثا یعنی نجاست کو نہیں اٹھاتا تو یہ لفظ اپنی ذات کے لحاظ سے مبہم ہے کیونکہ جب متغیر ہوتا ہے تب تو نجاست کو اٹھاتا ہے اگر یہ کہو کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب متغیر نہیں ہوتا اس وقت نجاست کو برداشت کرتا ہے تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ وہ پانی اکثر اوقات میں معتد نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا تو یہ بات قلتین سے کم میں بھی متمسک ہے۔ مگر کم تر میں اس کی رعایت نہ

ان دلیلوں سے جو ہم نے لکھی ہیں ذکر ناممکن ہے اور لا بحمل خبثا کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت نہیں کرتے کہ حمل یعنی برداشت کی نفی ہے جس کا یہ معنی ہے کہ نجاست کو اپنی صفت پر بدل لیتا ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ کان نمک کتے وغیرہ کو برداشت نہیں کرتی یعنی اس میں غیر چیزیں مسکی ہو جاتی ہیں اور اس معنی کے لئے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ تھوڑے پانیوں میں استنجا کیا کرتے ہیں اور اپنے نجس برتن اس میں ڈبو یا کرتے ہیں پھر تردد کرتے ہیں کہ یہ پانی اتنے امر سے متغیر ہو گیا یا نہیں تو جب مقدار قلتین کے پانی ہو گا تو معلوم ہو جائے گا کہ ان معقولہ نجاستوں سے متغیر نہیں ہوتا اگر یوں کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ کہ وہ نجاست کو برداشت نہیں کرتا اور جب نجاست زیادہ ہوگی تب اس حکم کی رو سے اس کی برداشت بھی کرے گا جیسے دیکھنے میں کرتا ہے پس دونوں مذہبوں میں معقولہ نجاستوں کی خصوصیت لگانا ضروری ہے۔

خلاصہ : کہ ان نجاستوں کے معاملہ میں ہمارا میلان آسانی برتنے کی طرف ہے اس وجہ سے کہ اسلاف کی سیرت ہم نے اسی طرح پائی اور وسواس کی جڑ اکھیرنا مطلوب ہے۔ اسی وجہ سے ان مسائل میں اگر کہیں خلاف واقع ہوا ہے تو ہم نے طہارت کا حکم دیا ہے۔

نجاست دور کرنے کی کیفیت : نجاست اگر غیر مرئی ہو یعنی اس کا جسم محسوس نہ ہوتا ہو تو اس پر جہاں جہاں نجاست پڑی ہو پانی کا بہانا کافی ہے اور اگر نجاست جسم دار ہے تو اس کا دور کرنا ضروری ہے اور جب تک مزہ اس کا باقی رہے گا تب تک معلوم ہو گا کہ اس کا جسم باقی ہے اور یہی حل رنگ کے باقی رہنے کا ہے۔

مسئلہ : جس صورت میں رنگ چھٹ جائے اور رگڑنے اور ملنے سے نہ جائے تو معاف ہے۔ اور بو کا باقی رہنا نجاست کے باقی رہنے پر دال ہے وہ معاف نہیں۔

مسئلہ : اگر کوئی چیز تیز بدبو ہو کہ اس کا دور کرنا مشکل ہو تو اس وقت ملنا اور چند مرتبہ پے درپے نچوڑنا رگڑنے کے قائم مقام ہے۔

وسواس کا علاج : وسواس کے دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ یوں سمجھنا چاہئے کہ چیزیں یقیناً معلوم ہو کہ نجس ہے تو اس سے نماز پڑھ لے اور اس کی ضرورت نہیں کہ نجاستوں کی مقدار مقرر کرنے کے لئے استنباط کیا جائے۔

حدیث (وضو و غسل) کا بیان : اس میں وضو اور غسل اور تیمم داخل ہیں اور سب سے مقدم استنجا ہے ہم ان سب کی کیفیت ترتیب مع آداب و سنت لکھتے ہیں اور شرع میں وضو کے سبب کو بعض لوگ قضائے حاجت لکھتے ہیں۔ (بعون اللہ تبارک و تعالیٰ)

پاخانہ کے آداب : (1) قضا حاجت کے لئے دیکھنے والوں کی نظر سے جنگل میں دور جانا۔ (2) کسی چیز کی آڑ ہو سکے تو کرے۔ (3) جب تک بیٹھنے کے مقام پر نہ پہنچ جائے تب تک ستر نہ کھولے۔ (4) سورج اور چاند کی طرف نہ

کر کے نہ بیٹھے۔ (5) قبلہ کی طرف منہ نہ کرے نہ بیٹھے۔ (6) مکان میں پاخانہ ہو تو مضائقہ نہیں (1) اس صورت میں بھی مستحب یہی ہے کہ قبلہ سے پھر کر بیٹھے۔ (7) جنگل میں اگر اپنی سواری کی یا دامن کی آڑ لے تو جائز ہے۔ (قبلہ کو رخ یا پیٹھ کرنا۔ (8) لوگوں کی باتیں کرنے کی جگہ میں بیٹھنے سے اجتناب کرے۔ (9) ٹھہرے ہوئے پانی میں (پاخانہ اور پیشاب نہ کرے۔ (10) پھل دار درخت کے نیچے۔ 2۔ (11) سوراخ کے اندر پیشاب نہ کرے۔ (12) جو جگہ سخت ہو۔ (13) ہوا کے رخ پیشاب نہ کرے تاکہ چھینٹوں سے بچا رہے۔ (14) بیٹھنے میں پاؤں بائیں پر زور دے۔ (15) اگر مکانات کے پاخانہ میں جائے تو اندر جائے میں بلیاں پاؤں پہلے رکھے۔ (16) باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں نکالے۔ (17) کھڑا ہو کر پیشاب نہ کرے۔

حدیث : حضرت ابی بنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کوئی یہ بیان کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے تو اسے سچا نہ جانو۔

حدیث : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔

مسئلہ : بوقت ضرورت اجازت مروی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے وصف کا پانی لایا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے وضو کر کے اپنے دونوں موزوں پر مسخ کیا۔ (یہ جواز کے لئے فرمایا تاکہ بوقت ضرورت امت کو سہولت ہو نہ یہ کہ اس کی عہدیت بنالی جائے۔ اور دلیل ہیں یہی حدیث پیش کر دی جائے جیسے آجکل ٹیڈی مجتہدین کا طریقہ ہے۔

(18) نماز کی جگہ میں پیشاب نہ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر دوسرے اسی سے ہوتا ہے حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پانی بہتا ہوا ہو تو اس میں پیشاب کے کرنے کا کوئی حرج نہیں۔ (19) پاخانے میں اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک ہو۔ (20) پاخانے میں ننگے سر نہ جائے۔ (21) پاخانے میں جاتے وقت یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ اعوذ باللہ من الرجس النجس الخبیث المنخب الشیطان الرجیم ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں، تپاک پلید خبیث، مجبٹ شیطان مردود سے۔ پاخانہ سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے۔ الحمد لله الذی اذهب عني ما يوذيني وابقى علي ما ينفعني ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ میں سے وہ چیز دور کی جو مجھے ایذا دے اور وہ چیز باقی رکھی جو میرے کام ہے۔

انتباہ : یہ دعائیں پاخانہ کے باہر کہے۔ (23) استنجے کے ڈھیلے بیٹھنے سے پہلے گن لے۔ (24) جہاں پاخانہ پھرے اس یہ شوافع کے نزدیک ہے اختلاف کہتے ہیں کہ مکان ہو یا کوئی اور جگہ ہر طرح قبلہ کی طرف ہا بیٹھ کر کے پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے

جگہ پانی سے طہارت نہ کرے۔ (25) پیشاب کے بعد کھنکھارے اور تین دفعہ آگہ تاسل کو سونت دے اور اس کے نیچے کی جانب ہاتھ پھیر دے اور اس میں زیادہ فکر نہ کرے ورنہ وسوسے میں گرفتار ہوگا۔ اگر بعد کو کچھ تری معلوم ہو تو یہ سمجھے کہ پانی کا اثر ہے۔ اگر یہ وسوسہ ایذا دیتا ہو یعنی بار بار خیال تنگ کرتا ہو تو اس مقام پر پانی چھڑک دے تاکہ تصور میں خوب جم جائے کہ پانی کا اثر ہے قطرہ نہیں اور وسوسہ کرنے سے شیطان کو مسلط نہ کرے۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی چھڑکا تھا اور اسلاف میں جو استنجا میں جلد فراغت کرتا تھا وہ زیادہ قبیحہ ہوتا تھا تو جو شخص اس میں وسوسہ کرے معلوم ہوگا کہ اس کی سمجھ میں کمی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تمام امور کی تعلیم فرمائی یہاں تک کہ پاخانہ پھرنا بھی تعلیم فرمایا اور حکم دیا کہ ہڈی اور لید سے استنجانہ کریں۔ اور منع فرمایا کہ پیشاب یا پاخانہ میں قبلہ رخ نہ بیٹھیں۔

حکایت : ایک صحابی کو ایک بدو نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں پاخانہ کرنا بھی اچھی طرح نہیں آتا انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں میں تو اس کا خوب ماہر ہوں راستے سے دور جاتا ہوں اور ڈھیلے گن لیتا ہوں۔ جھاڑی کی طرف منہ کرتا ہوں اور ہوا کی طرف سے پشت پھیرتا ہوں، بچوں پر زور دیتا ہوں اور سرین اوپر کو رکھتا ہوں۔ (طعنہ زن کو اس طرح لاجواب کر دیا کہ میں سنت کے مطابق عمل کرتا ہوں پھر مجھ پر اعتراض کیسا۔

مسئلہ : جائز ہے کہ کوئی آدمی دوسرے شخص کے قریب اس سے آڑ کر کے پیشاب کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجودیکہ بہت حیا رکھتے تھے امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہی کیا۔

استنجا کی کیفیت : پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد تین ڈھیلوں سے اپنے مقام کو صاف کرے اگر صاف ہو جائے تو بہتر ورنہ چوتھا ڈھیلا لے اور اسی طرح اگر ضرورت محسوس ہو تو پانچواں استعمال کرے اس لئے کہ پاک کرنا واجب ہے اور عدد طاق مستحب ہے۔

فرمان ذی شان نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من اسنحمر فلیونرجو ڈھیلے استعمال کر کے چاہئے کے طاق لے اور ڈھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر مقام پاخانہ کے اگلے کنارے پر نجاست سے اس طرف رکھے اور پیچھے کو پونچھتا ہوا اور ڈھیلے کو پھیرتا ہوا لے جائے پھر دوسرا ڈھیلا لے اور اس کو پیچھے کی طرف رکھ کر اسی طرح لائے اور تیسرا لے کر مقعد کے گرد گھما دے۔

اگر گھمانا دشوار ہو اور آگے سے پیچھے تک پونچھ لیا ہو تو کافی ہے۔ پھر ایک بڑا سا ڈھیلا اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر ذکر کو بائیں ہاتھ میں اور ڈھیلے سے اس کو پونچھے یہاں تک کہ پونچھنے کی جگہ میں پیشاب کی تری معلوم نہ ہو اگر

۱۔ ایسے ہی ہر وہ درخت جس کے سلیہ تلے لوگ بیٹھتے ہوں یا جانوروں کو گری سے بچانے کیلئے باندھتے ہوں۔ ۱۲

یہ دو دفعہ ہو جائے تو تیسرا طاق کرنے کے لئے استعمال کرے اور جس صورت میں کہ صرف ڈھیلے پر کفایت منکھو ہو تو تری کا موقوف کرنا واجب ہے اور اگر چار ڈھیلوں میں صاف ہو تو پانچواں طاق کرنے کے لئے ہے۔

پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پانی سے استنجا کرے اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے مقام نجاست پر پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے طے یہاں تک کہ نجاست چھونے سے معلوم نہ ہو اور اس میں زیادہ مبالغہ نہ کرے کہ اندر تک دھوئے اس لئے کہ یہ وسواس کا ذریعہ ہے۔

فائدہ : جہاں پانی پہنچتا ہے وہ مقام اندر کہلاتا ہے اور اس جگہ کے فضلات پر نجاست کا حکم نہیں۔ جب تک کہ باہر نہ نکلیں اور جو مقام ظاہر ہے اور اس پر نجاست کا حکم ہو جاتا ہے تو اس کے پاک ہونے کی حد یہ ہے کہ پانی اس جگہ پہنچ جائے اور نجاست دور کرے زیادہ وسواس کی کوئی بات نہیں اور جب استنجے سے فراغت پوے تو یوں کہے۔ اللہم طہر قلبی من النفاق وحصن فرجی من العواحشر ترجمہ۔ یا الہی میرے دل کو نفاق سے پاک کر اور مقام زنا سے محفوظ رکھ۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار سے یا زمین سے بدبو دور کرنے کے لئے رگڑ ڈالے۔

بنا : اگر نجاست رہ گئی ہو تو پانی اور ڈھیلوں کا یعنی دونوں کا استعمال کرنا مستحب ہے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ فِیْہِ رَسَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّنْظَهُوْا وَاَوَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَہِّرِیْنَ۔ (پ 11 التوبہ 108) ترجمہ۔ اس میں وہ لوگ ہیں خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور تھرے اللہ کو پیارے ہیں۔ (کنز الایمان)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد قبا والوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ کون سی طہارت ہے جس پر خدائے ذوالجلال نے تمہاری تعریف کی انہوں نے عرض کیا کہ ہم استنجا میں ڈھیلے اور پانی دونوں استعمال کرتے ہیں۔

وضو کی کیفیت : جب استنجا سے فارغ ہو گیا تو وضو میں مشغول ہو اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ قضائے حاجت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو نہ کیا ہو۔

احادیث مبارکہ

فضائل مسواک : وضو مسواک سے شروع کرے۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں پس ان کو مسواک سے اچھا کرو۔ چاہئے کہ مسواک کرتے وقت نیت کر لے کہ اپنا منہ نماز میں قرآن کی قرأت اور ذکر اللہ کے لئے پاک کرتا ہوں۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کے ساتھ نماز بغیر مسواک کے پچھتر نمازوں سے بہتر ہوتی ہے۔ (3) فرمایا لولا ان اشق علی امتی لا مرتہم بالمسواک عند کل صلوۃ ترجمہ۔ اگر میں اپنی امت کے لئے مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت وضو کا حکم فرماتا (4) تم میرے پاس زرد دانتوں سے آتے ہو مسواک کیا کرو۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو کئی دفعہ مسواک کیا

کرتے تھے۔ (6) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیں مسواک کا حکم کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا عنقریب اس بارے میں کوئی آیت اترے گی۔ (7) حدیث میں ہے کہ لازم پکڑو مسواک کو کہ وہ منہ کو پاک کرتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (8) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مسواک حافظہ بڑھتی ہے اور بلغم دور کرتی ہے۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مسواک کو کانوں پر رکھ کر چلا کرتے تھے۔ (یعنی ہر وقت مسواک ان کے پاس رہتا تھا۔

مسائل مسواک : مسواک پیلویا اور ایسے درخت کی شلخ کی ہو جو دانت کی زردی دور کرے۔ (2) مسواک عرض اور طول دونوں جانب میں کرے یعنی واڑھوں کی جانب میں بھی پھیرے اور مسوڑھوں کی جانب میں بھی اور اگر ایک ہی طرف پر کفایت کرے تو عرض میں کرے۔ (عرض میں مسواک کرنا حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ (3) مسواک ہر نماز اور ہر وضو کے وقت کرے گو وضو کے بعد نماز نہ پڑھے (یہ مستحب ہے اور صحت کا بھی سبب ہے۔) (4) جب سونے یا بہت دیر ہونٹ بند رہنے یا بدبودار چیز کھانے سے منہ کی بو گندی ہو گئی ہو تو اس وقت مسواک کرے۔

مسئلہ : مسواک سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بسم اللہ نہ کہے اس کا وضو نہیں ہوتا یعنی بغیر بسم اللہ کے وضو کامل نہیں ہوتا۔

مسئلہ : بسم اللہ کے ساتھ کہے رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ هٰمَایِ الشَّیْطٰنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّعْضُرُوْا اَیَّ رَبِّ تِیْرِ پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ پھر ہاتھ برتن میں ڈالنے سے پہلے پانچوں تک تین بار دھوئے اور کہے اللھم انی اسئلک البیسن والبرکۃ واعوذبک من الثوم والهککۃ ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بےین اور برکت اور تباہی سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر حدث کے دور کرنے اور نماز کے مباح ہو جانے کی نیت کرے اور منہ دھونے تک یہ نیت باقی رکھے اگر منہ دھونے کے وقت بھول جائے گا تو وضو نہ ہوگا پھر چلو میں منہ کے لئے پانی لے اور اس سے تین کلیاں کرے اور غرارہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے صرف کلیاں ہی کرے اور کہے۔ اللھم اعنی علی تلاوة کتابک وکثرة الذکر لک ترجمہ۔ الہی اپنی کتاب کے پڑھنے اور اپنے ذکر کے زیادہ کرنے پر میری مدد کر۔

پھر ناک کے لئے چلو بھر کر تین دفعہ ناک میں پانی دے اور سانس سے پانی کو نٹھنوں میں چڑھائے اور جو کچھ نٹھنوں میں ہو اس کو سنک ڈالے اور ناک میں پانی دیتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللھم ارحمسی برائحتہ الجۃ وانت عنی راض ترجمہ۔ الہی تو مجھے جنت کی خوشبو سگھا اس حال میں کہ تو مجھے سے راضی ہو اور ناک سنکنے کے وقت یہ

۱۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مذہب میں ہے احناف کا مذہب کہ نیت آغاز وضو میں مستحب ہے اگر نہیں کی تو وضو ہو جائے گا۔ (ایسی غفرلہ)

دعا پڑھے۔ اللہم انی اعوذ بک من روالح النار ومن سوء الدار ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کی بدبوؤں سے اور برے گھر سے پہلی دعا ناک میں پانی پہنچانے کے وقت مناسب ہے اور یہ ناک سے۔ کوئی چیز دور کرنے کے مناسب ہے۔ پھر چلو منہ کے لئے لے اور اسے جہاں سے پیشانی پھیلنی شروع ہوتی ہے سے لے کر جس جگہ تک ٹھوڑی سامنے معلوم ہوتی ہے اس کی انتہا تک طول میں اور ایک کان سے لے کر دوسرے تک عرض میں دھوئے اور منہ کی حد میں پیشانی کے دونوں گوشے جو بالوں کے اندر چلے جاتے ہیں داخل نہیں بلکہ وہ سر میں شامل ہیں اور دونوں کن پٹیوں کے اوپر بھی پانی پہنچانا چاہئے۔ اور یہ وہ جگہ ہے اسے عورتوں کو بل بنانے کی عادت ہوتی ہے یا اگر ڈورے کا ایک سرا کان کے سر پر رکھیں اور دوسرا پیشانی کے گوشے۔ پر تو اس ڈورے کے نیچے کی طرف جو منہ کی جانب پڑے اس کو تر کرنا چاہئے اور چار بالوں (1) بھوؤں (2) مونچھوں (3) زلفوں (4) پلکوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں اکثر ٹھوڑی ہی ہوتی ہیں اور ڈاڑھی اگر ہلکی ہو تو اس کی جڑ میں بھی پانی پہنچانا چاہئے۔

فائدہ : ہلکی ڈاڑھی کی علامت یہ ہے کہ چہرے کی کھل اس میں نظر آتی ہو۔ اگر ڈاڑھی گھنی ہو تو اس کی جڑ میں پانی پہنچنا ضروری نہیں۔

مسئلہ : وہ بال جو نیچے کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں جن کو بچی کہتے ہیں ان کا حکم ہلکی اور گھنی ہونے میں ڈاڑھی جیسا ہے پھر یہ دھونا تین دفعہ کرے اور ڈاڑھی جو لٹکی ہوئی ہو اسکے اوپر پانی بہائے اور آنکھ کے کونوں اور میل اور سرمہ کے اکٹھے ہونے کی جگہیں انگلی سے صاف کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور توقع کرے کہ اس سے آنکھوں کے گناہ (قصور) خارج ہو جائیں گے اسی طرح تمام اعضاء کے دھونے میں امید رکھے کہ ان کی خطائیں دور ہوں گی اور منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللہم بیض وجہی بنورک یوم نبض وجوہ اولیائک وہ نسود وجہی بظلمائک یوم نشود وجوہ اعدائک ترجمہ۔ الہی میرے منہ کو اپنے نور سے سفید کر جس روز کہ تیرے دوستوں کا منہ سفید ہو اور میرے منہ کو اپنی تاریکیوں سے سیاہ مت کر جس روز کہ تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں۔

مسئلہ : منہ دھوتے وقت گھنی ڈاڑھی میں خلال کرے یہ مستحب ہے پھر اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے اور انگلیوں کو ہلائے اور پانی کہنیوں سے آگے تک پہنچائے کیونکہ قیامت کو وضو کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ وضو کے نشان کی وجہ سے روشن ہوں گے تو جتنا دور پانی پہنچے گا اتنا ہی عضو قیامت میں روشن ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من استطاع ان یطیل عزتہ فلیفعل جو جتنا چمک لہا کرنا چاہے تو اسے چاہئے کرے

ایک روایت میں یہ ہے کہ تبلغ الحلیۃ من المومن حیث بلغ الوضوء ترجمہ۔ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں اس کا وضو کا پانی پہنچے گا۔

پہلے داہنا ہاتھ دھوئے اور یہ دعا پڑھے۔

اللهم اعطني كتابي بيمينى وحاسبى حسابا يسيرا ترجمہ۔ الہی میرا نامہ اعمال میرے واسطے ہاتھ میں دینا اور مجھ سے حساب ہلکا لینا۔

اور بائیں ہاتھ کو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللهم انی اعوذ بک ان تعطينی کتابی بشمالی او من وراء ظہری ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں دے یا پشت کی جانب سے پھر۔ سارے سر کا مسح کرے اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو تر کر کے دونوں کی انگلیوں کے سر ملائے اور ان کو پیشانی کے پاس سر رکھے۔ اور گدی کی طرف لے جائے اور وہاں سے پھر آگے کی طرف کھینچے یہ ایک مسح ہوا اسی طرح تین بار کرے اور یہ دعا پڑھے اللهم غشني برحمتك وانزل علي من برکاتک واطلني تحت ظل عرشک يوم لا ظل الا ظلك ترجمہ۔ الہی مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل کر اور اپنے عرش کے تلے سایہ دے اس روز کہ بجز تیرے سائے کے اور سایہ نہ ہوگا۔

پھر اپنے دونوں کانوں کا مسح اندر اور باہر نئے پانی سے کرے اس طرح کہ دونوں انگشت شہادت کو کانوں کے دونوں سوراخوں میں داخل کرے اور دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے باہر کی جانب گھمائے پھر کانوں پر دونوں ہتھیلیاں پشتی کے لئے رکھ دے۔ اور یہ مسح بھی تین بار کرے اور یہ دعا پڑھے۔ اللهم اجعلني من الذين يسمعون القول فيستمعون احسنه اللهم اسمعني منادی الجنة مع الابرار۔ ترجمہ۔ الہی مجھ کو ان لوگوں میں سے کر کہ قول کو سنیں اور اس میں سے بہتر کا اتباع کریں، الہی مجھ کو جنت کے منادی کی آواز نیک بندوں کے ساتھ میں سن۔ پھر اپنی گردن کا مسح نئے پانی سے کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عایشان ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن طوق سے بچاتا ہے اور مسح گردن میں یہ دعا پڑھے۔ اللهم فك رقبتی من النار واعوذ بک من السلاسل والاغلال۔ ترجمہ۔ الہی میری گردن کو دوزخ سے آزاد کر اور میں زنجیروں اور طوقوں سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

پھر اپنا داہنا پاؤں دھوئے اور بائیں ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کو نیچے کی جانب سے خلال کرے اور داہنے پاؤں کی پھنگلیاں سے شروع کر کے بائیں کی پھنگلیاں پر خلال ختم کرے اور داہنے پاؤں کو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللهم ثبت قدمی علی الصراط المستقیم يوم تنزل الاقدام فی النار۔ ترجمہ۔ الہی میرا پاؤں سیدھے راستے پر جمادے جس دن کہ پاؤں دوزخ میں پھسلیں۔ اور بایں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ اعوذ بک ان تنزل قدمی علی الصراط يوم تنزل الاقدام المنافقین فی النار۔ ترجمہ۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اہل صراط پر اپنا بایں پاؤں پھسلنے سے جس دن کہ منافقوں کے پاؤں دوزخ میں پھسلیں گے

۱۔ تین بار مسح شوافع کے نزدیک ہے۔ اہناف کے نزدیک سر کا مسح صرف ایک بار ہے۔

فائدہ : پانی کو اپنی نصف ساق تک اونچا کرے جب فارغ ہو تو منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہے اشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمد اعبدہ ورسولہ سبحانک اللہم وبحمدک لا الہ الا انت عملت سوء او ظلمت نفسی استغفرک اللہم واتوب الیک فاغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی مین المنطهرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی عبداً صبوراً شکوراً واجعلنی اذکرک کثیراً وسجک بکرة واصیلاً۔

فضیلت دعا مذکور : جو شخص بعد وضو کے یہ دعا پڑھے تو اس کے وضو پر مہر کی جاتی ہے اور عرش کے نیچے اس کو پہنچایا جاتا ہے اور وہاں وہ اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتی رہتی ہے اور اس کا ثواب تاقیامت اس دعا پڑھنے والے کے لئے لکھا جاتا ہے۔

وضو کے مکروہات : (1) تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔ (2) پانی فضول بہانہ۔

حدیث (1) : حضور سردار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء نہیں دھوئے اور فرمایا کہ جس نے زیادہ مرتبہ دھوئے اس نے ظلم کیا اور برا کیا۔

حدیث (2) : فرمایا کہ عنقریب اس امت میں سے ایک قوم ہوگی جو دعا اور وضو میں تجلوز کرے گی۔

انتباہ : طہارت میں پانی پر حرمیں ہونا اس کے علم میں غفلت کی کمی کی علامت ہے۔

فائدہ : حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو دوسواں کا آغاز ہوتا ہے تو طہارت کی وجہ سے۔

فائدہ : حضرت حسن کا قول ہے کہ ایک شیطان وضو کے اندر آوی پر ہستا ہے اس کو دہان کہتے ہیں۔ (3) ہاتھوں کا جھٹکنا کہ پانی دور ہو جائے۔

(4) وضو کے اندر بولنا۔

(5) منہ پر پانی طمانچہ مارنا۔

بعض نے پانی کو بدن پر سے خشک کرنا بھی مکروہ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پانی میزان اعمال میں وزن کیا جائے گا۔ احناف کے نزدیک خشک کرنا مکروہ نہیں پانی کا کچھ اعضاء پر ہونا۔

مسئلہ : اس لئے اعضاء کا خشک کرنا مکروہ ہے یہ قول سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زہری رضی اللہ

1۔ احناف کے نزدیک ایسے پانی سے وضو مکروہ نہیں لام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرما رہے کہ یہ کراہت طہی ہے (شرعی نہیں) (12)

2۔ یہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہادی مسئلہ ہے ورنہ شرعاً یہ خصت ہے احادیث سے ثابت ہے الخلاف ج 2 ص 372

تعالیٰ عنہ کا ہے۔ لیکن حضرت معلویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ مبارک کو اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھا تھا۔ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک خشک کرنے کا کپڑا رہتا تھا۔ مگر اس روایت میں طعن کیا گیا ہے۔

(7) تانبے کے برتن سے وضو کرنا۔ (7) اس پانی سے جو دھوپ میں گرم ہو گیا ہو اور اس کی کراہت طب کی رو سے ہے۔ *

تانبے کا برتن: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تانبے کے برتنوں کی کراہت مروی ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ حضرت شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کانسی کے برتن میں آیا تو انہوں نے اس سے وضو کرنے سے انکار کیا اور اس کا مکروہ ہونا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ سے نقل فرمایا۔ 2۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خیر خواہانہ مشورہ

وضو سے فارغ ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ اپنے دل میں سوچے کہ میرا ظاہر پاک ہو گیا جسے مخلوق دیکھتی ہے تو بڑی شرم کی بات ہے۔ کہ دل کے پاک کرنے کے بغیر اللہ تعالیٰ سے مناجات کروں کہ دل اس کے دیکھنے کا مقام ہے اور یہ تصور مضبوط کرے کہ توبہ سے دل کو پاک کرنا اور برے اخلاق سے خالی ہونا اور عمدہ اخلاق کا علوی ہونا بہتر ہے۔ اور جو صرف ظاہر کے پاک کرنے پر اکتفا کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کو اپنے گھر میں بلائے اور گھر کو خس و خاشاک سے آلودہ چھوڑ کر باہر کے دروازے کو گچ اور چونا وغیرہ آراستہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مستحق غضب سلطانی ہوگا۔

فضائل وضو: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے من نوضا فاحسن الوضوء وصلی رکعتین لم یحدث فیہا بشی من الدنیا خرج من ذنوبہ کیوم والذینہ امم۔ ترجمہ۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور کوئی بات دنیوی دل میں نہ لائے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔

(2) دوسری روایت میں ہے لم یسہ فیہا عفرلہ ما تقدم من ذنبہ اس نماز میں سہو نہ کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخشے گئے۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا اونیکم بما یکفر اللہ بہ الخطایا ویرفع بالدرجات اسباغ الوضوء فی المکارہ ونقل الاقدام الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ فذلکم الرباط۔

ترجمہ۔ کیا میں تمہیں ایسے اعمال کی خبر نہ دوں کہ جن سے اللہ گناہ مٹا دے اور درجات بلند فرمائے۔ (1) جن میں وضو کو جی نہ چاہے تو کمال وضو کرنا (2) مسجدوں کی طرف چل کر جائے۔ (3) ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار جملہ میں گھوڑے باندھنے کی طرح ہے۔

قائدہ : اس کلمہ کے اخیر یعنی فذلکم الرباط کو تین بار ارشاد فرمایا۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ایک ایک بار اعضاء کو دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا۔ اور دو دو بار اعضاء دھو کر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ثواب دوبارہ عنایت فرمائے گا اور تین تین بار دھوئے اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے۔ اور مجھ سے انبیاء مطہم السلام کا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم مطہم السلام کا۔

(5) فرمایا جو شخص وضو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کا تمام جسم پاک کر دیتا ہے اور جو شخص ذکر نہ کرے اس کا جسم صرف اسی قدر پاک ہوگا جہاں پانی پہنچے گا۔

(6) فرمایا من توحا علی طہر کتب اللہ بہ عشر حسنات ترجمہ۔ جو وضو پر وضو کرے اللہ تعالیٰ اس کے پاس دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(7) فرمایا الوضو علی الوضو نور علی نور ترجمہ۔ وضو پر وضو نور علی نور ہے۔

قائدہ : ان دونوں روایات سے جدید وضو کرنے کی ترغیب معلوم ہوتی ہے۔

(8) فرمایا کہ جب بندہ مسلمان وضو کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ٹاک صاف کرتا ہے تو اس کی ٹاک سے گناہ خارج ہو جاتے ہیں اور جب منہ دھوتا ہے تو چہرے سے خطائیں دور ہوتی ہیں یہاں تک کہ پلکوں کے بالوں کے نیچے سے خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ دور ہوتے ہیں حتیٰ کہ ناخنوں کے تلے سے نکل جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر سے کانوں تک کی خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو دونوں پاؤں کی خطائیں ناخنوں تک کے نیچے سے دور ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا دونوں زائد ہیں۔ (9) موی ہے کہ طاہر مثل صائم کے ہے۔ (10) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر کہے اشہدان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له واشہدان محمد عبده ورسوله تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ جس دروازے سے چاہے اس اندر جائے۔ (11) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ عمدہ وضو تجھے شیطان کو دور کرے گا۔ (12) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے ہو سکے کہ بلوضو اور ذکر اور استغفار پڑھتا ہوا سوئے کیونکہ ارواح اسی حال میں انھیں کی جس پر قبض ہوں گی۔

غسل کا بیان : غسل کی کیفیت یہ ہے کہ برتن کو اپنی داہنی جانب رکھے پھر بسم اللہ کہہ کر اپنے ہاتھ تین بار دھوئے

پھر استنجا کرے جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے اور بدن پر اگر نجاست ہو تو اسے دور کرے۔ پھر نماز کی طرح وضو کرے۔ جیسے مذکور ہوا مگر پاؤں نہانے کے بعد دھوئے کیونکہ ان کو دھو کر زمین پر رکھنا پانی کا ضائع کرنا ہے۔ پھر وضو کے بعد تین بار اپنے داہنے شانے پر نیچے تک پانی ڈالے پھر بائیں طرف پر تین بار پھر سر پر تین بار پھر اپنا بدن آگے اور پیچھے سے ملے اور سر اور داڑھی کے بالوں میں خلال کر کے داڑھی اور گھنی ہوں یا ہلکی تو انگلی جڑوں میں پانی پہنچا دے۔ عورت کو مینڈھوں (زلفوں) کا کھولنا ضروری نہیں مگر اس صورت میں کہ یقین کرے کہ پانی بالوں کے اندر نہ پہنچے گا اور بدن کی سلوٹوں کی خبر لے کہ پانی سب میں پہنچ جائے اور نہانے کے بیچ میں اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ نہ لگائے اور ہاتھ اگر لگائے تو وضو پھر سے کرے۔ 1۔

اور اگر وضو غسل سے پہلے کر لیا ہے تو غسل کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے غرضیکہ وضو اور غسل کا طریق یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ سالک کے لئے جس قدر اس کا جانتا ضروری ہے اور اس کے سوا دیگر مسائل کہ بعض احوال میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ غسل میں جو ہم نے مسائل لکھے ہیں ان میں دو واجب ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ (1) نیت کرنا (2) تمام بدن دھونا 2۔

واجبات وضو: وضو کے چھ واجبات ہیں۔ (1) نیت کرنا (2) منہ دھونا (3) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔ (4) سر کا مسح * اس قدر کرنا کہ جس کو مسح کہہ سکیں۔ (5) دونوں پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ (6) ترتیب یعنی پہلے منہ دھونا پھر ہاتھ دھونا پھر مسح کرنا پھر پاؤں دھونا۔

1۔ اختلاف کے نزدیک آلہ تناسل کو ہاتھ لگنے سے وضو نہیں جاتا اور نہ ہی غسل میں فرق آتا ہے ہاں اگر وضو دوبارہ کر لے تو بہتر ہے ضروری نہیں ایسی غفرلہ

2۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں نیت نہ غسل میں فرض ہے نہ وضو میں نیت سنت ہے غسل میں مستحب ہے ہاں اختلاف کے نزدیک غسل میں تین فرض ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی رہ گیا تو غسل نہ ہوگا۔ (1) کلی کرنا۔ (2) ناک میں پانی ڈالنا۔ (3) تمام جسم پر پانی بہانا۔ کلی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہونٹ سے لے کر حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی پہنچ جائے۔ اکثر لوگ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی سمجھتے ہیں۔ خواہ زبان کی جڑ اور حلق کے کناروں تک پانی نہ بھی پہنچے تو اس طرح غسل نہ ہوگا اور نہ ایسے غسل کے بعد کوئی نماز وغیرہ جائز ہے۔ اسی طرح ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نشتوں کی جہاں تک نرم جگہ ہے وہاں تک دھونا فرض ہے۔ اگر بال کے برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اور تمام بدن پر پانی بہنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ٹکڑوں تک جسم کے ہر ہر پرزے تک پانی بہ جائے۔

11 اختلاف کے نزدیک وضو کے صرف چار فرض ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دو زائد بیان کردہ ان کے مقلدین کے لئے فرض ہیں ہمارے نزدیک وضو میں نہ سنت فرض ہے نہ ترتیب۔ ہاں ترتیب ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (اتحاف ج 2 ص 381) ایسی غفرلہ

فائدہ : پے درپے دھونا واجب نہیں۔

وجوب اقسام غسل : چار قسم کے غسل واجب ہیں۔ (1) خروج منی احتلام و فیروہ سے (2) عورت و مرد کی شرمگاہوں کی مباشرت (ایک دوسرے سے ملنا) (3) حیض کے بعد (4) نفاس کے بعد۔

اقسام غسل سنن و مستحبات : (1) دونوں عیدوں (عیدین عید الفطر عید الاضحیٰ) کا نہال۔ (2) جمعہ کے (دن) (3) احرام کے لئے (4) عرفات یا مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے (5) مسئلہ مشرفہ میں داخلہ کے لئے۔ (6) ایام تشریق کے تین دن نہال۔ (7) ایک قول کے مطابق طواف وداع کے لئے غسل کرنا (8) کافر کے مسلمان ہونے کے وقت بشرطیکہ تپاک نہ ہو۔ (9) مجنوں کے ہوش میں آنے کے وقت (10) میت کو غسل دینے کے بعد نہالنے والے۔ غسل کرنا یہ سب غسل مستحب ہیں۔

انتباہ ایسی غفرلہ : یہ شوافع کے مطابق ہے احناف کے مذہب کے مسائل حاشیہ میں پڑھئے۔

تیمم کا بیان : جس کو پانی کا استعمال دشوار ہو، دور ہونے کی وجہ سے پانی نہ ملتا ہو یا اس تک کسی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا، مثلاً درندے کے خوف سے یا دشمن کے ڈر سے پانی موجود ہو مگر اپنے ساتھی کی پیاس کے لئے ہو یا دوسرے کی ملک کو کہ وہ نرخ معمولی سے زیادہ دام پر بیچتا ہو یا اسکے بدن پر کوئی زخم یا مرض ہو کہ پانی کے استعمال سے عضو بیکار ہونے یا شدت سے دہلا ہو جانے کا خوف ہے تو اسے چاہئے کہ جب نماز فرض کا وقت آئے تو پاک زمین کا قصد کرے خاک پاک خالص اور نرم ہو۔

تیمم کا طریقہ : پاک زمین پر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جوڑ کر ایک ضرب مارے انہیں اپنے تمام چہرے پر ایک بار پھیرے اور اس وقت نماز کی اہانت کی نیت کرے اور غبار کو ہاتھوں کے نیچے پہنچانے کی ضرورت نہیں خواہ ہل تھوڑے ہوں یا زیادہ مگر اس میں کوشش کرے کہ چہرے کے تمام ظاہر پر غبار پہنچ جائے۔ اور یہ ایک ضرب سے ہو جائے گا۔

ضروری توضیح : جنہیں احناف "فرض" کہتے ہیں انہیں "شوافع" کبھی فرض کبھی واجب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس فرق کو ذہن نشین کرنے کے بعد بہت سے مسائل کا سمجھنا آسان رہے گا۔

1) احناف کے فرائض واجبات و سنن کی قسمیں :- فرائض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے سنن واجب و مستحب کی قسمیں یہ ہیں۔

واجب : (1) اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حد اکبر ہو اور وہ نہ ملایا ہو یا نہ لایا ہو مگر شرعاً "غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر بعد لانے اسلام کے نہال واجب ہے۔ (2) اگر لڑکا یا لڑکی چار برس کی عمر سے پہلے بالغ ہوا ہو تو اس کو نہال واجب ہے اور پہلے

احکام کے بعد جب بھی یا پندرہ برس کی عمر کے بعد پہلا احکام ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔ (3) مسلمان مردے کی نعش کو نہلاتا زندہ مسلمان پر واجب کفایہ ہے۔

اقسام سنن :- (1) جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان کے لئے بعد نماز فجر یا بعد طلوع فجر غسل کرنا سنت ہے۔ (2) عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کے لئے جن پر نماز عیدین واجب ہے غسل کرنا سنت ہے۔ (3) حج یا عمرہ کے احرام کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ (4) حج کرنے والوں کو عرفہ کے دن بعد نزال کے غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے :- (1) اسلام لانے کے لئے اگر حدیث اکبر سے پاک ہو۔ (2) لڑکی یا لڑکا پندرہ برس کی عمر کو پہنچنے پر جوانی کی علامت نہ پائے تو اس پر (3) جنون 'مستی' بے ہوشی کے ختم ہو جانے کے بعد۔ (4) مردے کو نہلانے کے بعد۔ (5) شعبان کی پندرہویں رات (شب برات) کو۔ (6) مہینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے۔ (7) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ بعد نماز فجر۔ (8) کنگری پھینکنے کے وقت۔ (9) کسی گندہ سے توبہ کرنے کے لئے۔ (10) جو شخص قتل کیا جاتا ہو۔ (11) خوف اور مصیبت کی نماز کے لئے۔ (12) کسوف، خوف اور استقام کی نماز کے لئے۔ (13) استحافہ ولى عورت کو بعد زائل ہونے استحافہ کے۔ (14) سفر سے واپس آنے والے کو۔ اپنے وطن واپس پہنچنے پر۔ (15) طواف زیارت کے لئے غسل مستحب ہے۔

نوٹ :- حضرت امام غزالی قدس سرہ نے سنن، غسل و مستحبات کا ذکر نہیں فرمایا۔ حقیر عرض کئے دیتا ہے تاکہ سالک اس ثواب کو بھی اپنے لیے ہاندہ سکے۔

سنن غسل :- (1) نیت کرنا یعنی دل میں قصد کرنا کہ میں نہایت سے پاک ہونے، اللہ کی خوشی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں نہ کہ بدن صاف کرنے کے لئے۔ (2) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھوں کا تین بار دھوئے۔ (3) نہایت حقیقتہ کا دھوئے۔ (4) نماز کی طرح وضو کرنا۔ (5) اگر غسل کی جگہ پانی جمع رہتا ہو تو پیروں کو بعد غسل کے دوسری جگہ ہٹ کر دھوئے۔ (6) تمام جسم تین بار دھوئے۔ (7) بدن دھوتے وقت یہ ترتیب ہو لول دائیں کندھے پر تین بار پھر بائیں کندھے پر تین بار پھر سر پر لول تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے۔ بعض کے نزدیک لول سر پر پھر دائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے یہی حکم صحیح ہے۔ (3) بسم اللہ کہنا۔ (4) مسواک کرنا۔ (5) ہاتھ پیروں اور داڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔ (6) بدن کو لٹا۔ (7) بدن کو پے در پے دھونا کہ بلوغ ہو جانے کے خشک نہ ہونے پائے۔ (8) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی نہانا۔

مستحبات غسل :- ایسی جگہ نہاتا جہاں نامحرم کی نظر نہ پہنچے یا نہ بند وغیرہ ہاندہ کر نہاتا زبان سے نیت کرنا، پانی میں نہ ہی کی اور نہ ہی اسراف کرنا۔ قبلہ کی طرف جبکہ نکلا ہو منہ نہ کرنا کسی سے بات نہ کرنا۔ غسل کے بعد جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالنا۔ تمام بدن پر ترتیب سے پانی بہانا۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہ غسل میں بھی مستحب ہیں۔ سوائے قبلہ رو ہونے کے اور دعائیں پڑھنے کے اور غسل کا پانی کھڑا ہو کر پینے کے کہ یہ مستحب نہیں۔

مکروہات غسل :- بلا ضرورت ایسی جگہ نہاتا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے، برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔ سوائے بسم اللہ کے اور دعاؤں کا پڑھنا۔ بے ضرورت کلام کرنا، جتنی چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ ایسی غفرلہ

کیونکہ چہرے کا عرض دو ہتھیلیوں سے زائد نہیں اور ظن غالب تمام چہرے پر غبار کا پہنچ جانا کافی ہے پھر اپنی

انگوٹھی نکالے اور دوسری جانب انگلیاں کھلی رکھ کر لگا دے پھر دابنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں جوڑ کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں پر رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف ہو اور دابنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں جوڑ کر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں پر رکھے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کی طرف ہو اور دابنے ہاتھ کی پشت کی جانب اور دونوں انگوٹھے۔ علیحدہ ہوں اور ایک ہاتھ کی پوریں دوسرے ہاتھ کی انگشت شہادت کے عرض سے باہر نہ ہونے پائیں پھر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں کو دابنے ہاتھ کی پشت کی جانب کہنی تک سرکاتا ہوا لے جائے کہ ہتھیلی شامل نہ ہو جب کہنی پر پہنچ جائے تو ہتھیلی بائیں کی دابنے کے اندر کی طرف پھر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا لے جائے کہ ہتھیلی شامل نہ ہو۔ جب کہنی پر پہنچ جائے تو ہتھیلی بائیں ہاتھ کی دابنے ہاتھ کے اندر کی طرف پھر پلٹ کر اوپر کی طرف سرکاتا ہوا پہنچنے تک چلا آئے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی طرف دابنے ہاتھ کے انگوٹھے کے باہر کی جانب پر پھیر دے پھر اسی طرح دابنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر عمل کرے کہ چار انگلیاں اول انگلیوں سے لے کر کہنی تک لے جائے اور وہاں سے ہتھیلی اندر کی طرف پلٹ کر پہنچنے تک لے آئے اور انگوٹھے کو انگوٹھے پر پھیرے پھر اپنی دو ہتھیلیاں ایک دوسرے سے ملے اور انگلیوں کے درمیان خلال کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ضرب میں کہنیوں تک پورا ہاتھ غبار سے پھر جائے اگر یہ دشوار ہو تو کوئی نہیں کہ دو ضربوں یا زیادہ سے پورا کرے۔

مسئلہ : تیمم سے فرض پڑھ لئے ہوں تو نفل کا اختیار ہے۔ جتنی اس سے پڑھے لیکن اگر دو فرضوں کو ایک ساتھ پڑھے تو چاہے کہ دوسرے فرض کے لئے تیمم دوبارہ کرے اور اسی طرح ہر فرض کے لئے ایک تیمم جدا گانہ کرے۔ *
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

فَضَلَاتِ ظاہریہ سے پاک ہونا

فضلات کی دو اقسام ہیں۔

(۱) میل کچیل (۲) اجزاء

میل کچیل اور رطوبت کی تعداد آٹھ ہے۔

(۱) جو سر کے بالوں میں میل اور جوئیں ہو جاتی ہیں ان کی صفائی کے لئے سر کا دھونا اور کنگھا کرنا اور تیل ڈالنا مستحب ہے تاکہ بالوں کا الجھاؤ اور چہرے کا وحشی پن دور ہو۔

۱۱ یہ امام شافعی کے نزدیک ہے اختلاف کے نزدیک ایک تیمم سے جتنے فرائض چاہے۔ خواہ دس سال گزر جائیں ناقض وضو واقع نہ ہو تو جو چاہے پڑھے۔ اسی غفرلہ

احادیث مبارکہ: (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھا کرتے اور فرماتے کہ کبھی کبھی تیل ڈالا کرو۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بل ہوں چاہئے کہ ان کی خدمت کرے یعنی انہیں میل کچیل سے بچائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کی داڑھی کے بل پر آگندہ تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے پاس تیل نہ تھا جس سے بالوں کو درست کر لیتا پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی آتا ہے جیسے شیطان ہے۔

(۲) وہ میل کچیل جو کان میں جمع ہو جاتی ہے۔ اس کا لوہر تو وہ مسخ سے دور ہو جاتی ہے اور جو سوراخوں میں ہوتی ہے اس کے لئے چاہئے کہ حمام سے باہر نکلنے وقت اسے نرمی کے ساتھ صاف کر لے اور اگر زیادہ سختی کے ساتھ کرے گا تو وہ قوت سامعہ (سننے کی قوت) کو مضر ہے۔

(۳) وہ رطوبت جو ناک میں جمع ہو کر جم کر نعتوں میں چمٹ جاتی ہے وہ ناک میں پانی دینے اور سکھنے سے جاتی رہتی ہے۔

(۴) وہ میل جو دانتوں اور زبان کے کناروں پر جمع ہو جاتی ہے وہ کلی اور مسواک سے دور ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۵) وہ میل اور جوئیں جو داڑھی میں جمع ہو جاتی ہیں اس کا دور کرنا دھونے اور کنگھا کرنے سے دور ہو جاتی ہیں۔ (اسی لئے داڑھی وغیرہ کا کنگھا کرنا مستحب ہے)

احادیث مبارکہ برائے کنگھا وغیرہ: (۱) حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر اور حضر میں کنگھا اور دندانہ اور آئینہ ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور یہ اہل عرب کا دستور ہے کہ یہ چیزیں ساتھ رکھتے ہیں۔

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ آقائے نثار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن میں دو بار اپنی داڑھی شریف میں کنگھا کرتے تھے۔

(۳) آقائے دو جہاں سرور سرور اہل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی بھی ایسی ہی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی لمبی اور پتلی تھی

۱۱ ہر انسان کا لازمہ امور ہیں لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہونے کے باوجود فضلات جملہ خرابیوں سے منزہ و مقدس اور پاک ہیں۔ تفصیل دیکھئے فقیر کے دو رسائلے خوشبوئے رسول۔ الدلائل القاہرہ فی ان فضلات الرسول طیبہ و طاہرہ عرف۔ طہارۃ فضلات رسول۔ اولیٰ غفرلہ۔

جبکہ شیر خدا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی داڑھی خوب چوڑی تھی کہ دونوں کندھے گھیر لئے تھے۔

(4) ایک حدیث جو کہ مذکورہ بالا حدیث سے غریب ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض لوگ آقائے نثار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی کے ٹکے میں جھانک کر اپنے بل سر اور ریش مبارک کے درست فرمائے۔ میں نے عرض کیا آقا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل اپنے بندے کو محبوب جانتا ہے کہ جب اپنے بھائیوں کے پاس جائے تو بین سنور کے جائے۔

فائدہ : جہل آدمی اس سے کبھی گمان کرتا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے زینت کی وجہ سے ہے اور آپ کے اخلاق کو غیروں پر قیاس کرتا ہے اور فرشتوں کو لوہاروں سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ یہ بات نہیں اس لئے کہ حضور ولی کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم و دعوت تھا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لوازم میں سے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں خود کو بڑا کرنے کے لئے سعی فرمائیں تاکہ ان کے نفس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیر نہ جانیں اور اپنی صورت کو ان کی نظروں میں اچھا بنائیں تاکہ ان کی آنکھوں میں چھوٹے مظلوم نہ ہوں اور وہ لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدک نہ جائیں اور منافقوں کو کوئی موقع بدگمانی کا ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ : ہر اس عالم دین کے لئے واجب ہے جو مخلوق اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف بلانے کے مشن پر ہو اپنے ظاہر حل میں اس کا لحاظ رکھے کہ کوئی ایسا امر سرزد نہ ہو جس سے لوگ نفرت کریں۔

مسئلہ : ان امور میں نیت کا اعتبار ہے کیونکہ یہ بھی بذات خود وہ عمل ہیں جو نیت سے کمال حاصل کرتے ہیں۔ الغرض کہ اس نیت سے زینت کرنا اچھا ہے۔

مسئلہ : اگر ہلوں کی پرانگی اس لئے بقی رکھے کہ لوگ جانیں کہ یہ شخص زہد ہے اور نفس کی پرواہ نہیں سو ایسا کرنا ممنوع ہے۔

مسئلہ : یہ نسبت ہلوں کے دوسرے اہم احکام میں محسوف ہو کہ ان کی درستی کر سکتا تو یہی بہتر ہے۔ فائدہ یہ حالات باطنی ہیں جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں۔ عاقل آدمی انہیں خوب جانتا ہے کسی حل میں اس کو ایک صورت کا دوسرے پر شبہ نہیں پڑتا بہت سے جہل ایسے ہیں کہ وہ یہ امور کرتے ہیں اور ان کی توجہ خلق خدا کی طرف ہوتی ہے اور خود بھی مغالطہ میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارا معاملہ مثلاً بہت سے علماء کو دیکھو گے کہ عمدہ لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا معاملہ بدعتیوں اور منافقین کو ذلیل کرنا اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ہے راز تو اس روز کھلے گا جب باطن کا احسان لیا جائے گا اور قیور سے مردے اٹھائے جائیں گے

لور سینوں کے اندر کی باتیں علانیہ ہوں گی لور اس دن خالص دھلا ہوا سونا کھوٹے سے علیحدہ ہو جائے گا ہم اللہ تعالیٰ سے اس بڑی پیشی کے دن کی رسوائی سے ہندہ ملتے ہیں۔

(6) میل جو انگلیوں کے اوپر سلوٹوں میں جمع ہو جاتی ہے لٹل عرب انہیں خوب دھوتے تھے اسی لئے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوتے تھے اسی وجہ سے ان سلوٹوں میں میل رہ جاتی تھی اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ان مقلات کے دھونے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(7) انگلیوں کے پوروں کے صاف کرنے کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ میل جو انگلیوں کے سروں پر اور ناخنوں کے نیچے ہو اسے دور کر دے اس لئے کہ ہر وقت ناخنوں کا تراشنا تو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان میں میل جمع ہو جاتی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن کاٹنے اور بغل اور زیر ناف کے بالوں کے دور کرنے کے لئے چالیس دن کی مدت مقرر فرمادی لور ناخنوں کے نیچے کی میل کے صاف کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی آنے میں دیر ہوئی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ کے ہاں کیسے آئیں کہ آپ نہ اپنی انگلیوں کے بیچ کے جوڑے دھوتے ہیں نہ پوروں کو صاف کرتے ہیں نہ زردی دانت کے لئے مسواک کرتے ہو اپنی امت کو ارشاد فرمائیے کہ وہ یہ امور بجالائیں۔

فائدہ : یہ بھی تعلیم امت کے لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی خامی کہیں لور جبرائیل علیہ السلام کی غیر حاضری بعض ایسے لوگوں کے لئے تھی جن میں مذکورہ خامیاں مذکور ہو تھیں۔ اضافہ لوہی غفرلہ

فائدہ : بعض نے اس آیت کی تفسیر میں وَلَا نَقُلْ لَهُمَا أَفٍّ (پ 15 بنی اسرائیل نمبر 23) کو ان سے یہوں نہ کہنا۔ فرمایا ہے کہ آف ناخن میل کو کہتے ہیں لور نف کلن کی میل کو۔ اب معنی یہ ہوا کہ مل باپ کو ان کے ناخن کی میل کا عیب نہ لگاؤ لور بعض نے کہا ہے کہ ان کو اتنی ایذا بھی نہ دو جتنی ناخن کے نیچے میل ہونے سے ہوتی ہے۔ (8) وہ میل جو تمام بدن پر پسینے لور راستے کے غبار سے جم جاتی ہے اسے حمام میں نہانے سے دور کرے۔

مسئلہ : حمام میں نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ملک شام کے حماموں میں نہلتے تھے لور بعض نے فرمایا کہ حمام کہ بدن اچھا گھر ہے پاک کرتا ہے لور دونوں کی آگ کو یاد دلاتا ہے یہ قول حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ حمام بری جگہ ہے کہ ستر ظاہر کرتا ہے لور حیاء دور کرتا ہے۔ اس قول سے اس کی برائی معلوم ہوتی ہے جیسے پہلے قول ہے۔

فائدہ : معلوم ہوتا تھا اور اس کے فائدے کی طلب لور حفاظت کی آفت سے کوئی حرج نہیں اس لئے جو امور کہ حمام کرنے والے کو چاہئیں وہ سنت ہوں یا واجب وہ یہاں ہم لکھتے ہیں۔

حمام کے احکام : حمام کرنے والے پر دو واجب ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے کے ستر میں بھی دو واجب ہیں۔ دو جو اپنے لئے واجب ہیں یہ ہیں۔

(1) ستر کو دوسروں کی نگاہ سے محفوظ رکھے۔

(2) دوسرے کے چھونے سے ستر کو بچائے اس سے ثابت ہوا کہ اس جگہ سے اپنے ستر میں میل دور کرنا اور ملنا خود کرے حمای کو منع کرے کہ وہ ران اور زیر ناف تک ہاتھ نہ لگائے سوائے مقام شرم گاہ کے دوسری جگہ۔ پر ہاتھ لگانا (میل دور کرنے کے لئے) اباحت کا احتمال رکھتا ہے لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ حرام ہو اس لئے کہ دونوں شرمگاہوں (مرد کا ذکر عورت کی فرج) کو ہاتھ لگانے کی حرمت ثابت ہے ماسوائے مذکور کے یہی حکم ہونا چاہئے یعنی جن پر نگاہ کرنا حرام ہو ان کا ہاتھ لگانا حرام ہونا چاہئے۔ غیر کے ستر کے متعلق دو واجب یہ ہیں۔ (1) غیر کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ (2) اسے ستر کھولنے سے منع کرے اس لئے کہ برے کام سے منع کرنا واجب ہے اور اس کے ذمہ صرف ملنا ہے۔ دوسرے سے ملوانا اس کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ : برائی بیاں کرنے کا وجوب اس کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ اس کے کلی گلوچ یا لڑائی جھگڑے کا خطرہ ہو ایسی صورت میں اس پر واجب نہیں کہ برائی کا ذکر کرے دوسرے کو حرام کا مرتکب کرے حرام کا مرتکب برے ہاں برائی کا ذکر کرنا مفید نہ ہوگا۔

مسئلہ : اس خیال پر عمل نہ کرے گا لغو ہے یہ عذر نامقبول ہے۔ بلکہ ذکر کرنا ضرور چاہئے اس لئے کہ کہنے کا اثر دل پر ہی ہوا کرتا ہے۔ اور جب گناہوں کا عیب لگایا جاتا ہے تو دل میں اس سے احتراز کا دل میں خیال آجاتا ہے اس سے اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ سننے والے کی نگاہ میں اس گناہ کو برا کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو اس سے علیحدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اس لئے ذکر کرنے کو چھوڑنا جائز نہیں اور انہیں جیسی باتوں کی اس وجہ سے احتیاط اس میں ہے کہ حمام میں آج کل کے زمانے میں داخل نہ ہو کہ اس میں ستر ضرور کھلی رہتی ہے بالخصوص زیر ناف کا کھلنا کہ لوگ اس کو ستر نہیں جانتے حالانکہ شرع نے اس کو ستر میں لاحق فرمایا ہے اور اسکو گویا حد اور احاطہ ستر کا ٹھہرایا ہے اسی وجہ سے مستحب یہ ہے کہ حمام میں تنہا جائے۔

حضرت بشر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے پاس ایک درہم ہو اور وہ حمای کو اس غرض سے دیدے کہ وہ صرف حمام کو اس کے لئے خلی کر دے تو میں اس کو اس بات میں ملامت نہ کروں گا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے حمام میں دیکھا کہ منہ اپنا دیوار کی طرف کئے ہیں اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے بعض کا قول ہے کہ حمام میں کوئی حرج نہیں مگر وہ چادریں لے ایک کی لٹکی کرے اور دوسری کو سر پر باندھ لے عوام کی نگاہوں سے باپردہ ہو جائے۔

مستحبات حمام : (1) نیت کرنا یعنی دنیا داری اور صرف اپنی خواہش نفس کے لئے داخل نہ ہو بلکہ یہ قصد کرے کہ

نماز کے لئے جو صفائی چاہئے اس کے لئے نہاتا ہوں۔

(2) حمای کو اجرت حمام میں جانے سے پہلے دینا اس لئے کہ جو اس سے کام لے گا وہ مجھول ہے اور یہی حل حمای کا ہے۔ کہ جو کچھ اس کو ملنے کی توقع ہے وہ معلوم نہیں تو پہلے دینے میں ایک طرف سے جہالت دور ہو جائے گی اور کلی طور اطمینان ہو جائے گا آسائش ملے گی۔ ا۔

(3) داخل ہوتے وقت بلیاں پاؤں پہلے رکھے اور وہ دعا پڑھے جو پانخانہ جانے کے باب میں مذکور ہوئی۔

(4) تحلیہ کے وقت حمام میں جائے یا بتکلف حمام کو خللی کراوے کیونکہ اگر بالفرض حمام میں بجز دینداروں اور محتاط فخصوں کے اور کوئی نہ ہو تب بھی ان کے ننگے بدنوں کو دیکھنے میں سے شرمی اور ننگے بدنوں کو دیکھ کر ستر کا خیال دل میں گزرتا ہے علاوہ ازیں لنگی باندھنے اور دیگر حرکات میں انسان کا ستر کھلنے سے خللی نہیں رہتا تو ستر پر نگاہ دانستہ پڑ جاتی ہے اسی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی آنکھوں میں پٹی باندھی تھی (یہ ان کا انتقاء ہے)

(5) حمام میں دخول کے وقت دونوں ہاتھ دھوئے گرم حمام میں جانے کی جلدی نہ کرے یہاں تک کہ پسینہ نہ آجائے۔ (یہ ایک طبی قاعدہ پر ہے۔)

(7) پانی بہت نہ ڈالے بلکہ حاجت پر اکتفا کرے اس لئے قرینہ حل سے اسی قدر کی اجازت ہے اور زیادتی کا حل اگر حمای کو معلوم ہو تو برا محسوس کرے گلہ خصوصاً جہل گرم پانی کے بغیر خرچ اور محنت کے نہیں ہوتا۔

(8) حمام کی گرمی سے دوزخ کی حرارت یاد کرے یعنی خود کو گرم درجے میں محسوس تصور کر کے جہنم کا قیاس کرے کہ وہ درجہ جہنم کے مشابہ ہے کہ نیچے آگ ہوگی اور اوپر اندھیرا (معاذ اللہ)

درس عبرت : عاقل آدمی آخرت کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتا کیونکہ وہی اس کا اصل مقام اور ٹھکانا ہے تو جو کچھ وہ آگ یا پانی وغیرہ دیکھتا ہے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے اس لئے کہ ہر شخص اپنے حوصلے کے موافق ہی دیکھا کرتا ہے مثلاً اگر بزاز اور بڑھی اور معمار اور جولہا کسی مکان آباد میں جائیں کہ ان میں فرش لگا ہوا ہو تو دیکھو گے کہ بزاز کی نظر فرش پر پڑے گی۔ اور اس کی قیمت سوچے گا اور جولہا کیرٹوں کو دیکھ کر ان کی بنلوٹ میں غور کرے گا اور بڑھی چھتوں میں نظر کرے ان کی ترکیب اور پائٹے میں غور کرے گا اور معمار کی نگاہ دیواروں پر ہوگی ان کی مضبوطی اور سیدھے ہونے کو سوچے گا یہی حل سالک طریق آخرت کا ہے کہ جب کوئی چیز دیکھتا ہے تو اسے نصیحت اور آخرت یاد آجاتی ہے بلکہ جس چیز کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے عبرت کا رستہ

۱۱۔ یہ سابق دور کے معطلات ہیں دور حاضرہ میں تو ہر کام پہلے سے فیعلہ شدہ ہے اگر کہیں پہلے سے فیعلہ شدہ نہیں تو ملے کر کے حمام میں داخل ہو یا جو کچھ پہلے سے دیکھ جائیں تو وہ اکبر راضی ہو۔

کھول دیتا ہے مثلاً اگر سیاہی دیکھتا ہے تو لحد کا اندھیرا یاد کرتا ہے اگر سہپ دیکھتا ہے تو جہنم کے سہپ یاد کرتا ہے اگر بری صورت پر نظر پڑتی ہے تو منکر نکیر اور دوزخ کے فرشتوں کو یاد کرتا ہے اگر خوفناک آواز سنتا ہے تو نغہ صور کو یاد کرتا ہے اگر کوئی بہتر چیز دیکھتا ہے تو جنت کی نعمت یاد کرتا ہے بازار میں یا گھر میں کوئی بت رو یا قبول کی سنتا ہے تو اس سے اپنا انجام حساب کے بعد یاد کرتا ہے کہ رو ہو گا یا قبول اور عاقل کے دل پر اس کا غالب رہنا نہایت موزوں ہے کیونکہ دنیا کے کاروبار ہی عاقل کو اس فکر سے روکتے ہیں اور اگر دنیا کے قیام کی مدت کو آخرت میں ٹھہرنے کے زمانہ سے مقابلہ کرے تو دنیا کے علائق کو فضول اور بچ تصور کرے گا بشرطیکہ ان لوگوں سے نہ ہو جن کے دل غافل اور چشم بصیرت اندھے ہو چکے ہوں۔

(9) حمام میں جلتے وقت سلام نہ کرے اگر کوئی سلام کرے تو اس کا جواب لفظ سلام سے نہ دے اگر کوئی دوسرا جواب دے تب تو خاموش رہے اگر بولنا ہی پڑے تو عفاک اللہ کہے۔

مسئلہ : حمام کے اندر کے شخص سے مصافحہ کرنا اور اس کو ابتداء ہی میں عفاک اللہ کہنے میں حرج نہیں۔

مسئلہ : حمام میں زیادہ گفتگو نہ کرے اور نہ جہر سے قرآن پاک پڑھے۔ ہاں اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہنے میں حرج نہیں۔

(10) حمام میں عشاء اور مغرب کے درمیان اور آفتاب کے ڈوبنے کے قریب نہ جائے اس لئے کہ یہ شیطانوں کے پھیلنے کا وقت ہوتا ہے اور اس کا حرج نہیں کہ دوسرا شخص بدن ملے۔

حکایت : حضرت یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے فلاں شخص (جو آپ کے شاگردوں میں سے نہ تھا) غسل دے اور فرمایا کہ اس نے ایک دفعہ میرا بدن حمام میں ملا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے بدلہ میں اس سے کوئی ایسا کام لوں جس سے وہ خوش ہو تو اس لئے میں نے یہ تجویز کی کہ اس سے وہ خوش ہو گا۔

دلیل جواز : اس کے جواز پر روایت ذیل دلالت کرتی ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سفر میں ایک مقام میں اترے اور اپنے پیٹ کے بل لیٹے اور ایک غلام حبشی (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پشت مبارک کو دباتا رہا تھا۔ اس صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لونٹنی نے گرا دیا اس لئے کمر دبا رہا ہوں۔ (لونٹنی سے گرنا تعلیم امت مطلوب ورنہ شب معراج براق کا شہوار ایک معمولی لونٹنی سے کیسے گر گیا) لوہی غفرلہ۔

(11) جب حمام سے فارغ ہو تو اس نعمت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر کرے۔ اس لئے کہ مروی ہے کہ جاڑے میں گرم پانی وہ نعمت ہے جس سے قیامت میں سوال ہو گا۔

بدعت نعمت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حمام ان نعمتوں سے جسے لوگوں نے نواہی بجا کیا

ہے۔ * اصل عبارت یوں ہے۔ قال ابن عمر رضی اللہ عنہما الحمام من النعیم الذی حدثوہ (احیاء العلوم ج 1 ص 145)

فائدہ : اطباء کہتے ہیں کہ نورہ کے استعمال کے بعد حمام کرنا انسان جذام سے محفوظ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ہر مہینہ میں ایک بار نورہ * کا استعمال کرنا حرارت کو بجھاتا اور رنگ کو صاف کرتا اور قوت باہ کو برساتا ہے۔
فائدہ : بعض اطباء کا قول ہے کہ جاڑے میں حمام کے اندر کھڑے ہو کر ایک بار پیشاب کرنا دوا پینے سے زیادہ نفع ہے۔

فائدہ : ایک قول ہے کہ گرمیوں میں حمام کے بعد سو رہنا دوا پینے کے برابر ہے اور حمام سے نکلنے کے بعد سرد پانی سے دونوں پاؤں کا دھونا نقرش * سے بچاتا ہے۔

فائدہ : نکلنے وقت سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنا برا ہے اور ایسا ہی ٹھنڈا پانی پینا بھی اچھا نہیں۔

عورتوں کے احکام حمام : مردوں کے لئے احکام تھے، عورتوں کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو مائتہ نہیں کہ اپنی بیوی کو حمام میں جانے دے جبکہ گھر میں غسل خانہ موجود ہو۔

فائدہ : مشہور ہے کہ مردوں کو حمام میں بغیر تہجد کے جانا حرام ہے اور عورت کو حمام کرنا بغیر نفاس یا مرض کے حرام ہے۔

حدیث : حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک بیماری کی وجہ سے حمام کیا تھا اگر عورت کسی ضرورت سے حمام میں جائے تو پوری چادر پہن کر جائے اور اس کے خلوں کو کھودے ہے کہ حمام کرنے کی اجرت اس کو دے کر برے کام پر اس کا مددگار ٹھہرے گا۔ (بدن کے زائد اجزاء جن کا دور کرنا ضروری ہے) یہ اجزاء آٹھ ہیں۔

(1) سر کے بال جو شخص صفائی کا ارادہ کرے ان کے منڈوانے میں حرج نہیں۔

مسئلہ : بالوں میں تیل ڈالے اور کٹھا کرے۔

مسئلہ : بال رکھانے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ : بالوں کی چوٹیاں اور پٹے اور گردے وغیرہ درست نہیں یہ بد معاشوں اور بے پاکوں کا طریقہ ہے زلفوں کا

1) بال زیر ناف صاف کرنا کسی دوائی یا آئہ سے - ایک بیماری کا نام ہے۔

چھوڑنا شریفوں کے طور بھی نہیں چاہئے کہ یہ ان کی علامت ہو گئی اسی لئے اگر کوئی عام آدمی جو شریف ہو گا تو ایسا فعل دھوکے میں شامل ہو گا۔

(2) مونچھوں کے بل جن کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسوا الشوارب واعموا اللحي مونچھیں ترشواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ بعض روایات میں جزوا الشوارب اور حفوا الشوارب ہے قصر اور جز کا معنی ایک ہے اور حف معنی ہونٹوں کے ارد گرد کے بال کاٹنا یہ لفظ حاف سے ہے جس کا معنی ارد گرد کاٹنے کے ہیں اسی سے یہ آیت ہے۔ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ الرَّحْمٰنِ اور تم دیکھو فرشتوں کو جو عرش کو گھیرے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں احفوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ سے اکھاڑنا مقصود ہے اور (حفوا) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم تراشنا چاہئے کیونکہ (احفا) مبالغہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ يَسْئَلْكُمُوْهَا فَبِحِفْكُمْ بَيِّنُوْا (پ 26 محمد 31) ترجمہ۔ تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بجل کرو گے۔ (کنز الایمان)

یعنی اگر سوال میں تم سے نہایت مبالغہ کرے۔

مسئلہ : مونچھوں کا مونڈنا کسی حدیث میں نہیں اور احفا یعنی کترانا منڈانے کے قریب بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے بعض تابعین سے بھی (مونچھوں کا تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ سبیل المسلم کا مطالعہ فرمائیے۔) اویسی غفرلہ۔

حکایت : کسی تابعی نے کسی کو دیکھا کہ اپنی مونچھوں کو جڑ سے کتراتا ہے۔ فرمایا کہ تو نے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد دلائی۔

حکایت : حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی ہیں مجھے پاس بلا کر میری مونچھیں مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں۔

مسئلہ : مونچھوں کے اطراف کے بالوں کو رکھنا نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ بال منہ کو نہیں ڈھانپتے اور نہ ان میں کھانے کی کوئی شے رہ سکتی ہے بلکہ وہاں تک پہنچتی ہی نہیں اور

۱۔ یہ جملہ اس قوم کے لئے درس عبرت ہے کہ حامل کی نعمت (بدعت کے پلوجو) سے لطف اندوز ہو کر آقائے مہدار حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ جس پر ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت قربان کی جائے کے بیان المیلاد کو بدعت یہ کہ کھانے میں ڈالتے ہیں۔ اویسی غفرلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور حدیث میں ہے کہ یہود اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں کتراتے ہیں تو تم ان کے خلاف کرو۔

مسئلہ: بعض علماء نے مونڈانے کو مکروہ اور بدعت فرمایا ہے۔ *

(3) بغلوں کے بالوں کو چالیس دن میں ایک بار اکھاڑنا مستحب ہے اور یہ اس پر آسان ہے جو ابتداء اکھاڑنے کا علوی ہو لیکن جسے منڈانے کی علوت ہو اس کو منڈانا کافی ہے اس لئے کہ اکھاڑنے میں درد ہوتا ہے اصل مقصد تو ان کا صاف کرنا ہے۔ (وہ جس طرح بھی ہو۔) اور ان کے درمیان میل کو اکٹھا نہ ہونے دینا ہے یہ مونڈنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ (اور اکھاڑنے سے بھی)

(4) مونے زیر ناف کا دور کرنا بھی مونڈنے یا نورہ کے استعمال سے مستحب ہے۔

مسئلہ: چاہئے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیں۔

(5) ناخنوں کا تراشنا مستحب ہے اس لئے کہ جب بڑھ جاتے ہیں تو ان کی صورت بری ہو جاتی ہے اور ان میں میل اکٹھی ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ناخن تراشو اس لئے کہ جو ان سے بڑھ جاتا ہے اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

مسئلہ: اگر ناخن کے نیچے میل ہو تو وضو کی صحت کا مانع نہیں ہوتا یا تو اس وجہ سے کہ میل پانی کے پھیننے سے مانع نہیں یا بوجہ ضرورت کے ان میں آسانی کر دی گئی خصوصاً پاؤں کے ناخنوں میں کہ عرب اور دیہاتیوں کی انگلیوں کی پشت میں میل جمع ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عربوں کو ناخن تراشنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ (اب حکم عام ہے خواہ وہ کسی علاقہ کا ہو) اور جن کے ناخنوں کی میل دیکھتے تھے انہیں غلط کام فرماتے لیکن یہ نہیں فرماتے کہ نمازیں لوٹاؤ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حکم فرمادیتے تو صحیح ثابت ہوتی اور بس۔

ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا نبوی طریقہ: میں نے کتابوں میں ناخنوں کے تراشنے میں ترتیب کے متعلق کوئی حدیث مروی نہیں دیکھی مگر سنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن اس طرح تراشوائے کہ داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کر کے داہنے انگوٹھے پر ختم کئے انگشت شہادت سے پھمگلیا تک تراشکر بائیں ہاتھ میں پھمگلیا کے ناخن پہلے تراشے پھر بائیں انگوٹھے تک چلے آئے اور سب کے بعد داہنے انگوٹھے کے ناخن تراشے اور میں نے اس ترتیب کو سوچا تو میرے دل میں القاء ہوا کہ یہ روایت اس امر میں صحیح ہے کہ کیونکہ ایسی بات ابتداء میں بدون بغیر نور نبوت کے معلوم نہیں ہوتی۔ صاحبان بصیرت علماء کی بڑی پروا نہ یہ ہے کہ ان کے سامنے فعل کی

11 اور یہ خوارج کی علامت ہے، تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسدہ "سبیل المسلم"۔ لوسی غفرلہ

نقل کی جائے تو اس فعل میں سے وہ استنباط کر سکتا ہے جو ابتدا محسوس نہیں ہوتی اب مجھے جو بات محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں کے ناخنوں کو تراشنا ضروری ہے اور ہاتھ بہ نسبت پاؤں کے اشرف ہیں تو اس لئے پہلے ہاتھوں سے شروع کیا جائے پھر داہنا بہ نسبت بائیں کے اشرف ہے تو اس لئے پہلے دائیں سے شروع کیا جائے داہنے ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہیں اور ان میں اشرف انگشت شہادت ہے کہ کلمہ شہادت میں اسی سے اشارہ ہوتا ہے اس لئے اس کا ناخن پہلے تراشا جائے اس کے بعد اس کا جو اس داہنی طرف ہو کیونکہ شرع چیزوں کو پاک کرنے و دیگر امور کے لئے داہنی طرف مستحب بتاتی ہے اگر ہاتھ کی پشت زمین پر رکھی جائے تو انگشت شہادت کے داہنی طرف انگوٹھا ہوتا ہے۔ اور اگر ہتھیلی کی طرف سے رکھو تو بیچ کی انگلی داہنی پڑتی ہے اور ہاتھ کو اگر اپنی عادت پر چھوڑ دو تو ہتھیلی زمین کی طرف مائل ہوگی کیونکہ داہنے ہاتھ کی حرکت بائیں طرف کو ہے اور یہ حرکت اکثر جب بھی پوری ہوتی ہے کہ ہاتھ کی پشت اوپر رہے اس لئے جو امر طبیعت کی مطابق ہے اسی کی رعایت کی گئی ہے اور بیچ کی انگلی بعد شہادت کی انگلی کے بعد ٹھہری علیٰ ہذا القیاس مہنگلیا تک پھر اگر ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ لیا جائے تو دسواں انگلیاں گویا ایک دائرے کے حلقے میں ہو جائیں گی تو دور کی ترتیب یہ چاہتی ہے کہ انگشت شہادت کے داہنی طرف کو چل کر پھر اسی پر آجائیں اس سے بائیں میں پہلے مہنگلیا پڑے گی اور آخر کو انگوٹھا ہو گا اب داہنا انگوٹھا بیچ گیا اسی پر ناخن تراشنے کو تمام کرنا چاہئے اور ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر رکھا ہوا اس لئے فرض کر لیا کہ ساری انگلیاں حلقے کی شکل میں ہو جائیں تاکہ ان کی ترتیب ظاہر ہو اور یہ فرض کرنا اس سے بہتر ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں۔ یا ایک کی پشت کو دوسرے کی پشت پر رکھیں اس لئے کہ ان دونوں صورتوں کو طبیعت مقتضی نہیں اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن تراشنے میں اگر کوئی روایت ثابت نہ ہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جو ذیل میں مذکور ہے۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا احسن طریقہ : داہنے پاؤں سے شروع کرے بائیں پاؤں کی مہنگلیا پر ختم کرے۔ جیسے وضو میں خلال کرتے ہیں کیونکہ جو وجہ ہاتھ کے متعلق ہم نے لکھی ہیں وہ پاؤں میں نہیں بنتی اس لئے کہ پاؤں میں کوئی شہادت کی انگلی نہیں بلکہ پاؤں کی دسوں انگلیاں ایک قطار میں زمین پر رکھی ہوئی ہیں تو داہنی طرف سے شروع کرنا چاہئے اور ان کو حلقہ کہہ نہیں سکتے تاکہ حلقہ کا دور داہنی طرف سے کیا جائے اور اگر ایک ٹکڑے کو دوسرے پر رکھ کر حلقہ کریں تو طبیعت اور عادت اس کو نہیں مانتی اور یہ ترتیب کی باریکیں نور نبوت سے معلوم ہوتی ہیں دشواری صرف ہم لوگوں پر ہے بالفرض اگر ہم سے کوئی ترتیب کی ابتداء پوچھے تو کیا عجب ہے کہ میں خیال بھی نہ آئے مگر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہمارے سامنے ترتیب وار مذکور ہو تب ہمارے سے اس علت کا ظاہر ہونا بعید نہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں معائنہ فرمائی ہو اس لئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل میں حکم کی شہادت علت پر تنبیہ ہوا کرتی ہے تو اس سے استنباط دشوار نہیں اور یہ گمان کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال آپ کی تمام حرکات میں میزان اور قانون اور ترتیب سے خارج ہوں بلکہ جتنے امور اختیاری کہ جن میں سے دو قسموں یا زیادہ میں کرنے والا تردد کیا کرتا ہے ان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا دستور یہ تھا کہ کسی کام پر اتفاقاً اقدام کریں بلکہ جب کوئی بات مقتضی اقدام اور تقدیم کی ملاحظہ فرمائے اس وقت اس پر اقدام کرتے تھے اس لئے کہ اپنے کاموں کو ناموزوں طریقے سے کرنا کہ جس طرح پر اتفاق ہو جائے اور عمدہ علتوں کی ترازو میں اعتدال پر رکھنا اولیاء اللہ کی خصلت حمیدہ ہے اور انسان کی حرکات اور خطرات جس قدر ضبط سے قریب تر او مہمل ہونے سے بعید تر ہوں گے اسی قدر اس کا رتبہ انبیاء اور اولیاء سے قریب تر اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب ظاہر تر ہوگا اس لئے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں تو وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے بھی قریب ہوگا کیونکہ قریب کا قریب دوسرے کی بہ نسبت قریب ہوتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ان اسباب سے کہ ہماری حرکات و سکنات کی باگ خواہش نفس کے ذریعہ سے شیطان کے ہاتھ میں ہو۔ (آمین)

آنکھوں کو سرمہ لگانے کا نبوی طریقہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرکات کا ضبط آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سرمہ لگانے ہی پر قیاس کرلو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی داہنی آنکھ میں تین سلائیاں ڈالتے تھے اور بائیں آنکھ میں دو اور داہنی آنکھ سے شروع کرتے تھے کہ وہ شرافت رکھتی ہے اور دونوں آنکھوں میں کم و بیش کی وجہ یہ تھی کہ عدد طاق ہو کہ طاق کو جفت پر فضیلت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور اس کو پسند ہے اسی لئے کہ بندے کا فعل بھی اللہ تعالیٰ کی صفات سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہ ہونا چاہئے اسی وجہ سے استبراء کے ڈھیلوں میں عدد طاق مستحب ہوا بلو جو دیکھ تین سلائیاں بھی طاق تھیں مگر ان پر اکتفا نہ کیا گیا اس لئے کہ اس صورت میں بائیں آنکھ میں ایک سلائی پڑتی اور ایک دفعہ ڈالنے میں سرمہ پلکوں کی جڑوں میں مکمل طور نہیں پہنچتا اور داہنی آنکھ میں ایک زیادہ اس لئے ڈالی کہ طاق کو فضیلت ہے اور داہنی آنکھ بھی افضل ہے اس لئے افضل ہی فضیلت کے مستحق زیادہ ہے۔

سوال: بائیں آنکھ میں دو پر اکتفاء کیوں کیا وہ تو جنت ہے؟

جواب: یہ اکتفا ضرورت کی وجہ سے ہے کہ کیونکہ اگر ہر ایک میں عدد طاق کی رعایت ملحوظ رہتی تو تمام عدد جفت ہو جاتے کیونکہ طاق اور طاق مل کر جفت ہو جاتا ہے اس لئے طاق کی رعایت تمام سرمہ لگانے میں کہ ایک فعل ہے بہتر ہے بہ نسبت ہر آنکھ میں رعایت طاق رکھنے کے۔

فائدہ: ایک اور صورت یہ بھی ہے یعنی ہر آنکھ میں تین بار لگا دے جیسے وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھوتے ہیں اور یہ فعل بھی حدیث صحیح میں ہے یہ بھی بہتر ہے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام حرکات میں رعایات کو پورا لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا اس لئے بغیر اس پر قیاس کیجئے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ عالم دین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث ہے جب بھی اسے ممکن ہو آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی شریعت کی علتوں پر مطلع ہو یہاں تک اس میں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف فرق نبوت کے درجہ کا رہ جائے اور یہی فرق درجہ وارث اور مورث میں ہے اس لئے کہ مورث وہ ہے جس نے وارث کے لئے مل حاصل کیا اور وارث وہ ہے جس نے نہ کمایا بلکہ مورث کے مل سے اسے حصہ ملا اب وارث کلل اصل کرنا اس طرح کی باتیں غور طلب اسرار کی بہ نسبت بہت آسان ہیں پھر بھی ابتداء میں ان کا معلوم کرنا اور خود استنباط کرنا بجز انبیاء علیہم السلام کے اور ان سے نہیں ہو سکتا اور انبیاء علیہم السلام کے اجتہاد کے بعد استنباط بھی کوئی نہیں کر سکتا بجز ان علماء کے جو وارث انبیاء علیہم السلام ہیں۔

تغف اور ذکر کی کھل کا دور کرنا : تغف پیدا ہوتے کے وقت دور کی جاتی ہے اور غفوں کے متعلق یہودیوں کی علت ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن غفہ کرتے ہیں انہیں ان کی مخالفت کرنی چاہئے۔

مسئلہ : دانت نکلنے تک تاخیر مستحب اور خطرے سے دور تر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے عزت چاہئے کہ عورتوں کے غفہ میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ ام عطیہ جو غفہ کیا کرتی تھیں انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ام عطیہ ذرا سی بو سنگھادے اور زیادہ مت کٹ کہ اس قدر سے چہرہ کی رونق زیادہ ہوگی اور خلوند کو بھلی محسوس ہوگی۔

فائدہ : اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک کے کنایہ کی خوبی قتل تحسین ہے کہ تھوڑا کٹنے کو بو سنگھانے سے تعبیر فرمایا اور اس کی مصلحت بھی فرمادی کہ چہرے کی رونق اور خون زیادہ ہوتا ہے اور خلوند کو ہم بستر ہونا بھلا محسوس ہوتا ہے۔ غور فرمائیے کہ نور نبوت کی رسائی آخرت کی مصلحت پر کتنا بلند و بالا نبوت کے مقاصد میں سے اہم مصلحتیں لوئی امر میں ظاہر ہو گئیں کہ اگر اس سے غفلت ہو تو نقصان کا خوف ہے بلکہ جو دیکھ آپ امی تھے پاک ہے وہ ذات جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کی برکت سے امت کے لئے دنیا اور دین کی مصلحتیں جمع فرمائیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ اصحابہ اجمعین)

واڑھی بڑھانا : ہم نے اسے سب سے آخر میں اس لئے ذکر کیا کہ اس کے متعلق جو سنتیں اور بدعات ہیں ان کی بھی تحقیق ہو سکے یہی موقع ان کے ذکر کا خوب ہے۔

مسئلہ : علماء نے اختلاف کیا ہے کہ واڑھی اگر لمبی ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے بعض کا قول ہے کہ مقدار مشیت چھوڑ کر باقی کو کتر دے تو کوئی حرج نہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا ہے امام شعبی اور ابن سیرین نے اسے بہتر فرمایا ہے * حسن اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مکروہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اسے چھوڑ دینا مستحب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ واڑھی بڑھاؤ اور

بچے سے کچھ کترانے میں حرج نہیں بشرطیکہ واڑھی کے کترنے اور ہر طرف سے گول کرنے کی نوبت نہ پہنچے کیونکہ زیادہ لمبا کرنے سے بھی انسان برا لگتا ہے یہ غیبت کرنے والوں کی زبان کھلتی ہے کہ فلاں کی لمبی واڑھی ہے لہذا ان دونوں باتوں سے محفوظ رہے۔

واڑھی کے مکروہات: واڑھی کے مکروہات دس ہیں اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ مکروہ ہیں۔

مذمت سیاہ خضاب: سیاہ خضاب کے متعلق ممانعت وارد ہے۔

احادیث مبارکہ: (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ تمہارے جوانوں میں سے بہتر وہ ہے جو بوڑھوں کی صورت بنائے اور بوڑھوں میں سے بدتر وہ ہے جو انوں کی صورت بنائے۔

فائدہ: اس میں بوڑھوں کی صورت بنانے سے مراد یہ ہے کہ وقار اور شائستگی میں بوڑھوں کی طرح ہو یہ نہیں کہ ہل سفید کرے اور جوانوں کی صورت بنانے سے مراد سیاہی سے خضاب کرنا ہے۔

(2) فرمایا خضاب دوزخیوں کا کام ہے۔

(3) ایک روایت میں ہے کہ سیاہی سے خضاب کرنا کافروں کا طریقہ ہے۔

حکایت: ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں نکاح کیا اور وہ سیاہ خضاب کرتا تھا جب سفید ہل ظاہر ہوئے تو بڑھاپا کھل گیا عورت کے خویش و اقارب نے یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہل پیش کیا آپ نے نکاح منسوخ کر دیا اور اسے خوب پیٹا اور فرمایا کہ تو نے ان لوگوں کو جوانی کا فریب دیا اور بڑھاپے کو چھپایا۔ (آجکل تو یہ عام ہو گیا ہے کاش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی مرد مولیٰ آج پیدا ہو۔)

فائدہ: سب سے پہلے جس نے سیاہ خضاب کیا فرعون ملعون تھا۔

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو خضاب سیاہ کبوتروں کے پوٹوں کی طرح کریں گے وہ جنت کی بونہ پائیں گے (ہمارا دور اسی نحوست سے گزر رہا ہے)

مسئلہ: خضاب زردی اور سرخی سے کرنا جائز ہے یہ خضاب جملہ میں کافروں سے جنگ میں بڑھاپا چھپانے کے لئے

۱۔ دور حاضرہ میں اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

حضرت نفعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے کہ جو عاقل لمبی واڑھی رکھتا ہے وہ اسے کیوں نہیں چھانٹتا دو واڑھوں کو متوسط کیوں کرتا ہے ہر چیز میں اوسط اچھا ہوتا ہے۔ (خیر الامور لوسطا) اسی لئے کہا گیا کہ جب واڑھی لمبی ہو جاتی ہے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے۔

درست ہے۔

مسئلہ : اگر اس نیت سے نہ ہو بلکہ دینداروں کی صورت بنانے کے ہو۔ حالانکہ خود دیکھا نہ ہو تو برا ہے۔

زرد خضاب کا حکم : اس خضاب کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زردی مسلمانوں کا ہے اور سرخی ایمانداروں کا خضاب ہے۔

فائدہ : اسلاف صالحین ہندی سے سرخی کے لئے خضاب کرتے تھے اور خلوق اور کتم کو زردی کے لئے لگاتے تھے۔

مسئلہ : بعض علماء نے جہاد کے لئے سیاہ خضاب بھی لگایا ہے اور جس صورت میں کہ انسان کی نیت درست ہو اور خواہش نفس اور شہوت کی پابندی نہ ہو تو سیاہ کا بھی کوئی حرج نہیں۔ (لیکن ایسے مرد مولیٰ کہیں)

گندھک سے بالوں کا سفید کرنا : اس لئے کہ جلدی سے عمر زیادہ معلوم ہو اور لوگ عزت کریں اور گواہی مقبول ہو اور مشائخ سے روایت کرنے میں سچ سمجھیں اور جوانوں سے فوقیت حاصل ہو اور علم زیادہ معلوم ہو اس خیال سے کہ عمر میں زیادہ ہونا بزرگی زیادہ کرتا ہے حالانکہ بالکل غلط ہے بلکہ جاہل کو عمر کا زیادہ ہونا جہل ہی کرتا ہے۔ کیونکہ علم عقل کا ثمر ہے اور وہ پیدائش ہے بوڑھا ہونا اس میں تاثیر پیدا نہیں کرتا جس شخص کی فطرت حماقت ہو اس کو زیادہ دن گزرنے سے بجز حماقت کی زیادتی کے اور کیا حاصل ہوگا۔

دستور الاسلاف : سلف صالحین کا دستور اس کود کے کو بہ عقل پیر بود نزد اہل خرد کبیر بود۔ ترجمہ۔ وہ نوجوان جو عقلاً بڑا ہو وہ اس بوڑھے سے بہتر ہے جس کی عقل ضعیف ہو۔

اسلاف صالحین علم کی وجہ سے جوانوں کو آگے کرتے تھے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عنہم پر مقدم سمجھا کرتے تھے۔ حالانکہ عمر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت چھوٹے تھے آپ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم اپنے بندے کو جوں ہی میں دیا ہے اور ہر بہتری جوانی ہی میں ہے۔ پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں۔ قَالُوا سَمِعْنَا فَسَيَذَكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ رَٰبِرَٰهِيْمُ (پ ۱۷ انبیاء ۶۰) ترجمہ۔ ان میں کسے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ انہم فَنَسِيْبُوا مِنْهُمْ وَزِدْنَاهُمْ هَدًى (پ ۱۷ لکھن) بیشک وہ چند نوجوان تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا۔ وَأَنبَيَاہُ الْحُكْمُ صَبِيًّا (پ ۱۶ مريم ۱۲) اور ہم نے اسے بچپن میں ہی نبوت دی۔ (کنز الایمان)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں جیس بل بھی سفید نہ تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے اباحزہ اسکی کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تو زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم پر بڑھاپے کا عیب نہ لگایا لوگوں نے کہا کہ کیا بڑھاپا برا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اسے برا جانتے ہو۔

حکایت 4 : یحییٰ ابن اکثم اکیس برس کے عمر میں قاضی ہو گئے۔ انہیں کسی نے عین پکھری میں چھیڑا اور اس کی غرضی یہ تھی کہ یہ چھوٹی۔ عمر کی وجہ سے شرمائیں گے پوچھا (قاضی صاحب کی اللہ مدد کرے) آپ کی عمر کتنی ہے فرمایا عتاب بن اسید کے برابر ہوں جس وقت انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا حاکم بنایا یعنی قاضی مقرر فرمایا تھا وہ شخص یہ جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔

(5) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ داڑھی دھو کا نہ دے کیونکہ داڑھی بکرے کی بھی ہوتی ہے۔ (6) حضرت ابو عمر بن علاء فرماتے ہیں کہ جب کسی کو دیکھو کہ لمبا قد اور چھوٹا سر اور چوڑی داڑھی ہے تو جان لو کہ یہ بے وقوف ہے اگرچہ امیہ بن عبد الشمس ہی ہو۔ (7) حضرت ایوب سختیالی کا قول ہے کہ میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ ایک لڑکے کے پیچھے چل کر اس سے علم سیکھتا ہے۔ امام حضرت زین العابدین فرماتے ہیں کہ جس کے پاس تجھ سے علم زیادہ ہو وہ اس علم میں تیرا امام ہے اگرچہ عمر میں تجھ سے چھوٹا ہے۔ حضرت ابو عمرو بن علاء سے کسی نے پوچھا کہ بوڑھے کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے سے علم سیکھے فرمایا۔ کہ اگر جمل اسے برا معلوم ہوتا ہے تو سیکھنا اچھا معلوم ہوگا۔

حکایت : حضرت یحییٰ بن معین نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خچر کے پیچھے چل رہے ہیں کہا کہ اے ابو عبد اللہ تم نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حدیث کو باوجود ان کی بزرگی کے ترک کیا اور اس نوجوان کے خچر کے پیچھے چل رہے ہو چاہئے آپ ان سے حدیث سنئے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اگر تم کو ان (شافعی) کے علم کی قدر منزلت معلوم ہو جائے تو تم دوسری طرف خچر کے ساتھ چلو اگر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم مجھے ان کی بزرگی کے باوجود نہ ملا تو بقول شافعی (شافعی سے) نیچے کے مرتبے میں سے تو مل گیا اس نوجوان (شافعی) کی عقل ایسی ہے کہ اگر مجھ سے کچھ رہ جائے گا تو پھر مجھے نہ اوپر سے ملے گا نہ نیچے سے۔

داڑھی کے سفید بال اکھاڑنا : بڑھاپے کو برا سمجھ کر سفید بال اکھاڑنا کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے کہ سفیدی مومن کا نور ہے۔

فائدہ : اس کا حال سیاہ خضاب جیسا ہے اس کی علت اوپر بیان ہوئی اور سفیدی نور خدا ہے۔ اس سے اعراض کرنا نور سے منہ پھیرنا ہے۔

(5) داڑھی کے بال چننا : داڑھی کے کل یا تھوڑے بال لغو اور ہوس کے طور پر چننا (اکھاڑنا) یہ بھی مکروہ ہے اور صورت کو بگاڑنا ہے۔

فائدہ : یہ عام نوجوان بچے کرتے ہیں تاکہ وہ بھی بے ریش ہی محسوس ہوں۔

مسئلہ : بچی کے دونوں طرف کے بل اکھاڑنا بدعت ہیں۔

حکایت : ایک شخص بل اکھاڑا کرتا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عدالت میں حاضر ہوا آپ نے اس کی گواہی قبول نہ فرمائی۔

حکایت : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی لیلیٰ قاضی مدینہ منورہ نے اس شخص کی گواہی قبول نہ فرمائی جو اپنی داڑھی کو اکھڑاتا تھا۔

مسئلہ : شروع میں داڑھی کا اکھاڑنا اس خیال سے کہ وہ لڑکا سمجھا جائے نہایت بری بات ہے اس لئے کہ داڑھی مردوں کی زیبائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے یوں قسم کھاتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے بنی آدم کو داڑھیوں سے مزین کیا۔

مسئلہ : داڑھی مرد کی تخلیق کی تکمیل ہے اس سے مردوں کو عورتوں سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ : ایک عجیب و غریب تویل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد ^{نادر} يَذْبُذُّ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ بَرِّحَانًا ہے آفرینش میں جو چاہے۔ میں زیادتی سے مراد داڑھی ہے۔

حکایت : حضرت اصنف بن قیس کی داڑھی نہ تھی ان کے شاگرد کہتے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر داڑھی ہیں ہزار کو بکتی تو استاد کے لئے ہم خریدتے۔

حکایت : شریع قاضی نے کہا ہے کہ اگر داڑھی دس ہزار کو کہیں سے قینا مل جائے تو میں اسے خرید لوں گا۔ (افسوس کہ آج ایسی قیمتی شے کو الٹا پیسے سے منڈا کر گندی ٹالیوں میں پھینک دیتے ہیں۔)

نکتہ : داڑھی بری کیسے ہو سکتی ہے اس کی وجہ سے تو آدمی کی تعظیم ہوتی ہے۔ لوگ علم و وقار کی نظر سے اسے دیکھتے اور مجلسوں میں اونچا بٹھاتے ہیں۔

عوام اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جماعت میں امام بناتے ہیں۔ اور آبرو محفوظ رہتی ہے کیونکہ جو گلہ دیتا ہے تو اس کے بالقتل کی اگر داڑھی ہوتی ہے تو پہلے اسی پر چوٹ کرتا ہے افسوس اس داڑھی پر۔

لطیفہ : اہل جنت بے ریش ہوں گے سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی داڑھی ناف تک ہوگی یہ ان کی خصوصیت اور فضیلت کی وجہ ہے۔

مسئلہ : چھوٹی داڑھی کو اس طرح کترنا کہ یہ نہ معلوم ہو اس خیال پر کہ عورتوں کو اچھی معلوم ہو خواہ تکلف کرنا

پڑے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ آخر زمانے میں کچھ قومیں ہوں گی جو اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کی دموں کی طرح کتریں گے یعنی گول کریں گے اور جوتیوں سے مالیسی کی سی آواز نکالیں گے ان لوگوں کا دین سے کوئی سرو نہیں۔

مسئلہ: داڑھی میں کچھ برعہا لینا یعنی دونوں رخساروں پر جو بل کپٹیوں کے ہوتے ہیں اور واقع میں وہ سر کے ہیں ان کو داڑھی میں شمار کرنا اور جڑے کی ہڈی سے تجلوز کر کے نصف رخسار تک نوبت پہنچائی یہ بھی مکروہ اس لئے کہ نیک بختوں کی صورت سے مختلف ہے۔

مسئلہ: داڑھی میں لوگوں کے لئے کنگھا کرنا۔ بشر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ داڑھی میں دو خرابیاں ہیں (1) لوگوں کی خاطر کنگھا کرنا (2) زہد ظاہر کرنے کے لئے الجھی چھوڑنا (تیل کنگھا وغیرہ سے نہ سنوارنا)

مسئلہ: داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو عجب سے دیکھنا اور یہ عجب کی برائی تمام اجزائے بدن میں ہو سکتی ہے بلکہ تمام افعال اور اخلاق میں عجب کرنا برا ہے۔ (اس کا بیان عنقریب آئیگا ان شاء اللہ)

غرضیکہ زینت اور نظافت کے اقسام میں سے جس قدر بیان کرنا مطلوب تھا۔ مجہد تعالیٰ عرض کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: جسم میں بارہ چیزیں مسنون ہیں اور یہ احادیث سے ثابت ہیں پانچ سر میں ہیں وہ یہ ہیں۔ (1) مانگ نکالنا (2) کلی کرنا (3) ناک میں پانی ڈالنا (4) مونچھیں کترنا (5) مسواک کرنا تین ہاتھ اور پاؤں میں (1) ناخن تراشنا (2) انگلیوں کی اوپر کی سلوٹیں صاف کرنا (3) نیچے کے جوڑوں کو صاف کرنا

چار باقی جسم میں ہیں: (1) بغل کے ہل اکھاڑنا (2) موئے زیر ناف مونڈنا (3) ختنہ کرنا (4) پانی سے استنجا کرنا۔

یہ تمام امور احادیث میں وارد ہیں چونکہ اس کتاب میں طہارت ظاہری سے بحث ہے نہ کہ باطن کے پاک کرنے سے اسی لئے مناسب ہے کہ ہم اسی قدر پر اکتفاء کریں اور اس کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ باطن کے فضلات اور میل کچیل کہ جسے پاک کرنا واجب ہے وہ زائد از شمار ہیں اور ان کی تفصیل ان شاء اللہ جلد چہارم میں عنقریب مذکور ہوگی اور بتلایا جائے گا کہ ان کے دور کرنے کی تدبیر اور دل کو ان سے پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے باب اسرار الطہارة مکمل ہوا اور اس کے بعد اسرار الصلوة کا ذکر ہوتا ہے۔

(الحمد لله اولاد آخر او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

نماز کے اسرار و رموز

نماز دین کا رکن اور یقین کا تمک اور ثواب کے امور کی اصل اور طلعت میں عمدہ ہے اور ہم نے اپنی فقہی کتابوں (1) بسیط (2) وسیط (3) و چیز میں اس کے فروغ و اصول کو خوب سطر و تفصیل سے لکھا ہے اور بہت سی تفریعات تادرہ اور مسائل عجیب و غریب ان میں درج کئے ہیں بوقت ضرورت مفتی کے لئے ذخیرہ ہوں۔

فتویٰ کے لئے ان کی طرف رجوع کر کے مدد لے اب ہم اسباب کے صرف وہ امور لکھتے ہیں کہ جو راہ آخرت کے خواہش مند حضرات کے لئے ضروری ہیں یعنی نماز کے اعمال ظاہرہ اور اسرار منہ زیب تحریر کرتے ہیں کہ ان امور کو فن فقہ میں لکھنے کی عادت نہیں اور اس بات کو سلت فصلوں پر منقسم کرتے ہیں۔

فضائل اذان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تین آدمی مشک سیاہ خوشبو ٹیلوں پر ہوں گے نہ انہیں خوف حساب ہو گا اور نہ کسی قسم کی دہشت۔ یہاں تک کہ حساب و کتاب سے فراغت ہو جائے گی ان میں چند حضرات یہ ہیں۔

(1) اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے قرآن مجید پڑھا اور لوگوں کی امامت کی اور لوگ اس سے خوش تھے (یعنی شری اصول پر امامت کو نبھایا) (2) جس نے مسجد میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی میں اذان دی ہو گی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا ہو گا۔

(3) دنیا میں غلامی میں مبتلا ہو گیا اور اس نے آخرت کے عمل سے نہ رکھ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث لا تسمع صوت الموزن جن ولا انس ولا شی الا شهد له يوم القيمة ترجمہ۔ موزن کی آواز جو بھی سنتا ہے جن ہو یا انسان (یا کوئی اور شے) اس کے لئے یوم قیامت میں گواہی دیں گے۔

(4) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ موزن کے سر پر رہتا ہے یہاں تک کہ اذان سے بارغ ہو۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت نوبل موزن کے حق میں نازل ہوئی۔ ومن احسن قولا ممن دعا الى الله و عمل صالحا (پ) اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہو جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے۔ (کنز الایمان)

(5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذاسمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول الموزن جب تم اذان سنو تو تم بھی وہی کہو جو موزن کہتا ہے۔ مسئلہ : یہ حسن اور مستحب ہے کہ جو موزن کے وہی سامع (سننے والا) کہتا جائے مگر جب موزن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے تو سننے والا کہے۔

2۔ اسے اجابت اذان کہا جاتا ہے اجابت کا مطلب یہ ہے کہ سننے والا بھی وہی کلمات کہتا جائے۔ جب موزن اشہد ان محمد رسول اللہ کے تو سننے والا بھی کہے اور کہتے وقت انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے نکلے اور پہلی مرتبہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ۔ اور دوسری مرتبہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع والبصر کے جو ایسا کرے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کی آنکھوں کی روشنی بھی نہ جائے گی۔ اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے اور فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و برت کے اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اقامہا اللہ وادامہا کے۔ حضرت ام غزالی نے اقامت کا ذکر نہیں فرمایا۔ فقیر کا اعتقاد۔

اقامت : اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے کے وقت جو تکبیر یا اقامت کہی جاتی ہے اس کے الفاظ اذان کے مثل ہیں چند باتوں میں فرق ہے۔ (1) حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ (جماعت کھڑی ہو گئی) کہے۔ (2) اذان کے مقابلہ میں آواز پست ہو۔ (3) اس کے کلمات جلد جلد کہے جائیں۔ (4) کالوں میں انگلیاں نہ ڈالی جائیں۔

اذان کے وقت صلوٰۃ : دور حاضرہ میں یہ مسئلہ بھی اختلافی بن گیا ہے حالانکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے پہلے تمام ممالک اسلامیہ میں اس پر تمام علماء کا اتفاق تھا اب بھی الحمد للہ ممالک اسلامیہ کی اکثر مساجد میں اذان کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس کی اصلی تو خیر القرون میں تھی ان ہیئت کا اجرا حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی قلع بیت المقدس رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اور اسے تمام علماء فقہاء نے مستحسن فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کے رسائلہ رحمہ اللہ فی الصلوٰۃ والسلام عند الاذان لاذان اور صلوٰۃ وسلام۔

”سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے نزدیک آیت موزنوں کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے وہ اس میں داخل ہے دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں اول دعوت انبیاء علیہم السلام معجزات اور حج و براہین و سیف کے ساتھ یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے دوم دعوت علماء فقط حج و براہین کے ساتھ اور علماء کئی طرح کے ہیں ایک عالم باللہ دوسرے عالم غفلت اللہ تیسرے عالم یا حکام اللہ مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے۔ یہ کفار کو سیف کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کر لیں مرتبہ چہارم موزنین کی دعوت نماز کے لئے عمل سلخ فی دو قسم ہے ایک وہ جو قلب سے ہو وہ معرفت الہی ہے۔ دوسرے جو اعضاء سے ہو وہ تمام طاعتات ہیں۔

لا حول ولا قوة الا بالله نہ کوئی نیکی پر طاقت اور برائی سے رکنا مگر اللہ اس کی توفیق دے۔ اور جب وہ کہے قد قامت الصلوة تو کہے اقامہا اللہ واذا قامہا دامت السموات والارض اے اللہ اسے قائم و دائم رکھ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور فجر کی اذان میں جب کہے الصلوة خیر من النوم نماز نیند سے بہتر ہے۔ تو یہ کہے صدقت و بدرت تو نے سچ کہا اور خوب کہا۔ اور جب اذان کہ چکے تو یہ دعا پڑھے۔

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة لقائمة ات سيدنا محمد الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة وابعه مقاما محمودا الذي وعده وارزقنا شفاعته يوم القيمة ط انك لا تخلف الميعاد برحمتك يا ارحم الرحمن۔ اے اللہ اس دعا و تامة اور صلوة قائمہ کے مالک تو ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بہت بلند درجہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہم پر اپنی رحمت فرما اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جنگل میں نماز پڑھے تو ایک فرشتہ اس کے دانے سے نماز پڑھتا ہے اور ایک بائیں جانب پس اگر اذان اور تکبیر کہتا ہے تو اس کے پیچھے پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔

فرض نماز کے فضائل : اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

(1) اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِنًا بَا مُؤَقُّوْنَا (پ 5 النساء 103) بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (لکڑا لایمان)

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد فمن جاء بهن ولم يضع منهن شيئا استخفافا بحقهن كان له عند الله عهد ان يدخله الجنة ومن لم يات بهن فليس له عند الله عهد ان شاء عذبه وان شاء ادخله الجنة پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرض فرمائی ہیں جو انہیں ادا کرتا ہے ان کے حق کو ہلکا نہ سمجھتے ہوئے کسی قسم کی کمی نہیں کرتا اس کا اللہ کے ہاں عہد ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے اور جو ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اللہ کے ہاں اس کا کوئی عہد نہیں اگر چاہے اسے عذاب دے چاہے اسے بہشت میں داخل کرے۔

(3) حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثل میٹھے پانی کی نھر جیسی ہے جو کسی کے دروازے پر ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے بتائیے یہ پانچ بار نہانا اس پر کچھ میل کچیل چھوڑے گا صحابہ نے عرض کی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں گناہوں کو ایسے ہی دور کرتی ہیں۔ جیسے پانی میل کچیل کو دور کرتا ہے۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان الصلوة كفارة لتبنيهن ما اجتنبت الكبائر ترجمہ۔ بیشک نماز درمیان لوقت کے گناہوں کی کفارہ جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں اور منافقوں میں فرق عشاء اور صبح کا حاضر ہونا ہے کہ منافق ان دونوں میں نہیں آسکتے۔

(6) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ملے اور وہ نماز ضائع کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کا اعتبار نہ کرے گا۔

(7) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے ترک کیا اس نے دین کو مسمار کیا۔

(8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ اعمال سے کون سا عمل افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

(9) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پنج گانہ کی حفاظت کرے یعنی وضو کامل سے اور عین وقت پر ادا کرے تو وہ نماز قیامت میں اس کے لئے نور اور بہان ہوگی اور جو کوئی اسے ضائع کرے گا اس کا حشر فرعون و ہلن کے ساتھ ہوگا۔

(10) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نماز حنت کی کنجی ہے۔

(11) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد اپنی مخلوق پر نماز سے محبوب تر کوئی شے فرض نہیں کی اگر نماز سے محبوب تر اللہ تعالیٰ نزدیک کوئی شے اور ہوتی تو فرشتوں کے لئے اسی کو مقرر فرماتا حالانکہ ان سے نماز کے افضل کراتا ہے کہ کوئی ان میں رکوع کرنے والا ہے اور کوئی سجدہ کرنے والا اور کوئی قیام میں ہے کوئی قعود میں۔

(12) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کو قصداً چھوڑا وہ کافر ہو گیا۔

فائدہ : اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کفر کے قریب ہو گیا کہ اس کے تمسک اسلام کی رسی ڈھیلی ہو گئی اور سارا گر گیا مثلاً کوئی شخص شر کے قریب پہنچتا ہے تو کہا کرتے ہیں کہ شہر میں پہنچ گیا۔

(13) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قصداً نماز چھوڑی اس سے ذمہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بری ہو گیا۔

(14) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو جب تک نماز کی نیت کرے گا اس وقت تک اپنی نماز ہی میں رہے گا اور ایک ایک قدم پر اس کی نیکی لکھی جائے گی۔ اور دوسرے پر ایک برائی مٹا دی جائے گی اگر تم میں سے کوئی تکبیر سنے تو دوڑ کر نہ جائے۔ کیونکہ بڑا ثواب اسی کو ہوگا جس کا گھر دور ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ قدموں کی کثرت کی وجہ سے

ثواب کی کثرت ہے۔

(15) مروی ہے کہ قیامت میں انسان کے اعمال دیکھے جائیں گے ان میں سب سے اول نماز ہوگی وہ اگر پوری پائی جائے گی تو اس کے تمام اعمال مقبول ہوں گے اگر اس میں نقصان ہوگا تو تمام اعمال نامنظور ہوں گے۔

(16) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم کیجئے اللہ تعالیٰ تجھے روزی ایسی جگہ سے پہنچائے گا کہ تو جانتا نہ ہوگا۔

فائدہ : بعض علماء کا قول ہے کہ نمازی کا حل سوداگر جیسا ہے کہ جب تک اسے سرمایہ حاصل نہیں ہوتا نفع نہیں پاتا۔ اسی طرح نماز کے نوافل مقبول نہیں ہوتیں جب تک کہ فرض ادا نہیں کر لیتا۔

(17) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ کھڑے ہو جاؤ جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اس کو بجھاؤ یعنی نماز کو اپنے گناہوں کا کفارہ بناؤ۔

ارکانِ نماز مکمل کرنے کے فضائل

- (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرض کی مثل ترازو جیسی ہے جو پورا اداے گا پورا لے گا۔
- (2) حضرت یزید رقاشی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز برابر تھی گویا تلی ہوئی ہے یعنی تمام ارکان مکمل ایک طرح ادا فرماتے تھے۔
- (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو شخص نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ان دونوں کا رکوع اور سجدہ ایک ہی ہے مگر دونوں کی نمازوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشوع کی طرف اشارہ فرمایا۔
- (4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس بندے کی طرف نہ دیکھے گا جو رکوع اور سجدہ کے درمیان میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا۔
- (5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں اپنا منہ پھیرتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ گدھے جیسا چہرہ بدل دے۔
- (6) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز اپنے وقت پر پڑھی اور اس کے لئے وضو اچھی طرح کیا اور اس کا رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا کیا تو وہ نماز روشن ہو کر اوپر چڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی اور جس نے نماز کو بے وقت پڑھا اور وضو پوری طرح نہ کیا اور نہ اس کے رکوع اور سجدہ اور خشوع کامل طور ادا کیا تو یہ نماز سیاہ شکل میں ہو کر اوپر جاتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب وہاں پہنچتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو وہ

کپڑے کی طرح لپٹ دی جاتی ہے اور اس شخص کے منہ پر ماری جاتی ہے۔
(7) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں چوری میں سب سے برا ہے جو اپنی نماز کی چوری کرے۔

(8) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نماز ایک پیانا ہے جو پورا دے گا وہ پورا پائے گا اور جو اس میں کمی کرے گا تو اسے معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیانے کے کم کرنے والے کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔

نماز باجماعت کے فضائل

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوٰۃ الجمع تفضل صلوٰۃ الغدسبع و عشرين درجۃ باجماعت نماز تنہا کی نماز سے ستائیس درجے زیادہ ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو بعض نمازوں میں نہ پلایا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور خود ان لوگوں کو تلاش کروں جو نماز میں نہیں آئے اور ان کے گھر پھونک دوں۔

(3) ایک روایت میں ہے کہ میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز سے بیٹھ رہتے ہیں پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھوں سے ان کے گھر پھونک دیئے جائیں اگر ان میں سے کسی کو معلوم ہو کہ مجھے پر گوشت ہڈی یا بکری کے عمدہ پائے ملیں گے تو نماز عشاء میں ضرور آئے۔

(4) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز عشاء میں حاضر ہوا وہ گویا آدمی رات شب بیدار رہا۔ اور جو صبح کی نماز میں حاضر ہوا وہ گویا کمال رات شب بیدار ہوا۔

(5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص باجماعت نماز پڑھتا ہے تو اس کا سینہ عبادت سے پر ہو جاتا ہے۔

(6) حضرت سعد بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سال سے میرا یہ حال ہے کہ جب موزن نے اذان دی تو میں مسجد ہی میں ہوتا ہوں۔

(7) محمد بن واسع نے فرمایا ہے کہ میں دنیا سے صرف تین چیزیں چاہتا ہوں۔

(1) بھائی کہ جب میں ٹیڑھا ہوں مجھے سیدھا کرے۔

(2) غذا رزق حلال سے کہ خلی از حق غیر ہو۔

(3) نماز باجماعت کہ اس کی بھول مجھ سے معاف کر کے اس کی شرافت میرے لئے۔ لکھ دی جائے۔

حکایت : حضرت ابو عبیدہ نے ایک دفعہ بعض لوگوں کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اس وقت شیطان میرے پیچھے لگا تھا یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ مجھے لوگوں پر بڑائی حاصل ہے۔ اب میں لامت بھی نہ کروں گا۔
(8) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جو انسان علماء کے پاس آمدورفت نہ رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

(9) حضرت نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کی لامت بغیر علم کہ کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کے پانی کو ناپتا ہے کہ اس کی بیشی کو کچھ نہیں جانتا۔

(10) حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ایک دفعہ باجماعت نماز نہ ملی تو حضرت ابو حنیفہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری تعزیت کی اگر میرا لڑکا مر جاتا تو دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کے لئے آتے مگر یہ دین کی معیبت لوگوں کے نزدیک دنیا کی معیبت سے آسان ہے۔

(11) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اذان سن لی اور نماز کو حاضر نہ ہوا اس نے بہتری کا قصد نہ کیا نہ اس سے کچھ بھلائی مقصود ہے۔

(12) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ انسان کہ کانوں میں رائیگ پگھلا کر بھر دیا جائے تو اس سے بہتر ہے کہ اذان نے اور مسجد کو نہ آئے۔

(13) مروی ہے کہ میمون بن مہران مسجد میں تشریف لائے کسی نے کہا لوگ تو نماز پڑھ کر چلے گئے۔ آپ نے پڑھا۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

اس جماعت کی نماز فضیلت مجھے عراق کی حکومت کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔
(14) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی اربعین یوما صلوات فی جماعة لا ینفونہ فیہا نکبیرہ الحرام کتب اللہ لہ براءۃ نین براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار ترجمہ۔ جس نے چالیس دن نماز باجماعت پڑھی کہ اس سے کوئی نکبیر لولی فوت نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو براءتیں لکھے گا منافقت سے اور دوزخ سے۔

(15) مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو بعض لوگ ایسے اٹھیں گے کہ ان کے چہرے روشن ستاروں کی طرح چمکتے ہوں گے، فرشتے ان سے کہیں گے کہ تمہارے اعمال کیا تھے کہیں گے کہ جب ہم اذان سنا کرتے تھے تو طہارت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے کوئی کام خارج نہ ہوتا پھر ایک اور جماعت اٹھے گی کہ ان کے چہرے چاند جیسے ہوں گے وہ فرشتوں کے سوال کے بعد کہیں گے کہ ہم وقت سے پہلے وضو کیا کرتے تھے پھر اور لوگ ایسے اٹھیں گے کہ آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے وہ کہیں گے کہ ہم اذان مسجد ہی میں سنا کرتے تھے۔

(16) اکابر دین سلف صالحین سے اگر نکبیر لولی فوت ہو جاتی تھی تو تین دن اپنے نفسوں پر سختی کرتے تھے اور اگر جماعت فوت ہو جاتی تو سلت دن تک۔

فضائلِ سجدہ

(1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما تقرب العبدالی اللہ بشئ افضل من سجود خفی۔ ترجمہ۔ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا کسی شے تقرب نہیں کرتا جو خفیہ سجدہ کی بہ نسبت افضل ہو۔

(2) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما من مسلم یسجد للہ سجدة الا رفعہ اللہ بہا درجۃ و حط عنہ بما سئۃ ترجمہ۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتا ہے اللہ اس سجدے سے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک برائی دور فرماتا ہے۔

(3) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

فائدہ : یہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور ان کی روایت بہت مشہور ہے۔

(3) مروی ہے کہ بندہ اللہ سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب سجدہ میں ہوتا ہے۔

یہی مراد ہے اس ارشاد خداوندی میں۔

وَاسْجُدُوا قَرِيبًا (پ 30 القلم) اور سجدہ کرو لوہم قریب ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السَّجْدَةِ (پ 26 الفتح نمبر 29) ترجمہ۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں اثر سجدہ سے بعض نے مراد لی ہے کہ سجدہ وقت جو چہرہ پر خاک لگ جاتی ہے بعض نے کہا کہ اس سے نور خشوع مراد ہے جو باطن سے ظاہر پر چمکتا ہے اور یہ قول اجماع (صحیح تر) ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے وہ روشنی مراد ہے جو وضو کے نشان کی جگہ سے قیامت میں چہرے پر ہوگی۔ *

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے مصیبت اسے سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا۔ تو اسے جنت نصیب ہوئی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے نہ مانا۔ تو مجھے دوزخ ملی۔

(5) حضرت علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہر روز ہزار سجدہ کیا کرتے تھے لوگ اسی وجہ سے انہیں سجاد کہتے تھے۔

(6) مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز بجز مٹی کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے۔

(7) حضرت یوسف بن اسباط فرمایا کرتے تھے کہ اے نوجوانو! مرض سے پہلے سدر بستی کی طرف سبقت کرو کہ میں بجز اس کے اور کسی پر حسد نہیں کرتا جو رکوع اور سجدہ کمال و مکمل کرتا ہے اور مجھ میں اور رکوع و سجدہ میں اب مرض حائل ہو گیا ہے۔

(8) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ مجھے دنیا کی کسی چیز پر رنج نہیں ہوتا۔ بجز سجدہ غیر کے۔

(9) حضرت عقبہ بن مسلم نے فرمایا کہ کوئی خصلت بندہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے محبوب تر نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ملنے کو پسند کرے اور کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں بندے کو قرب الہی زیادہ ہو بجز سجدہ کرنے کے وقت کے۔

(10) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب سجدہ کے وقت ہوتا ہے سجدہ میں زیادہ دعا کیا کرو۔

فضائلِ خشوع

(1) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (پ 16 ط 14) اور میری یاد کے لئے نماز زیادہ رکھ۔ (کنز الایمان)
وَلَا تُكِنُّ مِنَ الْخَافِرِينَ ترجمہ: غافلوں سے نہ ہو۔

(2) فرمایا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (پ 15 النساء 43)
نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کوا سے سمجھو۔ (کنز الایمان)

فائدہ: اس آیت میں سکاری سے بعض نے مراد لی ہے کہ کثرت غم سے مخمور ہوں بعض نے کہا کہ دنیوی محبت میں مست ہوں۔ حضرت وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر معنی مراد ہے کہ نشہ سے میت ہو غرضیکہ اس میں دنیوی نشہ کے متعلق تنبیہ ہے کہ وہ بیکار شے ہے۔ کیونکہ دنیا کے متعلق بیان فرما دیا ہے کہ جب تک تم نہ جانو کہ کیا کہتے ہو اور بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نشہ بھی نہیں پئے ہوئے مگر انہیں خبر نہیں ہوتی

۔ تفسیر خرائن العرفان میں ہے کہ یہ علامت وہ نور ہے جو روز قیامت ان کے چہروں سے تلیں ہوگا اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سجدے کئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چہروں میں سجدہ کا مقام باد شب چمار وہم کی طرح چمکتا دکھتا ہوگا عطا کا قول ہے کہ شب کی دراز نمازوں سے ان کے چہروں پر نور نمایاں ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو رات کو نماز کی کثرت کرتا ہے صبح کو اس کا چہرہ خوب صورت ہو جاتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گرد کانٹن بھی سجدہ کی علامت ہے۔

کہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی رکعتین لم يحدث نفسه فيها بشئ من الدنيا غفر له ما تقدم من ذنبه جس نے ایسی دو رکعت نماز پڑھی کہ ان میں اس کے دل میں کوئی دنیوی بات نہ آئی تو اس کے گزشتہ گناہ بخشے جائیں گے۔

(5) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انما الصلوة تمسكن وتواضع وتضرع وتبأوس وتنادم وترفع يدبك فنقول اللهم فمن لم يفعل فهي خداج۔ نماز صرف مسکینی اور تواضع اور تضرع اور شدۃ خوف اور پشیمانی کا نام ہے ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا اے اللہ اے اللہ جو اس طرح نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ سے بعض کتب سابقہ میں یوں مروی ہے کہ میں ہر ایک نمازی کی نماز قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے عاجزی کرے اور میرے بندوں پر تکبر نہ کرے اور بھوکے فقیر کو کھانا میری رضا کے لئے کھلائے۔

(6) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا فرض ہونا اور حج اور طواف کا حکم ہونا اور دوسرے ارکان کا مقرر کرنا صرف ذکر الہی کے بہا کرنے کے لئے ہے۔ اگر تیرے دل میں جو مقصود ہے اس کی یاد نہ ہو اور عظمت اور ہیبت مطلوب سے تیرا دل خلی ہو تو تیرے ذکر کی قیمت کچھ نہیں۔

(7) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا اذا صليت فصل صلوة مودع جب تم نماز پڑھو تو الوداع کرنے والے جیسی نماز پڑھو۔ یعنی نفس اور خواہش اور عمر کو رخصت کر کے اپنے مولیٰ کی طرف چلو۔

فائدہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ (پ 30 ا شقاق 6) اے آدمی بیشک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے۔ پھر اسی سے ملنا۔ اور فرمایا اتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُّلاقُوهُ (پ 2 البقرہ 223) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔ (کنز الایمان)

(8) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اس کی نماز محسوس اور فرمائی سے نہیں روکتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جائے گا اور نماز تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کا نام ہے تو غفلت سے کیسے ادا ہو جائے گی۔

(9) حضرت بکر بن عبد اللہ کا فرمان ہے کہ اے ابن آدم اگر تو اپنے آقا کے پاس اس کی اجازت کے بغیر جانا چاہے اور بغیر کسی واسطے کے اس سے گفتگو کرنا چاہے تو کیا ہو سکتا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ کہا کہ وضو کال کر کے محراب میں جا کر کھڑا ہو کہ اپنے آقا اللہ تعالیٰ کے سامنے بغیر اجازت چلا جاؤ گے پھر اس سے بلا وسیلہ باتیں کرو گے۔ (یعنی نماز ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ گفتگو نصیب ہوتی ہے)

(10) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ کہتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گویا ہمیں نہیں جانتے تھے اور نہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے اس قدر اللہ تعالیٰ کی

عظمت میں مشغول ہوتے تھے۔

(9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا ينظر الله الى صلوة لا يعصر الرجل فيها قلبه مع بدنه بندے کو اللہ تعالیٰ نظر عنایت سے نہیں نوازتا وہ نماز میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ نماز میں قلب کو بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے۔

(10) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کے دل کی آواز اضطراب و میل لے فاصلے پر سنائی دیتی تھی۔ اللہ اکبر

(11) حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب نماز پڑھتے تو آپ کے آنسو رخساروں سے داڑھی پر گرنے سے نہ تھمتے تھے۔

(12) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتا ہے فرمایا کہ اگر اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضاء بھی خشوع کرتے۔

(13) حضرت بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کنکروں سے کھیل رہا ہے اور کہتا ہے کہ الہی میرا نکاح حور عین سے کر دے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تو اچھا تو شہ نہیں رکھتا منگنی حور عین سے چاہتا ہے اور کنکروں سے کھیلتا ہے۔

(14) حضرت خلف بن ایوب سے کسی نے کہا کہ کیا نماز میں آیت کو مکھی نہیں۔ ستاتی کہ کم کرب اسے ہٹا دو فرمایا کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا علوی نہیں کرتا کہ میری نماز کو فاسد کر دے۔ سائل نے کہا کہ آپ کو صبر کیسے ہوتا ہے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ فاسق شہی کوڑوں سے صبر کرتے ہیں تاکہ لوگ کہیں کہ بڑا صابر ہے بلکہ میں غر کرتے ہیں اور میں تو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو مکھی سے کیوں جنبش کروں۔

حکایت : حضرت مسلم بن یسار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ نماز کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے گھروالوں سے کہتے کہ آپس میں باتیں کرو اب میں تمہاری گفتگو نہیں سنوں گا ایک دن وہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کی ایک طرف گر گئی لوگ جمع ہو گئے لیکن آپ کو نماز کے فارغ ہونے تک کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔

حکایت : حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا دستور تھا کہ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کانپتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا آپ سے لوگ پوچھتے کہ یا امیر المومنین آپ کا کیا حال ہے؟ فرماتے کہ امانت کا وقت آیا جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی اور اس کے اٹھانے سے سب نے انکار کیا لیکن انسانوں نے اٹھایا۔

حکایت : حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا آپ کے اہل خانہ نے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا علوت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کسی ذات کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

حکایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الہی تیرے گھر میں یعنی جنت میں کون رہے گا اور تو کس کی نماز قبول کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو میری عظمت کے سامنے عاجزی کرتا ہے اور اپنا دل میری یاد میں کانتا ہے اور اپنے نفس کو میری وجہ سے شہوات سے روکتا ہے بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے مسافر کو جگہ دیتا ہے مصیبت والے پر ترس کھاتا ہے وہی میرے گھر میں رہے گا اور اسی کی نماز قبول کرتا ہوں اس کا نور آسمانوں میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے اگر وہ مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں جو مجھ سے مانگتا ہے عطا کرتا ہوں جہل میں اس کے لئے علم کردیتا ہوں اور غفلت کو اس کے لئے ذکر اور اندھیرے کو اجالا کردیتا ہوں۔ اس کی مثل لوگوں میں ایسی ہے جیسی جنت الفردوس تمام بہشتوں میں سب سے اوپر ہے کہ نہ اس کی نہریں خشک ہوں نہ میوے بگڑیں۔

حکایت : حاتم اصم سے کسی نے آپ کی نماز کا حال پوچھا؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں وضو کامل کر کے اس جگہ آتا ہوں جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو وہاں آکر بیٹھتا ہوں یہاں تک کہ میرے تمام اعضاء مطمئن ہو جائیں پھر میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور کعبہ شریف کو اپنے ابو کے سامنے اور پل صراط کو اپنے قدم کے تلے اور جنت کو داہنی طرف اور دوزخ کو بائیں طرف اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے کرتا ہوں اور اس نماز کو سب سے پچھلی نماز جانتا ہوں پھر خوف و رجا کے ساتھ کھڑا ہو کر اللہ اکبر آواز کے ساتھ کہتا ہوں اور قرات اچھی طرح پڑھتا ہوں اور رکوع تواضع کے ساتھ اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہوں اور بائیں سرین پر بیٹھ کر پاؤں کو بچھالیتا ہوں اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے کو کھڑا رکھتا ہوں اور ساری نماز میں اخلاص کی اتباع کرتا ہوں پھر میں نہیں جانتا کہ وہ قبول ہوئی یا نہیں۔

فائدہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ متوسط دو رکعتیں تفکر کے ساتھ ایک رکعت کی شب بیداری سے بہتر ہیں کہ جس میں دل غافل ہو۔

فضائل مسجد

(1) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (پ 10 التوبہ 18) ترجمہ۔ بیشک اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔ (کنز الایمان)

احادیث مبارکہ

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من بنی اللہ مسجد اولو لمفحص قطاء بنی اللہ له قصرا فی الجنة ترجمہ۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائے اگرچہ قطاء پرندہ کے گھونسلہ کے برابر تو اللہ تعالیٰ ایک محل جنت میں بنائے گا۔

(3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

من الف المسجد الفہ اللہ تعالیٰ جو مسجد سے الفت کرے اللہ تعالیٰ اس سے الفت کرے گا۔

(4) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

إذا دخل أحدکم المسجد فلیدکع رکعتین قبل ان یجلس ترجمہ۔ جب تمہارا ایک مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز بجز مسجد کے نہیں ہوتی۔

(6) فرمایا کہ فرشتے اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہتا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ الہی اس پر رحمت بھیج الہی اس پر مہربانی کر الہی اس کو بخش دے بشرطیکہ نمازی بے وضو نہ ہو جائے یا مسجد سے باہر نہ نکل جائے۔

(7) فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ آئیں گے کہ مسجدوں میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے ان کی قیل وقل دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم ان کے پاس مت بیٹھنا کہ اللہ تعالیٰ کو ان سے کچھ غرض نہیں۔

(8) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ میری زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں اور میری زیارت کرنے والے وہ جو انہیں آباد رکھنے والے ہیں خوش حلال ہے اس بندے پر کہ اپنے گھر سے پاک صاف ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کے لئے آئے اور گھر والے پر حق ہے کہ اپنے مہمان آنے والے کا اکرام کرے۔

(9) فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کا علوی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

(8) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو مسجد میں بیٹھے وہ اپنے رب کے ساتھ ہم نشین کرتا ہے تو اس کے حق میں منسوب یہ ہے کہ بجز خیر کے اور کوئی گفتگو نہ کرے۔

(10) حضرت نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر دین سلف صالحین کا اعتقاد تھا کہ اندھیری رات کو مسجد میں جانا جنت کا موجب ہے۔

(11) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مسجد میں چڑغ جلائے تو جب تک اس کی روشنی مسجد میں رہتی ہے تب تک فرشتے اس کے لئے اور عرش کے اٹھانے والے ملائکہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔

(12) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب انسان مرجاتا ہے تو زمین میں سے اس کی نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں سے اس کے عمل چڑھنے کی جگہ اس پر روتی ہیں اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ (پ 25 الدخان 29) تو ان پر آسمان اور زمین نہ

روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی۔ (کنز العمال)

(13) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ زمین اس شخص پر چالیس دن روتی ہے۔

(14) عطاء خراسانی نے فرمایا کہ جو نماز کسی جگہ پر سجدہ کرتا ہے تو وہ زمین کا ٹکڑا قیامت کو اس کی شہادت دے

گا اور جس دن وہ مرے گا اس پر وہ روئے گا۔

(15) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس زمین کے ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نماز

سے یا یاد خدا ہوتی ہے وہ ٹکڑا اپنے ارد گرد کی زمین پر فخر کرتا ہے اور ذکر الہی کی بشارت انتہائے زمین کے ساتویں

منہی تک پہنچتا ہے اور جو بندہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اس کے لئے زمین آراستہ ہوتی ہے۔

فائدہ : علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس منزل میں لوگ اترتے ہیں صبح کو وہ منزل ان پر رحمت بھیجتی ہے یا لعنت کرتی ہے (یعنی جیسا عمل کیا ہو گا ویسے ہی رحمت یا لعنت کا نزول ہو گا)

نماز کے ظاہری اعمال کا بیان

مسئلہ : جب نمازی وضو اور بدن اور مکان کپڑے کی نجاست کی طہارت سے فارغ ہو اور ستر کو ناف سے لے کر زانو تک ڈھانپ چکے تو چاہئے کہ قبلہ رخ دونوں پاؤں میں کچھ فاصلہ دے کر کھڑا تقریباً چار انگلی ہو دونوں پاؤں کو آپس میں نہ ملائے۔

فائدہ : اس طرح کھڑا ہونا آدمی کی فقہ اور فہم علمی پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں صفہ اور صفن سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ : صفہ دونوں پاؤں ایک ساتھ جوڑنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ (پ 23) بیڑوں میں جکڑے ہوئے۔

صفن یہ کہ پاؤں پر زور دے کر دوسرے کو ٹیڑھا کرنا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

الضَّافِنَاتُ الْجَبَّارَاتُ (پ 23) تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہو اور چل دے تو ہوا ہو جائیں۔

مسئلہ : یہ صورت تو دونوں پاؤں میں قیام کے وقت قتل لحاظ ہے اور دونوں زانو اور کمر میں یوں چاہئے کہ سیدھے قائم رہیں اور سر کو سیدھا رہنے دے خواہ گردن جھکالے اور گردن جھکنا عاجزی کے قریب تر ہے اور نظر کو نیچا رکھنا چاہئے کہ نظر جائے نماز پر رہے اگر جانماز نہ ہو تو دیوار کے قریب کھڑا ہو یا اپنے اطراف میں لکیر کھینچ لے کہ نگاہ کی

مسافت اس سے بھی کم ہو جاتی ہے اور فکر کو پر اگندہ نہیں ہونے دیتی اگر جانماز کے کناروں یا لکیر کی حدوں سے نگاہ باہر نکلے تو اس کو روکنا چاہیے قیام میں اسی طرح کا عمل رکوع تک رکھنا چاہیے تاکہ کسی طرف دھیان نہ ہو یہ قاعدہ قیام کا ہے۔

مسئلہ : جب قیام قبلہ رخ سیدھا کر لے اور ہاتھ پاؤں بھی سب برابر ہوں اس وقت شیطان سے محفوظ رہنے کے لئے سورۃ قل اعوذ برب الناس کی آخری آیت تک کھل —

پڑھ کر تکبیر کہے اگر کسی مقتدی کے آجانے کی توقع ہو تو اذان کے پھر نیت کو حاضر کرے یعنی مثلاً ظہر کی دل میں نیت کرے اور کہے کہ میں ظہر کے فرض اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرتا ہوں اس میں ادا کے لفظ سے تو قضا سے تیز ہو جائے گی اور فرض کے کہنے سے نفل سے اور ظہر کہنے سے عمرو وغیرہ سے فرق ہو جائے گا اور چاہئے کہ ان الفاظ کے معانی دل میں موجود رہیں کہ نیت اسی کو کہتے ہیں کہ الفاظ تو صرف یاد دلانے والے اور اس کے دل میں موجود ہونے کے اسباب ہیں اور یہ کوشش کرے کہ یہ نیت تکبیر کے آخر تک قائم رہے کہ غائب نہ ہونے پائے جب دل میں یہ بات موجود ہو جائے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں شانوں تک اٹھائے اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں مقابل دونوں شانوں کے ہوں اور دونوں انگوٹھے مقابل کانوں کی لو کے اور انگلیوں کی سر مقابل دونوں کانوں کے ہوں تاکہ وہ اسباب جو احادیث میں وارد ہیں سب کا جامع ہو اور دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے اور انگلیوں کو کھلا رکھے یعنی بند کرنے اور پھیلانے میں تکلف نہ کرے بلکہ ان کو ان کی علوت پر چھوڑے اس لئے کہ آثار میں ان کا پھیلانا اور ملائے رکھنا منقول ہے اور یہ صورت دونوں کے درمیان ہے اسی وجہ سے یہی اولیٰ ہے اور جب ہاتھ اپنے ٹھکانے پر ٹھہر جائے تب نیت کا دل میں حاضر کرنا اور اللہ اکبر کہنا اور ہاتھوں کو جھکانا شروع کرے اور اللہ اکبر پورا کر کے دونوں کو ناف کے اوپر اور چھاتی کے نیچے باندھے اس طرح کہ داہنا ہاتھ اوپر ہو اور بایں نیچے تاکہ داہنے ہاتھ کی فضیلت ہو کہ بایں ہاتھ کے اوپر رہے اور داہنے ہاتھ کی اگست شہادت اور بیچ کی انگلی بایں ہاتھ کے کلائی پر پھیلاوے اور انگوٹھے اور ہتھکلیا سے بایں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑ لے اور اللہ اکبر کہنا روایات میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ بھی آیا ہے جس وقت کہ وہ اٹھ کر ٹھہر جائیں اس وقت بھی مروی ہے اور ان کو باندھنے کے لئے جھکانے کے ساتھ بھی حدیث وارد ہے اور ان کل صورتوں میں کوئی حرج نہیں لیکن جھکاتے وقت اللہ اکبر کہنا میرے (غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نزدیک لائق تر ہے۔ اس لئے کہ یہ کلمہ عقد ہے اور ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا اس عقد کی صورت میں ہے اور یہ صورت ہاتھوں کو جھکانے شروع ہوتی ہے اور ان کے باندھنے تک پوری ہوتی ہے اور شروع اللہ اکبر کا لفظ ہے اور اختتام راء ہے تو مناسب یہ ہے کہ فعل اور عقد میں مطابقت ملحوظ ہو باقی رہا ہاتھوں کا اٹھانا وہ اس شروع کا مقدمہ ہے اس سے اس قدر مناسبت نہیں جتنا جھکانے کی صورت سے ہے پھر اللہ اکبر کہنے میں اپنے ہاتھ بہت آگے نہ بڑھائے اور نہ شانوں کے پیچھے لے جائے اور نہ داہنے بائیں کو جھکے جبکہ اللہ اکبر کہہ چکے بلکہ ان کو آہستہ اور نرمی سے نیچے لٹکائے پھر نئے سرے سے داہنا ہاتھ بایں پر ہاتھ کو لٹکانے کے بعد رکھ لے اور بعض روایات میں وارد

ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لفظ اللہ کہنے کے بعد اپنے ہاتھ لٹکا دیتے تھے اور جب قرأت کا ارادہ کرتے تھے تو اپنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے۔ تو یہ حدیث اگر صحیح ہو تو جو لوہر مذکور ہے اس سے یہ بہتر ہے اور چاہئے کہ اللہ اکبر کی ہ کو تھوڑا سا پیش دے ایسا نہ کرے کہ ہ کے بعد واؤ سی معلوم ہو پیش کو بہت بڑھانے سے واؤ پیدا ہو جاتی ہے اور اکبر کی ب کے بعد الف نہ کہے کہ اکبار کہنا پلایا جائے اور اکبر کی ر کی جزم کرے اس پر پیش نہ پڑھے یہ صورت اللہ کہنے اور اس کے ساتھ کے افعال کی ہے۔

پھر شروع کی دعا پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کے بعد یوں ملا کر پڑھے۔

اللہ کبیر اوالحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٩﴾ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔ (۱۶۳) الفعا

ترجمہ۔ اللہ بڑا ہے تمام اور بہت تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ کی پاکی ہے صبح و شام بیشک میں نے اپنا منہ کیا اللہ کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے اور میں شریک کرنے والا نہیں میری نماز میری عبادت میرا مرنا میرا جینا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم ہے اور میں پہلا حکم بردار ہوں۔

ثناء : سبحانک اللہم وبحمدک ونبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک۔ پاک ہے تو اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

ناکہ جتنے متفرق الفاظ احادیث وارد ہیں سب جمع ہو جائیں اور اگر امام کے پیچھے ہو اور امام اتنا لباسکتہ نہ کرے کہ جس میں نمازی الحمد پڑھ لے تو اسی قدر دعا پر اکتفا کرے اور اگر اکیلا ہو یا امام کے پیچھے مہلت پائے تو بعد دعا کے۔

* مذکور بالا طریقہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ کے مطابق ہے فقیر حنفی طریقہ لکھتا ہے وہ بھی نہایت اختصار کے پیش نظر دلائل جائیں و ترجیح برائے مذہب حنفی مطولات میں ملاحظہ ہو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ : نماز پڑھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نمازی کا بدن کپڑے اور نماز کی جگہ پاک ہو اور نماز کا وقت ہو گیا ہو پھر بلوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں پاؤں کے درمیان چار پانچ انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور جو نماز پڑھنی ہے اس کا دل سے اراد کرے اور زبان سے کہتا مستحب ہے۔ مثلاً نیت کی میں نے آج کی نماز ظہر چار رکعت نماز فرض یا سنت کی اللہ جل جلالہ کے لئے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اگر امام کے پیچھے ہو تو کہے پیچھے اس امام کے اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک لے جائے اس طرح کہ ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں اور انگلیاں نہ کھلی ہوئی ہوں بلکہ اپنی حالت پر ہوں اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ٹانگ کے نیچے باندھ لے اس طرح کہ دائیں ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور ہتھیلیاں کلائی کے اگل بغل ہو اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے اور نماز پڑھے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ترجمہ۔ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ کہہ کر سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرے اور سب تہیدوں اور حرفوں کو پورا پڑھے اور کوشش کرے ضلالت میں نہ پائے اور الحمد کے آخر میں آمین کہیں کر کے اور آمین کو ولا الضالین سے نہ ملائے اور نماز صبح اور مغرب اور عشاء میں قرات جبر سے پڑھے بشرطیکہ مقتدی نہ ہو اور آمین زور سے کہے۔ 2۔

پھر ایک سورت یا مقدار تین آیات یا زیادہ پڑھے اور سورت کے آخر کو رکوع کے اللہ اکبر میں نہ ملائے بلکہ دونوں میں فاصلہ مقدار سبحان اللہ کہنے کا رکھے اور صبح کی نماز میں طویل متصل پڑھے اور مغرب میں قصار فضل اور ظہر اور عصر اور عشاء میں سورت وَالسَّمَاء ذَاتِ الْبُرُوجِ اور اُس جیسی اور سورتیں پڑھے اور صبح کی نماز میں سفر کی حالت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ مُحَمَّدٌ أَعَدُّ پڑھے اور ہجری سنتوں اور دو گانہ طواف اور دو گانہ تحبب میں بھی یہی دونوں سورتیں پڑھے اور قرات کی انتہا تک کھڑا رہے اور ہاتھ اسی طرح باندھے رہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے رکوع اور اس کے لواحق پھر رکوع کرے اور اس میں کئی باتوں کا خیال کرے یعنی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھائے کہ رکوع میں نہ پہنچنے تک تمام ہو اور اپنی ہتھیلیں رکوع کے اندر دونوں زانوں پر رکھے اور انگلیاں پھیلی ہوئی پنڈلی کے طول کی جانب قبلہ رخ ہوں اور گھٹنوں کو سیدھا رکھے ان کو ٹیڑھا نہ کرے اور اپنی کمر کو برابر پھیلا دے اور گردن 'سر' پیٹھ ایک سطح جیسے ہوں کہ سر نیچا ہو نہ اونچا اور اپنی کہنیوں کو دونوں پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت اپنی کہنیاں پہلو سے ملائے رکھے اور رکوع میں تین بار (سبحان ربی العظیم) کہے اور تین بار سے زیادہ سلت اور نو بار تک بہتر ہے بشرطیکہ امام نہ ہو پھر رکوع سے قیام کی طرف اٹھے اور دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے اور کہے۔ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللہ تعالیٰ نے سن لی جس نے اس کی تعریف کی) اور سیدھا مطمئن کھڑا ہو اور کہے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَلَأَ مَا بَيْنَهُمَا شَيْءٌ بعد اے ہمارے پروردگار تجھی کو حمد ہے آسمان و زمین کے پر ہونے کے برابر اور اس کے برابر جو ان کے بعد تو چاہے (یعنی بے انتہا حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے)

فائدہ : اس قیام کو بجز صلوۃ التہجد کے اور نمازوں میں طول نہ دے اور صبح کے وقت دوسری رکعت میں سجدے سے دعائے قنوت ان الفاظ سے پڑھے جو احادیث میں مروی ہیں۔

صبح کی نماز میں قنوت منسوخ ہے احتلف کے نزدیک سوائے وتر کے کسی نماز میں قنوت نہیں تفصیل و تحقیق حاشیہ میں دیکھئے اضافہ اولیٰ غفرلہ

پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کو جھکے اور اپنے گھٹنے زمین پر رکھے اور پیشانی اور ہتھیلیاں کھلی ہوئی زمین پر رکھے اور جھکتے وقت اللہ اکبر کہے۔ اور بغیر رکوع کے اور جگہ ہاتھ شانوں تک نہ اٹھائے 3 اور چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے زانو زمین پر رکھے ان کے بعد دونوں ہاتھ اور آخر کو چہرہ اور سجدہ میں ناک بھی زمین پر رکھے اور کہنیوں کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور عورت ایسا نہ کرے اور پاؤں کی انگلیاں پھیلائے رکھے اور عورت یہ نہ کرے۔

اور سجدے میں پیٹ کو زانوؤں سے الگ رکھے اور رانیں جدا جدا ہوں اور عورت پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو آپس میں ملائے رکھے اور ہاتھوں کو شانوں کے بالمقابل زمین پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ پھیلائے بلکہ اس میں انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ ملائے تو کوئی حرج نہیں اور ہاتھ زمین پر نہ بچھائے جیسے کتا بچھاتا ہے بلکہ کنیاں ابھری رکھے کنیاں زمین پر لگائے کی نئی وارد ہے اور سجدہ میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ اس سے زیادہ کہے تو بہتر ہے اگر لام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کہے پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جائے یعنی تکبیر کھڑا ہوا سر اٹھائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ کر داہنا قدم کھڑا رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے ان کے ملانے میں تکلف نہ کرے نہ پھیلانے میں مبالغہ کرے اور جلسہ میں کہے۔ رب اغفر لی وارحمنی وارزقنی واہدنی واجبرنی وعافنی واعف عنی اے میرے پروردگار مجھے بخش اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رزق دے اور میرا خستہ حالی کو درست فرما اور مجھے عافیت دے اور مجھ سے درگزر فرما۔

فائدہ : اس جلسہ و بجز صلوٰۃ التسبیح کے دوسری نماز میں زیادہ نہ بڑھائے پھر پہلے سجدہ کی طرح دوسرا سجدہ کرے اس کے بعد تھوڑا سا جلسہ استراحت کرے اور یہ جلسہ استراحت ہر رکعت کے بعد جس میں التیمات نہ ہوتا ہے (یہ شافع کے نزدیک ہے اختلاف کا مذہب حاشیہ میں دیکھئے۔ لوسی غفرلہ) پھر ہاتھ کا سارا زمین پر دے کر اٹھ کھڑا ہوا * مگر اٹھنے میں پاؤں آگے نہ بڑھائے اور تکبیر کو اتنا بڑھائے کہ بیٹھنے کے درمیان سے کھڑے ہونے کے درمیان تک جاری ہو

۱۔ اختلاف کے نزدیک صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کلاں تک اٹھاتا ہے اس کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہیں تحقیق کے لئے دیکھئے مسئلہ فقیر لوسی ترک رفع یدین۔

۱۔ اختلاف کے نزدیک آمین آہستہ پڑھنا ہے ایسے ہی لام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھنا نہ ہی فاتحہ میں کچھ پڑھ سکتے ہیں۔

۲۔ جیسے ہمارے دور میں دہلی اور بعض دیوبندی اور شیعہ پڑھتے ہیں اس مسئلہ کی تحقیق فقیر کی تصنیف رفع الفسوفی مخرج الطاء والاندال کا مطالعہ ضروری ہے۔ لوسی غفرلہ

۱۔ اختلاف کے نزدیک کوئی جلسہ استراحت نہیں۔ اختلاف کے نزدیک بلا سارا اٹھاتا ہے۔ لوسی غفرلہ

* اختلاف کے نزدیک تعوذ نہیں ہاں بسم اللہ سے شروع کرے۔

جائے یعنی اللہ کی وہ تو برابر بیٹھنے تک میں لواؤ اور اکبر کا کتبہ زمین پر سہارا دیتے وقت نکلے اور اس وقت پوری ہو کہ آدھا کھڑا ہو جائے اللہ اکبر کہنا اس وقت سے شروع کرے کہ جب بیٹھنے کے لئے نصف اٹھ چکا ہو تاکہ سارا اللہ اکبر اس حالت میں تبدیل ہو جائے قیام اور سجدہ اس سے دونوں خالی رہیں اور یہ صورت تعظیم سے قریب تر ہے۔ اور دوسری رکعت اول کی طرح ہے اس کے شروع میں اعوذ دوبارہ پڑھے تشہد پھر دوسری رکعت کے بعد اول تشہد پڑھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجے اور التیمات پڑھنے میں اسی طرح بیٹھے جیسے دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا یعنی بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا رکھے اور داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھے اور ان کی انگلیاں سولائے انگشت شہادت کے بند کرے اور انگوٹھے کھلا رہنے کا بھی مضائقہ نہیں اور صرف داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے ”لا اللہ“ کہنے کے وقت اشارہ کرے۔ کہ لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اخیر کی التیمات میں بعد درود شریف کے دعائے مانورہ پڑھے اور اخیر تشہد کا طریق اول کے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اسم میں بائیں سرین پر بیٹھے کیونکہ اب اس کا ارادہ اٹھنے کا نہیں بلکہ ٹھہرنے کا ہے اور اپنے پاؤں بائیں کو نیچے سے داہنی طرف نکال دے۔ (یہ شافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک تشہد کے اول، ثانی کی نشست کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں، اویسی غفرلہ) اور داہنے کو کھڑا رہنے دے اور اگر دشوار نہ ہو تو پاؤں کے انگوٹھے کا سر قبلہ رخ رکھے پھر ان تمام افعال کے بعد داہنی طرف کو منہ پھیر کر کہے ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ (تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت) اور منہ اتنا پھیرے کہ جو شخص اس کے پیچھے داہنی طرف نماز پڑھتا ہے وہ اس کا داہنا رخسار دیکھ لے پھر بائیں طرف منہ پھیر کر اسی طرح دوسرا سلام کہے اور سلام پھیرنے میں نماز سے باہر ہونے کی نیت کرے اور اول سلام میں اپنے داہنے ہاتھ کے فرشتوں اور مسلمانوں کی نیت کرے اور اسی طرح دوسرے سلام میں نیت کرے اور سلام کو تخفیف کے ساتھ کہے زیادہ نہ کہینچے سنت اس طرح ہے۔

یہ صورت اکیلے شخص کی نماز کی ہے اور امام اللہ اکبر پکار کر کہے اور اکیلا اس قدر آواز سے کہے کہ خود سن لے۔ اور امام امامت کی نیت کرے تاکہ ثواب ملے اگر نیت نہ کرے گا اور مقتدی اس کے پیچھے اقتداء کی نیت سے نماز پڑھ لیں گے تو ان کی نماز درست ہو جائے گی اور جماعت کا ثواب سب کو ملے گا اور امام شروع نماز کی دعا اور اعوذ باللہ آہستہ سے پڑھے جیسے اکیلا پڑھتا ہے اور الحمد اور سورۃ صبح کی دونوں رکعتوں میں مغرت اور عشاء پہلی دو رکعتوں میں جہر سے پڑھے اور ایسا ہی حل تھا پڑھنے والے کا حل ہے۔

مسئلہ : جن نمازوں میں قرأت بالجر پڑھتے ہیں ان میں امام آمین بالجر کہے اور مقتدی بھی امام کے ساتھ ہی آمین کہیں * اس سے پیچھے نہ کہیں اور امام الحمد کے بعد کس قدر خاموش رہے تاکہ سانس درست ہو جائے اور (یہ شوافع کا مذہب ہے احناف کے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی جاتی، اویسی غفرلہ) مقتدی اس حالت خاموشی میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ امام جس وقت قرأت پڑھے اس وقت اس کی قرأت سنیں اور مقتدی جہری نمازوں میں سورۃ نہ پڑھے مگر جس صورت میں کہ امام کی آواز سنتا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ 2۔

اور امام رکوع سے سر اٹھانے میں ”سمع اللہ لمن حمدہ“ پکار کر کہے اور مقتدی بھی یہی کہے اور امام رکوع اور سجدہ کی تسبیحیں تین سے زیادہ نہ کہے اور نہ اول کی التیمات میں۔ ”اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد“ (یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک پہلی التیمات میں درود نہیں اگر عہدہ ورسلوہ کے بعد درود شریف سارا یا کچھ حصہ پڑھے گا۔ سجدہ سو واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی حاشیہ میں تفصیل دیکھئے ”اویسی غفرلہ“) کہنے کے بعد کچھ اور زیادہ کرے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحلو پر اکتفا کرے۔ مقتدیوں پر طول نہ دے اور اخیر کی تشدد میں التیمات اور درود کے بعد دعا اتنا نہ پڑھے کہ ان دونوں سے زیادہ ہو جائے اور امام اپنے سلام میں جس طرح قوم کی نیت کرتا ہے مقتدی اپنے سلام میں اس کے جواب کی نیت کرے اور امام سلام کے بعد اس قدر توقف کرے کہ لوگ سلام سے فارغ ہو جائیں پھر لوگوں کی طرف منہ پھیرے اور اگر مردوں کی صف کے پیچھے عورتیں بھی پڑھتی ہوں تب بہتر یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھا رہے تاکہ عورتیں سامنے نہ پڑھیں اور جب امام نہ اٹھے مقتدیوں میں سے کوئی نہ اٹھے اور امام جدھر چاہے پھرے خواہ داہنے ہاتھ خواہ بائیں کو اور میرے (غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نزدیک داہنے طرف کو پھرنا پسندیدہ ہے اور امام صبح کی قنوت میں خاص اپنے لئے دعا مانگے بلکہ اللہم اھدنا کہنے کی بجائے ”اھدنی“ کے اور قنوت جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں اور اپنے ہاتھ سینے کے مقابل اٹھائیں اور دعا کے ختم پر دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لیں کہ اس میں حدیث وارد ہے ورنہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں جیسے التیمات کے بعد کی دعا ہاتھ نہیں اٹھائے جائے۔ ۱۔

منہیات نماز: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بہت سی باتوں سے منع فرمایا ہے۔

(۱) دونوں پاؤں کو جوڑ کر کھڑا ہونا۔

(۲) ایک پاؤں پر زور دے کر دوسرے کو گھوڑے کی طرح ترچھا کرنا۔

(۳) اتقاء اس کا معنی لغت میں ہے دونوں سرینوں پر بیٹھ کر دونوں زانوں کھڑے کرنا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھنا جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اتقاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں بجز زانوں اور پاؤں کی انگلیوں کے اور کوئی عضو زمین سے نہ لگا ہو۔

(۴) سدل محدثین اسے کہتے ہیں کہ چادر وغیرہ لپیٹ کر ہاتھ اندر لینا اور رکوع اور سجدہ اسی طرح کرنا کہ ہاتھ باہر نہ نکالیں۔ یہ یہودیوں کا فعل تھا کہ وہ نماز میں ایسا کرتے تھے ان کی مشابہت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

* احناف کے نزدیک آمین ہستہ کہنا ہے۔ دلائل دیکھئے فقیر کا رسالہ۔ آمین باہر

* یہ شوافع کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک سری جہری نماز میں امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا۔ اویسی غفرلہ

* سجدہ سو واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی حاشیہ میں تفصیل دیکھئے۔ اویسی غفرلہ

منع فرمایا اور کرتا وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے یعنی رکوع اور سجدہ میں کپڑے کے اندر ہاتھ کرنا سدل کے معنی بعض کے نزدیک یوں ہیں کہ چادر کو بیچ سے سر پر رکھے لے اور اس کے دونوں پلے داہنے بائیں طرف لٹکا دے بغیر آٹھل مارنے کے پہلا معنی بہتر ہے۔

(5) کف اس کی صورت یہ ہے کہ جب سجدہ کرنا چاہے اپنا کپڑا پیچھے سے یا آگے سے اٹھا لے اور کف بالوں میں بھی ہوتا ہے یعنی چٹلا باندھ کر نماز پڑھے اور یہ مردوں کے لئے منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ امرت ان اعبدا علی سبعة اعضاء ولا اکف شعرا ولا ثوبا۔ ترجمہ۔ مجھے حکم ہوا کہ سات اعضاء پر سجدہ کروں کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹوں۔

قعدہ : دو سری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔

قیام : تسبیح فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر اسی طرح رکوع و سجدہ کرے لیکن امام کے پیچھے مقتدی بسم اللہ فاتحہ اور سورت نہیں پڑھے گا وہ خاموش کھڑا رہے گا۔

تشہد میں انگلی اٹھاتا : جب تشہد میں کہ لا پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا ملکہ ہٹائے اور چمکیا اور اس کے پاس دلی

مسئلہ : ماشیہ۔ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبہد کو کرتے کے اندر ہاتھنا درست فرماتے اور کرتے کے اوپر ہاتھنا مکروہ فرمایا ہے اور اس کو کف میں داخل سمجھا ہے۔

یہ تمام طریقہ نماز امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ فقیر مختصراً طریقہ احتلف عرض کرتا ہے۔ نماز کے قیام و قرات کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑ لے اور اتنا جھکے کہ سر اور کمر برابر ہو جائے اور کم سے کم تین بار کہے۔ سبحان ربی العظیم۔ نماز پڑھنے والا تسبیح اور تہمید دونوں کے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اس طرح کہ پہلے گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے پھر ناک اور پھر پیشانی خوب جملائے اور چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور مرد بازوؤں کو کروٹوں سے اور ہیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے ہیٹ قبلہ رو زمین پر جسے ہوئے ہوں اور کم سے کم تین بار پڑھے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔

جلسہ : پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھیں اور بایں قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا کر کے رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رو ہوں اور ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب رکھے کہ ان کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا۔

دوسرا سجدہ : اسی طرح دوسرا سجدہ کرے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔

(6) کمر پر ہاتھ رکھنا، (7) قیام میں کمر پر اس طرح ہاتھ رکھنا کہ بازو بدن سے علیحدہ رہیں۔ (8) مواصلت یعنی ایک بات کا دوسری سے ملانا یعنی امام کے حق میں دو چیزوں سے منع ہے۔

(1) اللہ اکبر کہتے ہی قرات شروع کر دے۔

(2) رکوع کی تکبیر قرات کے ختم ہوتے ہی کہے۔

اور دو باتیں مقتدی کو منع ہیں۔

(1) شروع کی تکبیر امام کی تکبیر میں ملا دے۔ (2) سلام امام کے ساتھ سلام ملائے اور ایک بات دونوں میں مشترک

ہے کہ فرض کے اول سلام کو دوم کے ساتھ ملانا بلکہ دونوں کو جدا جدا کہے۔

(9) دباؤ کے وقت نماز پڑھنا۔

دباؤ پیشاب کا ہو یا پاخانہ کا دونوں سے منع وارد ہے۔

(10) وہم موزہ پس کر نماز پڑھنا کیونکہ خشوع کو مائع ہیں اور اسی کے حکم میں ہے بھوک اور پیاس کے وقت نماز

ادا کرنا اور بھوک کے ساتھ نماز سے نہی اس حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا

کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر دے۔ (اس مسئلہ کی تحقیق کے

لئے فقیر کا رسالہ انگلی اٹھانا پڑھے۔

مسئلہ : اگر دو رکعت والی نماز ہے تو پھر اس تشہد کے بعد سلام پھیر دے اگر چار رکعت والی ہے تو تشہد کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو

جائے اور دونوں رکعتوں میں اگر فرض ہوں تو صرف بسم اللہ اور سورت فاتحہ پڑھ کر قاعدہ کے مطابق رکوع و سجود کرے۔

مسئلہ : سنت و نفل ہوں تو بسم اللہ، سورہ فاتحہ اور سورت بھی پڑھے لیکن امام کے پیچھے مقتدی تسبیح اور فاتحہ نہیں پڑھے گا وہ خاموش کھڑا

رہے گا پھر چار رکعتیں پوری کر کے بیٹھ جائے اور تشہد، درود شریف اور دعا پڑھے اور سلام پھیر دے۔

دائیں طرف کے سلام میں دائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے کہ میں ان کو سلام کہہ رہا ہوں اور بائیں طرف کے

سلام میں بائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت بھی کرے اور

اسی طرح امام بھی دونوں طرف کے سلاموں میں فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرے اور جب تنہا ہو تو دونوں طرف کے فرشتوں کی نیت

کرے۔

یہ نماز پڑھنے کا طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک

اٹھائے گی اور کپڑے سے باہر نہ نکالے گی قیام میں سینے پر ہاتھ بندھے گی اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی۔ رکوع میں کم جھکے گی اور گھٹنوں کو

جھکائے گی اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گی مگر ان کو پکڑے گی نہیں اور انگلیاں کشادہ نہ رکھے گی۔ رکوع و سجود سمٹ کر کرے گی سجدہ میں ہیٹ

ران سے اور ران پنڈلی سے ملائے گی اور ہاتھ زمین پر بچھا دے گی۔ التیحات میں بیٹھے وقت دونوں پاؤں دائیں طرف یا بائیں طرف نکال کر

سرین پر بیٹھے گی اور انگلیاں ملا کر رکھے گی باقی سب کچھ اسی طرح کرے گی۔

کھانا آجائے اور نماز کی تکبیر ہو تو کھانا شروع کرو۔ اس صورت میں کہ نماز کا وقت تنگ ہو یا آدمی دل سے مطمئن ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

”لا یدخل احدکم الصلوۃ وهو مقطب ولا یصلین احدکم وهو غضبان۔“ تم میں سے کوئی نماز میں داخل نہ ہو کہ چین چین ہو اور نہ کوئی نماز پڑھے اس حال میں کہ غضب ناک ہو۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد پہنچاتی ہے اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ ست چیزیں نماز کے اندر شیطان کی طرف سے ہیں۔ (1) تکبیر (2) نیند (3) وسوسہ (4) جملہی (5) خارش (6) ادھر ادھر دیکھنا (7) کسی چیز سے کھیلتا۔

فائدہ : بعض نے بھول اور شک کو اس میں زیادہ کیا ہے اور بعض اکابر دین سلف صالحین کا قول ہے کہ نماز کے اندر چار چیزیں ظلم ہیں۔

(1) ادھر ادھر دیکھنا (2) منہ پونچھنا (3) کنکریوں کو برابر کرنا۔ (4) ایسے راستہ پر نماز پڑھنا کہ چلنے والے سامنے سے گزریں۔

(11) انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالنا یا چٹکانا۔

(12) منہ چھپانا۔

(13) ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ کر رکوع میں زانوؤں کے اندر دے لینا بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم پہلے ایسا کرتے تھے پھر اس سے ہمیں منع کر دیا گیا۔

(14) سجدہ کے وقت زمین پر پھونک مارنا یا ہاتھوں سے کنکریوں کو برابر کرنا کیونکہ ان افعال کی کچھ ضرورت نہیں۔

(15) ایک قدم کو اٹھا کر ان پر رکھ لینا۔

(16) قیام میں دیوار سے تکیہ لگانا اگر اس طرح تکیہ لگائے کہ اگر سہارے کی چیز نکال لی جائے تو گر پڑے تو ظاہر ہے کہ نماز جاتی رہے گی۔ (واللہ تعالیٰ ورسولہ)

فائدہ : جو افعال ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان میں فرض بھی ہیں اور مستحب بھی اور مستحب اور خلاف اولیٰ بھی ناکہ سالک ان تمام کی رعایت کرے اب سب کو ہم جدا جدا کئے دیتے ہیں۔

فرائض نماز : نماز میں بارہ فرض ہیں۔

(1) نیت (2) اللہ اکبر کہنا (3) قیام (4) الحمد پڑھنا (5) رکوع میں جھکنا اس طرح کہ ہتھیلیاں زانوؤں پر اطمینان کے

ساتھ لگ جائیں۔ (6) رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔ (7) اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا اور اس میں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا

واجب نہیں۔ (8) سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا بیٹھنا۔ (9) دو سراقعہ (10) اخیر میں تشہد پڑھنا (11) اخیر تشہد میں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (12) اول سلام پھیرنا اور نماز سے باہر آنے کی نیت واجب نہیں۔

فائدہ : جو امور ان بارہ کے سوا ہیں وہ واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحبات ہیں افعال میں چار باتیں ہیں۔ (1) نماز کی سنتیں، تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا۔ (2) رکوع کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا۔ (3) قومہ کی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا۔ (4) تشہد اول کے لئے بیٹھنا۔

باقی اور تین جیسے انگلیوں کو پھیلانا اور رفع یدین کی حد وغیرہ یہ باتیں رفع یدین کی تابع ہیں اور سرین پر بیٹھنا اور پاؤں کا بچھانا جلسہ کے تابع ہیں اور سر جھکانا اور التفات نہ کرنا قیام کے تابع ہے اور صورت کو اچھا کرے اور جلسہ استراحت کو ہم نے افعال کی سنتوں میں شمار نہیں کیا اس لئے کہ یہ دونوں گویا سجدہ سے قیام کیلئے اٹھنے میں داخل ہیں۔ ذاتی طور پر مقصود نہیں اسی وجہ سے ان کا ذکر بھی علیحدہ نہیں کیا گیا اور ذکر میں دیگر سنتیں۔ (1) شروع کی دعا (2) اعوذ باللہ پڑھنا۔ (3) آمین کہنا کہ سنت موكده ہے۔ (4) قرأت سورت (5) ایک رکن سے دوسرے میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ (6) رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کہنا قومہ میں سمیع اللہ لمن حمد کہنا۔ (7) اول التیمات اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔ (8) پچھلی تشہد کے آخر میں دعا (9) دوسرا سلام پھیرنا۔

فائدہ : امور کو اگرچہ ہم نے سنت میں داخل کر کے لکھا ہے اگر ان کے درجات جدا جدا ہیں کیونکہ ان میں سے چار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا تدارک سجدہ سو سے ہوتا ہے اور افعال کی سنتوں میں صرف ایک ہی چیز کا جبر سجدہ سو سے ہوتا ہے یعنی پہلا جلسہ اول تشہد کے لئے اس لئے کہ وہ جلسہ نماز کے انتظام کی ترتیب میں تاثیر رکھتا ہے کہ دیکھنے والے قریب سے معلوم کر لیتے ہیں کہ دو رکعتیں ہیں یا زائد بخلاف رفع یدین کے کہ اس کو انتظام کے تبدیل میں کچھ تاثیر نہیں اسی لئے اس کو بعض اور اجزاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ اجزاء کا جبر سجدہ سو سے کیا جاتا ہے مگر اذکار سے بجز تین ذکروں کے اور کوئی سجدہ سو کا مقتضی نہیں اور وہ تینوں قنوعات اور پہلا تشہد اور اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے بخلاف تکبیرات رکوع و سجدہ اور ان کی تسبیحات کے اور قومہ اور جلسہ کے ذکر کے اس لئے کہ رکوع اور سجدہ کی صورت ہی ایسی ہے کہ علوت کے خلاف ہے تو اگر ان دونوں میں جبر رہے گا تب بھی عبادت کا مقصد ان کی صورت سے ظاہر ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ان کے درمیان ذکر کا نہ ہونا عبادت کی ہیئت کو نہیں بدلتا اور پہلی التیمات کے لئے بیٹھنا ایک فعل عادی ہے اس کو جو نماز میں بڑھایا گیا ہے تو صرف تشہد کے لئے اگر تشہد اس میں نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ صورت عبادت نہ رہے گی اور دعائے استفتاح اور سورت کا چھوڑنا بھی صورت کے بدلنے میں موثر نہیں کیونکہ قیام اگرچہ فعل علوت کے مطابق ہے مگر اس میں الحمد پڑھنے سے علوت سے علیحدہ ہو گیا اسی طرح اخیر تشہد کی دعا اور قنوت کا جبر سجدہ سو سے کرنا بعید معلوم ہوتا ہے مگر صبح کی نماز میں قیام کا طول اسی قنوت کے سب سے شروع ہے تو اس کا حال ایسا ہوا جیسے جلسہ استراحت کہ وہ بھی بڑھانے اور التیمات پڑھنے سے پہلے تشہد کے لئے جلسہ ہو گیا ہے پس اگر دعائے قنوت نہ پڑھا جائے تو قیام لمبا علوت کے موافق رہ جائے گا جس میں کوئی ذکر واجب نہیں اور لمبے قیام

کی قید اس لئے لگادی کہ صبح کے سوا اور نمازیں اس میں داخل نہ ہوں اور ذکر واجب سے خالی ہونے کی قید اس لئے ہے کہ نماز کے اندر اصل قیام سے احتراز ہو جائے۔

سوال : سنتوں کا فرق فرضوں سے تو سمجھ میں آتا ہے کہ فرض اس کو کہتے ہیں جس کے جاتے رہنے سے نماز بھی جاتی رہے اور سنت کے جانے سے صحت فوت نہیں ہوئی یا یہ کہ فرض کے چھوڑنے پر عذاب ہوتا ہے اور سنت پر نہیں ہوتا مگر سنتوں کے آپس میں جدا ہونے اور کم و بیش ہونے سے کیا مراد ہے تمام سنتوں کا امر استحباب کے طور پر ہے اور کسی کے ترک سے عذاب نہیں ہے۔ اور تمام کو عمل میں لانے سے ثواب ہوتا ہے تو پھر فرق کیا ہوا؟

جواب : اگرچہ ثواب اور عذاب اور استحباب میں تمام سنتیں مشترک ہیں تو اس سے ان میں فرق دور نہ ہوگا اور ہم اسکو ایک مثل سے واضح کئے دیتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان کو جو مجود اور کامل کہتے ہیں تو وہی وجہ سے ہے۔

(1) امر باطن (2) اعضائے ظاہر۔ امر باطن تو حیات و روح ہے اور ظاہر کے اعضا معلوم ہی ہیں اور ان اعضا میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے انسان مٹ (مرا) جاتا ہے جیسے دل اور جگر اور دماغ اور دوسرے اعضا جن کے عدم سے حیات جاتی رہتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے زندگی تو نہیں جاتی مگر زندگی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے جیسے آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور بعض اعضا ایسے ہیں کہ ان سے زندگی فوت ہو نہ اس کے مقاصد مگر ان کے نہ ہونے سے خوبصورتی جاتی رہتی ہے جیسے بھونکیں اور واڑھی اور رنگ کی خوبی اور بعض ایسے ہیں کہ ان سے اصل خوبصورتی نہیں جاتی مگر کامل خوبی ہو جاتا ہے جیسے بھونکیں کا خمدار ہونا اور واڑھی اور پلکوں کا سیاہ ہونا اور اعضا کا تناسب اور رنگ کا سرخ و سفید ہونا غرضیکہ یہ درجات علیحدہ ہیں اسی طرح عبادت بھی ایک صورت ہے کہ شریعت نے اسے تیار فرمایا ہے اور اس صورت کا حامل کرنا ہمارے لئے عبادت مقرر ہوئی ہے اس صورت کی روح اور حیات باطنی تو خشوع اور نیت دل کا حاضر ہونا اور اخلاص ہے جیسا کہ آگے لکھا جائے گا اب اس جگہ ہم اس کے اجزائے ظاہری کا ذکر کر رہے ہیں۔

پس رکوع اور سجدہ اور قیام اور دوسرے فرائض بمنزلہ دل اور سر اور جگر کے ہیں اور ان کے نہ ہونے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور سنتیں جو ہم نے لکھی ہیں یعنی رفع یدین اور شروع کی دعا اور تشہد اول بمنزلہ دونوں ہاتھوں اور آنکھوں اور پاؤں کے ہیں اور ان کے نہ ہونے سے صحت تو نہیں جاتی جیسے ان اعضا کے نہ ہونے سے زندگی نہیں جاتی بلکہ انسان کی چھورت بری ہو جاتی ہے عوام کو اس سے نفرت ہوتی ہے اسی طرح جو شخص اسی قدر پر اکتفا کرے کہ نماز درست ہو جائے اور سنتیں بجا نہ لائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس ایک غلام تحفہ بھیجے کہ وہ زندہ تو ہو مگر اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوں اور استحباب جو سنتوں سے کم درجہ سے ہیں بمنزلہ حسن کے لوازم کے ہے جیسے بھونکیں اور واڑھی اور پلکیں اور رنگ کے خوبی بدن میں ہیں اور لطائف آداب یعنی ذکر وغیرہ جو ان سنتوں میں ہیں وہ حسن کامل بڑھانے والے ہیں جیسے امرو کا خمدار ہونا اور واڑھی کا گول ہونا وغیرہ۔

خلاصہ : نماز تیرے پاس ایک ذریعہ قرب اور تحفہ ہے جس سے تو حضرت شہنشاہ حقیقی کی جناب میں تقرب حاصل کرتا ہے جیسے کوئی شخص ونوی بادشاہ کی قربت کی طلب کے لئے اس کی بارگاہ میں غلام تحفہ بھیجتا ہے اور یہ نماز تیرا تحفہ اللہ عزوجل کے حضور میں پیش ہو کر بڑی پیشی کے دن پھر تجھے عطا ہو گا اب تجھے اختیار ہے چاہے اس کی صورت اچھی بنا خواہ بری اگر اچھی بنائے گا تو اپنے لئے ہے اگر بری بنائے گا تو بھی اپنے لئے اور تجھے یہ لائق نہیں کہ فقہ کی مہارت میں سے اسی پر اکتفاء کرے کہ فرض اور سنت کے درمیان فرق معلوم کرنے اور سنت کو سمجھ لے کہ اس کا نہ کرنا جائز ہے اور اس خیال سے اسے چھوڑ دے کیونکہ اگر ایسا کرے گا تو اس کی مثل ایسی ہوگی جیسے کوئی طبیب کے کہ آنکھ پھوڑ دینے سے انسان کا وجود نہیں جاتا مگر انسان کو اگر کوئی شخص ہدیہ کے طور بادشاہ کے یہاں پیش کر کے متوقع تقرب کا ہو تو یہ بات تو آنکھ کے جانے سے جاتی رہی۔

یہی حل سنتوں کا اور مستحبات کے فوت ہونے کا سمجھے کہ جو نماز کا رکوع اور سجدہ پورا نہ کرے گا تو اس کی اول دشمن وہی نماز ہوگی اور کہے گی کہ اللہ تعالیٰ تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھے برباد کیا چنانچہ نماز کے ارکان پورا کرنے کے باب میں ہم احادیث لکھ آئے ہیں ان کا مطالعہ کرو تاکہ ان باتوں کی وقعت معلوم ہو۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنا طویل تقریر کی ضرورت اصطلاحی الفاظ میں کمی کی وجہ سے پیش آئی ورنہ احناف کے مذہب کے مطابق مثلاً ان کی اصطلاح میں فرائض نماز وہ ہیں کہ جن کے ترک پر سرے سے نماز فاسد ہے خواہ سوا ہوں اور واجب وہ ہے جس کے سو سے ترک پر سجدہ سو ہے عدا ترک کرنے سے نماز فاسد اور سنتوں پر کوئی سجدہ نہیں۔ ۱۔

دل کے متعلق شرائط نماز : اس فصل میں ہم پہلے نماز کی وابستگی خشوع اور حضور دل کے ساتھ ذکر کریں گے پھر امور باطنی جن سے نماز کام ہوتی ہے کا بیان ہوگا ان کے بعد حدود اور اسباب اور تدبیرات کو لکھیں گے پھر ان امور کی تفصیل کریں گے جو ہر رکن کل میں نماز کے ارکان میں سے موجود ہونے چاہئیں۔ تاکہ نماز توشہ آخرت ہو جائے۔

شرائط خشوع و حضوری قلب : (احناف کے نزدیک خشوع و حضوری قلب نماز کے شرائط میں سے نہیں۔ ہاں یہ دونوں مستحسن ہیں کہ ان کی ادائیگی نماز کی روح ہے۔ (لوسی غفرلہ) واضح ہو کہ نماز میں خشوع اور حضور قلب شرط ہے اور اس پر چند دلائل قائم کئے جا رہے ہیں۔ قرآن مجید۔

(۱) وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (پ ۱۶ ط ۱۴) اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ (کنز الایمان) الفاظ امر سے بظاہر وجوب سمجھا جاتا ہے یعنی حضور دل کا ہونا واجب ہے۔ اور غفلت ذکر کی ضد ہے تو جو شخص اپنی ساری نماز میں غافل رہے وہ نماز ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی یاد پر کیسے ہوگا۔

(۲) وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ۔ اور غفلت والوں سے نہ ہو۔ اس میں نہی کا صیغہ ہے جو بظاہر غفلت کی

اعراف ۲۵

مفسدات نماز

بھول کر یا قصد کسی سے بات کرنا کسی کو قصد یا سوا سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کسی کی چھینک کا جواب دینا امام کی بھول پر بیٹھ جا کر یا ہوں کہنا اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف، قصد جواب پڑھنا اور اگر قصد جواب نہ ہو تو حرج نہیں۔ اپنے امام کے سوا دوسرے کو قصد دینا درود یا مصیبت کی وجہ سے آہ، اف وغیرہ کہنا اور اگر بے اختیار مریض وغیرہ سے آہ، اود نکل معاف ہے۔ نماز پوری ہونے سے پہلے قصد سلام پھیرنا اگر بھول کر پھیر دیا تو حرج نہیں نماز پوری کر کے سجدہ سو کر لے۔ نماز میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا اچھی بری خبر سن کر کچھ کہنا قرات یا اذکار نماز میں سخت غلطی کرنا کچھ کھانا پینا ہاں دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی اس کو نکل گیا اگر چنے کے برابر ہے نماز قصد ہو گئی اور اگر چنے سے کم ہے تو فاسد نہ ہوئی مکروہ ہوئی۔ بلاغذر سینہ کو قبلہ سے پھیرنا بچہ کا عورت کی چھاتی چوسنا اور دودھ نکل آنا عورت نماز میں تھی مرد کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا۔ ان مفسدات میں سے کسی مفسد کے ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لہذا خیال رکھے۔

مکروہات نماز

سکپہ ۲ سیٹھا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین اوچی کلائی سے زیادہ چڑھا لینا شدت کا پاخانہ یا پیشاب معلوم ہوتے وقت یا غلبہ ریح کے وقت نماز پڑھنا۔ انگلیاں چٹکانا انگلیوں کی قینچی پاندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا اور ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا جس کپڑے پر جائداد کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا نمازی کے آگے یا دابھے یا منی یا سر پر تصویر کا ہونا۔ اللہ قرآن مجید پڑھنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود وغیرہ میں جاننا۔ قبر کا سامنے ہونا اس طرح کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اگر بقدر سترہ کوئی چیز حائل ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبر دائیں یا بائیں ہے تو کچھ کراہت نہیں۔ ان مکروہات میں سے کسی مکروہ کے ہونے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے لہذا ان سے اجتناب کر لے۔

نماز توڑنے کے اعذار

سانپ وغیرہ کے مارنے کے لئے جبکہ ایذا کا اندیشہ ہو۔ کوئی جانور بھاگ گیا اس کے پکڑنے کے لئے۔ نقصان کا خوف ہو مثلاً دودھ اٹل جائے گا۔ گوشت ترکاری روٹی جل جائے گی۔ چور کوئی چیز اٹھا کر لے بھاگے گاڑی چھوٹ رہی ہو۔ اجنبی عورت نے چھو دیا ہو۔ پیشاب پاخانہ کی شدید حاجت ہو۔ کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو، آگ میں جل رہا ہو۔ یا اندھا راہ گیر وغیرہ کو گیس میں گرا چاہتا ہوں ان سب صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے بلکہ پچھلی صورتوں میں واجب ہے جبکہ پچھلے پر قادر ہو۔

سجدہ سو کا بیان

جب نماز کا کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا کسی فرض کو کمر کیا جائے مثلاً رکوع دو مرتبہ کرے نماز کے فرض یا واجب میں زیادتی ہو جائے مثلاً قعدہ اول میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدہ سو لازم ہے۔ امام کے سو سے مقتدی کو بھی سجدہ سو کرنا ہو گا لیکن اگر مقتدی سے سو ہو جائے تو مقتدی کو سجدہ سو لازم نہیں کیونکہ وہ امام کے تابع ہے۔ امام سو کرنے لگے تو مقتدی سبحان اللہ

چنانچہ فقہاء نے انما الشفعة فیما لم تقسم (بیشک انہیں اشیاء میں ہے جو تقسیم نہ ہوں) سے بھی حصر اور اثبات اور نفی سمجھا ہے اور فرمایا کہ نماز برائی اور بخش سے باز نہ رکھے تو وہ نماز اللہ تعالیٰ سے دوری میں اضافہ کرے گی اور ظاہر ہے کہ غافل کی نماز بخش اور برائی سے مانع نہیں۔

(2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے نماز میں کھڑے ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی نماز سے ان کو حصہ صرف دکھ درد اور مشقت ہی ہے اور اس سے بجز غافلوں کے اور کوئی مراد نہیں۔

(3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کے لئے اس کی نماز میں سے اسی قدر ہے جس قدر کو وہ سمجھے۔

فائدہ : اس میں تحقیق یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اور جو کلام غفلت کے ساتھ ہو وہ یقیناً مناجات نہ ہوگی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ سے اگر بالفرض انسان غافل ہو جائے تو وہ بذات خود شہوت کے مخالف اور نفس پر سخت ہے اسی طرح روزہ قوتوں کو دبانے والا اور اس خواہش نفس کا توڑنے والا ہے جو دشمن خدا ابلیس کا آلہ ہے تو ممکن ہے کہ روزہ سے اگر غفلت بھی ہوتا ہم اس کا مقصود اصل ہو جائے، یہی حل حج کا ہے اور اس کے افعال شائق اور سخت ہیں اور ان میں اتنی محنت ہے کہ جن سے انسان کا امتحان ہو جاتا ہے خواہ اس کے اعمال کے وقت دل حاضر ہو یا نہ لیکن نماز میں بجز ذکر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اس سے خطاب اور ہم کلامی مقصود ہے یا نقطہ حروف و آواز کا نکالنا زبان کے عمل کے امتحان کے طور پر مطلوب ہے جیسے معدہ اور شرم گاہ کا امتحان روزہ میں روکنے سے کیا جاتا ہے اور بدن کا امتحان حج کی مشقتیں اٹھانے اور دل کا امتحان زکوٰۃ نکالنے اور مل محبوب کو جدا کرنے کی مشقت سے ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ذکر سے یہ مقصود سمجھنا کہ زبان سے حروف و آواز کا امتحان ہے باطل ہے اس لئے کہ غافل پر بکواسات سے زبان کا ہلانا نہایت سہل ہے پس عمل کے اعتبار سے ذکر میں کوئی امتحان نہیں بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ ذکر نطق ہے اور اسی صورت میں ہوگا کہ مافی الضمیر کو ظاہر کرے اور مافی الضمیر کو ظاہر کرنا حضور قلب کے بنسیر حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر دل غافل ہو اور اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھے راہ پر چلا) زبان سے جاری کیا تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔ پس جس صورت میں ذکر سے عاجزی اور دعا کا ہونا مقصود نہ ہو تو غفلت کیساتھ زبان ہلانے میں کوئی مشقت اٹھانی پڑے گی۔ خصوصاً عادت پڑنے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی بلکہ میں (غزالی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص کا شکر کروں گا اور اس کی تعریف کروں گا اور اس سے کسی ضرورت کا سوال کروں گا پھر یہ باتیں جن پر

کہہ کر امام کو یاد دلائے۔ اگر امام سو سے لوٹ آئے تو بہتر درجہ مقتدی امام کی اتباع کرے اور آخر میں امام کے ساتھ سجدہ سو کرے۔

سجدہ سو کا طریقہ۔ قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے اس کے بعد پھر تشہد درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

مزید مسائل نماز وغیرہ کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ کیجئے۔ نیز تحقیق و تفصیل فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

قسم کھائی ہے خواب میں اس کی زبان پر جاری ہو جائیں۔ تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اگر بالفرض یہ الفاظ اس کی زبان پر اندھیرے میں جاری ہوں اور وہ شخص بھی موجود ہو مگر کہنے والے کو اس کا موجود ہونا معلوم نہ ہو وہ اسے دیکھتا ہو تب بھی قسم میں سچا نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا کلام اس شخص سے نہیں ہوگا اور نہ اپنے دلی بات اس کیساتھ کرے گا جب تک کہ وہ اس کے دل میں حاضر نہ ہو پس اگر اسی طرح دن کی روشنی میں یہ کلمات اس کی زبان پر جاری ہوں مگر یہ شخص کسی فکر میں مستغرق ہونے کی وجہ سے ان کلمات سے غافل ہو۔ اور اس کا ارادہ ان کلمات کے بولنے کے وقت اس شخص سے خطاب کرنے کا نہ ہو تب بھی اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اس میں شک نہیں کہ قرأت اور ذکر سے مقصود اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اسکے سامنے تضرع اور دعا ہے اور جس سے خطاب چاہئے وہ ذات پاک جل جلالہ ہے تو جس صورت میں کہ حجاب غفلت دل پر پڑا رہے گا اور اپنے مخاطب کو نہ دیکھتا ہوگا اس کے سامنے ہوگا تو ضروری ہے کہ مخاطب سے غافل ہوگا اور علوت کی وجہ سے اس کی زبان چلتی ہوگی ظاہر ہے کہ ایسا شخص نماز کے مقصود یعنی دل کی جلا اور ذکر الہی کی تجدید عقد ایمان کی پختگی سے بہت دور ہوگا یہ حکم قرأت اور ذکر کا حکم ہے۔

فائدہ : گفتگو میں اس خاصیت کے انکار کرنے کی اور اسے فعل سے جدا کر دینے کی کوئی سبیل نہیں اور رکوع اور سجدہ سے یقیناً تعظیم مقصود ہے اور اگر یہ بات درست ہو کہ انسان اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے غافل ہو یا کسی دیوار کی تعظیم کرے جو اس کے سامنے ہے اور اسے اس سے غفلت ہو اور جب رکوع اور سجدہ تعظیم سے خالی ہوں تو صرف پشت اور سر کی حرکت رہ گئی اور اس میں اتنی دشواری نہیں جس سے امتحان مقصود ہو یا اس کو دین کا رکن کہا جائے اور کفر اور اسلام کا فرق قرار دیا جائے اور حج تمام عبادات سے مقدم کیا جائے اور خاص اس کے ترک سے قتل واجب ہو اور ہمیں معلوم نہیں ہو کہ تمام عظمت نماز کے اندر صرف اس کے اعمال ظاہری کی وجہ سے ہو ہاں اگر مناجات کا مقصود اس پر زائد کیا جائے تو یہ ایسا امر ہے کہ روزہ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے بڑھ کر ہے بلکہ اضمیہ اور قربانی جو اللہ تعالیٰ نے نقصان مل کا مجلدہ نفس کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس کے متعلق ارشاد ہے۔ لَنْ يَنْتَهِىَ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَنْتَهِىَ النَّفْسَ مِنْكُمْ (پ 17 الحج 37) اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون۔ ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس میں تقویٰ سے وہ ضعیف مرلو ہے جو دل کے اوپر غالب ہو کر اسے مثل امر کا موجب ہو اور وہی مطلوب ہے تو نماز میں وہ کسے نہ ہوگی۔ اس کے افضل سے تو کچھ غرض ہی نہیں تو معنی کے رو سے فرض ہے۔ یہ بات حضور قلب کی شرط ہونے پر دال ہیں۔

سوال : آپ نے جو حضور قلب کو نماز کی صحت میں شرط کر دیا اور بغیر اس کے نماز کے بطلان کا حکم دیا تو اس میں آپ نے تمام فقہاء کے خلاف کیا کہ انہوں نے حضور قلب کو نماز کی صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت شرط کیا ہے؟

جواب : باب العلم میں گزر چکا ہے کہ فقہاء باطن میں تصرف نہیں کرتے اور نہ دل چیر کر باطن کا احوال جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ہی طریقہ آخرت میں تصرف کرتے ہیں بلکہ ان کی جدوجہد دین کے احکام کی بنا اعضاء کے ظاہر احوال پر ہوتی ہے اور ظاہر اعمال قتل کے ساقط ہونے اور سلطان کے یہاں کی سزا سے محفوظ رہنے کو کافی ہے رہی یہ بات کہ یہ اعمال آخرت میں کارآمد ہوں تو یہ امر فقہ کے حدود سے خارج ہے۔ علاوہ ازیں حضور قلب کے بغیر اعمال کے کمال پر اجماع کا دعویٰ نہیں بلکہ یہ ایک باطنی اور روحانی مسئلہ ہے۔ ا۔

نماز میں حضور قلب کے دلائل

(1) بشر بن حارث سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالب مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو خشوع نہ کرے اس کی نماز فاسد ہے۔

(2) حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو۔ وہ عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔

(3) حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جو نماز میں ہو اور قصداً خیال کرے کہ اس کے داہنے اور بائیں کون ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

(4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ نماز پڑھتا ہے اس کے لئے نماز کا چھٹا حصہ اور دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا صرف اس قدر لکھا جاتا ہے جس قدر اس میں سے سمجھتا ہے۔

فائدہ : یہ امر اگر کسی امام سے منقول ہوتا تو مذہب ٹھہرا لیا جاتا تو اب اس پر تمسک کیسے کیا جائے لیکن یہ تو حدیث شریف ہے اس سے وہی ثابت ہوگا کہ حضور قلب نماز کی ایک بہتر شرط ہے۔

(5) عبدالواحد بن زید نے فرمایا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ بندے کو اس کی نماز میں سے اسی قدر ملے گا جس قدر کہ اس نے اس میں سے سمجھا ہے انہوں نے مسئلہ حضور قلب کو اجماع ہی ٹھہرا دیا اور اس قسم کی باتیں جو متقی فقہاء اور علمائے آخرت سے منقول ہیں خارج از شمار ہیں۔

فائدہ : حق یہی ہے کہ شرعی دلائل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اخبار اور آثار سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور قلب شرط ہے لیکن فتویٰ کا مقام احکام ظاہری میں عوام کے تصور کے موافق ٹھہرا لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ممکن نہیں کہ عوام پر تمام نماز میں دل کا حاضر ہونا شرط کر دیا جائے اس لئے کہ اس سے بجز تھوڑے بزرگوں کے لوگ عاجز ہیں اور جبکہ نماز میں شرط کرنا ممکن نہ ہوا تو لازماً اسے اس طرح شرط کرنا پڑا کہ ایک لمحہ لفظ حضور قلب

* جس سے فقہ کو کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی فقہاء اس کے درپے ہوتے ہیں۔ (لوہی غفرلہ)

اس پر صلوٰۃ آئے اور تمام لمحات کی بہ نسبت اللہ اکبر کہنے کا لمحہ اس شرط کے لئے انسب تھا اسی لئے حکم دینے میں اسی قدر حضور قلب پر اکتفا کیا گیا بلکہ جو اس کے ہمیں توقع ہے کہ جو نماز اپنی تمام نماز میں غافل رہے اس کا حال اس شخص جیسا نہ ہوگا جو بالکل نماز ہی نہ پڑھے اس لئے کہ غافل نے کچھ تو فعل کا بظاہر اتمام کیا اور دل کو ایک لمحہ حاضر کیا اور یہ کیسے نہ ہوگا حالانکہ جو بے وضو ہو کر بھولے سے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل ہے مگر اس کو کسی قدر ثواب بموافق فعل اور عذر کے ہوگا۔ لیکن اس توقع کے ساتھ یہ بھی خوف ہے کہ کہیں غافل کا حال تاریک نماز کی بہ نسبت بدتر نہ کیونکہ جو شخص خدمت کو حاضر ہو کر حضور میں سستی کرے اور غافلوں اور حقارت کرنے والوں کے کوئی بات منہ سے نکلے اس کا حال اس شخص کی بہ نسبت برا ہوگا جو خدمت ہی نہ کرے اور جبکہ اسباب خوف و رجا کے ایک دوسرے کے مقلیل ہوئے اور معاملہ فی نفسہ خطرناک ہے تو اب تمہیں اس کے بعد احتیاط اور سستی کرنے میں اختیار ہے بلکہ جو اس کے فتناء جو نماز کے جواز کا حکم (غفلت کے ہوتے ہوئے) دیتے ہیں ان کے خلاف حکم نہیں دے سکتے اس لئے کہ مفتی کو یہ حکم مجبوراً دینا ہی پڑتا ہے جیسے پہلے مذکور ہوا اور جو شخص نماز کے راز سے واقف ہو اسے معلوم ہو جائے گا کہ غفلت نماز کو مضر ہے مگر چونکہ ہم باب قواعد العقائد میں علم باطن اور ظاہر کے فرق کے بیان میں لکھ آئے ہیں کہ اسرار شریعت میں سے جو منکشف ہوتے ہیں ان کی تصریح کا مانع ایک یہ ہے کہ عوام ان کے فہم سے قاصر ہے لہذا ہم اس بحث سے اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں کہ اس قدر بھی طالب آخرت کے لئے کافی ہے جو شخص جدل کرنے والا ہے اس سے ہم کلام گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔

خلاصہ : اس تقریر کا یہ ہے کہ حضور قلب نماز کی روح ہے اور کم از کم اتنا مقدار کہ جس سے یہ روح باقی رہے اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور قلب کا ہونا ضروری ہے اور اس قدر سے بھی اگر کم ہوگا تو بہت تباہی ہے اور جس قدر اس سے زیادہ حضور قلب ہوگا اسی قدر نماز کے اجزاء ہیں روح پھیلے گی۔ مثلاً جو زندہ ایسا ہو کہ اس میں حرکت نہ ہو وہ مردہ کے قریب ہے جو شخص اپنی تمام نماز میں غافل رہے صرف اللہ اکبر کہنے کے وقت حضور قلب ہوا اس کی نماز اس زندہ جیسی ہے جس میں حرکت نہ ہو اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ غفلت سے ہمیں پناہ دے اور حضور قلب میسر ہونے میں ہماری مدد فرمائے۔ (آمین) بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

باطنی امور جو تکمیل نماز کا ذریعہ ہیں : ان امور کے لئے بہت سے الفاظ ہیں مگر چھ الفاظ ان سب کے جامع ہیں جن کی تفصیل مع اسباب اور علاج ہم یہاں لکھتے ہیں۔

(1) حضور قلب۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس کام کو انسان کر رہا ہے یا جس کلام کو بول رہا ہے اس کے سوا دوسری اشیاء سے دل فارغ ہو یعنی دل کو فعل اور قول دونوں کا علم ہو اور دونوں کے سوا اور کسی چیز میں فکر نہ ہو۔ اور جب انسان کی فکر جس کام میں کہ وہ مشغول ہے اس سے دوسری طرف نہ جائے اور اس کام کی یاد دل میں ہو اور اس کی کسی چیز سے غفلت نہ ہو تو اسے حضور قلب حاصل ہوگا۔

(2) فہم یعنی کلام کا معنی سمجھنا اور یہ حضور قلب کے سوا دوسرا امر ہے اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دل الفاظ کے ساتھ حاضر ہوتا ہے لیکن ان کے معانی کے ساتھ حاضر نہیں ہوتا تو ہمارا مقصد فہم سے دل میں معنی لفظ کا علم ہونا ہے اور اس میں لوگ مختلف ہوتے ہیں کیونکہ قرآن اور تیسحات کے معنی سمجھنے میں تمام لوگ برابر نہیں ہوتے اور بہت سے لطیف معانی ایسے ہوتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں ان کو سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ اس کے دل میں پہلے کبھی نہ گزرے تھے اسی وجہ سے نماز فحش اور برائی سے منع کرتی ہے یعنی ایسی باتیں بتاتی ہے کہ وہ برائی سے خواہ مخواہ منع ہوں۔

(3) تعظیم جو حضور قلب اور فہم کے علاوہ ہے کیونکہ انسان اپنے غلام سے کوئی بات کرتا ہے اور دل بھی اس کا حاضر ہوتا ہے۔ اپنے کلام کا معنی سمجھتا ہے مگر غلام کی تعظیم نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ تعظیم حضور دل اور فہم سے بڑھ کر ہے۔

(4) ہیبت یہ تعظیم سے بڑھ کر ہے ہیبت اس خوف کو کہتے ہیں جس کا منشاء تعظیم ہو کیونکہ جس کو بالکل خوف نہ ہو اس کو ہیبت زدہ نہیں کہتے۔ مثلاً بچھو اور غلام کی بد خلقی اور دوسری اس جیسی ادنی چیزوں سے ڈرنے کو ہیبت نہیں کہتے بلکہ بڑے بادشاہ سے خوف کرنے کو ہیبت کہتے ہیں ثابت ہوا کہ ہیبت وہی خوف ہے جو احلال اور تعظیم کی وجہ سے پیدا ہو۔

(5) رجاء اس میں شک نہیں یہ ان سابقہ امور کے علاوہ ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ کسی بادشاہ کی تعظیم کرتے ہیں اس کے دبدبہ سے ڈرتے ہیں مگر ان سے توقع نہیں رکھتے۔

فائدہ : انسان کو چاہئے کہ اپنی نماز سے اللہ تعالیٰ کے ثواب کی توقع رکھے جیسے کہ گناہ سے اس کے عذاب کا خوف کرتا ہے۔

(6) حیا یہ ان پانچوں مذکورہ سے علیحدہ ہے کیونکہ اس کا منشاء اپنی خطا پر واقف ہونا اور اپنے قصور کا وہم دل پر گزرتا ہے تو تعظیم اور خوف اور رجاء ایسے ہو سکتے ہیں جن میں حیا نہ ہو اگر تقصیر کا وہم اور گناہ کے ارتکاب کا خیال نہ ہو تو ظاہر ہے کہ حیا نہ ہوگی نتیجہ نکلا کہ ان چھٹوں باتوں سے نماز کی روح مکمل ہوتی ہے۔

مذکور بالا امور کے اسباب

(1) حضور دل کا سبب ہمت ہے اس لئے کہ انسان کا دل اس کی ہمت کا تابع ہوتا ہے اور ہمت ہم سے مشتق ہے جس کا معنی فکر ہے تو جو بات انسان کو فکر میں ڈالتی ہے اس میں دل حاضر ہوتا ہے اور یہ بات انسان کی سرشت میں ہے کہ فکر والے کام میں دل خواہ مخواہ حاضر رہتا ہے اور نماز میں اگر دل حاضر نہ ہو تو بے کار نہ رہے گا بلکہ دنیا کے امور میں سے جس بات میں انسان کی ہمت یعنی فکر مصروف ہوگی اسی میں دل موجود ہوگا پس نماز میں دل کے

حاضر کرنے کا کوئی حیلہ اور علاج نہیں بجز اس کے کہ ہمت کو نماز کی طرح پھیرا جائے اور ہمت نماز کی طرف نہ پھرے گی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ اصلی غرض اسی سے متعلق ہے یعنی اس بات کا یقین اور تصدیق کرنا کہ آخرت بہتر اور پائیدار اور غرض اصلی ہے اور نماز اس غرض کے حصول کا ذریعہ۔ پس جب اسے دنیا اور اس کے مہمت کے حقیر جاننے کے ساتھ ملاؤ تو ان دونوں کے مجموعہ سے نماز میں حضور قلب حاصل ہو گا جب تم کسی حاکم کے پاس جاتے ہو جو تمہارا نہ نفع کر سکے نہ ضرر تو اس وقت اس جیسا خیال سوچنے پر دل حاضر ہو جاتا ہے تو اگر شہنشاہ حقیقی کی مناجات کے وقت جس کے قبضہ قدرت میں ملک اور ملکوت اور نفع اور نقصان ہے تمہارا دل حاضر نہ ہوتا ہو تو اس کا سبب بجز اپنے ایمان کے ضعف کے اور کچھ گمان نہ کرنا اور اس صورت میں تمہیں اپنے ایمان کی تقویت میں کوشش کرنی چاہئے اور اس کا طریقہ کامل طور پر دوسری جگہ بیان کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(2) فہم اس کا سبب بعد حضور دل کے فکر دائم رکھنا اور ذہن کو معنی کے اور اک کی طرف پھیرنا۔ اس کی تدبیر وہی ہے جو دل کے حاضر ہونے کے ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ہو کہ فکر پہ متوجہ ہونا اور جو وسوسے کہ دل کو مشغول کر دیں ان کے دور کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہئے اور اس فہم کے دسلوس کے دفعیہ کا علاج یہ ہے کہ ان کا تمام مواد قطع کر دے یعنی جن چیزوں کی طرف دسلوس دوڑتے ہوں ان میں سے کوئی اپنے پاس نہ رکھے اور جب تک یہ مواد دور نہ ہوں گے اس وقت تک وسوسے نہ جائیں گے کیونکہ جو شخص کسی شے کو چاہتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اسی لئے محبوب شے کا ذکر یقیناً دل پر ہجوم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت رکھتا ہے اس کی کوئی نماز دسلوس سے خالی نہیں ہوتی اور تعظیم و چیزوں کے جاننے کے سب سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کا پہچانا جو اصل ایمان ہے کیونکہ جو شخص اس کی عظمت کا معقد نہ ہو گا اس کا نفس اس کی عظمت کے سامنے نہ جھکے گا۔

(2) نفس کی حقارت و خست کا پہچانا اور اسے اپنا مسخر غلام اور مملوک سمجھنا ان دو باتوں کے جاننے سے عاجزی و انکسار اور اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرنا پیدا ہوتا ہے جسے تعظیم کہتے ہیں اور جب تک کہ نفس کی حقارت کی معرفت اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت سے حاصل نہیں ہوتی تب تک تعظیم اور خشوع کی حالت منتظم نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص غیر سے مستغنی اور اپنے نفس پر ماموں ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کی صفت جان لے مگر خشوع اس کو نہ ہوا اس لئے کہ دوسری بات یعنی نفس کی حقارت اور اس کا محتاج ہونا اس کے علم کا ضمیمہ نہیں ہوا اور ہیبت اور خوف نفس کی حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سطوت اور اس کی خواہش کے نافذ ہونے اور کم پروا کرنے کے علم سے پیدا ہوتی ہے یعنی یوں سمجھئے کہ اگر اللہ تعالیٰ اگلوں، پچھلوں، تمام کو ہلاک کر دے تو اس کے ملک میں ذرہ بھر کمی نہ ہوگی اور اس کے ساتھ ہی وہ باتیں دیکھے جو انبیاء و اولیاء پر مصیبتیں اور طرح طرح کی بلائیں آئیں بلو جو دیکھ ان کے دور کرنے پر قادر تھے اور سلاطین کا حال اس کے خلاف ہے۔ (غرضیکہ جتنا اللہ تعالیٰ کا علم انسان کو زائد ہو گا اتنا ہی خوف اور ہیبت زیادہ ہوگی۔) (جلد چہارم منجیات میں عنقریب باب خوف میں اس کے اسباب مذکور ہوں گے۔ ان شاء اللہ)

رجا کا سبب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور انعام عظیم اور صفت کے لطائف کو پہچانے اور نماز کے باعث جو اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ کو سچا جانے، جب وعدہ پر یقین اور اس کے لطف کی معرفت حاصل ہوگی تو ان دونوں کے مجموعہ سے رجا پیدا ہوتی ہے کہ عبادت میں اپنے آپ کو قصور وار سمجھے اور یقین جانے کہ اللہ تعالیٰ کا جتنا حق ہے اس کی بجا آوری سے میں عاجز ہوں اور اسے اپنے نفس کے عیب اور اس کی آفتوں کے پہچانے اور اس کی قلت اخلاص اور جنت باطن اور تمام افعال میں فائدے پر راغب ہونے کے خیال کرنے سے تقویت کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کا جلال کون سی عظمت کا مستغنی اور یہ کہ وہ باطن اور دل کی واردات پر خواہ کتنے ہی باریک اور مخفی ہوں مطلع ہے خلاصہ یہ کہ جب یہ معرفتیں حاصل ہوں گی یقیناً ایک حالت پیدا ہوگی جس کو حیا کہتے ہیں ان چھٹوں صفت کے اسباب یہی تھے جو مذکور ہوئے جس صفت کی طلب منظور ہو اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے سبب کو پیدا کرنا چاہئے کیونکہ سبب کے معلوم کرنے سے علاج خود معلوم ہو جاتا ہے اور ان تمام اسباب کا رابطہ ایمان و یقین ہے یعنی یہی معرفتیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یقین ہو جائے کہ ان میں کسی طرح کا بھی شک نہ رہے اور دل پر غالب ہو جائیں اور یقین کا معنی شک نہ رہے اور دل پر مسلط ہونے کے بارے میں باب العلم میں ہم لکھ چکے ہیں یہ جس قدر غالب ہوتا ہے اسی قدر دل خشوع کرتا ہے اور اسی وجہ سے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو گویا وہ ہمیں نہیں جانتے اور نہ ہم آپ کو جانتے ہیں۔

فائدہ : مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ جب تو میرا ذکر کرے تو یوں ہو کہ اپنے اعضاء کی خبر نہ ہو اور میرے ذکر کے وقت خشوع اور اطمینان سے ہو اور جب میرا ذکر کرو تب اپنی زبان اپنے دل کے ساتھ لگا دے اور جب میرے سامنے کھڑا ہو تو عاجز بندے کی طرح ہو اور مجھ سے مناجات زبان صادق اور دل خائف کے ساتھ کرو مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اپنی امت کے گناہ گاروں سے کہہ دیں کہ وہ میرا ذکر نہ کریں کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے رکھی ہے کہ جو کوئی میرا ذکر کرے گا تو میں اس کا ذکر کروں گا۔ پس اگر وہ ہمارا ذکر کریں گے تو میں ان کا ذکر لعنت کے ساتھ کروں گا یہ حال گناہگار کا ہے جو غافل نہ ہو اور اگر غفلت اور معصیت دونوں جمع ہو جائیں تو پھر کیا حال ہوگا اور جن امور کو ہم نے لکھا ہے ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے انسان کی کئی قسمیں ہو گئیں بعض تو ایسے غافل ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں مگر حضور قلب لمحہ بھر بھی نہیں ہوتا بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نماز پوری پڑھتے ہیں اور ایک لمحہ بھی ان کا دار غائب نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ایسے منتظر ہو کر نماز پڑھتے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی حل گزر جائے۔ انہیں کوئی خبر نہیں ہوتی۔

حکایت : مسلم بن یسار کو مسجد کے ستون گرنے اور اس کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔

فائدہ : بعض اکابر دین اسلام صالحین مدت تک جماعت میں حاضر ہوئے مگر کبھی نہ پہچانا کہ داہنی طرف کون ہے اور بائیں طرف کون۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کے جوش کی آواز دو میل کے فاصلہ پر سنائی دیتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ نماز کے وقت ان کے چہرے زرد ہو جاتے اور شانے تھراتے تھے۔

فائدہ : ایسے امور کا ہونا کچھ بعید بھی نہیں بلکہ ان سے کئی گنا زیادہ دنیا داروں کے انکار اور بادشاہان وقت کے خوف سے مشاہدات ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ عاجز اور ضعیف ہیں اور جو کچھ ان سے ملتا ہے وہ بھی حقیر و خفیف یہاں تک کہ کوئی کسی بادشاہ یا وزیر کے پاس جا کر کسی مقدمہ میں بات کر کے چلا آتا ہے اس سے اسے اتنی مہلت کہیں تھی کہ اس کے لباس یا ارد گرد کے لوگوں کو دیکھے اور چونکہ ہر شخص کو اپنے اعمال میں مختلف مراتب ملیں گے تو نماز کا ہر ایک مرتبہ اسی قدر ہوگا جتنا خوف اور خشوع اور تعظیم نمازی نے کی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے ظاہر کے حرکات نہیں اسی لئے بعض صحابہ نے فرمایا ہے کہ انسان قیامت میں اس صورت پر اٹھیں گے جو ان کی شکل نماز میں ہوگی۔

فائدہ : انہوں نے جو فرمایا صحیح فرمایا کیونکہ انسان کا حشر اس عمل پر ہوگا جس پر وہ مرے گا اور اس حل پر اٹھے گا جس پر وہ زندہ۔

سوال : انسان کے دل کے حل کی رعایت کیوں کی جائے گی جسم ظاہری کے حل کا لحاظ کیوں نہ ہوگا۔

جواب : قلوب کے صفات ہی سے دار آخرت میں صورتیں ڈھالی جائیں گی اور نجات اسی کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں دل سالم لیکر جائے گا۔ اللہ اپنے لطف و کرم سے توفیق بخش۔ (آمین بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور کی قلت کیلئے مفید تدابیر : مومن کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے والا اور اس سے ڈرنے والا اور اسکی رحمت کی امید رکھنے والا اور اپنی تعمیر سے تلام ہو یعنی ایمان کے بعد جسم کے احوال سے دل کا حل جداگانہ ہو اگرچہ اعضا کی قوت اس کے یقین کی قوت کے بعد ہوگی پس نماز میں ان حالات کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہوگا فکر پر آگندہ ہو اور دھیان دوسری طرف ہو اور دل مناجات میں حاضر نہ ہو اور نماز سے غفلت انہیں دسوس کی وجہ سے ہوتی ہے جو دل پر وارد ہو کر اسے مشغول کر دیتے ہیں اس صورت میں حضور قلب کی تدبیر یہی ہے کہ ان دسوس کو دور کیا جائے اور جب دسوس دور ہوتا ہے تب اس کا سبب دور ہوگا۔

فائدہ : خواطر کے سبب معلوم کرنے چاہئیں۔ ان کے ورود کا سبب یا تو امر خارجی ہوتا ہے یا کوئی امر ذاتی مخفی ہوتا ہے امر خارجی وہ چیزیں ہیں جو کان اور آنکھ پر پڑتی ہیں یہ بھی بعض اوقات فکر کو اچٹ کر دیتی ہیں یہاں تک کہ حکمران اشیاء کے درپے ہو کر ان میں تعریف کرتا ہے اور ان سے دیگر اشیاء کی طرف کھج جاتا ہے اسی طرح اور سلسلہ بندہ جاتا ہے کہ اول بینائی فکر کا سبب ہوئی پھر یہ فکر دوسری فکر کا سبب ہوئی علیٰ ہذا القیاس جس شخص کا مرتبہ اور

ہمت علی ہو اس کے حواس کے سامنے کچھ گزرنا اس کو غافل کرنا مگر ضعیف انسان کا فکر ضرور پر آگندہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ان اسباب کو قطع کرے اس طرح کہ آنکھیں بند کرے یا اندھیرے مکان میں نماز پڑھے یا سامنے کوئی ایسی چیز نہ رکھے جس میں حواس مشغول ہوں اور نماز کے وقت دیوار کے قریب رہے تاکہ دیکھنے کی مسافت پھیلنے نہ پائے اور راستوں پر اور نقش و نگار کی جگہ میں اور رنگین فرشوں پر نماز پڑھنے سے احتراز کرے یہی وجہ ہے کہ عابد لوگ چھوٹے سے حجرہ میں نماز پڑھتے تھے کہ صرف سجدہ کی گنجائش ہو سکے تاکہ فکر مجتمع رہے اور کوئی ایک لوگ مسجدوں میں حاضر ہو کر اپنی آنکھیں نیچی کر لیتے تھے اور نظر کو سجدہ کے مقام سے آگے نہ بڑھنے دیتے تھے اور نماز کا مکمل اس میں سمجھتے تھے کہ یہ نہ جانیں کہ داہنے پر کون ہے اور بائیں پر کون۔

قائدہ : حضرت ابن عمر سجدہ میں اپنے آگے نہ تلوار رکھنے دیتے تھے نہ کلام مجید اگر کوئی شے آگے پاتے تو اسے ہٹا دیتے یاد رہے کہ دسوس کے اسباب باطنی سخت تر ہیں اس لئے کہ جس شخص کے افکار دنیا کے معاملات میں پھیل جاتے ہیں اس کا فکر ایک فن میں منحصر نہیں رہتا بلکہ ایک جانب سے دوری آتا جاتا رہتا ہے اور آنکھوں کا نیچا کرنا اس کو کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو بات دل پر پہلے سے پڑ گئی ہے وہی مشغول رکھنے کو کافی ہے تو باطنی دوسوہ دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو زبردستی اس بات پر لائے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کے سمجھنے میں لگا رہے کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو اور اس پر حضور قلبی کی اعانت ہوگی۔ اگر اس کی تیاری نیت باندھنے سے پہلے کر لے اس طرح کہ از سر نو نفس کو آخرت کی یاد دلائے اور مناجات کا موقف اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کا خطرہ اور موت کے بعد کے احوال اس کے سامنے پیش کرے اور دل کو نیت سے پہلے تمام فکر کی چیزوں سے خالی کر لے اور کوئی ایسا شغل ایسا نہ چھوڑے جس طرف دل متوجہ ہو۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی شیبہ کو فرمایا۔ انی نسبت اقول لک ان نحمر القدر الذی فی البیت فانہ لا ینبغی ان یکون فی البیت شئی یشغل الناس عن صلواتہم ترجمہ۔ تجھ سے کہنا بھول گیا کہ گھر میں جو ہانڈی ہے اسے ڈھانپ اس لئے کہ گھر میں کوئی ایسی شے نہیں ہونی چاہئے جو نماز سے روکے۔ فکرات کے سکون کا یہی طریقہ ہے اور اگر اس تدبیر سے فکرات کا جوش ساکن نہ ہو تو نجات کی سہیل بجز سہل کے اور کوئی نہیں جو کہ مرض کے مادہ کو رگوں کی جڑ میں سے نکال پھینکے اور وہ سہل ہو کہ جو امور شغل میں ڈالنے اور حضور قلب سے پھرنے والے ہیں انہیں دیکھے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس کے فکرات ہی ہوں گے اور وہ بھی صرف شہوات کی وجہ سے یہ فکرات پیدا ہو گئے ہوں گے تو اپنے نفس کو سزا دے کہ ان شہوات سے اجتناب کرے اور ان تعلقات کو قطع کر دے اس لئے کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے وہ اسکے دین کی ضد اور اس کے دشمن ابلیس کا لشکر ہے تو اس کا روک رکھنا بہ نسبت دور کرنے کے زیادہ مضر ہے اس سے نجات جیسی ہے کہ اسے علیحدہ کرے۔

حدیث : جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ابو جہم ایک سیاہ چادر لائے جس کے دو پلو تھے۔ آپ نے

اسے پہن کر نماز پڑھی تو بعد نماز اسے اتار ڈالا اور فرمایا کہ اسے ابو جہم کے پاس لے جاؤ کہ اس نے مجھے نماز سے غافل کر دیا اور سادہ چادر لے دو۔

حدیث: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوتے مبارک میں نیا قسمہ لگانے کا حکم فرمایا اور نماز میں اس کی طرف دیکھا۔ اس وجہ سے کہ نیا تھا تو حکم دیا کہ اس کو نکال کر وہی پرانا قسمہ پھر ڈال دو۔

حدیث: ایک دن حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جوڑا پہنا اور وہ آپ کو اچھا محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے سامنے تواضع اور عاجزی کی تاکہ مجھ پر غضب نہ کرے پھر اس کو باہر لے گئے اور جو سائل پہلے ملا اس کے حوالہ کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ایک پرانا جوڑا نرم چمڑے کا میرے لئے خریدو۔ انہیں آپ نے اپنے پاؤں سے شرف بخشا۔

حکایت: ایک دفعہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حرمت سے قبل) انگوٹھی ہاتھ میں پہنے منبر پر رونق افروز تھے۔ آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ اس نے مجھے مشغول کر دیا۔ کبھی اس کو دیکھتا ہوں کبھی تمہیں۔

حکایت: حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اس کے درختوں میں ایک جانور سیاہ سرخی مائل رنگ کا لوہا جانے کو اڑا۔ ان کو وہ پرندہ اچھا معلوم ہوا اور گھڑی بھر تک اس کو دیکھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں پھر حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا کہ آج یہ فتنہ مجھ پر گزرا اور عرض کیا کہ اب وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیں اسے صرف فرمائیے۔

حکایت: کسی اور شخص کا ذکر کر رہے کہ اس نے اپنے باغ میں نماز پڑھی اور اس کے کھجور کے درخت پھلوں سے جھکے پڑے تھے انہیں دیکھا تو اچھے معلوم ہوئے اور یہ بھول گئے کہ کتنی نماز پڑھی ہے یہ ماجرا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا اور کہا وہ باغ صدقہ ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کیجئے، حضرت عثمان غنی نے اسے پچاس ہزار کو بیچا۔

فائدہ: اکابر دین سلف صالحین فکر کی جڑ کاٹنے اور نماز کے نقصان کے کفارہ کے لئے یہ تدابیر کرتے تھے فی الواقع علت کے مادے کو جڑ سے اکھاڑنے کی۔ تدبیر یہی ہے اس کے سوا دوسری اور بات مفید نہ ہوگی کیونکہ جو بات ہم نے لکھی ہے کہ نفس کو نرمی سے ساکن کرنا چاہئے اور ذکر کے سمجھنے پر کی حد تک اسے لانا چاہئے تو وہ ضعیف شہوات اور ان فکرات میں کار آمد ہے جو دل کے اطراف کو گھیرے ہوں مگر شہوتِ قویہ جو خوب زوروں پر ہو اس میں ساکن کرنا مفید نہیں بلکہ وہ تمہیں کھینچے گی اور تم اسے کھینچتے رہو گے پھر وہی غالب رہے گی اور تمام نماز اسی کشاکش میں گزرے گی۔ اس کی مثل اس شخص جیسی ہے کہ وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر یہ چاہے کہ میرا فکر صاف ہو اور اس پر بھی چڑیاں بول کر اس کی فکر کو منتشر کرتی ہوں۔ وہ ایک لکڑی ہاتھ میں لے کر انہیں اڑادے اور ہر

اپنی فکر میں مشغول ہو اور چڑیاں شور و غل کرنے لگیں پھر یہ لکڑی سے بھگانے لگے اور کوئی اس سے کہے یہ چال جو تم چلے ہو کبھی پوری نہ ہوگی اگر تم اس سے نجات چاہتے ہو تو درخت کو اکھاڑ ڈالو۔

فائدہ : یہی حال شہوات کے درخت کا ہے کہ جب اس کی شاخیں پھیل جاتی ہیں تو اس پر افکار اسی طرح دوڑتے ہیں جیسے چڑیاں درخت پر دوڑتی ہیں پابکھی غلاطت پر ان کے دفع کرنے میں کام بڑھتا ہے کیونکہ مکھی کو جب پٹاؤ پھر آتی ہے یہی حال وسوس کا ہے اور یہ شہوتیں بہت سی ہیں اور اکثر انسان سے بہت کم شہوت خالی ہوتا ہے اور ان سب کی جڑ ایک چیز ہے یعنی دنیا کی محبت یہ ہر ایک برائی کی جڑ اور ہر نقصان کی بنیاد اور ہر فساد کا سرچشمہ ہے اور جس کا باطن دنیا کی محبت پر مشتمل ہو اور اس کی کسی چیز کی طرف رغبت کرے نہ اس غرض سے کہ اس کو توشہ آخرت بنائے یا آخرت پر اس سے مدد چاہے تو اس کو طرح نہ کرنا چاہئے کہ نماز میں کبھی لذت مناجات صاف حاصل ہو لیکن تاہم مجاہدہ نہیں چھوڑنا چاہئے جس طرح ہو سکے دل کو نماز کی طرف پھیرے اور اسباب فکر میں ڈالنے والوں کی کمی کرے۔

فائدہ : یہ دوا تلخ ہے اور اس کی تلخی کی وجہ سے طبیعتیں اس کو بد مزہ جانتی ہیں اور مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ وہ مرض لاعلاج ہو گیا۔

حکایت : بعض اکابر نے ارادہ کیا کہ دو رکعتیں ایسی پڑھیں جن میں دنیا کے امور کو اپنے دل میں نہ لائیں تو یہ ان سے نہ ہو سکا جب اکابر کو اس طرح کا دو گناہ میسر نہ ہوا تو ہم جیسوں کو اس کی طرح نہیں ہونی چاہئے کاش ہمیں نماز میں سے آدمی یا تہائی وسوس سے خالی مل جاوے تو انہیں بزرگوں سے ہو جائیں جنہوں نے نیک اعمال میں اعمال بد کو جلا دیا۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی فکر اور آخرت کی ہمت دل میں ایسی ہے جیسے تیل بھرے پیالے میں پانی ڈالو کہ جس قدر پانی پیالے میں جائے گا اتنا قدر یقیناً تیل نکل جائے گا یعنی کہ دونوں جمع ہو جائیں۔

ایسے امور قلبیہ جو نماز کے ہر رکن اور شرائط کیلئے لازم ہیں۔ : اے سالک راہ مدنی اگر تمہیں نیک آخرت مطلوب ہے تم پر پہلے لازم یہ ہے کہ جو تہیبات کہ نماز کی شرائط و ارکان ہم لکھتے ہیں ان سے غافل نہ ہو نماز کی شرطیں اور جو امور اس سے پہلے بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں اذان طہارت ستر عورت قبلہ کی طرف متوجہ ہونا قیام نیت جب مؤذن کی اذان سنو تو دل میں قیامت کے پکار کی دہشت حاضر کرو۔ اور اذان کو سنتے ہی اپنے ظاہر اور باطن سے اس کی اجابت کے لئے تیار ہو جاؤ اور جلدی کرو کیونکہ جو لوگ مؤذن کی اذان کے لئے جلدی کریں گے وہ قیامت کے دن لطف کے ساتھ پکارے جائیں گے اور اذان پر اپنے دل کا جائزہ لو۔ اگر اس کو خوشی اور فرحت سے بھرپور پاؤ اور جلد چلنے کی رغبت سے ہو تو جان لو کہ روز جزا میں تمہیں بشارت اور فلاح کی آواز آئے گی۔ اسی لئے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ارضا یا بلال (اے بلال نماز اور اذان سے راحت پہنچاؤ۔) اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔

طہارت : جب تم نماز کی جگہ پاک کرلو۔ جو تمہارے سے بعید ہے پھر کپڑوں کو پاک کر لو جو تمہارے قریب ہے پھر ظاہری جسم پاک کرو جو بہت نزدیک کا پوست ہے پھر اپنے مغز اور ذات یعنی دل کی طہارت سے غافل نہ ہونا اس کی طہارت کے لئے توبہ اور خطاؤں پر ندامت میں کوشش کرو اور آئندہ ان قصور کے ترک معصم ارادہ کر لو دل کی طہارت ان امور سے ضروری ہے کہ یہ معبود کے دیکھنے کی جگہ ہے اور ستر عورت سے یہ سمجھو کہ ظاہر میں اس کا مطلب یہ کہ بدن کے وہ مقامات لوگوں کی نظر سے چھپائے جائیں کہ ظاہر بدن پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ باطن کی خرابیاں جن پر بجز پروردگار کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا چھپائی جائیں۔ ان تمام عیوب کو اپنے دل میں حاضر کرو اور نفس سے ان کے چھپانے کی درخواست کرو اور یہ بات دل میں ٹھان لو کہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے کوئی شے نہیں چھپ سکتی۔

فائدہ : بندے کا خلوں ہونا اور اللہ تعالیٰ سے حیا اور خوف کرنا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے تو ان برائیوں کے دل میں حاضر کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ تمہارے دل میں خوف کے امور جہل جہل چھپے ہوں گے ابھر کھڑے ہوں گے اس وقت تمہارا نفس مرعوب ہوگا اور دل پر غلبت چھپائے گی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دیے کھڑے ہوں گے جیسے غلام گناہگار بدکردار بھگا ہوا اپنے کردار سے پشیمان ہو کر اپنے آقا کے سامنے سر جھکائے شرمندہ اور خوف زدہ ہو کر کھڑا ہوتا ہے۔

قبلہ رو ہونے کا یہ معنی ہے کہ اپنے ظاہر چہرے کو ہر طرف سے پھیر کر اللہ تعالیٰ کے خانہ کعبہ کی طرف کر لو پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ دل کا پھیرنا تمام معاملات سے اللہ تعالیٰ کے سر کی طرف مطلوب نہیں۔ یہ ہرگز سمجھنا بلکہ یوں سمجھو کہ اس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں یہ ظاہر کے اعمال سب باطن کی تحریک کے لئے اور اعضاء کو ضبط رکھنے اور انہیں ایک طرف میں ساکن کرنے کے لئے ہیں کیونکہ یہ اعضاء دل پر بغاوت کریں گے اور اپنے حرکات میں اور اپنے اپنے جہات کی طرف التفات میں قلم کریں گے تو دل کو بھی اپنے پیچھے لگا کر اللہ کی طرف سے اس کو پھیریں گے اس صورت میں یہ چاہئے کہ تمہارے بدن کی توجہ کے ساتھ ہی دل کی توجہ بھی ہو یعنی جس طرح کہ چہرہ خانہ کعبہ کی طرف بجز اس بات کے نہیں ہو سکتا کہ اس کو اور تمام طرفوں سے پھیر لیا جائے اس طرح دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پھیرتا جب تک اس کو ماسوا سے خلل نہ کر لیا جائے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہو اور اس کی خواہش اور منہ اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوں تو نماز سے ایسا فارغ ہوگا جیسے جس روزہ کہ اس کی ماں نے اسے جتنا قتل نماز کا قیام ایسے غرض ہے کہ اپنے بدن اور دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے خدمت کے لئے کھڑا ہونا کہ اس صورت میں چاہئے کہ سر جو تمہارے اعضاء میں سب سے اونچا ہے پست اور جھکا ہوا اور منکسر ہو اور سر کی اونچائی دور کرنے سے یہ تنبیہ ہے کہ دل پر عاجزی اور ذلت لازم رہے اور اس وقت کے قیام کو قیامت میں ہونے کو یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے

کھڑے ہو کر سوال کیا جائے گا اور اب یہ سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اور وہ تم کو دیکھ رہا ہے اس لئے اگر وہ تم سے اس کی کنہ جلال کا دریافت کرنا نہ ہو سکے تو اس کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جیسے دنیا کے کسی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہو بلکہ تمام نماز کے قیام میں یہ فرض کر لو کہ تمہیں کوئی تمہارے گھر بہت نیک آدمی خوب دیکھ رہا ہے یا جس کو تم اپنی نیک بختی جتایا کرتے ہو۔ وہ تمہاری طرف نظر کرتا ہے کیونکہ اگر کوئی ایسا آدمی دیکھتا ہے تو اس وقت تمہارے ہاتھ پاؤں ساکن اور اعضاء ڈھیلے اور اجزا مسکینی کے ساتھ رہتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ بندہ جو حقیقت میں عاجز ہے تم سے کہے کہ عاجزی کم کرتے ہو پس جب ایک بندہ عاجز کے آگے تم اپنے نفس کا یہ حل معلوم کرو تو اس پر عتاب کرو اور کہو کہ تو دعویٰ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کا کرتا ہے تجھے اس کے سامنے جرات کرنے سے شرم نہیں آتی حالانکہ اس کے ایک ادنیٰ بندے کی توقیر کرتا ہے اور لوگوں سے خوف کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ جس سے ڈرنا ضروری ہے اسی وجہ سے جب حضرت ابو ہریرہ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا کس طرح ہوتی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح حیا کرو جیسے کسی نیک بخت سے حیا کرتے ہو۔ نیت میں یہ بات دل میں پکی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم نماز کا کیا اسے ہم نے مانا۔ اور اس کے نواقض اور مفادات سے باز رہنے پر اور ان تمام امور کو خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنے پر عزم کرنا چاہئے اور اس کے ثواب کی توقع اور خوف عذاب اور قرب خدا کی طلب ملحوظ خاطر رہے اور اس کا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ بلوجود ہماری بے ادبی اور کثرت گناہوں کے ہمیں اپنی مناجات کی اجازت بخشی دل میں اس کی مناجات کی بڑی قدر جانے اور سمجھے کہ میں کس سے مناجات کر رہا ہوں اور کس طرح مناجات کرتا ہوں چاہئے تو یہی کہ تمہاری پیشانی پسینہ پسند اور شانے تھر تھرائیں اور خوف کے مارے رنگ زرد پڑ جائے اور اللہ اکبر کہنے میں جب زبان ان الفاظ سے گویا ہو تو چاہئے کہ تمہارا دل اس قول کو معمول معمولی تصور نہ کرے یعنی اگر دل میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے بڑی جانو گے تو اللہ تعالیٰ گواہی دے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر قول تمہارا سچا ہو جیسے سورۃ منافقون میں منافقون کی زبانی کہنے کو ارشاد فرمایا کہ اللہ شاہد ہے کہ منافق جھوٹے ہیں یعنی دل سے اقرار رسالت نہیں کرتے صرف زبان سے کہتے ہیں کہ تم رسول پاک ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے امر کی بہ نسبت تمہاری خواہش نفس پر غالب ہوگی اور تم بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے اس کی اطاعت زیادہ کرتے ہو گے تو گویا تم نے اپنا معبود اسی کو ٹھہرا لیا اور اسی کو بڑا جانا تو ممکن ہے کہ تمہارا اللہ اکبر کہنا ایک کلمہ زبانی ہو اس لئے کہ دل میں تو اس کی موافقت ہی نہیں اور اس کا خوف نہایت بڑا ہے تو توبہ اور استغفار اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور غفور پر حسن ظن نہ ہو۔ شروع میں تم کہتے ہو۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلدِّیْنِ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں نے اپنا منہ کیا اس کی طرف جس نے آسمان و زمین بنائے۔ اس میں چہرے ظاہر کا چہرہ مرلو نہیں اس لئے کہ ظاہری چہرے کو تو تم قبلہ کی طرف کہتے ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی جہت اسے گھیر سکے تو بدن کی توجہ اس کی طرف نہیں ہو سکتی ہاں دل کا چہرہ مراد ہے جسے تم خالق ارض و سما کی طرف کر سکتے ہو۔ پھر غور کرو کہ چہرہ دل گھر اور بازار کی خیالات اور نفس کی

شہوات کی طرف مائل ہے یا خالق ارض و سما کی طرف متوجہ ہے خبردار ایسا نہ کرنا کہ مناجات کے شروع میں ہی جھوٹ اور بناوٹ کو داخل دو اور اللہ تعالیٰ کی طرف روئے دل اسی وقت پھرتا ہے کہ اسے اس کے غیر کی طرف سے پھیرلو۔ اب کوشش کرنی چاہئے کہ دل کی توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو اور اگر یہ تمام امور نماز میں میسر نہ ہوں تو جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اس وقت تو قول سچا ہو اور جب زبان سے کہو حنیفاً مسلماً (ایک طرف مسلمان ہو کر) تو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہئے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان بچے رہیں۔ اگر تم ایسے نہیں ہو تو اس قول میں جھوٹے ہو تو اس کے لئے آئندہ زمانے میں کوشش کرو اور جو احوال پہلے گزرے ہوں ان پر ندامت کرو۔ اور جب کہو وما اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ((ترک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں)) تو اپنے دل میں شرک کی نفی پر غور کرو اس لئے کہ یہ آیت فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِمْ أَحَدًا (پ 16 ا لکھت 110) ترجمہ۔ تو جسے اپنے رب کے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (کنز الایمان) اس کے متعلق تری جو اپنی عبادت سے رضائے الہی اور لوگوں کی تعریف چاہتا ہو ایسے شرک سے بہت احتراز کرو جس میں کہ تم نے زبان سے کہا کہ میں شرک نہیں لیکن شرک سے برات نہیں کی تو اپنے دل میں شرمندہ ہونا چاہئے کہ شرک تھوڑی اور بہت سبھی کو کہتے ہیں اور جب کہو مُحِبَّائِي وَمَتَّانِي لِلَّهِ (میرا جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہے) تو یہ جانو کہ تیرا مل اس غلام جیسا ہے یا نہیں یعنی زندگی اپنے نفس کے حق میں مغتور اور آقا کے حق میں موجود سمجھے اور یہ کلمہ جب ایسے شخص سے صادر ہو کہ اس کی بنا اور غضب اور اٹھنا بیٹھنا اور زندگی کی رغبت اور موت کی دہشت دنیاوی امور کے لئے امور ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کہنا اس کے حال کے مناسب نہیں اور جب کہو کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّحِيمِ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے شیطان مردود کی شرارت سے تو یہ جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور ناک لگائے ہوئے ہے کہ کسی طرح تمہارے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اسے تمہاری مناجات اور اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرنے پر حسد ہے کہ اس کو ایک سجدہ کے ترک پر طوق لعنت گلے میں پڑا اور مردود لبدی ہوا اور یہ سمجھو کہ تم شیطان سے پناہ مانگتے ہو یہ تب صحیح ہے جو چیز شیطان کو محبوب ہے اسے ترک کر دو اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز اختیار کرو کہ صرف زبان سے پناہ مانگنا کافی نہیں مثلاً اگر کسی شخص پر درندہ یا دشمن مارنے کے ارادے سے آئے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور زبان سے کہے کہ میں تجھ سے اس مضبوط قلعہ کی پناہ مانگتا ہوں تو یہ کہنا اسے کیا کام آئے گا بلکہ پناہ جب ہی ہوگی کہ اپنی جگہ چھوڑ کر قلعہ میں چلا جائے اس زبانی قول کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں پناہ لینے کا پکا ارادہ کرے اور اس کا قلعہ لا الہ الا اللہ ہے۔ حدیث قدسی میں ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون رہا۔

فائدہ : اس قلعہ میں پناہ لینے والا وہ ہے جس کا معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ ہو لیکن جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفس بنا رکھی ہو وہ شیطان کے قبضہ میں ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے قلعہ میں۔

فائدہ : یاد رہے کہ شیطان کا ایک فریب یہ بھی ہے کہ انسان نماز کے اندر آخرت کی فکر میں اور خیرات کے کاموں کے سوچنے میں لگا دیتا ہے تاکہ جو کچھ نماز میں پڑھے اس کے سمجھنے سے باز رہے تو یاد رکھو کہ جو چیز تمہیں معنی قرأت کے سمجھنے کی مانع ہو وہ وسوسہ ہے اس لئے کہ زبان کا ہلانا تو مقصود نہیں بلکہ مقصود معانی ہیں اور قرأت کے بارے میں انسان تین طرح ہیں۔ وہ اس کی زبان متحرک ہے اور دل غافل ہے اس کی زبان ہلتی ہے اور دل زبان کی پیروی کرتا ہے اور اس کے الفاظ کو اس طرح سمجھتا اور سنتا ہے کہ گویا دوسرے سے سن رہا ہے یہ اصحاب یمن کا رتبہ ہے۔ (3) جس کا دل اسے معنی کی طرف جاتا ہے پھر زبان دل کی تابع ہو کر ان معانی کا ترجمہ کرتی ہے اور بڑا فرق ہے اس میں کہ زبان دل کی ترجمان یا معلم ہو مقرب لوگوں کی زبان دل کی زبان دل کی ترجمان اور اس کی تابع ہوتی ہے اور دل اس کا تابع نہیں ہوتا۔ قرأت کے ترجمہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب کہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (ترجمہ کنز الایمان) اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا۔ اس سے یہ نیت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک شروع کرنے کے لئے اس سے تبرک چاہتا ہوں اور یہ سمجھو کہ تمام امور اللہ سے ہیں اور اسم سے غرض یہاں اس کا مسمیٰ ہے اور جب سب کام اللہ کے ہوئے تو الحمد للہ رب العالمین کہنا بھی درست ہوا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ شکر اللہ کا ہے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا کیونکہ نعمتیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو شخص کہ کسی نعمت کو غیر اللہ کی جانب سے جانتا ہے یا اپنے شکر سے غیر اللہ کا قصد کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مسخر نہیں سمجھتا تو اس کو بسم اللہ اور الحمد للہ کہتے ہیں اسی قدر وہ غیر اللہ کی طرف توجہ رکھتا ہو گا جب کہو الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اپنے دل میں اس کے گوناگوں الطاف کو حاضر کر لو تاکہ اس کی رحمت کا حل واضح ہو اور اس سے تمہاری امید بڑھے پھر ملک یوم الدین کہنے سے اپنے دل میں اس کی تعظیم اور خوف کو لاؤ عظمت تو اس وجہ سے کہ ملک بجز اس کے اور کسی کا نہیں اور خوف اس وجہ سے کہ وہ مالک ہے روز جزا اور حساب کا پس اس دن کے ہول سے ڈرنا چاہئے پھر لیاک بعد تیری ہی عبادت کرتے ہیں کہنے سے اخلاص اور طاقت اور قوت سے عاجزی اور برات کی تجدید کرو۔ لیاک نستعین بختمی سے مدد چاہتے ہیں خوف دل میں خوف لا کر یقین کرو کہ اس میں اس کی اطاعت کے بغیر طاعت میسر نہیں ہوئی اور اس کا بڑا احسان ہے کہ اپنی طاعت کی توفیق دی اور عبادت کی خدمت کا موقع بخشا اپنی مناجات کا اہل بنایا اگر بالفرض توفیق سے محروم رکھتا تو تم مجھے شیطان لعین کے ساتھ میں راندہ درگاہ ہوتے پھر جب اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور الحمد للہ اور مطلق اعانت کی حاجت ظاہر کرنے سے فارغ ہو چکے تو اب اپنا سوال معین کرو اور اللہ سے وہی چیز مانگو جو تمہاری ضرورتوں میں سب سے زیادہ اہم ہو اور یہ کہو کہ اٰھدنا الصراط المستقیم (دکھا ہمیں راہ سیدھی جو ہمیں تیرے پاس پہنچائے اور تیری مرضیات تک لے جائے) اس کی تاکید زیادہ کرنے کو کہو۔ صراط الذین انعمت علیہم (ان لوگوں کا

راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء صالحین ہیں (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب ہوا بھٹکے ہوں گا)

فائدہ : اس سے کافر یہود و نصاریٰ صائبین مراد ہیں پھر اس درخواست کے قبول ہونے کے طلب کرو اور کو آمین (ایسا ہی کر) جب تم الحمد (سورہ فاتحہ) اس طرح پڑھو گے تو بید نہیں کہ تم ان لوگوں سے ہو جاؤ جن کے متعلق میں اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں ہے جس کی خبر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی) فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے میں نصف و نصف کر لی ہے۔ آدمی میری ہے اور آدمی میرے بندے کی اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے بندہ کہتا ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف کی (الحديث) اور سمع اللہ لمن حمدہ (سنا اللہ نے اس کا قول جس نے اس کی تعریف کی) پس اگر تم کو نماز میں کوئی اور بات نہ ہوتی بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے بلوجود اپنی عظمت و جلال کے تم کو یاد کیا تو یہی کافی اور غنیمت تھا اور جس صورت میں کہ تم کو ثواب اور زیادتی کی توقع ہے تو اسی طرح جو صورت تم پڑھو اس کا معنی سمجھو چنانچہ باب تلاوت قرآن میں اس کا ذکر آئے (ان شاء اللہ) خلاصہ کہ قرأت میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور امر و نور ہی اور وعدہ اور وعید اور نصیحت اور انبیاء کی خبروں اور ان پر احسانات کے ذکر سے غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

فائدہ : یاد رہے ہر بات کا ایک حق ہے مثلاً وعدہ کا حق رجا ہے اور وعید کا حق خوف اور امر و نہی کا حق عزم یا الجزم اس کی تعمیل ہے اور نصیحت کا حق نصیحت حاصل کرنا ہے اور احسان کے اظہار کا حق شکر کرنا ہے اور انبیاء علیہ السلام خبر دینے کا حق عبرت پکڑنا ہے ان حقوق کو مقرب لوگ پہچانتے ہیں اور وہی حقوق ادا کرتے ہیں۔

حکایت : زراہ بن ابی ادنیٰ نماز میں جب اس قول خداوندی پر پہنچے فَإِذَا نَقَرْتُمُ النَّاقُورَ (پ 29 مدثر 8) (ترجمہ کنز الایمان) (پھر جب صور پھونکا جائے گا) تو بے ہوش ہو کر گرے اور فوت ہو گئے۔

حکایت : ابراہیم نفعی إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (ترجمہ کنز الایمان) (جب پھٹ جائے گا آسمان) سنتے تو اتنا بے قرار ہوتے کہ ان کے تمام اعضاء تھرا جائے۔

حکایت : عبداللہ بن واقعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ نماز اس طریقہ سے پڑھتے تھے جیسے کوئی غم زدہ ہو۔

فائدہ : انسان کو لائق یہی ہے کہ اس کا دل اپنے آقا کے وعدہ اور وعید سے مکمل طور پر سر تسلیم خم ہو جائے کیونکہ وہ بندہ گناہگار اور ذلیل جبار و قہار کے سامنے ہے اور یہ باتیں امور و درجات کی بلندی کا موجب ہوا کرتی ہیں اور فہم حاصل ہوتا ہے جس قدر اس کا علم نور دل کی صفائی زیادہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں اور دلوں کی کنجی سے الفاظ کے اسرار واضح ہوتے ہیں یہ ہے قرأت کا حق اور ذکر اور تسبیح کا بھی یہی حق ہے پھر

قرات میں سورت کا لحاظ کرو یعنی حروف کو اچھی طرح لوا کرنا اور تیز نہ پڑھنا کیونکہ آہستہ پڑھنے سے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور رحمت اور عذاب کی آیات اور وعدہ اور وعید اور تحمید اور تمجید کی آیت کو جدا جدا الجھوں میں پڑھو۔

حکایت : ابراہیم نخعی جب اس جیسی آیت پڑھتے مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ مَّا كَانَ مَعَهُ مِنَ الرَّحْمَةِ (پ 18 المؤمنون 91) (ترجمہ کنزالایمان) اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا۔ تو اپنی آواز پست کر دیتے جیسے کسی کو اس بات سے شرم آئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان لوصاف سے کرے اس کی جناب پاک کے لائق نہ ہوں۔

حدیث : مروی ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو قیامت میں کہا جائے گا کہ پڑھ اور ترقی کر اور اچھی طرح پڑھ جیسے تو دنیا میں اچھی طرح پڑھتا تھا قیام میں قرات کے حکم میں اس طرف اشارہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کی صفت پر ایک ہی طرح قائم رہے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ نمازی دوسری طرف دھیان نہ کرے۔

قائدہ : جس طرح کہ سر اور آنکھ کی حفاظت اور دوسری طرف دیکھتے سے واجب ہے اسی طرح باطن کی حفاظت نماز کے سوا اور طرف دھیان کرنے سے واجب ہے پس جس صورت میں کہ دل دوسری طرف متوجہ ہو تو اس کو یاد دلائے کہ اللہ تعالیٰ تیرے حل پر مطلع ہے اور مناجات کرنے والے کو حالت مناجات میں اس ذات سے غفلت ہے جس سے مناجات کرتا ہے اس کے پاس دوبارہ جانے کو بہت بڑی شرم ہے۔ اور اپنے دل پر خشوع کو لازم کر لو کیونکہ ظاہر و باطن کو دوسری طرف دھیان کرنے سے خشوع رہے گا حالانکہ نجات خشوع کا نتیجہ ہے جب باطنی خشوع کرے گا تو ظاہر بھی عاجزی کرے گا

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے میں اپنی داڑھی سے کھینٹا دیکھ کر فرمایا کہ اس کا دل خشوع کرتا تو اس کے اعضا بھی خشوع کرتے اس لئے کہ رعیت کا حل حاکم کی طرح ہوتا ہے اسی لئے نبوی دعائیں وارد ہوا ہے۔ کہ الہی راعی اور رعیت دونوں کو درست کر۔

قائدہ : راعی دل ہے اور اعضا اس کی رعیت ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں بیخ کی طرح ہوتے تھے اور ابن زبیر لکڑی کی طرح اور بعض اکابر رکوع میں ایسے ہوتے تھے کہ ان پر چڑیاں پتھر سمجھ کر بیٹھ جاتی تھیں اور یہ تمام امور دنیا میں بادشاہوں کے سامنے باقتضائے طبیعت ہو جاتی ہیں تو شہنشاہ حقیقی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے نہ ہوں گی اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے تو خشوع کرے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کے ہاتھ پاؤں متحرک رہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی معرفت میں قاصر ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ میرے دل اور وسوسوں پر آگاہ ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُكَ فِي السَّجْدَيْنِ کی تفسیر میں فرمایا ہے

کہ قیام اور رکوع اور سجدہ اور جلسہ کے وقت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور رکوع اور سجدہ میں چاہئے کہ ان کے ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے عضو کی پناہ مانگتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور ازسرنو اس کے سامنے ذلت اور تواضع رکوع سے ادا کرے اور اپنے دل کے نرم اور ازسرنو خشوع کرنے میں کوشش کرے اپنی ذلت اور اپنے معبود کی عزت کا خیال کرے اور دل میں اس بات کے ہونے پر زبان سے مدولے۔ یعنی زبان سے سبحان ربی العظیم پاک ہے میرا رب بہت بڑا کہ اس کی عظمت اقرار سے ثابت ہو اور ان کلمات کو مکرر کہے تاکہ دل میں اس کی عظمت کی تاکید ہو پھر رکوع اٹھائے اور یہ توقع کرے کہ وہ رحم کرتا ہے اور دل کی توقع کی تاکید ان لفظوں سے کرے۔ سمح اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اور حمد کی کثرت کے لئے یہ الفاظ کہے۔ بلا السموت وملاء الارض اے رب ہمارے تیرا شکر ہے مقدار آسمانوں اور زمین کی پری کے) پھر سجدہ کے لئے جھکے کہ سب سے انتہائی درجہ کی ذلت ہے یعنی اپنا چہرہ جو تمام اعضاء کی بہ نسبت عزیز تر ہے اسے تمام چیزوں میں سے ذلیل تر مٹی پر رکھے اور اگر ہو سکے کہ مٹی پر سجدہ کرے تو افضل ہے یعنی زمین اور چہرے میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو یہی بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں عاجزی بہت زیادہ حاصل ہوتی ہے اور ذلت خوب۔ اس سے زیادہ معلوم ہوتی ہے اور جب تم اپنے آپ کو ذلت کی جگہ میں رکھ چکے تو یقین کر لو کہ تم نے اپنے نفس کو جہاں کا تھا وہاں رکھ دیا اور فرع کو اصل تک پہنچا دیا اور تمہاری اصل پیدائش مٹی ہی سے ہوئی اور اسی طرف دوبارہ جاؤ گے اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تجدید کرو اور کہو سبحان ربی الاعلیٰ اور اسے مکرر کہہ کر دل میں اس کی عظمت کی تاکید کرو ایک دفعہ کے کہنے کا اثر کمزور ہوتا ہے۔ پس تمہارا دل نرم ہو اور یہ معلوم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی توقع کرو اس کی رحمت ضعف و ذلت کی طرف بہت زیادہ مائل ہوتی ہے۔ تکبر سے اسے نفرت ہے اب اپنے دل سے اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاؤ اور اپنی ضرورت ان الفاظ سے مانگو رب اغفر لی وارحم و تجاوز عما تعلم ترجمہ۔ رب تو میری مغفرت فرما اور رحم فرما اور ان گناہوں تجاوز فرما۔ یا جو دعا تمہیں مطلوب ہو مانگو پھر تواضع کے طور دوبارہ سجدہ کرنے سے بچتے کرو۔ اسی طرح دوسرا سجدہ کرو اور جب تشہد کے لئے بیٹھو تو اوب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنا چیزیں تقرب کی ہیں صلوٰۃ ہوں یا طہیبت یعنی اخلاق ظاہرہ سب اللہ کے لئے ہیں۔ اور تمام چیزوں کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔

حاضر و ناظر کا ثبوت : وبو معنی النحیات واحفر فی قلبک النبی صلی اللہ علی وآلہ وسلم و شخصہ الکریم و قل سلام علیک یا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ (احیاء العلوم ص 173 ج 2 مطبوع مصر) اور التیمات کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم رحمت و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو۔ السلام علیک یا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو حضور کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے پھر تم اپنے اوپر اور اللہ تعالیٰ کے سب نیک بخت بندوں کو سلام کہو اور یہ توقع کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سلام کے جواب میں نیک بندوں کی شمار ہر پورے سلام مرحمت فرمائے گا پھر اللہ تعالیٰ کی واحد نیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دو اور اللہ تعالیٰ

کے عہد کی شہادت کے دونوں جملوں کی تجدید کرو پھر اپنی نماز کے آخر میں جو دعا حدیث میں آئی ہو تو پڑھو لیکن اضع اور خشو ہو اور مسکینی اور عاجزی اور قبول ہونے کی پچی توقع کے ساتھ پر اور اپنی دعائیں اپنے دل باپ اور تمام ایمانداروں کو شریک کرو اور سلام کے وقت نیت کرو کہ فرشتوں اور حاضرین پر سلام کہتا ہوں اور سلام سے نماز کے پورا ہونے کی نیت کر لو اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا دل میں خیال کرو کہ اس نے اطاعت پورا کرنے کی توفیق بخشی اور سمجھو کہ تم اس نماز کو رخصت کرتے ہو اور پھر تمہاری زندگی نہ ہو کہ پھر ایسی نماز پڑھو اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا تھا کہ نماز رخصت ہونے والے کی طرح پڑھ۔ پھر اپنے دل میں نماز میں قصور کرنے کا خوف اور شرم کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں نماز مقبول نہ ہو اور کسی گناہ ظاہر یا باطن کی وجہ بری ہو کر منہ پر نہ ماری جائے اور اس کیساتھ ہی یہ توقع رکھو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائے گا۔

حکایت : ابراہیم نخعی بعد نماز کے ایک گھنٹہ ٹھہرے رہتے گویا بیمار ہیں یہ صورت ان نماز گزاروں کی ہے جو خشوع کرتے اور نماز کی نگہداشت اور مداومت کرتے تھے اور جتنا ان کو بندگی میں مقدور و طاقت ہوتی اس کے موافق اللہ تعالیٰ کی مناجات میں مصروف ہوتے تھے۔

فائدہ : سالک کو چاہئے جو نماز پڑھے اس میں انہیں امور کا پابند رہے اور جس قدر ان میں سے حاصل ہو اس سے خوش ہونا چاہئے اس پر حسرت کرنی چاہئے اس کے علاج میں کوشش لازم ہے اور غفلوں کی نماز تو مقام خطرہ میں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کرے تو ممکن ہے کیونکہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت میں ممکن ہے کیونکہ اس کی رحمت وسیع اور کرم عام ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور اپنی مغفرت سے ہماری پردہ پوشی کر لے کہ بجز اس کے کہ طاعت کی بجا آوری سے عاجزی کا اقرار کریں اور کوئی وسیلہ نہیں۔

فائدہ : نماز کو آفت سے پاک کرنا اور صرف اللہ کی ذات کے لئے لدا کرنا اور مع شروط باطنی مذکورہ بالا یعنی

اولیائے کرام کے علوم و اسرار کی وسعت : حضرت امام غزالی قدس کی نماز کے اسرار و رموز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ واعلم ان تخلص الصلوة عن الافات و اخلاصها بوجه الله عزوجل و ادائها بالشروط

ترجمہ۔ مولوی محمد احسن نانوتوی کہے جو اس نے احیاء العلوم کے جلد اول مذاہق العارفین میں لکھا یہی ہم کہتے ہیں کہ السلام علیکم ایہا النبی میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے اور یہ نہ صرف ہمارا نظریہ ہے بلکہ خیر القرون سے تامل تمام اہل حق کا یہی عقیدہ ہے کہ التحیات میں السلام علیک اے اللہ تعالیٰ میں انشا ہو نہ کہ حکایت فقیر نے اس موضوع پر ایک ضخیم کتب لکھی ہے۔ رفع الحجاب فی تشہد اہل الحق و اہل القرب یہاں مختصراً چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

الباطنہ النی ذکرنا ہا من الخشوع والتعظیم والحياء سبب لحصول انوار فی القلبہ تكون تلک الانوار و مفاتیح علوم المکاشفۃ فاولیاء اللہ المکاشفون فی بملکوت السموت والارض و اسرار الربومۃ الخ (احیاء العلوم ص 186 ج 1) ترجمہ۔ نماز کو آفت سے بچانا اور اسے صرف اللہ تعالیٰ خشوع اور تعظیم اور احیاء کیساتھ پڑھنا قلوب میں انوار کے حاصل ہونے کا سبب ہے اور یہ انوار علوم مکاشفہ کے لئے کنجیاں ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ جو آسمان اور زمین کے ملکوت اور ربوبیت کے اسرار کو مکاشفہ سے معلوم کرتے ہیں تو وہ بھی نماز کے اندر بالخصوص سجدہ کی حالت میں معلوم کرتے ہیں کیونکہ سجدہ کی وجہ سے بندہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اسجدوا اقترب (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) اور ہر نمازی کو نماز میں مکاشفہ اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ وہ دنیا کی کدورتوں سے صاف ہوتا ہے اور یہ قوت و ضعف اور قلت و کثرت ظہور و خفا میں مختلف ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ بعض کو بعینہ منکشف ہوتی ہے اور بعض کو اس کی صورت مثالی علوم ہوتی ہے جیسے دنیا مردار کی صورت میں معلوم ہوتی اور شیطان کو کتے کی طرح چھاتی دھرے دیکھا گیا کہ وہ اسے اپنی طرف بلا رہا ہے اور مکاشفہ کا اختلاف کشف میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً بعض کو اللہ تعالیٰ کے صفات اور جلال منکشف ہوتا ہے اور بعض کو اسکے افعال اور بعض کو علوم معاملہ کی باریکیاں اور ان امور کے معین کرنے کے لئے ہر وقت اتنے اسباب پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی انتہا نہیں اور سب سے زیادہ سخت فکر قلبی کی مناسبت ہے وہ جب کسی اور معین میں مصروف رہتا ہے تو وہ امر کے انکشاف کے لئے لوٹی ہوتی ہے اور چونکہ یہ امور جلا کئے ہوئے آئینوں میں بھی پر تو اگلن ہوتی ہے اور آئینے تمام رنگ خوردہ ہیں اسی وجہ سے ان پر عکس ہدایت نہیں پڑتا نہ اس لئے کہ مغم حقیقی کی طرف کی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہدایت کے مقام پر میل کی نہیں جم رہی ہیں اس لئے بعض زبانوں سے مکاشفہ کا انکار صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ امر طبیعت کی علوت میں ہے کہ جو چیز موجود نہیں اس کا انکار کیا جائے اگر بالفرض پیٹ کے بچے کو عقل ہوتی تو وہ ہوا کے اندر انسان کے وجود کے امکان کا انکار کرتا اور اگر کسن لڑکے کو تمیز ہوتی تو وہ ان امور کا انکار کرتا۔

بعض سمجھدار لوگوں کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت اور اسرار معلوم ہوتے ہیں یہی حل انسان کا ہے کہ جس حل میں ہوتا ہے اس کے بعد کے احوال کا گویا منکر ہوتا ہے اور جو شخص ولایت کے حل کا منکر ہو اس پر یہ لازم آئے گا کہ نبوت کے حل کا منکر ہو حالانکہ مخلوق کی پیدائش بہت سے حالات میں ہوتی ہے پس انسان کو لائق نہیں کہ جو درجہ اپنے درجہ کے بعد ہو اس کا انکار کرے ہاں جن لوگوں نے اس فن کو مجلولہ اور پر آگندہ مباحثہ سے تلاش کیا اور اسے غیر اللہ سے دل کو صاف کر کے طلب نہ کیا تو وہ اس سے محروم رہے۔

فائدہ : جو اہل مکاشفہ سے نہ ہو تو وہ اس سے تو پیچھے نہ رہے کہ غیب پر ایمان اور تصدیق کرے جب تک کہ تجربہ سے خود مشاہدہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اور اس کے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہے اور اس کو اپنی ذات کے سامنے کر لیتا ہے اور فرشتے اس کے کاندھے سے لیکر

ہوا تک کھڑے ہوتے ہیں اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی دعا کے ساتھ آمین کہتے ہیں اور نماز پر آسمان کے خلا سے لیکر اس کے سر کی مانگ تک نیکی برستی ہے۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اگر یہ مناجات کرنے والا جانتا کہ کس ذات سے مناجات کرتا ہوں تو اوپر اوپر متوجہ نہ ہوتا کہ آسمان کے دروازے نمازیوں کے لئے کھل جاتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر نمازی کے صدق سے فخر کرتا ہے پس آسمانوں کے دروازوں کا کھلا ہونا اللہ تعالیٰ کا نمازی کے روبرو ہونا اسی کشف سے اشارہ ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: توحید میں مذکور ہے کہ اے ابن آدم اس سے عاجز نہ ہو کہ میرے سامنے روتا ہو نماز پڑھنے کھڑا ہو کہ میں اللہ ہوں کہ تیرے دل سے نزدیک ہوا تو نے غیب سے میرا نور دیکھ لیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ رقت و بکا اور فتوح جو نمازی اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ دل سے قریب ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ قرب مکان کی وجہ سے تھیں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ مبرا و منزہ ہے تو ضروری ہے کہ اس سے ہدایت اور رحمت اور حجاب دور کرنے کے اعتبار سے قرب مراد ہو۔

فائدہ: کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس سے فرشتوں کی دس صفیں تعجب کرتی ہیں جن میں ہر ایک صف دس ہزار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے ایک لاکھ فرشتوں پر فخر کرتا ہے وہ اس وجہ سے کہ آدمی کے لئے نماز میں قیام اور قعود رکوع سجدہ ایک ساتھ ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزیں کو چالیس ہزار فرشتوں پر بانٹ رکھا ہے کہ کھڑے ہونے والے قیامت تک رکوع نہ کریں گے اور سجدہ والے سر نہ اٹھائیں گے اور یہی حل ہے رکوع اور سجود کرنے والوں کا ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرب اور رتبہ فرشتوں کو عنایت فرمایا ہے وہ ایک ہی طرح ہمیشہ رہتا ہے اس سے نہ زیادہ نہ کم چنانچہ خود ان کا قول کلام مجید میں نقل فرمایا وما منا الا لا مقام معلوم (پ 23 الصافات 124) اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

فائدہ: انسان کا حال اس بارے میں فرشتوں کا جیسا نہیں یہ ایک درجے سے دوسرے پر ترقی کرتا رہتا ہے کیونکہ ہمیشہ تقرب الی اللہ کرتا ہے اور زیادتی حاصل کرتا ہے لیکن زیادتی کا باب فرشتوں کے لئے مسدود ہے ان میں ہر ایک کا وہی رتبہ ہے جس پر وہ کھڑا ہے اور وہی عبادت ہے جس میں وہ مشغول ہے نہ اس رتبہ سے بدلے نہ عبادت میں قصور کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَعْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْترُونَ (پ 17 الانبياء 19، 20) ترجمہ۔ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں رات دن اس کی پاکی بولتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

فائدہ: زیادتی کے درجات کی کنجی نماز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (پ 18 المؤمنون 1) ترجمہ۔ بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گزرگذا تے ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ان لوگوں کا وصف ایمان کے بعد نماز سے مخصوص فرمایا جو خشوع کے ساتھ مقرون ہو پھر ان فلاح والوں کے

اوصاف نمازی پر ختم فرمائے جیسا کہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ (پ 18 المومنون 9) اور وہ جو اپنی نمازوں کی تکمیلی کرتے ہیں۔ (کنز الایمان) پھر ان کے بیان میں ارشاد فرمایا اُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (پ 18 المومنون 11) یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنز الایمان) ان آیات میں اللہ نے اہل ایمان کو سب سے پہلے وصف فلاح سے موصوف فرمایا اور آخر میں فردوس کی وراثت سے مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ زبان پر لمبی چوڑی وعادی کے باوجود دل کی غفلت کے اس درجہ کی فضیلت ہو اسی وجہ سے ان نمازیوں کے بالمقابل دوزخیوں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرِهِ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (پ 29 مدثر 42، 43) تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔ (کنز الایمان) نمازی فردوس کے وارث اور وہی اللہ تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرنے والے اور اس کے قرب و جوار سے نفع پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے اور ایسے لوگوں کے عذاب سے ہمیں بچائے جن کی باتیں اچھی اور فعل برے ہوں وہ کریم و منان اور قدیم الاحسان ہے۔ ذیل میں ہم چند حکایات اور اخبار ان لوگوں کی بیان کی جاتی ہیں جو خشوع کرنے والے ہیں اور اخبار خشوع کرنے والوں کی نماز کی سناتے ہیں۔

حکایات خاشعین : خشوع ایمان کا ثمرہ اور یقین کا نتیجہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ خشوع کا موجب اس کا متقی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے حل پر مطلع ہے اور اس کی عظمت اور اپنی تقصیر کو پہچانتا ہے۔ تین معرفتوں سے خشوع پیدا ہوتا ہے اور یہ معرفتیں نماز سے خصوصیت نہیں رکھتیں یہی وجہ کہ بعض اکابر دین سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شرم اور خشوع سے چالیس سال تک اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھایا۔

حکایت : ربیع بن خثیم اتنا آنکھوں کو نیچے رکھتے اور سر جھکائے رکھتے بعض لوگ خیال کرتے کہ یہ ٹاینا ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بیس سال تک آیا جلیا کرتے جب آپ کی لونڈی ان کو دیکھتی تو آپ سے کہتی کہ آپ کا ٹاینا دوست آیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو سن کر تبسم فرماتے اور جب یہ دروازے پر دستک دیتے تو لونڈی نکل کر ان کو گردن جھکائے آنکھیں بند دیکھتی جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دیکھتے تو فرماتے کہ وَبَشِّرِ الْمُنَاجِمِينَ^{۱۲} خوشخبری سناؤ عاجزی کرنے والوں کو۔ پھر فرمایا کہ ربیع بخدا اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں محبوب جانتے۔

حکایت : یہی ربیع حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوہاروں میں گئے جب بھٹیوں کو دھونکتے اور آگ کو لپیٹ مارتے دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش کر گر پڑے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس نماز کے وقت تک بیٹھے ان کو ہوش نہ آیا بلاخر انہیں اپنی پشت پر اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور وہ بدستور بے ہوش رہے یہاں تک کہ دوسرے دن اسی وقت کے قریب جس میں بے ہوش ہوئے تھے ہوش آیا اور پانچ نمازیں ان کی قضاء

ہو گئیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خوف خدا اسے کہتے ہیں۔

فائدہ : ربیع کہا کرتے ہیں کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی کہ اس میں مجھے اور کوئی فکر ہوئی ہو بجز اس کے کہ میں کیا کہتا ہوں اور مجھ سے کیا کہا جائے۔

حکایت : عامر بن عبد اللہ نماز کے اندر خشوع والوں میں تھے پھر جب نماز پڑھتے تو ان کی لڑکی دف بجاتی اور عورتیں گھر میں جو کچھ چاہتیں آپس میں باتیں کرتیں مگر وہ سنتے نہ سمجھتے۔ ایک دن کسی نے ان سے کہا کہ نماز میں تمہیں کوئی خیال بھی گزرتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا اور وہاں سے دو مکانوں میں سے ایک کی طرف پھر آنا دل میں گزرتا ہے۔ کسی نے ان سے کہا کہ جو دنیا کی باتیں تمہیں دل میں گزرتی ہیں آپ بھی اپنے دل میں کچھ پاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر مجھ میں برپھیاں لوہر سے اوہر نکل جائیں تو مجھے محبوب تر ہے۔ اس سے کہ نماز میں وہ امور معلوم کروں۔ جو تم پاتے ہو اور کہا کرتے کہ اگر پردہ اٹھالیا جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

حکایت : مسلم بن یسار بھی ایسے ہی لوگوں میں تھے۔ سنا ہے کہ نماز پڑھنے مسجد کا ستون گر پڑا اور ان کو خبر نہ ہوئی۔

حکایت : بعض اکابر کا عضو کچھ سڑ گیا تھا اس کے کانٹے کی ضرورت ہوئی مگر ان سے برداشت نہ ہو سکا کسی نے کہا کہ نماز کے اندر جو کچھ ان پر گزر جائے ان کو خبر نہیں ہوتی پھر نماز میں وہ عضو کاٹا آگیا۔

فائدہ : اکابر کا قول ہے کہ نماز آخرت میں سے ہے تو جب تم اس میں داخل ہو دنیا سے باہر ہو جائے۔

حکایت : ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ نماز کے اندر تمہارا دل دنیا کی کوئی بات کرتا ہے؟ فرمایا نہ نماز میں کوئی خیال آتا ہے نہ غیر نماز میں۔

حکایت : بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نماز میں کسی چیز کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نماز سے بہتر میرے نزدیک کوئی چیز ہے کہ میں اس کو نماز میں یاد کروں۔

فائدہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ انسان کی سمجھ داری کی علامت ہے کہ وہ نماز میں داخل ہونے سے پہلے اپنی حاجت پوری کر کے فارغ دل ہو کر نماز میں داخل ہو۔

فائدہ : بعض اکابر دسوس کے ڈر سے نماز میں تخفیف کیا کرتے یعنی جلد پڑھ لیتے۔

حکایت : عمار بن یاسر نے ایک نماز پڑھی اور تخفیف کے ساتھ لوا کی کسی نے کہا کہ آپ نے تخفیف کی؟ فرمایا کہ تم نے دیکھا میں نماز کی حدود سے تو کچھ کم نہیں کیا؟ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ میں نے شیطان کے سو پر جلدی کی کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان نماز پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے آدمی لکھی جاتی ہے نہ تین تہائی نہ چوتھائی نہ پانچواں حصہ نہ چھٹا حصہ۔ اور فرمایا کہ انسان کے لئے اس کی نماز میں سے اسی قدر

لکھا جاتا ہے جس قدر کو وہ سمجھتا ہے۔

حکایت : حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ مختصر نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس قدر سے ہم شیطان کے دوسرے سے آگے نکل جاتے ہیں۔

حکایت : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر فرمایا کہ انسان کے دونوں رخسارے اسلام میں سفید ہو جاتے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک نماز بھی کامل نہیں پڑھتا۔ لوگوں نے پوچھا کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز کے خشوع اور تواضع کو مکمل نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اچھی طرح متوجہ نہیں ہوتا اسی لئے کہ کوئی نماز بھی اس کی مکمل نہ ہوئی۔

الاعوان ۵

حکایت : ابو العلیہ سے کسی نے ”ہُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ“ کے متعلق پوچھا تو فرمایا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ کتنی رکعات کے بعد فارغ ہوں گے۔ جفت یا طاق کے بعد۔

فائدہ : حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس سے وہ مراد ہے جو نماز کا وقت بھول جائے یہاں تک کہ نماز فوت ہو جائے۔ تاخیر کردی نوئم نہ کیا۔ یعنی نہ لول وقت پڑھنے کو ثواب جانے نہ تاخیر کو گناہ۔

فائدہ : کبھی نماز کا بعض حصہ شمار میں آتا ہے اور لکھا جاتا ہے اور داخل نماز اور کثرت میں نہیں ہوتا چنانچہ اس پر احادیث دلالت کرتی ہیں اگرچہ فقہا کہتے ہیں کہ نماز کی صحت کے بارے میں نماز کے اجزاء نہیں ہوتے۔

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ امامت افضل ہے کیونکہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد اور ائمہ نے اس پر مدلولت کی اور یہ درست ہے کہ اس میں ضمانت کا خطرہ ہے مگر فضیلت بھی خطرے کے ساتھ ہے جیسے امیر اور خلیفہ ہونے کا مرتبہ افضل ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صاحب سلطنت علول کا ایک روز ستر سہل کی عیادت سے بہتر ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ امر خالی و خطرہ نہیں۔

مسئلہ : امامت کے افضل ہونے کی وجہ سے مستحب ہے کہ افضل اور زیادہ فقیہ امام ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے امام تمہارے شفیع ہوں گے یا یوں فرمایا کہ امام تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔ اگر تم اپنی نماز صحیح کرنا چاہو تو جو تم میں سے بہتر ہو اسکو آگے کیا کرو (یعنی بہتر لوگوں کو امام بناؤ)

مسئلہ : بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے بعد سے افضل کوئی نہیں اور علماء کے بعد نماز پڑھانے والے ائمہ سے مرتبہ میں زیادہ کوئی نہیں کیونکہ یہ تینوں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں وسیلہ ہیں انبیاء اپنی نبوت کی وجہ سے علماء علم کی وجہ سے۔

صدیق کی خلافت بلا فعل : دین کے رکن یعنی نماز کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دین کے رکن یعنی نماز کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت میں مقدم ہونے پر استدلال کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ نماز دین کا رکن ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے پسند کیا اسے ہم اپنی دنیا کے لئے پسند کرتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے پسند نہ کیا اور نہ یہ حجت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکو اذان کے لئے پسند کیا تھا اور اذان افضل ہے تو پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل سمجھنا چاہئے۔

سوالی : ذیل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان افضل ہے اس لئے کہ اس حدیث میں اذان کو امامت سے بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے جس سے میں جنت میں داخل ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موذن ہو جا۔ اس نے کہا مجھے طاقت نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امام ہو جا۔ اس نے کہا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو امام کے پیچھے نماز پڑھا کر۔

جواب : یہ حدیث متحمل ہے۔ مثلاً پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاید یہ خیال ہو کہ امامت پر یہ راضی نہ ہوگا کیونکہ اذان تو اس کے اختیار میں ہے اور امامت دوسروں کے اختیار اور ان کے آگے بڑھانے سے ہوتی ہے اسی لئے پہلے موذن ہونے کو فرمایا پھر یہ خیال ہوا کہ شاید یہ امامت پر قنور ہو جائے۔ اس لئے اس کا ذکر بعد میں فرمایا۔ 1۔

(3) : امام نماز کے اوقات کو ملحوظ رکھنے اور نماز اول وقت میں پڑھائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو کیونکہ اول وقت کی فضیلت آخر وقت پر ایسی ہے جیسے آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ بندہ نماز کے آخر وقت میں نماز پڑھتا ہے اور یہ نماز اس سے فوت نہیں ہوئی مگر اول وقت اس سے فوت ہو گیا وہ اس کے حق میں دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ اور جماعت کی کثرت کے انتظار میں نماز کو تاخیر سے ادا نہ کرنا چاہئے۔

بلکہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنی چاہئے۔ ((اول وقت سے مراد وہ جو شرعی اصول پر اول کہلاتا ہے مثلاً عصر کا افضل وقت سورج کی زردی سے پہلے ہے۔ شرعاً اسی کا نام اول وقت ہے لیکن خوارج نے

• شے کی تقدیم و تاخیر افضل و مقصود کی کوئی دلیل نہیں اگر اس مقدمہ کو صحیح مان لیا جائے تو ہزاروں اسلامی مسائل و عقائد میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ (اوسکی غفرلہ)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت میں ہر نماز کا پہلا وقت اول مقرر کر لیا۔ اب اسی فائدہ کو غیر مقلدین اور دیوبندی ترجیح دیتے ہیں اور ہم اہل سنت مذکورہ بالا قاعدہ کو اسے سمجھ لیں تاکہ مخالفین کے دھوکہ سے بچ جائیں۔ (اویسی غفرلہ)

مسئلہ: امام کو چاہئے کہ لمبی سورت پڑھے بہ نسبت کثرت جماعت کے افضل ہے۔

فائدہ: اکابر دین سلف صالحین میں سے جب دو آدمی آجاتے تھے تو جماعت کے لئے تیسرے کا انتظار نہ کرتے تھے اور جنازے میں جب چار جمع ہو جاتے تھے تو پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے۔

حکایت: ایک دفعہ بار سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز فجر میں طہارت کے وقت دیر ہوئی تو آپ کا انتظار نہ کیا گیا بلکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کھڑا کر دیا۔ انہوں نے نماز پڑھائی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک رکعت نہ ملی۔ آپ اسے پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہوا ہمیں کہ نامعلوم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا حکم صادر فرماتے ہیں لیکن فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔

حکایت: ایک دفعہ ظہر کی نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیر ہو گئی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کر دیا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور صحابہ نماز میں تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کے برابر کھڑے ہو گئے۔

مسئلہ: امام پر موزن کا انتظار نہیں بلکہ موزن کو امام کا امامت کے لئے انتظار کرنا چاہئے جب امام آجائے تو پھر کسی کا انتظار نہ کرے۔ (4) امامت اخلاص سے کرے اور نماز کی تمام شرطوں میں اللہ تعالیٰ کی امانت ادا کرے۔

فائدہ: اخلاص کی صورت یہ ہے کہ امامت پر اجرت نہ لے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن ابوالعاص تنقی کو امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موزن ایسا مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔

فائدہ: اذان نماز کا ذریعہ ہے۔ جب اس پر اجرت نہ لینے کو فرمایا تو نماز پر بطریق اولیٰ نہ لینی چاہئے۔

مسئلہ: اگر مسجد کی آمدنی جو امام کے لئے وقف ہو اس میں سے کچھ لے۔ یا بادشاہ کے ہاں یا مقتدیوں میں سے کوئی کچھ دے دے تو یہ لینا حرام تو نہیں مگر مکروہ ہے اور فرائض کی امامت پر لینا بہ نسبت تراویح کی امامت کے مکروہ تر ہے۔

۔ غزوہ تبوک مراد ہے۔ (مسلم شریف) اتفق ج 3 ص 177

حیلہ از امام غزالی قدس سرہ : امام کو چاہئے کہ مزدوری پر کسی قسم کی تنخواہ وغیرہ نہ لے ہاں مسجد کی اشیاء کی نگرانی سمجھ کر لے پھر نماز پڑھائے۔ یا لذان وغیرہ۔

فائدہ : امام کو چاہئے کہ باطن میں فسق اور کبیرہ گناہوں اور صغیرہ پر اصرار سے حتیٰ الوسع بچتا رہے کیونکہ وہ مقتدیوں کا سفارشی اور ان کی طرف سے بارگاہ حق میں نمائندہ ہے تو چاہئے کہ وہ مقتدیوں سے بہتر ہو اور یہی حال طہارت ظاہری کا ہے کہ بے وضو ہونے اور نپاکی سے ہو کہ ان امور پر بجز اس کے اور کسی کو خبر نہیں۔

مسئلہ : اگر نماز میں بے وضو ہونا یا بے وضو ٹوٹ جائے تو شرم نہ کرنا چاہئے جو شخص اس کے پاس کھڑا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا خلیفہ کر دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اٹائے نماز میں نپاکی یاد آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا اور غسل کر کے نماز میں شامل ہوئے۔

مسئلہ : سفیان نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہر نیک اور برے کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ * مگر پانچ شخصوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ (1) جو ہمیشہ شراب پیئے۔ (2) فاسق * معن (3) ماں باپ کا نافرمان ہو۔ (4) بدعتی (5) بھاگا ہوا غلام۔

(5) امام کو چاہئے کہ نہ باندھے جب تک کہ صفیں برابر نہ ہو جائیں دائیں بائیں دیکھ لے اگر کچھ صفوں میں خلل دیکھے تو برابر کرنے کو کہے۔

فائدہ : اکابر دین سلف صالحین مونیذہوں کو برابر ٹخنوں کو ایک دوسرے کے ٹخنوں سے ملا کر رکھتے تھے۔ *

مسئلہ : امام اللہ اکبر نہ کہے جب تک کہ ہوزن اقامت سے فارغ نہ ہو۔

مسئلہ : ہوزن اذان کے بعد اقامت کے لئے اتنا دیر کرے کہ لوگ نماز کی تیاری کر سکیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ ہوزن اذان اور اقامت کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور بول و براز والا اپنی حاجت سے بھی۔

۳۔ انخاف ج 3 ص 179 میں لکھا ہے کہ امام غزالی قدس سرہ نے یہ حدیث قوۃ القلوب سے لی ہے لیکن اس میں دوسرے کو خلیفہ بنانے کا ذکر نہیں ۳

* آجکل جو تنخواہوں پر جملہ امور (اذان، اقامت، خطابت، تدریس) رہے ہیں اس کا نام عبادات کی مزدوری نہیں بلکہ یہ اعزاز خدمت ہے یا ان کے اوقات کا ان امور پر خرچ کرنے کا انعام ہے۔ لہٰذا غفرلہ۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بول براز میں وہاؤ کی صورت میں نماز سے منع فرمایا ہے اور طعام شب کو عشاء سے پہلے کھالینے کا ارشاد کیا تاکہ دل فارغ ہو جائے تکبیر تحریمہ اور تمام تکبیر بالجر کے مسئلہ : مقتدی اتنی آواز نکالے کہ خود سن لے۔

مسئلہ : مقتدی تکبیر امام کی تکبیر کے بعد کہے۔ یعنی جب وہ اللہ اکبر کہہ لے تو پھر شروع کرے۔

مسئلہ : امام امامت کی نیت کر کے کھڑا ہو تاکہ ثواب ملے۔

مسئلہ : (اگر امام نے قوم کی نیت نہ کی لیکن لوگوں نے اس کی اقتداء کی نیت کر لی تو اس کی اور لوگوں کی نماز درست ہوگی اور مقتدیوں کو جماعت کا ثواب بھی ملے گا لیکن امام کو امامت کا ثواب نہ ملے گا۔

احکام قرات امام : قرات میں امام کو تین امور ملحوظ ضروری ہیں۔ (1) نماز میں شروع کی دعا اور تعوذ تھا شخص کی طرح آہستہ پڑھے اور الحمد اور سورۃ کو فجر کی تمام نماز میں مغرب اور عشاء کی دو پہلی رکعتوں میں بالجر پڑھے۔ اسی طرح تنہا نمازی کا حکم ہے۔ (اگر چاہے ورنہ آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے۔)

مسئلہ : جہری نماز میں آمین بالجر کہے۔ مقتدی امام کی آمین کیساتھ آمین کہے۔ * اس کے بعد نہ کہے۔

مسئلہ : بسم اللہ بالجر کہے اس بارے میں حدیثیں دونوں آئی ہیں مگر امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تسمیہ بالجر کو اختیار فرمایا ہے اور احناف کے نزدیک بسم اللہ آہستہ پڑھا ہے۔ (2) قیام کی حالت میں امام تین وقفے کرے۔ سموہ بن جندب اور عمران حصین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

(1) سکتے : اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ سکتے سب سے بڑا ہو۔ اس قدر کہ مقتدی اس میں الحمد پڑھ سکے۔ اور یہ سکتے اس وقت کرے جب نماز میں شروع کی دعا پڑھنے کے وقت ہے اس لئے اگر سکتے نہ کرے گا تو مقتدیوں کو قرآن کا سننا فوت ہو جائے گا۔ تو جس قدر ان کی نماز میں نقصان ہوگا اس کا وہیل امام کے ذمہ ہوگا۔

۱۔ یاد رہے کہ ایسے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی سولت کے لئے تعلیم فرماتے اس سے اس بدگمانی میں نہ رہیں کہ واقعی آپ بھول گئے اور آپ سے خطا ہوگئی۔ (محلّ اللہ) اس مسئلہ کی تحقیق تو فقیر نے ”بشریہ تعلیم الایہ“ میں عرض کر دی ہے یہاں اتنا سمجھ لیں کہ ایک عام آدمی بھی رات کو بیوی سے محبت کو نہیں بھولتا اور احکام سے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک تھے تو پھر کیسے بدگمانی کی جائے کہ (محلّ اللہ) آپ اپنی کسی بیوی سے جملع کو بھول گئے۔ اس لیے لانا مانا پڑے گا کہ آپ کا ایسا کرنا تعلیم امت کے طور تھا اور آپ ایسے امور میں عدا یونہی فرمایا کرتے تھے۔ (ابوہی غفرلہ)

مسئلہ: اگر امام سکتہ کرے اور مقتدی اس میں الحمد نہ پڑھیں اور کسی دوسرے عمل میں مشغول ہوں تو یہ قصور ان کے ذمہ ہے۔ (2) سکتہ الحمد سے فارغ ہونے کے بعد تاکہ مقتدی سے اگر الحمد نہ گئی ہو تو اس سکتہ میں پوری رکعتیں اور یہ سکتہ پہلے سے آدھا کرے۔ (3) سکتہ سورت پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے ہے یہ سب سے تھوڑا ہے۔ یہ اتنا ہو کہ قرأت رکوع کی تکبیر سے علیحدہ ہو جائے کہ قرأت کو تکبیر میں لانے سے نہی وارد ہے۔

مسئلہ: مقتدی امام کے پیچھے بغیر الحمد * کے اور کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ساتھ الحمد پڑھتا جائے اور اس میں قصور کرنے والا امام ہو گا کہ اس نے مہلت نہ دی اور اگر جہری نماز میں مقتدی دور فاصلہ کی وجہ سے امام کی آواز نہ سنے یا اسی نماز ہو جس میں قرأت آہستہ پڑھی جاتی ہے تو مقتدی کی سورت پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ * (3) صبح میں دو سورتیں مثلاً میں سے پڑھے جس میں سو آیتوں سے کم ہوں کیونکہ فجر کی نماز میں قرأت کو بڑھانا افضل ہے۔

مسئلہ: اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ (احناف کے نزدیک صبح کی نماز میں خوب اجلا میں افضل ہے ہاں بوجہ ضرورت اندھیرے میں پڑھ لینا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر پڑھتے پڑھتے خوب اجلا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: دوسری رکعت میں اگر سورتوں کا آخر مقدار تیس یا بیس آیات پڑھے یہاں تک کہ سورت ختم ہو جائے تو

2۔ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاطلاق ہے یعنی پڑھ لی تو اس نماز کو لوٹنا واجب ہے۔ (فائدہ) دیوبندی وہابی غیر مقلد مرزا کی دیگر مرتدین کے پیچھے نماز پڑھنا حرام۔ اس کی تفصیل فقیر کے رسائل لامت کا مطالعہ فرمائیے۔

3۔ جیسے داڑھی منڈانے والا یا قبضہ سے کم کرنے والا اس کی طرح اور فسق جو کلمہ کلا فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ (اوسکی غفرلہ)

4۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے احناف کے نزدیک آمین آہستہ کہنا مستحب ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ رد آمین بالجبر۔ (اوسکی غفرلہ)

1۔ یہ سکتے امام شافعی کے مذہب میں ہیں۔ احناف کے ہیں نہیں۔

2۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھنا ہے نہ فاتحہ اور نہ کوئی اور شے اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ترک الفاتحہ خلف الامام کا مطالعہ فرمائیے۔ (اوسکی غفرلہ)

3۔ یہ شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔ احناف کا مذہب لوہر مذکور ہوا۔ (اوسکی غفرلہ)

کوئی حرج نہیں کیونکہ سورتوں کا آخر عوام کے کاتوں تک بار بار پہنچتا ہے یہ وعظ میں کی بہ نسبت قرات میں تکرار بہتر اور زیادہ فکر کا موجب ہے۔

فائدہ : بعض علماء نے جو ایک حصہ سورت کے پڑھنے کو کراہت لکھا ہے۔ وہ اس صورت میں ہے کہ کسی سورت کا اول پڑھ کر چھوڑ دے حالانکہ حدیث میں یہ صورت بھی وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ حصہ سورت یونس کا پڑھا تو جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر آیا تو رکوع کر دیا ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورت بقرہ کی ایک آیت قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا (البقرہ ۱۳۶) ایک رکعت میں اور دوسری میں رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ (آل عمران ۸۴) پڑھی۔ اسی طرح حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رات کے وقت سنا کہ وہ کچھ کہیں سے اور کچھ کہیں سے پڑھتے ہیں ان سے وجہ پوچھی عرض کیا کہ میں عمدہ کو عمدہ سے ملاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خوب ہے۔

مسئلہ : ظہر میں طوال مفصل تیس آیتوں تک اور عصر میں اس کا نصف اور مغرب میں مفصل کی آخری آیتیں یا آخر سے سورتیں پڑھے اور آخری نماز مغرب جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھیں تو اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورت مرسلات پڑھی تھی پھر وصل شریف تک کوئی نماز نہیں پڑھی۔

خلاصہ : یہ کہ مختصر قرات پڑھنا بہتر ہے خصوصاً اس صورت میں کہ مقتدی کثیر التعداد ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو قرات مختصر کرے کہ ان میں کمزور اور بوڑھے اور کام والے ہوتے ہیں اور جب خود اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے لمبی قرات کرے۔

حکایت : حضرت معاذ بن جبل ایک قوم کو عشاء پڑھایا کرتے تھے اس میں سورت بقرہ پڑھی ایک آدمی نماز سے جماعت سے نکل کر علیحدہ نماز پڑھ لی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص منافق ہو گیا اس صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ کو جھڑکا اور فرمایا کہ لوگوں کو مصیبت میں ڈالتے ہو کیا اس طرح سے لوگوں کو دین سے نکالنا چاہتے ہو۔

ارکان نماز : نماز کے ارکان تین ہیں۔ (۱) رکوع اور سجدہ ہلکا کرے اور ان کی تسبیحات تین سے زیادہ نہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ اور کسی کی نماز نہیں دیکھی کہ ہلکی بھی ہو اور تمام ارکان بھی مکمل ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عمر بن العزیز کے پیچھے نماز پڑھی اور اس وقت وہ مدینہ منورہ کے حاکم تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس جوان کی نماز میں زیادہ اور کسی کی نماز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ نہیں پایا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم عمر بن العزیز کے پیچھے دس دس بار تسبیح کہا کرتے تھے اور ایک روایت بمجمل طور آتی ہے صحابہ

نے فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے رکوع اور سجدہ میں دس دس بار تسبیح کیا کرتے تھے۔

مسئلہ : یہ طریقہ اچھا ہے مگر جب جماعت کثیر ہو۔ تو تین بار کتنا بہتر ہے لیکن اگر جماعت میں صرف دیندار اہل ریاضیت ہوں تو دس بار کا بھی کوئی حرج نہیں۔ (مذکورہ بالا مختلف روایات کی تطبیق کا یہی طریقہ احسن ہے)

مسئلہ : امام کو چاہئے کہ جب رکوع سے سر اٹھائے تو سمیع اللہ لمن حمد کہے۔ (2) مقتدی کو امام پر سبقت نہیں کرنی چاہئے بلکہ رکوع اور سجدہ اس کے بعد کرے اور جب تک امام کا سر زمین تک نہ پہنچ جائے تب تک سجدہ کے لئے نہ جھکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء اسی طرح کرتے تھے وہ رکوع کے لئے نہ جھکتے جب تک امام رکوع میں اچھی طرح کھڑا نہ ہو جائے۔ بعض کا قول ہے کہ آدمی تین طرح نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ (1) پچیس نمازوں کا ثواب لیکر یہ وہ لوگ ہیں کہ تکبیر اور رکوع امام کے بعد کرتے ہیں۔ (2) بعض ایک ہی نماز کا ثواب لیکر نماز سے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ اعمال کرتے ہیں۔ (3) بعض وہ ہیں کہ انہیں نماز سے کچھ نہیں ملتا۔ یہ وہ ہیں کہ امام سے پہلے عمل کرتے ہیں۔

فائدہ : اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ مثلاً ایک شخص جماعت میں بعد کو ملا جبکہ امام رکوع میں ہو تو امام کو رکوع بدعا دینا چاہئے تاکہ وہ شخص بھی جماعت کے ثواب میں شریک ہو جائے اور یہ رکعت فوت نہ ہو۔ اگر نیت درست ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ بشرطیکہ بہت زیادہ دیر نہ کرے۔ تاکہ مقتدی گھبرا نہ جائیں کیونکہ رکوع بدھانے میں حاضرین کے حق کی رعایت ضروری ہے تو اس قدر بدھائے جو ان پر ناگوار نہ گزرے۔ (3) دعائے تشہد اتنا نہ بدھائے کہ خود تشہد سے بدھ جائے یعنی دعا بہت طویل نہ ہو جائے۔

مسئلہ : دعا میں اپنے نفس کو خاص نہ کرے بلکہ جمع کا صیغہ کہے۔ مثلاً اللھم اغفر لنا کی جگہ اغفر لی نہ کہے کیونکہ امام کو اپنے نفس کا خاص کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : تشہد میں ان پانچوں کلمات سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ماثور ہیں پناہ مانگنے کا حرج نہیں۔ مثلاً یوں کہے نعوذ بک من عذاب جہنم و عذاب القبر نعوذ بک من فتنہ لمحیا والممات ومن فتنۃ المسیح الدجال واذا اردت بقوم فتنۃ فافینا الیک غیر مفتونین۔ ترجمہ۔ ہم پناہ مانگتے ہیں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے اور ہم پناہ مانگتے ہیں زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے اور قوم کو فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو ہمیں اپنی طرف بلا امتحان اٹھالے۔

فائدہ : بعض نے کہا کہ دجال کا نام مسیح اس لئے ہے کہ وہ زمین کو طول میں ٹاپے گا اس معنی میں مسیح ساخت سے ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مسیح مسیح سے ہے معنی پوجنا اور مٹانا چونکہ اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی۔ اس وجہ سے مسیح کہلایا۔

(4) سلام پھیرنا : سلام پھیرنے کے ارکان ہیں (۱) دونوں سلاموں میں نیت کرے کہ قوم پر اور فرشتوں پر سلام کرتا ہوں۔ (2) فرائض کے بعد اس جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور نوافل دوسری جگہ پڑھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے کیا ہے۔

مسئلہ : اگر اس کے پیچھے عورتیں ہوں تو کھڑا ہو جب تک کہ عورتیں چلی نہ جائیں حدیث مشہور میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام کے بعد صرف اس قدر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات پڑھ لیتے۔

اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ترجمہ : اے اللہ تو سلامتی والا بھی ہے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اور جلال و اکرام والا۔

(3) سلام کے بعد پھر کر اپنا منہ مقتدیوں کی طرف کرے۔

مسئلہ : امام جب تک پھر کر نہ بیٹھے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

حکایت : حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو دونوں صاحبیں نے امام سے کہا کہ تمہاری نماز خوب اور کمال تر ہے مگر ایک بات رہ گئی ہے وہ یہ کہ جب آپ نے سلام پھرا تو مقتدیوں کی طرف پھر کر نہ بیٹھے پھر مقتدیوں سے فرمایا کہ تمہاری نماز بہتر ہے مگر تم امام کے پھر کر بیٹھنے سے پہلے ہی چل دیئے۔

مسئلہ : امام جدھر چاہے دائیں یا بائیں ہو جاوے اور داہنی طرف بہتر ہے قواعد تمام نمازوں کے ہیں صرف صبح کی نماز میں قنوت کی جائے یعنی امام کے اہٹا اور اہٹنی نہ کے اور مقتدی آمین کہے اور جب امام کہے۔ انک نقفی ولا تعیب علیک تو مقتدی آمین نہ کے کیونکہ یہ دعائیں ہے صرف تعریف ہے تو امام کے ساتھ خود بھی وہی کلمات کہتا جائے یا کہے۔

وانا علی ذلک من الشاہدین یا کہے صفت و بدلت یا اسی جیسے اور کلمات۔

مسئلہ : قنوت میں رفع یدین کرنے کے لئے ایک حدیث مروی ہے حدیث صحیح ہے تو قنوت میں رفع یدین کرنا مستحب ہے اگرچہ آخری تشہد کی دعا کے خلاف ہے کہ اس دعا میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے ان دونوں میں ایک فرق بھی ہے وہ یہ کہ تشہد میں ہاتھوں کے لئے ایک اوب ہے ایک ہیئت خاص پر رانوں کے اوپر رکھ لیا جائے اور قنوت میں رفع یدین ہے اور یہاں ہاتھوں کا اٹھانا دعا کے لئے مناسب ہے۔ (واللہ تعالیٰ و رسولہ ﷺ اعلم بالصواب) یہاں آداب امامت ختم ہوئے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کی تلقین بخشنے۔ (آمین)

یہ امام شافعی کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں کوئی قنوت نہیں۔ قنوت صرف وتر میں ہے اور بس۔ (ایسی غفران)

مُجْمَعَةُ الْمُبَارَك

فضائل جمعہ : جمعہ ایک عظیم دن ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عظمت بخشی ہے اور صرف مسلمانوں کو خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ** (پ 28 الجمعہ 9) ترجمہ۔ اے ایمان والو جب نماز کی آذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں امور دنیا کے مشاغل اور ان امور کو جو جمعہ کی حاضری سے مانع ہوں کو حرام فرمایا۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ عزوجل فرض علیکم الجمعة فی یومی هذا فی مقامی هذا ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا میرے اسی دن اور میرے اسی مقام پر (2) اور فرمایا من ترک الجمعة ثلاثا من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ جو بلا عذر تین جمعہ ترک کر دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مر کرتا ہے۔ من غیر عذر طبع اللہ علی قلبہ (3) ایک روایت میں ہے کہ جو بلا عذر تین جمعہ چھوڑ دے تو اس نے اسلام کو اپنی نشست کے پیچھے پھینک دیا۔

حکایت : ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے کسی ایک شخص کا حال پوچھا اس نے کہا وہ مر گیا ہے چونکہ وہ جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے وہ شخص ایک مہینے تک برابر آپ کے پاس آکر یہی پوچھتا رہا اور آپ کہتے رہے کہ وہ دوزخی ہے۔ (4) حدیث میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جمعہ کا دن دیا گیا انہوں نے اس میں اختلاف کیا اس لئے ان کو اس سے پھیر دیا گیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اسکی ہدایت کردی اور اس امت کے لئے اسے ظاہر کیا اور اس کو ان کی عید بنایا۔

فائدہ : اس امت کے لوگ جمعہ حاصل کرنے میں سب سے اول ہیں اور یہود و نصاریٰ ان کے تابع ہیں۔ (5) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ میں ایک روشن آئینہ تھا۔ کہا یہ جمعہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے عید ہو۔ میں نے پوچھا کہ ہمیں جمعہ میں کیا فائدہ ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ اس میں ایک ساعت بہتر ہے جو کوئی اس میں اپنی بہتری کی دعا مانگے اور وہ اس کے نصیب میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرماتا ہے اور اس کے نصیب میں نہیں تو اس کی بہ نسبت اور بہت زیادہ بہتر چیز مقدر فرماتا ہے یا کوئی اس

دن میں بری سے پناہ مانگے اور وہ اس شخص پر لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی اس برائی نسبت اور بڑی برائی سے اسے بچائے گا۔ اور عرض کی ہمارے نزدیک یہ دن تمام دنوں کا سردار ہے اور ہم اسے آخرت میں زیادتی کا دن کہیں گے میں نے پوچھا کہ یوم المیزد کہنے کی کیا وجہ ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروردگار نے جنت میں ایک دلی مقرر کی ہے سفید رنگ اور مشک سے زیادہ خوشبودار جب جمعہ کا دن ہوتا ہے عیسیٰ سے اپنی کرسی پر نزل اجلال فرما کر تجلی فرمائے گا تاکہ اس کے وجہ کریم کو دیکھیں۔ (6) حدیث میں فرمایا کہ بہتر دن جس پر کہ سورج نکلا جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں داخل کئے گئے اور اسی میں زمین پر اتارے گئے اور اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ اور یہ دن اللہ کے نزدیک یوم المیزد ہے آسمان میں فرشتے اس کو یہی کہتے ہیں اور یہی دن ہے کہ اس میں جنت کے اندر دیدار الہی ہوگا۔ (7) حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن چھ لاکھ بندے دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ (8) حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ سلامت رہتا ہے تو اور دن بھی سلامت رہتے ہیں۔ (9) فرمایا کہ دوزخ ہر روز زوال سے پہلے (جب آفتاب آسمان کے درمیان ہوتا ہے) جھونکی جاتی ہے اس وقت نماز نہ پڑھو۔ مگر جمعہ کے دن کہ وہ تمام نمازوں کا وقت ہے اس میں دوزخ نہیں جھونکی جاتی۔

مسئلہ : اجناف کے نزدیک زوال کے وقت کوئی نفل نہیں جمعہ کا دن ہو یا کوئی اور دن اس حدیث کے جوابت میں فقہ کی کتب اصول میں ہیں (10) حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں میں سے مکہ معظمہ کو فضیلت دی ہے اور مہینوں میں سے رمضان کو اور دنوں میں سے جمعہ کو اور راتوں میں سے شب قدر کو جب پرند اور نودی کیڑے جمعہ کو آپس میں ملتے ہیں اور کہتے ہیں سلام سلام یہ اچھا دن ہے۔ (11) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن مرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تو شہید کا ثواب لکھتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (بشرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو)

شرائط جمعہ : جو شرائط دوسری نمازوں میں ہیں وہی جمعہ کی شرائط ہیں۔ چھ شرائط صرف جمعہ میں زائد ہیں۔ (1) وقت۔ اس کا وقت وہی جو نماز ظہر کا ہے۔

مسئلہ : اگر نماز جمعہ شروع تو ظہر کے وقت ہوئی لیکن سلام عصر کے وقت ہوا تو جمعہ جاتا رہے اب امام کو لازم ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر ظہر پوری کرے۔ (2) مکان۔ اسی لئے جمعہ جنگوں اور دیرانوں اور خیموں میں نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ایک ایسی جگہ ضروری ہے جس میں عمارت غیر متحول ہو اور اس میں وہ چالیس آدمی جمع ہو جائیں جن کے ذمہ پر جمعہ لازم ہے۔

مسئلہ : دیہات شہر کے مثل ہے۔ 1۔ اور جمعہ کے لئے پابندی 2۔ کا موجود ہونا شرط نہیں اور نہ اس کے لئے اذان

شرط ہے مگر اس سے پوچھ لینا مستحب ہے۔

(3) شمار: چالیس مرد آزاد بالغ عاقل مقیم سے کم نہ ہوں اور مقیم بھی ایسے ہوں کہ اس شہر سے سرما اور گرما میں باہر سفر نہ کر جاتے ہوں۔ (احناف کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین افراد ضروری ہیں)

مسئلہ: اگر خطبہ یا نماز میں چالیس سے کم ہو جائیں تو جمعہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ چالیس کی شمار اول سے آخر تک ہونی ضروری ہے۔

(4) جماعت: اگر چالیس آدمی کسی گاؤں شہر میں متفرق پڑھ لیں تو ان کا جمعہ درست نہ ہوگا لیکن جو ایک رکعت کے بعد آکر ملا ہو اسے دوسری رکعت پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ ملے تو اقتداء میں نیت ظہر کی کر کے مل جائے اور امام کے سلام کے بعد ظہر پوری کرے۔ (5) شرط یہ ہے کہ اسی شہر میں اور جمعہ کسی جگہ نہ پڑھا گیا ہو جس صورت میں کہ تمام لوگوں کا جمع ہونا مسجد جامع میں دشوار ہو تب دو مسجدوں تین یا چار میں بقدر ضرورت نماز جمعہ جائز ہے۔

مسئلہ: دوسری مسجد کی ضرورت نہ ہو تب جمعہ وہی درست ہے جس کی نیت سب سے پہلے ہوئی ہوگی۔

مسئلہ: ضرورت کی صورت میں اگر کسی جگہ جمعہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ ائمہ میں سے جو بہتر ہو اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر امام فضیلت میں برابر ہوں تو جو مسجد قدیم ہو اس میں پڑھے اگر وہ بھی برابر ہوں تو جو قریب ہو اس میں پڑھے مقتدیوں کی کثرت بھی قابل لحاظ ہے۔ (6) شرط دو خطبے۔ یہ دونوں فرض ہیں اور ان میں قیام فرض ہے اور دونوں کے درمیان بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبے میں چار امور فرض ہیں۔ (1) تحمید اے ادنیٰ یہ ہے کہ الحمد للہ کہ لے (2) حضور سرور دو عالم پر درود و سلام۔ (3) اللہ تعالیٰ سے خوف کی نصیحت۔ (4) قرآن مجید میں سے ایک آیت پڑھنا اسی طرح دوسرے خطبہ میں چاروں باتیں فرض ہیں مگر اس میں آیت کی جگہ دعا مانگنا واجب ہے اور دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے چالیسوں مقتدی سنیں۔ جمعہ کی یہ سنتیں یہ ہیں۔

1۔ رہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ رہاتی جمعہ۔ لوسی غفرلہ۔

2۔ احناف کے نزدیک بادشاہ یا اس کا نائب اور اس کا لہزن ضروری ہے۔

3۔ احناف کے نزدیک شہر شرما ہے اور شہر کی تعریف میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے۔

سنن جمعہ : (1) جب سورج دوسرے ڈھل جائے اور مؤذن اذان سے فارغ ہو جائے تو امام منبر پر بیٹھے۔ اب کوئی نماز نفل نہیں پڑھنی چاہئے سوائے تحیۃ المسجد ۱۔ کے اور گنگو بھی موقوف ہو کہ جب خطبہ شروع ہو جائے اور خطیب منبر پر بیٹھ کر مقتدیوں کی طرف منہ کر کے السلام علیکم کہے اور مقتدی اس کا جواب دیں۔ (2) مؤذن اذان سے فارغ ہو جائے تو خطیب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔ (3) اپنے دونوں ہاتھ تلواریں کے قبضہ یا عصا پر رکھ لے تاکہ ہاتھوں سے کوئی لغو کام نہ کر سکے یا ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ لے۔ (4) دو خطبے پڑھے جن دونوں کے درمیان تھوڑا سا جلسہ ہو۔ (5) خطبوں میں اجنبی بولی استعمال نہ کرے اور نہ بہت لمبا کرے اور نہ گائے بلکہ خطبہ مختصر تسلیم اور تمام مضامین کا جامع ہو۔

مستحبات جمعہ : دوسرے خطبے میں بھی آیت پڑھے۔ جب امام خطبہ پڑھتا ہو مسجد میں آنے والا السلام علیکم نہ کہے اگر السلام علیکم کہے تو جواب کا مستحق نہیں بلکہ اشارے سے جواب دینا بہتر ہے اور چھینکنے والے کا جواب بھی نہ دینا چاہئے۔ نوٹ۔ (یہ جمعہ کی صحت کی شرائط ہیں)

جمعہ کے وجوب کے شرائط : جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو مرد بالغ عاقل مسلمان آزاد ایسی ہستی میں ٹھہرا ہو جس میں اس صفت کے چالیس آدمی ہوں یا شہر کے نواح میں کسی ایسے گاؤں میں مقیم ہو کہ اگر کوئی بلند آواز آدمی شہر کے اس کنارے سے جو اس گاؤں کے متصل ہے اذان دے اور شور و غل نہ ہو تو اس گاؤں میں آواز پہنچ جائے تو اس گاؤں والے پر جمعہ واجب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ** (پ 28 الجمعہ A ترجمہ۔ اے نماز والے جب نماز جمعہ کی اذان ہو تو ذکر الہی کی طرف دوڑو اور بیچ چھوڑو۔ اور جن لوگوں پر جمعہ ہے ان کو بارش اور کچڑ اور خوف اور بیماری اور بیمار کی خبر گیری کے عذر سے (بشرطیکہ اور کوئی خبر گیر بیمار کا نہ ہو) جمعہ کے ترک کرنے کی اجازت ہے اس صورت میں عذر والوں کو مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز میں تاخیر کریں۔ یہاں تک کہ لوگ جمعہ سے فارغ ہو جائیں۔

مسئلہ : اگر جمعہ میں ایسا شخص حاضر ہو جس پر جمعہ واجب نہیں مثلاً مریض یا مسافر یا غلام یا عورت تو ان کا جمعہ درست ہوگا اور ظہر کی نماز سے کفایت کرے گا۔

آداب صلوٰۃ جمعہ : یہ دس ہیں۔ (1) ادب۔ جمعرات کے دن جمعہ کے قصد سے اور اس کے فضل کے استقبال کی نیت سے تیار ہو یعنی جمعرات کی عصر کے بعد دعا استغفار اور تسبیح میں مشغول ہو کیونکہ یہ وقت اس ساعت کے برابر

۱۔ احناف کے نزدیک خطبہ شروع ہونے کے بعد تحیۃ المسجد بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔ (ابن عثیم)

۲۔ یعنی خطبہ صرف عربی میں ہو۔ (ابن عثیم)

ہے جو جمعہ میں نامعلوم ہے بعض سلف صالحین اور اکابر نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سوائے بندوں کی روزیوں کے ایک اور فضل ہے اس فضل میں سے صرف اسی شخص کو دیتا ہے جو جمعرات کی شام کو اور جمعہ کے دن اسے طلب کرے اور جمعرات کو کپڑے دھو کر صاف کر لے اور خوشبو پائیں نہ ہو تو لیکن رکھے اور دل کو ان کاموں سے فارغ کرے جو جمعہ میں صبح سے جانے کے مانع ہوں اور اس رات میں جمعہ کے روزہ کی نیت کرے کہ اسکا بڑا ثواب ہے مگر اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ ملا دینا چاہئے کہ اکیلا جمعہ کا روزہ مکروہ ہے اور اس رات کو نماز اور ختم قرآن میں گزار دے اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور اس پر روزہ جمعہ کے فضل کا اضافہ ہوگا اور اس رات میں یا جمعہ کے دن میں اپنی بیوی سے صحبت کرے کہ بعض بزرگوں نے اسے مستحب بتایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد درحم اللہ من بکروا ببتکر و غسل و اغسل اللہ اس شخص پر رحم کرے جو صبح کو جائے اور صبح کو اٹھے غسل کرے اور خود غسل کرے۔

فائدہ : غسل سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی کو نہلائے اور بعض نے اس کلمہ کو بے تشدید سین کے پڑھا ہے اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے کپڑے دھوئے اور غسل سے دونوں صورت میں یہی مراد ہے کہ خود نہلائے ان عمل سے استقبال جمعہ کے آداب کمال ہوں گے اور وہ غافلوں کے زمرہ سے خارج ہوگا۔

فائدہ : جو جمعہ کی صبح کو پوچھا کرتے ہیں کہ آج کیا دن ہے بعض سلف صالحین فرماتے ہیں کہ جمعہ میں کمال تر حصہ اس شخص کا ہے جو دو ایک دن پہلے سے اس کا انتظار اور رعایت کرے اور کمتر حصہ اس کا ہے جو صبح کو پوچھے کہ آج کیا دن ہے بعض اکابر جمعہ کی شب کو جامع مسجد ہی میں رہا کرتے تھے۔

ادب (2) : جب جمعہ کی صبح ہو تو فجر ہوتے ہی غسل کرے اگرچہ اس وقت جامع مسجد میں نہ جائے مگر اس کے قریب ہی جانا مستحب ہے تاکہ نہانا اور مسجد کا جانا قریب ہوں۔

فائدہ : جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور اس کی تاکید ہے اور بعض علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم ترجمہ۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ مرد پر واجب ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نفع کی یہ حدیث مشہور ہے کہ من انى الجمعة فليغتسل ترجمہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (مردوں یا عورتوں میں سے) جمعہ کو حاضر ہو، اس کو غسل کرنا چاہئے۔

فائدہ : مدینہ منورہ کے لوگ ایک دوسرے کو اگر برا کہتے تو یوں کہتے کہ تو اس سے برا ہے۔ جو جمعہ کے دن نہ نہائے۔

حکایت : ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے

حضرت عمرؓ نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اذان سننے کے بعد کوئی دیر نہیں کی۔ وضو کر کے باہر چلا آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کے لئے فرمایا کرتے تھے لیکن آپ نے وضو پر اکتفا کیا۔

فائدہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف وضو کرنے سے معلوم ہوا کہ غسل کا ترک کرنا جائز ہے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بہتر ہے۔ لیکن جس نے غسل کیا وہ افضل ہے۔

مسئلہ: جو نپاکی کی وجہ سے نہائے اور ایک دفعہ اپنے بدن پر جمعہ کے غسل کی نیت سے پانی بہائے اور ایک ہی غسل کرے تو کافی ہوگا اگر دونوں کی نیت کر لے گا تو ثواب زیادہ ملے گا۔ غسل جمعہ غسل جنابت کے اندر داخل ہو جائے گا۔

حکایت: بعض صحابہ اپنے صاحبزادہ کے یہاں گئے تو انہوں نے غسل کیا تھا پوچھا کہ جمعہ کا غسل ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ جنابت کا فرمایا کہ دوسرا غسل اور کرو۔ اسے یہ حدیث سنائی کہ غسل جمعہ کا ہر بلغ پر واجب ہے اور دوبارہ غسل کے لئے اس لئے کہا کہ انہوں نے غسل جمعہ کی نیت نہیں کی تھی ورنہ ایک ہی کافی ہو جاتا۔

سوال: مقصد نظافت ہے کہ وہ بلانیت سے بھی حاصل ہوگئی پھر دوبارہ غسل کے حکم کا کیا معنی۔

جواب: یہ اعتراض وضو میں بھی پڑے گا کہ نظافت بلانیت بھی حاصل ہے پھر جس نے بلانیت وضو کیا اسے دوبارہ وضو کے حکم کا کیا معنی (یہ امام شافعی کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ احناف کے نزدیک وضو میں نیت فرض نہیں مستحسن ہے اگر کسی نے بلانیت وضو کیا تو بھی وضو ہو گیا اسے دوبارہ وضو کا کوئی حکم نہیں)

فائدہ: جمعہ کے لئے ایک ثواب مقرر کیا گیا ہے اس لئے اس کے ثواب کی طلب ضروری ہے اور جو شخص نہائے وضو جاتا رہے تو وضو کرے غسل باطل نہ ہوگا لیکن مستحب یہ ہے کہ غسل کے بعد وضو توڑنے سے احتراز کرے۔

ادب (3): اس دن زینت مستحب ہے اور وہ تین امور ہے۔ (1) لباس (2) نظافت (3) خوشبو لگانا۔

فائدہ: مسواک کرنا اور ہاتھوں کا دور کرنا اور ناخن تراشوانا اور مونچھوں کا کھرنا اور جتنا امور کہ باب الطہارت میں گزرے عمل میں لانے چاہئیں۔

فوائد طیبہ شرعیہ: (1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے اللہ تعالیٰ اس سے مرض نکل کر شفا داخل کر دیتا ہے۔ پس اگر بدھ جمعرات کو حمام کر چکا ہو تو مقصود حاصل ہے اب جمعہ کو جو عمدہ خوشبو لگائے اس قدر کہ بدبوؤں پر غالب ہو اور اس کے باعث حاضرین کے دماغ کو خوشبو اور

راحت پہنچے۔ (2) مردوں کے لئے وہ خوشبو عمدہ ہے جس کی بو ظاہر اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کے لئے وہ اچھی ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو پوشیدہ ہو اس کے متعلق تین احادیث مروی ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے صاف رکھے اسے رنج کم ہوتا ہے اور جس شخص کی خوشبو عمدہ ہو اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے۔ (3) لباس سب سے اچھا لباس سفید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر کپڑوں میں سفید رنگ ہے اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس میں شرت ہو اور سیاہ کپڑا مسنون ہے اور اس میں کوئی ثواب ہے بلکہ بعض لوگوں نے اس کی طرف دیکھنا بھی مکروہ کہا کیونکہ وہ یہی بدعت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ۱۔

فضائلِ عمامہ : نماز جمعہ میں عمامہ مستحب ہے پہلے واٹلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

مسئلہ : گرمی ستائے تو نماز سے پہلے اور چھپے اسے اتار دینے میں کوئی حرج نہیں مگر جس وقت گھر سے جمعہ کے لئے نکلے اور عین نماز کے وقت امام کے منبر پر جانے کے وقت میں عمامہ نہ اتارے۔

اوپ 4 : جامع مسجد کے لئے صبح کو جائے اور مستحب ہے کہ مسجد جامع کا قصد دو تین کوس سے کرے اور صبح صادق ہونے سے یہ وقت سویرے جانے کا شروع ہو جاتا ہے اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور جمعہ کے لئے جانے میں خشوع اور تواضع سے رہے۔

مسئلہ : نماز کی فراغت تک مسجد میں احتکاف کی نیت کر لے۔ مسجد میں جلدی جانے سے نیت یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نداء جو جمعہ کے لئے ہے اس کی اجابت کرتا ہوں اور اس مغفرت و رضا کی طرف سبقت کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو اول ساعت میں جا کے اس نے گویا ایک اونٹ قربان کیا اور دوسری ساعت میں جائے اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں جائے اس نے گویا مرغی اللہ کی راہ میں ذبح کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے اس نے گویا انڈا اللہ تعالیٰ کو نذر کیا اور جب امام خطبے کے لئے تشریف لاتا ہے تو صحیفے لیٹے جاتے ہیں اور قلم اٹھائے جاتے ہیں اور فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکر سنتے ہیں۔ پس جو شخص اس وقت کے بعد آتا ہے تو وہ صرف نماز کے حق کے لئے آتا ہے اس کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

قائدہ : پہلی ساعت آفتاب کے نکلنے تک ہے اور دوسری اس کے اونچا ہونے تک مقدار نیزہ ہے۔ تیسری اس وقت تک رہتی ہے کہ دھوپ میں تیزی اتنا ہو کہ پاؤں جلنے لگیں اور چوتھی اور پانچویں اس وقت سے لے کر دوپہر ڈھلنے تک ہے اور ان دونوں کا ثواب کم ہے اور زوال کا وقت نماز کا وقت نہیں ہے اس میں کوئی ثواب نہیں حضور صلی

۱۔ اس سے شیعہ مذہب کا رد ہے کہ ان کے نزدیک سیاہ لباس محبوب ہے۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر آدمیوں کو معلوم ہوں کہ ان میں کیا ثواب ہے تو اپنی سواریوں کو ان کی طلب میں دوڑائیں۔ (1) لڑائی (2) صف اول (3) جمعہ کو سویرے جانا امام احمد نے فرمایا کہ ان تینوں میں بدھ کو جمعہ کے لئے پہلے جانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے اپنے اٹھوں میں چاندی کے کفنڈ اور سونے کے قلم لیکر مسجد جامع کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور اول اور دوم آنے والوں کو ترتیب وار لکھتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے وقت سے جمعہ کے دن دیر کرتا ہے تو فرشتے اس کو تلاش کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اس کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے اور کس وجہ سے اسے معمول سے دیر ہوئی اور یہ کہتے ہیں کہ الہی اگر اسے مفلسی کی وجہ سے دیر ہوئی تو اس کو غنی کر اور بیماری کی وجہ سے ہوئی تو شفا دے اور کاروبار سے ہوئی ہو تو اسے اپنی عیالت کے لئے فراغت نصیب کر اور اگر کسی کھیل و تماشے نے اسے دیر لگادی ہو تو اس کے دل کو اپنی طاعت کی طرف متوجہ فرما دے۔

فائدہ : قرآن اول (پہلے زمانہ) میں سحر کے وقت اور صبح صلوٰۃ کے بعد راستے لوگوں سے بھر جاتے تھے کہ روشنی لیکر جامع مسجد میں عید کے دنوں کی طرح بھیڑ بھاڑ ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ یہ عادت پرانی ہو گئی بلکہ جاتی رہی۔ ۱۔

ایک بدعت جو عام ہے : علمائے کرام نے فرمایا ایک بدعت یہی ہوئی کہ جمعہ کے دن سویرے جانا چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے بھی شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے عیالت خانوں میں ہفتہ اور اتوار کو سویرے جاتے ہیں اور دنیا کی طلب خرید و فروخت اور نفع کے بازاروں میں کیسے تڑکے جاتے ہیں تو آخرت کے طالبوں کو کیا ہوا ہے کہ ان سے پیش قدمی نہیں کرتے۔

فائدہ : جب اللہ تعالیٰ کا دیدار لوگوں کو نصیب ہوگا تو اس وقت ان کو قرب اسی قدر ہوگا جس قدر کہ جمعہ کو سویرے لگے ہوں گے۔

حکایت : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد جامع کو صبح تشریف لے گئے دیکھا کہ تین آدمی آپ سے ہیں اس بات سے آزدہ ہوئے اور اپنے نفس کو عتاب کر کے کہنے لگے کہ چار کا چوتھا ہے یہ بھی غنیمت ہے۔

ادب 5 : مسجد میں داخل ہونے کی کیفیت یہ ہے کہ نمازیوں کی گردنوں پر کود نہ جائے اور نہ ان کے سامنے گزرے اور بہت پہلے سے جانے میں ان دونوں باتوں کی دقت نہ ہوگی۔

فائدہ : گردنیں پھانڈنے کے متعلق سخت وعید وارد ہے کہ قیامت کے دن اس کو پل کر دیا جائے گا کہ لوگوں کی گردنیں پھانڈ۔

۱۔ بلکہ اب تو یہ حل ہے کہ اور خطبہ شروع ہوا اور سے لوگ نماز کے لئے آنے شروع ہوئے۔ لوسی غفرلہ

حکایت : ابن صریح سے مرسلہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے کہ اس اثنا میں دیکھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہے یہاں تک کہ آگے بڑھ کر بیٹھ گیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو اس شخص سے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا کہ آج ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک نہیں ہوا اس نے عرض کیا کہ حضور میں تو جمعہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھے لوگوں کی گردنیں پھاندتے دیکھا تھا۔

فائدہ : اس حدیث سے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کا عمل بے کار ہو گیا ایک حدیث مسند میں اس طرح ہے کہ آپ نے اس شخص کو یوں فرمایا کہ کیا چیز تجھے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے منع ہوئی اس نے عرض کیا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے دیکھا کہ تو دیر سے آیا اور لوگوں کو دکھ دیا۔

مسئلہ : جس وقت صف اول خالی ہو تو اس وقت لوگوں کے اوپر سے جانے کا حرج نہیں کہ انہوں نے اپنی حق تلف کیا اور فضیلت کی جگہ چھوڑ دی۔ حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ جو لوگ جمعہ کے دن مسجد جامع کے دروازوں پر ہی بیٹھ جاتے ہیں ان کی گردنیں پھاندا کرو یہ ان کی کوئی بے حرمتی نہیں۔

مسئلہ : جب مسجد میں تمام لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو سلام نہ کرے اس لئے کہ انہیں بے محل جواب دینے کی تکلیف ہوگی۔

اوب 6 : نمازیوں کے آگے نہ گزرے ستون یا دیوار کے قریب بیٹھے تاکہ کوئی آگے سے نہ گزرے یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں

مسئلہ : نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں جاتی مگر نمازی کے گزرنے کے لئے نہی دارد ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو چالیس سال کھڑا رہنا بہتر ہے کہ نمازی آگے سے گزرے۔

حدیث : فرمایا کہ اگر آدمی راکھ اور خاک ہو جائے اس کو ہوائیں اڑادیں تو اسکے حق میں یہی بہتر ہے کہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

فائدہ : حدیث میں ہے نمازی گزرنے والے کو برابر فرمایا بشرطیکہ نمازی راستے پر نماز پڑھے یا سامنے سے لوگوں کو ہٹانے میں کوتاہی کرے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا اور نمازی یہ جانتے کہ ان پر کتنا گناہ ہوتا ہے تو چالیس سال تک ٹھہرا رہنا اس کے لئے بہتر ہوتا نمازی کے آگے گزرنے سے۔

مسئلہ : ستون اور دیوار اور بچھا ہوا مصلیٰ نمازی کی جگہ ہے جو اس کے اندر ہو کر گزرے تو نمازی کو چاہئے کہ اسے

ہٹا دے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیذفعہ فان ابی فلیذفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانہ شیطان۔ ترجمہ۔ چاہئے اسے ہٹانے اگر وہ انکار کر پھر ہٹائے اگر انکار کرے سمجھ لو شیطان ہے۔

حکایت : خدري رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہو کر جو کوئی گزرتا تھا تو ایسا دھکا دیتے تھے کہ گر جاتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا۔ یہ کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دھکا دیتے وہ آپ سے لپٹ جاتا یعنی جھگڑا ہو جاتا آپ کی اس زیادتی کی شکایت مردان سے کی گئی مردان نے آپکو بلا کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا کرنے کو حکم فرمایا ہے۔

مسئلہ : اگر ستون نہ پائے تو چاہئے کہ اپنے آگے کوئی ایسی شے کھڑی کرے جس کا طول ایک ہاتھ ہو تاکہ اس حد کہ پہچان ہو جائے۔

اوب 7 : صف اول تلاش کرے کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

احادیث مبارکہ (1) : روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے اہل کو نسلائے اور خود نمائے اور صبح سے جائے اول خطبے کو پائے اور امام سے قریب ہو کر خطبہ اور قرأت سنے تو یہ اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیانی ایام سے تین دن زیادہ کفارہ ہو جائے گا۔ (2) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے دوسرے تک اس کی مغفرت فرمائے۔ (3) بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔

فائدہ : صف اول کی تلاش سے غفلت نہ کرے مگر تین صورتوں میں (1) خطیب کے پاس کوئی ایسی بری بات ہو کہ یہ اس کے بدلنے سے عاجز ہو مثلاً امام یا کوئی دوسرا آدمی ریٹھی کپڑا پہنے ہو یا بڑے بھاری ہتھیار ہاندہ کر نماز کو آیا ہو جس سے خیال ادھر کو ہو یا سنہرے ہتھیار ہوں یا کوئی اور اسی قسم کی چیز ہو کہ تو اس کا روکنا اس شخص پر واجب ہو جائے تو اس صورت میں صف اول سے پیچھے رہنا بہتر ہے۔

مسئلہ : مذکور بالا امور کی وجہ سے بعض علماء نے ایسا کیا ہے۔

حکایت : بشر بن حارث سے کسی نے پوچھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ صبح سے آتے ہیں مگر نماز آخر کی صفوں میں پڑھتے ہیں فرمایا کہ قلوب کا قرب مقصود ہے اجسام کا قریب ہونا ضروری نہیں۔

فائدہ : اس سے آپ نے اشارہ کیا کہ صفوں سے پیچھے رہنا دل کے لئے بہتر ہے۔

حکایت : حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوری نے شعیب بن حرب کو دیکھا فرمایا کہ منبر کے پاس تمہارے بیٹھنے جگہ میرے دل کو پر آگندہ کر دیا کہ تم اس سے ماموں ہو کہ اگر کوئی بات اس سے (جعفر ابو مسعود خلیفہ) اسی سے سنو کہ اس کا انکار تم پر واجب ہو تو اسے بجا نہ لائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان خلفاء عباسیہ نے سیاہ لباس ایک نئی

بدعت نکلی ہے۔ شعیب نے کہا کہ یا ابا عبد اللہ کیا حدیث میں نہیں ہے کہ خطبہ قریب ہو آپ نے فرمایا یہ خلفائے راشدین محدثین کے لئے ہے تم بادشاہوں سے دور رہو بلکہ ان کی طرف نہ دیکھو اس سے اللہ عزوجل کا قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

حکایت : سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے صفوں سے پیچھے ہٹا شروع کیا یہاں تک کہ پچھلی صف میں ہو گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ کیا اول صف پچھلوں سے بہتر نہیں ہے۔ فرمایا ہاں۔ مگر یہ امت مرحومہ ہے دیگر امتوں سے اس پر نظر رحمت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو نماز میں نظر رحمت سے دیکھتا ہے تو اسکے پیچھے جتنے آدمی ہوتے ہیں سب کو بخش دیتا ہے اس لئے سب سے پیچھے اسی توقع سے کھڑا ہوا کہ ان میں سے جس کی طرف نظر رحمت کرے اس کے طفیل میری مغفرت بھی ہو جائے۔

حدیث : بعض راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص اس نیت سے پیچھے ہٹے کہ دوسرے کو اس پر ترجیح ہو یہ خوش خلقی کے طور ہو تو کوئی حرج نہیں اور اس وقت یہ کہا جائے گا کہ الاعمال بالنیات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) (2) خطیب کے قریب کوئی ایسی جگہ مسجد سے علیحدہ بادشاہوں کے لئے تیار کی گئی ہو تو پھر صف اول بہتر ہے مگر بعض علماء نے اس مکان کے اندر داخل ہونا مکروہ کہا ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری اور بکر بنی اس جگہ پر نماز نہ پڑھتے تھے اس خیال پر کہ وہ صرف بادشاہوں کے لئے ہی تھی اور یہ بدعت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مسجدوں میں پیدا ہوئی ہے حالانکہ مسجد مطلق تمام لوگوں کے لئے برابر ہے تو اس کی کوئی جگہ علیحدہ کر دینا خلاف سنت ہے لیکن انس بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما مالک اور عمران بن حصین نے اس جگہ پر نماز پڑھی ہے اور قرب امام کی تلاش میں اسے مکروہ نہیں کیا غالباً کراہت اس صورت میں ہوگی کہ اس جگہ کو مخصوص کر دیا جائے کہ دوسرے لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے اور جس صورت میں کہ ممانعت نہ ہو کراہت نہ ہوگی۔ (3) منبر بعض صفوں کو کٹ دیتا ہے اور صف اول وہ ہے جو منبر کے بعد صف متصل اور جو اس کے دونوں طرف میں ہے وہ صف مکمل نہیں حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کرتے تھے کہ صف اول وہ ہے جو منبر سے علیحدہ ہو اور اس کے بالمثل ہو ان کا قول صحیح ہے کہ متصل وہی صف ہے کہ اس میں بیٹھا ہوا آدمی خطیب کے سامنے ہوتا ہے اور اس کا خطبہ سنتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی رعایت نہ کی جائے اور صف اول اسی کو کہیں جو قبلہ کے قریب ہو۔

مسئلہ : بازاروں اور مسجد کے چوک میں (جو مسجد سے خارج ہو) نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو مار مار کر چوکوں سے اٹھا دیتے تھے۔

اوب 8 : امام کے منبر پر جاتے وقت نماز اور کلام موقوف کر دے بلکہ مؤذن کا جواب دیکر خطبہ سننے میں مشغول ہو۔

بعض عوام کی علوت ہو گئی ہے کہ جب مؤذن اذان کو اٹھاتا ہے تو وہ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی اصل حدیث اور آثار میں نہیں ہے بلکہ اگر اتفاقاً سجدہ تلاوت اس وقت آجائے تو حرج نہیں دیا جاتا کیونکہ یہ وقت بہتر ہے اور اس سجدے کی حرمت کا حکم نہ دیا جائے کہ اس کی حرمت ثابت نہیں۔ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو خطبہ سننے اور خاموش رہے اسے دو ثواب ہیں اور جو نہ سنے اور خاموش رہے اسے ایک ثواب ہے اور جو سننے اور لغو بکے اس کو دو گناہ ہیں اور جو نہ سنے اور لغو بکے اس پر ایک گناہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من قال لعاصیہ والاعام یخطب انصت اوصہ فقد لغا ومن لغا فلا جمعتہ لہ ترجمہ۔ جس نے اپنے ساتھی سے اس وقت کہا چپ ہو جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس نے لغو بکا اور جو لغو بات کہے اس کا جمعہ نہ ہوگا۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چپ کرنا اشارہ سے کنکر مارنے سے ہونا چاہئے بولنے سے نہیں۔

حکایت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ فلاں سورت کب نازل ہوئی ہے حضرت ابی نے اشارہ فرمایا کہ چپ رہو جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے تو حضرت کعب نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ تمہارا جمعہ نہیں ہوا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی نے سچ کہا ہے۔

مسئلہ: اگر امام سے دو رہو تو نہ علم میں گفتگو کرے نہ کوئی اور بات کرے بلکہ چپ رہے اس لئے کہ گفتگو سے بھینساٹ سننے والوں تک پہنچے گی۔

مسئلہ: جو شخص بولتا ہو اس کے حلقہ میں نہ بیٹھے۔

مسئلہ: جو شخص دوری کے باعث سننے سے عاجز ہو اس کو چاہئے کہ چپ رہے کہ یہی مستحب ہے۔

مسئلہ: خطبہ کی حالت میں نماز مکروہ ہے تو کلام (گفتگو) بطریق لولی مکروہ ہوگا۔

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ چار ساعتوں میں نماز نفل مکروہ ہے۔ (1) فجر کے بعد (2) عصر کے بعد (3) دوپہر کے وقت (4) جس وقت امام خطبہ پڑھتا ہو۔

اوپر 9: جمعہ کے اقتداء میں ان امور کا لحاظ رکھے جنہیں ہم نے جمعہ کے سوا اور نمازوں میں ذکر کیا ہے پس جب امام کی قرأت سننے تو سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے۔ *

مسئلہ: جب جمعہ سے فارغ ہو تو بولنے سے پہلے سات بار الحمد اور سات بار قل ہو اللہ سات بار معوذتین پڑھے۔

بعض سلف سے مروی ہے کہ جو کوئی ایسا کرے گا وہ جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہے گا اور شیطان سے اس کو پناہ ملے گی۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کہے اللہم یا غنی یا حمید یا مبدی یا معید یا رحیم یا ودود غنی بعلاک عن صرامک و بفعلک عن سواک کہے۔

فائدہ : جو کوئی اس دعا پر مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنی مخلوق سے بے پروا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے روزی دے گا کہ اس کو گمان بھی نہ ہو (ان شاء اللہ)

مسئلہ : جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار کی روایت کی ہے اور حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ روایت کی ہے اور تمام روایتیں مختلف حالات میں درست ہیں تو افضل یہی ہے کہ اکمل روایت پر عمل کیا جائے کہ سب پر عمل ہو جائے۔

اوپر 10 : نماز عصر مسجد جامع میں پڑھنے تک مسجد ہی میں رہے بلکہ اگر مغرب تک ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ : جو نماز عصر مسجد جامع میں پڑھے توجہ کا ثواب نصیب ہوتا ہے اور اگر مغرب کی نماز پڑھے تو اسے حج اور عمر کا ثواب ہوتا ہے۔

مسئلہ : اگر ریا کا خطرہ ہو یا یہ کہ کسی آفت سے محفوظ نہ ہو گا مثلاً یہ خیال کہ لوگ مجھے اعتکاف بیٹھا ہوا دیکھو میری تعریف کریں یا یہ کہ بے فائدہ باتوں میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر میں ذکر اللہ کرتا ہوا اور اس کی نعمتوں کو سوچتا ہوا چلا آئے اور شکر کرے کہ اس نے عبادت کی توفیق دی اور اپنی تقصیر سے ڈرتا رہے اور سورج کے ڈوبنے تک اپنے دل اور زبان کی نگرانی رکھے تاکہ وہ ساعت عمدہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔

مسئلہ : مسجد جامع اور دوسری مسجدوں میں دنیا کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ ان کی باتیں مسجدوں میں دنیا کے امور ہوں گے اللہ کو ان سے کوئی غرض نہیں تم ان کے پاس مت بیٹھو۔

۱۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے الحمد شریف نہ پڑھنی چاہئے۔ لوسی غفرلہ۔

آدابِ یومِ الجمعہ

(جمعہ کے دن کے مشاغل)

آدابِ یومِ الجمعہ کے آداب سات ہیں۔

اوب 1: صبح کو یا نماز جمعہ کے یا عصر کے بعد علم کی مجالس میں حاضر ہو مگر قصہ گوؤں یعنی جاہل واعظوں کی مجالس میں نہ جائے کہ ان کی گفتگو میں خیر نہیں اور سالک آخرت کو چاہئے کہ جمعہ کے تمام دن خیرات اور دعاؤں سے خلل نہ رہے تاکہ وہ ساعت شریف اس کو مل جائے جو بہتر ہے اور وہ حلقے کہ نماز سے پہلے ہوں ان میں نہ جانا چاہئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ کرنے سے منع فرمایا مگر اس صورت میں انہیں کوئی عالم ربانی ہو اور اللہ تعالیٰ کے انعامات اور انتقامات کا ذکر کرتا اور اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھاتا ہو اور مسجد جامع میں صبح کے وقت واعظ کہتا ہو۔ اس کے پاس بیٹھے کہ اس میں صبح کو جانا اور اس علم کا سننا جو آخرت کے لئے مفید ہو دونوں حاصل ہیں ایسا علم سننا نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔

احادیث (1): حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجلس علم میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ (2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت ماذا قصبت الصلوة فانسروا فی الارض وابتعوا من فضل اللہ کے متعلق فرمایا کہ اس سے دنیا کی طلب مراو نہیں بلکہ بیمار کی عیادت اور جنازہ میں شریک ہونا اور علم سیکھنا اور جس سے اللہ کی رضا کے لئے بھائی چارہ کرنا مراد ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے علم کلام مجید میں متعدد مقلات پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا (1) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (2) فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا۔ ہم نے داؤد کو علم دیا اس کا علم سیکھنا اور سکھانا افضل تربت میں سے ہے۔ (4) قصہ گوؤں جاہل واعظوں کی مجالس سے نماز افضل ہے کیونکہ اسلاف قصہ گوئی (جاہلانہ وعظ) کو بدعت جانتے تھے اور قصہ گوؤں (جاہل واعظوں) کو جامع مسجد سے نکل دیتے تھے۔

حکایت: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد جامع میں اپنی مسند پر آئے دیکھا ایک قصہ گو جاہل واعظ آپ کی مسند بیان کر رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری جگہ سے اٹھ جا۔ اس نے کہا میں نہیں اٹھتا میں آپ سے پہلے یہاں پر بیٹھا ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کو تو ل کو بلا کر اٹھوا دیا۔

فائدہ: اگر جاہل واعظ کا بیان کرنا سنت ہوتا تو اس کا اٹھانا کب جائز تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا يَقْبِضُ أَحَدُكُمْ إِخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهِ فِيهِ وَلَكِنْ تَفْسَحُوا وَتَوَسَّعُوا۔ ترجمہ۔ تم میں سے اپنے بھائی کو اٹھا کر اس

جگہ پر نہ بیٹھے بلکہ کئے وسعت کو جگہ دو کہ کر جگہ مل جائے تو بیٹھ سکتا ہے۔

فائدہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اگر کوئی شخص اپنی جگہ چھوڑ دیتا تو اس میں نہ بیٹھتے جب تک کہ وہ شخص اسی جگہ پر نہ بیٹھتا۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک جلیل واعظ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرے کے قریب بیٹھا کرتا۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہلا بھیجا کہ اس نے اپنے قصوں سے مجھے ستا رکھا ہے اور ذکر اور تسبیح سے مجھے روک دیا ہے۔ حضرت عمر نے اس کو اتا مارا کہ اس کی کمر پر چھڑی توڑ دی۔ پھر نکل دیا۔

اوپ 2 : جو ساعت جمعہ میں افضل ہے اس کی اچھی طرح نگرانی کرے۔

احادیث مبارکہ : (۱) حدیث مشہور ہے کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس کو کوئی بندہ مسلمان اگر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے وقت اسے پالے تو اللہ تعالیٰ اس کو عنایت فرماتا ہے جمعہ کی ساعت میں اختلاف ہے۔

ساعت یوم الجمعہ کی تحقیق : ساعت جمعہ کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت سورج نکلنے کے وقت ہے بعض زوال کے وقت اور بعض لڑان کے وقت بتاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب امام منبر پر خطبہ شروع کرتا ہے بعض کہتے ہیں کہ جب لوگ نماز میں کھڑے ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ عصر کے مختار وقت کا آخری ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سورج کے غروب سے تھوڑا سا پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کی رعایت کرتی تھیں اور اپنی خادمہ کو حکم فرماتیں کہ سورج کو دیکھتی رہو۔ جب وہ غروب ہونے کو ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔ آپ کی خادمہ ایسا ہی کرتی اس وقت آپ دعا استغفار میں مشغول ہوتیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا اور فرماتیں کہ اسی ساعت کا انتظار کرنا اور اس مضمون کو آپ اپنے والد گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اختیار کیا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت تمام دن شب قدر کی طرح مبہم ہے۔ اس لئے اس کے انتظار میں طلب کی کثرت ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جمعہ کی ساعات میں شب قدر کی طرح بدلتی رہتی ہے اور یہ قول درست ہے اور اس کے لئے ایک راز ہے جس کا نام علم معاملہ میں مناسب نہیں مگر چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کی جائے کہ فرمایا ان لرنکم فی ایام دھرکم نفصات الافنوضوالها ترجمہ۔ بیشک تمہارے رب کے تمہارے دنوں میں نفحات ہیں۔ جب درد ان کے درپے رہو۔ چونکہ جمعہ انہیں ایام سے ہے تو بندے کو چاہئے کہ جمعہ کے تمام دن نفحات کا جو یا اور حضور دل اور درود ذکر کے ساتھ دنیا کے وسوسوں سے برکنار ہو کر اپنے شاید ان نفحات میں سے کچھ اسے بھی نصیب ہو جائے۔

حکایت : کعب بن احبار نے فرمایا کہ وہ ساعت روز جمعہ کی آخر ساعت ہے یعنی غروب کے وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آخر ساعت کیسے ہو سکتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جس بندہ کو وہ ساعت نماز پڑھنے میں مل جائے اور آخر ساعت نماز کا وقت نہیں۔ کعب احبار رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو نماز کا انتظار کرے وہ نماز ہی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں حضرت کعب نے فرمایا تو یہی نماز ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔

فائدہ : حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احبار اس طرف مائل تھے کہ یہ سماعت اللہ کی رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو اس دن کے حقوق پر قائم ہوں تو اس رحمت کو اس وقت دینا چاہئے جب کام سے فارغ ہو لیں۔

خلاصہ : یہ کہ وقت اور جس وقت لام منبر پر خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے دونوں افضل ہیں۔ چاہے کہ دونوں میں بہت زیادہ وعلائے۔

ادب 3 : جمعہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جمعہ کے دن 80 بار درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس کے 80 سال کے گناہ بخش دیتا ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس طرح درود بھیجیں۔ فرمایا کہو اللہم صلی علی محمد عبدک و نسیک و رسولک النبی الامی ترجمہ۔ اے اللہ رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے بندے اور نبی امی پر۔ اور ایک عقد کردہ یعنی یہ ایک بار ہو اسی طرح اسی بار نیز ان الفاظ سے کہو اللہم صل علی محمد و علی آل محمد صلوة نکون لک رضا و لحقہ اداء و اعطہ الوسيلة والبعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عناما ہواہلہ اجزہ افضل ما جازیت نبینا عن امنہ وصل علی جمیع اخوانہ من النبیین و الصالحین یا رحمہم الرحمین۔ ترجمہ۔ الہی رحمت بھیج محمد پر اور آل پر ایسی رحمت کہ تیرے خوشی میں ہو اور ان کے حق کو ادا کرے اور ان کو وسیلہ عنایت کر اور جس مقام محمود کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اس پر ان کو اٹھا اور ہماری طرف ان کو وہ بدلہ دے جس کے وہ لائق ہیں اور ہماری طرف سے ان کو وہ بدلہ دے کہ کسی نبی کو جو تو نے اس کی امت کی طرف سے دیا ہو اس سے بڑھ کر ہو اور ارحم الراحمین ان کے سب بھائیوں یعنی انبیاء اور صالحین پر رحمت بھیج۔

یہ سات بار کہو۔ مروی ہے کہ جو کوئی اس درود کو سات جمعہ پڑھے اور ہر جمعہ سات مرتبہ پڑھے تو اس کے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہے اور اگر یہ مطلوب ہو کہ درود کے الفاظ زیادہ ہوں تو درود ماثور پڑھے۔ وہ یہ ہے :

اللہم اجعل فضائل صلواتک و نرانی برکاتک و شرائف ذکرک و رفتک و رحمتک و نعتک علی محمد سید المرسلین و امام التقین و خاتم النبیین و رسول رب العلمین قائد الفیرو فاتع البر و نبی الرحمتہ و سید الامتہ اللہم بعثہ مقاما معمود اتزلف یہ و تقربہ عینہ یعصیہ بہ الاولون الاخرون اللہم اعط الفضل و الفضیلہ و الشرف و الوسیلہ و الدرجتہ الرفیعہ و المنزلہ الشامخہ المینفۃ اللہم اعط محمد ارسولہ و بلغہ مامولہ واجعلہ اول شافع و اول مشفع اللہم عظم برہانہ و ثقل میزانہ و ابلیع حصبت

اور رفع فی اعلیٰ المقربین درجۃ اللہم احشرنا فی زمرۃ واجعلنا من اہل شفاعتہ واحبنا علیٰ سنۃ و
توفنا علیٰ ملتہ داور دنا حوصہ واسقانا بکاسہ غیر خزایا ولا نادمین ولا شاکیں ولا مبدلین ولا
فاتین ولا مفتونین۔ (آمین یا رب العالمین)

ترجمہ۔ الٰہی کروے اپنی عمدہ صلوات اور زیادہ ہونے والی برکتیں اور شریف طہارتیں اور اپنی رفاقت اور رحمت تحت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور رسولوں کے سردار اور مقتدیوں کے پیشوا اور انبیاء کے خاتم اور پروردگار عالم کے
رسول اور خیر کی طرف کھینچنے والے اور بھلائی کے کھولنے والے اور نبی رحمت اور سردار امت ہیں۔ الٰہی ان کو اس
مقام محمود پر اٹھا جس کے سبب تو نے ان کا قرب بڑھا دے اور ان کی آنکھ کو ٹھنڈا کرے اور ان کے اگلے پچھلے ان
کا رشک کریں، الٰہی ان کو فضل و فضیلت اور شرف اور وسیلہ اور درجہ بلند مرتبہ اونچا عطا کر، الٰہی محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی درخواست پوری کر اور ان کا جو مدعا ہو اس پر پہنچا دے اور ان کو سب سے پہلا سفارشی کر اور سفارش
ان کی سب سے پہلے منظور کر، الٰہی ان کی بہان کو بڑھا کر، اور ان کی میزان بھاری کر، اور ان کی حجت کو واضح کر، اور
ان کا درجہ مقربین میں سے سب سے اوپر کے لوگوں میں سے کر، الٰہی ہم کو ان کی جماعت میں اٹھا، اور ان کے
سفارش خواہوں میں کر، اور ان کے طریق پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر ہم کو موت دے اور ہم کو ان کے حوض پر
وارد کر، اور ان کے پیالہ سے ہم کو پانی پلا ایسے حل میں نہ ہم رسوا ہوں نہ پشیمان نہ اپنے دین میں شک کریں نہ
اپنے دین میں کچھ تبدیلی کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں نہ فتنہ میں پڑیں، یہ دعا قبول کر رب العالمین۔
غرضیکہ درود کے جو الفاظ جمعہ کے دن پڑھے گا گو تشدد کا درود ہو تو بھی درود پڑھنے والا کھلائے گا۔

فائدہ : چاہیے کہ درود پر استغفار کا اضافہ کرے کہ جمعہ کے دن استغفار بھی مستحب ہے۔

ادب 4 : قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

فضائل سورہ کف : خصوصاً سورہ کف پڑھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی شب میں سورۃ کف پڑھے تو اس کو اس کے پڑھنے کے
مقام سے مکہ تک نور عطا کیا جائے گا اور دوسرے جمعہ تک تین روز زیادہ مغفرت کی جائے گی اور اس پر ستر ہزار
فرشتے صبح ہونے تک رحمت بھیجتے ہیں اور درود اور پیٹ کے پھوڑے اور ذات الجنب اور برص اور بزام اور دجل کے
فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ : ہو سکے تو قرآن جمعہ کے دن یا اس کی شب میں ختم کرے اگر قرآن رات کو پڑھا کرتا ہو تو صبح کی سنتوں میں
اس کو ختم کرے یا مغرب کی سنتوں میں یا جمعہ کی نواں اور اقامت کے درمیان ختم کرے کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔

فائدہ : زمانہ سابق عابد لوگ جمعہ کے دن سورہ اخلاص ہزار بار پڑھنا مستحب سمجھتے تھے اور کہتے کہ جو کوئی سورہ

اخلاص دس یا بیس رکعات میں ہزار بار پڑھے تو ایک ختم کرنے سے افضل ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہزار بار درود اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ہزار بار پڑھا کرے۔

جمعہ کی شب و روز نمازوں میں کوئی سورتیں پڑھیں: اگر جمعہ کے دن یا رات میں چھ مستحبات (1) بنی اسرائیل (2) حدید نمبر 27 (3) جمعہ نمبر 28 (4) صوف نمبر 28 (5) لقمان نمبر 28 (6) اعلیٰ 30 پڑھے تو بہتر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے کہ کسی دن میں آپ سورتیں پڑھتے ہوں۔ سوائے شب اور روز جمعہ کی مغرب کے کہ اس میں قل یا ایہا الکفرون اور قل ہوا اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور اسی رات کی عشاء میں سورہ جمعہ 28 اور منافقون 28 بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کو جمعہ کی دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دھر پڑھا کرتے۔

ادب 5: جب مسجد جامع میں داخل ہو تو جب تک چار رکعتیں بطریق ذیل نہ پڑھے نہ بیٹھے۔

طریقہ نوافل: ہر رکعت میں پچاس بار سورہ اخلاص پڑھے کہ کل دو سو بار ہو جائیں۔

فائدہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو یہ عمل کرے وہ مرنے سے پہلے اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا اور دو گانہ تختہ المسجد بھی ترک نہ کرے اگرچہ امام خطبہ پڑھ رہا ہوں لیکن مختصراً پڑھ لے۔

احادیث (1): حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تختہ المسجد کے لئے ایسے ہی فرمایا ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے خاموش ہو گئے تھے یہاں تک کہ وہ شخص دو گانہ تختہ سے فارغ ہو گیا۔

فائدہ: کوفیوں کا قول ہے کہ اگر امام خاموش رہے تو دو گانہ ادا کرے۔

فائدہ: اس دن جمعہ یا اس کی شب کو مستحب ہے کہ چار رکعتیں چار سورتوں کے ساتھ یعنی انعام کف طہ یسین پڑھے۔ اور اگر یہ یاد نہ ہو تو یسین، الم سجدہ (3) دخان سورہ ملک پڑھے اور چار سورتوں کا پڑھنا شب جمعہ میں ترک نہ کرے کہ ان میں پڑھنا بڑا ثواب ہے اور جسے یاد نہ ہو تو جو سورت پڑھ سکتا ہو پڑھے کہ ایک ختم ثواب ملتا ہے

1۔ وہ سورتیں جن کے اول شیخ کا ذکر ہے مثلاً سبحان الذی لا اللہ الا

2۔ احناف کے نزدیک تختہ المسجد نہ پڑھے بلکہ خطبہ سنے۔ اویسی غفرلہ۔

اور سورۃ اخلاص تو کثرت سے پڑھے۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ صلوٰۃ تسبیح پڑھے (اس کی کیفیت نوافل کی فصل میں مذکور ہوئی) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ اسے ہر جمعہ میں پڑھو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نماز کو جمعہ کے زوال کے بعد ترک نہ کرتے اور اس کا بہت بڑا ثواب بیان فرماتے بہتر یہ ہے کہ وقت کی تقسیم اس طرح کرے کہ صبح سے زوال تک تو نماز کے لئے اور جمعہ کے بعد سے عصر تک علم سننے کے لئے اور عصر سے مغرب تک تسبیح اور استغفار کرے۔

اوب 4 : جمعہ کے دن صدقہ کرنے کا دہرا ثواب ہے۔

مسئلہ : ایسے سائل کو صدقہ نہ دے جو امام کے خطبہ پڑھتے وقت مانگے اور امام کے خطبہ میں بولتا رہے بلکہ ایسے شخص کو صدقہ دینا مکروہ ہے۔

حکایت : صالح ابن امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ایک دن ایک مسکین نے امام کے خطبے پڑھنے کے دوران سوال کیا اور وہ میرے باپ کے برابر بیٹھا تھا۔ کسی نے میرے والد گرامی کو چاندی کا ٹکڑا دیا کہ سائل کو عطا فرمائیں۔ میرے والد گرامی نے نہ لیا۔

فائدہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو مسجد میں مانگے وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے نہ دیا جائے۔

مسئلہ : جب وہ قرآن کے نام پر مانگے تو اسے بھی نہ دو۔ بعض علماء نے ایسے سائلوں کو صدقہ دینا جو مسجد جامع میں لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جائیں مکروہ فرمایا ہے لیکن اگر ایک جگہ کھڑے ہو کر مانگیں اور گردنیں نہ پھلائیں حرج نہیں۔

وعائے قضا حاجت : حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہبار نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے لئے حاضر ہو پھر جمعہ سے لوٹ کر مختلف اشیاء خیرات کرے اور دوبارہ دو گانہ نفل پڑھے اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا کر کے پھریں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِاسْمِکَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلَعِیْ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اِس کے بعد جو اللہ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عنایت فرمائے گا۔

بعض اکابر دین و سلف صالحین نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن مسکین کو کھانا کھلائے اور سویرے جا کر جمعہ میں شریک ہو اور کسی کو ایذا نہ دے جب امام سلام پھیرے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ اَسْئَلُکَ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ وَاَنْ تَعَاْفِیْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ پھر جو دل میں دعا آئے مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

اوب 7 : جمعہ کو آخرت کے لئے مقبرہ کرے اور اس میں تمام دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر وظیفہ اس کثرت سے

کرے۔

مسئلہ : جمعہ کے دن سفر شروع نہ کرے مگر وہی ہے کہ جو کوئی شب جمعہ کو سفر کرتا ہے اس کے دونوں فرشتے اس پر بد دعا کرتے ہیں اور جمعہ کی فجر کے بعد تو سفر حرام ہے بشرطیکہ قافلہ فوت نہ ہوتا ہو۔

مسئلہ : بعض سلف صالحین نے فرمایا کہ مسجد میں سقہ سے پینے کے لئے پانی خریدنا یا قیمت کے طور سبیل لگانا مکروہ ہے کہ اس مسجد میں خرید و فروخت کرنے والا ہو جائے گا حالانکہ خرید و فروخت مسجد کے اندر مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر سقہ کو پیسے مسجد سے باہر دے پھر مسجد کے اندر پانی پی لے یا سبیل کر دے اور کسی کو مفت پلائے تو حرج نہیں۔

خلاصہ : یہ ہے کہ جمعہ کے دن وظائف اور خیرات زیادہ کرے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب رکھتا ہے تو اس سے عمدہ اوقات میں عمدہ کام لیتا ہے اور جب بندے سے بغض کرتا ہے تو افضل اوقات اس سے برے کام لیتا ہے تاکہ یہ برے اعمال اس کے عذاب میں زیادہ دردناک اور سخت تر غضب کا باعث ہوں وہ وقت کی برکت سے محروم رہا اور اس کی عزت نہ کی اور جمعہ کی دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے اور عنقریب ہم باب الدعوات میں لکھیں گے۔
ان شاء اللہ تعالیٰ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ایسے مسائل جن میں عام لوگ مبتلا ہیں

طالب آخرت کو ان کا معلوم کرنا ضروری ہے اور جو کم واقع ہوتے ہیں ان کو کامل طور فقہ کی کتابوں میں درج کیا ہے۔

مسئلہ : تھوڑے فعل سے اگرچہ نماز باطل نہیں ہوتی مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

ضرورت کے امور : کوئی نمازی کے آگے سے گزر جائے اسے ہٹائے اگر بچھو کے کاٹنے کا ڈر ہو اس کو ایک یا دو جوتوں میں مار دے لیکن اگر تین چوٹیں ہوں گی تو فعل کثیر ہو جائے گا نماز جاتی رہے گی اسی طرح جوں پسو سے اگر ایذا پہنچے تو اس کو دفع کو دے یا خارش ایسی ہو کہ اس کے کھجلائے کے بغیر خشوع جاتا ہو تو ایک دو بار کھجلا سکتا ہے۔

فائدہ : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوں اور پسو کو نماز کے اندر پکڑ لیتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوں کو مار دیتے تھے یہاں تک کہ اس کے خون کا نشان آپ کے ہاتھ پر محسوس ہوتا تھا۔ امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جوں کو پکڑ کر کمزور کر کے پھینک دے۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میرے نزدیک بہتر ہے کہ اسے چھوڑ دے جب تک اتنا ایذا نہ دے جس سے نماز میں خیال لوہر کا جائے اس وقت اسے اتنا

کنزور کر دے ایذا نہ دے اجازت کی صورت ہے۔

عزمت کی مثالیں : کمال اس میں ہے کہ فعل اگرچہ تھوڑا ہو۔ نماز میں اس سے بھی احتراز کرے اسی لئے بعض اکابر نماز میں مکھی نہیں ہٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اپنے نفس کو اس کا علوی نہیں کرتا ورنہ میری نماز کو خراب کر دیا کرے گی۔

فائدہ : میں نے سنا ہے کہ فاسق تو بدشاہوں کے سامنے بہت سی ایذا پر صبر کرتے ہیں یہاں تک کہ جنبش بھی نہیں کرتے۔

مسئلہ : اگر جب جمائی لے تو ہاتھ منہ پر رکھنے کا حرج نہیں بلکہ ہاتھ کا رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر نماز میں ہچنیک آئے تو الحمد للہ دل میں کلمات زبان نہ ہلائے۔

مسئلہ : اگر ڈکار دے تو چاہیے کہ اپنا سر آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔

مسئلہ : اگر چادر لٹک جائے تو اسے برابر نہ کرنا چاہیے اور یہی حل علامہ کے کناروں کا ہے غرضیکہ اس قسم کے تمام افعال مکروہ ہیں بلا ضرورت نہ کرنے چاہیں۔

مسئلہ : جوتیوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ ان کا نکالنا سہل ہو اور موزوں سے نماز درست ہے تو یہ نہیں کہ ان کے نکلنے کے وقت کی وجہ سے اجازت دی گی ہو بلکہ یہ نجاست معاف ہے یہی حل پائنتیوں کا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کو نکل دیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی جوتیاں نکل ڈالیں نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی جوتیاں کیوں اتاریں۔ عرض کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جوتیاں نے اتار دیں تو ہم نے بھی اتار دیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ ان میں قدر ہے اس لئے میں نے اتار دیں پس جب کوئی تم میں سے مسجد میں جانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ جوتیوں کو دیکھ لے اگر ان میں کوئی نجاست پائے تو ان کو زمین سے رگڑ دے پھر ان سے نماز پڑھ لے بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جوتیوں سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

رد امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : یہ قول بزرگ کا مباخذ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لئے نہیں پوچھا ترک افضل کیوں کیا بلکہ آپ نے اس لئے استفسار فرمایا کہ آپ کے سامنے جوتیاں اتارنے کا سبب خود بیان کریں یعنی یہ کہیں کہ انہوں نے آپ کی موافقت کی وجہ سے جوتے اتار دیئے تھے اور عبد اللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی جوتیاں اتار کر نماز پڑھی ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئے۔

قاعدہ نعلین تحت لعین : جو کوئی جوتیاں اتار کر نماز پڑھے تو چاہئے کہ جوتے ایسے داہنے اور بائیں طرف نہ رکھے کہ اس سے نمازیوں کے لئے جگہ تنگ ہوگی بلکہ جوتے درمیان میں رکھ دیئے جائیں تو جماعت ٹوٹے گی۔

مسئلہ : اپنے سامنے یا پیچھے رکھے ورنہ خیال اس طرف رہے گا۔

لطیفہ : جو لوگ جوتیوں سمیت نماز کو افضل کہتے ہیں وہ اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ جوتا اتارنے کی صورت میں دل کا التفات ان کی طرف ہوتا ہے۔

حدیث شریف 1 : سیدنا ابو ہریرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو چاہئے کہ اپنی جوتیاں ٹانگوں کے درمیان میں کرے۔

حدیث 2 : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو فرمایا کہ ان کو ٹانگوں کے درمیان رکھ کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔

حدیث 3 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوتیوں کو اپنی بائیں طرف رکھ لیا تھا اور آپ امام تھے۔

مسئلہ : امام کو جائز ہے کہ وہ جوتے بائیں طرف رکھ لے کیونکہ اس کے برابر تو کوئی کھڑا نہ ہوگا کہ اس کو تکلیف ہو۔

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ جوتے دونوں قدموں کے درمیان نہ رکھے یعنی قدموں کے آگے رکھے بیچ میں نہ رکھے اور غالباً اس حدیث سے یہی مراد ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ جوتیاں ٹانگوں کے درمیان رکھے یعنی قدموں کے آگے رکھے ان کے درمیان میں نہ رکھے۔ حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ آدمی کا جوتیوں کو قدموں کے درمیان رکھنا بدعت ہے۔

نماز میں تھوکنے : اگر نماز میں تھوک دے تو نماز باطل نہ ہوگی اس لئے کہ تھوڑا فعل ہے۔

1۔ اور نماز تو احکم الحاکمین کا دربار ہے۔ یہاں جنبش وغیرہ کیوں۔ ایسی غفلت۔

2۔ اگر یہ تصور کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھلائی نہیں آتی تھی اس تصور کی برکت سے بھلائی نہیں آئے گی۔ ایسی غفلت۔

1۔ صرف جواز کی بات ہے اور وہ بھی پاک جوتے جیسے عرب والوں کے ہن کی پھریلی زمین کیوجہ سے پاک رہتے اور ہم عجم والوں کی زمینوں کا وہ حل نہیں اس لئے وہاں کا حکم یہاں جاری نہ ہوگا۔ اور جواز سے یہ بھی نہیں۔ اس کی علت بتائی جائے جیسے کھڑے ہو کر پیشاب کے جواز سے یہ نہیں کہ ہمیشہ کھڑے کھڑے پیشاب کرے۔ ایسی غفلت۔

مسئلہ : جب تک تھوکنے سے آواز پیدا نہ اسے کلام میں شمار نہ کریں گے۔ علاوہ ازیں تھوکنے سے آواز پیدا ہوتی بھی نہیں لیکن اس کے باوجود نماز میں تھوکنا مکروہ ہے اس سے احتراز کیا جائے مگر جس طریق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے تھوکنے کو مکروہ نہیں۔

حکایت : کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوک دیا تو نہایت غصہ ہوئے پھر شلخ خرماسے (جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی) کھڑچا اور فرمایا کہ تھوڑی زعفران لاؤ۔ پھر تھوک کے نشان پر زعفران لگا دی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کے منہ پر تھوکا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی لئے اپنے منہ کے سامنے نہیں تھوکنا چاہئے لور نہ داہنی طرف تھوکنے بلکہ بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دے۔

مسئلہ : کوئی مسجد میں نماز پڑھتا ہو اور اسے کوئی ایسی ہی ضرورت لاحق ہو تو چاہئے کہ اپنے کپڑے میں تھوکنے اور اس کو یوں کر ڈالے یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑے کو مل کر فرمایا کہ اسے مل دے۔

قیام مقتدی خلف الامام مسئلہ : مقتدی کے کھڑے ہونے کے لئے سنت یہ ہے کہ ایک ہو تو امام کی داہنی طرف تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہو اور اکیلی عورت امام کے پیچھے امام کے برابر کھڑی ہو جائے تب بھی حرج نہیں مگر خلاف سنت ہے اور مقتدی مرد بھی ہو تو مرد امام کے داہنی طرف کھڑا ہو اور عورت اس کے پیچھے کھڑی ہو۔

مسئلہ : اکیلا صف کے پیچھے نہ کھڑا ہو بلکہ صف میں شامل ہو جائے یا اپنے برابر کسی کو کھینچ لے اگر اکیلا ہی کھڑا رہا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ درست ہوئی اور مقتدی کے کھڑے ہونے میں فرض صف کا اتصال ہے یعنی مقتدی اور امام میں کوئی رابطہ جامع ہونا چاہئے کہ جماعت سے پڑھنے میں جس کا معنی ہے ساتھ ہونا تو دونوں میں جمعیت کا مضمون بحال رہے۔

مسئلہ : اگر دونوں ایک مسجد میں ہوں تو مسجد دونوں کی جامع ہے اس لئے کہ وہ اکٹھا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اب صف کے اتصال کی ضرورت نہیں بلکہ اب چاہئے کہ امام کے فعل کو پہنچانے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

مسئلہ : جب مقتدی مسجد کے صحن میں ہو اس کے اور امام کے درمیان راستہ پڑتا ہے یا دونوں جنگل میں ہوں اور دونوں کے درمیان کسی عمارت کی آڑ نہ ہو تو مقتدی کا امام کے قریب رہنا ایک تیر کی مقدار کافی ہے۔ کیونکہ ایک کا فعل دوسرے کو معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ : جس صورت میں کہ مقتدی مسجد کے دائیں یا بائیں کی طرف کے مکان کے صحن میں ہو اور اس مکان کا دروازہ مسجد سے لگا ہوا ہو تو اس میں یہ شرط ہے کہ مسجد کی صف ہوتے ہوئے اس مکان کی ڈیوڑھی میں سے ہو کر صحن تک جائے درمیان سے جدا نہ ہو تو اب اس صف میں یا اس کی پچھلی صف میں جو مقتدی ہوگا اس کی نماز ہو جائے گی اور جو شخص اس صف کے آگے ہوگا اس کی نماز نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ تمام مختلف عمارتوں کا یہی حل ہے اور اگر ایک ہی عمارت یا میدان وسیع ہو تو اسکا حل جنگل جیسا ہے۔

مسئلہ : سیوق جو امام کے ساتھ پچھلی رکعتوں میں ملتا ہے وہ اس کی شروع نماز ہوتی ہے۔ اسے چاہئے کہ امام کی موافقت کرے۔ جب امام سلام پھیرے تو پھر اپنی چھوٹی ہوئی نماز صبح کی نماز میں اپنی نماز کے آخر میں قنوت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھ پڑھ لیا ہو۔ ۱۔

مسئلہ : امام کے ساتھ جس قدر قیام ملا ہے تو دعائے پڑھے بلکہ الحمد شریف آہستہ پڑھنا شروع کر دے پھر الحمد پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اگر یہ پیچھے کے امام کے ساتھ قومہ میں مل جائے گا تو مکمل پڑھ لے اگر یہ نہ ہو سکے تو امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے اور تھوڑی سی الحمد جو پڑھ لی ہے اس کا کل کا حکم ہوگا اور باقی یہ سب پیچھے ملنے کے ساتھ ہو جائے گی۔

مسئلہ : اگر امام نے رکوع کیا اور مقتدی سورت پڑھتا ہے تو سورت کو چھوڑ کر امام کی اتباع کرے۔

مسئلہ : اگر امام کو سجدہ میں یا تشہد میں پائے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر بیٹھ جائے دوبارہ اللہ اکبر نہ کہے۔ بخلاف اس صورت کے کہ امام کو رکوع میں پائے کہ پہلی تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر رکوع میں جھکنے کے لئے کہے اس لئے کہ تکبیریں اصلی انتقالات کے لئے ہیں تو رکوع میں جانا تو محبوب ہے۔ اس کی وجہ سے رکعت مل جاتی ہے۔ اس لئے یہ تکبیر (ثانی) کہنی چاہئے۔ (بلکہ امام رکوع میں ہو تو پہلی تکبیر کہہ کر تھوڑا سا قیام کر کے پھر رکوع میں جائے اور دوبارہ اللہ اکبر بھی کہے کیونکہ تکبیرات انتقلیہ امیہ ہیں کہ اگر اکیلا ہوتا تو بھی اسے یہ تکبیرات انتقلیہ کہنی چاہئیں ہاں امام کے پیچھے انتقلیہ تکبیرات کہنا اقتدا کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ : مقتدی کو رکعت تب ملے گی جب امام کے رکوع کی مد میں ہو اور یہ بھی رکوع اطمینان سے کرے اگر رکوع میں اچھی طرح نہیں جانے پایا تھا کہ امام رکوع کی حد میں رکوع کرنے والوں کی حد سے نکل گیا تو اس کی رکعت فوت

۱۔ یہ شوافع کا مسئلہ ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز میں قنوت نہیں تو مقتدی پڑھے گا؟ کوئی غزلہ

۲۔ یعنی سبحانک اللہم وغیرہ۔ احناف کے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی اور سبحانک اللہم بھی پڑھتا ہے تو جب امام قرأت میں دم

ملے اس درمیان پڑھ لے ورنہ معاف ہے۔

ہوگئی۔

مسئلہ : جس کی ظہر قضاء ہوگئی اور عصر کا وقت آگیا تو پہلے ظہر پڑھے پھر عصر اگر عصر ہی پڑھے گا تب بھی کافی ہے مگر تارک اولیٰ ہوگا۔

مسئلہ : اگر عصر کی جماعت مل جائے تو پہلے عصر پڑھے اس کے بعد ظہر ادا کرے کیونکہ نماز ادا کرنے کے لئے جماعت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر اول وقت میں تنہا نماز پڑھ لی پھر جماعت مل گئی تو جماعت میں نماز وقت کی نیت کر کے شامل ہو جائے اللہ تعالیٰ جو نسی ان دونوں میں سے چاہے گا اس کے حق میں محسوب فرمادے گا۔

مسئلہ : اگر جماعت میں قضا یا نفل کی نیت کرے تب بھی درست ہے اور اگر نماز باجماعت کے ساتھ پڑھ لی پھر دوسری جماعت مل گئی تو اس جماعت میں قضا یا نفل کی نیت سے شریک ہو کیونکہ نماز وقتی تو جماعت کے ساتھ اور ہو چکی ہے اس کو دوبارہ ادا کرنے کا کوئی سبب نہیں اول صورت میں ثواب جماعت ملنے کا احتمال تھا وہ بھی یہاں نہیں رہا۔

مسئلہ : اگر نماز پڑھنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست دیکھے تو مستحب ہے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے مگر دوبارہ پڑھنا لازم نہیں اگر عین نماز پڑھنے میں یہ صورت ہو تو کپڑا نجس الگ کر دے اور نماز پوری کرے لیکن از سر نو پڑھنی مستحب ہے۔

قائدہ : اس مسئلہ کا استدلال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوتے مبارک اتارنے کا قصہ ہے جب آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ ان میں قدر ہے تو آپ نے جوتیاں اتار ڈالیں اور نماز کو از سر نو نہیں پڑھا۔ *

مسئلہ : جو شخص تشہد اول یا قنوت یا اول قعدہ میں درود چھوڑ دے یا بھول کر کوئی ایسا کام کرے کہ اگر عملاً کرتا تو

* شوافع ایسے ہی غیر مقلدین کا عجیب اجتہاد ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوگی لیکن اس محضہ میں پھنسے ثواب ساقد 12 اولیٰ غفرلہ۔

* یہ ان کی دوسری اجتہادی خطا ہے جب رکوع مل جائے گا تو فاتحہ رہ گئی اور فاتحہ کے بغیر ان کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز ہوگئی تو ثابت ہوا فاتحہ مقدی نے پڑھنی نہیں امام کے پیچھے ہوگئی۔ اولیٰ غفرلہ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ الركوع رکعت

* اس حدیث پر سوال کا اسی جلد میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اولیٰ غفرلہ۔

اس سے نماز باطل ہو جاتی یا شک کرے کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ یقینی بات کو اختیار کرے اور دو سجدے سلام سے پہلے کرے۔

مسئلہ: اگر بھول جائے تو سلام کے بعد اگر قریب ہی یاد آجائیں اب کر لے پس سلام کے بعد سجدہ سو کیا اور بے وضو ہو گیا تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ سلام کے بعد جب اس نے سجدہ کیا تو گویا سلام کو بھول میں داخل کر دیا۔ یہ بے موقع ہو گیا اس سے نماز پوری نہ ہوئی اور نماز میں پھر سے مشغول ہو گیا۔ اسی وجہ سے بے وضو ہونا نماز کے اندر واقع ہوا اور پسلا سلام بے محل کی وجہ سے سجدہ سو کے بعد پھر نئے سرے سے سلام کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر سجدہ سو مسجد سے نکلنے کے بعد بہت دیر سے یاد آوے تو اب تدارک نہیں ہو سکتا۔

نماز کی نیت میں دوسرے کرنے کا سبب یا تو عقل کی خرابی ہے یا شریعت سے جاہل ہونا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے غیر کے حکم کو ماننا اور قصد کے اعتبار سے جیسے اس کی تعظیم ایسی ہی غیر کی تعظیم ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس کوئی عالم دین آیا اور وہ اس کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس وقت اگر یہ کہے کہ نیت کرتا ہوں سیدھا کھڑے ہونے کی اس عالم کی تعظیم کے لئے اس کے فضل علم کی وجہ سے اس کے آنے کے ساتھ ہی اپنا منہ اس طرف سے پھیرے تو ابر ہے کہ یہ شخص کم عقل ہو گا بلکہ جب عالم دین کو دیکھا اور اس کے فضل کو جانتا ہی ہے اس وقت دل میں اس کی تعظیم کا سبب ابھرا اور اس کو کھڑا کر دیا تو تعظیم کرنے والا ہو گا بشرطیکہ اور کسی کام کے لئے یا غفلت میں نہ اٹھا ہو اور نماز کی نیت میں جو ظہر کا ہونا اور ادا اور فرض کا ہونا امثال امر کے متعلق شرط ہے وہ ایسا ہے جیسے عالم دین آنے والے کے لئے آتے ہی کھڑا ہونا اور اس کی طرف منہ کرنا اور کسی باعث کا نہ ہونا اور اس کھڑا ہونے سے اس کی تعظیم کا قصد کرنا ہے تاکہ واقع میں تعظیم ہو کیونکہ اگر مثلاً اس کی طرف کو پشت پھیر کر کھڑا ہونے سے اس کی تعظیم کرنے والا نہ ہو گا پھر ان صفات کا معلوم اور مقصود ہونا ضروری ہے اور خیال میں ان کا حاضر ہونا ایک لحظہ میں اس میں طوالت نہیں بلکہ جاہلیت ہے ایسے الفاظ کو مرتب کیا جائے جو ان صفات پر دال ہوں خواہ زبان سے ادا کئے جائیں یا دل میں سوچے جائیں غرضیکہ جو نماز کی نیت اس طرح نہیں سمجھتا وہ گویا نیت ہی کو نہیں سمجھتا کیونکہ نیت میں صرف اتنی بات ہے کہ جب آدمی کو نماز کے وقت نماز کے لئے بلایا۔ اس نے امثال امر کیل اور کھڑا ہو گیا اب دوسرے کرنا جہالت محض ہے کیونکہ یہ مقصود اور یہ علوم نفس میں ایک ہی حالت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں ان کے افراد کی تفصیل ذہن میں اس طرح نہیں ہوتی کہ نفس ان کو دیکھے اور سوچ لے اور نفس میں چیز کا حاضر ہونا اور چیز ہے اور فکر سے اس کی تفصیل جانتا اور بات اور حاضر ہونا غفلت ہونے اور غفلت کے مقابل ہے گو حضوری مفصل طور نہ ہو۔ مثلاً حادث کو جانے تو وہ اس کو ایک ہی حالت میں جان لے گا حالانکہ حادث کا جانا

۱۔ شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے احتیاط کے نزدیک مشہد اول میں درود نہیں اگر پڑھ بھی لے تو سجدہ سو کرے۔ ۱۳ اولیٰ

غفرلہ۔

بہت سے علوم کو متخلف ہے جو حاضر ہیں گو مفصل نہیں یعنی جو حادث کو جانے گا وہ موجود اور معدوم اور پہلے ہونے اور پیچھے ہونے اور زمانے کو بھی جانے گا کہ عدم کو تقدم ہوتا ہے اور وجود کو تاخر۔ پس ان باتوں جاننا حادث کے جاننے مستقمن ہے اس وجہ سے کہ حادث کا جاننے والا اگر اور بات کو نہ جانے۔

سوال : آپ نے کبھی تقدم بلوجود کے متاخر یا زمانے کو جو حقدم اور متاخر ہوتا ہے معلوم کیا ہے اگر کہو کہ میں نے کبھی نہیں جانتا تو وہ جھوٹا ہوگا اور اس کا یہ کہنا اس کے مخالف پڑے گا کہ میں حادث کو جانتا ہوں۔ اسی دقیقہ سے نہ جاننے سے وسواس ابھرتا ہے کہ وسواس کرنے والا چاہتا ہے کہ اپنے دل میں ظاہر ہونے اور ادا ہونے اور فرض ہونے کو ایک حالت میں حاضر کرے پھر اس کی تفصیل الفاظ سے کرے اور خود اس کی تفصیل کو دیکھ لے اور یہ بات ہو نہیں سکتی۔ اگر بالفرض اس بات کی تکلیف اپنے نفس پر عالم کے لئے کھڑے ہونے کے بارے میں کرے گا تو اس پر دشوار ہوگا۔ غرضیکہ اس حل کے جاننے سے وسواس دور ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کی نیت میں اسی طرح ہے جیسے غیر کے امر کی فرمانبرداری ہوتی ہے پھر ہم تسہیل اور رخصت کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر وسواسی نیت اسی کا نام سمجھتا ہے کہ ساری باتیں مفصل حاضر کرنے سے ہوں گی اور اس کے نفس میں امثال یکبارگی صورت نہیں پکڑتا تو اگر اثائے تکبر میں اول سے آخر تک ان امور میں سے کسی قدر کو حاضر کرے گا اس طرح کی تکبیر کے پورا ہونے تک نیت حاصل ہو جائے تو یہ بھی اسے کافی ہوگا۔ ہم اسے تکلیف میں نہیں ڈالتے کہ جملہ امور تکبیر کے اول میں جمع کرے کیونکہ اپنی تکلیف حد سے متجاوز ہونا ہے۔ اگر اس کا حکم ہوتا تو پہلے لوگوں سے اس کی پرستش ہوئی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کوئی نیت میں وسوسہ کرتا۔ اس کے حل سے سوال نہ ہوتا۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسوسہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا فضا سہولت پر ہے اس وجہ سے وسواس کو جس طرح پر نیت میسر ہو جائے اس پر قناعت کرے تاکہ اس کا علوی ہو جائے اور وسوسہ دور ہو۔

قائدہ : نفس سے اس کی تحقیق کا مطالبہ نہ کرے نہ کہ تحقیق الٹا وسوسہ برعادتتی ہے اور ہم نے تحقیق کی چند وجوہ قلاویٰ میں ان علوم (مقاصد کی تفصیل) (جو نیت سے متعلق ہیں) سے ان کے معلوم کرنے کی حاجت علماء کو ہوتی ہے عوام کو تو اکثر ان کا سننا الٹا مضر ہے بلکہ وسواس زیادہ کرتا ہے اسی لئے یہاں نہیں لکھی گئی۔

مسئلہ : مقتدی رکوع اور سجدہ اور ان دونوں سے اٹھنے کی حالت میں بلکہ تمام اعمال میں امام سے آگے نہیں ہونا چاہئے اور نہ یہ مناسب ہے کہ یہ اعمال خود بجالائے بلکہ امام کی اتباع کرے اور امام کے پیچھے پیچھے نماز کے ارکان ادا کرے کیونکہ اقتدا کا معنی یہی ہے۔

مسئلہ : اگر امام کے برابر ہی عہد ایہ اعمال کرے گا تو بھی نماز باطل نہ ہوگی جیسے کھڑے ہونے میں امام کے برابر کھڑا ہو جائے اس سے پیچھے ہٹ کر کھڑا نہ ہو۔ پس اگر امام سے ایک رکن آگے ہو جائے گا تو اس کی نماز باطل ہونے میں اختلاف ہے مگر قریب بصواب یہی ہے کہ باطل ہونے کا حکم کیا جائے۔ کیونکہ نماز کے قیام میں امام کے اتباع سے

ثابت ہوا کہ اس کی اتباع پر زیادہ تر ضروری ہے۔

مسئلہ : مکان میں امام سے آگے نہ پڑھنے کی شرط بھی اسی لئے ہے کہ فعل میں پیروی سہل ہو جائے اور مقتدی کا امام کی اتباع ثابت ہو جائے۔ بہر حال مقتدی کو مناسب یہی ہے کہ امام کے آگے نہ ہو اب جو امام سے فعل بڑھ جائے تو ظاہر ہے کہ بغیر سہو کے اور کوئی وجہ اس کی نہیں ہو سکتی اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت تہدید فرمائی ہے۔

حدیث : حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اما یغشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس الحمار۔ ترجمہ۔ جو مقتدی امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے جیسا بنا دے۔

مسئلہ : امام سے ایک رکن سے پیچھے رہنا نماز کو باطل نہیں کرتا۔ مثلاً امام قومہ میں آگیا اور مقتدی نے ابھی رکوع بھی نہیں کیا لیکن اس وجہ کا پیچھے رہنا مکروہ ہے۔ ☆

مسئلہ : اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے اور مقتدی ابھی رکوع کرنے کی حد کو نہ پہنچا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اسی طرح اگر امام نے دوسرے سجدہ کے لئے سر رکھ دیا اور مقتدی نے پہلا بھی ابھی تک نہ کیا ہو تو نماز باطل ہوگی۔

مسئلہ : جو نماز میں حاضر ہو تو اس پر حق ہے کہ اگر دوسرے شخص کی نماز میں کچھ برائی دیکھے تو چاہئے کہ اس کو تہذیبی کا کہے۔ اگر انکار کرے اگر کسی مسئلہ : جاہل سے سرزد ہو تو اس سے نرمی کرے بلکہ اسے سکھائے مثلاً صفوں کا برابر کرنا اور اکیلے آدمی کو تماصف کے پیچھے کھڑا ہونے سے منع کرنا اور جو شخص امام سے پہلے سر اٹھائے اس پر انکار کرنا اور اس کے سوا اور باتیں ہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غرابی ہے عالم کو جاہل سے کہ اسے نہیں سکھاتا۔

فائدہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو دیکھے کہ نماز غلط پڑھتا ہے اسے منع نہ کرے تو وہ بھی اس کے گناہ میں شریک ہے۔ بلال بن سعد نے کہا کہ قصور جب چھپ کر کیا جائے تو بجز اپنے ارتکاب کے اور کسی کا ضرر نہیں اور جب ظاہر کیا جاتا ہے اور اس کی کوئی اصلاح نہیں کرتا تو اس کا نقصان عام ہو جاتا ہے۔

حدیث 1 : حضرت بل صفوں کو برابر کیا کرتے اور نمازیوں کی کونچوں پر درہ مارتے۔

1۔ احناف کے نزدیک نماز ہی قاسد ہوگئی۔

حدیث 2 : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے بھائیوں کو دیکھا کرو۔ جب انہیں نماز میں نہ پاؤں تو اگر پیار ہوں تو ان کی عیادت کرو۔ اگر تندرست ہوں تو عتاب کرو یعنی جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کرو یعنی نماز کے ترک پر انہیں ملامت کرو۔ بہر حال اس میں تسلل نہ کرنا چاہئے۔

فائدہ : پہلے لوگ اس میں مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اسلاف جماعت کے چھوڑنے والوں کے دروازہ تک جنازہ کی خلی چارپائی لے جاتے تھے۔ اور فرماتے کہ مرد ہو تو جماعت سے بیٹھ رہو زندہ کو بیٹھ رہنا نہیں چاہئے۔ مسئلہ : جو مسجد میں داخل ہو تو چاہئے کہ صف کی داہنی جانب کا قصد کرے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس داہنی جانب پر صحابہ اس کثرت سے ہوتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بائیں طرف بالکل چھوٹ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو مسجد کی بائیں جانب کو معمور کرے اس کو دہرا ثواب ہوگا۔

مسئلہ : جب صف میں لڑکا نابالغ دیکھے اور اس کے اپنے لئے جگہ نہ ہو تو جائز ہے کہ لڑکے کو صف سے علیحدہ کر کے خود اس کی جگہ کھڑا ہو جائے۔ ان مسائل کا بیان جن میں لوگ اکثر جھلا ہوتے ہیں اور متفرق نمازوں کے احکام بالا وارد میں عنقریب مذکور ہوں گے۔ (ان شاء اللہ جل جلالہ ثم ان شاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

نوافل کا بیان

فرض نمازوں کے سوا اور نمازوں کی تین قسمیں ہیں۔ (1) سنت (2) مستحب (3) تطوع

نفل سنت : سے مراد یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت منقول ہو جیسے نمازوں کے بعد سنتیں اور نماز چاشت اور وتر اور تہجد وغیرہ کیونکہ سنت طریق مسلوک کو کہتے ہیں تو جس طریق پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے ہوں وہی سنت ہوگا۔

مستحب : سے ہماری مراد یہ ہے کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہو مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا ہمیشہ پڑھنا منقول نہ ہو چنانچہ ان کا ذکر روزانہ اور شبانہ ہفتہ کی نمازوں میں عنقریب بیان ہوگا۔ یا جیسے گھر سے نکلنے کے وقت اور اس میں آنے کے وقت کی نماز وغیرہ۔

تطوع نفل : سے ہماری مراد یہ ہے کہ نماز میں ان دونوں کے سوا ہوں یعنی خاص ان کے لئے کوئی حدیث وغیرہ نہیں ہے مگر سالک اللہ تعالیٰ کی مناجات میں راغب ہو کر نماز کا طریقہ اختیار کیا۔ نہ کہ اس نماز کی فضیلت شریعت

میں وارد ہے۔ بلکہ شرعاً اور سلوک کے طور سالک نے از خود مقرر کیا اور تطوع کو تبرع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا یہ نمازیں نام کے لحاظ سے بدعت اور اصل عبادت کے لحاظ سے مطلق نفل کے حکم میں ہیں۔

قائدہ : ان تینوں قسموں کو نفل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نفل کے معنی زیادتی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تمام فرضوں سے زیادہ ہیں اور ان مقاصد کے سے آگاہی کے لئے ہم نے نفل اور سنت مستحب اور تطوع کی اصطلاح مقرر کر لی۔ اور جو کوئی اس اصطلاح کو بدل ڈالے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ مفاسد کے سمجھنے کے بعد الفاظ سے کچھ غرض نہیں اور ان قسموں میں سے ہر ایک قسم کے درجات اس قدر فضیلت میں مختلف ہیں جس قدر کہ اخبار و آثار جن سے ان کی فضیلت معلوم ہوئی ہے۔ جس قدر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ مداخلت فرمائی ہے اور جس قدر کہ ان کے بارے میں احادیث صحیح اور مشہور ہیں یہاں پر ہم لکھتے ہیں۔ (۱) باجماعت ادا کی جانے والی سنتوں میں سے افضل وتر ہے۔ یہ تمام سنتوں سے افضل ہیں اور جماعت کی سنتوں میں سب سے افضل عید کی نماز پھر گنن کی نماز پھر طلب بارش کی نماز اور تہائی کی سنتوں میں سے وتر ہے۔ * پھر فجر کی دونوں سنتیں موکد علی حسب المراتب ہیں۔

قائدہ : واضح ہو کہ نوافل اپنے تعلقات کی وجہ سے دو قسم ہیں۔ (۱) وہ اسباب سے متعلق ہوں جیسے کسوف اور استسقاء (۲) وہ جو اوقات سے متعلق ہوں اس قسم کی نوافل تین قسمیں ہیں۔ (۱) دن رات کے مگر ہونے سے وہ سنت مکرر ہوئی ہے۔ (۲) ہفتہ کے دوبارہ آنے سے۔ (۳) اس کے مکرر ہونے سے پس تمام قسمیں نوافل چار ہوئیں۔ ان کو جدا جدا لکھا جاتا ہے۔

نوافل شب و روز

(۱) پانچ تو پنج گانہ نمازوں کی سنتیں۔ (۲) اشراق (یا دوسری اصطلاح) چاشت (۳) مغرب اور عشاء کے درمیان کی نوافل (۴) تہجد صبح کی سنتیں اور وہ دو ہیں۔

فضائل سنت الفجر : یہ دو ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رکعتا الفجر خیر من الدنيا وما فیہا فجر کی دو رکعت دنیا ما فیہا سے بہتر ہیں۔ اس کا وقت صبح صادق ہونے سے شروع ہو جاتا ہے اور وہ صبح کناروں کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہے لمبی ہو کر نہیں پھیلتی۔ شروع میں اس کا معلوم کرنا مشکل ہے مگر اس طرح ہو نمازی کو چاہئے کہ چاند کی منزلیں سکھ لے۔ یا ستاروں کی چال سمجھ لے کہ فلاں ستارہ اس جگہ آئے گا تو صبح ہو جائے گی اور

* اختلاف کے نزدیک وتر واجب ہیں۔ ۱۲ اولیٰ غفرلہ

چاند سے مینے میں دوبارہ پہچان ہو سکتی ہے۔

قلعہ نجوم : مہجسوس شب کو چاند صبح صادق کے ساتھ نکلتا ہے بارہویں شب کو چاند کے غروب ہونے کے ساتھ اگر صبح ہو جاتی ہے اور ان دونوں باتوں میں کبھی برہوں میں فرق بھی پڑ جاتا ہے۔ اس کی شرح طویل ہے۔

مسئلہ : منازل قرآن کا سیکھنا طالب آخرت کے لئے ضروریات میں سے ہے تاکہ اس سے رات کے اوقات کی مقدار اور صبح صادق کو پہچاننے اور جب صبح کے فرضوں کا وقت نہیں رہتا تو سنتوں کا وقت بھی جانا رہتا ہے یعنی آفتاب کے نکلنے پر ان کا وقت نہیں رہتا مگر مسنون یہ ہے کہ ان کو فرضوں سے پہلے ادا کرے پھر اگر مسجد میں آئے اور نماز کی امامت ہو گئی ہو تو فرضوں میں شامل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا اصحت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے فرضوں کے اور کوئی نماز نہیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر کھڑا ہو جائے اور سنتوں کو پڑھ لے۔

مسئلہ : صحیح یہ ہے کہ سنتیں جب تک آفتاب نکلنے سے پہلے واقع ہوں تب تک ادا ہی ہوں گی اس لئے کہ وہ وقت میں فرضوں کی تلخ ہیں اور ان کو پہلے فرضوں سے پڑھنا اور فرضوں کو بعد کو پڑھنا سنت ہے بشرطیکہ نماز جماعت نہ پائے اور جب جماعت موجود ہو تو ترتیب بدل جاتی ہے فرضوں کو اول پڑھتے ہیں اور سنت کو پیچھے لیکن ہوگی۔ *

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں پر کفایت کر لے۔

سنن النہر : وہ چھ رکعتیں ہیں دو فرضوں کے بعد اور چار پہلے اور بعد کی دونوں مودہ ہیں اور پہلے کی چار بھی سنت ہیں مگر ان کی یہ نسبت کم ہیں حضرت ابو ہریرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص چار رکعتیں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

فضائل سنن النہر : (۱) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار رکعت سورج ڈھلنے کے بعد پڑھے اور ان کی قرأت اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح کر لے تو اس کیساتھ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور رات تک اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوال کے بعد چار رکعت کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور انہیں لمبا کر کے پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ آسمان کے دروازے اس ساعت میں کھلتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی عمل اوپر جائے۔ (اس حدیث کو ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری نے روایت کیا

*۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک تفصیل ہے۔ خلاصہ یہ کہ فرض پڑھنے کے بعد یہ دو رکعت قضا ہوں گی اور ان کا وقت سورج نکلنے کے بعد ہے۔ اگر نہ پڑھ سکا تو وہ بھی نہیں تفصیل فقر کے رسالہ مآقل صاحب الارنی سے الفجر۔ ایسی غفرلہ۔

اور اس کے راوی صرف وہی ہیں)

فائدہ : حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دن میں بارہ رکعتیں فرضوں کے سوا پڑھے اس کے لئے ایک مکان جنت میں بنایا جائے گا دو رکعتیں فجر سے پہلے۔ چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو عصر سے پہلے اور دو مغرب کے بعد۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دن میں دس رکعتیں یاد کی ہیں اور اس کی تفصیل ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی مگر فجر کی دو رکعتوں میں فرمایا کہ یہ وقت ایسا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کوئی نہ جاتا مگر مجھ سے میری بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں دو رکعتیں پڑھ کر جماعت کے لئے باہر تشریف لاتے تھے۔

فائدہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر سے پہلے دو رکعتیں بیان کی ہیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اس صورت میں ظہر سے پہلے کی دو رکعتیں منجملہ چار کے زیادہ موکد ہو گئیں اور ان رکعتوں کا وقت آفتاب کے زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

علامت زوال : زوال کی پہچان ہے کہ سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کا سایہ مشرق کی طرف جھکتا ہے اس لئے کہ طلوع آفتاب کے وقت سایہ مغرب کی طرف بہت لمبا ہوتا ہے پھر آفتاب جو اونچا ہوتا جاتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے اور مشرق کی طرف پھرتا جاتا ہے یہاں تک کہ آفتاب اپنے متوائے بلندی پر یعنی نصف النہار کے قوس پر پہنچ جاتا ہے اس وقت تک یہ سایہ بھی جتنا کم ہوتا تھا کم ہو جاتا ہے جب نصف النہار سے آفتاب ڈھلتا ہے تو سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے پس جس وقت سے کہ سایہ کا بڑھ جانا آنکھ سے بھی محسوس ہونے لگے اس وقت سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور قطعاً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں زوال اس وقت سے پہلے پہلے ہو چکا تھا چونکہ احکام شرع انہیں امور سے وابستہ ہیں جو محسوس ہوں اس لئے زوال اسی وقت سے کہیں گے جب محسوس ہو اور جو سایہ کی مقدار آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے وقت ہوتی ہے اور جہاں سے سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ سردیوں میں لمبا ہوتا ہے گرمیوں میں چھوٹا اور اس کے بڑے سے بڑے ہونے کی غایت یہ ہے کہ آفتاب برج جدی کی ابتداء پر پہنچ جائے اور چھوٹے سے چھوٹے ہونے کی غایت یہ ہے کہ برج سرطان کے شروع پر پہنچ جائے اور یہ بات قدموں اور قدوں سے پہچانی جاتی ہے۔

سایہ اصلی کی پہچان : رات کو قطب شمالی یعنی ستارہ قطب کی جانب ایسا ہو کہ بالفرض اگر قطب سے ایک کنکر زمین پر چھوڑیں اور جس جگہ وہ کنکر زمین پر گرے وہاں سے ایک خط مستقیم اس ضلع تک گزرتا ہوا فرض کریں تو یہ خط ضلع مذکور پر دو قانے بنائے یعنی خط مذکور ضلع مسطور کے کسی سمت کی طرف جھکتا ہوا نہ ہو اور جس نقطہ پر

ضلع شمالی کے وہ خط مفروض گزرتا ہوا معلوم ہو اسی کے مطابق خط مستقیم مثلاً ب تختہ کے ضلع شمالی سے جنوبی ضلع تک پہنچ دیا جائے اور اس جگہ ایک عمود تختہ پر نقطہ سے جو ضلع جنوبی میں خط مستقیم کے ملنے سے پیدا ہوا ہے قائم کریں فرض کرو کہ ضلع غربی تختہ کا شکل ذیل میں ہے تو اول روز میں سلیہ اس عمود کا مغرب کی طرف ضلع الف کی طرف کو حائل ہوگا پھر دوپہر تک کم ہوتا اور شمال کی طرف کو بنتا رہے گا یہاں تک کہ خط ب پر منطبق ہو جائے گا۔ اس طرح کہ اگر اس کو شمال کی جانب برعائیں تو جس نقطہ پر قطب سے کنکر گرا ہوا فرض کیا تھا اس پر وہ پہنچ جائے اور سلیہ اس وقت ضلع مشرقی اور مغربی تختہ کے موازی ہوتا ہے کسی طرف قائل نہیں ہوتا اور اس وقت میں آفتاب مستہائے بلندی پر ہوتا ہے پس جب سلیہ خط ب سے مشرق کی جانب کو جھکتا ہے تو آفتاب ڈھل جاتا ہے ایسے وقت میں معلوم ہونے لگتا ہے جو زوال حقیقی سے قریب ہی ہوتا ہے پھر دوپہر کو جس جگہ سلیہ ہو وہاں خط ب پر ایک نشان کر دیا جائے پس سلیہ جب عمود کا اتنا ہو جائے کہ عمود مذکور اور اس زوال کے وقت کے سلیہ کے

۱۔ خطی طریقہ۔ دائرہ بندی جو اکثر کتب حنفیہ میں مذکور ہے اس کی صورت یہ ہے کہ خود زمین کو چورس کر کے یا تختہ کو چورس بناؤ اس پر ایک دائرہ پر کار سے کھینچیں اور مرکز دائرہ میں ایک عمود قائم کریں جس کی لمبائی تختہ سے اوپر نصف قطر سے کچھ کم ہو صبح کو اس عمود کا سلیہ دائرہ کے باہر ہوگا اور کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر آئے گا جس جگہ سے اندر آنا شروع کرے وہاں ایک نشان کر دیا جائے اور جو پھولی قوس دائرہ کی ان دونوں نشانوں کے درمیان میں سے اس کو تصنیف کر کے نقطہ تصنیف سے ایک خط مرکز دائرہ میں ملا دیا جائے پس جب کہ عمود کا سلیہ اس خط پر منطبق ہو وہ وقت نصف النہار ہے اور جب مشرق کی جانب کو اس سے مائل ہو وہ وقت زوال ہے۔

اہم بحث : نماز کے اوقات میں دور حاضرہ میں خوارج کی تقلید کو مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے بلکہ ایک اکثریت اختلاف کی لیکن بھولے پن سے سلفہ مسلمان خوارج کے پنجہ میں آسانی سے غستا جا رہا ہے فقیر اوقات کی تحقیق بہار شریعت سے نقل کئے رہتا ہے جو صاحب بہار شریعت نے فتاویٰ رضویہ سے تلخیص فرمائی ہے۔

وقت فجر : طلوع صبح صلوٰۃ سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ صبح صلوٰۃ ایک روشنی ہے کہ مشرق کی جانب جہاں سے آج سورج طلوع کرنا اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل صبح آسمان ایک زرد پیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے نیچے سارا افق سیاہ ہوتا ہے صبح صلوٰۃ اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلو اس پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے یہ دراز پیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے اس کو صبح کلاب کہتے ہیں اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبح کلاب کی پیدی جا کر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے محض غلط ہے صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ مسئلہ : بخاریہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صلوٰۃ کی پیدی چمک کر ذرا پھلتی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو (عالمگیری) قائمہ : صبح صلوٰۃ چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ اکیس مارچ کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں خصوصاً جلدی کی جائے تاخیر ہو اور سرخی شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے تب بھی ادا ہوگی مگر مکروہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار نماز مغرب میں اتنی تاخیر کی کہ ایک ستارہ نکل آیا آپ نے اس کے تدارک کے لئے ایک غلام آزاد کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی دیر کی کہ دو ستارے آئے آپ نے دو غلام آزاد کئے۔

(5) عشاء کے نوافل: فرضوں کے بعد چار رکعت۔

حدیث: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھ کر سو جاتے

تک کہ 22 جون کو پورا ایک گھنٹہ 35 منٹ ہو جاتا ہے پھر گھنٹا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ 22 سوا ایک گھنٹہ افکارہ منٹ ہو جاتا ہے پھر بڑھتا ہے یہاں تک کہ 22 دسمبر کو ایک گھنٹہ 24 منٹ ہوتا ہے پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ 21 مارچ کو وہی ایک گھنٹہ افکارہ منٹ ہو جاتا ہے جو شخص وقت نہ جانتا ہو اسے چاہئے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹہ رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے تو سحری ایک گھنٹہ چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان کی جائے تاکہ سحری اور لڑان دونوں طرف احتیاط رہے۔ بعض بواطن آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے لڑان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دھڑ پڑھ لیتے ہیں۔ نہ یہ اذان ہوئی نہ نماز۔ حضروں نے رات کا ساتواں حصہ وقت فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں بلکہ جون و جولائی میں جبکہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس گھنٹے کی ہوتی ہے ان دنوں تو البتہ وقت صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہو جاتا ہے مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے اس وقت فجر کا وقت نوں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے خصوصاً جبکہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہذا بیشک طلوع آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا اور دوسرے دن اسی حساب سے وقت متذکرہ ہلا کے اندر اندر لڑان و نماز فجر لوائی جائے (از اوقات رضویہ)۔ وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔ (متون) فائدہ: ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے کہ اس دن سورج کے خط بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ابھی سمجھتا کہ ہم مغرب پڑھ چکے ہیں اسی لئے پوچھتا کہ کیا مغرب پڑھ چکے اور یہ دو رکعتیں پڑھنا اس حدیث شریف کے عموم میں داخل ہے۔ بین کل اذانین صلوٰۃ لمن سبأ ترجمہ۔ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہئے۔ حضرت امام احمد یہ دونوں رکعتیں پڑھا کرتے تھے لوگوں نے ان پر طعن کیا تو چھوڑ دیں پھر کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ میں نے لوگوں کو پڑھتے نہ دیکھا اس لئے میں نے بھی چھوڑ دیں اور فرمایا کہ اگر کوئی اپنے گھر پر یا ایسی جگہ پڑھ لیا کرے کہ لوگ نہ دیکھیں تو بہتر ہے اور مغرب کا وقت آفتاب کے نظر سے غائب ہونے سے پہلے شروع ہوتا ہے اور سورج چھپنا معتبر ہے اگر اس کے گرد پہاڑ نہ ہوں اور مغرب کی طرف پہاڑ ہوں تو اتنا توقف کرنا چاہئے کہ مشرق کی جانب سیاہی معلوم ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قبل الليل من فہنا وادبرا للنهار من ہہنا فقد افصرا الصائم ترجمہ۔ جب رات ادھر سے آئے اور دن پیٹھ پھیر جائے تو اس وقت روزے دار روزہ افطار کرے۔

فائدہ : بعض علماء نے تمام احادیث سے یہ اختیار کیا ہے کہ نوافل کا شمار سترہ ہونا چاہئے جیسے فرضوں کی تعداد ہے یعنی دو رکعتیں فجر سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر اور مغرب اور دو مغرب کے بعد اور تین عشاء کے بعد اور وہ وتر ہیں۔

فائدہ : جب نوافل کے متعلق میں جو حدیثیں وارد ہیں) کو معلوم کر چکے تو ان کی شمار معین کرنے کے کیا معنی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز ایک خیر ہے چاہے کم کرے چاہے زائد۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر سالک ان نمازوں میں سے اتنا اختیار کرتا ہے جتنا اسے خیر میں رغبت ہوتی ہے۔

فائدہ : مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہو چکا کہ ان نوافل میں بعض زیادہ موکد ہیں اور بعض کم۔ تو موکد تر کا چھوڑ دینا ناموزوں ہے خصوصاً اس صورت میں کہ فرضوں کی تکمیل ان سے ہوتی ہے تو جو کوئی زیادہ نہ پڑھے گا تو اس کے فرض ادا ہو رہے جائیں اور ان کا نقصان بلا تدارک رہے۔ (6) حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی دوسری میں سورہ کافرون تیسری میں اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور بعض روایت میں ہے کہ پالتی مار کر پڑھتے تھے۔ بعض میں یہ ہے کہ جب آپ بستر پر رونق افروز ہوتے اس پر چار زانو ہو جاتے اور آرام فرمانے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے پہلی میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ دوسری میں سورہ النکاث ایک روایت میں سورہ الکافرون 1۔ ہے 12 مسئلہ : وتر علیحدہ دو سلاموں سے بھی درست ہے اور ایک سلام کے ساتھ بھی جائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رکعت اور تین اور پانچ اور سلت اور نو اور گیارہ سے وتر پڑھا ہے اور تیرہ رکعتوں میں روایت ہے مترود ہے اور ایک حدیث شان میں سترہ رکعتیں ہیں اور یہ سب رکعتیں جن کو ہم نے وتر کہا ہے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب یعنی تہجد تھی اور تہجد رات کو موکدہ ہے اور عنقریب اس کی فضیلت باب لا اور امیں آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

فائدہ : اس میں اختلاف ہے کہ وتر میں افضل کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ایک رکعت تھا وتر افضل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک وتر پر مواظبت کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وتر متصلاً بہتر ہیں تاکہ خلاف کا خطرہ نہ ہو خصوصاً امام کو متصلاً ضروری ہے اس لئے کہ بعض اوقات اس کا اقتدا ایسا شخص کرتا ہے جو ایک رکعت تھا کوئی نماز نہیں سمجھتا۔ پس اگر وتر ملا کر پڑھے تو سب نیت وتر کی کرے اور ایک رکعت اگر عشاء کے بعد

۱۔ یہی طریقہ صحیح ہے اس پر احناف کا عمل ہے دوسرا طریقہ شوافع کا ہے

کسی دو گنہ کے بعد یا فرضوں کے بعد پڑھے تو اس سے وتر کی نیت کرے اور یہ نماز درست ہوگی اس لئے وتر کی شرط یہ ہے کہ خود اپنی ذات سے طاق ہو اور دوسری نماز جو اس سے پہلے ہوگئی ہو اس کو طاق کر دے تو جب فرضوں کے بعد ایک رکعت پڑھی تو فرضوں کو طاق بنا دے گی۔ ۱۔

مسئلہ : اگر وتر قبل عشاء ادا کرے گا تو درست جائز نہ ہوگا جو فضیلت وتر کی حدیث میں آئی ہے کہ وتر سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اس کا ثواب نہ ملے گا اور نہ ہی بے وقت میں پڑھنے کی نماز وتر سے بہتر ہوگی۔

فائدہ : عشاء سے پہلے وتر صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تمام امت کے اجماع کے خلاف ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نماز نہیں ہوتی کہ وہ اس سے وتر طاق ہو جائے۔

مسئلہ : جب وتر کی تین رکعات جدا جدا دو سلاموں سے پڑھنا چاہئے تو اول کے دو گنہ کی نیت میں تامل ہے اگر ان سے نماز تہجد یا عشاء کی سنتوں کی نیت کرے گا تب تو وتر نہ رہیں گے اور اگر وتر کی نیت کرے گا تو وہ خود وتر نہیں بلکہ دو رکعت ہیں اس کے بعد کی ایک رکعت وتر ہیں ظاہر تریبی ہے کہ جیسے تین متصل رکعتوں میں وتر کی نیت کرے اسی طرح ان میں بھی وتر ہی کی نیت کرے۔

سوال : وتر کی وہ صورت کہ جس میں پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام کے بعد ایک رکعت پڑھے تو یہ وتر نہ رہے بلکہ پہلی دو رکعت کے لحاظ سے طاق ہوئے؟

جواب : وتر کے دو معنی ہیں۔ (۱) بذات خود طاق ہو۔ (۲) اس لئے وتر ہوا ہو کہ مابعد سے ملا کہ طاق کر دیا جائے اس صورت میں تینوں رکعتیں مل کر بھی وتر ہوں گی مگر ان کا وتر ہونا تیسری رکعت پر موقوف ہوگا اور چونکہ نمازی کا قصد منعمم یہی ہے کہ اس دو گنہ کو تیسری رکعت سے وتر کر دے گا تو اس کو جائز ہے کہ ان دونوں کے لئے بھی وتر کی نیت کر لے اور تیسری رکعت خود بھی وتر کرتی ہے اور دو گنہ اول خود وتر ہے نہ دوسرے کو وتر کرتا ہے مگر دوسرے سے مل کر البتہ وتر ہو جاتا ہے۔ ۲۔

مسئلہ : چاہیے کہ نماز شب کے آخر میں وتر ہو تو تہجد کے بعد ہونا چاہئے۔ (بشرطیکہ تہجد کے لئے بیدار ہونے کا یقین ہو ورنہ وتر پڑھ کر سونا افضل ہے) فضیلت وتر اور تہجد کی اور ان دونوں میں ترتیب کی کیفیت باب ترتیب الاداء میں عنقریب ان شاء اللہ آئے گی۔

نماز چاشت 7 : اس پر مواظبت عمدہ اور افضل عمل سے ہے اور اس کی رکعتوں کی شمار زیادہ آٹھ رکعات منقول

۱۔ یہ تمام لمبا چکر مذہب شافع میں ہے احناف کے نزدیک وہی سلام طاق ہے جو پہلے ذکر ہوا۔ لوسی غفرلہ

ہیں۔ حضرت امام ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن) سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاشت اشراق کی آٹھ رکعات پڑھیں اور ان کو طول دیا اور اچھی طرح پڑھا۔

فائدہ : یہ شمار اور کسی راوی نے نہیں نقل کیا۔ حضرت عائشہ نے زیادتی بیان نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ آپ چار رکعات پر مواضبت فرماتے اس سے کم نہ کرتے تھے۔ کبھی کبچہ زیاد بھی کر دیتے تھے۔ حدیث مفرد میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت (اشراق) کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاشت (اشراق) کی نماز چھ رکعات دو وقتوں میں پڑھتے تھے۔ نمبر 1 جب آفتاب نکل کر اونچا ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور یہ نمازوں کے دوسرے ورد کا شروع ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ نمبر 2 جب آفتاب پھیلتا اور چارم آسمان پر مشرق کی جانب سے بلند ہوتا۔ اس وقت آپ چار رکعات پڑھتے غرض اول دو گنہ اس وقت تھا کہ آفتاب مقدار نصف نیزہ کے اونچا ہوتا۔ اور دوسری نماز پھون چڑھے۔ مقلل عصر کی نماز کے ہوتی کہ عصر کا وقت سپردن رہتا ہے اور ظہر دوپہر ڈھلے ہوتی ہے تو چاشت اس وقت ہوتی کہ آفتاب نکلنے کے بعد تا زوال وقت کو آدھا کر کے پڑھی جائے۔ جیسے زوال سے غروب تک کے وقت کو آدھا کرنے پر عصر ہوتی ہے اور یہ وقت افضل ہے۔

خلاصہ : یہ کہ آفتاب کے اونچا ہونے سے زوال سے پہلے تک چاشت کا وقت ہے۔ (8) مغرب و عشاء کے درمیان کے نوافل یہ بھی سنت موکدہ ہیں اور ان کی شمار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے چھ رکعات منقول ہیں اور اس نماز کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ نَسَجَاتِي جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (پ 21 السجہ نمبر 16) ان کی کونٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے) (کنز الایمان) سے یہی مراد ہے۔

حدیث 1 : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھے تو وہ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز ہے۔

حدیث 2 : فرمایا جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان میں اپنے نفس کو جماعت والی مسجد میں روکے اور نماز اور قرآن کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنادے کہ ہر ایک محل کا فاصلہ ان میں سے سو برس کا ہو اور اس کے لئے ان دونوں کے درمیان اتنے درخت لگا دے کہ اگر زمین کے باشندے ان میں گھومیں تو سب کی گنجائش ہو جائے۔ (اس نماز کے فضائل کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ باب عنقریب الاوارد میں مذکور ہوگا۔)

ہفتہ وار شب و روز کے نوافل

دن اور رات کے ہر ایک نوافل جدا جدا ہیں۔

(1) اتوار کے نوافل

احادیث مبارکہ 1: حضرت ابو ہریرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اتوار کے دن چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں اَلْحَمْدُ اور اَمِنْ الرَّسُولِ ایک بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بموافق شمار ہر نصرانی مرد اور نصرانی عورت کے حسنت (نیکیاں) لکھے گا اور اس کو ایک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ثواب عنایت کرے گا اور ایک حج اور عمرہ اس کے لئے تحریر فرمائے گا اور ہر رکعت کے بدلے میں ہزار نمازوں کا ثواب لکھے گا اور جنت میں اس کو ایک شہر مشک خاص کا عطا فرمائے گا۔ (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتوار کے دن نماز کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرنا کیونکہ وہ واحد لا شریک لہ ہے جو کوئی اتوار کے دن ظہر کے فرض اور سنتوں کے بعد چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں الحمد اور الم السجدہ اور دو سری میں الحمد اور سورہ ملک پڑھ کر التمجید پڑھ کر سلام پھیرے، پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں اور پڑھے اور اول میں الحمد اور سورہ جمعہ اور دو سری میں بھی یہی دونوں سورتیں پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالیٰ پر اس کی حاجت پوری کرنا لازم ہوگا۔ (ذمہ کرم ہوگا۔)

نوافل سوموار

احادیث مبارکہ: (1) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سوموار کے دن سورج کے اونچا ہونے کے بعد دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد یک بار، اور آیہ الکرسی ایک بار اور اخلاص اور معوذتین ایک بار جب سلام پھیرے دس بار استغفار اور دس بار درود سلام پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔

(2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سوموار کے دن بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیہ الکرسی ایک ایک بار نماز سے فارغ ہو کر سورہ اخلاص اور استغفار بارہ بارہ مرتبہ پڑھے تو قیامت کے دن اسے پکارا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں کہیں ہے اٹھے اور اپنا ثواب اللہ تعالیٰ سے لے۔ پہلا ثواب اس کو یہ ہو گا کہ اسے ہزار لباس بہشتی دیئے جائیں گے اور تاج سر پر رکھا جائے گا اور حکم ہو گا کہ جنت میں داخل ہو پھر ہزار فرشتے اس کے استقبال کو جدا جدا ہدیہ لے کر آئیں گے اور اس کے ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ وہ ہزاروں نور کے چمکتے محلات کا دورہ کرے۔

نوافل منگل

احادیث مبارکہ (1) : یزید رقاشی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی منگل کے دن قریب دوپہر کے پور ایک روایت میں ہے کہ سورج اونچا ہونے کے وقت دس رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد اور آیہ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار پڑھے تو اس کے ذمہ ستر دن تک گناہ نہ لکھا جائے گا اگر ستر دن کے درمیان مر گیا تو شہید مرے گا اور اس کے ستر برس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

نوافل بدھ

احادیث مبارکہ (1) : ابو اوریس خولانی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بدھ کو دن چھڑے بارہ رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور آیہ الکرسی ایک ایک بار اور اخلاص تین بار اور معوذتین تین بار پڑھے تو اسے عرش کے قریب فرشتہ پکارتا ہے کہ اے اللہ کے بندے عمل پھر سے کر کہ تیرے پہلے گناہ بخش دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے عذاب قبر اور اس کا اندھیرا اور تنگی دور کرے گا اور قیامت کی سختیاں اس سے اٹھالے گا اور اس دن سے اس کے لئے ایک پیغمبر کا عمل اضافہ فرمائے گا۔

نوافل جمعرات

احادیث (1) : حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعرات کے دن ظہر اور عصر کے درمیان دو رکعت پڑھے اول میں الحمد ایک بار اور آیہ الکرسی سو بار اور دوسری میں الحمد ایک بار اور اخلاص سو بار اور سو بار درود شریف پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے ثواب اس شخص کا عنایت فرمائے گا جس نے رجب اور شعبان اور رمضان کے روزے رکھے ہوں اور اسے خانہ کعبہ کے حج کا ثواب ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان لوگوں کے شمار کے موافق (جو اس پر ایمان لائے اور توکل کرتے رہیں) ثواب لکھے گا۔

نوافل جمعہ

احادیث مبارکہ (1) : حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک نماز ہے جو بندہ مومن سورج کے کامل نکل آنے اور مقدار ایک نیزہ کے یا زیادہ اونچا ہونے پر کھڑا ہو اور اچھی طرح وضو کر کے نماز چاشت دو رکعت ایمان اور طلب ثواب کی نیت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو سو نیکیاں لکھے گا اور دو سو خطائیں مٹا دے گا اور جو کوئی چار رکعت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے چار سو درجات جنت میں بلند کرے گا اور جو شخص آٹھ رکعت پڑھے گا اس کے آٹھ سو درجات جنت

میں بلند کر لے گا اور اس کے تمام گناہ بخش دے گا اور جو کوئی بارہ رکعت پڑھے گا اس کے لئے بارہ سو نیکیاں تحریر فرمائے گا اور بارہ سو برائیاں اس کے نامہ اعمال سے مٹائے گا اور جنت میں بارہ سو درجات زائد عنایت فرمائے گا۔
 نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن جامع میں داخل ہو اور چار رکعت جمعہ سے پہلے پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور پچاس بار اخلاص پڑھے جب وہ مرے گا تو اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا یا اس کو دکھلادیا جائے گا۔

نوافل ہفتہ

احادیث : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سنچر کے دن چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں ایک بار الحمد اور تین مرتبہ سورہ کافرون پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر آیہ الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک حرف کے بدلے ایک حج اور عمرہ کا ثواب لکھے گا اور ہر ایک حرف کے بدلے ایک سال کے روزوں اور راتوں کی شب بیداری کا ثواب عنایت فرمائے گا اور ہر ایک حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب عطا فرمائے گا اور پیغمبروں اور شہیدوں کیساتھ عرش کے سایہ تلے رہے گا۔

ہفتہ بھر کی راتوں کے نوافل

نوافل شب اتوار کی رات

احادیث (1) : حضرت انس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اتوار کی رات بیس رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور پچاس بار اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے اور سو بار استغفار پڑھے اور اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے سو دفعہ دعائے مغفرت کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سو بار درود پڑھے اور اپنی قوت و طاقت سے علیحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کی طرف التجا کر کے کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہدان آدم صغوة اللہ و حطرثہ و ابرہیم خلیل اللہ و موسیٰ کلیم اللہ و عیسیٰ روح اللہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ۔ تو اس کو بموافق شمار ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے رضا طلب میں اولاد کے قاتل نہیں) ثواب ملے گا اور قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے امن والوں کے ساتھ اٹھائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہوگا کہ جنت میں اسے نبی علیہ السلام کے ساتھ داخل کرے۔

پیر کی رات

(پیر کی شب کے نوافل)

احادیث مبارکہ (1) : ائمش حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پیر کی رات کو چار رکعتیں پڑھے اور اول میں دس بار اخلاص دوم میں الحمد اور تیس بار اخلاص سوم میں الحمد اور تیس بار اخلاص چہارم میں الحمد اور چالیس بار اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر پچھتر بار اخلاص پڑھے اور اپنے لئے اور اپنے ماں باپ کے لئے پچھتر بار دعائے مغفرت کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی حاجت مانگے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہے وہ جو مانگے اسے عطا کرے اسے نماز حاجت کہتے ہیں۔

منگل کی رات کے نوافل : اس رات میں دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین پندرہ بار سلام کے بعد آیہ الکرسی پندرہ بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جو منگل کی رات میں دو رکعت پڑھے ہر ایک میں ایک بار الحمد اور انا انزلنا اور قل هو اللہ احد سلت سلت بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن دوزخ سے آزاد کرے گا اور قیامت میں جنت کی طرف اس کا رہبر اور لے جانے والا ہوگا۔

نوافل بدھ کی رات : حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بدھ کی رات چھ رکعت تین سلاموں سے ادا کرے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل اللہم مالک الملک سے دو آیتوں تک پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ستر بار کہے جزی اللہ محمد اعنا ما ہوا ہلہ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہماری طرف وہ بدلہ کرے جو ان کی شان کے لائق ہے) جو اللہ تعالیٰ اس کے ستر کے گناہ بخش دے گا اور اس کے لئے دوزخ سے بری ہونا لکھ دے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بدھ کی رات دو رکعت پڑھے اول میں الحمد اور دس بار قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں الحمد کے بعد دس بار قل اعوذ برب الناس پھر سلام پھیر کر دس بار استغفار اور دس بار درود شریف پڑھے تو ہر آسمان سے ستر ہزار فرشتے اتر کر اس کے ثواب کو قیامت تک لکھیں گے۔

نوافل جمعرات کی رات : حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی جمعرات کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور پانچ بار آیہ الکرسی اور پانچ بار اخلاص اور پانچ بار معوذتین اور نماز سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار پڑھے کر اس کا ثواب اپنی ماں باپ کو بخش دے تو جو حق ماں باپ کا اس کے ذمہ تھا وہ اس نے ادا کیا اگرچہ ان کی نافرمانی کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ اس کو وہ عنایت کرے گا جو صدیقیوں اور شہیدوں کو دے گا۔

نوافل جمعہ کی رات : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو

کوئی جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات لوا کرے ہر رکعت میں الحمد ایک بار، اخلاص گیارہ بار پڑھے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت بارہ سال اس طرح کی کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو شب بیداری کی۔ (2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی رات نماز عشاء جماعت سے پڑھے اور دو سنتیں پڑھ کر بعد فرضوں اور سنتوں کے دس رکعات پڑھے کہ ہر ایک میں الحمد اور قل ہو اللہ احد اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر تین رکعات وتر کی پڑھے اور اپنی داہنی کروٹ پر قبلہ رخ سو رہے تو گویا اس نے شب قدر کی شب بیداری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روشن رات اور منور دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو یعنی جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن۔

نوافل ہفتہ کی رات : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعات پڑھے تو اس کے لئے ایک محل جنت میں بنایا جائے گا اور گویا اس نے ہر ایک مومن مرد اور عورت کے برابر خیرات تقسیم کی اور یہودی ہونے سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے بخش دے۔

سلانہ نوافل

سال میں جو بارہ نوافل آتے ہیں وہ چار ہیں۔ (1) عیدین (2) ترویج (3) نماز رجب (4) نماز شعبان

نماز عیدین : یہ نماز سنت موکدہ * اور دین کا ایک شعار ہے اس میں سات امور کی رعایت ضروری ہے۔ تکبیر تین بار یعنی کہنا للہ اکبر اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکرة واصیلاً لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له مفلعین له الدین ولو کرہ الکفرون یہ تکبیر عید فطر کی رات سے شروع کرے قبل زوال سے جب نماز شروع ہو یہی اس کا وقت ہے اور عید النضحیٰ میں تکبیر عرفہ کے دن کی فجر سے شروع ہوتی ہے اور تیرہویں ذوالحجہ کی شام تک رہتی ہے اور فرضوں کے بعد تین بار کہے 2۔ (2) عید کی صبح کو نہائے اور نیت کرے اور خوشبو لگائے۔ (جیسے جمعہ میں ہم نے ذکر کیا ہے۔) اور مردوں کے لئے چادر اور عمامہ افضل ہے اور چاہئے کہ لڑکے ریشمی کپڑے سے اور بوڑھی عورتیں باہر نکلنے کے وقت بناؤ سنگھار سے احتراز کریں۔ (3) ایک راستہ سے عید گاہ کو جائے اور دوسرے راستہ سے واپس آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ان عورتوں اور پردہ والیوں کو بھی عید میں نکلنے کی اجازت دیتے تھے۔ (4) مستحب یہ ہے کہ عید کے لئے (جنگل) شہر سے باہر جانا مگر مکہ مکرمہ اور بیت المقدس میں نماز عید مسجد میں پڑھنی چاہئے۔

مسئلہ اگر بارش ہو تو مسجد میں نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بادل بارش اور (مکانی) آسمان میں نہ ہو تو

امام کو جائز ہے کہ کسی کو اجازت دے کہ ضعیف اور ناتوانوں کو مسجد میں نماز عید پڑھا دے اور خود قوی لوگوں کے ساتھ باہر جائے اور تمام نمازی تکبیر کہتے چلیں۔ (5) وقت کی رعایت کی جائے۔ نماز کا وقت سورج نکلنے سے زوال تک ہے۔

مسئلہ : قربانی کا وقت دسویں ذوالحجہ کو دن چھڑے سے شروع ہوتا ہے اس میں دو رکعات اور دو خطبے پڑھائے جائیں۔ قربانی کا وقت دسویں تا تیرہویں 3 ذوالحجہ کے آخر تک رہتا ہے۔

مسئلہ : عید النضیٰ کی نماز کو جلد پڑھنا مستحب ہے کہ اس لئے بعد نماز قربانی کرنی ہوتی ہے۔

مسئلہ : عید الفطر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ ہے۔

نماز کی کیفیت : گھر سے نکل کر تکبیر کہتے ہوئے عید گاہ تک پہنچیں۔ جب امام پہنچے تو نفل نہ پڑھے ہاں عوام کو نفل پڑھنا جائز ہے۔ 1۔ پھر ایک منادی بلند آواز سے کہے۔ الصلوۃ جامعہ پھر امام دو رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں تحریمہ اور رکوع کے سوا سات بار اللہ اکبر کہے اور ہر دو تکبیروں میں کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اللہ اکبر اور شروع کی تکبیر تحریمہ کے بعد وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض کہہ لے مگر اعوذ باللہ کو ساتوں تکبیرات زائد کے بعد پڑھے پہلی رکعت میں سورہ ق الحمد کے بعد پڑھے اور دوسری میں اقتربت اساعنہ اور دوسری 2۔ رکعت میں زائد تکبیرات پانچ ہیں سوائے تکبیر قیام اور رکوع کے اور ہر دو تکبیروں میں وہی الفاظ کہے جو پہلی رکعت میں کہے تھے۔ نمبر 2 دو خطبے پڑھے جن کے درمیان میں جلسہ ہو جس شخص سے نماز عید فوت ہو جاوے وہ قضا پڑھے۔ (7) قربانی مینڈھے کی کرے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے

1۔ یہ احناف کے نزدیک مجموعہ تکبیرات واجب ہے۔ ایسی غفلت

2۔ نویں ذوالحجہ

3۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد۔ یہی آسان تکبیر ہے۔

1۔ بعد کو روک دی گئیں۔

2۔ احناف کے نزدیک 12 ذوالحجہ قبل غروب تک ہے۔

3۔ نہ امام نہ عوام کسی کو بھی عید سے پہلے گھر میں یا عید گاہ میں نفل نہیں پڑھنا چاہئے ہاں عید کے بعد عید گاہ سے نکل کر نفل پڑھ سکتا ہے۔

* احناف کے نزدیک پہلی رکعت میں سبحانک اللہم ختم کرنے کے بعد تین بار اللہ اکبر کہے۔

ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر ہذا عنی وعن ہن لم یفح من امنی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور اس کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ بل اور ناخن نہ تراشے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام گھروالوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کر لی جاتی اور وہ تمام کھلنے کھلاتے۔

مسئلہ : قربانی کے بعد تین دن اور اس سے زیادہ دنوں تک پہلے نہی تھی پھر اجازت ہو گئی۔

نفل عیدین : حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ عید فطر کے بعد بارہ رکعات اور عید النضی کے بعد چھ رکعات پڑھنا مستحب ہے اور فرمایا مسنون ہے دوسری۔

تراویح : وہ ہیں رکعات ہیں ان کی کیفیت مشہور ہے اور وہ بھی سنت موكدہ ہیں اگرچہ عیدین کی نماز سے کم۔

مسئلہ : علماء کو اختلاف ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھنا افضل ہیں یا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو یا تین راتیں جماعت کے لئے باہر تشریف لائے پھر تشریف نہیں لائے اور فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم پر واجب نہ ہو جائیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی جماعت پر اکٹھا کر دیا۔ وحی کے موقوف ہو جانے کی وجہ سے واجب ہونے کا خوف نہیں رہا تھا۔ بعض لوگ اس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جماعت افضل ہے اور اجتماع میں برکت بھی ہے اور فرضوں کی جماعت سے جماعت میں ثواب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تنہائی میں کبھی سستی بھی ہو جاتی ہے جماعت کے دیکھنے سے طبیعت کو سرور ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ انہیں تھا پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ عیدین کی طرح یہ نماز کا فکار نہیں ہے تو اس کو نماز چاشت اور تہیتہ المسجد کے مرتبہ میں رکھنا بہتر ہے اور اس میں جماعت شرط نہیں ہوتی بلکہ علوت یوں ہے کہ اگر مسجد میں بہت سے آدمی ایک ساتھ داخل ہوں وہ بھی تہیتہ المسجد جماعت سے نہیں پڑھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا بہ نسبت مسجد میں پڑھنے کے اتنا زیادہ ہے جیسے فرض نماز کو مسجد میں پڑھنا بہ نسبت گھر پر پڑھ لینے کے زیادہ بہتر ہے۔ موی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس

* اختلاف کے نزدیک صرف تین تکبیریں اور وہ بھی رکوع کرنے سے پہلے ہی تین زائد کہہ کر چوتھی تکبیر رکوع کے لئے کہتا ہوا رکوع کرے۔ اولیٰ غفرلہ

* اختلاف کے نزدیک عید کی قضا نہیں۔

* میں تراویح پر صحابہ سے لے کر اہل تمام مذاہب اور فرقوں کا اتفاق ہے۔ صرف غیر مقلدین آئمہ کے قائل ہیں یہ ان کا اپنا ڈیڑھ انج کی مسجد والا معاملہ ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ تراویح آئمہ رکعات بدعت ہے۔ اولیٰ غفرلہ

مسجد میں ایک نماز اس کے سوا دوسری مسجدوں میں سو نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز میری مسجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ اور ان سب سے افضل اس شخص کی نماز ہے جو اپنے گھر کے کونے میں دو رکعت پڑھے اور انہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ جانے۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ نمود و ریا اکثر انسان پر مجمع ہی میں آتی ہے اور تمناؤں میں اس سے مامون رہتا ہے اسی لئے قول تمناؤں کی فضیلت کا اصل سبب یہی ہے جو مذکور ہوا مگر مختار یہ ہے کہ جماعت افضل ہے جیسے حضرت عمرؓ نے تجویز فرمائی اس لئے کہ بعض نوافل میں جماعت شروع ہے اور ترویج ایک ایسا اسلامی شعار ہے کہ اس کا اظہار ہی مناسب ہے اور جماعت میں ریا کی طرف اور تمناؤں میں سستی کی طرف التفات اس سے عدول کرنا ہے جو اجتماع کی فضیلت میں بحیثیت جماعت مقصود ہے گویا اس کا قائل یہ کہتا ہے کہ نماز کا پڑھنا سستی کے مارے اس کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور اخلاص ریا کی بہ نسبت بہتر ہے مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے کہ سستی تمناؤں میں نہ کرے گا اور اگر جماعت میں ہو تو ریا نہ کرے گا تو اس کے لئے کون سی بات بہتر ہے جماعت کی برکت تو جماعت میں ہے اور قوت اخلاص کی زیادتی اور حضور دل تمناؤں میں ہے اس صورت میں ایک کو دوسری پر ترجیح دینے میں تردد ہی رہے گا۔

مسئلہ : نماز وتر میں ماہ رمضان کے نصف اخیر میں قوت پڑھنا مستحب ہے۔ ا۔

فضائل نماز ماہِ رجب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمسایہ مروی ہے کہ جو کوئی رجب کے پہلی جمعرات کے دن روزہ رکھے پھر مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت دو دو رکعت علیحدہ علیحدہ کر کے پڑھے ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور سورۃ قدر تین بار اور اخلاص بارہ مرتبہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو مجھ پر ستر بار اس طرح درود شریف پڑھے اللھم صلی علی محمد النبی الامی وعلی آلہ پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں سُبُوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبِّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوحِ ستر بار کہے پھر سر اٹھا کر اور ستر بار رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انک انت العلی الاعظم کہے۔ پھر دو سرائجدہ کرے جیسے پہلے سجدہ میں کہتا تھا۔ پھر سجدہ ہی میں اپنی حاجت مانگے تو وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) (2) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ اور ریت کے ذرات اور پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے پتوں کے برابر

۱۔ احناف کے نزدیک ہر ماہ میام تمام بلکہ وتر میں قوت واجب ہے رمضان ہو یا غیر رمضان۔

ہوں اور قیامت میں اپنے خاندان کے سات سو آدمیوں کی شفاعت کرے گا جو مستحق دوزخ کے ہوں گے۔

خلاصہ : یہ نماز مستحب ہے اور ہم نے اس کو تیسری قسم میں اس لئے بیان کیا کہ سل کے مکرر ہونے پر مکرر ہوتی ہے اگرچہ یہ نماز تراویح اور نماز عید کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی اس لئے کہ اسے احادیث احادیث نے نقل کیا ہے۔ مگر میں نے قدس والوں کو دیکھا ہے کہ تمام اس پر مدح و ثناء کرتے ہیں اور اس کا چھوڑنا گوارا نہیں کرتے اسی لئے اس کا بیان کرنا اچھا معلوم ہوا۔

ماہ شعبان کی نماز : ماہ شعبان کی پندرہویں شب کو سو رکعات ایک ایک سلام میں علیحدہ علیحدہ دو دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد گیارہ بار اخلاص پڑھے اگر چاہے تو دس رکعات پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سو بار اخلاص پڑھے۔

فائدہ : یہ نماز بھی اور نمازوں کے ضمن میں مروی ہے۔ سلف صالحین اور اکابر دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے پڑھا کرتے تھے اور اس کو صلوٰۃ النیو کہتے ہیں بلکہ اس کے لئے جمع ہوا کرتے تھے اور کبھی جماعت سے بھی پڑھا کرتے تھے حضرت حسن بصری راوی ہیں کہ مجھ سے تین صحابہ نے حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص اس نماز کو اس رات میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار نگاہ رحمت فرمائے گا اور ہر دفعہ کی نگاہ میں ستر حاجت پوری کرے گا کہ ان میں ادنیٰ حاجت مغفرت ہے۔

(4) نوافل بوجہ عوارض : یہ نوافل اوقات سے وابستہ نہیں یہ نماز خسوف اور کسوف اور مینہ بارش کے لئے اور تہیت المسجد اور تہیت الوضو اور اذان اقامت کے درمیان کا دو گنہ اور گھر سے نکلتے وقت اور اس میں آنے کے وقت کا دو گنہ اور اس جیسی اور نمازیں چند ایک ہم یہاں لکھتے ہیں۔

سورج اور چاند گرہن کی نماز : حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشمس والقمر ایتان من آیات اللہ لا بضعفان لموت احدولا بصیائہ فاذا رانم ذلک فاخذ عوالی ذکر اللہ والصلوۃ ترجمہ۔ بے شک سورج اور چاند اللہ کی آیات میں سے دو آیتیں ہیں ان کو نہ کسی کی موت سے گرہن ہوتی اور نہ کسی کی زندگی سے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہو۔

فائدہ : آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہو گئی تھی اور سورج گرہن لگا تو لوگوں نے کہا کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے تو آپ نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔ نماز کا طریقہ : جب سورج گرہن لگے ایسے وقت میں جس میں نماز مکروہ ہے یا جس میں مکروہ نہیں تو عام اعلان کیا

۱۔ اہل اہل کے نزدیک ایک رکوع دو سجدے ہیں۔ ایسی غفلت

جائے الصلوٰۃ جامعۃ امام عوام کو مسجد میں دو گنا پڑھائے اور ہر رکعت میں دو رکوع ہیں۔ اول کا رکوع بڑا ہوا اور دوسرا چھوٹا اور قرات بالجہر نہ پڑھے۔ پہلی رکعت کے قیام اول میں الحمد اور سورہ بقرہ پڑھے اور رکوع اول کے بعد دوسرے قیام میں الحمد اور آل عمران پڑھے اور دوسری رکعت کے اول قیام اول میں الحمد اور سورۃ النساء اور دوسرے قیام میں فاتحہ اور مائدہ پڑھے یا قرآن میں سے جہاں سے چاہے پڑھے اور اگر ہر قیام میں سورۃ فاتحہ ہی پر اکتفا کرے تو کافی ہے اگر سورتوں میں سے چھوٹی سورتوں پر اکتفا کرے تو حضا حرج نہیں اور طول کرنے سے نماز میں مقصود ہے کہ اتنا بڑھائے کہ سورج گرہن سے صاف ہو جائے اور اول رکوع میں بقدر سو آیات کے تسبیح اور دوسری میں اسی آیات کے برابر اور تیسری میں ستر کی مقدار اور چوتھی میں پچاس کے موافق 2۔

مسئلہ: چاہئے کہ سجدہ مطابق رکوع کے ہو جیسے جس رکعت میں رکوع ہوں ویسے ہی سجدے ہوں پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں بیٹھے اور دونوں خطبوں میں عوام کو صدقہ دینے غلام آزاد کرنے اور توبہ کی ترغیب دے۔

مسئلہ: یہی صورت چاند گرہن میں کر کے مگر اس میں قرات بالجہر پڑھے کیونکہ یہ نماز رات کو ہوتی ہے اور اس کا وقت شروع چاند گرہن سے اس کے صاف ہونے تک ہے۔

مسئلہ: سورج گرہن کی نماز کا وقت اس طرح بھی جاتا رہتا ہے کہ سورج گرہن لگا ہوا سورج ڈوب جائے۔

مسئلہ: اگر چاند گرہن لگا ہو اور سورج نکل آئے تو اس کا وقت جاتا رہے گا اس لئے کہ رات کا غلبہ جاتا رہا اور اگر چاند گرہن کی حالت میں چاند غروب ہو جائے تو وقت نہ جائے گا کیونکہ تمام رات قمر کی سلطنت ہے۔

مسئلہ: اگر چاند یا سورج نماز کے اندر ہی بالکل صاف ہو جائے تو نماز کو مختصر کے پورا کر لیا جائے۔

مسئلہ: جو شخص گرہن کی نماز کا دوسرا رکوع امام کے ساتھ پائے اس سے وہ رکعت فوت ہو گئی اس لئے کہ اصل رکوع اول ہے اگر وہ ملتا تو رکعت ملتی۔ دوسرے یہ بارش کے طلب کی نماز ہے۔

نماز استسقاء: دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے اور بارش برسا موقوف ہو جائے تو امام کو مستحب ہے کہ سب سے پہلے لوگوں سے کہے کہ تین روزے رکھیں اور حتی المقدور خیرات کریں۔ اور جس کے ذمہ ہے لوگوں کے حقوق ہوں انہیں ادا کریں اور گناہوں سے توبہ کریں پھر چوتھے دن عوام کو مع بوڑھوں اور لڑکوں کے غسل کر کے نکلے اور کپڑے پھٹے پرانے (جن سے عاجزی معلوم ہو) پنیں اور انکساری کے ساتھ جائیں۔ بخلاف عید کے کہ اس میں یہ نہیں اس میں بن سنور کے جانا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ استسقاء کے لئے میدان جانوروں کو لے جانا بھی مستحب ہے کہ پانی میں وہ بھی شریک ہیں۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لولا صیان رفیع و مشانغ و کعب و ہائم رقع اصب

علیکم العذاب مبا۔ (ترجمہ) دودھ پیتے بچے اور مثل کھانے رکوع والے اور جانور چرنے والے نہ ہوں تو تم پر عذاب ڈالا جائے۔

مسئلہ : دینے والے بھی یوں نکلیں کہ ان میں اور مسلمانوں میں امتیاز ہو تو ان کو منع نہ کیا جائے جب جب وسیع میدان میں جمع ہوں تو (الصلوة جامعة) اعلان کیا جائے اور امام عوام کو دو رکعت نماز عید کی طرح تکبیر کے بغیر پڑھائے۔ پھر دو خطبے پڑھے اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا جلسہ کر لے اور اکثر مضمون دونوں خطبوں کا استغفار ہونا چاہئے اور دوسرے خطبے کے درمیان میں امام لوگوں کی طرف پشت پھیر کر دو قبلہ ہو جائے اور اپنی چاروں طرف بدلے کہ نیچے والا اوپر کو ہو جائے اور داہنی طرف بائیں طرف آجائے دوسرے لوگ بھی اپنی چاروں طرف اسی طرح پلٹ لیں۔ اسی وقت آہستہ دعا مانگیں اور چاروں پلٹے میں ایک قل ہے کہ اسی طرح قحط اور خشکی کا حل بدل جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ پھر امام لوگوں کی طرف منہ پھیر کر خطبہ ختم کرے اور چاروں پلٹیں ہوئی بدستور رہنے دیں یہاں تک کہ جب کپڑے اتاریں تب انہیں کو اتاریں اور دعا اس طرح مانگیں، الہی تو نے ہمیں دعا مانگنے کا حکم فرمایا اور دعا قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔ پس تیرے حکم پر ہم دعا مانگتے ہیں تو اپنے وعدے کے مطابق قبول فرما۔ الہی جو گناہ ہم نے کئے ہوں ان کی مغفرت کر کے ہم پر احسان بھرنا اور بارش کے لئے اور ہمارے رزق کے زیادہ ہونے کے متعلق ہی اپنی دعا قبول کر کے ممنون فرما۔

فائدہ : باہر نکلنے سے پہلے تین دن کے اندر اگر نمازوں کے بعد دعا مانگیں تو حرج نہیں اور اس دعا کے لئے چند آداب اور شروط باطنی ہیں۔ توبہ اور حق رسانی وغیرہ (جو عنقریب باب الدعوات میں مذکور ہوں گے)

نماز جنازہ : اس کی کیفیت مشہور ہے اور اس نماز میں زیادہ تر جامع دعائے ماثورہ وہ ہے جسے روایت صحیح میں عوف بن مالک نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک جنازہ پر نماز پڑھی میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا یاد کر لی۔ وہ دعا یہ ہے۔

اللهم اغفر وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرق وونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دار اخيرا من داره واهلا خيرا من اهل وزوجا خيرا من زوجته وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار۔

ترجمہ۔ الہی تو مغفرت فرما اور رحم کر اسے علالت دے اور اس کے قصور معاف کر اور اس کی اچھی مہمانی کر اس کی قبر فراخ کر اور اسے پاک کر یوں اور لوے والے پانی سے اور اسے خطاؤں سے ایسا پاک کر جیسے سیل سے تو نے کپڑے سفید کئے اور بدل دے اس کے گھر سے گھر اور خلوموں سے خلوم اور زوجہ سے بہتر اور اسے جنت میں داخل کر اور اسے قبر عذاب و نارخ سے پناہ دے۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میرے لئے ہوتی۔

مسئلہ : جو دوسری تکبیر پائے تو چاہئے کہ نماز کی رکعتوں کی سی ترتیب لحاظ رکھے یعنی تکبیریں امام کے ساتھ کئے جب امام سلام پھیرے تو جو تکبیریں وہ گنی تھیں انہیں لوا کرے جیسے مسبوق بعد کو رکعتیں پڑھتا ہے اگر ان تکبیرات میں سبقت کر جائے تو پھر امام کی اقتدا کیا ہوئی اس نماز کے ارکان ظاہری تو تکبیریں ہی ہیں اور مناسب بھی یہی ہے کہ جیسے اور نمازوں کی رکعتیں ہوتی ہیں اس نماز میں ان کا قائم مقام تکبیریں ہوں یہ میرے (غزالی) کے نزدیک معقول تر معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ : نماز جنازہ کے ثواب اور جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت میں جو حدیثیں وارد ہیں وہ مشہور ہیں ان کے نقل کرنے میں ہم طول نہیں دیتے اور اس کا ثواب زیادہ کیوں نہ ہو گا کہ یہ نماز تو فرض کفایہ ہے نقل اسی کے حق میں ہوتی ہے جس پر دوسرے شخص کے موجود ہونے سے معین نہیں ہو جاتی اور نمازی کو اس سے ثواب کفایہ کا ہی ہوتا ہے گو اس پر معین نہ ہوئی ہو کیونکہ سب نمازیوں سے لوا نہیں ہو جاتی اور نمازیوں نے ایک امر فرض کی بجآوری کی اور دوسروں سے تنگی کو دور کیا تو یہ نقل کی طرح نہیں کہ جس کے پڑھنے سے کسی کے ذمہ سے فرض دور نہ ہو۔

مسئلہ : جنازے کی نماز میں جماعت کی کثرت مستحب ہے کہ زیادہ لوگوں کی وجہ سے استغفار اور دعا کی کثرت ہوتی اور ان میں کوئی مستجاب الدعوات بھی ہوگا۔

حکایت : کرب نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کا ایک صاحبزادہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا کہ قریب دیکھ کہ اس کے لئے کتنے آدمی اکٹھے ہوئے ہیں میں نے عرض کی بہت ہیں۔ فرمایا کہ چالیس ہیں میں نے عرض کی ہاں فرمایا اب جنازہ نکالو۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو مسلمان مرجائے اور اس کی نماز جنازہ پر چالیس آدمی (اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں) کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور جب جنازے کے ساتھ چل کر قبرستان میں پہنچے یا ویسے قبرستان جائے تو کہے۔ السلام علی اہل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین والمناخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ترجمہ۔ سلام ہو گمراہے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے اور ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ جب تک میت دفن نہ ہو وہاں سے نہ پھرے جبکہ اس کو مٹی دے دی جائے تو اس کی قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہے الہی تیرا بندہ تیری طرف روانہ کیا گیا تو اس پر رافت اور رحمت کر الہی اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو علیحدہ کر اور اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور حسن قبول کے ساتھ اس کے اعمال قبول فرما۔ الہی اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی دوگنا کر اگر برا تھا تو اس کی برائیوں سے درگزر فرما۔

تحت المسجد : دو رکعت یا زیادہ بہ سنت مکرہہ ہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کے دن اگر امام خطبہ پڑھتا ہو تب بھی ساقط نہیں ہوتی۔ ۱۔ بلو جو دیکھ خطبہ پڑھنا واجب مکرہہ ہے۔

مسئلہ : اگر مسجد میں جا کر فرض یا قضا میں مصروف ہو گیا تو تحت المسجد لدا ہو گیا اور ثواب بھی حاصل ہوا اس لئے کہ مقصود یہ ہے کہ شروع مسجد میں جانا ایسی عیلت سے خالی ہو جو مسجد کے لئے خاص ہے تاکہ مسجد کا حق لدا ہو اسی لئے مسجد میں بے وضو جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ : مسجد میں سے ہو کر دوسری طرف جانے کو یا مسجد میں بیٹھنے کے لئے داخل ہو تو چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہہ دے۔ ان کا ثواب دو رکعتوں کے برابر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تحت المسجد کا دو گنا مکروہ لوقت میں مکروہ نہیں۔ ۲۔ یعنی عصر اور صبح کی نمازوں کے بعد اور زوال کے وقت اور طلوع اور غروب کے لوقت میں مکروہ نہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اس سے منع فرمایا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو رکعتیں میں نے ظہر کے بعد پڑھا کرتا تھا باہر کے لوگ آئے۔ ان کی وجہ سے نہ پڑھ سکا۔ ۱۔

فائدہ : اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) مکروہ ہونا ایسی نماز کے ساتھ مخصوص ہے جس کے لئے کوئی سبب نہ ہو۔ (۲) قضا کرنا نوافل کا ایک سبب ضعیف ہے اس لئے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ نوافل کی قضا ہونی چاہئے یا نہیں اور جو نوافل قضا ہو گئے ہیں اگر ان جیسے اور پڑھے گا تو ان کی قضا ہو جائے گی یا نہیں جب اس سبب ضعیف کے باعث نفلوں کی کراہت بعد عصر کے نہ رہی تو مسجد میں آنا جو سبب کمال ہے اس کی وجہ سے بطریق اولیٰ کراہت نہ آئے گی اس وقت جنازہ آجائے نماز جنازہ مکروہ نہیں اور نماز خوف اور استسقاء کسی وقت میں مکروہ نہیں کیونکہ ان نمازوں کے اسباب ہیں اور مکروہ وہ نماز ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔ (۲) نوافل کا قضا کرنا درست ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوافل قضا پڑھی تو اگر اور کوئی پڑھے گا تو آپ کی اتباع عمدہ ہوگی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اگر غلبہ خواب یا

۱۔ احناف کے نزدیک نفل مستحب ہے۔

۲۔ یہ شافعی المذہب میں ہے ہمارے نزدیک خطبہ کے بعد کوئی نفل وغیرہ نہیں۔

۳۔ حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۔ یہ شوافع کا مذہب احناف کی تحقیق حاشیہ میں دیکھیں۔ لوسی غفرلہ۔

مرض کی وجہ سے رات کو نہ اٹھے تو بارہ رکعات دن کو پڑھ لے۔

فائدہ : بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور اسے موزن کا جواب نہ جائے تو سلام کے بعد قضا کرے یعنی اذان کا جواب دے۔

سوال : فعل مول (قضا شدہ) کی مثل دیگر بھی نقل جداگتہ ہے فعل کی کوئی قضا نہیں تو اب اسے قضا کہنے کا کوئی معنی نہیں۔

جواب : اگر نفل کی قضا کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت مکروہ میں نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ نفل کی قضا میں بھی فائدہ ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کا کوئی وظیفہ معین ہو اور اسے کسی عذر نے روک دیا ہو تو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو اس کے عمل میں لانے کی اجازت نہ دے بلکہ اس کا تدارک دوسرے وقت میں کرے تاکہ اس کا نفس آسائش اور آرام کی طرف مائل نہ ہو اور اس کا تدارک ایک تو نفس کے مجاہدہ کے لئے بہتر ہے دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احب الاعمال الى الله تعالى ادومها وان قل ترجمہ۔ اللہ کے ہاں محبوب ترین وہ عمل ہے جو دائمی ہو۔ تو تدارک سے یہ نیت کرے کہ دوام عمل میں ثابت نہ ہو۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے پھر اس کو تھک کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتا ہے۔

فائدہ : چاہئے کہ وعید سے ڈرے۔

سوال : عبادت کو چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوا اس میں تھکن اور ملال کو سبب کیوں بنایا گیا۔

جواب : اگر غصہ اور دوری نہ ہوئی تو ملال اور تھکن اس پر کیوں مسلط کی جاتی۔

تحت المسجد 5 : یہ نماز مستحب ہے اس لئے کہ وضو ایک ثواب ہے اور اس سے اصل مقصد نماز ہے اور بے وضو ہونا ہر وقت ہی لگا رہتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ نماز سے پہلے ہی آدمی بے وضو ہو جائے اور پہلے وضو کی محنت بے کار ہو جائے اس لئے مستحب ہے کہ وضو کرتے ہی اس کا مقصد جلدی سے لوا کر دیا جائے تاکہ یہ مقصود فوت نہ ہو جائے۔

حدیث : حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے اندر دیکھا میں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تو کس طرح مجھ سے پہلے بہشت میں پہنچ گیا اس نے کہا کہ میں اور کچھ نہیں جانتا صرف اتنا ہے کہ جب میں وضو کرتا ہوں اس کے بعد دو رکعات پڑھتا ہوں۔

گھر میں جانے اور اس سے باہر نکلنے کے وقت کا دو گنا : (4) ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعت پڑھ لیا کر۔ یہ تجھے برے نکلنے سے بچھے ہوں گی اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھ لیا کر۔ یہ تجھے برے داخل ہونے سے بچائے گی۔

فائدہ : اس امر کی ابتداء جو غیر معمولی ہو یعنی اہم ہو اسی حکم میں داخل ہے یعنی اس کی ابتداء میں دو رکعت پڑھنی چاہئیں اسی وجہ سے دو گنا احرام کے وقت اور دو گنا۔ سفر کی ابتداء میں اور سفر سے رجوع کے وقت مسجد میں دو رکعت ادا کرنی چاہئیں۔

انتباہ : سفر سے واپسی کا دو گنا مسجد میں گھر کے داخلہ سے پہلے پڑھنے ہوں گے۔ احادیث میں اس طرح وارد ہے یہ تمام دو گانے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے مروی ہیں۔

فائدہ : بعض صلحاء جب کوئی غذا کھاتے یا پانی پیتے تو دو گنا پڑھتے اسی طرح جو امر پیش آتا اس کے لئے ایسا ہی کرتے۔

فائدہ : امور کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ذکر تحرکاً چاہئے اور وہ تین طرح ہے۔ (1) بعض افعال ایسے ہیں کہ وہ کئی بار ہوتے ہیں جیسے کھانا پینا اس میں شروع بسم اللہ سے چاہئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل امر ذی بال کم یبافیہا بسم اللہ الرحمن الرحیم فہو ابتر ترجمہ۔ ہر ذی شان کام پہلے اللہ کا نام نہ ہو وہ کام بے برکت ہے۔ (2) وہ امور کہ بہت زیادہ تو نہیں لیکن انہیں میں وقعت ہوتی ہے جیسے نکاح و عطا کا آغاز اور مشورہ و فیروہ تو ان میں مستحب ہے کہ انہیں اللہ کی حمد سے شروع کیا جائے۔ مثلاً نکاح پڑھانے والا کہ الحمد للہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولین کا متولی کہ میں نے اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دی اور دولہا کہ الحمد للہ والصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نکاح قبول کیا۔

فائدہ : صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ نکاح کے پیام کے وقت اور نصیحت کرنے اور مشورہ کرنے میں اول حمد الہی کرتے تھے۔ (3) وہ امور کہ بہت زیادہ تو نہ ہوں مگر ہو جانے کے بعد دریا ہوں اور ان میں وقعت بھی پائی جاتی ہو جیسے سفر اور نئے مکان کا خریدنا اور احرام باندھنا اسی طرح اور ایسے امور سے پہلے دو گنا پڑھنا مستحب ہے اور ان سب میں سے کوئی گھر میں سے باہر جانا اور اس کے اندر آنا ہے کہ وہ بھی ایک چھوٹے سے سفر کی طرح ہے۔

نماز استخارہ 7 : جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس کے انجام کو نہ جانتا ہو اور معلوم نہ ہو کہ اس کے کرنے میں بھتری ہے یا نہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو رکعت پڑھیں اول میں الحمد اور سورہ کافرون اور دوسری میں فاتحہ اور اخلاص پڑھے اور جب فارغ ہو تو یہ دعا پڑھے اللھم انی استغیرک بعلمک

واستقدرک بقدرتک واسلک من قفلک العظیم فانک تقدرولا اقدر وتعلم والا اعلم وانت علام الغیوب۔ اللهم ان کنت تعلم ان هذا امر خیر لی فی دینی وعاقبة امری وعاجله واجله فقرره لی ثم یسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنتہ تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی و دنیاى وعاقبة امری وعاجله واجله فاصرفه عنی وامر فنی عنه وقدر فی الغیر حیث ماکان ثم ارضنی به انک علی کل شی قدیر۔

فائدہ : اس حدیث کو جابر بن عبد اللہ نے روایت کیا ہے حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں اکثر امور میں استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت سکھائی جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دو رکعت پڑھے پھر اس کام کا نام لے اور جو دعا اوپر مذکور ہے مانگے۔

بکھرے موتی : بعض حکماء نے کہا ہے کہ جس کو چار باتیں حاصل ہوئیں وہ چار باتوں سے محروم نہیں رہے گا۔ (1) جسے شکر ملا وہ زیادتی نعمت سے محروم نہ رہے گا۔ (2) جسے توبہ نصیب ہوئی وہ قبول سے محروم نہ رہے گا۔ (3) جسے استخارہ مرحمت ہوا وہ بہتری اور خیر سے محروم نہ رہے گا۔ (4) جسے مشورہ عنایت ہوا وہ صواب پر ہونے سے محروم نہ جائے گا۔

نماز حاجت 8 : جس پر معاملہ تنگ ہو اور اسے دنیا اور دین کی بہتری کے بارے میں ایسے کام کی ضرورت ہو کہ اس پر مشکل پڑ گیا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نماز حاجت پڑھے۔

حدیث : وہیب بن الورد سے مروی ہے فرمایا کہ جس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں الحمد اور آیت الکرسی وقل ہو اللہ احد پڑھے اور اس سے فارغ ہو کر سجدہ کرے اور یہ دعا پڑھے۔

سبحان الذی للبس الفرو قال به سبحان الذی تعطف بالمعبد و نکرم به سبحان الذی احصى کل شی بعلمه سبحان الذی لا ینفی التسمیع الاله سبحان ذی المن والفضل سبحان ذی الصر والکرم سبحان ذی الطول اسلک بمعاقده الضر من عرشک منتهی الرحمة من کتابک باسمک الاعظم وجدک الاعلیٰ و کلما تک القامات النبی لا یصا وزهن برولا برولا فاجر ان تصلی علی محمد وعلی آل محمد۔

ترجمہ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بنایا عزت کو اور بول بلا اسکا پاکی ہے اس کو جس نے چادر بنایا بزرگی کو، اور بزرگ ہوا اس سے پاک ہے وہ جس نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر لیا، پاک ہے وہ جس کے سوا دوسرے کو پاکی زیبا نہیں، پاک ہے احسان اور فضل والا، پاک ہے بزرگی اور کرم والا، پاک ہے نعمت والا، الہی میں تجھ سے بذریعہ خصلتوں کے سوال کرتا ہوں، جن کو تیرا عرش بریں مستحق ہے اور بذریعہ انتہائی رحمت کے تیری کتاب سے روایت اور طفیل تیرے اسم اعظم اور شان برتر اور کلمات کمال سے جن سے کوئی نیک اور بد تجاوز نہیں کرتا یہ درخواست کرتا ہوں کہ محمد اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحمت کمال نازل فرما۔ آمین۔

پھر اپنی حاجت کا سوال کرے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی معصیت نہ ہو تو ان شاء اللہ مقبول ہوگی۔ وہب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسلاف صالحین فرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا ہے وقوفوں کو نہ سکھاؤ ورنہ وہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مدد لیں گے اس روایت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

9۔ صلوٰۃ التسبیح : یہ نماز جوں کی توں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ کسی وقت اور سبب سے خاص نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ اس سے کوئی ہفتہ یا مہینہ خالی نہ جائے۔ ایک دفعہ پڑھ لیا کرے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا میں آپ کو ایک چیز دوں ایک شے عطا کروں۔ ایک بات سکھا دوں کہ جب تم اسے کرو تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے پرانے اور نئے نوانستہ اور دانستہ پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف کر دے گا۔ وہ یہ ہے کہ چار رکعات پڑھو ہر رکعت میں الحمد اور سورت پڑھو جب اول رکعت میں قرات سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے ہو کر کو سبحان اللہ والحمد للہ والا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پھر رکوع کرو اور دس بار یہی کلمات کو پھر قومہ کرو اور دس بار کو پھر سجدہ کرو اور دس بار کو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پھر جلسہ استراحت میں دس بار تو یہ کل پچھتر بار ہر رکعت میں ہوا چاروں رکعتوں میں ایسا کرو اگر ہو سکے تو اسے روزانہ پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار ایک روایت میں ہے کہ شروع میں نماز میں کہے سبحانک اللہم وبحمدک الخ پھر پندرہ بار تسبیح مذکور کہتے قرات سے پہلے اور دس بار قرات کے بعد اور باقی مثل روایت اول کے مگر دوسرے سجدہ کے بعد کچھ نہ کہے اور یہ روایت بہتر ہے اور ابن مبارک کے نزدیک مختار یہی ہے اور دونوں روایتوں کے مطابق تعداد تسبیح کی تین سو ہوتی ہے۔

مسئلہ : اگر دن کو پڑھے تب تو چاروں رکعات ایک سلام سے پڑھے اور اگر رات کو پڑھے تو دو سلاموں سے پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ صلوٰۃ اللیل مشنی مشنی رات کی نماز دو رکعت ہے اس کے بعد تسبیح مذکور کے یہ کلمات بڑھا دے۔ (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم) تو بہتر ہے کہ بعض روایت میں یہ کلمات بھی آئے ہیں۔

فائدہ : نمازیں ماثورہ یہ تھیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور ان نوافل میں سے مکروہ وقوف میں بغیر تہت المسجد اور خوف اور استقاء کی نماز کے اور کوئی مستحب نہیں۔ دو گانہ وضو اور سفر کا دو گانہ اور گھر سے نکلنے کا اور استخارہ کا ان اوقات میں مستحب نہیں اس لئے کہ یہ اسباب ضعیف ہیں اور ان اوقات میں نماز پڑھنے سے نئی وارد ہے تو یہ نمازیں ان تین نمازوں کے مرتبہ کو نہیں پہنچتیں ہیں۔ (حضرت غزالی) نے بعض صوفیہ کو اوقات مکروہ میں دو گانہ وضو پڑھتے دیکھا ہے حالانکہ یہ امر بعید از قیاس ہے اس لئے کہ وضو نماز کا سبب نہیں بلکہ نماز وضو کا سبب ہے تو چاہئے کہ وضو کر لے اور نماز پڑھ لے پھر کراہت کے کچھ معنی نہ رہے اور دو گانہ وضو کی نیت دو گانہ تہت کی طرح ادا کرنا چاہئے

بلکہ جب وضو کرے تو دو رکعات نفل پڑھے اور اپنے وضو کو خالی نہ چھوڑے جسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے کیونکہ یہ دو گانہ نفل محض ہے وضو کے بعد ہوتا ہے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وضو خسوف اور تہیت کی طرح سبب ہو تاکہ نیت میں وضو کا دو گانہ کہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ نماز سے وضو کی نیت کر لے بلکہ یوں چاہئے کہ وضو سے نماز کی نیت کرے اور کیسے صحیح ہو گا کہ وضو میں تو کہے کہ میں وضو کرتا ہوں نماز کے لئے اور نماز میں سے کہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں وضو کے لئے بلکہ جو یہ چاہے کہ کراہت کے وقت وضو کو نماز سے خالی نہ رکھے تو اس کو چاہئے کہ دو گانہ جو وضو کے بعد پڑھے اس سے نیت قضا کی کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذمہ پر کوئی نماز قضا ہو جس کی لوا میں کسی وجہ سے خلل ہوا ہو تو قضا کی نیت کا کوئی حرج اس لئے کہ نماز قضا مکروہ اوقات میں کبھی مکروہ نہیں لیکن ان اوقات میں نیت نفل کی کوئی وجہ میں نہیں۔ ان اوقات میں جو نوافل سے منع کیا گیا ہے انہیں تین امور مقصود اور اہم ہیں۔ (1) آفتاب کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچنا۔ (2) شیطانوں کے پھیلنے سے احتراز کرنا کہ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب نکلتا ہے اور اس کے ساتھ شیطان کے ماتھے کا کونا ہوتا ہے نکلنے میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور جب آفتاب اٹھ جاتا ہے تو جدا ہو جاتا ہے۔ جب دوپہر ہوتے ہیں تو مل جاتا ہے جب ڈھل جاتا ہے تو ٹل جاتا ہے پھر جب غروب پر آفتاب مائل ہوتا ہے تو شیطان کا ماتھا متصل ہو جاتا ہے اور جس وقت غروب ہو جاتا ہے تو علیحدہ ہو جاتا ہے ان اوقات میں نماز سے منع فرمایا اور اس کی علت پر آگاہ کر دیا۔ (3) سا لکین راہ آخرت ہمیشہ تمام وقتوں میں نماز پر مواظبت رکھتے ہیں اور عبادات میں سے ایک ہی طرح پر مواظبت بلا خرمال پیدا کرتی ہے اور جس صورت میں کہ ایک ساعت روک دیا جائے تو خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ارادے ابھرتے ہیں اور انسان کو منع کی ہوئی چیز کی حرص ہوتی ہے تو ان وقتوں کو خالی چھوڑنے میں زیادہ تر وقت گزرنے کے انتظار پر ترغیب دینی ہے اس وجہ سے یہ اوقات تسبیح و استغفار کے لئے خاص کر دیئے گئے کہ مداومت کے باعث تھکن سے بھی بچے رہے اور ایک قسم کی عبادت سے دوسری قسم کی سیر بھی ہو جائے کیونکہ ہر نئی بات میں لذت جدا گانہ ہے اور ایک ہی چیز کی مداومت میں گرانی اور سستی ہوتی ہے اور ہمیں لحاظ نماز نہ محض سجدہ ہوئی نہ صرف رکوع نہ زرا قیام بلکہ اعمال مختلف اور جدا گانہ اذکار سے عبادات کی ترتیب ہوئی کیونکہ ان میں سے ہر ایک عمل سے دل جدا گانہ ادا کرتے وقت لذت پاتا جائے اگر ایک ہی چیز پر مداومت شروع ہوتی ہے تو دل پر تھکن جلد آتی پس جس صورت میں کہ اوقات مکہ میں نماز کے منع کرنے سے یہ باتیں مقصود ہیں اور ان کے سوا اور اسرار ہیں کہ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی بشر کی طاقت نہیں کہ معلوم کرے تو اس طرح کے مہمات کو چھوڑ دینا بجز ایسے اسباب کے نہیں چاہئے جو شروع میں ضروری ہوں جیسے نمازوں کی قضا اور بارش کی نماز اور خسوف اور تہیت المسجد کا دو گانہ اور جو اسباب ضعیف ہوں ان کو اس نئی کے مقصود کے مقابل نہ کرنا چاہئے ہمارے نزدیک یہی معقول معلوم ہوتا ہے آگے اللہ جانے باب اسرار مکمل ہوا اس کے بعد باب اسرار زکوٰۃ ان شاء اللہ آتا ہے۔ والحمد للہ والا

واخر الصلوٰۃ علی رسولہ المصطفیٰ ﷺ

اسرار الزکاة

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو ایک رکن اسلام بنایا اور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا۔ واقیموا الصلوٰۃ وانوا الزکوٰۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبده ورسوله واقام الصلوٰۃ وابتاء الزکوٰۃ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (1) کلمہ (2) نماز (3) زکوٰۃ (4) اور (5) اللہ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو نہایت سخت وعید فرمائی۔ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا رَفِئَ سَبِيلُ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پ 10 التوبہ 34) ترجمہ۔ اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں جو اللہ فی سبیل اللہ مذکور ہے اسکا معنی زکوٰۃ کی لوائیگی ہے۔ احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں قریش کے بعض لوگوں میں تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے اور فرمایا کہ کافروں کو سناؤ، ایک دلغ کی خبر کہ ان کی پیٹھوں میں لگے گا اور پسلیوں میں سے نکلے گا اور ایک دلغ ان کی گدیوں کی طرف سے لگے گا اور پیشانیوں میں سے پار ہو جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ دلغ آدمی کی پستان کے سر پر رکھ کر دونوں شانوں کی ملائم ہڈی سے نکال دیا جائے گا اور ہڈی سے رکھ کر پستان کے سر میں سے تھر تھراتا ہوا نکلا جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان میں ہیں، میں نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں، فرمایا کہ جن کے پاس بل بہت ہے مگر جو کوئی ایسے ایسے اپنے دانے اور بائیں سامنے اور پیچھے بکھیرے اور خیرات کرے، اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا یا بکریوں یا گایوں والا ان کی زکوٰۃ نہ لدا کرے گا وہ جانور قیامت میں نہایت بڑے اور بہت موٹے ہو کر آئیں گے اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے چلیں گے۔ جب لول سے آخر تک سب جانور مار چکیں گے تو پھر دوبارہ اسی طرح شروع کر دیں گے اور یہ عذاب اس وقت تک ہوگا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور بخاری اور مسلم میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کی یہ وعید مودی ہے تو اسرار زکوٰۃ کا بیان کرنا اور اس کے شرائط ظاہری اور باطنی اور اس کے معنی صوری اور معنوی کا لکھنا ضروریات دین سے ٹھہرا اس لئے ہم اس مضمون کو چار فصلوں میں لکھتے ہیں اور انہیں باتوں پر کفایت کرتے ہیں جن کا جانا زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے کو ضروری ہے۔

زکوٰۃ کی اقسام اور اس کے وجوب کے اسباب

یاد رہے کہ زکوٰۃ باعتبار ان مالوں کے کہ جن سے وہ متعلق ہے چھ قسم ہے ہر ایک کو جدا جدا لکھا جاتا ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ : زکوٰۃ خواہ جانوروں کی ہو یا دوسرے مال کی اس پر واجب ہے آزاد اور مسلمان ہو۔ بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط نہیں بلکہ لڑکے اور بچوں کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو شرط زکوٰۃ کے دینے والے کی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور مال کی شرطیں پانچ ہیں۔ (1) مخصوص جانوروں کا کسی کے پاس ہونا۔ (2) اس جنگل میں چرنا (3) کال سل گزرنا (4) ملک کال ہونا (5) نصف کا مکمل ہونا شرط (6) وہ مخصوص جانور جن پر زکوٰۃ ہے۔ خاص چوپائے اس لئے کہے وہ یہ ہیں۔ (1) لونٹ (2) گائے (3) بکری

مسئلہ : گھوڑوں اور غمریوں اور گدھوں اور ان جانوروں میں جو ہرن اور بکری سے پیدا ہوں زکوٰۃ نہیں۔ شرط (2) جنگل میں چرنا اگر گھر پر گھاس کھلایا جائے گا تو زکوٰۃ نہ ہوگی اور جب کچھ دونوں جنگل میں چرا ہو اور کچھ دنوں گھر پر گھاس کھلایا ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ بشرطیکہ گھاس پر خرچ ہونا شرط ہے۔ (3) سل گزرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فی مال یحول علیہ الحول اور اس حکم سے جانوروں کے بچے مستثنیٰ رہیں گے کیونکہ وہ تانبے جانوروں کے ہوتے ہیں۔ اور بڑوں پر سل گزرنے سے ان کو بھی زکوٰۃ لے لی جائے گی گو ان پر سل نہ گزرا ہو اگر بعض جانور سل کے دوران بیچ ڈالے یا بہہ کر دے تو سل سے کٹ گیا وہ جانور حساب میں شمار نہ ہوگا۔ (4) شرط کال اور پورا تصرف مال پر ہونا اس صورت میں اگر کوئی جانور رہن ہوگا تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ خود اس نے اسے روکا ہے اس پر قبضہ کرنا اس کے اختیار میں ہے۔

مسئلہ : گم شدہ اور چھینی ہوئی میں زکوٰۃ واجب نہیں جب تک کہ مع اپنی زیادتی کے زکوٰۃ واپس نہ آئے واپس آنے پر ایام گزشتہ کی واجب ہو جائے گی۔ جس پر قرض اتنا ہو کہ اسکے تمام مال کو حلوی ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں اس لئے کہ وہ مال دار غنی نہیں ہے کیونکہ غنی جب ہوتا کہ مال زائد از ضرورت ہوتا حالانکہ اسے ادائے قرض کی ضرورت ہے۔ شرط موجود ہے نصاب کا پورا ہونا یہ ہر جانور میں جدا جدا ہے۔ مثلاً اونٹ پر زکوٰۃ نہیں جب تک پانچ نہ ہوں پانچ عدد اونٹ نصاب ہے اس میں بھیڑ کا ایک جذعہ یا بکری کا ایک شیبہ دینا ہوگا جذعہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک سل کا ہو کر دوسرے میں لگا ہو اور شیبہ اس کو کہتے ہیں کہ دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگا ہو اور دس اونٹوں میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور پچیس میں بنت مخاض یعنی ماہ جو دوسرے برس میں ہو اور اگر بنت

* ان جانوروں کی تفصیل آگے آئے گی۔

مخاض مل میں نہ ہو تو نر جو تیسرے سال میں ہو لیا جائے (اگرچہ بنت مخاض کو خرید سکتا ہو) اور چھتیس لونٹوں میں بنت لیون یعنی مادہ جو تیسرے سال میں ہو پھر چھالیس میں حصہ یعنی مادہ جو چوتھے سال میں ہو اور باسٹھ میں جذعہ یعنی پانچویں سال کی مادہ اور 76 دو بنت لیون اور اکتوے میں دو حصے اور ایک سو اکیس میں تین بنت لیون۔ پھر جب ایک سو تیس ہو جائیں تو اب حساب جم گیا ہر پچاس میں ایک حصہ اور چالیس ایک بنت لیون لیا جائے گا پس ایک سو تیس میں اس حساب سے ایک حصہ اور دو بنت لیون ہوں گے۔

مسئلہ: گائے بیل میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ تیس نہ ہو جائیں۔ پھر تیس پر ایک تسبیح یعنی پچھڑا جو دوسرے سال میں ہو اور چالیس پر ایک منہ یعنی پچھڑی تیسرے برس کی اور ساٹھ میں دو تسبیح اس کے بعد حساب ٹھیک ہو جاتا ہے کہ ہر چالیس میں ایک منہ اور ہر بیس ایک تسبیح۔

مسئلہ: پھر بکریوں میں زکوٰۃ نہیں جب تک کہ چالیس نہ ہو جائیں۔ چالیس پر ایک جذعہ یعنی جو ایک سال کا ہو گیا ہو خواہ شنیہ یعنی وہ بچہ جو دو سال کا ہو تیسرے سال میں جائے پھر ان میں کچھ نہیں بیل تک کہ ایک سو اکیس ہو جائیں ان پر دو بکریاں دو سو تک اور دو سو ایک تین ہیں چار سو تک اور چار سو میں چار بکریاں ہیں پھر ہر سینکڑے پر ایک بکری ہے۔

مسئلہ: دو شریکوں کی زکوٰۃ نصابوں میں مثل ایک مالک کے ہوگی مثلاً دو مخصوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ایک ہی بکری ہوگی اور اگر تین مخصوں کی شرکت میں ایک سو بیس بکریاں ہوں تو سب پر ایک ہی بکری ہوگی حالانکہ جدا کرنے میں ہر شریک کے حصہ میں چالیس آسکتی ہیں مگر شرکت میں ایک ہی مالک کا سا سمجھیں گے اور شرکت خواہ باعتبار ہو یا اور طرح دونوں کا حکم ایک ہے مگر شرط ہے کہ دونوں شریک ایک ساتھ ہی چراتے ہوں اور ساتھ پانی پلاتے ہوں اور مکان پر ہٹا کر لانا اور دودھ نکالنا اور نر کا ڈلوانا ایک ساتھ کرتے ہیں اور دونوں صاحب زکوٰۃ ہوں۔

مسئلہ: اگر شرکت ذی یا مکاتب کے ساتھ ہو تو اس کا اعتبار نہیں اور جس صورت میں کہ مل واجب سے کم من کا جانور لیا جائے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ بنت مخاض سے کم نہ ہو اور کمی کا نقصان اس طرح پورا کیا جائے کہ ایک سال کی کمی میں دو بکریاں یا بیس درم اور لئے جالویں اور دو برس کی کمی میں چار بکریاں خواہ چالیس درم لیں اور مالک مل اگر زیادہ عمر کا اونٹ دے ہو سکتا ہے بشرطیکہ جذعہ سے زیادہ نہ ہو اور مقدار زیادتی کو بیت المال کے جمع کرنے والوں سے واپس لے لے اور زکوٰۃ میں بیمار جانور نہ لیا جائے جس صوت میں کہ گلہ میں اچھے بھی ہوں اگرچہ ایک ہی تندرست ہو اور اچھے جانوروں میں سے اچھا لیا جائے اور بھوں میں سے بڑا۔

مسئلہ: مل میں سے دانہ خوری کا جانور تو گنی دودھ مل سائڈ نہ لیا جاوے اور نہ آخور لیا جاوے میانہ لینا چاہئے۔

عشر کا بیان : جو پیداوار غذا کی قسم ہو اور آٹھ سو سیر میں من ہو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور اس سے کم پر کچھ نہیں اور میووں اور روٹی میں زکوٰۃ نہیں بلکہ اس جنس میں ہے جو غذا بنائی جاتی ہے اور چھوہاروں اور کشمش میں زکوٰۃ ہے اور میں من ان کا ہونا معتبر ہے یعنی سوکنے پر میں من ہونے چاہئیں تر کا اعتبار نہیں اور شریکوں کے مال کو ایک دوسرے میں ملا کر پورا کر لیا جائے گا جس صورت میں کہ شرکت حصص سے ہو مثلاً ایک باغ چند وارثوں میں مشترک ہے اور اس کی پیداوار میں من کشمش ہے تو سب پر وہ من کشمش واجب ہوگی حصہ رسد اپنے اپنے حصہ میں سے دیگر دو من کر دیں اور اگر شرکت اس طرح نہ ہو بلکہ درخت یا زمین جدا جدا ہر ایک کے پاس ہو اور ایک جگہ ہو تو اس شرکت کا اعتبار نہیں اور گھیوں کے نصاب کو جو سے پورا نہ کیا جائے گا ہاں لا جو کے نصاب کو اس جو سے پورا کر لیں گے کہ جس پر چھلکا نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی جو ہی کا قسم ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جاری پانی یا کول وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو اور جس صورت میں کہ کنویں میں سے ڈول یا ماڈول پانی دیتے ہوں تو بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر دونوں طرح پانی دیا جاتا ہو تو غالب کا اعتبار ہے۔ خشک چھوہارے اور کشمش اور جنس غلہ میں سے بور بھس دور کرنے کے بعد عشر لیا جاوے اور انگور اور تر بھجوریں نہ لیں مگر اس صورت میں کہ درختوں پر کوئی آفت پڑے اور پکنے سے پہلے ہی ان کے توڑنے میں مصلحت ہو۔ ایسی صورت میں پیانے مالک کو اور ایک پیانہ فقیروں کو نپ کر دیا جائے۔

سوال : ہاشتا تو بیج میں داخل ہے پس کچوں کی اگر بیج درست نہیں تو ہاشتا کب جائز ہوگا؟

جواب : ضرورت کی وجہ سے تقسیم کی اجازت ہے اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا وقت ہوتا ہے کہ پھل گرنے لگیں اور غلہ سخت ہونے لگے اور اس کے وقت خشک ہونے کے بعد ہے۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ : جو چاندی دو سو درم خالص ہو اور اس پر سل گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ پانچ درم یعنی چالیسواں حصہ ہے اور اگر چاندی زیادہ ہو تو اس حساب سے زکوٰۃ اس پر بھی ہوگی گو ایک درم ہی زائد ہو اور سونے کا نصاب بیس مثل خالص مکہ کے وزن سے ہے اس میں بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور زائد پر اسی حساب سے ہوگی۔

مسئلہ : سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیور اور سونے چاندی کے برتنوں اور سونے کی کاتھیوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور مستعمل زیور میں واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر قرض کسی ایسے کے ذمے ہو جو دیر سے دے گا تو اس پر بھی زکوٰۃ ہے مگر جب وہ ادا کر لے اس وقت واجب ہوتی ہے اور اگر قرض کی کچھ مدت ہو تو جب تک یہ مدت نہ گزرے تب تک واجب نہ ہوگی۔

مال تجارت کی زکوٰۃ : اس کا مال چاندی سونے کی زکوٰۃ کا سا ہے یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور سل اس

وقت سے شمار ہوگا جس وقت سے نقد روپیہ سے مل تجارت خریدا اور وہ اس کی ملک میں آیا بشرطیکہ نقد مذکور مقدار نصاب ہو اگر وہ نصاب سے کم ہو یا اسباب کے بدلے میں تجارت کی نیت سے مل خریدا ہو تو ابتداء سل خریدنے کا وقت سے معتبر ہوگا۔

مسئلہ : زکوٰۃ میں سکہ دے جو شر میں چلتا ہو یا اس سے مل کا دام لگایا جائے اور نقد سے مل تجارت لیا ہو اور نقد نصاب کی مقدار تھا تو شر کے چلن کی نسبت اسی نقد سے دام لگانا بہتر ہے۔

مسئلہ : اگر مل اپنے لئے رکھا تھا پھر اس میں تجارت کی نیت کرے تو ابتداء سل فقط نیت کے وقت سے نہ ہوگا بلکہ اس وقت سے ہوگا کہ اس مل کے عوض میں دوسری چیز خریدے اور جس صورت میں کہ سل پورا ہونے سے پہلے تجارت کی نیت موقوف کر دے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی بہتر ہے کہ اس سل میں زکوٰۃ دے ڈالے اور اسباب میں جس قدر نفع آخر سل میں ہوا ہو اصل مل پر سل گزرنے سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ اس پر از سر نو سل گزرے جیسا کہ جانوروں کے بچے سل تمام ہونے پر بیوں میں ملائے جاتے ہیں اگرچہ پہلے سل کے نہ ہوں۔

مسئلہ : صرافوں کے مل کا سل ان کے آپس کے مبادلے ہونے سے نہیں جاتا رہتا جیسے جانوروں کی خرید و فروخت میں سل بدستور رہتا ہے ویسا ہی ان میں بھی رہتا ہے اور مل مضارب کے نفع کی زکوٰۃ اس کے حصہ کے موافق ہو گی اگر قیمت نفع کی نہ ہوتی ہو اور قرین قیاس ہی حکم قیاس میں سب سے بہتر اور قوی ہے کہ سل گزرتے ہی اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

(5) دھینہ اور کانوں کی زکوٰۃ : دھینہ وہ مل مراد ہے جو کفر کے زمانہ کا مدفون ہو اور ایسی زمین میں ہے کہ اسلام میں اس پر کسی کی ملک نہ ہوئی ہو تو جو شخص اس دھینہ کو پائے تو چاندی اور سونے میں پانچواں حصہ لیا جائے اس میں سل گزر نہ معتبر نہیں بہتر یہ ہے کہ نصاب کا اعتبار بھی نہ ہو کیونکہ خمس واجب ہونے سے اس مل کی مشابہت مل غنیمت سے زیادہ ہے اور اگر نصاب کا اعتبار کریں تب بھی بعید نہیں کہ اس خمس کا اور زکوٰۃ کا ایک ہی مصرف ہے اسی وجہ سے مذہب صحیح پر دھینہ خالص سونے چاندی کو کہیں گے۔

مسئلہ : کان کی چیزوں میں سوائے سونے چاندی کے اور کسی چیز پر زکوٰۃ نہیں اور یہ دونوں جس وقت دھینہ نکل لئے جائیں تو چالیسواں حصہ لیا جائے گا۔ دو قولوں میں سے صحیح تر کے بموجب نصاب کا ہونا معتبر ہوگا اور سل تمام ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔ نمبر ۱ کان کے سونے چاندی میں پانچواں حصہ واجب ہے تو اس اعتبار سے سل کا اعتبار اور نصاب کے بارے میں دو قول ہیں اور مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کان کے مقدار واجب میں تو مل تجارت کی زکوٰۃ میں ملائیں کیونکہ وہ بھی ایک طرح کا مل حاصل کرتا ہے اور سل کے بارے میں بھی ۱/۱۰ والی چیزوں میں ملا

دیں کہ سل کا اعتبار نہ کیا جاوے اور نصاب کا بھی اعتبار نہ کیا جاوے جیسا کہ وہ مکی والی چیزوں میں نہیں کیا جاتا اور احتیاط یہ ہے کہ تھوڑی کلن ہو یا بہت سب میں خمس نکال دیا جاوے اور مخصوص سونے چاندی پر نہ رکھے پر ایک کافی چیز میں اسی طرح کرے تاکہ ان میں اختلاف کا شبہ نہ رہے کیونکہ یہ اقوال ایک دوسرے کی ضد سے معلوم ہوتے ہیں اور یقیناً کسی پر فتویٰ ہو نہیں سکتا کہ شکلیں ان کی ملتی جلتی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

صدقہ فطر نمبر 6 : مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس عید فطر کے دن اور شب میں اس کے اور اس کے عیال کے کھانے سے زائد جنس غذا میں سے ایک صاع موجود اور صاع دو سیر اور دو تمائی سیر کا ہوتا ہے۔ (تحقیق صاع) صاع اس پیمانے کا نام ہے جس میں ایک ہزار چالیس درم ماش یا مسور آجائے اور یہ وزن ہندوستان کے سو بھر کے سیر سے تیس سیر اور اوھ چھٹانگ ہوتا ہے صدقہ فطر اس غلہ سے دے جو خود کھاتا ہے یا اس سے بھی بہتر۔

مسئلہ : اگر آپ ایسی گیہوں کھاتا ہے۔ جو دینے کے قائل نہیں وہ نہ دے۔

مسئلہ : اگر مختلف غلہ کھاتا ہو تو سب میں سے بہتر دے۔

مسئلہ : اگر کوئی قسم کے دانے دے گا تب بھی جائز ہوگا۔

مسئلہ : صدقہ فطر کی تقسیم زکوٰۃ کی تقسیم کی طرح ہے اور مصرف کے تمام اقسام کو پہنچنا واجب ہے۔

مسئلہ : اور بے چھنی ہوئی جنس دینا جائز نہیں۔

مسئلہ : مسلمان مرد پر اپنی زوجہ اور غلاموں اور اولاد کا۔ اور ان رشتہ داروں کا جن کا نفقہ اس پر واجب ہے جیسے ماں باپ، دایہ، ماں تلی، وغیرہ صدقہ دینا واجب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان لوگوں کا صدقہ ادا کرو جن کا خرچ تمہارے ذمہ ہے۔

مسئلہ : مشترک غلام کا صدقہ دونوں شریکوں کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ : کافر غلام کا صدقہ واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر زوجہ اپنی طرف سے خود صدقہ دے دے تو کافی ہے شوہر کی طرف سے صدقہ دینے میں اجازت ضرور نہیں۔

مسئلہ : اگر اس کے پاس اتنا ہی کھانا زائد ہو کہ بعض کی طرف سے دے سکتا ہے تو بعض ہی کی طرف سے ادا کرے پہلے ان کا دے جن کے نفقہ کی تاکید زیادہ ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاد کے نفقہ کو زوجہ کے نفقہ پر مقدم فرمایا اور زوجہ کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر خلاصہ یہ کہ احکام مالدار کو جانتا ضروری ہیں بعض اوقات اس کی کچھ

صورتیں تار بھی پیش آجاتی ہیں جو ان صورتوں سے خارج ہیں تو ایسی حالت میں چاہئے کہ علماء سے فتویٰ لے کر اس پر اعتماد کرے اور ان مسائل سے پہلے یا دوسرے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے شرائط : شرائط ظاہرہ — زکوٰۃ دینے والے پر پانچ امور کی ریاست واجب ہے۔ (۱) نیت یعنی دل سے نیت فرض زکوٰۃ کے دینے کی یہ ضروری نہیں کہ مل معین کرے کہ فلاں فلاں کی زکوٰۃ دیتا ہوں اگر کوئی مل اس کے پاس نہیں اور کہیں ہے اور اس نے کہہ دیا کہ اگر میرا مل غائب بچا ہوا ہے تو یہ اس کی زکوٰۃ ہے ورنہ صدقہ نقل ہے اگرچہ یہ جائز ہے اس لئے کہ اگر بالفرض تصریح نہ کرتا تب بھی تو یہی ہوتا اور دل کی نیت مجنوں اور صغیر کی نیت کے قائم مقام ہے اور بلوشاہ کی نیت مالک مل کی نیت کے قائم مقام ہے جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر یہ دنیا کے حکم ظاہری میں ہوگی یعنی ان پر مطالبہ ظاہری نہ ہوگا لیکن آخرت کے مواخذہ سے بری نہ ہوگا جب تک کہ از سر نو زکوٰۃ نہ دے اور جس وقت کہ زکوٰۃ دینے کے لئے کسی کو وکیل کیا اور وکیل کرتے وقت نیت کر لی یا وکیل کو نیت کا بھی وکیل کر دیا تو کافی ہے کیونکہ نیت کے لئے وکیل کرنا بھی نیت ہے سہل مکمل ہونے پر جلدی کرنا صدقہ فطر کو عید کے دن سے تاخیر نہ کر لے اس کے واجب ہونے کا وقت رمضان کے دن غروب آفتاب سے ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اصل وقت تمام ماہ رمضان ہے اور جو شخص بلوجود قدرت کے زکوٰۃ اور کرنے میں دیر کر دے تو گنہگار ہوگا اور پھر اگر اس کا مل جاتا رہے گا اور مستحق زکوٰۃ کے پانے پر قادر ہوگا تو زکوٰۃ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر مستحق کے نہ ملنے کی وجہ سے تاخیر کی اور اس اثنا میں مل جاتا رہا تو اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور زکوٰۃ پہلے دینا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ مل نصاب کے برابر اور سہل شروع ہو گیا ہو اور دو سہل کی زکوٰۃ پہلے دے دینا بھی درست اور جس صورت میں زکوٰۃ پہلے دے اور مسکین زکوٰۃ لینے والا سا پورا ہونے سے پہلے مر گیا یا مرتد ہو گیا یا اس مل کے سوا اور کسی مل سے غنی ہو گیا یا مالک کا مل جاتا رہا تو جو کچھ اس نے پہلے دیا تھا وہ زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگا اور اس کا واپس کرنا ہو نہیں سکتا بجز اس کے کہ دیتے وقت کہہ دیا ہو کہ ایسا دینا ہوگا تو واپس کر لیں گے لہذا مالک کو انجام کار پر بھی لحاظ ضرور ہے۔ (۳) زکوٰۃ واجب کا عوض باعتبار قیمت کے نہ دے بلکہ جو چیز واجب ہوتی ہو وہی دے یہاں تک کہ سونے کے عوض چاندی نہ دے نہ چاندی کے عوض سونہ اگر قیمت بڑھا کر دے اور غالباً بعض لوگ جو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غرض نہیں سمجھتے وہ اس بارے میں تسہل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے فقیر کی ضرورت کا روکنا ہے اور یہ علم سے بہت دور ہے کیونکہ یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ دینے میں فقیر کی ضرورت کا پورا کرنا ہے مگر یہ کل مقصود نہیں مقصود کا ایک ٹکڑا ہے کیونکہ شروع کے واجب تین طرح کے ہیں۔ (۱) محض عبادت ہیں اپنی عرض اور مطلب کو ان میں کوئی دخل نہیں مثلاً حج میں کنکروں کا پھینکنا کہ کو کنکروں سے غرض اس بارے میں شرع کا مقصود عمل کا شروع کرنا ہے تاکہ بندہ اپنی بندگی اور غلامی ایسے فعل سے ظاہر کرے

کہ جس کے معنی کبھی سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ جس کے معنی سمجھ آتے ہیں اس پر تو کبھی طبیعت کو مدد دیتی اور اس کی طرف ہلاتی ہے تو اس سے غلامی اور بندگی کا خلوص نہ ہوگا اس لئے کہ بندگی اس کو کہتے ہیں کہ جو صرف معبود کے حکم کی وجہ سے ہو اعمل حج کے تمام اسی طرح کے ہیں اور اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے احرام میں فرمایا لبیک الحجة حقا تعبدا ورضاء اس میں تنبیہ ہے کہ احرام صرف امر کی فرمانبرداری سے بندگی کا اظہار ہے اور جس طرح حکم ہوا اس کو مان لینا بغیر اس کے کہ اس میں عقل کو دخل نہ ہو کہ وہ اسے ایسی طرف مائل کرے یا اس پر ابھارے (2) واجبات شرع وہ ہیں کہ ان سے مقصود ایک غرض صرف قول ہو عبادت مقصود نہ ہو جیسے قرض داروں کا قرض ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کا واپس کرنا اس میں معتبر صرف نیت اور فعل نہیں بلکہ جس وقت حق حقدار کو پہنچ جائے اصل ہو اس کا عوض در صورت حقدار کی رضامندی کے تو واجب ادا ہو جائے گے پس یہ دونوں طور ایسے ہیں کہ ان میں ترتیب نہیں اس کو تمام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ (3) واجبات مرکب جس سے دونوں باتیں مقصود ہیں کہ بندوں کی غرض بھی اور کلفت کی بندگی کا امتحان بھی ہو یعنی کنکروں کے مارنے میں جو عبادت محض تھی اور حقوق کے دینے میں جو غرض تھی وہ دونوں اس میں ایک ہوں تو یہ صورت بذات خود معقول ہے۔ اگر شریعت اس قسم واجب بندہ مقرر فرمادے تو دونوں باتوں کا جمع کرنا واجب ہے اور ان دونوں میں سے ظاہر کو دیکھ کر جو مضمون عبادت نہایت باریک ہے اسے کو بھولنا نہ چاہئے اس لئے کہ کیا معلوم ہے کہ شاید باریک امر اہم ہو اور زکوٰۃ اسی قسم کا واجب ہے اور اس نکتہ پر بجز امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور کوئی واقف نہیں ہوا پس زکوٰۃ میں فقیر کی ضرورت پوری کرنا صاف ظاہر ہے اور جلد سمجھ میں آتی ہے اور حق عبادت تفصیل دار دینے میں مقصود شرع ہے اور اس اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج کی ہمسری ٹھہری کہ ایک بنائے اسلام ہے اور اس میں شک نہیں کہ مال دار پر اپنے مال کی جنسوں کو جدا کرنے اور ہر ایک جنس میں سے حصہ رسد زکوٰۃ نکالنے میں اور پھر اس کو آٹھوں قسم کے مصرف پر تقسیم کرنے میں بڑی دقت ہے اور اسباب میں تسلسل کرنے سے فقیر کی غرض میں تو کچھ خلل نہیں مگر عبادت ہونے کے مقصود میں خلل پڑتا ہے اور انواع کی تحسین سے مقصود شارع عبادت کا ہونا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے جن کو ہم نے فقہی مسائل کے خلاف مسائل میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے واضح تر یہ ہے کہ شریعت نے پانچ اونٹوں میں سے ایک بکری واجب کی ہے اس میں اونٹوں سے بکری کا حکم فرمایا کیا کچھ نقد نہ دلایا قیمت کا اعتبار نہ کیا۔

سوال: نقد روپیہ اہل عرب کے پاس کم ہوتا ہے اس نقد کو نہیں لیا؟

جواب: اس صورت سے باطل ہوگا جو شریعت نے نقصان سن کر کسر پورا کرنے میں دو بکریوں کے عوض میں بیس دام ذکر کئے ہیں یعنی کسر پورا کرنے میں کیوں نہ کہا کہ جس قدر قیمت ناقص ہو اس قدر لینا چاہئے بیس درم کی قید کیوں لگائی اور اگر کپڑے یا اسباب سب ایک سے ہیں تو دو بکریوں کی قید ضروری تھی۔

باطنی شرائط و آداب

طریق آخرت کے سالک کے لئے زکوٰۃ لیا کرنے میں کئی آداب ہیں۔ (۱) زکوٰۃ کے وجوب و علت کو سمجھنا اور اس میں امتحان کی وجہ کا خیال کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ زکوٰۃ اسلام کے ارکان سے کیوں مقرر ہوئی بلجو دیکھ یہ تصرف ملی ہے۔ (بدنی عیبت نہیں) اور اس کے وجوب کی تین وجوہات ہیں۔ (۱) شہادت کے دونوں کلمات بولنا توحید کا لازم پکڑنا اور معبود کی وحدانیت کی گواہی دینا اور اس کو اچھی طرح پورا کرنا اور وہ اس طرح موصد کے نزدیک سوا واحد یکتا کے اور کوئی محبوب نہ رہے کیونکہ محبت شرکت کو قبول نہیں کرتی اور صرف زبان سے توحید کا بولنا نفع نہیں بلکہ درجہ محبت کا امتحان محبوب چیزوں کی مفارقت سے کیا جاتا ہے اور مخلوق کے نزدیک مل و اسباب بہت محبوب ہیں کہ دنیا کی کار بر آری کا ذریعہ وہی ہیں اور اس دنیا میں ان سے انس رہتا ہے اور موت سے نفرت کرتے ہیں بلجو دیکھ موت میں ملاقات محبوب نصیب ہوگی اس لئے اپنے صدق دعوے کے ثبوت کے لئے امتحان اس محبوب چیز کا لیا گیا ہے جو تمہاری منظور نظر اور معشوق ہے اس کو ہماری راہ میں دے دے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مل اس قیمت پر کہ ان کو بہشت دے۔ اور یہ امر جلا سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے شوق دیدار میں جان سے دست بردار ہونا اور مل سے چشم پوشی کرنا تو جان کی بہ نسبت آسان ہے اور جب مل و اسباب کے خرچ کرنے میں یہ معنی سمجھے گئے تو بنا پر انسانوں کی تین قسمیں ہو گئیں۔ (۱) جنہوں نے توحید کو سچی طرح سے ادا کیا اور اپنا عہد پورا کیا اور اپنے تمام مل سے دست بردار ہوئے۔ اشرافی رکھی نہ روپیہ اور آنہ۔ وہ اس کے درپے ہی نہ ہوئے کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہو یہاں تک کہ بعض اکابر سے کسی نے سوال کیا کہ دو سو درم میں زکوٰۃ کتنا واجب ہے۔ فرمایا کہ عوام پر تو شرع کے حکم سے پانچ درم واجب ہیں لیکن ہم پر تمام کلوے ڈالنا واجب ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا تمام مل دے ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصف مل دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے کیا چھوڑا۔ عرض کیا کہ اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے جتنا حاضر خدمت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلمات میں ہے غرضیکہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صدق پورا کیا کہ اپنے پاس سوائے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ چھوڑا۔ (۲) وہ لوگ ہیں جن کا درجہ ان کے درجہ سے کم ہے اور وہ لوگ خود کو روکتے ہیں اور ضرورت کے وقتوں اور خیرات کے موسموں کے خطر رہتے ہیں غرضیکہ جمع کرنے سے ان کا قصد یہ ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت خرچ کریں عیش نہ اڑائیں اور جو کچھ ضرورت سے بچ رہے اسی کو نیک راہ میں دے ڈالیں یہ لوگ صرف مقدار زکوٰۃ پر قناعت نہیں

کرتے بلکہ اس کے سوا اور صدقات بھی دیتے رہتے۔

فائدہ : نفعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شععی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مجاہد جیسے علماء کی یہ رائے ہے کہ مل میں زکوٰۃ کے سوا اور حقوق بھی ہیں غرضیکہ یہ اور ان جیسی اور تخصیصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ بھی عبلوت سے خلی نہیں جیسے حج کے افعال عبلوت سے خلی نہیں لیکن زکوٰۃ میں دو باتیں جمع ہیں اور چونکہ ضعیف ذہن مرکب چیزوں کے دریافت سے قاصر ہیں اسی وجہ سے ان میں غلطی کرتے ہیں۔ (4) صدقہ دوسرے شہر میں نہ لے جائے کیونکہ ہر شہر کے مساکین وہاں کے مل کی انتظار میں ہوتے ہیں اگر یہ وہاں سے لے جاوے گا تو ان کے گمان غلط اور امید ٹوٹ جائے گی پھر اگر ایسا کرے گا تو ایک قول کے مطابق کافی ہوگا مگر خلاف کے شبہ سے اچھا ہے یعنی ہر ایک مل کی زکوٰۃ اسی شہر میں نکالے اور وہاں کے غریبوں پر تقسیم کرو۔ (5) زکوٰۃ کے مل کے اتنے حصے کر لے جتنے مصرف کے اقسام شہر میں موجود ہوں جبکہ مصرف کی مقام مقرر پہچانتا ہو۔ زکوٰۃ دینے والے پر واجب ہے اور اس پر ظاہر قول خداوندی دلالت کرتا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَلِلْمَسْكِينِ یعنی صدقات ان لوگوں کو پہنچنے چاہئیں یہ آیت ایسی ہے جیسے کوئی مریض کے کہ میرا تھائی مل فقراء اور مساکین کے لئے ہے یہ وصیت کی چاہتی ہے کہ مل میں دونوں فریق شریک رہیں اسی طرح آیت میں تمام اقسام کی شرکت مراد ہے اور عبلوت میں ظاہر امور پر پڑ جانے سے احتراز کرنا چاہئے باطن کے مقاصد کو ملحوظ رکھنا چاہئے اب ان آٹھ قسموں میں سے دو قسمیں تو اکثر شہروں میں مفقود ہیں (1) تالیف قلوب (2) زکوٰۃ کے عامل اور چار قسمیں تمام شہروں میں ہیں (1) فقراء (2) مساکین (3) قرضدار (4) مسافر جن کے پاس مل نہ ہو اور دو قسمیں ایسی ہیں کہ بعض شہروں میں ہیں اور بعض میں نہیں۔ (1) غازی (2) مکاتب پس اگر زکوٰۃ دینے والے شہر میں پانچ قسمیں مصرف زکوٰۃ میں ہوں تو چاہئے کہ مل زکوٰۃ کے پانچ حصے کرے اور ایک حصہ ایک قسم معین کرے پھر ان پانچوں حصوں کے تین تین ٹکڑے یا زیادہ کرے برابر ہوں یا کم و بیش اور یہ واجب نہیں کہ ان قسموں کے ہر ہر شخص کو بھی برابر دے بلکہ اختیار ہے کہ ایک قسم کے دس آدمیوں کو دے اور دوسری ہیں شخصوں کو اور ظاہر ہے کہ ان کا حصہ اول شخصوں سے آدھا ہوگا مگر قسموں میں کی بیشی نہیں ہو سکتی ہر قسم میں تین آدمیوں سے کم نہ کرے اور اگر مقدار واجب صدقہ فطر کا ایک صاع ہو اور شہر میں پانچ قسمیں مصرف کی ہوں تو چاہئے کہ اس صاع کو پندرہ آدمیوں کو پہنچا دے کہ ہر قسم میں سے تین ہو جاویں اور اگر باوجود امکان کے ایک کو نہ پہنچے تو اس کو اپنے پاس سے آوان دے۔ پس اگر مقدار کی کمی کی وجہ سے اس طرح تقسیم کرنا اس پر دشوار ہے تو اس صورت میں چاہئے کہ جن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے ان کا شریک ہو جاوے اور اپنا مل میں ملا دے خواہ مستحق شخصوں کو جمع کر کے ان کے حوالے کرے تاکہ وہ آپس میں تقسیم کر لیں کیونکہ سب کو پہنچانا اس پر ضروری ہے اور حقوق بھی ہیں چنانچہ شععی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ مل میں زکوٰۃ کے سوا کوئی اور حق بھی ہے تو فرمایا کہ ہاں فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَتَىٰ النَّبِيَّ الْبَهَّالُ عَلِيًّا حُبَّ قَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ** اور ان علماء کا

استدلال اس آیت سے بھی ہے۔ ومما رزقنہ ینفقون اور اس آیت سے بھی وانفقوا مما رزقنکم وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی زکوٰۃ سے منسوخ نہیں ہوئی ہیں بلکہ مسلمانوں کا حق جو ایک دوسرے پر ہے اس میں داخل ہیں اور ان کے معنی یہ ہیں کہ تو دولت مند جب محتاج کو پائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی ضرورت مل زکوٰۃ کے سوا سے دور کر لے اور جو امر بحکم فقہ اسباب میں درست ہے وہ یہ ہے کہ جب ضرورت انسان کے لائق ہو تو اس کا دور کرنا دوسروں پر فرض کفایہ ہے اس لئے کہ مسلمان کی تلقی درست نہیں تاکہ ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ اہل ثروت پر صرف اتنا واجب ہے کہ جس قدر محتاج کی ضرورت دور ہو وہ اسے قرض دے دیے ہی دے ڈالتا ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ زکوٰۃ ادا کر چکا ہو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس پر لازم ہے کہ فی الحال اس کو خرچ کرے قرض دینا درست نہیں بہر حال اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن قرض دینے کی صورت سب سے اخیر درجہ پر ہے یہ عوام کے درجات ہے۔ (3) قسم بھی ایسے لوگ کہ صرف واجب کے ادا کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اس پر بدھلتے ہیں نہ گھٹلتے ہیں اور یہ مرتبہ تمام مرتبوں سے کم ہے اور عوام سب کے سب اسی پر کفایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ مل کے عاشق ہیں اور بخیل ہوتے ہیں اور آخرت کی محبت ان کو کم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان یسألکموها فیحلفکم تبخلوا اگر تم سے مل مانگے اور مبالغہ کرے تو تم بخل کرو پس جس بندے میں اللہ تعالیٰ نے مل اور جان جنت کے عوض میں خرید لی ہو اور جس پر بخل کے باعث مبالغہ کیا جاتا ہو ان دونوں میں بڑا فرق ہے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندوں کو اموال کے صرف کرنے کا حکم کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے اوپر مذکور ہوئی۔ (2) انسان کو وجہ صفت بخل سے پاک کرنا ہے اور یہ صفت مملکت میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث مہلکات شح مطاع وھوی متبع واعجاب المء بنفسہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون اور اس سے نجات کی صورت ظاہر ہے کہ بخل کی صفت اسی طرح دور ہوتی ہے کہ آدمی مل کے دے ڈالنے کا علوی ہو کیونکہ کسی چیز کی محبت جدا نہیں ہوتی جب تک کہ نفس پر اس کی مفارقت پر زور نہ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے جدا ہونے کا علوی بن جائے اسی وجہ سے اعتبار سے زکوٰۃ پاک کرنے والی یعنی زکوٰۃ دینے والے کو بخل کی ٹپاکی (جو مہلک ہے) سے پاک کر دیتی ہے اور اس کا پاک کرنا اس قدر ہوگا جس قدر آدمی کو مل دینے سے خوشی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے میں راحت ہوگی۔ (3) وجہ شکر نعمت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر خود اس میں اور اس کے مل میں دونوں میں ضروری ہے۔ پس عیالات بدنی نعمت بدن کا شکر ہے اور مالی عیالات مل کا اس صورت میں وہ شخص بڑا خسیس ہے جو فقیر کو دیکھے کہ اسی پر روزی تنگ ہے اور محتاج ہو کر آیا ہے اور بلوجود اس کے اس کا نفس گوارہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ تجھے سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو میرا دست نگر بنایا اور چالیسواں حصہ خواہ دسواں نہ نکالے بلکہ اس نعمت کا شکرانہ ضرور چاہئے۔

(2) بوقت ادائیگی زکوٰۃ : ارباب دین کے آداب میں سے ہے کہ وجوب سے پہلے زکوٰۃ ادا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حکم خداوندی کی تکمیل کی رغبت رکھتے ہیں اور فقراء کے دلوں کو آسائش پہنچے اور دور زمانہ کے موقع سے

دور رہیں کہ خیرات میں حرج واقع نہ ہو اور یہ بھی وہ جانتے ہیں کہ تاخیر میں بہت سی آفتیں ہیں۔ (۱) اگر وقت وجوب میں سے تاخیر ہو جائے تو جملائے مصیبت ہونا پڑے گا پس جب کہ باطن میں خیر کا باعث ظاہر ہو تو انسان کو چاہئے کہ اس کو غنیمت جانے کیونکہ یہ فرشتے کا اتارا ہے اور مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے جسے پلٹتے دیر نہیں لگتی۔ علاوہ ازیں شیطان مفلسی کا خوف دلاتا اور نفس منکرات کا حکم کرتا ہے اور ہر فرشتے کے اتار کے پیچھے اس کا اتارا دل پر ہوتا ہے تو دل میں سبب خیر گزرنے کو غنیمت جانے اور اگر اکٹھی زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو ادا کرنے کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر کر لے اور اس بارے میں کوشش کرنی چاہئے کہ جو مہینہ مقرر کیا ہے وہ زکوٰۃ دینے کے اوقات میں سے افضل وقت ہو تاکہ اس کی وجہ سے ثواب زیادہ ہو اور زکوٰۃ بھی دو گنا ہو جائے مثلاً ماہ محرم میں دے کہ یہ سال کا شروع مہینہ ہے اور محترم مہینوں میں سے ہے یا رمضان میں زکوٰۃ نکلے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مہینے میں سب سے زیادہ سخاوت تیز آمدگی کی طرح کرتے تھے کہ کوئی چیز گھر میں نہ چھوڑتے تھے اور رمضان میں شب قدر کی بھی فضیلت ہے اور قرآن اس مہینہ میں نازل ہوا اور مجاہد فرمایا کرتے کہ رمضان مت کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے بلکہ شہر رمضان کہا کرو۔ ماہ ذی الحجہ بھی بہت فضیلت رکھتا ہے۔ محترم مہینوں سے ہے اور اس میں حج اکبر ہوتا ہے اور ایام یعنی پہلا عشرہ اس میں ہے اور ایام معدودات جو تشریق کے دن ہیں وہ بھی اس میں ہیں اور ماہ رمضان کے دنوں میں سے دس روزے بہتر ہیں۔ ماہ ذوالحجہ کے دنوں میں سے اول کے دس روز افضل ہیں۔ زکوٰۃ پوشیدہ دینا افضل ہے کہ نمود اور شہرت اور ریا سے دور رہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فضل الصدقة جهد المقل الی فقیر فی سدر بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں خیرات کے خزانوں میں سے ہیں۔ ان میں سے ایک صدقہ کا پوشیدہ دینا ہے ایک حدیث مسند میں بھی یہی مضمون مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کوئی کام خفیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خفیہ میں ارقام فرماتا ہے اگر وہ ظاہر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خفیہ کے دفتر سے ظاہر میں منتقل کر دیتا ہے اگر وہ اس عمل کو کسی اور کو بتاتا ہے تو خفیہ اور ظاہر دونوں کو دفاتروں سے اسے دور کر کے ریا میں لکھ دیتا ہے۔ حدیث مشہور ہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن سلیہ میں رکھے گا جس دن کوئی سلیہ بجز عرش کے نہ ہو گا ان میں سے ایک وہ ہے کہ جس نے کوئی صدقہ دیا ہو اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی ہو کہ اس کے داسنے ہاتھ نے کیا دیا ہے ایک اور حدیث میں ہے صدق تطفی غضب الرب اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنْ تُخْفَوْهَا وَنُؤْنُوهَا الْفُقَرَاءُ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ الْفَقْرَةُ ۚ

فائدہ : پوشیدہ دینے کا فائدہ ریا اور شہرت کی آفت سے نجات پاتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شہرت والے اور زبان کار اور منت رکھنے والا سے قبول نہیں فرماتا اور جو اپنے صدقہ کو بیان کرتا ہے پھرتا ہے وہ شہرت کا طالب ہے جو لوگوں کے مجمع میں دیتا ہے وہ ریا کا خواہاں ہے اور پوشیدہ دینا اور جب دینا ان دونوں آفتوں سے بچاؤ ہے۔

فائدہ : بعض اکابر نے پوشیدہ خیرات کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے یہاں تک کہ اس بارے میں کوشش کی کہ لینے والا دینے والے کو نہ پہچانے اس کے لئے بعض آدمی تو اندھے کے ہاتھ میں خیرات ڈال دیتے ہیں اور بعض فقیر کے راستہ میں اور اس کے بیٹھنے کی جگہ میں پھینک دیتے ہیں کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے اور دینے والے کو نہ دیکھے اور بعض سوتے ہوئے فقیر کے پلے میں ہاندھ دیتے اور بعض دوسرے شخص کے ہاتھوں فقیر کے پاس پہنچا دیتے کہ اس کو دینے والے کا حال معلوم نہ ہو اور درمیانی شخص اس حال پوشیدہ رکھتا تھا اور وہ درمیانی سے کہہ بھی دیتا تھا کہ ظاہر مت کرنا اور یہ سب اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ بچانے کا ذریعہ پیدا کریں اور شہرت اور ریا سے بچے رہیں جب ایسی صورت ہو کہ بغیر ایک شخص کے معلوم کیسے خیرات کا دینا نہ ہو سکے تو بہتر ہے کہ وہ ایک وکیل کو سپرد کر دے کہ وہ مسکین کے حوالہ کرے اور اسے خبر نہ ہو کہ کس نے دیا اس لئے کہ مسکین نے پہچاننے میں ریا اور احسان دونوں ہیں اور درمیانی کے جاننے میں صرف ریا ہی ہوگی۔ دو باتیں تو نہ ہوں گی اور جس صورت میں دینے والے کو شہرت مقصود ہو تو اس کا عمل لغو ہو جائے گا کیونکہ زکوٰۃ بخل کے دور کرنے اور مال کی محبت کم کرنے اور جاہ کی محبت بہ نسبت مال کی محبت کے نفس پر زیادہ غالب ہے اور آخرت میں ان دونوں میں اسے ہر ایک مملک ہے مگر بخل کی صفت قبر میں شکل ڈسنے والے گزندہ بچھو کے مشکل ہوگی اور ریا کی صفت سانپ کی سی ہوگی اور انسان کو ان دونوں چیزوں کے کمزور کرنے اور مار ڈالنے کا حکم ہے تاکہ ان کی لذت بالکل نہ ہو یا کمتر ہو وہ جب ریا اور شہرت کا کرے گا تو گویا بچھو کے بعض اجزاء کو سانپ کی غذا بنائے گا تو ظاہر ہے کہ جس قدر بچھو کمزور ہوگا اسی قدر سانپ زور آور ہوگا اس سے تو اگر ویسا ہی رہنے دیتا تو اس پر آسان ہوتا اور غرض ان صفات کی خواہش کے خلاف عمل کرنے سے ہے مقصد یہ ہے کہ سبب بخل کے سبب کے تو خلاف کرے اور سبب ریا کی اطاعت کرے اس سے تو اولیٰ چیز کمزور ہو جائے گی اور قوی اور زیادہ قوی ہوگی۔

عنقریب اسی کتاب جلد سوم باب ملکات میں ان امور کے اسرار آئیں گے۔ ان شاء اللہ۔

باب نمبر 4 جہاں یہ خطاب کرے کہ میرے ظاہر کر کے زکوٰۃ دینے سے اور لوگوں کو ترغیب ہوگی اور وہ میرا اہلے کریں گے تو وہاں ظاہر کر دے اور اس صورت میں ریا سے بچنے کا طریقہ وہ ہے جس کو اسے ہم نے باب الریاء میں علاج ریا کا ذکر کیا ہے اور ظاہر کر کے دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا بِهٖ اِیْ وَہاں کے لئے ہے کہ حل مقتضی ظاہر کر کے دینے کا ہو یا دوسروں کی اقتداء کے لئے یا اس لئے کہ سائل نے مجمع میں سوال کیا ہے تو ریا کے ڈر کے مارے ظاہر میں تصدق کرنے کو چھوڑنا نہ چاہئے بلکہ خیرات کرنی چاہئے اور اپنے باطن کو حتی الوسع ریا سے محفوظ رکھنا چاہئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کر کے دینے میں ایک اور خرابی بھی ہے سوائے احسان اور ایذاء کے اور وہ فقیر کا پردہ فاش کرنا ہے کیونکہ اکثر سائل کو اس بات سے ایذاء ہوتی ہے کہ کوئی اسکو محتاج کی صورت میں دیکھے جب خود اس نے اپنے پردہ کا خیال نہ کیا اور بظاہر سوال کیا تو یہ تیسری خرابی دینے والے کے حق میں ممنوع نہیں جیسے کوئی فسق چھپا کر کرتا ہو کہ اس کا ظاہر کرنا اور سراغ لگانا اور رغبت کرنا ممنوع ہے مگر

جو شخص خود فسق کو ظاہر کرے اس کے فسق کو ظاہر کرنا اسکی سزا ہے مگر اس کا سبب وہ خود ہی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من القنی جلباب الحیاء فلا غیبة لہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وانفقوا مما رزقنہم سرا وعلانیۃ اس آیت میں علانیہ دینے کے لئے بھی ارشاد فرمایا اس لئے کہ اس میں اوروں کی ترغیب کا فائدہ ہے غرضیکہ انسان کو چاہئے کہ ظاہر کر کے دینے کا جو فائدہ ہے اس کو اس خرابی سے جو اس میں لازم آتی ہے فکر دقیق سے سوچ لے اس لئے کہ یہ امرا حوال اور اشخاص کے مختلف ہونے سے حکم مختلف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات بعض حالات میں بعض کو ظاہر کر کے رہنا ہی بہتر ہو جاتا ہے اور جو فوائد اور خرابیوں کو معلوم کرے اور شہرت کی نظرت سے قطع نظر کرے حل میں واضح ہو جائے گا کہ بہتر اور زیادہ کون سی طرح کا رہنا ہے۔

ادب (5): صدقہ کو من وازی سے باطل نہ کرے اللہ تعالیٰ فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى۔ البقرة ۲۶۴
 فائدہ: ان دونوں لفظوں کی حقیقت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ من کے معنی ہی صدقہ کا ذکر کرے اور اذی سے مراد ہے کہ اسے ظاہر کر کے دے۔ سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو من کرتا ہے اس کا صدقہ بے کار ہو جاتا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ من کس طرح ہے فرمایا کہ اس کا ذکر کے اور لوگوں سے سائل کرے اور بعض نے کہا ہے کہ من سے مراد یہ ہے کہ صدقہ کے عوض میں فقر سے خدمت لے اور اذی یہ ہے کہ اس کو فقیری کا تنگ و عار دلائے۔ بعض کہتے ہیں کہ من یہ ہے کہ فقیر پر اپنے دینے کی وجہ سے تکبر کرے اور اذی یہ ہے کہ اس کو زحہ و توبیخ کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ منت رکھنے والے کا صدقہ قبول نہیں فرماتا اور میرے نزدیک یہ ہے کہ من کی ایک معنوی کیفیت ہے جو دل کے احوال و صفات میں سے ہے پھر اس سے زبان اور اعضاء پر احوال متفرع ہوتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ خود خیال کرے کہ میں نے فقیر پر احسان اور انعام کیا حالانکہ اس کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ فقیر نے مجھ پر احسان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مجھ سے وصول کر لیا جس سے میری طہارت اور روزخ سے نجات ہوگی۔ اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا اس حق میں گلا پھنسا رہتا تو یہی لائق ہے کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حق کے وصول کرنے کے لئے اس کی طرف سے قائم مقام کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ سائل کے ہاتھوں میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں پڑتا ہے۔

فائدہ: یوں سمجھنا چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا حق دیتا ہوں اور فقیر جو اس کو لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق لیتا ہے مگر پہلے یہ مل اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے پھر فقیر کو ملتا ہے اگر بالفرض کسی شخص کا اس مالدار کے ذمہ قرض ہوتا اور قرض خواہ اس سے کہہ دیتا کہ یہ قرض میرے خادم یا غلام کو دے دیتا اور اس خادم اور غلام کا خورد و نوش اس قرض خواہ کے ذمہ ہوتا تو اب یہ شخص اگر یہ خیال کرتا کہ میں اس غلام یا خادم پر احسان کرتا ہوں اس کی حماقت اور حماقت ہے کیونکہ اس پر احسان تو وہ کرتا ہے جو اس کے خورد و نوش کا کفیل ہے یہ شخص تو اس کا وہ قرض ادا کرتا ہے

ہو اسکے دھم کسی محبوب چیز کے لینے کی وجہ سے ہوا ہے۔ پس قرض کا ادا کرنا اپنے حق میں قائم کرتا ہے نہ دوسرے پر احسان جتنا اور جب وہ تین وجوہ جو ہم نے زکوٰۃ کے وجوب میں ذکر کی ہیں انسان معلوم کر لے یا ان میں سے ایک کو سمجھ لے تو پھر اپنے آپ کو دوسرے پر احسان کرنے والا نہ سمجھے گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ خود اپنے نفس پر احسان کرتا ہوں یعنی مال کو خواہ اللہ تعالیٰ کی محبت ظاہر کرنے کے لئے دیتا ہوں یا اپنے نفس کو بخل کی برائی سے پاک کرنے کے لئے یا مال کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے دیتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے۔ اور ان تینوں سورتوں میں اس اور فقیر کے درمیان میں کوئی معاملہ نہیں تاکہ یہ سمجھے کہ میں فقیر پر احسان کرتا ہوں اور جب اس اصل سے جا مل ہوتا ہے اور اپنے آپ کو فقیر پر محسن سمجھتا ہے تب اس کے ظاہر پر اس سے دو باتیں متفرع ہوتی ہیں جو من کے معنی میں مذکور ہوئی ہیں یعنی صدقہ کا ذکر کرنا اور فقیر سے اس کا بدلہ چاہنا کہ شکر گزار اور دعا گو ہو اور خدمت و تعظیم کرے اور حقوق بجالائے اور مجلسوں میں آگے بٹھلائے اور کاموں میں پیروی کرے اور یہ سب امور منت کے ثمرات ہیں اور منت کے معنی باطن میں وہی ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں۔ لڑی کے معنی ظاہر میں تو جھڑکی اور عیب لگانے اور سخت کلامی اور ترش روئی اور صدقہ ظاہر کر کے دینے سے پردہ دری کے ہیں اور فقیر کے ساتھ یہ تمام اقسام سب کے سب کارمند ہونے کے ہیں مگر باطن میں جو ان کا خشاء ہے وہ دو باتیں ہیں۔ (1) ہاتھ اٹھانے کو برا جانا اور نفس پر اس کا سخت گزرنہ کہ خلق خدا کو یہ بہت دشوار ہوا کرتا ہے۔ (2) خود کو یہ سمجھنا کہ میں فقیر سے بہتر ہوں یہ شخص اپنی حاجت کے سبب سے مجھ سے رتبہ میں کم ہے اور ان دونوں کا خشاء جمات ہے مثلاً مل دینے کو برا جانا خلی از حماقت نہیں کیونکہ جو کوئی ہزار کے عوض ایک درم دینے کو برا جلے تو اس سے زیادہ احمق کون ہے اور ظاہر ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثواب اخروی کے لئے بوجہ شکر کے ادا کرتا ہے۔ بہر حال ان میں سے کوئی سی وجہ ہو ناگوار معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور دوسری بات بھی جمات ہے اس لئے کہ اگر آدمی فقیری کی فضیلت تو انگری کے متعلق معلوم کر لے اور دولتمندوں کا خطرہ پہچانے تو کبھی فقیر کو حقیر نہ سمجھے گا بلکہ اس کے ذریعے سے تبرک حاصل کرے اور اس کے رتبہ کی تمنا کرے گا کیونکہ عام دولتمند نیک بخت فقیر سے پانچ سو سال کے بعد جنت میں داخل ہوگا اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم الا خسرون ورب الکعبہ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ وہ کون ہیں فرمایا کہ ہم الا کثرون اموالا جن لوگوں کے پاس مل بہت زیادہ ہے۔ پھر فقیر کو کیسے حقیر جانتا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخر کر رکھا ہے یعنی ملدار اپنی کوشش سے مل کماتا ہے اور اسکو محنت کر کے بڑھاتا اور حفاظت کرتا ہے پھر اس پر لازم کر دیا گیا ہے کہ فقیر کو بقدر ضرورت دے ڈالے اور اسے زائد از ضرورت نہ دے جس کے دینے سے اس کو ضرر ہو اس صورت میں ملدار فقیر کی روزی کے لئے کاروبار کرتا ہے اسی لئے فقیر سے اس امر میں ممتاز ہے کہ لوگوں کے حقوق اپنی گردن پر لیتا ہے اور بہت سی مشقتیں اٹھاتا اور مرتے دم تک ان زوائد کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ بعد کو اس کی موت کے بعد دشمن اس مل کو کھاتے ہیں پس جب سالک کے دل سے برائی دینے کی نکل جائے اور برائی کے بدلے خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے واجب کے ادا

کرنے کی توفیق بخشی اور فقیر کو بھیج دیا ان کے بل حوالہ کر کے اس کا حق ادا کیا اور فقیر نے اسے قبول بھی کر لیا تو اس صورت میں اذئی اور جھڑکی اور ترش روئی کچھ بھی نہ رہے گی بلکہ فقیر کو دیکر خوش ہوگا اور اس کی تعریف کرے گا اور اس کا احسان مانے گا۔

سوال : من اور اذئی کا منشا آپ نے یہ بتایا کہ سالک خود کو محسن خیال کرے اور یہ ایک باریک امر ہے اس کی کوئی پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہو کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہیں سمجھا؟

جواب : ہاں اس کی علامت باریک ہے لیکن صاف ہے وہ یہ ہے کہ فرض کر لے کہ اس فقیر نے اس کا کچھ نقصان کر دیا یا اس کے کسی دشمن سے جا ملا پھر دیکھے کہ دینے سے پہلے اگر ایسی صورت ہوتی اور طبیعت کو بری معلوم ہوتی اتنی ہی برائی اب بھی ہے یا کچھ زیادہ ہے اگر زیادہ ہو تو صدقہ مذکور میں کچھ نہ کچھ منت کی رغبت ضرور ہے اس نے اس صدقہ کے سبب سے اسکی توقع کی جس کی توقع اس کو اس صدقہ سے پہلے نہ تھی اور یہ امر ایسا باریک ہے کہ کسی کا دل اس سے خلل نہیں ہوتا اسکا ایک علاج ظاہری ہے اور ایک باطنی۔ دوائے باطنی تو ان حقیقتوں کا معلوم کرنا ہے جنہیں ہم نے وجوب کی وجہ لکھا ہے اور یہ جانتا کہ فقیر ہم پر احسان کرتا ہے کہ ہماری خواہش کو قبول کر کے ہمیں پاک کرتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دینے والا ایسے کرتا ہے جیسے کوئی ممنوع فحش کیا کرتا ہے کیونکہ جو افعال اعضاء سے صادر ہوتے ہیں وہ جس طرح کے اخلاق ہوتے ہیں دل کو انہیں کا رنگ چڑھا دیتے ہیں چنانچہ اس کے اسرا اس باب کے متن اخیر میں مذکور ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اسی لئے بعض اکابر صدقہ کو فقیر کے سامنے رکھ کر خود کھڑے رہتے اور فقیر سے قبول کرنے کی التجا کرتے یہاں تک کہ خود اس کے سامنے سالکوں کی صورت بناتے اور فقیر کو اپنے پاس آنا اچھا نہ سمجھتے بلکہ خود فقیر کے پاس جا کر دینے کو نہایت مناسب سمجھتے اور بعض اکابر ہاتھ پر صدقہ رکھ کر فقیر کے سامنے ہتھیلی پھیلا دیتے تاکہ فقیر اس اٹھالے اور فقیر کا ہاتھ اوپر رہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب خیرات کسی فقیر کے پاس بھیجتیں تو قاصد سے فرما دیتیں کہ جو کچھ فقیر دعا کے کلمات کہے وہ یاد کر لیں۔ جب وہ آکر بیان کرتا تو وہی کلمات آپ کہہ دیتیں اور فرماتیں کہ دعا کا بدلہ دعا ہے ہم نے اس لئے کیا کہ ہمارا صدقہ محفوظ رہے۔

غرضیکہ اسلاف صالحین فقیر سے دعا کی توقع نہ رکھتے تھے اس لئے کہ دعا بھی ایک مکافات بدلہ ہے۔ اگر کوئی اس کے لئے دعا کرتا تو وہ اس کے بدلے ویسے ہی دعا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اہل دل اپنے دلوں کا علاج ایسے کیا کرتے تھے۔ اور ظاہر کی رو سے بجز ان اعمال کے جو تواضع اور ذلت پر دلالت کرتے ہیں اور فقیر کی طرف سے احسان کا ماننا ان سے معلوم ہوتے ہیں اور کوئی ظلم نہیں اور باطن کے اعتبار سے ان کا جانتا جنہیں ہم ذکر کر چکے ہیں وہ تو عمل کی وجہ سے ہے اور دل کا

علاج ایسی تدبیر سے ہوتا ہے جو مرکب علم و عمل دونوں سے ہو اور زکوٰۃ میں من اور لزی کے نہ ہونے کی نماز کے اندر خشوع کے قائم مقام ہے دونوں باتیں حدیث شریف سے ثابت ہیں۔ نماز کے بارے میں ارشاد ہے لیس للمر من صلوۃ الا ما عقل منها اور زکوٰۃ میں فرمایا۔ لا یتقبل اللہ صدقۃ منان اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ لَیْکِنْ فَتٰیہ کا فتویٰ ہے زکوٰۃ دوا ہو گئی اور انسان اس سے بری الذمہ ہوا اگر اس میں یہ شرط مفقود ہو تو یہ وہ اور بات ہے ہم نے اس غرض کی طرف باب الصلوۃ میں اشارہ کیا ہے۔

ب 6 : اپنی عطا کو کم جانے اس لئے کہ اگر اسے بہت جانے گا تو عجب کرے گا اور عجب مملک مرض ہے اعمال کو باطل کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و یوم حنین اذا عجبتمکم کثر تمکم فلم تغن عنکم شیئا صوفیہ کرام فرماتے ہیں طاعت جس قدر گھٹ کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہوگی اور معصیت کو جتنا بڑا جانو اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھوٹی ہوگی۔ بعض اکابر فرماتے ہیں کہ خیرات بغیر تین امور کے کامل نہیں ہوتی (1) چھوٹا جتنا (2) جلد لیا کرنا (3) چھپا کر دینا اور خیرات میں ریاض و لڑائی کے علاوہ یہ ایک اور امر ہے اس لئے کہ اگر بالفرض اپنے مال کو مسجد یا سرائے بنانے میں صرف کرے تو ممکن ہے کہ اس کو زیادہ اور بڑا سمجھے مگر اس صورت میں من اور ازلی ممکن نہیں بلکہ عجب اور بڑا جتنا تمام عبادتوں میں ہوتے ہیں۔ اس کا علاج علم و عمل دونوں ہیں علم تو اس طرح کہ یہ جانے کہ دسواں یا چالیسواں حصہ سب میں سے کم ہے اور جو دو تین درجے خیرات کریں گے جن کو ہم وجوب زکوٰۃ کی وجہ میں لکھ آئے ہیں ان میں سے یہ بہت خیس درجہ ہے مناسب یہ ہے کہ اس خیس درجہ پر قناعت کرنے سے حیا کرے نہ یہ کہ اپنی خیرات کو بڑا جانے اگر اوپر کے درجہ میں ترقی کر جائے یعنی اپنا کل مال یا اکثر اللہ کی راہ میں ڈالے تو ایسے شخص کو سوچنا چاہئے کہ مال کہاں سے آیا اور میں کس چیز میں اسے صرف کرتا ہوں کیونکہ مال تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کا احسان ہے کہ بندہ کو وہ مال دیا پھر خرچ کرنے کی توفیق دی تو اللہ تعالیٰ کے حق میں زیادہ دے کر بڑا جتنا نہ چاہئے کہ وہ تو عین اسی کا ہے اگر مال کو اس نظریہ سے دیا کہ ثواب آخرت لے تو جس کے بدلہ میں بہت سے دے گئے جو گئے پائے گا اس کو بڑا کیوں جانتا ہے اور عمل یہ ہے کہ صدقہ بھر مندہ ہو کر دے کہ بقیہ مال کو روک رکھا اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیز کو اس کی راہ میں اپنے سے بخل کیا اس صورت میں انکار اور فحالت ہوگی جیسے کسی کے پاس امانت رکھے اور وہ شخص اس کے واپس دینے کے وقت کچھ تو لوٹا دے اور کچھ اپنے پاس رہنے دے کیونکہ مال سب کا سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور سب کا دے ڈالنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور سب کے دینے کا اس لئے حکم نہیں فرمایا کہ اس کے بخل کی وجہ سے گراں گزرتا چنانچہ خود فرمایا فیحفکم تبخلوا اگر مبالغہ کرے اور حکم دے کہ تمام مال خرچ کر ڈالو تو بخل کرو اور رضا خوشی سے نہ دے۔

ب 7: اپنے مال میں صدقہ کے لئے بہت عمدہ اور پاکیزہ اور جو اس کو پسند ہو دے اس لئے اللہ تعالیٰ پاک مال کو قبول کرتا ہے اور جب مال صدقہ شبہہ کا ہوگا تو عجب بعید نہیں کہ وہ اس کی ملک ہی نہ ہو تو اپنے موقع پر نہ ہوگا

اور ایمان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رلوی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشی ہے اس کو جو اپنے اس مل میں سے دے جسے معیبت سے کھلیا ہو اور اگر مل صدقہ عمدہ سے نہ ہوگا تو یہ بھی بے ادبی ہے کہ اپنے یا اپنے گھروالوں اور غلام کے لئے تو اچھا مل رکھے اور اللہ تعالیٰ پر اوروں کو ترجیح دے اگر بالفرض اپنے مہمان سے کوئی اسی طرح پیش آئے کہ خراب کھانا اس کے سامنے رکھ دے تو ظاہر ہے کہ مہمان اس کا مخالف ہو جائے گا اور یہ وہ صورت ہے کہ آدمی صدقہ دینے میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور جس صورت میں کہ اپنے نفس کے لئے اور ثواب اخروی کے لحاظ سے دے تب تو ظاہر ہے کہ کوئی عاقل دوسرے کو اپنے نفس پر ترجیح نہیں دیتا اور اس کا مل اسی قدر ہوگا جتنا دے دے اور باقی رکھے یا کھا کر فنا کر دے اور جس مل کو کھاتا ہے اس میں سروسٹ کی اولیٰ حاجت ہے اور یہ عقل کی بات نہیں کہ سروسٹ پر تو نگاہ رکھے اور ذخیرے کا دھیان نہ کرے اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَكُونُوا الَّذِينَ يَنْفِقُونَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَكِنَّمْ بِإِخْبَارِهِ إِلَّا أَنْ تُغِيضُوا فِيهِ ط** ترجمہ۔ اے ایمان والوں خرچ کرو ستمی چیزیں اپنی کمائی میں سے جو ہم نے نکل دیا تم کو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ وہ نہ لو گے مگر جو آنکھیں بند کرلو۔

ایسی چیز مت دو جسے بلا کراہت اور حیا کے نہ لو یہی اغماض کا معنی ہے غرضیکہ ایسی چیز اپنے پروردگار کے لئے اختیار نہ کرو۔ حدیث میں ہے کہ ایک درم لاکھ درموں پر سبقت لے جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس درم کو اپنے نہایت عمدہ اور اچھے مل میں سے نکالتا ہے اس لئے یہ صدقہ رضامندی اور خوشی سے دیا جاتا ہے اور کبھی ایک لاکھ درہم ایسے مل میں سے دیتا ہے جسے خود برا جانتا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کو محبوب جانتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کو ترجیح نہیں دیتا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی چیز ٹھہرا دیں جس کو خود مکروہ جانتے ہو چنانچہ فرمایا **يَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَنَصِيفُ السُّنْتُهُمُ الْكُذِبُ إِنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ لَا جُرْمَ إِنَّ لَهُمُ النَّارَ** ترجمہ۔ اور کرتے ہیں اللہ کا جو اپنا جی نہ چاہے اور بناتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹ کہ ان کو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ ان کو آگ ہے۔

فائدہ : اس آیت میں بعض قاریوں نے لا پر وقف کیا ہے ان لوگوں کی تکذیب کے لئے اور جرم سے جدا جملہ شروع کیا ہے جرم کے معنی کسب کے ہیں یعنی ان کی اس حرکت نے کہ اللہ کے لئے مکروہ چیزیں ٹھہراتے ہیں ان کے لئے اسے آگ سلا دیا۔

ادب 8 : اپنے صدقہ کے لئے ایسے حضرات تلاش کرے جن سے صدقہ کو اور طہارت ہو جائے یہ نہیں کہ آٹھوں قسموں میں جیسا ہو اس کو پہنچا دے۔ بلکہ ان اشخاص میں چھ صفات کا خیال کرے جس میں وہ صفات پائے اسے صدقہ دے۔ صفت ۱ ایسے فقیر کو تلاش کرے جو پرہیزگار اور دنیا سے روگردان اور صرف آخرت کی تجا میں مشغول

ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تاكل الا طعام نقی ولا یاكل طعامک الا تقی اس کی وجہ یہ ہے کہ پرہیزگار کھانے سے تقویٰ پر مدد لے گا تو کھلانے والا اس کی اطاعت میں اس کا شریک ہوگا اس لئے کہ اس نے طاعت پر اس کی مدد کی۔ فرمایا کہ اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور جو نیک سلوک کرو ایمانداروں سے کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے کھانے کے لئے اس کی ضیافت کرو جس سے محبت فی اللہ ہو۔ بعض علماء اپنا مال فقراء صوفیہ کے سوا اور کسی کو نہ دیتے تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ اگر یہ مل تمام فقیروں کو دیا کریں تو اس سے بہتر ہے کہ ایک فرقہ خاص کو دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی ہمت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جب ان کو فاقہ ہوتا ہے تو ان کی ہمت پریشان ہوتی ہے میں اگر ایک شخص کو صدقہ دے کر اس کی ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ ایک ہزار شخصوں کو دوں جن کی ہمت دنیا کی طرف ہو۔

فائدہ۔ حکایت : حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے سنائی تو آپ نے اسے مستحسن فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے اور میں نے ہمت مدت سے اس سے بہتر حکایت نہیں سنی پھر کہتے ہیں کہ ان بزرگ کے حل میں خلل آگیا اور قصد کیا کہ دکن چھوڑ دیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے اس کچھ مل بھیج دیا اور فرمایا کہ اس سے اسباب خرید لو اور دکن مت چھوڑو کہ تم جیسے آدمی کو تجارت معسر نہیں یہ شخص بقتل تھے جو ان سے سودا خریدتے تو ان سے دام نہیں لیا کرتے تھے۔

صفت نمبر 2 : جسے دے وہ خاص اہل علم ہو کہ اس کے دینے سے علم پر مدد کرنا ہوگا اور علم بہت عہدوں سے افضل ہے بشرطیکہ اس میں نیت درست ہو۔ حضرت ابن مبارک اپنا صدقہ اہل علم کو دیا کرتے کسی نے کہا کیا اچھا ہو اگر آپ خیرات عام کر دیں آپ نے فرمایا کہ میں نبوت کے درجہ کے بعد کوئی درجہ علماء کے درجہ سے افضل نہیں جانتا پس جب عالم کا دل اپنی کسی حالت میں مشغول ہوگا تو وہ علم کے لئے مسلت نہ پائے گا نہ علم سیکھنے پر متوجہ ہوگا اسی لئے ہماری مدد علم کے لئے اسے فرصت نکال دے گی۔

صفت نمبر 3 : وہ شخص اپنے تقویٰ میں سچا ہو اور علم توحید میں پکا علم توحید یہ ہے کہ جب کسی سے مل لے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اور یقین کرے کہ یہ نعمت اسی کی طرف سے ہے درمیانی شخص کا لحاظ نہ کرے اور انسانوں کا شکر اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہی ہے کہ تمام نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرے۔

وصیت لقمان : حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو وصیت کی کہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دوسرے کو نعمت دینے والا مت ٹھہرانا اور دوسرے کی نعمت کو اپنے اوپر قرض شمار کرنا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا شکر ادا کرتا ہے تو اس نے گویا منعم کو پہچانا ہی نہیں اور اس بات کا یقین نہیں کیا کہ درمیانی آدمی مغلوب اور اس کی تسخیر میں مستحب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس پر عدلی لوازم مسلط کئے اور اس کے اسباب مہیا کر دیئے اس نے دیا اس معنی پر بہ دینے کے لئے مجبور ہے اگر وہ چاہتا کہ نہ دے تو اس سے نہ ہو سکتا اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے

دل میں ڈال دیا ہے کہ تیری دین و دنیا کی بہتری دینے میں ہی ہے تو جب سبب قوی ہوتا ہے تبھی ارادے میں پختگی آتی اور قدرت ابھرتی ہے اس وقت بندے سے اس قوی سبب کی مخالفت نہیں بن پڑتی جس میں کچھ تردد نہیں ہوتا اور اسباب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہی ان کو طاقت دیتا اور ان کا ضعف و تردد کرتا اور ان کی خواہش کے مطابق قدرت کو ابھارتا ہے جو شخص اس امر پر یقین کر لے گا اس کی نظر بجز سبب الاسباب کے اور طرف نہ ہوگی اور اس جیسے بندے کا یقین دینے والے کے حق میں دوسروں کی تعریف اور شکر سے زیادہ مفید ہے اس لئے کہ وہ ایک زبان کی حرکت ہے اکثر اس کا نفع کم ہی ہوتا ہے اور اس جیسے موصد کی لعانت بیکار نہیں جاتی۔ علاوہ ازیں جو شخص دینے کے باعث تعریف کرتا ہے اور دعائے خیر مانگتا ہے وہ نہ دینے کے سبب سے برائی بھی کر لے گا اور بددعا بھی اس کا حل ایک جیسا نہیں رہے گا مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی فقیر کے پاس کچھ صدقہ بھیجا اور قاصد سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ وہ کہے اسے یاد کر لینا اس فقیر نے مل لے کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جو اپنے ذاکر کو نہیں بھوتا شکر کرنے والے کو تلف نہیں کرتا پھر کہا ائی اگر تو نے مجھ کو فراموش نہیں کیا تو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا کر دے کہ تجھے نہ بھولیں قاصد نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کلام سے خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ یہی کہے گا تو اس فقیر کے حل کو دیکھو کہ صرف اللہ تعالیٰ پر منحصر کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ توبہ کر اس نے کہا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توبہ نہیں کرتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے حقدار کا حق جان لیا۔

قائدہ : جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان سے برات اتری تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کھڑی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی بخدا میں یہ نہ کروں گی اور نہ اللہ کے سوا اور کسی کا شکر کروں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانے دو نہ کہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا الحمد لله لا یحمدک ولا یحمد صاحبک اس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا باوجودیکہ برات کا حکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زبانی پہنچا تھا۔

قائدہ : اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی طرف سے جانتا کافروں کا وصف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذْ ذُكِرُوا الَّذِينَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ ترجمہ۔ اور جب نام لیجئے اللہ کا اکیلا رک جلوں دل ان کے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب نام لیجئے اس کے سوا اوروں کا تب ہی وہ خوشیاں کرنے لگیں۔ جس کا باطن درمیانی واسطوں کی طرف التفات کرنے سے صاف نہیں اور درمیانی واسطے کو صرف واسطہ نہیں سمجھتا تو اس کا دل گویا کہ شرک خفی سے جدا نہیں ہوا اسے چاہئے کہ اللہ جل مجدہ سے خوف

کرے اور اپنی توحید کو شرک کی کدورتوں اور شبہوں سے صاف کرے۔

صفت نمبر 4 : وہ شخص مستور الحال ہو اور اپنی حاجت کو پوچھتا ہو، شکایت و درد بہت زیادہ بیان کرتا ہو یا یہ کہ صاحب مروت جس کی نعمت جاتی رہی ہو اور علوت باقی رہ گئی ہو اور زندگی وضع کے ساتھ نبھانے کے ساتھ کرتا ہو اس قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **يُحَسِّبُهُمُ الْجَاهِلُ أَعْبِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسَبِّمَا هُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا**۔ ترجمہ۔ سمجھے انکو غیر لوگ محفوظ ان کے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر۔

سوال : یہ مبالغہ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ لوگ اپنے میں سے غنی اور بوجہ صبر کے باعزت ہیں اس قسم کے لوگوں کی تلاش ہر محلہ میں کرنی چاہئے اور خیرات کرنے والوں کو نفعاء کے باطن کا حل معلوم کرنا چاہئے اس لئے کہ صدقہ کا ان لوگوں پر خرچ کرنا ان لوگوں کو دیے کی نسبت جو علانیہ سوال کرتے ہیں کئی گنا ثواب زیادہ رکھتا ہے۔

صفت نمبر 5 : وہ شخص صاحب عیال یا مرض میں گرفتار یا اور کسی اور علت میں مبتلا ہو اس کا مصداق یہ آیت ہے **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (البقرة ۲۱۴) ان لفظوں سے جو احوال میں ہیں ان کا پتہ نہیں ملا مگر ابو داؤد نے بروایت عوف بن مالک روایت کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کے پاس غنیمت آتی تو دو شہریوں کو دیتے اور ایک حصہ جنگل والوں کو۔ جو لوگ طریق آخرت میں بہ سبب عیال یا تنگی روزی یا دل کی اصلاح کے گھر گئے ہوں کہ زمین میں جانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں اس وجہ سے کہ ان اسباب سے ان کے ہازو ٹوٹے ہوئے ہوں اور ہاتھ پاؤں رکے ہوئے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر کے لوگوں کو ایک گلہ بکریوں کے علاوہ دس یا اس سے زیادہ بکریاں دیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیال کے موافق عطا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ جدا ابلا یعنی حالت شلوغ سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ عیال کی کثرت اور مال کی قلت۔**

صفت نمبر 6 : وہ شخص رشتہ داروں اور ذوی الارحام سے ہو کہ اس کے دینے میں صدقہ بھی ہو گا اور صلہ رحمی بھی صلہ رحمی میں جس قدر ثواب ہے وہ ظاہر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک درم اپنے کسی بھائی کا صلہ رحمی کو دوں تو میرے نزدیک میں درم خیرات سے بہتر ہے اور میں درم سے کروں تو سو درم خیرات سے مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر سو درم سے کروں تو میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے جانے پہچانے لوگوں میں سے دوستوں اور اہل خبر کو پہلے دینا چاہئے جیسے بیگانوں کی بہ نسبت رشتہ دار مقدم ہیں۔ پس ان دقائق کا لحاظ رکھنا چاہئے غرضیکہ صفات مطلوبہ یہی ہیں اور ان میں سے ہر صفت میں بہت سے درجے ہیں۔ پس چاہئے کہ سب سے اعلیٰ درجہ والے کو تلاش کرے اور اگر کوئی شخص ایسا مل جائے جس میں ان صفات میں سے متعدد ہوں تو بڑی دولت اور عمدہ نعمت ہے اور جس صورت میں کہ آدمی طلب اور تلاش میں محنت کرے اور مقصود

حاصل کرے تو اس کو دہرہ ثواب ملے گا اور اگر خطا ہو جائے گی تب بھی ایک ثواب کیس نہیں گیا اس لئے دو ثواب کی صورت یہ ہے کہ ایک بت تو سرے دست حاصل ہوتی ہے یعنی نفس کو بخل کی صفت سے پاک کرنا اور دل میں محبت الہی کا پختہ ہونا اور اس کی طاعت میں کوشش کرنا اور دوسری بت انجام کو ہوتی ہے کہ لینے والا اس کے حق میں دعا اور ہمت کرے کیونکہ نیک بختوں کے دلوں کے آثار سرے دست اور انجام کو ظاہر ہوا کرتے ہیں پس اگر زکوٰۃ دینے والوں کو عمدہ شخص مل گیا جی بر صواب ہوئی تب تو دونوں باتیں حاصل ہوں گی اور اگر کوشش خطا کر گئی تو اول بت حاصل ہوگی یعنی نفس کی طہارت بخل سے اور محبت الہی کی تائید جس پر بقائے خداوندی کے شوق کا مدد ہے۔ ہمت و دعا کا جو فائدہ مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوگا پس ثواب کی صورت دونا اجر ملنے سے پہلے اور دوسرے مقاموں میں یہی غرض ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الا علی اعلم بالصواب۔

مستحقین زکوٰۃ ان کا حق اور اسباب و آداب: زکوٰۃ کا مستحق وہی ہے جو مسلمان اور آزاد ہو اور ہاشمی و مطلبی نہ ہو اور اس میں ایک صفت آٹھ صفتوں میں سے وہ ایک صفت جو قرآن مجید میں مذکور ہیں یعنی انما الصدقات۔

مسئلہ: زکوٰۃ کار، غلام، ہاشمی، مطلبی کو نہیں دینی چاہئے مگر لڑکے اور دیوانہ کا ولی اگر ان کی طرف سے زکوٰۃ لے لے تو ان کو دینا درست ہے۔ آٹھوں قسموں کو جدا جدا یاد کر لینا چاہئے۔ (۱) فقیر۔ فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس مل نہ ہو اور نہ وہ کمانے پر قادر ہو۔ پس جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا و لباس ہو وہ فقیر نہیں بلکہ مسکین ہے۔

مسئلہ: اگر اس کے پاس آدمی دن کی غذا ہو تو وہ فقیر ہے اور اگر قیص تو رکھتا ہے مگر روپل اور موزہ اور پاجامہ نہ رکھتا ہو اور قیص کی اتنی قیمت نہیں ہے کہ اس سے سب چیزیں فقراء کے حل کے موافق لی جاسکیں تب بھی وہ فقیر ہے کیونکہ سردست اس کے پاس وہ اشیاء نہیں جن کی اسے حاجت ہے اور ان کے حاصل کرنے سے عاجز ہے غرضیکہ فقیر میں یہ قید ضروری نہیں کہ اس کے پاس سوائے مقدار ستر عورت کے کوئی لباس کے نہ ہو کیونکہ یہ قید مبالغہ ہے اور غالباً ایسا شخص ثیاب بھی ہو۔

مسئلہ: جسے سوال کرنے کی عادت ہو تو وہ زمرہ فقراء سے خارج نہ ہوگا اس لئے کہ سوال کرنا کوئی کمائی کا پیشہ نہیں ہاں جس صورت پر کمانے پر قادر ہو تو فقیر سے خارج ہو جائے گا پس اگر لوہاروں سے کمانے پر قادر ہو تو فقیر ہے ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ کامل میں سے لوہار خرید کے دینا جائز ہے۔ اگر ایسے پیشے پر قادر ہو جو اس کی مروت اور شان کے لائق نہ ہو تب بھی فقیر ہی متصور ہوگا۔

مسئلہ: اگر شخص قیص ہو اور کوئی پیشہ اس کو اسے فقہ سیکھنے نہ ہو تو وہ بھی فقیر ہے اور اس کا قادر ہونا معتبر نہیں۔

مسئلہ: اگر وہ شخص عابد ہو اور پیشہ کرنے سے عیالات اور وظائف و معمولات کا حرج ہوتا ہو تو اسے پیشہ کرنا چاہئے اس لئے کہ صدقہ کسی بہ نسبت پیشہ کرنا بہتر ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب الحلال

دریضۃ بعدالایمان۔ اس سے مقصود یہی ہے کہ کمانے میں کوشش کرنی چاہئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے اگر اس کے پاس اس وجہ سے خرچ نہ بچتا ہو کہ اپنے مال باپ پر یا اس شخص پر جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے تو یہ کسب کی نسبت آسان ہے فقیر نہ کہیں گے۔ (2) قسم مسکین۔ مسکین اسے کہتے ہیں جس کی آمدنی کو کفایتی نہ ہو سکتا ہے کہ ہزار درم کا مالک اور مسکین ہو اور بعض اوقات کلہاڑی اور رسی کے سوا اور کچھ نہ رکھتا ہو اور مسکین نہ ہو اور مکان مختصر رہنے کا اور کپڑے اپنے مال کے مناسب رکھنے سے مسکینوں کے زمرہ سے خارج نہ ہوگا اسی طرح اسباب خانہ داری یعنی ان چیزوں کا ہونا جس کی ضرورت ہوتی ہے مسکین ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ بشرطیکہ اس کے مال حل کے موافق اشیاء ہوں۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں کا مالک ہونا مانع مسکینی نہیں اور جس فرات میں کہ بجز کتابوں کے اور کسی چیز کا مالک نہ ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور کتابوں کا حل مثل کپڑوں اور گھر کی ضروری چیزوں کے ہے کہ ان کی بھی ضرورت ہوتی ہے مگر کتاب کی ضرورت سمجھنے میں احتیاط کرنی چاہئے۔ جان لینا چاہئے کہ کتاب کی ضرورت تین مقاصد کئے ہوتی ہے۔ (1) پڑھانا (2) پڑھنا (3) مطالعہ کرنا۔ اور کتب سیرت کی ضرورت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً اشعار اور تاریخ اور اخبار کی کتابوں کا جمعہ کرنا یا اسی طرح کی کتابیں جو آخرت میں مفید ہوں نہ دنیا میں کار آمد۔

مسئلہ : جو کتابیں دل لگی اور ہنسی مذاق کے لئے ہوں تو اس قسم کی کتابیں کفارہ اور صدقہ فطر میں بیچ ڈالی جائیں اور مسکین ہونے کی ایسی کتابیں مانع ہیں اور پڑھانے کی ضرورت اس طرح ہو کہ اجرت پر پڑھاتا ہو جیسے معلم اور مودب اور مدرس ان کے حق میں کتابیں مثل اوزاروں کے ہیں جیسے درازی وغیرہ۔ پیشہ دروں کے آلات ہیں تو انہیں صدقہ فطر میں بیچنا چاہئے۔

مسئلہ : اگر فرض کنایہ کی بجآوری کے لئے تعلیم دینا ہو بھی نہ بیچی جائیں اور اس صورت میں کتابوں کے ہونے سے مسکینیت دور نہ ہوگی کیونکہ تعلیم ایک ضروری چیز ہے اور پڑھنے اور استفادہ کی ضرورت مثلاً طب کی کتابیں اس غرض سے مہیا کرنا کہ اپنا علاج کرے یا وعظ کی کتابیں اس خیال سے اپنے پاس رکھنا کہ ان کا مطالعہ کر کے نصیحت کرے گا تو اس صورت میں اگر شہر میں کوئی طیب اور واعظ ہو تب تو اسے ان کتابوں کی ضرورت نہیں اور اگر نہ ہو تب البتہ ضرورت کی چیز ہے۔

مسئلہ : مطالعہ کی کتابیں میں یہ لحاظ رہے کہ ایسی کتاب نہ ہو جس کے مطالعہ کی برسوں تک حاجت نہ ہو بلکہ اس کی مدت قریب۔ قیاس یہ ہے کہ برس میں کبھی نہ کبھی اس کے مطالعہ کی نوبت آتی ہو اور اگر ایسی کتاب ہو کہ برس کے اندر اس کی حاجت نہ پڑتی ہو تو اس کو زائد از ضرورت جانا چاہئے اس لئے کہ جس شخص کے پاس ایک روز کی غذا سے زیادہ بچتا ہے اس پر صدقہ فطر لازم آتا ہے۔ تو جب صدقہ فطر کے لئے ایک روز فرض کیا گیا ہے تو اسباب خانہ داری اور بدن کے کپڑوں کے لئے برس کا معین ہونا چاہئے۔

مسئلہ : قاعدہ سے گرمی کے کپڑے جاڑو میں نہیں پہنے جاتے اور چونکہ کتابیں کپڑوں اور لوازم خانہ داری کے زیادہ مشابہ ہیں اسی لئے ان کے مطالعہ کے لئے بھی برس مقرر ہونا بہتر ہے۔ بعض اوقات ایک کتاب کے دو نسخے ہوتے ہیں تو اس وقت ایک کو زائد از ضرورت چاہنا چاہئے اور اگر مالک کہے کہ ان میں سے ایک زیادہ صحیح ہے اور دوسرا زیادہ خوبصورت اسی لئے مجھے دونوں کی ضرورت ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ صحیح ترکو رہنے دو اور خوبصورت کو بیچ دو۔

مسئلہ : ایک علم کی دو کتابیں ہوں ایک بڑی ہو ایک مختصر تو اگر اس کا مقصود استفادہ ہو تو بڑی کو رہنے دو اور اگر پڑھانے کی نیت ہو تو دونوں کی اسے ضرورت ہے اس لئے کہ ان میں ہر ایک میں فائدہ ہے جو دوسری میں نہیں اسی طرح کی بیشمار صورتیں ہیں علم فقہ میں ان سے بحث نہیں کی جاتی ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ پڑھانے کی نیت ہو تو دونوں کی اسے ضرورت ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں وہ فائدہ ہے جو دوسری میں نہیں اسی طرح کی بے شمار صورتیں ہیں علم فقہ میں ان سے بحث نہیں کی جاتی ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ لوگ اس میں بہت ہتلا ہیں اور دوسری وجہ یہ کہ اس کا لحاظ کتابوں کے سوا اور چیزوں میں بھی کریں کیونکہ سب کا لکھنا تو ممکن نہیں کہ ہر ایک چیز میں یہ نظر ہو سکتی ہے مثلاً اثاثہ الیت کی مقدار اور قسم کو دیکھیں اور بدن کے کپڑوں پر غور کریں اور گھر کی تنگی اور فراخی میں تامل کریں اور ان چیزوں کی کوئی حد معین نہیں بلکہ فقہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہے جو حد مقرر اور تخمین مناسب جانتا ہے اسے مقرر کرتا ہے اور شبہات کے خطرے میں داخل ہوتا ہے اور پرہیزگار آدمی اس امر میں زیادہ محتاط کو اختیار کرتا ہے اور شک کی چیز کو چھوڑ کر بے کھٹکے بات عمل میں لاتا ہے اور بیچ کے درجے جو اطراف اور صاف کے درمیان میں ہیں وہ بہت ہیں اور ان کا جائز یا ناجائز ہونا مشتبہ ہے ان سے بجز احتیاط کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہیں۔ (قسم 3) یعنی قاضی و بلاشاہ کے سوا جو عامل زکوٰۃ وصول کرتے ہیں وہ اس قسم میں داخل ہیں۔ اور اس میں عریف اور کاتب اور مستوفی اور محافظ اور نقل نویس داخل ہیں اور ان میں سے کسی کو اس کام کی معمولی مزدوری سے زیادہ نہ دینا چاہئے اگر انھوں حصہ زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کو دستور کے موافق اجرت دے کر کچھ بیچ رہے تو اسے بقی قسموں پر تقسیم کر دینا چاہئے اگر کم ہو تو جو مل مصلحتوں کے لئے محفوظ رہتا ہے اس سے پورا کر لینا چاہئے۔ (قسم 4) وہ لوگ ہیں جس کو مسلمان ہونے کے لئے تالیف کے طور پر دیا کرتے ہیں ایسے لوگ اپنی قوم کے سردار ہوتے ہیں ان کے دینے سے اسلام پر ان کا ثابت رہنا اور ان کے ہم جنسوں اور تابعین کی ترغیب مقصود ہے۔ (قسم 5) مکاتب یعنی جن غلاموں کو ان کے آقاؤں کے کچھ مال کے عوض آزاد کرنے کو کہا ہو پس مکاتب کا حصہ اس کے آقا کو دے دینا چاہئے اگر خود مکاتب کو دیا جائے تب بھی درست اور جائز ہے اور آقا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے مکاتب کو نہ دے کیونکہ وہ ابھی اس کا غلام ہے۔ (قسم 6) قرض دار جنہوں نے امر طاعت مباح میں قرض لیا ہو اور افلاس کے باعث ادا نہ ہوا۔ پس اگر معصیت میں قرض لیا ہو تو اس کو کچھ نہ دینا چاہئے جب تک توبہ نہ کر لے اگر

تو فکر کے ذمہ قرض ہو تو اس کا قرض لوا کرنا چاہئے ہاں اگر اس نے کسی بہتری مثلاً فتنہ ختم کرنے کے لئے قرض لیا ہو تو ایسے قرض کا ادا کرنا کوئی مضائقہ نہیں۔ (قسم 7) عادی جس کا وظیفہ محافظ خانہ کے دفتر میں کچھ نہ ہو تو انہیں کو زکوٰۃ میں سے ایک حصہ دینا چاہئے اگرچہ وہ ملدار ہو اس ارلوی سے کہ جملہ پر ان کی مدد ہو۔ (قسم 8) مسافر یعنی جو شخص اپنے شہر سے باہر سفر باہر نکلے زکوٰۃ دینے والے کے شہر میں اس کا گزر ہو جائے اور اس کا سفر معصیت کے لئے نہ ہو تو ایسا مسافر اگر مفلس ہو تو اسے دینا چاہئے اگر اپنے گھر پر مل رکھتا ہے تو اس قدر معرکہ وہ اپنے مل تک پہنچ جائے اب رہی یہ بات کہ صفت ہشت گانہ معلوم کس طرح ہوں تو فقیر اور مسکین ہونا تو لینے والے کے قول سے معلوم ہوتا ہے اس سے اس کے گواہ لئے جائیں نہ قسم لی جائے بلکہ اس کا صرف کہہ دینا کافی ہے کہ میں فقیر ہوں بشرطیکہ جھوٹ ہونے کا یقین نہ ہو اور جملہ اور سفر آئندہ کی بات ہے پس جو کوئی کہے کہ میرا ارادہ جملہ کا ہے اسے اس کے کہنے کے مطابق دے دیا جائے اگر وہ اپنے قول کو پورا کرے تو اس کو جس قدر دیا ہو واپس لے لیا جائے باقی جو چار قسمیں رہیں ان میں سے گواہ ہوں کا ہونا ضروری ہے غرضیکہ استحقاق کی شرطیں اور اسباب یہ تھے جو اوپر مذکور ہوئے اور یہ کہ ان اقسام میں ہر ایک کو کس قدر دینا چاہئے اس کا بیان عنقریب آتا ہے۔

آداب مستحقین: اس کے یہ آداب پانچ۔ (1) جو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے جو مجھے مل دلوانا ہے واجب کیا ہے تو اس لئے کہ مجھے فکر کا ہے مجھے تو صرف اسی کی فکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے اپنی فکر کو عبادت فرمایا ہے یعنی انہیں صرف اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کی فکر رہے باقی کوئی فکر دامن گیر نہ ہو چنانچہ اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ ولا خلقت للجن والانس الا ليعبدون ترجمہ۔ اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی کو اپنی بندگی کو لیکن تقاضائے حکمت انہی یہ ہوا کہ بندہ پر شہوات اور حاجات مسلط کی جائیں تاکہ وہ اس کی فکر کو پر آئندہ کریں مقتضائے کرم یوں ٹھہرا کہ بندہ پر نعمت پہنچائی جائے کہ اس کی حاجات کو کافی ہو اسی لئے مل بہت سے پیدا فرما کر اپنے بندوں کے ہاتھ میں ڈال دیئے تاکہ ان کی حاجات کے دفع کرنے کے اسباب اور وسائل ہوں اور طاعت کے لئے فرصت کا ذریعہ ٹھہرے بعض لوگوں کو بہت سامان دیا تاکہ ان کے حق میں امتحان اور فتنہ ہو وہ لوگ گرداب خطرہ میں پڑیں اور بعض کو اپنی محبت سے سرفراز فرمایا تو انہیں دنیا سے ایسا بچلایا جیسے کوئی غمگسار مشفق بیمار کو پرہیز کراتا ہے یعنی ان سے دنیا کے زوائد کو علیحدہ رکھا اور مقدار حاجت کو ملاداروں کے ہاتھ سے ان تک پہنچا دیا تاکہ کمانے کی فکر اور جوڑنے کی محنت اور حفاظت کا تردد ملداروں کے ذمہ رہے اور اس کا فائدہ اور فہراء کو پہنچے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی کے ہو رہیں اور موت کے بعد کے لئے تیاری کریں۔ دنیا کے زوائد ان کے اس مطلب کے مزاحم نہ ہوں اور نہ فائدہ اس تیاری سے روکے اور یہ نہایت درجہ کی نعمت ہے اور فقیر کو لائق ہے کہ فقیری کی قدر و نعمت پہچانے اور دل میں خوب ٹھانے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سب سے زیادہ ہے جو دنیا مجھ سے علیحدہ رکھی ہے۔ سبھی پر اس کی تحقیق اور تفصیل باب الفقر میں عنقریب مذکور ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ کہ فقیر جو کچھ لے اسے اپنے رزق اور طاعت پر مدد کے لئے لے اور اس میں یہ نیت کر لے کہ اس

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طاعت پر قوی ہو جائے گا اگر یہ بات ہو سکے تو اس مل کو ایسے مصارف میں خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے مباح فرمائے ہیں اگر اس سے خدا تعالیٰ کے غضب پر مدد لے گا تو اس کی نعمتوں کا شکر اور اس کی ناراضگی کا مستحق ہوگا۔ (2) دینے والے کا شکر گزار ہو اور اس کے حق میں دعائے خیر کر لے اور یہ شکر اور دعا اس طرح ہوں کہ اس کو وسیلہ ہونے سے خارج نہ کر دیں بلکہ یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پہنچنے کا وسیلہ وہ شخص ہو گیا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے اس لئے اس کا وسیلہ ہونا بے شک ہے اور اس طرح خیال کرنا اس کے متنافی نہیں کہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصور کرے حدیث شریف میں ہے۔ من لم يشكر الناس لم يشكر الله اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اعمال پر ان کی تعریف بہت جگہ فرمائی ہے حالانکہ اعمال پیدا کرنے والا اور ان کی قدرت کا ایجاد کرنے والا ہی ہے۔ مثلاً فرمایا۔ نِعْمَ الْعَبْدَانِ اَوَّابٌ اَيُّوبُ عَلَيْهِ السَّلَام اِجْمَا بَعْدَهُ ہمارے طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں اور لینے والا دعا میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کیساتھ تیرے دل کو پاک کرے اور نیک لوگوں کے عمل کے ساتھ تیرے عمل کو صاف کرے اور شہیدوں کی روح کے ساتھ تیری روح پر رحمت بھیجے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی تمہارے ساتھ کچھ سلوک کرے تو تم اس کا تدارک کرو اگر تم سے نہ ہو سکے تو اس کے لئے دعا مانگو۔ یہاں تک کہ تم کو یقین ہو جائے کہ بدلہ ہو گیا اور صحیح شکر یہ ہے کہ اگر عطا میں عیب ہو تو اسے کو چھپاؤ۔ اور اس کی تحقیر اور مذمت نہ کرے اور دینے والے کو نہ دینے کی ننگ نہ دلائے جس صورت میں کہ وہ نہ دے اور اگر وہ دے تو اس کے فعل کو اپنے نزدیک اور لوگوں کے سامنے بڑا جانے کیونکہ دینے والے کا لب اپنی عطا کو چھوٹا جانتا ہے اور لینے والے کا لب یہ ہے کہ جو کوئی دے اس کا ممنوع ہو اور اس کی عطا کو بڑا جانے اور ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے حق پر قائم رہے اور اس امر میں کوئی مخالفت نہیں اس لئے کہ جھوٹا جاننے اور بڑا جاننے کے اسباب جدا جدا ہیں دینے والے کے حق میں جھوٹا جاننے کے اسباب کا لحاظ مفید اور اس کے خلاف کرنا معزز ہے اور لینے والے کا حل اس کے برعکس ہے اور یہ تمام باتیں اس کے مخالف نہیں کہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانیں۔ ہاں جو کوئی درمیانی شخص کو واسطہ نہ جانے وہ جلتل ہے اور جو واسطہ کو اصل سمجھتا ہے وہ بھی برا ہے۔ (3) جو مل لینا چاہے اس کو اسے پہلے دیکھ لینا چاہئے اگر وہ ناجائز اور حرام سے ہو تو اس سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ اور کہیں سے عطا فرمائے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ اللَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یہ بھی نہیں کہ جو حرام سے احتراز کرے تو اسے حلال مل نہ ملے گا غرضیکہ ظالموں اور غلط حاکموں اور سرکاری عملہ کا مل اور ان لوگوں کا جن کی اکثر کمالی حرام ہے نہ ملے لیکن اگر اس پر وقت ننگ ہو اور جو مل اس کو دیا جاتا ہو اس کا کوئی مالک معین معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے اپنی ضرورت کے موافق لینا جائز ہے کہ شرع کا فتویٰ اس جیسی صورت میں یہی ہے کہ اسے خیرات کر دے جیسا کہ باب حلال و حرام میں آوے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ حلال سے عاجز ہو اور اگر ایسا مل لے گا تو زکوٰۃ لینے والا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ پیشہ تو حرام ہے جس نے زکوٰۃ میں دیا اس کی طرف سے زکوٰۃ میں

ہوا۔ (4) شک کی جگہوں سے احراز کرے جو کچھ لے اگر اس میں شبہ پڑ جائے تو اس سے بچے اس میں ہی نہیں جس قدر مباح ہو اسی قدر اور جب تک یہ معلوم نہ کر لے کہ مجھ میں استحقاق کی شرط موجود ہے تب تک نہ لے مثلاً اگر مکاتب ہونے یا قرض دار ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لیتا ہو تو قرض کی مقدار سے زائد لے اور اگر ہونے کی وجہ سے لیتا ہو تو اجرت مثل سے زیادہ نہ لے اگر زیادہ دیا جائے تو اس سے انکار کر دے کیونکہ یہ مال کچھ دینے والے کا نہیں تاکہ وہ سلوک میں داخل ہو اور اگر مسافر ہو تو توشہ اور منزل مقصود تک سوار کے کرایہ کی مقدار سے زیادہ نہ لے اگر غازی ہو تو بجز جہاد کی چیزوں کے جو خاص ان میں کلام آئیں۔ مثلاً گھوڑے اور ہتھیار اور خرچ کے اور کچھ نہ لے اور ان اشیاء کا اندازہ اس کے اجتہاد سے متعلق ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ یہی حال مسافر کے توشہ کا ہے۔ اس صورت میں شبہ کی چیز چھوڑے اور یقینی بات اختیار کرے اور اگر مسکین ہونے کی وجہ سے لیتا ہو تو اول اپنے لوازم خانہ داری اور کپڑوں اور کتابوں میں تامل کرے کہ ان میں کون سی چیز کی خود کو ضرورت نہیں اور کسے چیز کے نفیس ہونے کی ضرورت نہیں اس کو بچ کر ہو سکتا ہو کہ کارروائی کے موافق دوسری چیز آجائے اور کچھ دام بچ رہیں اور یہ بات بھی فقیر کے اجتہاد سے متعلق ہے۔ اس میں ایک طرف ظاہر ہوتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مستحق ہے اور ایک دوسری طرف اس کے مقابل ہوتی ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مستحق نہیں اور ان دونوں کے درمیان بہت سے درجے متوسط ہیں جن میں شبہ پڑتا ہے اور کابل کی کوٹھڑی کا ساحل ہے جس سے کہ غالباً دھبا لگنے سے بچے اور اس میں اعتماد لینے والے کے قول پر ظاہر اور تنگی برتنے اور فراخی برتنے میں محتج کے بہت سے مقام ہیں کہ ان کے شمار نہیں ہو سکتے پرہیزگار آدمی اپنی حاجتوں کا اندازہ تنگی کے ساتھ کیا کرتا ہے اور سہل نگار کا میل وسعت اور فراخی کی طرف ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس کو بہت سی باتوں کی ضرورت سمجھا کرتا ہے حالانکہ یہ امر شریعت میں برا ہے بہر حال جب حاجت ثابت ہو جائے تو چاہئے کہ بہت سامان نہ لے بلکہ اس قدر لے کر لینے کے وقت سے ایک سال تک کافی ہو یہ مدت بڑی سے بڑی ہے اس لئے کہ سال کے مقرر ہونے سے آمدنی کے اسباب مقرر ہوتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عیال کے لئے ایک سال کی غذا جمع فرمائی۔

فائدہ : بہتر ہے کہ فقیر مسکین کے لئے بھی یہی حد مقرر ہو اگر ایک مہینہ یا ایک دن کی ضرورت پر کفایت کرے تو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور جو مقدار چاہئے۔ زکوٰۃ و صدقہ میں سے فقراء کو کتنا قدر لینا چاہئے اس میں علماء کے مذاہب مختصر ہیں (1) بعض میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن رات کی غذا پر کفایت کرنے کو واجب کیا ہے اور دلیل اس روایت سے لیتے ہیں جو سہل ابن حنفیہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غذا کے ہوتے ہوئے سوال کرنے سے منع فرمایا پھر غنا کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ صبح شام کا کھانا پاس ہو۔ (2) بعض نے یہ کہا کہ تو نگیری کی حد تک ہو اور تو نگیری کی حد زکوٰۃ کی نصاب تک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف تو نگیروں پر واجب فرمائی ہے تو اس سے انہوں نے یہ استدلال کیا اور اپنے کنبے میں

سے ہر شخص کے لئے اسے زکوٰۃ کی نصاب تک لینا درست ہے۔ (3) بعض نے تو نگری کی حد پچاس درم فرمائی ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من سال دله مال یغنیہ جاء یوم القیمتہ وفی جہ قبیل وما غناہ قال خمسون درہما او قیمنتھا من الذہب۔

فائدہ : اس حدیث کا راوی ضعیف ہے۔ (4) بعض لوگوں نے تو نگری کی حد چالیس درم فرمائی ہے اس لئے کہ عطا بن یسار سے منقطع روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من سال داہ اوقیۃ فقد الحف فی السوال (5) بعض علماء نے وسعت میں مبالغہ کر کے فرمایا ہے کہ فقیر کو اتنا لینا درست ہے کہ اس سے ایک حصہ زمین کا خرید سکے کہ جس سے تمام عمر بے فکر ہو جائے یا اس سے کوئی مل تجارت خریدے کہ ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ بے فکری اور غنا اس کا نام ہے کہ تمام عمر کو کافی ہو۔ (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب دو تو غنی کر دو۔ یہاں تک کہ بعض کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جائے اس کا اتنا لینا درست ہے کہ پھر اس کا حال بدستور سابق ہو جائے دس ہزار درم سے ہوتا ہو ہاں جس صورت میں فقیر حد اعتدال سے خوارج ہو اس وقت درست نہیں۔

حکایت : حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بلغ میں نماز پڑھتے تھے اور اس کی طرف خیال بدلنے سے نماز میں حرج ہوا تو فرمایا کہ میں نے اس بلغ کو صدقہ کر دیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں صدقہ کرو کہ تمہارے حق میں اچھا ہے آپ نے وہ بلغ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا تو ایک بلغ دو شخصوں کو غنی کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اعرابی کو ایک اونٹنی مع اس کے مل و اسباب کے عطا فرمائی تھی۔

فائدہ : ان روایتوں سے فقیر کو زیادہ لینا ثابت ہوتا ہے۔ غرضیکہ دونوں طرف دلائل ہیں۔

فیصلہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ : ہمارے نزدیک تقویٰ یہ ہے کہ کسی کے لئے مقدار ایک رات دن کی غذا اوقیہ کا ہونا ان اسباب میں ہے کہ اتنا ہوتے ہوئے سوال کرتا ہوا دروازوں پر نہ پھرے اور گداگری بری چیز ہے اس کا حکم اور ہے اسے اس بحث سے کوئی سرور کار نہیں بلکہ جو احتمال نکالتے ہیں کہ اتنا لینا درست ہے کہ اس سے زمین خریدے تاکہ عمر بھر غنی ہو جائے اس قلت کی بہ نسبت تو یہی اچھا ہے لیکن یہ بھی زیادتی ہے جا کی طرف مائل ہے اعتدال سے قریب تر یہ ہے کہ اسے ایک سل کے لئے کافی ہو اس سے زیادہ میں خطرہ سے خالی نہیں اور کمی کی صورت میں تنگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان امور میں کوئی اندازہ نہیں اسی لئے ان کے متعلق توقف کیا گیا ہے۔ مجتہد کو حق پہنچتا ہے کہ جیسے مناسب دیکھے دیے حکم کر پھر رہیز گار سے کہہ دیا جائے کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے کرچہ لوگ تجھے کو کچھ فتویٰ دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ارشاد فرمایا کیونکہ گناہ دلوں پر غالب ہو جاتا

ہے اگر لینے والا اپنے دل میں مل کی طرف سے غش پائے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور فحش کے بہانے سے اس کی اجازت نہ سمجھے کیونکہ علماء ظاہر کے فتویٰ ضرورتوں کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اور ان تحمین اور شبہوں میں داخل ہونا بہت زیادہ ہے اور دین کے عاشق اور طریق آخرت کے سالکین کو شہمت سے احتراز کرنے کی علت ہوتی ہے۔ (5) صاحب مل سے پوچھے کہ تم پر زکوٰۃ آٹھویں حصہ سے زائد ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے اس لئے کہ یہ اور اسکے دو اور شریک مل کر صرف آٹھویں حصہ کے مستحق ہیں۔ پس آٹھویں حصہ میں دو اپنی قسم کے فقراء کا حصہ کم کر لے ورنہ بالکل نہ لے اور یہ اس کا معلوم کرنا اکثر لوگوں پر واجب ہے کیونکہ خلق اللہ اس تقسیم کی رعایت نہیں کرتی جہالت کی وجہ سے یا سہولت کی بنا پر البتہ جس صورت میں مگن غالب حرمت کے احتمال کا نہ ہو تو اس وقت ان جیسی باتوں کا معلوم نہ کرنا جائز ہے اور سوال نہ کرنے کے مواقع اور احتمال کے درجات باب الحلال و الحرام میں مذکور ہوں۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فصل نقلی صدقہ (4) : احادیث (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو اگرچہ ایک کجور ہی ہو اس لئے کہ وہ کسی قدر بھوکے کی تکلیف برد کرتا ہے اور گناہ کو اسے بھاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ (1) فرمایا انقوالنار ولو بشق تمرۃ فان لم نجد وافی کلمۃ طیبۃ اور فرمایا جو بندہ مسلمان کہ اپنی پاک کلمائی سے صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ مل پاک کو قبول کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیکر اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے لونٹ کے بچہ کو پالتا ہے یہاں تک کہ کجور بڑھ کر جبل احد کے برابر ہوتی ہے۔ (3) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ جب تم شوربا پکاو تو اس میں پانی زیادہ کر دو۔ پھر اپنے ہمسایوں کو پہنچاؤ۔ (4) فرمایا کہ جو بندہ صدقہ اچھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے متروکہ مل میں بھی برکت خوب دیتا ہے۔ (5) اور فرمایا کل امرء فی ظل صدق۔ حتی یقضی بین الناس (5) فرمایا الصدق تسد سبعین بابا (6) الصدق نطفی غضب الرب (7) فرمایا جو شخص وسعت کی وجہ سے صدقہ دیتا ہے وہ ثواب میں اس سے افضل نہیں جو حاجت کے سبب سے قبول کرتا ہے۔

فائدہ : اس کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص مل لینے اپنی حاجت اس لئے دفع کرے کہ دین کے لئے فراغت مل جائے تو وہ شخص دینے والے کے برابر ہو گا جو اپنی عطا سے اپنے دین کی آبلوی کی نیت کرتا ہے۔ (8) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا صدقہ افضل ہے آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت میں افضل ہے جبکہ تندرست اور مل کا روکنے والا ہو اور جینے کی بہت توقع رکھتا ہو اور فتنہ سے ڈرتا ہو۔ صدقہ دینے میں تاخیر نہ کرے یہاں تک کہ جان جب حلقوم میں آپہنچے تو کہنے لگے کہ لیتا فلاں کو اور اتنا فلاں کو دیتا فلاں کہ مل اور کسی کا ہو چکا ہو یعنی وارث کا۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صدقہ کو ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو اپنے نفس پر خرچ کر اس نے عرض کیا میرے پاس

ایک اور ہے فرمایا اسکو اپنی بیوی پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کو اپنے غلام پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کو اپنے غلام پر خرچ کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور ہے فرمایا کہ اس کی حفاظت تجھے زیادہ ہے یعنی جہاں اچھا موقع دیکھو وہاں خرچ کرو۔ (10) فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے صدقہ حلال نہیں کہ وہ لوگوں کا میل ہے۔ (12) فرمایا کہ سائل کی ضرورت پوری کرو اگرچہ اتنے کھانے سے جتنا پرندے کا سر ہو۔ (13) فرمایا کہ اگر سائل سچ کتا ہے تو جو کوئی اسے محروم پھیرے گا اس کو قتل نہ ہوگی۔ (14) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سائل کو اپنے گھر سے محروم پھیرتا ہے فرشتے اس گھر پر سات دن سیلا نہیں ڈالتے۔ (15) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو کام کسی کو سپرد نہ فرماتے تھے بلکہ خود کرتے تھے۔ (1) رات کو وضو کا پانی خود بھر کر رکھتے اور اس کو ڈھانپ دیتے۔ (2) مسکین کو اپنے دست مبارک سے عنایت فرماتے۔ فرمایا مسکین وہ نہیں ہے کہ اس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں اور ایک لقمہ یا دو لقمے کھاتے پھرں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اگر تم چاہو تو پڑھو۔ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْعَافِيَةَ نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر۔ ○ فرمایا کہ جو کسی دوسرے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کپڑے کا مسکین کے بدن پر پیوست رہتا ہے۔

اقوال سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہ : عروہ بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پچاس ہزار خیرات کئے حالانکہ ان کا کردہ مبارک پیوند داری رہا۔ (2) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت میں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الذہر ۸) کی تفسیر فرمائی ہے۔ کہ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ اٹنی مل اور تو نگری ایسے لوگوں کو دے جو ہم میں بہتر ہوں شاید وہ لوگ اس کو ہم میں حاجت مندوں کو پہنچادیں۔ (4) عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازی آدمی کو آدھے راستے پر لے جاتی ہے اور روزہ بادشاہ کے دروازے تک پہنچاتا ہے اور صدقہ بادشاہ کے سامنے جا کھڑا کرتا ہے۔ (5) ابن ابی الجعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ صدقہ آدمی سے ستر خرابیاں دور کرتا ہے اور صدقہ پوشیدہ دینا ظاہر کی بہ نسبت ستر گنا زیادہ ہوتا ہے اور صدقہ ستر شیطانوں کی جڑ چیر دیتا ہے۔ (6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ستر سل اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر اس سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوئے اور اس کا عمل باطل کر دیا گیا۔ پھر اس کا گزر ایک مسکین پر ہوا اسے ایک روٹی صدقہ دی اللہ تعالیٰ نے اس کی خطا معاف فرمائی اور ستر سل کے اعمال بھی بحال کر دیئے۔ (7) حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ جب تو کوئی خطا کرے تو صدقہ دینا (8) یحییٰ ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی دانہ وزن دنیا کے پھاڑوں کے برابر ہو جائے بجز صدقہ کے دانہ کے یہ اتنا بھرا ہو جاتا ہے۔ (9) عبدالعزیز بن ابی رواہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں سابق زمانہ میں جنت کے خزانوں میں سے کہا کرتے تھے۔ (1) مرض چھپانا (2) صدقہ چھپانا (3) مصیبتیں چھپانا۔ یہ روایت مسند میں بھی آئی ہے۔

فائدہ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل نے ایک دوسرے پر فخر کیا تو صدقہ نے کہا کہ میں تم سب سے افضل ہوں۔

حکایت : عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شکر خیرات میں دیا کرتے اور کہتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں شکر سے محبت رکھتا ہوں۔ نعمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی عیب ہو اور عبید اللہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام دنوں بھوکے اور پیاسے اور ننگے انھیں گے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلایا ہو اللہ تعالیٰ اس کا شکم سیر کرے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے پانی پلایا ہو گا اسے سیراب کرے گا اور جس نے اس کے لئے کپڑا پہنایا ہو گا اس کو کپڑا پہنائے گا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو تو نگر کر دیتا کہ کوئی بھی فقیر نہ ہوتا مگر اس نے اسے بعض کا امتحان بعض سے لیا ہے۔ شعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جتنی حاجت فقیر کو مالدار کے صدقہ کی ہے اگر مالدار اپنے آپ کو صدقہ کے ثواب کا زیادہ حاجت مند نہ جانے تو اس کا صدقہ بے کار ہے اور یہ صدقہ اس کے منہ پر مارا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو پانی صدقہ کیا جاتا ہے اور مسجد میں پانی پلایا جاتا ہے اگر اس میں سے تو نگر پی لے تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ جس نے اسے سبیل کیا ہے تو پیاسوں کے لئے کیا ہے۔

حکایت : کہ ایک دلال ایک لونڈی ساتھ لئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا آپ نے اس سے فرمایا کہ تو اس کے دام میں ایک یا دو درم پھر بھی راضی ہے ارے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو حوروں کے بارے ایک پیسے اور لقمہ پر راضی ہے۔

ظاہر اور پوشیدہ صدقہ : اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے بہتر کون سا صدقہ ہے بعض کا میلان اس طرف ہے کہ پوشیدہ لینا افضل ہے اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ ظاہر لینا افضل ہے ان دونوں میں جو فائدہ اور آئیں پائی جاتی ہیں ہم پہلے ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں پھر امر حق کی تشریح کریں گے۔

جاننا چاہئے کہ پوشیدہ لینے میں پانچ فائدے ہیں۔ (1) لینے والے کا پردہ پوشی کہ ظاہر میں لینا پردہ مروت چاک کرنا اور حاجت کا ظاہر ہونا اور سوال کرنے کی ہیبت سے خارج ہونا ہے۔ سوال کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہے کہ اس سے بے خبروں کی نظر میں آدمی غنی معلوم ہوتا ہے۔ (2) لوگوں کی دلازار باتوں سے حفاظت رہے گی اس لئے کہ ظاہر میں لینے سے لوگ حسد کرتے ہیں یا لینے سے انکار کرتے ہیں۔ اس خیال سے کہ اس نے باوجود دولت مندی کے لے لیا یا زیادہ لینے کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حسد اور بدگمانی اور غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ عوام کو ان گناہوں سے محفوظ رکھنا بہتر ہے۔ ابو ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نئے کپڑے پہننا اس لئے ترک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے ہمسایوں میں سے حسد پیدا نہ ہو ایک زہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ میں اکثر چیز کا استعمال

اپنے بھائیوں کی خاطر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ یہ نہ کہیں کہ اس کے پاس یہ کہاں سے آگئی۔ ابراہیم تنہی سے مروی ہے کہ ان کو لوگوں نے نیا قمیص پہنے دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے پاس کہاں سے آیا۔ فرمایا کہ میرے بھائی خیشم نے پہنایا ہے اگر میں یہ جانتا کہ اس کی اطلاع اس کے گھر والوں کو ہے تو ہرگز قبول نہ کرتا۔ (3) دینے والے کو عمل کے خفیہ کرنے پر اعانت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ دینے کے بارے میں خفیہ کو علانیہ پر فضیلت ہے۔ تو لینے والا اگر اسباب میں دینے والے کی اعانت کرے گا تو بہتر ہوگا کہ اچھی بات کی تکمیل پر اعانت بھی اچھی ہے۔ اگر مسکین اپنا حل ظاہر کر دے تو دینے والے کا حل معلوم ہو جائے گا۔

حکایت : کسی نے بعض علماء کو کوئی چیز ظاہر میں دی۔ انہوں نے نہ لی اور دوسرے نے کوئی چیز پوشیدہ دی تو لے لی۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دوسرے شخص نے اپنی خیرات میں ادب اور قاعدہ کو ملحوظ رکھا کہ چھپا کر دیا اسی لئے میں نے قبول کر لیا۔ پہلے شخص نے اپنے عمل میں بے ادبی کی اسی لئے میں نے عطائے تو بلقائے تو مناسب جانا رو کر دیا۔

حکایت : کسی نے ایک درویش (صوفی) کو کوئی چیز مجمع میں دی تو اس نے پھیر دی۔ اس نے کہا کہ جو چیز تم کو اللہ تعالیٰ نے دی اس کو کیوں پھیرتے ہو۔ درویش نے کہا کہ جو چیز خاص اللہ تعالیٰ کے لئے تھی تو نے دوسرے کو شریک کر دیا اور صرف اللہ تعالیٰ کی نگاہ پر اکتفا نہ کیا تو تیرا شریک میں نے تجھی کو واپس کر دیا۔

حکایت : کسی عارف نے ایک چیز پوشیدہ قبول کر لی جسے ظاہر میں واپس کر دی تھی۔ دینے والے نے وجہ پوچھی فرمایا کہ ظاہر میں دینے کی وجہ سے تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔ اس لئے میں نے نافرمانی پر تیری مدد نہ کی اب جو تو نے اس کی اطاعت پوشیدہ دینے کی وجہ سے کی تو اس نیکی پر تیری اعانت کی۔

فائدہ : سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میں جانتا کہ کوئی شخص مل دے کر اس کا ذکر نہ کرے یعنی لوگوں سے نہ کہے گا تو اس کی عطا قبول کر لیتا۔ (4) مسکین ذلت اور خواری سے بچتا ہے کہ ظاہر کے لینے میں ذلت ہوتی ہے اور ایماندار کو نہیں چاہئے کہ خود کو بے عزت اور ذلیل کر لے۔

فائدہ : بعض علماء کو اگر کوئی خفیہ دیتا تو لیتے اور ظاہر میں نہ لیتے اور کہتے کہ ظاہر لینے میں علم کی ذلت اور علماء کی بے عزتی ہے تو میں ایسا نہیں کہ دنیوی مل کو تو لونچا کروں اور انکے عوض علم اور علماء کو پست کروں۔ (5) شرکت کے شبہ سے احتراز کرنا اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس کوئی ہدیہ آئے اور اس کے یہاں کچھ لوگ ہوں تو وہ سب اس ہدیہ میں شریک ہوں۔

فائدہ : سونا چاندی ہدیہ سے خارج نہیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ افضل ہدیہ جو کوئی اپنے بھائی کو بھیجے چاندی ہے یا کھانا کھانا۔

فائدہ : حدیث میں چاندی کو بھی ہدیہ فرمایا۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ مجمع میں ایک شخص خاص کو اس کی رضامندی کے بغیر کچھ دینا مکروہ ہے اور رضامندی کا حل مشتبہ رہتا ہے اس لئے تنہا میں دے دینا اس شے سے محفوظ رکھتا ہے۔

فائدہ : صدقہ ظاہر کر کے دینے اور ایک دوسرے کو بیان کرنے میں چار فائدے ہیں۔ (۱) اخلاص اور صدق اور اپنے حل کو عوام کے دھوکے دینے سے بچانا اور دیا سے محفوظ رہنا جیسے واقع میں ہے ویسے ظاہر کر دیا ایسا نہیں کہ حقیقت میں کچھ ہے لیکن نام نمود کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتا۔ (۲) جاہ منزلت دور اور بندگی اور مسکینی ظاہر ہوتی ہے اور تکبر اور بے حاجت ہونے کے دعوے سے ہزاری پائی جاتی ہے اور لوگوں کی نظروں سے نفس گر جاتا ہے۔

فائدہ : بعض عرفاء نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ لینے کو ہر حل میں ظاہر کر دے کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو لوگ تیرے ساتھ دو قسم ہو جائیں گے۔ (ایک) وہ ہوں گے جن کے دل سے تو گر جائے گا اور ہمارا مقصود یہی ہے اس لئے کہ یہ دین کی سلامتی کے لئے نفع تر ہے اور اس سے نفس کی آئیں بھی کم ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ ہوں گے جن کے دلوں میں تیری گنجائش ہوگی۔ اس اعتبار سے کہ تو نے اپنا حل صاف ظاہر کر دیا اور یہ وہی ہے جسے تمہارا بھائی چاہتا ہے کیونکہ اس کا مقصود ثواب کا زیادہ ملنا ہے تو جس صورت میں وہ تجھ سے محبت زیادہ اور تعظیم بہت کرے گا تو اسے ثواب قطعاً زیادہ ہوگا اور یہ ثواب تجھے بھی ہوگا کہ اس کے ثواب زیادہ دینے کا سبب تو ہی ہوا ہے۔

فائدہ : توحید کا شرک سے بچنا۔ اس لئے کہ عارف کی نظر بجز اللہ رب العزت کے دوسری طرف نہیں ہوتی پوشیدہ اور ظاہر اس کے لئے یکساں ہے تو اس حل کا مختلف ہونا توحید میں شرک ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جو صدقہ پوشیدہ کو لے لیتا ہے لیکن ظاہر کو ہٹا دیتا ہے اس کا ہم اعتبار نہیں کرتے کیونکہ خلق خدا کی طرف التفات کرنا (وہ موجود ہوں یا غائب) نقصان ہے بلکہ چاہئے کہ نظر واحد اللہ یکتا پر ہو۔

حکایت : ایک بزرگ اپنے مریدوں میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مریدوں کو یہ بات شاق محسوس ہوئی۔ اس بزرگ نے چاہا کہ ان لوگوں پر اس مرید کی فضیلت ظاہر کرے اسی لئے ہر ایک مرید کو ایک ایک مرغی دی اور کہا ہر ایک اپنی مرغی ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی نہ دیکھے تمام مرید چلے گئے اور اپنی اپنی مرغی ذبح کر لائے مگر وہ مرید مرغی زندہ لایا تمام مریدوں سے بزرگ نے پوچھا تو کہا کہ ہمیں جیسا حکم تھا اس کی تعمیل کر دی اس مرید سے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیوں کی طرح مرغی ذبح کیوں نہ کی اس نے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہ ملی جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود تھا اس بزرگ نے مریدوں سے کہا کہ اسی وجہ سے میں اس کی طرف زیادہ مائل ہوں کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی طرف دھیان نہیں کرتا۔

فائدہ (۴) : ظاہر کرنے میں سنت شکر ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (پ 30 النبی ۱۱) اور

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنز الایمان) نعمت چھپانا شکری میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ان کی مذمت کرتا ہے اور انہیں بخیل فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہیں۔ فرمایا الَّذِينَ يَخْلُونَ وَيَا مُرُوفًا النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (پ 5 النساء 37) جو آپ بخل کریں اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں۔ (کنز الایمان)

اسیہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔ (ابن القرفان) حضرت امام جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کی تمام آیات میں یہی کہا کہ چھپانے سے مراد حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعمت ہے کہ آپ کے کمالات و معجزات بیان نہ کرنا یا اس سے بخل کرنا یہودیوں کا شیوا ہے۔ آج کے دور میں بھی یہودیت کے طریقے عام ہیں کہ سوائے اہلسنت کے کہ نعمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت بلکہ بعض بد بخت تو اسے بدعت کے فتویٰ سے داغتے ہیں لیکن اہلسنت کے نعمت خوانوں اور نعمت شنواؤں نے بھی بہت سے غیر شرعی امور کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ داڑھی منڈے اور پرلے درجے کے لالچی اور شرع مطہرہ سے کوسوں دور نعمت خوانی کرتے ہیں اور سننے والے بھی فونو کشی اور دیگر بے جا اسراف کا ارتکاف کرتے ہیں اللہ ہدایت دے۔ اس کی تفصیل حقیر کی تصنیف نعمت خوانی کا ثبوت اور اس کے آداب میں ہے۔ لوسی غفرلہ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتا ہے تو یہ بھی پسند کرتا ہے کہ وہ نعمت اس پر دیکھی جائے۔

حکایت : کسی نے کسی عارف کو کچھ چھپا کر دیا۔ عارف نے اپنا ہاتھ لونچا کر دیا اور کہا کہ یہ دنیا کی چیز ہے اس میں ظاہر کر دینا افضل ہے پوشیدہ کرنا آخرت کے امور میں افضل ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض اکابر نے فرمایا کہ جب تم میں کچھ مجمع میں دیا جائے تو لے لو پھر اس کو تنہائی میں واپس کر دو۔

حدیث (1) : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من لم يشكر الناس لم يشكر الله عز وجل۔ ترجمہ۔ جس نے لوگوں کا شکر نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر نہ کیا۔

حدیث : شکرانہ بدلے کا قائم مقام ہوتا ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی تمہارے ساتھ سلوک کرے تو اس کا بدلہ دو اگر تم سے بدلہ نہ ہو سکے تو اس کی تعریف کرو اور اس کے لئے دعائے خیر کرو تاکہ یقین ہو جائے کہ بدلہ ادا کر چکے۔

حکایت : جب مہاجرین نے شکر کے بارے میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے ان لوگوں سے بہتر اور لوگ نہیں دیکھے کہ ہم ان کے پاس اترے تو انہوں نے اپنا مل ہمیں بانٹ دیا یہاں تک خوف ہوا کہ کہیں تمام ثواب ہی نہ لے جائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں تم نے جو ان کا شکریہ کیا اور تعریف

کی تو اس سے ان کا بدلہ ہو گیا۔

فائدہ : ان تمام فوائد کو تو تم معلوم کر چکے۔ اب یہ جانتا ہے کہ لوگوں کا ایک اختلاف منقول ہے تو ان کا مسئلہ میں اختلاف نہیں بلکہ نتیجہ میں اختلاف ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : تحقیق یہ ہے کہ ہم یہ حکم یقینی طور نہیں کرتے کہ پوشیدہ لینا ہر حل میں افضل ہے یا ظاہر میں لینا بہتر ہے بلکہ یہ نیت کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے اور نیت احوال اور اشخاص کے اختلاف سے جدا جدا ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اخلاص والے کو چاہئے کہ اپنے نفس کا نگران رہے تاکہ مغالطہ میں نہ پڑے نہ طبیعت کا دھوکہ اور فریب کھائے نہ شیطان کے دام فریب میں آئے اور مکرو فریب صدقہ پوشیدہ لینے کی وجوہات میں بہ نسبت ظاہر لینے کے زیادہ ہے بلکہ جوید کہ اسے دونوں میں دخل ہے۔ صدقہ خفیہ لینے میں تو فریب کو دخل اس لئے ہے کہ طبیعت خفیہ لینے پر راغب ہے اس لئے کہ اس صورت میں جاہ و منزلت محفوظ رہتی ہے لوگوں کی نگاہوں سے قدر و منزلت نہیں گرتی کوئی مسکین کو چشم حقارت اور دینے والے کو محسن اور منعم اس وجہ سے نہیں دیکھتا یہ مرض طبیعت میں چھپا رہتا اور نفس میں پوشیدہ ہوتا ہے اور شیطان اس کے ذریعہ سے فوائد کا اظہار کرتا ہے۔ یہاں تک جو پانچ فوائد ہم نے لکھے ہیں ان سب کی حلت (خفیہ لینے سے) بیان کر دیتا ہے اور ان سب کی کوئی صرف ایک بات ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو اپنے صدقہ لینے کا حل کھل جانے سے اتنا ہی رنج ہو جتنا کہ کوئی اس کا ہم جنس اگر خفیہ لے اور اس کا حل سنبھل جائے اس سے رنج ہو غرضیکہ آزادی ہو جانے کا رنج اپنے اور غیر کے حل میں یکساں ہو۔ اس لئے کہ اگر خفیہ لینے سے اس کا مقصود تھا کہ لوگ غیبت اور حسد میں مبتلا نہ ہوں اور بدگمانی نہ کریں یا پردہ داری سے بچنا دینے والے کو خفیہ دینے کی رغبت دلانا یا علم کو ذلت سے بچانا منظور تھا تو یہ ساری باتیں دوسرے بھائی کے صدقہ لینے کے حل کھلنے سے بھی ہوں گی اس صورت میں اگر اپنا حل ظاہر ہوتا تو ناگوار زیادہ ہوتا اور دوسرے اپنے بھائی کا حل کھلنا اتنا گراں نہ ہو تو پھر یہ کہنا کہ میں ان فوائد کی وجہ سے خفیہ لیتا ہوں محض مغالطہ اور شیطان کا مکر ہے کہ علم کی ذلت ممنوع ہے کسی کا بھی ہو یہ نہیں کہ خاص زید یا عمر کے علم کی ذلت تو ناجائز ہے اور بکر کی جائز اسی طرح غیبت اس لئے ممنوع ہے کہ اس میں محفوظ آبرو کے درپے ہونا ہے یہ نہیں کہ زید کی آبرو کا تعرض ہو تو ناجائز ہو اور بکر کی آبرو کا ہو تو جائز ہو جو اسے اچھی طرح لحاظ رکھتا ہے اس سے شیطان مار کھا جاتا ہے ورنہ یہ صورت ہوتی ہے کہ عمل بہت سا کرے اور ثواب تھوڑا نصیب ہو۔

فائدہ صدقہ : ظاہر لینے میں طبیعت کو اس لئے رغبت ہے کہ اس سے دینے والے کے دل کو خوشی ہوتی ہے اور اس کو ایسے افعال پر ابھارتی ہے اور دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بہت ممنون ہوتا ہے اس کی تعظیم اور حل کی جستجو زیادہ چاہئے اور یہ بات دل میں چھپی رہتی ہے اور شیطان دیندار پر اور کسی طرح اس خیانت کے نکالنے پر قادر نہیں ہوتا مگر سنت کی آڑ میں اپنا داؤ چلا کر کہتا ہے کہ شکر ادا کرنا سنت ہے

اور خفیہ رکھنا ریا میں داخل ہے اور وہ وجہ جو ہم نے صدقہ ظاہر کرنے کے متعلق لکھے ہیں ان کو اس پر پیش کرتا ہے تاکہ صدقہ ظاہر کرنے پر اس کو آمادہ کرے اور قصد باطنی اس کا وہی ہوتا ہے کہ دینے والا اپنی تعریف سے تو نقصان اٹھائے گا لیکن دوسروں کو شوق خدمت پیدا ہوگا اس کا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس کا میلان شکر کی طرف اس صورت میں خیال کرے کہ اس شکر کی خبر نہ دینے والے کو پہنچے نہ ان لوگوں کو جنہیں اس کے کچھ دینے کی رغبت ہو اور اس جماعت کے سامنے شکر کا خیال کرے جو ظاہر میں دینے کو برا جانتے ہوں اور خفیہ دینے پر راغب ہوں اور ان کی عادت یہ ہو کہ بجز خفیہ رکھنے والے دیگر کسی کو نہ دیتے ہوں تو اگر یہ حالات اس کے نزدیک برابر ہوں تب تو جان لے کہ صدقہ کے ظاہر کرنے کا سبب شکر کی سنت ادا کرنا اور نعمت ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کا فریب اور مغالہ ہے پھر جب یہ معلوم ہو جائے کہ ظاہر کرنے کا باعث شکر کی سنت ادا کرنا ہے تو چاہئے کہ دینے والے کے حق ادا کرنے سے بھی غافل نہ ہو یعنی سوچ لے کہ شاید وہ ایسے لوگوں سے ہو جو شکر اور نعمت کے ظاہر کرنے کو پسند کرتے ہوں تو چاہئے کہ اس کے صدقہ کو خفیہ رکھے اور شکر نہ کرے کیونکہ اس کا حق اس بات کو چاہتا ہے کہ ظلم پر اس کی اعانت نہ کرے اور اس کا طالب ہونا شکریہ ایک ظلم ہے تو اس پر اعانت نہ چاہئے اور جب اس کا حال یوں معلوم ہو کہ وہ شکر کو پسند نہیں کرتا اور نہ اسے صدقہ سے شکر مقصود ہے تو اس صورت میں اس کا شکر کرے اور اس کا صدقہ ظاہر کرے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ نے ایک شخص کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی گردن مار دی اگر وہ سنے گا تو فلاح نہ پائے گا۔ بلو جو دیکھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض لوگوں کی تعریف ان کے منہ پر کیا کرتے تھے اس لئے کہ آپ کو ان کے یقین پر اعتقاد تھا اور جانتے تھے کہ یہ تعریف ان کو مضر نہ ہوگی بلکہ ان کو خیر کی رغبت زیادہ کرے گی۔ مثلاً ایک شخص کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جنگل والوں کا سردار ہے اور دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو اس کی تعظیم کرو۔ اور ایک شخص کی گفتگو سنی تو اچھی معلوم ہوئی۔ اور فرمایا ان من البیان سحر بعض بیان جلو ہوتا ہے۔ اور فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی کی اچھائی معلوم کرے تو چاہئے کہ اس کو خبر کر دے کہ وہ خیر یعنی بھلائی میں ہے اس سے وہ اور زیادہ رغبت کرے گا اور فرمایا اذا مدح المؤمن ربی الايمان فی قلبه ترجمہ۔ جب مومن کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے۔ سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ثوری فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لے اس کو لوگوں کی تعریف مضر نہیں ہوتی۔

حکایت: یوسف بن اسباط کو حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب تمہیں کچھ مال دوں تو تمہارے لئے مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمت کی تم چاہو شکر کرو یا نہ کرو۔

فائدہ: جو شخص اپنے دل کی تمکبانی کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان باریک باتوں کا لحاظ رکھے کیونکہ اعضاء کے اعمال میں

اگر یہ باریکیاں ملحوظ نہ رہیں تو وہ شیطان کی ہنسی اور مذاق ہوں گی کہ محنت بہت ہو اور نفع کم اس جیسے علم کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ علم کا ایک مسئلہ سیکھنا سہل کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ علم سے عمر بھر کی عبادت زندہ ہوتی ہے اور مسئلہ نہ جاننے سے تمام زندگی کی عبادت ضائع ہو جاتی ہے۔

خلاصہ : صدقہ جمع میں لینا اور خفیہ لوٹا دینا تمام طریقوں میں عمدہ اور محفوظ تر ہے اسے خوشامد سے وضع نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر معرفت کامل ہو اور ظاہر باطن آدمی کے نزدیک برابر ہو تو پھر خفیہ لینے کا بھی مضائقہ نہیں لیکن ایسے شخص کا عقائد سے ہے کہ اس کا ذکر تو ہے لیکن دیکھنے میں نہیں آیا۔ (اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ ہماری مدد کرے اور توفیق عطا فرمائے۔)

صدقہ افضل ہے یا زکوٰۃ : ابراہیم خواص اور حضرت جنید بغدادی اور بعض دیگر بزرگوں کی تو یہ رائے ہے کہ صدقہ لینا زکوٰۃ لینے سے افضل ہے اس لئے کہ زکوٰۃ لینے میں مسکینوں کے لئے مزاحمت اور تنگی کرنا ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اوقات زکوٰۃ لینے کا استحقاق نہیں ہوتا۔ یعنی جیسے کلام مجید میں وصف مذکور ہے وہ وصف خود میں نہیں ہوتی اور صدقہ کے مال میں گنجائش زیادہ ہے۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ زکوٰۃ لینا چاہئے نہ کہ صدقہ کل۔ کیونکہ زکوٰۃ لینے سے لوگوں کو واجب ادا کرنے پر امانت ہوتی ہے اور تمام مسکین زکوٰۃ کا لینا چھوڑ دیں تو سب گناہگار ہوں گے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس میں کسی کا احسان نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حق واجب مالدار کے ذمہ ہے کہ اس سے اس کے محتاج بندوں کو روزی پہنچتی ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا لینا تو حاجت کی وجہ سے ہے اور حاجت ہر شخص کی اس کو قطعاً معلوم ہوا کرتی ہے اور صدقہ کا لین دین کی وجہ سے ہے کیونکہ غالب یہی ہے کہ دینے والا اسی کو دیتا ہے جس میں بہتری کا مفقود ہوتا ہے۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ مساکین کی موافقت ذلت اور مسکنت میں بہت دخل رکھتی ہے اور تکبر سے دور تر ہے اس لئے کہ صدقہ کو تو انسان کبھی ہدیہ کے طور پر بھی لے لیتا ہے تو صدقہ اور ہدیہ میں فرق نہیں رہتا مگر زکوٰۃ کے لینے میں لینے والے کی حاجت اور ذلت پر تصریح ہوتی ہے۔

فیصلہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : حق یہ ہے کہ یہ امر مستحق کے حالات کے مطابق مختلف ہوا کرتا ہے اور جس طرح کی حالت اس پر غالب ہو اور جو نیت ہو اسی طرح کا حکم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی کو صفت استحقاق سے اپنے متعلق موصوف ہونے میں شبہ ہو تو اس کو زکوٰۃ نہیں لینا چاہئے اور جس صورت میں جانے میں قطعاً مستحق ہوں اپنے ذمہ قرض رکھتا ہے جائز جگہ پر خرچ کیا ہو اور کوئی صورت اس کے ادا کی نہیں تو وہ یقیناً مستحق ہے تو ایسے شخص کو اگر صدقہ اور زکوٰۃ میں اختیار دیا جائے تو سوچے کہ اگر میں یہ صدقہ نہ لوں گا تو مالک مال کو صدقہ نہ کرے گا۔ تب تو صدقہ ہی لے کیونکہ زکوٰۃ واجب کو مالک مستحقین کو ادا کرے گا تو اس صورت میں خیرات زیادہ بھی ہوگی اور مسکینوں کو بھی زیادہ پہنچے گا اور اگر مالک نے وہ مال بھی صدقہ کی نیت سے رکھا ہے کچھ خاص کسی کے لینے ہی پر زکوٰۃ نہیں اور ہر دو کو لینے کے لئے مسکین کچھ تنگی بھی نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں اختیار ہے صدقہ لے لیں یا زکوٰۃ بھر جائے۔ ہر دو کو لینے میں حال ایک جیسا ہی ہے مگر پھر بھی زکوٰۃ کا لینا نفس کشی اور اس کی تذلیل بہت زائد ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ بالصواب (باب استمرار زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ختم ہوا)

روزہ اور اس کے استرار اور حکمتیں

یاد رہے کہ روزہ ایمان کا چوتھا رکن ہے اس کے بہت فضائل و برکت ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الصوم نصف الصبر روزہ صبر کا آدھا حصہ ہے۔ (2) فرمایا الصبر نصف الایمان صبر ایمان کا آدھا حصہ ہے۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایمان کے نصف کا نصف ہے یعنی چوتھائی ہے چونکہ روزہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اور ارکان اسلام میں سے ہے تو اس خاصیت کی وجہ سے اسے لوگوں پر فوقیت ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا قول ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ تمام نیکیاں دس گنے ثواب سے سات سو گنے تک ہوں گی۔ مگر روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا انما یوفی الصبرون اجرهم بغیر حساب (صبر والوں کو ثواب ان کا بے حساب ملے گا) اور روزہ صبر کا آدھا ہے تو اس صورت میں اس کا ثواب بھی حساب سے باہر ہو گیا اور اس کی فضیلت میں اتنا کافی ہے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا والذی نفسی ببیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک لقول اللہ عزوجل انما یدر شہونہ وطعامہ وشرابہ لاجلی فالصوم لی وانا اجزی ترجمہ : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک خوب ہے مشک کی خوشبو سے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ بے شک بندہ خواہشات اور کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے تو روزہ میرے لئے ہے میں اس کی جزا دوں گا۔ للجنة باب یقال له الریان لا یدخله الا الصائمون وهو موعود بقاء اللہ تعالیٰ ترجمہ : جنت کا ایک دروازہ ہے جسے باب الریان کہا جاتا ہے اس میں سوائے روزہ داروں کے اور کوئی داخل نہ ہو گا اور روزہ دار اللہ عزوجل کے دیدار کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اور فرمایا الصائم فرحتان فرحة عند الافطار وفرحة لقاء ترجمہ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں پہلی افطار کے وقت دوسری دیدار الہی عزوجل کے وقت فرمایا ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ (7) فرمایا روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔ (8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان باندھ دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر میں کبر۔ (9) کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا اسَلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْحَالَةِ اس آیت

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ ایام روزہ کے ہیں اس لئے کہ ان میں کھانا اور پینا چھوڑ رکھا تھا۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے زہد اور روزہ کو فخر و مہلات میں یکجا فرمایا ہے۔ چنانچہ زہد کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ان عابد سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے جو ان میرے لئے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا میں اپنی جوفانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کوئی میرا فرشتہ ہو۔ (11) روزہ دار کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو میرے بندے کو دیکھو کہ اپنی شہوت اور لذت اور کھانا پینا میرے سبب سے چھوڑ دیا ہے۔ (11) بعض علماء نے اس آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مِّمَّا أَحْبَبْتُ لَهُمْ مِّنْ قَرَّةٍ أَعْيُنٌ جَزَاءُ (الآت پ 21 الم السجدہ 17) تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ صلہ ان کے اعمال کاہن کی تفسیر فرمایا ہے کہ ان کا عمل روزہ تھا کہ صابروں کے حق میں فرمایا ہے إِنَّمَا يُؤَفِّقِي الصَّابِرِينَ أَجْدَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ صابر کے لئے ثواب اندیل کر ڈھیر لگا دیئے جائیں گے کہ وہم و اندازہ میں نہ آسکے اور ایسا ہونا شایان شان ہے اس لئے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کی طرف منسوب ہونے سے اس کو شرف ہے اگرچہ ساری عبادتیں اسی کے لئے ہیں مگر روزے کو ایسا شرف ہے جیسے خانہ کعبہ کو ہے اگرچہ زمین پر ہے اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن کعبہ کو بیت اللہ کا شرف نصیب ہوا۔

اہم فائدہ : روزہ کو یہ شرف دو وجہ سے ہے۔ (1) روزہ رکھنا چند چیزوں سے بعض رہنا اور بعض افعال کا ترک کرنا ہے اور یہ امر باطنی ہے اس میں کوئی عمل ایسا نہیں جو آنکھ سے محسوس ہو اور دوسری عبادتیں محسوس ہوتی ہیں اور روزے کو بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ عمل باطن کا ہے صرف صبر کرنے کی وجہ سے۔ (2) روزہ اللہ تعالیٰ کے دشمن پر دباؤ اور غالب ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کے چلنے کی جگہوں میں پھرتا ہے۔ پس اس کی راہوں کو بھوک سے بند کر دے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جنت کے دروازے ہمیشہ کھٹکھٹائے عرض کیا کہ کس چیز سے آپ نے فرمایا بھوک سے۔ اور بھوک کی فضیلت باب غذا کی کثرت حرص اور تدبیر میں جلد سوم میں مذکور ہوگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

چونکہ روزہ بالخصوص شیطان کا بیخ کن اور اس کی راہوں کا بند کرنے والا اور اس کے راستوں کا تنگ کرنے والا ہے اس لئے مستحق ہوا کہ خاص اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کیونکہ دشمن خدا کی بیخ کنی میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بندے کی مدد کرنا اس پر موقوف ہے کہ بندہ اس کی نصرت کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان نصروا للہ ببصرکم وینبئ اقدامکم ترجمہ۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ یعنی جہاد لے گا تمہارے پاؤں۔ قدم مضبوط کروں گا۔ غرضیکہ کوشش بندے کی جانب سے ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے

چنانچہ فرمایا ہے۔ والذین جاہدو فینا لنہد ینہم میلنا۔ (پ 21 الروم 69) ترجمہ۔ جس نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے رستے دکھائیں گے۔ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡیۡرُ مَا بِقَوۡمٍ حٰنِیۡ بِغَیۡرِ وَاَمَّا بِاَنۡفُسِہِمۡ (پ 13 الرعد 11) ترجمہ: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمتیں ہولنا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ: اور تغیر کے لئے شہوات کو توڑنے کا حکم اس لئے ہے کہ شہوات شیطانوں کی چراگاہیں ہیں جب تک یہ ہری بھری رہیں گی۔ ان کی آمدورفت موقوف نہ ہوگی اور جب تک آتے جاتے رہیں گے تب تک بندے کو اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر نہ ہوگا اور اسکے لقاء محبوب رہے گا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین دورہ نہ کرتے رہتے تو وہ آسمان کے ملکوت کو دیکھنے لگتے۔ اس وجہ سے روزہ عبادت کا دروازہ اور سپر ہو اور جب کہ اس کی فضیلت اس حد تک ہے تو ضروری ہوا کہ اس کی ظاہری باطنی شرطوں کو مع اس کے ارکان اور سنتوں کے بیان کیا جائے اور یہ باتیں تین فصلوں میں بیان کی جائیں گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

واجبات ظاہرہ: وہ چھ ہیں۔ (1) ابتداء رمضان معلوم کرنا۔ یہ چاند کے دکھائی دینے سے معلوم ہوتی ہے۔ اگر آسمان صاف نہ ہو تو شعبان کے تیس دن پورے ہو جانے سے معلوم ہوئی چاند دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رویت کا علم ہو جائے اور علم رویت ایک عادل کے کہنے سے ہو جاتا ہے اور عید فطر کا چاند بغیر دو عادل انسانوں کے کہنے کے ثابت نہیں ہوتا کہ عبادت کی احتیاط اس کا مقتضی ہے۔

مسئلہ: جس نے چاند کی رویت ایک عادل آدمی سے سنی اور اس کے کہنے کا اعتبار کیا اور غالب ظن یہی ہے کہ یہ شخص درست کہتا ہے تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اگرچہ قاضی اس کی رویت پر حکم نہ دے پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی عبادت کے بارے میں اپنے ظن کے مطابق عمل کرے۔

مسئلہ: جب چاند ایک شہر میں دیکھا جائے اور دوسرے شہر میں نظر نہ آئے اور ان دونوں شہروں میں دو منزل سے کم تر فاصلہ ہو تو روزہ سب پر واجب ہوگا اگر فاصلہ زیادہ ہو تو ہر شہر کا حکم جدا ہے۔ ایک شہر کا وجوب دوسرے شہر پر تجلوز نہ کرے گا۔ نیت۔ مسئلہ: (2) ہر ایک رات کے لئے رات سے تعین اور جزم کے ساتھ نیت چاہئے۔

مسئلہ: اگر تمام ماہ رمضان کی نیت ایک ہی دفعہ کرے تو کافی نہ ہوگا۔ اس لئے ہم نے نیت میں قید ہر شب کی لگائی اور اگر نیت دن کو کرے گا تو نہ رمضان کا روزہ نہ فرض کا بلکہ نفل کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اسی لئے ہم نے رات سے نیت کرنے کی قید لگائی۔

مسئلہ: اگر نیت مطلق روزہ کی یا فرض مطلق کی کرے گا تو جائز نہ ہوگا اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ نیت تعین کے ساتھ ہو کہ روزہ رمضان فرض اللہ عزوجل کا رکھتا ہوں۔

مسئلہ: اگر شک کی رات میں یوں نیت کرے کہ کل اگر رمضان ہوگا تو روزہ رکھوں گا۔ تو نیت کافی نہ ہوگی۔ کیونکہ

اس میں جزم یعنی یقین نہیں۔ ہاں اگر نیت ایک عادل شخص کے کہنے پر اعتبار کر کے کی ہے تو اس کی غلطی یا جھوٹ کے احتمال سے جزم باطل نہ ہوگا۔ یا قرینہ حال کی ہر اسی میں نیت کی ہو مثلاً شب آخر رمضان میں شک ہو تو یہ شک یقین کا مانع نہیں ہے یا نیت کو اجتہادی تائید ہو مثلاً اگر کوئی کسی جیل میں قید ہو اور اس کے گمان میں غالب یہی ہو کہ رمضان شروع ہو گیا اور اس کی رائے مقتضی اس امر کی ہو تو اس کا شک کرنا اس کی نیت کا مانع نہیں اور جب کہ شک کی رات میں اس کو شک ہو تو پھر زبان نیت یقینی کرنی مفید نہیں۔ اس لئے کہ نیت کا محل تو دل ہے اس میں تو قصد یقینی شک کے ساتھ ممکن نہیں مثلاً جیسے رمضان کے درمیان میں کہے کہ کل اگر رمضان ہو گا تو روزہ رکھوں گا کہ یہ شک اس کو ضرر نہیں کیونکہ یہ شک صرف زبان پر ہے دل جو محل نیت ہے اس میں تردد نہیں بلکہ اس میں یقین ہے کہ کل رمضان ہی ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی رات کو نیت کر چکا ہو اور بعد نیت کے کچھ کھانا کھایا تو اس کی نیت نہیں جائے گی۔

مسئلہ: اگر عورت نے حالت حیض میں روزہ کی نیت کی اور فجر سے پہلے پاک ہو گئی تو اس کا روزہ درست ہوگا۔ (3) روزہ یاد ہوتے ہوئے جان کر کسی چیز کو پیٹ میں پہنچانے سے بندش کرے اس سے یہ ثابت ہوا اگر روزہ میں دانستہ کھائے گا یا پیئے گا یا ناک کی راہ سے کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے یا حقہ کرائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قصد کھلانے یا پھینچنے لگوانے اور سرمہ ڈالنے اور کان میں سلائی ڈالنے سے نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: پیشاب گاہ میں سلائی ڈالنا بھی روزے کا مفسد نہیں لیکن اگر اس میں ایسی چیز ٹپکائے جو مثلاً میں پہنچ جائے تو یہ مفسد ہے۔

مسئلہ: جو چیز بلا قصد پیٹ میں چلی جائے جیسے راستے کا غبار یا مکھی یا کلی کرنے کے وقت پانی چلا جائے تو مفسد نہیں لیکن اگر غرارہ کرنے سے جائے تو مفسد ہوگا۔ کہ قصور روزہ دار کا ہے ہماری غرض دانستہ فعل کرنے سے یہی ہے کہ ایسے فعل کا مرتکب ہو۔ جس میں احتمال قوی روزے کے فاسد ہونے کا ہو اور روزہ کے یاد ہونے کی قید اس لئے لگائی کہ بھولنے والا اس سے مستثنیٰ ہو جائے کیونکہ بھول کر یہ امور مفسد روزہ نہیں۔

یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ احناف کے نزدیک ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لئے نہیں بلکہ تمام جہان کے لئے ہے مگر دوسری جگہ کے لئے اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے نزدیک اس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی (در مختار) بہار شریعت

دور حاضر میں دوسرے مسائل کی طرح رویت ہلال بھی لاپرواہی کی زد میں ہے آج تو یہ حال ہے کہ الابا برکروں رویت ہلاک کمیٹی کا خود کسی چاند دیکھنے یا اس کے لئے اہتمام گوارہ نہیں فرماتے۔ بس ریڈیو کھولا اعلان ہو گیا کہ عید ہو گئی۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ اس کے لئے خاص اہتمام کی ضرورت ہے نہ آج ب احتمال کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس موضوع دو رسالے بہت مشہور

مسئلہ : اگر اپنے گمان اور اجتہاد کے حکم پر بدستور جمار ہے گا تو قضا لازم نہ آئے گی اور ان دونوں وقتوں میں بغیر گمان اور اجتہاد کے کھانا نہ چاہئے۔ (4) جملع نہ کرنا اس کی حد یہ ہے کہ سر ذکر غائب ہو جائے اگر بھول * کر صحبت کر لے گا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

مسئلہ : اگر روزہ دار اپنی بی بی سے صحبت کرتا رہا کہ صبح ہو گئی اور فوراً علیحدہ ہو گیا تو روزہ درست ہو گا اور اگر بعد صبح کے توقف کرے گا اور علیحدہ نہ ہو گا تو کفارہ لازم آئے گا اور روزہ جائزے گا۔ (5) منی نکالنے سے رکنا یعنی منی کو قصداً نہ جماع سے نکالے نہ بغیر جماع کے قصداً اس کا نکالنا روزہ کا مفید ہے۔

مسئلہ: بوسہ سے انزال ہونے کا خوف کرتا تھا پھر بوسہ لیا اور منی نکل پڑی تو روزہ جاتا رہے گا کہ اپنی طرف سے قصور کیا۔ (6) قے کرنے سے رکاوٹ ڈالنا اپنے آپ قے کرنا روزہ کا مفید ہے۔ اور اگر خود ہو جائے تو مفید نہیں۔

افطار : افطار صوم کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔ (1) قضا (2) کفارہ (3) فدیہ دینا (4) باقی دن نہ کھانا پینا۔ روزہ داروں کی طرح رہنا۔

فائدہ : ان میں سے ہر ایک جدا جدا شخصوں کے لئے ہے۔ قضا۔ ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے جو روزہ بلا عذر نہ رکھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا حائضہ عورت یا مرتد روزہ کی قضا کریں لیکن کافر اور لڑکے اور مجنون پر قضا نہیں۔ اور رمضان کے روزوں کی قضا مسلسل رکھنا بھی شرط نہیں جس طرح چاہے اکٹھے خواہ جدا جدا قضا کرے اور کفارہ روزہ کا بجز جماع کے اور باتوں سے واجب نہیں ہوتا۔ مثلاً کھانے اور پینے اور بلا جماع منی نکالنے سے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ: کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اگر نہ ہو سکے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت ہر کھانا دے ہر سو روپیہ کے سیرے تین پاؤں ہوتا ہے۔

ہیں۔ اس کی اصلاح ان کے فیض سے فقیر بکھر رہا ہے ایک مصلحتیہ دہرا غیر مصلحتیہ شمس القال اور احسن القال ہے۔

مسئلہ : مساک . قمر دن میں ان لوگوں پر واجب ہے جنہوں نے افطار کرنے سے معصیت کی ہو یا افطار میں قصور ان کی طرف سے ہوا ہو۔

مسئلہ : حائضہ اگر کچھ دن رہے پاک ہوئی ہو یا مسافر سفر سے افطار کی حالت میں دن سے آیا ہو تو ان دونوں پر بقیہ دن کا مساک واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر شک کے دن ایک عادل شخص چاند کی گواہی دے تو اس کا واجب ہے۔

مسئلہ : سفر میں روزہ رکھنا افطار کی نسبت افضل ہے۔ لیکن اگر مسافر کو طاقت نہ ہو تو افطار بہتر ہے۔

مسئلہ : اول سے مقیم تھا پھر سفر کیا تو سفر کو نکلے اس روز افطار نہ کرے اور نہ اس روز کہ سفر میں روزہ رکھ کر مکان پر روزہ سے پہنچ جائے۔

احکام فدیہ : حاملہ اور دودھ پلانے والی پر فدیہ واجب ہے جبکہ یہ دونوں اپنی اولاد کے خوف افطار کر لیں۔

فائدہ : ہر روزہ کے عوض ایک مہ گیہوں ایک مسکین کو دیں اور روزہ کی قضا کریں اور نہایت بوڑھا کمزور جب روزہ نہ رکھے تو ہر دن کے عوض ایک مہ گیہوں دے۔

روزہ کی سنتیں : روزہ کی سنتیں چھ ہیں۔ (1) سحری دیر سے کھانا۔ (2) خرما پانی سے نماز مغرب سے پہلے افطار کرنا۔ (3) زوال کے بعد مسواک نہ کرنا۔ * (4) ماہ رمضان میں خیرات کرنا۔ اس کی فضیلت باب الزکوٰۃ میں بیان کر دی گئی ہے۔ (5) قرآن پڑھنا پڑھنا۔ (6) مسجد میں اعتکاف کرنا۔ خصوصاً آخر عشرہ رمضان شریف میں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رمضان اخیر عشرہ آتا تو آپ بستر تہہ کر دیتے اور کمر عبادت پر چست کرتے اور خود بھی محنت کرتے اور گھر والوں کو بھی عبادت میں مصروف رکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دس راتوں میں شب قدر ہے اور غالباً وہ طاق راتوں میں سے ایکسویں اور تیسویں اور پچیسویں اور ستائیسویں پر زیادہ شبہ ہے کہ شب قدر ہو اور اس عشرہ کا اعتکاف مسلسل بہتر ہے۔ پس اگر مسلسل اعتکاف کی نذر یا نیت کی تو بلا ضرورت مسجد سے نکلنے سے تسلسل جاتا رہے گا۔ مثلاً اگر بیمار کی عیادت یا ادائے شہادت یا جنازہ کی شرکت یا زیارت یا تجدید طہارت کے لئے نکلے گا تسلسل جاتا رہے گا اور قضائے حاجت کے لئے نکلنے سے نہیں جائے گا۔

مسئلہ : معذرت کے لئے جائز ہے کہ وضو گھر پر کرے لیکن اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا حاجت انسانی کے اور کسی کام کے لئے نہ نکلتے تھے اور بیمار کا احوال صرف راستہ چلنے والوں سے پوچھ لیتے تھے اور تسلسل جماع سے بھی جاتا رہتا ہے بوسہ سے نہیں جاتا۔

مسئلہ : مسجد میں خوشبو لگانے اور نکاح کرنے اور کھانے اور سونے اور قہال میں ہاتھ دھونے میں کوئی حرج نہیں کہ

ان چیزوں کی اعتکاف میں ضرورت پڑتی ہے اور بدن کا تھوڑا سا حصہ باہر نکلنے سے تسلسل منقطع نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر مبارک حجرہ شریف میں جھکا دیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موئے مبارک میں کنگھی کر لیتی تھیں۔

مسئلہ : جب معتکف قضاء حاجت کے لئے باہر نکلے تو جب لوٹ کر آئے تو چاہئے کہ از سر نو نیت کرے لیکن جب اول ہی میں پورے دس روز کی نیت کر چکا تو پھر ضرورت نہیں تاہم تجدید افضل ہے۔

روزہ کے اسرار و رموز : روزہ کے تین درجات ہیں۔ (1) روزۃ عوام (2) روزۃ خواص (3) اخص الخواص۔ عوام کا روزہ یہ ہے کہ پیٹ اور شرم گاہ کو خواہشات سے روکا جائے جیسا کہ تفصیل گزری۔ (2) خواص کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے روکا جائے۔ (3) اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ دلی کو برے ارادوں اور دنیوی فکروں سے دور رکھا جائے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور چیزوں سے مطلقاً روک دیا جائے۔ یہ روزہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے سوا دیگر امور اور دنیوی فکر کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں جو دنیا دین کے لئے ہو اس کا فکر روزہ کو نہیں توڑتا کیونکہ وہ زاد آخرت ہے۔ یہاں تک کہ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس شخص کی ہمت دن کو اسباب میں مصروف ہو مثلاً افطار کی چیز کی تدبیر تو یہ بھی خطا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد نہیں کیا گیا اور اس کے رزق موعود پر یقین میں کمی ہو گئی اور یہ مرتبہ انبیاء صدیقین اور مقربین کا ہے اور ہم اس مرتبہ کی تفصیل کو طول نہیں دیتے مگر عمل کی رو سے اس کی تحقیق بتاتے ہیں کہ یہ روزہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ تمام ہمت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے غیر سے روگردان ہو۔ اس آیت کا مضمون غالب ہو۔ قل اللہ نہ ذرہم فی خوضہم یلعبون ترجمہ۔ فرمائے اللہ پھر چھوڑ دیجئے وہ اپنی لہو و لعب میں کھیلا کریں۔ خواص کا روزہ اعضاء کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے۔ وہ چھ امور سے مکمل ہوتا ہے۔ (1) نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں بری اور مکروہ ہیں ان کی طرف سے انہیں نہ جانے دینا اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل ہٹتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو ان سے نظر روکنا۔

حدیث 1 : حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نظر زہر کا بجھا ہوا شیطان کے تیروں سے ایک تیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عنایت فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

حدیث 2 : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خمس یفطر الصائم الکذب و اعییہ و النمیمۃ و الیمین الزور و النظرة شہوة ترجمہ۔ پانچ چیزیں روزہ توڑ دیتی ہیں، جھوٹ اور چغلی اور غیبت اور چغلی اور فحش اور ظلم اور جھگڑے اور بات کاٹنے سے بچنا اور سکوت لازم کرنا اور ذکر الہی اور تلاوت قرآن میں زبان کو معروف رکھنا یہ زبان کا روزہ ہے۔

فائدہ : سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیبت روزہ کی منسہ ہے اسے بشیر بن حارث نے روایت کیا ہے اور یسٹ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ دو خصلتیں روزے کی منسہ ہیں 'غیبت' اور جھوٹ۔

حدیث حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ سپر ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو بخش نہ بکے نہ جھگڑا کرے اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

حکایت : حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عہد مبارک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور بھوک اور پیاس سے دن گزرا انہیں شام کے وقت شدت ہوئی کہ قریب بہ ہلاکت ہو گئیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں افطار کا عرض کھلوا بھیجا۔ آپ نے ان کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کھنا کہ جو کچھ تم نے کھیا ہو اسے اس پیالہ میں تے کر دو۔ ایک عورت نے نصف پیالہ خون تازہ اور گوشت تازہ سے بھر دیا دوسری نے بھی یہی چیزیں تے کیں۔ یہاں تک کہ پیالہ پر ہو گیا لوگوں نے تعجب کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی تھی اس سے روزہ رکھا اور جو ان پر اللہ تعالیٰ نے حرام کی تھی اس سے افطار کیا ایک دوسری کے پاس بیٹھ گئی۔ ان دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی یہ گوشت پیالہ میں وہی ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا گوشت کھایا تھا۔ (3) بری بات سننے سے کانوں کا بند رکھنا اس لئے کہ جن امور کا بولنا حرام ہے انکا سننا بھی حرام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سننے والوں اور حرام جانوروں کا برابر ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّخْتِ ترجمہ۔ بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو اور بڑے حرام کھانے والے اور فرمایا لَوْلَا يَسْهَأُ هُمُ الرِّبَايَسُونَ وَالْأَخْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمْ إِلَّا تُمْ وَأَكْلِهِمُ السُّخْتِ ترجمہ۔ کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور درویش گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے۔ (کذا الایمان)

فائدہ : ثابت ہوا کہ غیبت سن کر خاموش رہنا حرام ہے اور فرمایا اِنْكُمْ اِذَا سَمِعْتُمْ بِأَهْلِ النَّسْرِ تَهْمُ كُزَالِ الْإِيمَانِ وَرَنَہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا المغتاب والمستمع شریکان فی الاثم ترجمہ۔ گلہ گو اور سننے والا گناہ میں دونوں شریک ہیں۔ (4) ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا اور افطار کے وقت پیٹ کو شبہات سے باز رکھنا کیونکہ اگر حلال سے دن بھر بند رہے اور حرام پر افطار کیا تو ایسے روزہ کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایسے روزہ دار کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص محل بنائے لیکن شہر کو منہدم کر دے اس لئے کہ حلال کھانے کی کثرت بھی مضر ہوتی ہے اور روزہ اس کی کمی کے لئے ہوتا ہے اور جو شخص کہ بہت سی دوا کھانے کے ضرر سے ڈر کر زہر کھاتا اختیار کرے وہ بے وقوف ہے اور حرام کھانا ایک زہر ہے جو دین کو ہلاک کرتا ہے اور حلال ایک دوا ہے کہ اس کا کم کھانا مفید اور زیادہ کھانا مضر ہے روزے سے غرض حلال کی کمی سے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کم من صائم ليس له من صوم الا لجوع والعطش بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں روزہ سے بجز بھوک اور پیاس سے کوئی فائدہ نہیں۔

فائدہ : بعض نے کہا کہ اس سے وہ مراد ہے جو حرام پر انظار کرے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو طعام حلال سے رکا رہے اور افطار لوگوں کے گوشت یعنی غیبت سے کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شخص مراد ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہ بچائے۔ (5) افطار کے وقت حلال بھی زیادہ نہ کھائے کہ پیٹ پھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی طرف اتنا بڑا نہیں جتنا شکم جو حلال سے پر ہو ایک وجہ اور ہے وہ یہ کہ روزہ سے انسان شیطان کو کس طرح دبائے گا اور شہوت کو کیسے توڑے گا جس صورت میں کہ تمام دن کی پیاس کا تدارک افطار کے وقت کرے گا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے اقسام روزہ میں زیادہ ہی ہوتے ہیں چنانچہ علوت بن گئی ہے کہ تمام کھانے کو رمضان کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور رمضان میں اتنا کھا جاتے ہیں کہ ان دنوں میں کئی مہینے میں بھی نہ کھائیں اور ظاہر ہے کہ روزہ سے مقصود پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہے اس غرض سے کہ نفس تقویٰ کا قوی ہو جائے اور جس صورت میں کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو خالی رکھا یہاں تک کہ اس کی خواہش جوش میں آئی اور رغبت قوی ہوئی پھر لذیذ چیزیں کھائیں اور خوب سیر ہو کر کھایا تو ظاہر ہے کہ اس کی لذت اور قوت دوہلا ہو گئی اور خواہشات جوش کریں گی اور اگر بالفرض بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتیں غرضیکہ روزہ کی روح اور اصل یہی ہے کہ جو قوتیں کہ برائیوں کی طرف کھینچنے کے وسیلہ اور شیطان کی دوا ہیں۔ وہ ضعف ہو جائیں اور یہ بغیر کم کھانے کے میسر نہیں ہوتی یعنی اتنی غذا کھائے جتنا روزہ نہ رکھنے کے دوران ہر شب میں معمول تھا اور جس صورت میں کہ دوپہر کی غذا اور شب کی غذا کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ مستحب یہ ہے کہ دن کو بہت نہ سوئے تاکہ بھوک اور پیاس کا پتہ چلے اور قوتوں کے ضعیف ہونے پر آگاہ ہو اور ایسے ہی رات کو بھی کم کھائے تاکہ تہجد اور وظائف پر آسانی ہو اور ممکن ہے کہ اس صورت میں شیطان اس کے دل کے گرد نہ بھٹکے اور وہ آسمان کے ملکوت دیکھ لے اور شب قدر اسی رات کا نام ہے جسم میں ملکوت منکشف ہوں اور اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی یہی مراد ہے کہ فرمایا انا انزلنہ فی لیلۃ القدر بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ جو شخص اپنے دل اور سینے کے درمیان میں غذا کی آڑ کرے گا وہ اس پر ملکوت سے محبوب رہے گا اور جو اپنا معدہ خالی رکھے گا تو اسے بھی حجاب دور کرنے کے لئے خلی پیٹ کافی نہیں جب تک کہ اپنی ہمت غیر اللہ سے خالی نہ کرے کہ تمام مقصد یہی اور سب کی اصل غذا کی کمی ہے اور اس کا مزید بیان غذاؤں کے باب میں۔ (ان شاء اللہ) لکھا جائے گا۔ (6) افطار کے بعد خوف ورجا سے وابستہ رہنا چاہئے معلوم نہیں کہ روزہ مقبول ہو کر مقربین کے زمرہ میں شمار ہو اور یا روزہ نامنتظر ہو اور خود کو یوں تصور کرے کہ ممکن ہے میں بھی ان لوگوں میں ہوں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور ہر عبادت کی رغبت کے بعد یہی حال ہونا چاہئے۔

حکایت : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کسی قوم پر عید کے دن گزر ہوا جو ہنس رہی تھی آپ نے فرمایا اللہ

تعالیٰ نے رمضان کے مہینے کو اپنی مخلوق کے لئے دوڑنے کا میدان مقرر فرمایا ہے کہ تمام لوگ اس کی اطاعت کے لئے اس میدان میں دوڑیں تو بعض لوگ تو آگے بڑھ کر اپنے مطلب کو پہنچ گئے اور بعض لوگ پیچھے رہ کر ناامید ہوئے ہیں جس دن میں جلدی کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچے اور باطل والے محروم رہے رمضان کے دنوں میں ہنسی اور کھیل کرنے والے سے بڑا تعجب ہے بخدا اگر حقیقت حل واضح کر دی جائے تو مقبول انسان کو اتنا سرور ہو کہ انس کو کھیل سے باز رکھے اور نامنظور کو اتنا غم ہو کہ اسے ہنسی مذاق سے روک دے۔

حکایت : احنف بن قیس سے کسی نے کہا کہ آپ بوڑھے اور بزرگ آدمی ہیں اور روزہ ضعیف کر دیتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے کوئی اور سبیل کریں فرمایا روزہ کو ایک طویل سفر کے لئے تیار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر صبر کرنا اس کے عذاب پر صبر کرنے کی بہ نسبت بہت آسان ہے۔

فائدہ : خلاصہ یہ ہے کہ روزہ میں چھ باتیں باطنی یہی تھیں جو مذکور ہوئیں۔

سوال : جو شکم اور شرمگاہ کی شہوت سے باز رہنے پر کفایت کرتا ہے اور ان باتوں کو بجا نہیں لاتا تو فقہاء کہتے ہیں کہ اس کا روزہ درست ہے تو اس کا کیا معنی ہیں کہ فقہاء درست بتادیں اور آپ ناجائز فرماتے ہیں؟

جواب : فقہاء ظاہر کی شرائط کا اثبات ایسے دلائل سے کرتے ہیں جو باطنی شرائط میں ہماری بیان کی ہوئی دلیلوں سے نہایت ضعیف ہیں خصوصاً غیبت وغیرہ مگر چونکہ فقہاء ایسی چیز پر حکم لگاتے ہیں جس میں غافل اور دنیا کے متوجہ لوگ بھی داخل ہو سکیں۔ اس لئے ان کو شروط ظاہری کے مطابق صحیح کہنا پڑا ہے اور علمائے آخرت کی غرض صحت سے قبول ہونا ہے اور قبول ہونے سے ان کی مراد مقصود کو پہنچنا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں جو ایک غلطی صدمت ہے یعنی بھوک اور پیاس وغیرہ کا نہ ہونا اس کو اپنی علوت بنائیں اور شہوات سے رکنے میں حتی الوسع فرشتوں کی اقتدا کریں کہ وہ شہوات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ جانوروں کے مرتبہ سے تو بلند و بالا ہے اس لئے کہ نور عقل سے اپنی شہوت کے توڑنے پر قادر ہے اور فرشتوں کے مرتبہ سے نیچے ہے ہاں وجہ کہ اس پر شہوات غالب ہیں اور ان کو دبائے میں جلا کیا گیا ہے اس لئے جب کبھی شہوت میں ڈوبتا ہے تو اسفل السافین میں اتر کر جانوروں کے زمرہ میں لاحق ہو جاتا ہے اور جس وقت کہ شہوات کو مٹاتا ہے تو اعلیٰ ملیں کی طرف ترقی کر کے فرشتوں سے جا ملتا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے قرب میں نزدیک ہیں اور جو کوئی ان کا اقتدا کرتا ہے اور ان جیسی عادتیں اختیار کرتا ہے وہ بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے کہ قریب کا ہم شکل بھی قریب ہی ہوتا ہے اور یہ قریب مکان اور فاصلہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفات کے لحاظ سے ہے۔ پس جب کہ روزہ کی اصل ارباب عقل اور اہل علم کے نزدیک یہ ٹھہری تو ایک غذا کے دیر کر دینے اور شام کو دونوں کو ایک ساتھ کھا لینے اور دن بھر شہوات میں غرق رہنے سے کون سا فائدہ ہے اگر اس جیسے روزہ سے بھی فائدہ ہوتا ہے تو اس حدیث شریف کے کیا معنی ہیں کہ کم من صائم لیس له من صومه الا لجوع والعطش اسی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ دانا لوگوں کا سونا اور انظار کرنا کیا خوب ہے۔ بے وقوفوں کے روزہ اور بیداری کو برا جانتے ہیں۔ اہل یقین و تقویٰ کا ذرہ مغالطہ کرنے والوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے افضل بہتر ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بہت سے روزہ دار انظار کرنے والے ہیں اور بہت سے انظار کرنے والے روزہ دار ہوتے ہیں یعنی انظار کرنے والے روزہ دار وہ لوگ ہیں جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھ کر کھاتے پیتے ہیں اور روزہ دار انظار کرنے والے وہ ہیں کہ بھوکے پیاسے تو رہتے ہیں مگر اپنے اعضاء کو مقید نہیں رکھتے۔

فائدہ : روزہ کے معنی اور اس کی اصل سمجھنے سے معلوم ہو گیا کہ جو کوئی کھانے اور محبت سے بچا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے روز انظار کرے اس کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی وضو میں اپنے کسی عضو پر تین بار مسح کر لے کہ ظاہر میں تو تین بار ہو گیا مگر اصل مقصود جو دھونا تھا وہ چھوڑ دیا تو اس کی نماز اس کی جہالت کی وجہ سے اسی پر واپس کی جائے گی۔ اور جو شخص کھانے سے انظار کرے اور اپنے اعضاء کو برائیوں سے باز رکھے تو اس کی مثل ایسی ہے کہ وضو میں کوئی اپنے اعضاء کو ایک ایک بار دھوئے تو اس کی نماز ان شاء اللہ مقبول ہوگی کہ اس نے اصل فرض کو ادا کیا اگرچہ فضیلت کا تارک ہوا اور جو شخص کھانے پینے سے بھی روزہ رکھے اور اعضاء سے بھی روزہ رکھے یعنی ان کو برائیوں سے روکے اگرچہ اس کی مثل ایسی ہے کہ اپنے ہر ایک عضو کو تین بار دھوئے تو یہ شخص اصل اور فضیلت دونوں کا جامع ہوگا۔ یہی مرتبہ کمال ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الصوم امانہ فلیحفظ احدکم امانہ ترجمہ۔ روزہ امانت ہے تمہیں چاہئے کہ امانت کی حفاظت کرو۔ اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ يَآمُرُكُمْ اَنْ تَوْقُواْ اَنْ تَمْلِكْتُمْ اِلٰى اَهْلِيْهَا (پ 5 النساء 58) بیٹھک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں پیرو کرو۔ تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا امانت ہے اور اگر سننا دیکھنا روزہ کی امانتوں میں سے نہ ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے اگر کوئی لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ یعنی میں نے اپنی زبان کو امانت رکھا ہے۔ میں اس کی حفاظت کرتا ہوں۔ تجھے؟ ب دینے میں اسے کیسے چھوڑ دوں جب معلوم ہوا کہ ہر عبادت کے لئے ایک ظاہری اور ایک باطن اور ایک پوست۔۔۔ اور ایک مغز اور اس کے پوست کے بہت سے درجات ہیں اور ہر درجے کی بہت سے طبقات ہیں تو اب انہیں اعضاء سے چاہو مغز کو چھوڑ کر پوست پر قناعت کرو یا زمرہ اہل خرد میں داخل ہونا پسند کرو۔

باعتبار فضیلت کے نقلی روزوں کی ترتیب

روزہ کا افضل ہونا افضل دنوں میں موکد ہوتا ہے عہدہ روزوں میں سے بعض تو سال بھر میں پائے جاتے ہیں اور

۸ ہر مہینہ میں اور کچھ ہر ہفتہ میں وہ ایام سال میں پائے جاتے ہیں۔

ترتیب کی تفصیل: رَمَضان کے بعد عرفہ، عاشورہ، عشرہ اول ذوالحجہ اور عشرہ محرم ہیں اور تمام ماہ محرم روزہ کے لئے عمدہ اوقات ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان میں اس کثرت سے روزے رکھتے معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ بعد رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماہ محرم کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ ابتدائے سال میں ہے۔ اس کو نیکی سے معمور کرنا بہتر ہے اور امید ہے کہ سال بھر اس کی برکت رہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ماہ محرم کا ایک دن روزہ رکھنا اور دنوں کے تیس روزوں سے بہتر ہے اور رمضان کا ایک دن کا روزہ ماہ محرم کے تیس روزوں سے افضل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ماہ محرم میں تین دن روزے رکھے یعنی جمعرات اور جمعہ اور ہفتہ تو اس کے لئے ہر ایک روزے کے عوض سات سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شعبان کے نصف کے بعد رمضان تک پھر کوئی روزہ نہیں۔ اسی وجہ سے رمضان سے پہلے چند روز انظار کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: شعبان کو رَمَضان سے ملا دے تب بھی جائز ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا کیا ہے اور بہت دفعہ نہیں ملایا۔

مسئلہ: رَمَضان کے استقبال کی نیت سے دو تین روز پہلے روزہ رکھنا درست نہیں لیکن اس صورت میں کہ وہ ایام اس کے معمول کے روزوں کے مطابق ہوں۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ماہ رجب میں روزہ رکھنا مکروہ فرمایا۔ اس خیال سے کہ ماہ رمضان کے مشابہ نہ ہو۔ بہر حال بہتر مہینے ذی الحجہ اور محرم اور رجب اور شعبان ہیں۔

فائدہ: محترم مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہیں تین ان میں سے مسلسل ہیں اور جب تنہا اور جدا ہے اور ان میں افضل ماہ ذی الحجہ ہے اس لئے کہ اس میں حج کے ایام یعنی ایام معلومات و معدودات ہیں اور ماہ ذیقعدہ محترم مہینوں میں سے بھی ہے اور حج کے مہینوں میں سے بھی اور محرم اور رجب حج کے مہینوں میں نہیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی ایام ایسے نہیں جن میں عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل یا محبوب تر ذوالحجہ کے دس روز جیسے ہوں کہ ان میں سے ایک دن کا روزہ سات بھر کے روزوں کے برابر ہے ان میں ایک رات کی بیداری شب قدر کے جاگنے کے مساوی ہے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی ان کے عمل کے برابر نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جماد بھی برابر نہیں مگر اس صورت میں کہ اس کے گھوڑے کی کوپیں کاٹی جائیں اور ان کا خون بہا دیا جائے اور جو ایام کے مہینے میں مقرر ہوتے ہیں وہ مہینے کے شروع اور درمیان اور آخر کے ایام ہیں اور مہینے کے درمیان کے روز ایام بیض ہیں یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں اور ہفتے کے دنوں میں سوموار، خمیس اور جمعہ ہے۔ بہر حال عمدہ ایام یہی ہیں ان میں روزہ رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنا مستحب ہے تاکہ ان اوقات کی برکت سے ان اعمال کا ثواب دوگنا ہو۔

مسئلہ : ہمیشہ روزہ رکھنا وہ ان تمام دنوں کو شامل ہے مع زیادتی کے۔

مذہب سہا لکین : اس میں کئی مذہب ہیں بعض تو ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ احادیث میں ان کی کراہت پائی جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ عیدین اور ایام تشریف میں بھی انظار نہ کرے جس کا نام صوم الدہر ہے۔ انظار کے بارے میں سنت سے اعراض کرے اور روزے کو اپنے اوپر لازم ٹھہرائے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اجازتوں کی بجا آوری اچھی معلوم ہوتی ہے اور فرائض و واجبات کی تعمیل پسند ہے اور جس صورت میں کہ دائمی روزہ رکھتے ہیں ان دونوں خرابیوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور سالک کی اپنے نفس کی بہتری روزہ رکھنے میں معلوم ہوتی ہے تو روزہ دائمی رکھے کہ بہت سے صحابہ اور تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا کیا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری مروی ہے کہ فرمایا من صام الدھر کلہ ضبقت علیہ جہنم ہکذا وعقد تسعین۔

ترجمہ۔ جس نے زمانہ بھر روزہ رکھا اس پر جہنم ایسے تنگ ہو جائے اور ہاتھ مبارک سے نوے کا عقد کر لیا یعنی شہادت کی انگلی کے سر کو انگوٹھے کی جڑ میں لگا دیا۔

فائدہ : اس کے معنی ہے کہ جہنم میں اس شخص کے لئے جگہ نہیں رہتی۔

مسئلہ : اس سے کم ایک اور درجہ ہے کہ آدھے دہر کے روزے رکھے یعنی ایک روزہ انظار کرے اور ایک روزہ روزہ رکھے اور یہ نفس پر سخت تر ہے اس سے نفس کشی خوب ہوتی اور اس کی فضیلت میں احادیث وارد ہیں اس لئے کہ ایسے روزوں میں بندہ ایک روزہ صبر کرتا ہے اور ایک روزہ شکر۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور زمین کے دفنے پیش کئے گئے۔ میں نے ان کو واپس کر دیا اور کہا کہ ایک روز بھوکا رہوں گا اور ایک روز شکم میرا پیٹ بھرے گا تو تیری حمد کروں گا اور جب بھوکا ہوں گا تو تیری عاجزی کروں گا۔ *

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل الصیام صوم اخی داؤد اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم کان یصوم یوما و یفطر یوما۔ ترجمہ۔ روزوں میں افضل روزے داؤد علیہ السلام کے ہیں آپ ایک دن روزہ رکھتے ایک دن انظار کرتے۔

اسی کی موید وہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزہ کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ میں اس سے بھی افضل چاہتا ہوں۔ بالاخر آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن انظار کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سے افضل چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہیں۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی مہینے کے روزے پورے نہیں کئے سوائے ماہ رمضان کے۔ بلکہ کچھ دن ہر مہینے میں افطار کیا کرتے تھے اور جس شخص سے آدمی عمر کے روزے بھی نہ ہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں وہ تہائی عمر کے روزے رکھے یعنی ایک دن روزہ رکھے اور دو روز افطار کرے اور اگر تین دن اول مہینے میں اور تین دن ایام بیض کے اور تین آخر مہینے میں رکھ لیا کرے تو تہائی بھی ہو جائیں اور عمدہ دنوں میں بھی واقع ہو۔

مسئلہ اگر سوموار، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے تو یہ بھی تہائی سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور جب فضیلت کے اوقات آئیں تو کمال کی بات یہ ہے کہ آدمی روزہ کا معنی سمجھے اور یقین کرے کہ روزہ کا مقصود دل کا صاف کرنا اور ہمت کا اللہ تعالیٰ کے لئے فارغ کرنا ہے اور جو شخص کہ باطن کی باریکیوں کو سمجھتا ہے اور اپنے حالات میں نظر کرتا رہتا ہے پس بعض اوقات اس کا حال یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھے اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ افطار کرے اور کبھی اس کا حال اس امر کا مقتضی ہوتا ہے کہ افطار کو روزے کے ساتھ ملا دے۔

فائدہ : جب روزے کا معنی سمجھ لے گا اور طریق آخرت کے چلنے میں دل کے مراقبہ سے اس کی حد ثابت ہو جائے گی تو اس پر اس کے دل کی بہتری پوشیدہ نہ رہے گی اور دل کی بہتری کے لئے کوئی ترتیب ضروری نہ ٹھہرے گی۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے روزے رکھتے تھے کہ لوگ کہتے کہ اب افطار نہ کریں گے۔

فائدہ : مسلسل افطار اتنا کرتے کہ لوگ کہتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے اور رات کو اس قدر سوتے رہتے کہ کہا جاتا کہ اب تہجد کو نہ اٹھیں گے اور شب بیداری اتنا کرتے کہ کہا جاتا کہ اب نہ سوئیں گے اور جس قدر نور نبوت سے آپ کو اوقات کے حقوق ادا کرنے کا حال معلوم ہوتا تھا اسی قدر ان امور کی بجالاتے تھے۔

۱۔ مذی میں ہر دایم الی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش فرمایا ہے کہ کرم کے بلحاظ میرے لئے سونا کر دے اسی سے عبادت کرام نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ اختیاری تھا۔ یہاں تک کہ اسی فقر و فاقہ سے حکم اطہر پر پھر بھی باندھے تو یہ اضطرار نہ تھا اختیار سے تھا اور اس سے مقصد صرف اور صرف تعلیم امت ہی کیسے حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے تھے تھے یسے امور ہیں اس برادری پر جو بشریت کے عورض سے اپنی بشریت پر قیاس کر کے آپ کو اپنا جیسا بشر سمجھ لیا اور اپنے جیسا سما فرق صاف اتا کہ وہ نبی ہیں اور ہم نبی نہیں۔ اسی لئے وہ بڑے بھائی اور ہم چھوٹے وغیرہ تفصیل دیکھئے فقیر کی تعریف سے البشر یہ تعلیم

۱۔ اویسی غفرلہ

فائدہ : بعض علماء نے چار روزہ سے زیادہ مسلسل افطار کرنے کو مکروہ فرمایا ہے اور چار روز کی قید عید کے روز اور ایام تشریق کے لحاظ سے لگائی ہے اور فرمایا ہے کہ چار روز سے زیادہ افطار کرنا دل کو سخت کرتا ہے اور بری عادتیں پیدا کرتا ہے اور شہوت کے دروازوں کو کھولتا ہے اور واقعہ میں اکثر لوگوں کے حق میں افطار کی یہی تاثیر ہے۔ خصوصاً جو لوگ دن رات میں دو دفعہ کھاتے ہیں ان کے حق میں بہت مضر ہے۔ (نقلی روزوں کی ترتیب میں ہم کو اسی قدر بیان کرنا مقصود تھا۔ باب اسرار صوم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام ہوا۔ اس کے بعد اسرار حج کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق رفیع فرمادے۔ وہی معین و مددگار ہے۔

(والحمد لله لولا و آخر اصلي الله على سيدنا محمد واله وصحبه و كل عبد مصطفى)

حج کے اسرار و مقاصد

حج کے اسرار و رموز : یاد رہے کہ ارکان اسلام میں حج عمر بھر کی عبادت کی خوبی کار کا انجام اور اسلام کی تکمیل اور دین کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا (پ 6 مائدہ 3) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کمال کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ (کنز الایمان)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ من مات ولم يحج فليمت ان شاء يهود يا وان شاء نصرانيا۔ ترجمہ۔ جو مر گیا اور حج نہ کیا (بلوجود استطاعت) تو وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔ تو اس عمل کا کیا کمال کہ جس کے نہ ہونے سے دین کا کمال نہ رہے اور اس کا چھوڑنے والا گمراہی میں یہود و نصری کے برابر ہو جائے اور جب اس رکن کی اتنی عظمت ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کی شرح اور اس کے ارکان اور سنن اور مستحبات اور فضائل اور اسرار کی تفصیل کی طرف عنان قلم کو پھیرا جائے اور یہ تمام امور ان شاء اللہ تین فصلوں سے واضح ہوں گے جن میں سے اول میں مکہ مکرمہ اور کعبہ شریف کے فضائل وغیرہ کا ذکر ہوگا۔ اور دوسری میں ابتدائے سفر سے لوٹنے تک کے تمام اعمال ظاہری بیان ہوں گے تیسری میں اسرار خفیہ اور اعمال لکھے جائیں گے۔

فضائل حج : قرآن مجید اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَ اِذْ اَنذَرْنَا فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا تُوَكِّلُ رَبَّ جَالًا وَ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّابِسٍ مِنْ كُلِّ مَخْلُوقٍ فَتَحَّ عَمِيْقٍ (پ 17 الحج 27) اور لوگوں میں حج کی عام نذر کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہے۔ (کنز الایمان)

فائدہ : حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حج کی اطلاع کر دو تو انہوں نے پکار کر کہا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ایک گھر بتایا ہے اس کا حج کرو اللہ تعالیٰ نے یہ آواز اولاد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے ان لوگوں کے کان میں پہنچا دی۔ جن کو تاقیامت اس کی اس کی مشیت وارادہ میں حج نصیب ہوگا۔

۱۔ یہ آیت نعت اوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ تمہارے دین پر غالب آنے سے بائوس ہو گئے۔ امور تہیہ میں حرام اور حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب کھل کر دیئے اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد بیان

(2) فرمایا لَبِشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (پ 17 الحج 28) تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ : بعض مفسرین نے منافع سے ایام حج کی تجارت اور ثواب آخرت کو مراد لیا ہے اور بعض اکابرین سلف صالحین نے جب یہ مضمون سنا تو فرمایا بخدا ان کی مغفرت ہوگئی۔ (3) اللہ تعالیٰ نے شیطان کا قول نقل فرمایا ہے۔ لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ (پ 8 الاعراف 16) میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی ناک میں بیٹھوں گا۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد مکہ مکرمہ کا راستہ ہے۔ شیطان اس پر بیٹھتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اس سے منع کرے۔ 3۔

احادیث مبارکہ (1) : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من حج البيت فلم يرفث ولم يفسق

حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہ ہوئی اگرچہ وانعوا يومنا ترجعون فيه الى الله نازل ہوئی مگر وہ آیت موفقت و نصیحت ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ حجتہ اوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

فائدہ : اس آیت کا شان نزول بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کوئی آیت اس نے یہی آیت پڑھی آپ نے فرمایا اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا کہ جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔

مسئلہ : اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے درندہ حضرت عمرو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم اللہ کی یادگار شکرگزاری ہے۔

2. حضرت صدراۃ منال تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابو قیس پیاز پر چڑھ کر جہاں کے لوگوں کو مدائری کہ بیت اللہ تاج رہا جن کے مقدور میں تاج تہ۔ انہوں نے باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیروں سے جواب دیا لبیک اللہم لبیک حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیوة ایدان میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز دی تو ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جد کریم حضرت ایسا علیہ السلام کی پشت میں تھے تو ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر کہتے تھے لبیک جیسے آپ کے دوا سنتے تھے۔ علیہ السلاۃ والسلام

حبر ج دنوبکم کیوم ولدنہ امہ ترجمہ۔ جس نے حج کیا اور صحبت کا تذکرہ عورتوں کے سامنے نہ کیا اور نہ ہی فسق کیا تو گناہوں سے ایسے نکل گیا گویا ان کے پیٹ سے پیدا ہونے کا دن ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن میں ذلیل تر اور زیادہ راندہ ہوا اور حقیر تر اور زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا۔ (3) کہتے ہیں کہ بعض گناہ اس طرح کے ہیں کہ عرفہ کے شہرنے کے بغیر اور کوئی ان کا کفارہ نہیں۔

فائدہ: اسی مضمون کو حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بھی مستند کیا ہے۔

حکایت: بعض اہل مکاشفہ نے ذکر کیا ہے کہ ابلیس ملعون المنانی صورت میں ان کے سامنے آیا اس کا دھلا بدن اور رنگ چشم گریاں پشت شکستہ تھا۔ انہوں نے پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ کہتا ہے کہ حاجی تجارت کے بغیر اس کی طرف نکلے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اب تو وہ اللہ ہی کو مقصود کر چکے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو محروم نہ فرمادے۔ مجھے یہی غم ہے پھر انہوں نے پوچھا کہ تیرے جسم کے دبے ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑوں کا ہنسنا اگر وہ میری راہ میں ہنسائے تو کیا اچھا ہوتا۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا رنگ کیوں متغیر ہے؟ شیطان نے کہا کہ اس طاعت سے جو لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اگر وہ ایک دوسرے کی امداد گناہ پر مل کر کرتے تو مجھے زیادہ محبوب تر ہوتا۔ پوچھا کہ تیری کمر کیوں ٹوٹ گئی ہے؟ کہا کہ بندے کی اس دعا سے جب کہتا ہے یا اللہ میں تجھ سے خاتے کی بہتری چاہتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے عمل سے عجب بھی کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی برائی سے واقف ہو جائے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے ارادے سے نکلے اور مرجائے تو اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا اور جو حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم میں مرجائے تو وہ نہ حساب کے لئے پیش ہو گا نہ اس سے حساب لیا جائے گا وہ شخص بلا حساب جنت میں داخل ہو گا۔

(5) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حجة مبرورہ خیر من الدنيا وما فیہا و حجة مبرورہ لبسی لہا جزاء الا الجنة ترجمہ۔ حج مبرور دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور حج مقبول کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ (6) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے قاصد اور اسی کے مہمان ہیں اگر اس سے کچھ مانگتے ہیں تو وہ دیتا ہے۔ اگر اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو ان کی مغفرت کرتا ہے اگر دعا مانگتے ہیں تو قبول کرتا ہے۔ اور اگر سفارش کرتے ہیں تو ان کی سفارش منظور فرماتا ہے۔ (7) ایک حدیث میں

۱۔ شیطان مکہ سے رد کرتا ہے اس کے چلے مرنے سے۔ (من الجنة والناس) کا مضمون خوب واضح ہو رہا ہے۔ اویسی غفرلہ۔

ہے جو بروایت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مستند ہے اعظم الناس دبا من وقف بعرفة فظن ان الله تعالى لم يغفر له ترجمہ۔ لوگوں میں سب سے بڑا گنہگار وہ ہے جو عرفہ میں قیام کے بعد خیال کرے کہ اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ (8) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر (کعبہ) پر ہر روز ایک سو بیس رحمتیں اترتی ہیں ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس صرف دیکھنے والوں کے لئے۔ (9) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ننگے پاؤں ننگے بدن سات بار طواف کرے تو ایسا ہے جیسے ایک غلام آزاد کیا اور جو کوئی سات بار برستی بارش میں طواف کرے اس کے بہت سے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (10) ایک حدیث پاک میں ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف بہت زیادہ کیا کرو کہ وہ بڑے بزرگ امور سے ہے جسے قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں پاؤ گے اور اس کے برابر اور کوئی عمل بہشت کے قاتل نہ پاؤ گے۔

فائدہ : یہی وجہ ہے کہ حج اور عمرہ میں طواف کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ : عرفہ کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر کسی بندے کا کوئی گناہ بخشا جاتا ہے تو جو شخص اس بندے کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے اس کی بھی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

فائدہ : بعض سلف کا قول ہے کہ جب عرفہ کا دن جمعہ کے دن پڑتا ہے تو عرفات کے تمام حاضرین کی اللہ تبارک تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے اور عرفہ کو جمعہ کا پڑنا دنیا میں تمام دنوں سے افضل ہے۔ اسی دن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج واداع کیا اور آپ عرفات کے میدان ہی میں تھے کہ یہ آیت اتری۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ (پ 6، سورہ مائدہ 3) ترجمہ۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا (کنز الایمان) اہل کتاب نے کہا کہ یہ آیت اگر ہم پر اترتی تو ہم اسی دن کو عید مقرر کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن میں اتری۔ (1) عرفہ کے دن (2) جمعہ کے دن۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت اتری کہ آپ عرفات میں تشریف رکھتے تھے۔ ۱۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہم اغفر للحجاج وللمن استغفر له

حکایت : مروی ہے کہ علی ابن موفق نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے چند حج کئے وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موفق تو نے میری طرف سے حج کیا میں نے عرض کیا ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تو نے میری طرف سے لبیک کہا۔ میں نے عرض کیا ہاں ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ قیامت میں تجھے اس وقت دوں گا کہ ابھی مخلوق میں حساب کی سختی ہوگی اور میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کروں گا۔

اسلاف کے اقوال : حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ جب حجاج مکہ مکرمہ میں آتے ہیں تو فرشتے اونٹوں کے سواروں کو تو سلام کرتے ہیں اور گدھوں کے سواروں سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل چلنے والوں سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ (2) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص رمضان شریف کے بعد مرجائے یا جہاد کے بعد مرے یا پھر حج کے بعد مرجائے وہ شہید ہوتا ہے۔ (3) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور یہ ذی الحجہ اور محرم اور صفر اور ربیع الاول کی بیسیوں تک ہے جس کے لئے حجاج مغفرت کی درخواست کریں اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہوں۔ (4) اکابر سلف صالحین کا دستور تھا کہ غازیوں کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ جاتے تھے اور حاجیوں کو لینے کے لئے بھی جاتے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور ان سے اپنے لئے دعا منگواتے اس سے قبل کہ وہ گناہ کا ارتکاب کریں یا گناہوں کی باتوں میں مشغول ہوں۔ (5) علی بن موفی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور عرفہ کی رات کو منیٰ کی مسجد خیف میں ٹھہرا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے سبز لباس پہنے اترے ایک نے دوسرے کو عبد اللہ کہہ کر پکارا۔ دوسرے نے کہا لیلیک۔ پہلے نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس سال میں پروردگار کے گھر کتنے لوگوں نے حج کیا دوسرے نے کہا مجھے معلوم نہیں تو اس نے کہا چھ لاکھ بندگان خدا نے پھر پوچھا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ کتنے لوگوں کا حج مقبول ہوا دوسرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو اس نے اسے بتایا کہ صرف چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا ہے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں آسمان کی طرف لوٹ گئے۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں خوف زدہ ہو کر جاگا اور نہایت شدت کا غم مجھ پر طاری ہوا اور مجھے اپنی فکر ہوئی اور دل میں کہا کہ جب چھ آدمیوں کا حج مقبول ہوا تو ان میں سے میں کہاں ہوں گا جب میں عرفہ سے لوٹ کر گیا اور شہر حرام کے پاس رات بسر کی تو یہی فکر تھی کہ اس کثرت حجاج کا کیا بنے گا حالانکہ حج چند نفوس کا قبول ہوا ہے۔ مجھے نیند آگئی دیکھا تو وہی دونوں فرشتے پہلی صورت پر اترے ایک نے دوسرے کو پکار کر وہی تقریر کی کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس رات میں ہمارے پروردگار نے کیا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہا کہ اللہ جل شانہ نے چھ آدمیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ آدمی دیئے یعنی ان کی سفارش ان کے حق میں قبول ہوگی۔ ابن موفی کہتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی تو مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

۱۰ اس سے ثابت ہوا کہ نعمت والے دن کو عید کہنا سنت صحابہ ہے۔ اسی لئے ہم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو عید سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بڑھ کر اور کوئی نعمت ہوگی۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف میلاد النبی عید کیوں۔ اس سے اس جاہل گروہ کا رد ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں عیدین تو صرف دو ہیں یہ تیسری میلاد النبی عید کہاں سے آئی ہم کہتے ہیں جہاں عرفہ و معذہ بن کر آئے اسی مرکز سے میلاد النبی عید بن کر تشریف لائی۔

سورۃ تیری چل چل پر ہزار عیدیں ربیع الاول پہنچے۔ سوائے ایلیس کے جہاں میں بھی تو خوشیاں منا رہے ہیں (دیوان سالک)

حکایت : یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال حج کیا اور جب تمام ارکان ادا کر چکا تو ان کی فکر ہوئی جن لوگوں کا حج مقبول نہیں ہوا چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے رات کو رب العزت جل شانہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتا ہے۔ اے علی تو میرے سامنے سخوت جتنا ہے۔ میں نے سخوت اور غیوں کو پیدا کیا اور تمام غیوں اور بڑے کرم والوں سے زیادہ سخی اور جو دوالا میں ہوں اور مجھے دنیا کے لوگوں کی بہ نسبت جو دو کرم کا استحقاق بہت زیادہ ہے۔ میں نے جن حجاج کا حج قبول نہیں کیا ان کو ایسے لوگوں کو دے دیا جن کا حج قبول ہوا ہے۔

خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کے فضائل : (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس گھر کا حج ہر سال چھ لاکھ آدمی کریں گے اگر کسی کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یہ شمار کھل فرمائے گا اور قیامت کو کعبہ کا حشر اسی طرح ہوگا جیسے پہلی شب دہن ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کا حج کیا وہ اس کے پردہ میں لٹکے ہوں گے اور اس کے ارد گرد چلتے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ لوگ اس کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ (2) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے اور وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور زبان ہوگی جس سے وہ اس کے لئے گواہی دے گا جس نے اس کو حق اور صدق سے بوسہ دیا ہوگا۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ مروی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سجدہ کیا ہے اور آپ سواری پر طواف کرتے تو اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے حضرت عمر نے اس کو بوسہ دیا فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ ضرر دیتا ہے نہ نفع پہنچاتا ہے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا پھر آپ روئے یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی اپنے پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا انہوں نے کہا کہ ابوالحسن یہ وہ مقام ہے کہ یہاں آنسو بہائے جائیں اور دعائیں مقبول ہوں حضرت علی نے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ پتھر ضرر اور نفع دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا کس طرح فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے لولاد آدم کا عہد لیا تھا تو ایک نوشتہ لکھ کر اس پتھر پر رکھوا دیا پس یہ ایمان دار کے لئے عہد کے پورا کرنے کی اور کافر پر عہد شکنی اور انکار کی گواہی دے گا۔

فائدہ : بوسہ دیتے وقت کہا جاتا ہے اللھم ایمانا بک تصدیقا بکتابک وفاء بعہدک ترجمہ۔ الہی یہ فعل بجا لاتا ہوں تیرے اوپر ایمان اور تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے عہد کو پورا کرنے کی وجہ سے۔ اس سے وہی مراد ہے جو حضرت علی نے فرمایا تھا۔ (6) حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک دن روزہ رکھنا ایک لاکھ روزے کے برابر ہے اور ایک درہم خیرات کرنا لاکھ درہم خیرات کے برابر ہے۔

فائدہ : اسی طرح ہر نیکی لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔

فائدہ : سات پھیروں کا طواف ایک عمرے کے برابر ہے اور تین عمرے ایک حج کے برابر ہیں۔ (7) حدیث میں ہے

کہ عمرہ فی رمضان کحجۃ معی ترجمہ۔ رمضان میں عمرہ ایسے ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں حج ادا کیا جائے۔ (8) فرمایا کہ انا اول من تنشق الارض عنه ثم اتی اهل البقیع فیحشرون معی ثم اتی اهل مکة فاحشرون بین الحرمین۔ میں سب سے پہلے جب لوگوں سے زمین پھٹے گی اس کے بعد اہل البقیع کے پاس جاؤں گا ان کا حشر میرے ساتھ ہو گا پھر میں مکہ والوں کے پاس دوڑوں گا میرا حشر دونوں حرم کے درمیان ہو گا۔ ص (9) حدیث میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام افعال حج پورے کر چکے تو ان سے فرشتوں نے کہا اے آدم تمہارا حج مقبول ہوا ہم نے اس گھر کا حج تمہارے سے پہلے کیا ہے یعنی تیری پیدائش زائد دو ہزار سال پہلے۔ (10) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شب میں لیل زمین کی طرف نظر کرتا ہے اور سب سے پہلے اہل حرم کی طرف نظر فرماتا ہے اور اہل حرم میں مسجد کعبہ کے لوگوں کو پہلے دیکھتا ہے۔ پس جسے طواف کرتے دیکھتا ہے اسے بخش دیتا ہے اور جسے نماز پڑھتے دیکھتا ہے اس کی مغفرت فرماتا ہے اور جسے روپہ کھڑا دیکھتا ہے اس کی مغفرت فرماتا ہے۔

فائدہ : بعض اولیاء کرام کو مکاشفہ ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ سب گھٹائیں جزیرہ عبادان کو سجدہ کرتی ہیں اور جزیرہ مذکور جدہ کی طرف سجدہ کرتا ہے۔

فائدہ : جب ہر روز سورج ڈوتا ہے تو خانہ کعبہ کا ایک ابدال طواف ضرور کرتا ہے۔ اور کسی رات کی صبح ایسی نہیں کہ اس میں ایک اوتار کعبہ کا طواف نہ کرے اور جب یہ صورت نہ رہے گی تو زمین سے کعبہ اٹھ جائے گا۔ لوگ صبح کو اٹھ کر دیکھیں گے کہ کعبہ اٹھ گیا۔ اس کا نشان نہ دیکھیں گے اور جتنے قرآن دنیا میں ہوں گے صبح کو دیکھیں گے کہ ورق سادے سفید ہیں۔ حروف ان میں نہیں پھر قرآن دلوں میں محو کر دیا جائے گا کہ اس کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہے گا۔ پھر لوگ اشعار اور راگوں اور لیام جہالت کے اخبار کی طرف رغبت کریں گے۔ پھر دجل نکلے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے قتل کریں گے اور اس وقت قیامت قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے کے عنقریب کی توقع ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اس گھر کا طواف بہت زیادہ کرلو اس سے پہلے کہ اٹھا لیا جائے کیونکہ دو دفعہ یہ ڈھایا گیا ہے اور تیسری بار یہ اٹھایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب میں دنیا کو خراب کرنا چاہوں گا تو اپنے گھر سے شروع کروں گا اول اس کو خراب کروں گا پھر اس کے بعد دنیا کو خراب کروں گا۔

مکہ مکرمہ میں اقامت کے کراہت دلائل و اقامت کے شرائط : وہ علماء کرام جن کے دلوں میں خوف خدا اور محتاط قسم کے ہیں وہ مکہ مکرمہ کی اقامت کو تین وجوہات سے اچھا نہیں سمجھتے (1) اکتا جانے اور خانہ کعبہ کے ساتھ مساوات ہو جانے کے خوف سے کیونکہ یہ بات اکثر دل کی حرارت کو جو حرمت کے متعلق ہوتی ہے ذکر کرنے میں تاثیر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج سے فراغت کے بعد مارتے اور کہتے کہ اے یمن والو اپنے یمن کو جاؤ شام والو شام کو رخصت ہو عراق والو عراق کی رلو اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو طواف کی کثرت سے منع فرمائیں اس خوف سے کہ لوگ کہیں اس گھر سے مانوس نہ ہو جائیں یعنی پھر ان کو اس کی حرمت مساوات سے ہو جائے گی۔ (2) کعبہ کی جدائی سے شوق ابھرتا ہے اور پھر آنے کا اشتیاق ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا فرمایا ہے اور مَثَابہ کے معنی یہی ہے کہ اس کی طرف بار بار آئیں۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی اور شہر میں ہو اور تمہارے دل کا مشتاق خانہ کعبہ سے متعلق رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مکہ میں رہ کر اس سے اکتاؤ بعض سلف کا قول ہے کہ بہت سے آدمی خراسان میں ہیں کہ وہ خانہ کعبہ سے بہ نسبت اس کے طواف کرنے والوں کے قریب ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ کعبہ شریف اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ان کا طواف کرتا ہے۔ (3) مکہ میں خطاؤں اور گناہوں کے ارتکاب کا خوف ہے اس لئے خطرہ ہے کہ اس مقام کی بزرگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہو۔

حکایت : وہیب بن ورد کی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حطیہ میں نماز پڑھتا تھا میں نے سنا کہ دیوار کعبہ اور پردہ کے اندر سے آواز آتی ہے کہ اے جبرائیل میرے ارد گرد طواف کرنے والے جو لوگ لغو باتیں اور امور کرتے ہیں ان کی شکایت میں اللہ سے کرتا ہوں اور پھر تم سے اگر یہ لوگ ان امور سے باز نہ آئیں گے تو میں ایک ایسی پھیری لوں گا کہ میرا ایک ایک پتھر اس پہاڑ پر چلا جائے گا جہاں سے جدا کیا تھا۔ وَمَنْ يَرِدْ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نَذَقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ (پ 17 الحج 25) اور جو اس میں کسی زیادتی ناحق کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ (کنز الایمان) یعنی یہ عذاب دنیا صرف گناہ کے ارادہ کرنے پر ہے۔

مسئلہ : مکہ میں نیکیاں دوہری ہوتی ہیں برائیاں بھی دوہری ہوتی ہیں۔

مسئلہ : حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ مکہ میں غلہ خرید کر بند رکھنا اور گرانی کا غنجر رہنا حرم میں اتحاد کی قسم سے ہے۔

فائدہ : بعض نے کہا ہے کہ جھوٹ بھی اسی میں شامل ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اگر میں رکیہ میں ستر گناہ کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ مکہ میں ایک گناہ کروں۔

فائدہ : رکیہ مکہ اور طائف کے درمیان میں ایک منزل ہے۔ (الحجوبہ) اسی خوف سے بعض حضرات کی عادت تھی کہ احاطہ حرم میں پاخانہ نہ کرتے تھے بلکہ پاخانہ پیشاب کے لئے احاطہ حرم سے باہر جاتے تھے بعض لوگ مہینہ بھر مکہ

1۔ تجر اسوہ کے متعلق تحقیق نیت اور تحصیل عجیب و غریب فقیر کا رسالہ التحریر المسجد فی البحر الاسود پڑھئے۔ اویسی غفرلہ۔

2۔ الاتخاب ص 272 ج 4 مطبوعہ مصر میں اس مسئلہ کی بہترین تحقیق لکھی ہے قتل مطلق ہے۔ اویسی غفرلہ۔

میں رہے لیکن اپنے پہلو زمین پر نہ رکھے۔ مکہ مکرمہ میں اقامت کی ممانعت کی وجہ سے بعض علما نے وہاں کے مکانوں کا کرایہ مکروہ بتایا ہے۔ 2۔

ازالہ وہم : یہ گمان مت کرنا کہ اقامت کا مکروہ ہونا مکہ کی فضیلت کے متنافی ہے۔ اس لئے کہ اس کے مکروہ ہونے کی وجہ اور ہے کہ وہ یہ کہ اس مقدس جگہ کے حقوق ادا کرنے سے عام لوگ قاصر ہیں جو ہم کہتے ہیں کہ مکہ میں اقامت نہ کرنا بہتر ہے۔ اس کا معنی یہ ہیں کہ وہاں کے قیام میں لوب کی کوتاہی اور اکتا جانے کی بہ نسبت اقامت نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ یہاں کی اقامت بہتر نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ تو وہ مقام ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پاک سے مکہ مکرمہ لوٹ کر تشریف لائے تو کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تو اللہ کی زمین میں بہتر ہے اور تمام مقامات کی بہ نسبت مجھے تو زیادہ محبوب ہے اگر میں تجھ سے نکلانہ جاتا تو ہرگز نہ نکلتا علاوہ ازیں خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور مکہ میں نیکیاں حسب مذکورہ بلا دوگنا ہوتی ہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں اقامت مطلقاً افضل نہ ہو۔

فضیلت مدینہ طیبہ : مکہ کے بعد مدینہ طیبہ سے کوئی اور شہر افضل نہیں کیونکہ اس میں بھی اعمال دوگنا ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (1) صلوٰۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں ہر عمل ہزار کے برابر ہے اور مدینہ منورہ کے بعد بیت المقدس ہے کہ اس میں ایک نماز پانچ سو کے برابر ہے اور یہی حال دیگر ائمال کا ہے۔ (2) حضرت ابن عباس حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک مدینہ کی مسجد دس ہزار نمازوں سے برابر ہے اور بیت المقدس میں ایک ہزار کے برابر اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کے برابر ہے۔ (3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من بصر عی الاولہا و شدتها احد الکنت له شفیع یوم القیمة جو مدینہ پاک کی سختی اور شدت پر صبر کرے گا تو قیامت میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(4) حضور سرور کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ میں مرے کیونکہ جو کوئی اس میں مرے گا قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا۔

مسئلہ : بعد ان تینوں مقامات کے باقی تمام مقامات برابر ہیں بجز گھاٹیوں کے کہ ان میں دشمن کی نگاہبانی کے لئے ٹھہرنے میں فضیلت ہے اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تشد الرجال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصی۔

فائدہ : بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کے مقلد حبرکہ اور علماء اور صلحاء کے مزارات کو منع کیا اور معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا یہ استدلال درست ہو بلکہ زیارت قبور کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا کنت نہیتکم عن زیارة القبور فزوروها اور حدیث بالا مسجدوں کے بارے میں آئی ہے۔ مزارات کا حکم ایسا نہیں اس لئے کہ مسجدیں ان تین مسجدوں کے سوا ایک جیسی ہیں اور کوئی شہر ایسا نہیں جس میں مسجد نہ ہو پھر دوسری مسجد میں جانے کے کیا معنی لیکن مزارات یکساں نہیں ہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اسی قدر ہوتی ہے جتنا ان حضرات کے درجات ہوتے ہیں ہاں اگر آدمی ایسے گاؤں میں ہو کہ جس میں مسجد نہ ہو تو اسکو جائز ہے کہ کسی ایسے گاؤں کی طرف سفر کرے جس میں مسجد ہو پھر ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کہنے والا انبیاء علیہم السلام جسے حضرات ابراہیم و موسیٰ و یحییٰ علیہ السلام وغیرہم کے مزارات پر جانے سے بھی منع کرے۔ جب ان مزارات پر جانا درست کہے گا تو اولیاء اور علماء اور صلحاء کے مزارات بھی انہیں مزارات کے حکم میں ہیں نیز بعید نہیں کہ ان کے مزارات پر جانا سفر کی غرض سے ہو جیسے علماء کی زیارت ان کی زندگی میں مقصود ہوتی ہے۔ یہ حال تو سفر کا ہے۔ اب اولیاء کے مقام کا حال سنیں مرید کے لئے اگر سفر سے غرض علم کا حاصل کرنا نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے مکان میں بیٹھا رہے بشرطیکہ وطن میں اس کا حال درست ہے۔ اگر حال سلامت نہ رہے تو ایسی جگہ تلاش کرے جس میں اس کو کوئی نہ جانے اور دین سلامت رہے۔ اور غراغ دل عبلوت میسر ہو کہ اس کے حق میں یہ مقام سب سے افضل ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر سب اللہ کے ہیں اور لوگ تمام اس کے بندے ہیں اس صورت میں جس جگہ میں نرمی اور آسانی دیکھے وہاں ٹھہر جائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے حدیث میں ہے کہ جس کو کوئی چیز روزی میں ملے اس کو لازم پکڑے اور جس کی معاش کسی چیز میں مقصود کر دی گئی ہو اس سے نہ ہٹے یہاں تک کہ وہ چیز اس پر بدل جائے۔

حکایت : ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ اپنا توشہ دان موندھے پر اور پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے کہیں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں میں نے پوچھا حضرت کہاں کا ارادہ ہے۔ فرمایا ایسے شہر مقیم ہوں گا جہاں اناج سستا ہوگا۔ راوی نے کہا کہ میں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ جب تم کسی شہر میں اناج کی ارزانی سنو تو اس شہر کا قصد کر لو کہ اس سے تمہارا دین بھی سلامت رہے گا اور فکر کم کرنا پڑے گی اور کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ خرابی کا ہے گمنام لوگ اس میں محفوظ نہیں رہ سکتے مشوروں کا تو ذکر کیا ہے زمانہ نقل مکانی کا ہے کہ آدمی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جا کر دین کو فتنوں سے بچائے۔

حکایت : ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خدایا مجھے معلوم نہیں کہ کون سے شہر میں رہوں عرض کی گئی خراسان میں مقیم ہو جائے۔ فرمایا کہ وہاں مختلف مذاہب اور تجویزیں خراب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ شام میں رہیے فرمایا کہ وہاں شہرت ہوتی ہے کسی نے کہا کہ عراق میں سکونت کیجئے فرمایا کہ وہ ظالموں کا ملک ہے۔ پھر عرض کی گئی کہ مکہ میں رہئے فرمایا مکہ عقل اور بدن کو تحلیل کرتا ہے۔

حکایت : ایک بار کسی مسافر نے ان سے کہا کہ میں نے نیت کر لی ہے کہ میں رات مکہ میں رہوں گا مجھے نصیحت

فرمائیے فرمایا کہ تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) صف اول میں نماز مت پڑھنا (۲) کسی قریشی مکہ کی صحبت مت اختیار کرنا۔ (۳) صدقہ ظاہر کر کے مت دینا صف اول میں نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ آدمی مشہور ہو جاتا ہے یعنی نسب پھر وہ غائب ہو جاتا ہے تو اس کی تلاش ہوتی ہے۔ اس صورت میں عمل میں زینت اور بناوٹ مل جاتی ہے اور یہ صوفیہ کرام کے نزدیک بڑی چیز ہے۔

حج کے واجب اور صحیح ہونے کی شرائط

شرعی چار طرح ہوتی ہیں۔ حج کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ (۱) وقت (۲) مسلمان ہونا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر لڑکا حج کرے تو اس کا حج درست ہے۔ اگر وہ تمیز والا ہو تو احرام خود باندھے اور اگر چھوٹا ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور افضل حج کے طواف اور سعی وغیرہ سب اسے کرائے۔

مسئلہ: حج کا وقت شوال سے لیکر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یعنی یوم نحر کی صبح صادق تک ہے جو شخص اس مدت کے سوا اور دنوں میں احرام باندھے گا تو حج نہ ہوگا بلکہ عمرہ ہوگا اور عمرہ کا وقت تمام سال ہے مگر جو منیٰ کے ایام میں مناسک حج ادا کرنے کا پابند ہو اسے عمرہ کا احرام نہ باندھنا چاہئے۔ اس لئے کہ عمرہ کے بعد پھر اس سے منیٰ کے اعمال نہ ہوں گے۔

(۲) حج اسلام کے متعلق شرائط پانچ ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) وقت ہونا۔ اگر لڑکا یا غلام احرام باندھے اور عرفہ میں لڑکا یا غلام آزاد ہو جائے یا مزدلفہ میں ایسا ہو اور صبح صادق سے پہلے عرفہ کو چلا جائے تو حج اسلام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حج عرفات میں قیام کا نام ہے اور وہ حالت بالغ ہونے اور آزاد ہونے میں میسر ہو گیا اور دونوں پر کوتاہی کی وجہ سے جانور کا لازم فسخ کرنا نہ آئے گا اور فرض عمرہ کی بھی یہی شرطیں ہیں۔ سوائے وقت کے

حج نفلی کی شرائط: آزاد اور بالغ کے حق میں یہ ہے کہ حج فرض سے فارغ ہو کیونکہ حج فرض مقدم ہے، اس کے بعد اس حج کی قضا ہے، جس کو عرفہ کے ٹھہرنے کے وقت قاسد کر دیا ہو۔ پھر نذر کا حج ہے۔ دوسرے کی طرف سے نائب ہو کر حج کرنا۔ ان کے بعد حج نفل ہے، یہ ترتیب اسی طرح ضروری ہے۔ گو نیت بھر اس کے خلاف ہو مگر حج اسی طرح ہوگا۔

فائدہ: ایک شخص کے ذمہ حج فرض ہے اور وہ حج نذر کی نیت سے یا دوسرے کی نیابت کر کے احرام باندھے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ حج فرض ہو جائے گا۔ (۴) حج کے واجب ہونے کی شرطیں پانچ ہیں۔ (۱) بلوغ (۲) اسلام (۳) عقل (۴) آزاد (۵) قدرت۔ جس شخص پر حج فرض ہوتا ہے اسی پر فرض عمرہ بھی لازم ہوتا ہے۔

مسئلہ : جو شخص زیارت یا تجارت کے لئے مکہ میں جانا چاہے اور لکڑی بیچنے والا نہ ہو تو ایک قول کے بمطابق اس پر احرام باندھنا واجب ہے 'پھر عمرہ یا حج کے اعمال کر کے احرام کھول دے۔ قدرت کی دو قسمیں ہیں۔ خود اعمال حج بجا لائے اس کے لئے بھی کئی امور ضروری ہیں' (۱) تندرست ہونا (۲) راستہ میں نسخ کی ارزانی اور خوف و خطرہ نہ ہو 'تری کا راستہ ہو یا خشکی کا مال اس قدر ہو کہ جانے اور وطن میں لوٹ آنے کو کافی ہو' اس کے گھر والے ہوں یا نہ ہوں' اس لئے کہ وطن کا چھوڑنا آدمی کو سخت ناگوار ہوتا ہے اور جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے ان کے لئے بھی اتنے دنوں کا خرچ ہو اور اس قدر اپنے پاس ہو کہ اس سے اپنے فرض ادا کر دینے اور سواری کے لینے پر کرایہ کرنے پر قادر ہو یا سواری کا جانور علیحدہ ہو یا اگر پر تل کے جانور پر بیٹھ سکے تو اسی کی قدرت چاہئے' دوسری قسم قدرت اپناج کے حق میں اتنا مال رکھتا ہو کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو حج کرنے کو بھیجے کہ وہ اپنا حج فرض کر کے دوسرے سال اس کی طرف سے حج کرے اور اس صورت میں خرچ سواری پر تل کے جانور کا کافی ہوگا۔

مسئلہ : اگر اپناج کا لڑکا راستہ میں اس کی خدمت کرنے کو تیار ہو تو اس صورت میں وہ معذور نہ گنا جائے گا، بلکہ قدرت والا ہو جائے گا۔

مسئلہ : اگر بیٹا اپنا مال باپ کے سامنے رکھ دے تو اس سے وہ قادر نہ ہوگا کیونکہ بدن کی خدمت میں بیٹے کی سعادت مندی ہے اور مال کے دینے میں باپ پر احسان ہے۔

مسئلہ : جس کو قدرت ہو جائے اس پر حج کرنا واجب ہے اور تاخیر سے جانا بھی درست ہے مگر تاخیر کرنے میں خطرہ ہے اگر آخر عمر تک بھی حج نصیب ہو جائے تو فرض ساقط ہو جائے گا لیکن اگر بعد واجب ہونے کے بعد حج کرنے سے پہلے مر جاؤ گے تو اللہ کے سامنے عاصی ہو کر جائے گا اور حج اس کے ترکہ میں سے کرایا جائے گا اس نے وصیت نہ کی ہو جیسے دیگر فرضوں کا مسئلہ ہے کہ وہ بھی وصیت ادا کرنے پڑتے ہیں۔

مسئلہ : اگر ایک سال میں اس کو قدرت ہوئی ہو اور لوگوں کے ساتھ حج کو نہ نکلا 'پھر اس کا مال لوگوں کے حج کرنے سے پہلے جاتا رہا یہ شخص بھی مر گیا تو اس پر حج کا مواخذہ نہ ہوگا۔

مسئلہ : جو شخص باوجود دو تہندی کے حج نہ کرے اور مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت سخت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ شہروں میں ایک پروانہ بھیج دوں کہ جو شخص حج کی قدرت کے باوجود حج نہ کرے اس پر کچھ جزیہ لگادیا جائے۔

مسئلہ : معید بن جبر اور ابراہیم اور مجاہد اور طاؤس سے مروی کہ اگر معلوم ہو کہ کسی شخص پر حج واجب تھا اور وہ حج کرنے سے پہلے مر گیا تو ہم اس پر نماز نہ پڑھیں گے۔

فائدہ : بعض اکابر صحابہ کا ہمسایہ تو مگر تھا مگر اس نے حج نہ کیا تھا اور مر گیا ان بزرگ نے ان کی نماز نہ پڑھی۔ حضرت

ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جو شخص زکوٰۃ دینے اور حج کے بغیر مرتا ہے تو دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرتا ہے یہ آیت پڑھی۔ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا اللَّهُمَّ إِنَّكَ كَاذِبٌ كَرِيمٌ۔

ارکان حج : یعنی وہ اعمال جن کے بغیر حج درست نہیں پانچ ہیں۔ (1) احرام (2) طواف (3) طواف کے بعد صفا مروہ دوڑنا۔ (4) عرفات میں ٹھہرنا (5) پانچویں ایک قول کے مطابق بل مندواں۔

مسئلہ : عمرہ کے ارکان بھی یہی ہیں۔ سوائے عرفات میں ٹھہرنے کے۔

حج کے واجبات : ان کے چھوڑنے کا تذکرہ دم سے ہوتا یعنی قربانی کا جانور ذبح کرنا وہ چھ ہیں۔ (1) میقات سے احرام باندھنا جو کوئی بلا احرام میقات سے آگے بڑھ جائے اس پر ایک بکری ذبح کرنی لازم ہوگی۔ (2) جمعرات کو کنکریاں مارنا ان جمروں کے ترک سے روایات کے مطابق دم لازم ہوتا ہے۔ (3) یوم عرفہ سورج کے ڈوبنے تک عرفات میں ٹھہرنا۔ (4) دسویں کی رات کو ذوالحج کے ماہ میں مزدلفہ میں ٹھہرنا۔ (5) منیٰ میں رات کو رہنا۔ (6) طواف وداع ان چاروں کے چھوڑنے سے روایات کے مطابق دم لازم آتا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق دم لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔

اقسام حج : حج اور عمرہ ادا کرنے کے تین طریقے ہیں۔ (1) افراد جو سب سے میں سے افضل ہے (یہ شوافع کے نزدیک ہے ہمارے ہاں قرآن افضل ہے) (2) اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے صرف حج کرے اور جب قارغ ہو جائے تو حل میں جا کر احرام باندھے اور عمرہ کے اور عمرہ کے احرام کے لئے حل میں سے بہتر جگہ جدا نہ ہے۔ پھر تعیم پھر حدیبیہ۔

مسئلہ : افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر نقلی کرے تو اختیار ہے۔ (2) قرآن یعنی احرام میں حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کر کے کہے۔ لبیک لجنۃ و عمرۃ معاً ط ایسے شخص کو اعمال حج کرنے کافی ہیں انہیں میں عمرہ بھی آجاتا ہے جیسے غسل میں وضو آجاتا ہے لیکن اگر طواف اور سعی عرفات کے ٹھہرنے سے کرے گا تو سعی دونوں میں شمار ہوں گی اور طواف حج میں نہ گنا جائے گا۔ کیونکہ حج میں فرض طواف کی شرط یہ ہے کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد ہو اور قرآن دالے ہر ایک بکری قربانی واجب ہے لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اس پر قربانی نہیں اس لئے کہ اس نے اپنی میقات کو ترک نہیں کیا کیونکہ اس کی میقات مکہ ہے۔ (تمتع) اس کی صورت یہ ہے کہ میقات سے احرام عمرہ کا باندھے اور مکہ میں حلال ہو کر احرام میں جو امور اس کو ممنوع ہو گئے تھے حج کے وقت تک ان سے مستفیع ہوگا پھر حج کا احرام باندھے۔

فائدہ : بغیر پانچ باتوں کے تمتع نہیں ہوتا شرط یہ ہے کہ مسجد حرام کے متعمین میں نہ ہو اور مقیم سے مراد یہ ہے کہ اس میں اور مسجد حرام میں اتنا فاصلہ نہ ہو جس میں نماز قصر پڑھی جائے یعنی سفر شرعی سے کمتر فاصلہ پر ہو۔ (2) عمرہ

حج سے پہلے کرے۔ (3) عمرہ حج کے مہینوں میں ہو۔ (4) حج کی مقات تک لوٹ کر نہ جائے اور نہ حج احرام کے لئے اس جیسی مسافت تک واپس لوٹے۔ (5) اس کا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں۔ جب یہ پانچوں شرطیں پائی جلیں گی تو تمتع والا ہوگا اور اس پر ایک بکری قربانی واجب ہے۔ اگر بکری میسر نہ ہو تو تین روزے دسویں ذوالحجہ سے پہلے متفرق خواہ ایک ساتھ ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے وطن جا کر رکھ لے اور یہی حل قرآن کا ہے کہ دم میسر نہ ہو، یعنی اس کے عوض دس روزے رکھے اور افضل ان تینوں صورتوں میں افراد ہے، پھر تمتع پھر قرآن۔

ممنوعات حج : حج و عمرہ کے ممنوعات چھ ہیں۔ (1) کرتہ اور پاجامہ اور موزہ اور عمامہ پہننا بلکہ تہبند اور چادر اور نعلین یعنی چلیں پہننی چاہئیں۔ اگر چلیں نہ ہوں تو جوتیاں پہنے اور اگر تہبند نہ ملے تو پاجامہ پہنے اور کمر میں پنکا باندھنے کا اور کجلوہ کے سایہ میں بیٹھنے کا حرج نہیں، مگر اپنے سر کو ڈھانپنا نہ چاہئے کہ مرد کا احرام سر میں ہے اور عورت کو ہر ایک ملا ہوا لباس پہننا درست ہے، بشرطیکہ اپنے منہ کو ایسی چیز سے نہ چھپائے جو چہرے پر لگے اس کا احرام اس کے چہرے میں ہے دوسرا خوشبو لگانے نہیں چاہئے کہ جس چیز کو عقلاً خوشبو سمجھا جاتا ہے اس سے پرہیز کرے۔ اگر خوشبو لگائے گا یا سیاہ لباس پہنے گا تو اس پر دم لازم آئے گا۔ (3) بل منڈانا اور کترانا اس سے بھی دم لازم آتا ہے اور سرمہ لگانے اور حمام میں جانے اور فصد کھلوانے اور پھنوں سے خون نکلوانے اور کنگھی کرنے کا نہیں، (4) عورت سے ہم بستر ہونا اور یہ صورت اگر ذبح اور حلق سے پہلے کرے گا تو حج جاتا رہے گا اور بد نہ یعنی اونٹ یا گائے یا سات بکریاں ذبح کرنی واجب ہوں گی اگر بعد ذبح اور سر منڈانے کے صحبت کرے گا تو بد نہ لازم آئے گا، لیکن حج نہ جلوے گا، (5) صحبت کے لوازم مثل بوس و کنار اس صورت سے عورتوں سے ہاتھ لگانا کہ منی وغیرہ نکل آئے حرام ہے اور اس میں لازم ہے اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے کی صورت میں دم واجب اور احرام والے کو اپنا یا غیر کا نکاح کرنا حالت احرام میں حرام ہے اور اس میں دم نہیں اور نکاح ہوتا ہی نہیں۔ جنگلی شکار مارنا کہ جس کا گوشت کھلیا جاتا ہو، یا وہ حلال اور حرام جانور سے پیدا ہوا ہو، پس اگر احرام والا شکار مارے تو اس پر جانور میں سے اسی صورت کا جانور واجب ہوگا، اور تری کا شکار حلال ہے اور اس میں کچھ دم نہیں۔

ادائیگی حج کا طریقہ

گھر سے احرام تک کی سنتیں : وہ آٹھ ہیں۔ (1) مال سے متعلق ہے کہ ارادۂ سفر کے وقت پہلے توبہ کرے، اور جن لوگوں کے حق زبردستی لئے ہوں، ان کو واپس کر دے اور قرض خواہوں کے قرض ادا کرے اور جن لوگوں کا کھانا وغیرہ اپنے ذمہ ہو ان کا نفقہ واپسی تک کی مدت کامیا کر دے۔ اور جو امانت کسی کی ہو وہ اس کے حوالے کر دے اور مال میں سے حلال اور پاکیزہ اس قدر ساتھ لے کر جانے اور آنے کو کافی ہو تاکہ تنگی کی نوبت نہ آوے بلکہ اس

طرح ہو کہ ضعفاء اور فقراء کی بھی بشرط منجائش خدمت کر سکے اور نکلنے سے کچھ خیرات کرے اور اپنے لئے ایک مضبوط جانور خرید لے جو کمزور نہ ہو کرایہ کر لے مگر کرایہ کی صورت میں مالک جانور سے تمام کاموں کا نام نہ لے جو اس پر لادنا چاہے تھوڑی ہوں یا زیادہ اس کی رضامندی حاصل ہو جائے۔ (3) سفر کے رفتی کے متعلق ہے کہ راہ کے لئے ایک ایسا ساتھی تلاش کرے جو نیک نعت اور بہتر دوست خیر کا مددگار ہو کہ اگر یہ بھولے تو وہ یاد دلائے اور اگر یہ ادا کرے تو وہ مدد کرے اگر یہ کمزوری کرے تو وہ بہلوری دکھائے۔ اگر عاجزی کرے تو مدد کرے اگر اس کا دل تنگ ہو تو وہ صبر پر آمادہ کرے پھر ان رفقاء جو سفر میں نہ جائیں ان سے اور اپنے بھائیوں اور ہمسائیوں سے رخصت ہو اور ان کی دعا کا طالب ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں خیر و برکت کرتا ہے اور رخصت ہونے میں یہ دعا پڑھے۔ استعو
دع اللہ دینک و امانتک و خواتیم عملک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسافر کو یہ دعا بتایا کرتے تھے۔ فی حفظ
اللہ و کنفہ و زودک السقوی و جنبک الردی و غفر ذنبک و وجہک الخیر اینما توجہت (3) گھر سے نکلنے کے متعلق ہے جب نکلنے کا ارادہ کرے تو چاہے کہ پہلے دو گنا پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد الحمد کے سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص اور سلام کے بعد اپنے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اخلاص کامل اور نیت صادق سے دعا مانگے کہ الہی تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور تو ہی ہمارے گھر اور مل اور اولاد اور دوستوں میں نائب اور محافظ ہے ہمیں اور ان کو ہر آفت اور مصیبت سے بچانا اور الہی ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی اور پرہیزگاری کی درخواست کرتے ہیں اور ایسا عمل ہم سے ہو جن سے تو راضی ہو الہی ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ زمین کو ہمارے لئے طے کر دینا اور سفر کو ہم پر آسان کرنا اور سفر میں ہمارے بدن اور مل اور دین میں سلامتی نصیب کرنا اور اپنے گھر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزار تک ہمیں پہنچانا الہی ہم تجھ سے سفر کی سختی اور بری طرح لوٹنے اور گھر والوں اور مل اور اولاد اور یار دوستوں کو برے حال میں دیکھنے سے پناہ مانگتے ہیں الہی ہمیں اور ان کو اپنی حفاظت میں لے لے اور ہم سے اور ان سے اپنی نعمت مت چھین اور جو آرام ہمیں اور انکو تو نے دے رکھا ہے اس کو مت بدل۔ (4) جب گھر کے دروازے تک پہنچے تو کہے۔ بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ رب اعوذ بک ان اضل او یضل و اذل او یذل و اظلم او یظلم و جہل او یجہل علی الہی میں اکڑ سے اترانے اور نمود اور شہرت کے لئے نہیں نکلا ہوں بلکہ تیرے غضب سے خوف کر کے تیری رضا جوئی کے لئے اور تیرے فرض ادا کرنے اور تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور تیرے دیدار کے شوق میں نکلا ہوں اور جب چلے تو یہ دعا پڑھے اللہم بک نشوت و عیك توکلت و بک اعتصمت و الیک توجہت اللہم انت ثقتی و انت رجائی فاکفنی ما همی و ما لا اهتم بہ و ما انت اعلم بہ منی عزیزاءک و جل ثناؤک و لا الہ غیرک اللہم زودنی التقوی و عمر لی ذبی و وجہتی للخیر انما توجہت اور جس منزل سے چلا کرے اس دعا کو پڑھ لیا کرے۔ (5) سواری کے بارے میں سنت ہے کہ جب سوار ہو تو کہے * بسم اللہ و باللہ واللہ اکبر توکلت علی اللہ و لا حول ولا قوۃ لا باللہ العلی العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن سبحان الذی سخر لنا هذا وما کماله مقربیں

وانا الی ربنا لمنقلبون اللهم انی وجهی الیک و فوضت امری کله الیک و توکلت فی جمیع اموری علیک انت حسبی و نعم الوکیل اور سواری پر خوب اطمینان سے جم جائے اور سواری قابو میں آجائے تو سات بار کہے۔ * سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور کہے الحمد للہ الذی ہدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا اللہ اللهم انت الحامل علی الظهر وانت المستعان علی الامور (6) سوار اترنے کے بارے میں مسنون ہے کہ جب تک دھوپ تیز نہ ہو جائے تب تک نہ اترے اور بہت سا راستہ رات کو طے کر لے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر شب میں سفر اختیار کرو کہ راستہ رات کو طے ہوتا ہے۔ اور چاہئے کہ رات کو کم سوئے تاکہ اس سے رات کے چلے سفر پر اور جب منزل قریب محسوس ہونے لگے تو کہے اللہم رب السموات السبع وما اظللن ورب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اضللن ورب الرياح وما فرین ورب البحار وما جرین اسلک خیر هذا المنزل و خیر اہله و اعوذ بک من شر هذا المنزل و شر ما فیہ اصرف عنی شر شرارہم اور جب منزل میں اترے تو دو رکعتیں نماز پڑھے پھر کہے اللہم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما خلق اور جب رات کی تاریکی چھائے تو کہے یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک و شر ما فیک و شر ما یدب علیک اعوذ باللہ من شر کل اسد و اسود و حیة و عقرب و من شر ساکن البلد و والد وما ولدوله ما سکن فی البیل والنہار و هو السميع العلیم ط

(7) حفاظت کے بارے میں چاہئے کہ سفر دن کو اختیار کرے قافلے سے اکیلا ہو کر نہ چلے کیونکہ عجیب نہیں کہ کوئی قتل کر دے۔

۱۔ الہی تیری مدد سے میں چلا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تجھی پر چنل مارا اور تیری طرف توبہ کی الہی تویی میرا اعتماد اور تو میری توقع ہے پس مجھ کو بچا اس چیز سے کہ مجھ کو پیش آئے اور جس چیز کا اہتمام مجھ سے نہ ہو سکے اور جس چیز کو تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے عزیز ہے پناہ پکڑنے والا تیرا اور بری ہے تعریف تیری اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے الہی قوشہ دے مجھ کو تقویٰ کا اور بخش دے میرے گناہ اور سامنے کر مجھ کو خیر کے جہاں میں جاؤں۔ 12

2۔ اللہ کے نام سے شروع اللہ بہت بڑا ہے میں نے بھروسہ کیا اللہ پر اور نہیں طاقت اور نہیں قوت مگر مدد سے اللہ برتر اور عظمت والے کی جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوا پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں دیا بتا دے یہ اور ہم نہ تھے اس کے مقابل ہونے والے اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے الہی میں نے اپنا منہ تیری طرف کیا اور اپنا سب کام تجھ کو سونپا اور اپنے امور میں تجھ پر بھروسہ کیا تو تجھ کو کافی اور مدد دار ہے۔ 3۔ اور پکی ہے اللہ کو اور حمد ہے اللہ کو اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے۔ 4۔ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو یہاں راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اور اگر نہ راہ دیتا ہم کو اللہ الہی تویی سواری کی پشت پر لاؤنے والا ہے اور تویی س کاموں پر مدد چاہا یا 17 5۔ اور اژدہا دور موطا بروایت خالد بن معدان مسلا 12 6۔ اے پروردگار ساتوں آسمانوں کے اور اس چیز کے جس پر انہوں

یا راستہ بھول کر قافلہ سے علیحدہ ہو جائے اور رات کو سوتے وقت ہوشیاری سے رہے اگر اول شب میں سوئے تو اپنے ہاتھ پھیلائے اور اگر آخر شب میں سوئے تو ہاتھ کسی قدر اٹھا رکھے اور سر کو تھیلی پر رکھ کر لیٹے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سفروں میں اسی طرح سویا کرتے تھے کیونکہ دوسری طرح لیٹنے میں بعید نہیں کہ گہری نیند آجائے اور سورج نکل آئے اور اس کو خبر بھی نہ ہو اور نماز کا فوت ہو جانا حج کے ثواب سے اہمیت پا جائے اور رات کو مستحب ہے کہ دو رفیق نیت بنوے حفاظت کریں کہ جب ایک سوئے تو دوسرا جاگتا رہے۔ اور پہرا دے اسی طرح کا پہرہ دینا مسنون ہے اگر رات یا دن کو کوئی دشمن یا درندہ اس پر حملہ کرے تو چاہئے کہ آیت الکرسی اور شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور یہ دعا اس کے ساتھ ملائے۔ بسم اللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ ماشاء اللہ لا یاتنی بالخیرات الا ماشاء اللہ لا یصرف السواء الا اللہ حسبی وکفی سمع اللہ لمن وعا لیس وراء اللہ منتہی ولا دون اللہ ملجأ کتب اللہ لا غلبن انا اللہ ورسلی ان اللہ قوی عزیز تحصنت باللہ العظیم واستعنت بالحق الذی لا یموت اللہم احرمنا بعینک الشی لا تنام واکنفنا برکنک الذی لا یرام اللہم ارحمنا بقدر نک علینا فلا تہلک وانت ثقتنا ورجاءنا اللہم اعطف علینا قلوب عبادت واما نیک برافتہ ورحمتہ انک انت الرحیم الرحیم۔

ترجمہ۔ نہیں لاتا ہے بھلائیاں مگر اللہ جیسا اللہ نے چاہا نہیں دور کرتا ہے برائی کو مگر اللہ اللہ مجھ کو کافی اور کافی رہا ہے۔ سنا اللہ نے اس شخص کا قول جس نے دعا مانگی 'نہیں اللہ کے پرے کوئی نہایت اور نہ اس کے درے کوئی ٹھکانا' اللہ لکھ چکا کہ میں برتر ہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ زوردار ہے زبردست میں نے قلعہ اختیار کیا ہے اللہ بزرگ کی مدد سے اور مدد چاہی اس زندہ سے جو نہیں مرے گا، الہی ہماری حفاظت کر اپنی آنکھ سے جو نہیں سوتی اور اس کو پناہ دے اپنی عزت کی جو طلب نہیں کی جاتی الہی ہم کو اپنی قدرت سے رحمت کر کہ ہم ہلاک نہ ہوں جب کہ تو ہمارا اعتماد اور توقع ہوا، الہی ہم پر اپنے بندوں کے دلوں کو اور اپنی لونڈیوں کے دلوں کو رافت اور رحمت کے ساتھ مہربان کر دے تو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

نے سایہ ڈالا اور رب ساتوں زمینوں کے اور جس کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور رب شیطانوں کے اور ان کے جن کو انہوں نے بھگایا ہے اور رب ہوائوں کے اور جس چیز کو وہ پرانندہ کرتی ہے اور رب دریاؤں کے اور جس چیز کو وہ بہاتے ہیں میں تجھ سے اس منزل کی غیر چاہتا ہوں اور اس کے باشندوں کی بھلائی چاہتا ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس منزل کی برائی سے اور جو چیز اس میں سے ان کی برائی سے ان کے بروں کی برائی کو نال دے۔ 12- 7- الہی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے کلوں کے فضل سے جن سے نیک اور بد تجاوز نہیں کرتے برائی سے ہر مخلوق خدا کی 12- 8- زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی تیری برائی سے اور جو چیز تجھ میں پیدا کی گئی ہے ان جانوروں کی برائی سے جو تجھ پر رہتے ہیں پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی ہر شیر اور اڑدھار سے سانپ سے بچھو کی برائی سے اور شر کے رہنے والوں کے شر سے اور باپ اور اولاد

یعنی شیطان اور اس کی اولاد کی برائی سے اور اللہ ہی کا ہے جو پٹ جاتا ہے رات میں اور دن میں اور ہے وہی جاتا۔ 12

جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو مستحب ہے کہ تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے اللھم لک الشرف علی کل شرف و لک الحمد علی کل حال اور جب کسی بہتی میں اترے تو سبحان اللہ کہے اور سفر میں اگر وحشت دل پر آئے تو کہے سبحان اللہ المک القدوس رب الملكة والروح جللت المسوت بالغرة والجبروت ترجمہ پاکی بولتا ہوں اللہ بادشاہ نہایت پاک کی فرشتوں اور جبرائیل کے پروردگار کی آسمان چھپے ہوئے میں اس کی عزت اور جبروت ہے۔

میقات سے دخول مکہ تک کے آداب

(۱) جب میقات پر پہنچے یعنی اس جگہ مشہور پر، جہاں سے لوگ احرام باندھتے ہیں تو احرام کی نیت سے غسل کرے اور بدن کو خوب صاف کرے اور سر اور واڑھی میں کنگھی کرے اور ناخن ترشوائے اور مونچھیں کتروائے اور جو صفائی کی باتیں ہم طہارت میں لکھ آئے ہیں وہ سب اچھی طرح بجالائے۔ (۲) سِلے ہوئے کپڑے اتار ڈالے اور احرام کے دو کپڑے پہنے، اس طرح کہ ایک سفید کپڑے کا تہ بند کرے اور دوسرے کو چار سفید کپڑا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کپڑوں سے بہتر اور محبوب ہے۔ اپنے کپڑوں اور بدن میں خوشبو لگائے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ احرام کے بعد خوشبو رہ جائے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مانگ میں مشک کی چمک جس کو آپ نے احرام سے پہلے لگایا تھا احرام کے بعد صحابہ نے دیکھی ہے۔ * (۳) کپڑے پہننے کے انتہا صبر کرے کہ اگر سوار ہو تو سواری اٹھ کھڑی ہو، یا پیدل ہو تو چلنا شروع کرے اس وقت احرام کی نیت کرے کہ حج کے لئے ہے یا عمرہ کے لئے، قرآن ہے یا افراد جس طرح ارادہ ہو وہ نیت کرے۔ نیت احرام کے لئے صرف دل سے ارادہ کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت میں لفظ لبیک بھی اضافہ کرے اور زبان سے کہے لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک ترجمہ۔ میں حاضر ہوں بے شک الہی میں خدمت کو حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، حمد اور نعمت تجھی کو ہے اور سلطنت تیری ہی ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔ اگر زیادہ کہنا ہو تو یوں کہے۔ لبیک وسعدیک والخیر کلہ بیک والدغباء الیک لبیک لحجة حقا نعبد اور اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل محمد۔ ترجمہ۔ میں حاضر ہوں خدمت کو اور مستعد ہوں اور خیر بالکل تیرے قبضہ میں ہے، اور رغبت تیری طرف ہے، میں حاضر ہوں حج کے لئے، حقیقت میں بندگی اور غلامی کی راہ سے، الہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ (۴) جب احرام لبیک کہنے سے منعقد ہو جائے تو مستحب ہے کہ کہے اللھم اسی ارید الحج فیسرہ لی واعی علی اداء فرضہ و تقبلہ منی اللھم انی نویت اداء فریعتک فی الحج فاجعلنی من الذین استجابوا لک و آمنوا بوعدک وتبعوا امرک وجعلنی من وفدک الدین رضیت عنهم وارخصیت وقبلت منهم اللھم فیسرہ لی اواما نویت من الحج اللھم قدا حرم لک لحمی وشعری

ودمی و عصبی و مخی و عظامی و حرمت علی نفسی النساء والطیب والبس المنخبط بتغاء وجہک والدار الاخرۃ اور احرام کے وقت سے اس پر وہ چھ امور جنہیں ہم ممنوعات حج میں ذکر کر چکے ہیں حرام ہو گئے احرام کے کہنے کے لئے از سر نو لبیک کہنا مستحب ہے خصوصاً رفقاء سے ملاقات کے وقت اور لوگوں کے اجتماع کے وقت اور چڑھائی اور اترنے کے وقت اور سوار ہونے اور سواری سے نیچے آنے کے وقت جر سے لبیک کہنا چاہئے اس طرح کہ گلا بیٹھے نہ سانس رکے کیونکہ بہرے اور غائب کو تو پکارنا نہیں ہے کہ اتنے چلانے کی حدیث میں ضرورت ہو حدیث میں بھی یہ مضمون وارد ہے اور مسجد حرام اور مسجد خیف اور مسجد میقات میں لبیک بلند آواز سے کہنے کا مضائقہ نہیں کہ یہ تینوں مسجدیں ارکان حج کی جگہ ہیں مگر ان کے سوا اور مسجدوں میں بغیر آواز کے بلند کرنے کے حرج نہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز عجیب لگتی تو فرماتے لبیک ان العیش عیش لاخرۃ طواف کے احکام مکہ میں داخل ہونے کے لئے ذی طویٰ میں غسل کرے۔ (ذی طویٰ) ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر ہے اور غسل مستحب مسنون حج میں نو ہیں۔ (1) عرفات میں ٹھہرنے کے لئے (2) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے (3) طواف زیارت کے لئے (4) پھر تین غسل تینوں جمعرات کو کنکریاں مارنے کے لئے اور عمرو عقبہ کی کنکریوں کے لئے وداع کے لئے غسل فرمایا۔ (جائز نہیں) تو اس صورت میں صرف سات غسل رہتے ہیں کہ مکہ کے باہر جب جد حرم میں داخل ہو تو کہے اللہم ہذا حرمک وامنک فحرم لحمی ودمی وبشری علی النار وامنی من عذابک یوم تبعث عبادک واجعلنی من اولیائک واهل طاعتک (3) مکہ میں کدائی گھلائی سے پانی کے سیل کی طرف جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے راستہ درمیانہ راستہ چھوڑ کر اسی راہ کو اختیار فرمایا تھا اس لئے آپ کی اقتداء میں ایسا کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: جب مکہ سے نکلے تو کدی (نہم کاف) کی گھلائی سے نکلے یہ گھلائی کچھ پست ہے۔ (4) جب مکہ میں داخل ہو اور نبی حج کی اب روم پر پہنچ جائے تو اس وقت اس کی نگاہ کعبہ پر پڑے گی اس وقت یہ کہنا چاہئے۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہم انت السلام ومنک السلام وتبارک دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام اللہم ان ہذا بینک عظمتہ وکرمہ و شرفہ اللہم فزدہ تعظیما وزدہ شریفا و تکریمما وزدہ مہابنہ وزد من حببہ براوکرامۃ اللہم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی جنتک وعذنی من الشیطن الرحیم۔ (5) جب مسجد حرام میں داخل ہو تو بنی شیبہ کے دروازے سے جائے۔ اور یوں کہے * بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وفی سبیل اللہ وعلى ملئہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ شریفہ سے قریب ہو تو کہے۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اللہم صلی علی محمد عبدک ورسولک وعلی آل ابراہیم خلیلک وعلی جمیع بیائک ورسولک اور ہاتھ اٹھا کر کہے۔ * اللہم انی اسئلک فی مقامی ہذا اہی اول ماسکی ان تقبل نو بنی وتجاوز عن خطیبتی او توضع عنی وزری الحمد للہ الذی بلغنی بیت الحرام الذی جمعہ مثابنہ للناس واما وجعلہ مبارکا وھدی للعالمین اللہم انی عبدک والبلد بلدک والحرم حرمک والبيت

بینک جنت اطلب رحمک واسلک مسئلۃ المضطر الخائف من عقربک الراجی لرحمتک الطالب مرضانک (6) اس کے بعد حجر اسود کے پاس جا کر اسے اپنے دلہنے ہاتھ سے چھوئے اور بوسہ دے کر کہے۔ اللہم امانتی اویتنها و میثاق فعینہ اشہد لی بالموافاۃ اور اگر بوسہ دینا نہ ہو سکے تو اس کے سامنے کھڑا ہو کر یہی دعا پڑھ لے پھر طواف کے سوا کسی اور چیز کی طرف رغبت نہ کرے اور اس طواف کا نام طواف القدوم ہے۔

مسئلہ: اگر لوگ فرض نماز پڑھتے ہوں تو نماز میں شریک ہو جائے پھر طواف کرے۔

طواف کا طریقہ: جب حاجی طواف قدوم یا کوئی اور طواف شروع کرنا چاہے تو چاہئے کہ چھ امور کا لحاظ رکھے۔ (1) نماز کی شرطوں کی رعایت کرے کہ بے وضو نہ ہو کپڑا اور بدن اور طواف کی جگہ پاک ہوں اور ستر کو ڈھانپے اس لئے کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں گفتگو مباح فرمائی ہے اور ابتدائے طواف سے پہلے انضبط کر لینا چاہئے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی چادر کا بیچ داہنی بغل کے نیچے سے نکل کر دونوں پہلے بائیں کندھے پر کر لے۔ اس صورت میں ایک کنارہ تو پشت پر لٹکے گا اور ایک چھاتی پر اور ابتدائے طواف کے وقت سے بیک کتنا موقوف کر دے اور طواف میں وہ دعائیں پڑھے جنہیں ہم لکھتے ہیں۔ (2) جب انضبط سے فارغ ہو چکے تو خانہ کعبہ کو بائیں طرف کرے اور حجر اسود کے پاس تھوڑا سا ہٹ کر کھڑا ہوتا کہ شروع طواف میں سارا بدن حجر اسود کے مقتل کو گزر جائے اور چاہئے کہ اپنے درمیان اور کعبہ شریف کے درمیان میں تین قدم کی مقدار فاصلہ چھوڑ دے تاکہ خانہ کعبہ کے قریب بھی رہے کہ افضل ہے اور شاذر وان پر طواف بھی نہ ہو کہ وہ خانہ کعبہ میں سے ہے اور حجر اسود کے پاس خطیم زمین سے ملی ہوئی اس میں دھوکا پڑ جاتا ہے جو اس کے اوپر کے طواف کرتا ہے اس کا طواف درست نہیں کیونکہ وہ گویا کعبہ کے اندر طواف کرتا ہے اور حکم اس کے باہر طواف کرنے کا ہے واضح ہو کہ خطیم دیوار کعبہ کا عرض ہے کہ نیو کے پاس چوڑا ہے پھر زمین سے اوپر جو دیوار بنائی گئی ہے تو کچھ عرض چھوڑ دیا گیا ہے اس چھوڑے ہوئے عرض کو خطیم کہتے ہیں۔ اس کے اندر طواف نہ کرنا چاہئے غرض کی بموجب مذکورہ بالا حجر اسود کے پاس سے طواف شروع کرے ابتدائے طواف میں کہ حجر اسود سے ابھی نہ بڑھا ہو ہے۔

العائذ بک من النار اور مقام کے ذکر کے وقت آنکھ سے مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کرے۔ * اللہم ان بینک عظیم وجہک کریم وانت ارحم الراحمین فاعذنی من النار ومن الشیطن الرجیم و حرم لحمی ودمی علی النار وامنی من احوال یوم القیمۃ واکفنی مونة الدنیا والاخرۃ پھر سبحان اللہ اور الحمد للہ کہے یہاں تک کہ رکن عراقی پر پہنچ جائے اور اس وقت کہے * اللہم انی اعوذ بک من الشرک والشک و الکفر و البغی و اشقاق و سوء الخلاق و سوء المنظر فی الازل و المال والولد اور جب میزاب پر پہنچے تو کہے * اللہم اطللنا تحت عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اللہم اسقنی بکاس محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم منربۃ لا اظلم بعدھا ابدا جب رکن شامی کے مقابل پہنچے تو کہے * اللہم جعلہ حجاً مبروراً و سعیا مشکوراً و ذنباً

مغفور او تجارة لن تبور یا عزیز یا غفور رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انک انت الاغرا لاکرم اور جب رکن یمنی کے مقابل ہو تو کہے * اللہم انی اعوذ بک من الکفر و اعوذ بک من الفقر و من عذاب القبر و من فتنۃ المحیاء و الممات و اعوذ بک من الخزی فی الدنیا و الاخرۃ اور رکن یمنی اور حجر اسود پر پہنچ جائے تو کہے * اللہم ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنة و قنا برحمتک عذاب القبر و قنا عذاب النار اور جب حجر اسود پر پہنچ جائے تو کہے * اللہم اغفر لی برحمتک اعوذ ببرب هذا الحجر من الدین و الفقر و ضیق الصدر و عذاب القبر اور اس وقت ایک پھر (طواف) پورا ہو اسی طرح سات طواف پھر سے کرے اور ہر پھیرے میں یہ دعائیں مانگے۔ (4) پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی چار میں علت کے موافق چلے اور رمل کے معنی ہیں چلنے میں جلدی کرے اور قدم پاس آہستہ آہستہ رکھے اور رمل کی چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے اور معمولی طور پر چلنے سے زیادہ ہوتی ہے اور مقصود اضبط لعل اور رمل سے بے خوف ہونا اور جواں مروی کا مظاہرہ کرنا ہے اور یہ اس لئے مقرر ہوا تھا کہ قیامت کی دہشتوں سے امن دے اور دنیا اور آخرت کی مشقت سے مجھ کو بچا 12

3۔ الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شرک سے اور شک اور کفر اور غفلت اور خلاف اور بری عادتوں سے اور اپنے الہ اور مل اور اولاد کو برے حل میں دیکھنے سے 12۔ 4۔ الہی مجھ کو اپنے عرش کے نیچے سلیہ دے جس روز کہ کوئی سلیہ نہ ہوگا سوائے تیرے عرش کے سلیہ کے الہی تو مجھ کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیالہ سے ایسے گھونٹ پلا کہ پھر میں کبھی پیاسا نہ ہوں۔ 12۔ 5۔ الہی تو اس رخ کو قبول کر دے اور سعی مشکور اور گناہ بخشا ہوا اور تجارت جو کبھی نہ ٹوٹے اے عزت والے اے بخشنے والے 10۔ 6۔ رب میرے مغفرت کر اور رحم کر اور جن گناہوں کو تو جانتا ہے ان سے درگزر کر بے شک تو زیادہ کفر سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں فقر سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور مرنے فتنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا و آخرت میں رسا ہونے سے۔ 6۔ الہی اے ہمارے پروردگار دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو اپنی رحمت سے قبر کے عذاب سے اور دونوں کے عذاب سے۔ 12۔ 7۔ الہی تو میری مغفرت کر اپنی رحمت سے میں پناہ مانگتا ہوں اس پتھر کے پروردگار سے قرض سے اور مغفلی سے اور سینے کی تنگی اور عذاب قبر سے۔ کہ کفار اب امید نہ رکھیں کہ مسلمان اب ان سے مرعوب ہوں گے بعد کو یہ سنت جاری ہو گئی اور رمل خانہ کعبہ کے قریب میں افضل ہے لیکن اگر اڑدھام کی وجہ سے قرب میسر نہ ہو تو فاصلہ سے رمل کرنا بہتر ہے لیکن مطاف کے کنارے پر پہنچ کر رمل کر لے اور تین پھیرے رمل کے ساتھ کر کے خانہ کعبہ کے قریب اڑدھام میں مل جائے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے لیا کرے اگر حجر اسود کا بوسہ پر پھیرے میں ممکن ہو تو بہتر ہے اگر اڑدھام کی وجہ سے نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھ سے اشارہ حجر اسود کی طرف کر کے ہاتھ کو بوسہ دے لے اسی طرح رکن یمنی کا بوسہ دینا مستحب ہے۔ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکن یمنی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار مبارک اس پر رکھتے اور جو شخص بوسہ دینے میں صرف حجر اسود پر اکتفا کرے اور رکن یمنی کو ہاتھ سے چھوئے تو بہتر ہے کیونکہ یہ روایت زیادہ مشہور ہے۔ (5) جب طواف کے ساتوں پھیرے ختم ہو چکیں تو ملتزم پر آئے یعنی حجر اسود اور خانہ کعبہ کے درمیان میں کہ یہ مقام دعا کے قبول ہونے کا ہے یہاں دیوار سے چمٹ جائے اور پردوں کو پکڑے اور اپنا پیٹ دیوار سے ملائے اور داہنا رخسار دیوار پر رکھے اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں اس پر پھیلا دے اور

یوں کے یارب البیت العتیق اعتق رقبتی من النار واعذنی من الشیطن الرجیم واعذنی من کل سوء وقسعی وبارک لی فیما اتیتنی اللہم ان ہذا البیت بینک والعبد عبدک و ہذا المقام لعائدیک من النار اللہم اجعلنی من اکرم وفدک علیک پھر اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی بہت تعریف کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بکثرت درود بھیجے اور اپنے مطالب خاص کے لئے دعا مانگے اور گناہوں سے مغفرت کی درخواست کرے۔ بعض اکابر سلف اس مقام پر اپنے خدام سے کہتے کہ میرے سے علیحدہ ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر لوں۔ (6) جب ملزم سے فارغ ہو تو چاہئے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے دو گناہ نماز پڑھے پہلی میں قل یا اھل الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ اور یہ دو گناہ طواف کا ہے زہری نے کہا ہے کہ سنت ہمیشہ سے یوں ہے کہ ہر سات پھیروں پر دو گناہ پڑھے اور اگر بہت سے طواف کئے اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے تب بھی جائز ہے کہ ایسا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے اور سات پھیرے مل کر ایک طواف ہوتا ہے اور طواف کے دو گناہ کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللہم سیر لی الی سیری وجنبی العسری واغفر لی فی الآخرة والاولی اللہم عصمنی بالطافک حتی لا اعصیک واعنی علی طاعتک تبوفیک وجنبی معاصیک واجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک ورسلك ویحب عبادک الصالحین اللہم جنی الی ملائکتک ورسلك والی عبادک الصالحین اللہم فکما ھد بیتی الی الاسلام فثبتنی علیہ بالطافک وولائیک واستعملنی طاعتک وطاعة رسولک واجرنی من معضلات الفتن اور پھر حجر اسود پر دوبارہ آئے اور اس کو بوسے دے کر طواف کو ختم کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خانہ کعبہ کا طواف سات پھیرے کرے اور دو رکعت نماز پڑھے تو ایسا ثواب ہے کہ جیسے غلام آزاد کرنے کا ہوتا ہے۔ (صورت طواف کرنے کی یہ تھی جو مذکور ہوئی) شروط نماز کے بعد واجب یہ ہے کہ سارے کعبہ کے گرد سات پھیرے کرے اور شروع حجر اسود سے کرے۔ اور خانہ کعبہ کو بائیں ہاتھ رکھے اور طواف مسجد کے اندر اور خانہ کعبہ کے باہر کرے نہ کے اوپر ہو اور نہ حطیم کے اندر اور تمام پھیرے مسلسل کرے ان میں جدائی زیادہ نہ کرے اور اس کے سوا اور امور سنت اور مستحب ہیں۔

سعی بین الصف و المروہ : جب طواف سے فارغ ہو چکے تو باب الصفا کی طرف نکلے اور یہ دروازہ کعبہ کی اس دیوار کی سیدھ میں ہے جو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہے پس جب اس دروازے سے باہر نکلے اور صفا پر پہنچے یہ ایک پہاڑ ہے۔ اس کے چند زینوں پر چڑھے کہ قد آدم پہاڑ مذکور کے نیچے بنے ہوئے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر اتنا چڑھے تھے کہ آپ کو کعبہ شریف نظر آنے لگا تھا اور شروع سعی کا کوہ صفا کی جڑ سے کافی ہے اور اتنا چڑھنا مستحب ہے لیکن چونکہ بعض سیڑھیاں نئی بن گئی ہیں تو چاہئے کہ ان کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اس لئے کہ اس قدر جگہ سعی میں رہ جائے گی اور سعی کامل نہ ہوگی۔

مسئلہ : ابتدائے سعی صفا سے کرے اس کے اور مروہ کے درمیان میں سات بار سعی کرے اور صفا پر چڑھنے کے

وقت کعبہ کی طرف منہ کر کے کہے اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ المعامد کلہا وعلى جميع لعم کلہا لا
 الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت بیدہ الخیر وهو علی کل شی قدیر لا الہ
 الا اللہ وحدہ وصدق وعدہ ونصر عبدہ واعذ جندہ وهزم الاحزاب وحدہ لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین
 ولو کرہ الکفرون لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین الحمد للہ رب العالمین فسیحان اللہ حین تمسرون
 حین تصبحون - ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون- ینخرج الحی من المیت
 وینخرج المیت من الحی ویحی لارض بعد موتہا وكذلك تخرجون من آیا تہ ان خلقکم من تراب ثم
 ادا انتم بشرء منتشرون اللہم انی اسئلك ایمانا دائما ویقینا صادقا وعلمانا فعا وقلبا خاشعا ولسانا
 ذاکرا واسئلك الحفو والعافیئہ والمعافاء الدائمہ فی الدنیا والاخرۃ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
 درود بھیجے اور اللہ جل شانہ سے اس دعا کے بعد جو چاہے مانگے پھر اتر کر سعی شروع کرے اور یہ کہتا جائے رب
 اغفر وارحم ونجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرام اللہم آتینا فی الدنیا حسنۃ والاخرۃ حسنۃ ووقنا
 عذاب النار اور نرمی کے ساتھ چلے یہاں تک کہ سبز میل تک پہنچ جائے اور یہ میل صفا سے اترتے ہی ملتا ہے اور
 مسجد حرام کے کونے پر ہے جبکہ اس میں میل کی سیدھ میں چھ ہاتھ کا فاصلہ رہے جلد چلنا شروع کرے یعنی رمل کی
 سی چال چلے یہاں تک کہ دوسرے میل سبز تک پہنچ جائے پھر وہاں سے نرم چلنا شروع کرے جب مروہ پر چڑھے تو
 اس کے زینوں پر چڑھے جیسے صفا پر چڑھا تھا اور وہی دعا مانگے جو صفا پر مانگی تھی یہ ایک بار سعی ہوئی اور جب صفا پر
 دوسری بار آئے گا تو دوبارہ ہوگی اسی طرح سات بار سعی کرے ہر سعی میں سبز میلوں کے درمیان میں رمل کرے اور
 آہستہ چلنے کی جگہ میں آہستہ چلے (جیسا اوپر ذکر ہوا) اور ہر بار صفا اور مروہ پر چڑھے جب سعی سے فارغ ہو جائے تو
 اب طواف قدوم اور سعی سے فارغ ہو گیا اور یہ دونوں سنت ہیں اور سعی کے لئے پاک ہونا مستحب ہے واجب نہیں
 بخلاف طواف کے کہ اس میں پاک ہونا واجب ہے اور جب سعی کر چکے چاہئے کہ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد پھر
 دوبارہ سعی نہ کرے بلکہ اسی سعی کو آکر چکا ہے رکن ہونے کو کافی سمجھے اسی لئے کہ سعی کی شرط یہ نہیں کہ وقوف

۱۔ الہی مہمان کر اب میرے لئے آسانی اور بچاؤ کو سختی سے اور بخش دے مجھ کو پچھلے اور پہلے میں بعض امور اور میں کے گناہ الہی مجھ کو اپنے
 الطاف سے گناہوں سے بچاؤ مجھ کو کہ میں تیری نافرمانی نہ کروں اور مجھ کو اپنی اطاعت پر اپنی توفیق کی مدد دے اور مجھ کو اپنی نافرمانیوں سے بچھڑا رکھ
 اور مجھ کو اس لوگوں میں سے کہ جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اور تیرے فرشتوں سے اور نیک بندوں سے محبت رکھتے ہیں اور مجھے اپنے فرشتوں اور
 رسولوں اور نیک بندوں کا محبوب کر۔ الہی جس طرح تو نے مجھ کو اسلام کی طرف ہدایت کی اسی طرح اپنے ولایت و الطاف سے اس پر مجھ کو
 ثابت رکھ اور مجھ سے اپنی اطاعت اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کا کام لے اور مجھ کو لاعلاج قوتوں سے بہادری 12 ترقی و
 نجاتی و ابن ماجہ بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12 ح مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

عرفہ کے بعد ہو، بلکہ طواف زیارت میں قید بعد وقوف کے ہے، ہاں سنی میں یہ قید ہے کہ طواف کے بعد ہو، خواہ کس طرح کا طواف کیوں نہ ہو۔

☆ ☆ اختلاف کا طریقہ سنی و مسائل حاشیہ پر دیکھئے۔

وقوف عرفات : جو امور اس سے پہلے چاہئیں انہیں لوا کئے بغیر حاجی کہ عرفہ کے دن عرفات پہنچ جائے تو طواف قدوم اور مکہ میں جانے کے لئے وقوف عرفات سے پہلے کوئی کام نہ کرے بلکہ اول عرفات میں ٹھہرنے کو اختیار کرے۔ ہاں اگر عرفہ سے کچھ دن پہلے پہنچے تو مکہ میں داخل ہو کر طواف قدوم کرے اور ساتویں ذی الحجہ تک احرام باندھے ہوئے مکہ میں ٹھہرا رہے، پھر امام اسی تاریخ میں ظہر کے بعد کعبہ شریف کے پاس خطبہ پڑھے اور لوگوں کو حکم دے کہ آٹھویں تاریخ منیٰ کے جانے کی تیاری کریں اور رات کو وہاں رہیں اور نویں کی صبح کو وہاں سے عرفات کو جائیں کہ بعد زوال وقوف عرفہ کا فرض ادا کریں، کیوں کہ وقوف کا وقت نویں کے زوال سے دسویں کی صبح صادق تک ہے۔ پس چاہئے کہ منیٰ کو لبیک کہتا ہوا نکلے اور مستحب یہ ہے کہ مکہ سے ارکان حج کے لئے تمام حج تک اگر قدرت ہو تو پیدل چلے اور مسجد ابراہیم علیہ السلام سے وقوف کی جگہ تک پیدل چلنے کی بہت تاکید ہے بلکہ افضل ہے، پس جب منیٰ میں پہنچے تو کہے اللہم هذا امنی فامنن بعامننت بہ علی اولیائک و اہل طاعتک اور نویں رات کو منیٰ میں رہے اور یہ مقام رات کے رہنے کا ہے، کوئی فعل حج اس وقت میں اس سے متعلق نہیں، جب عرفہ کی صبح ہو تو فجر کی نماز پڑھے اور کوہ تیسرہ پر سورج نکلے تو سورج کو یہ کہتا ہوا چلے * اللہم اجعلہا خیر غدوة غدوتہا فط وافر بہا من رضوانک وابعدها من سفطک اللہم الیک غدوات وایاک رجوت وعلیک اعتمدات ووجہک اردت فاجعلنی ممن تباری بہ الیوم من ہر خیر منی وافضل اور جب عرفات میں آئے تو اپنا خیمہ نمرو میں (جو مسجد کے قریب ہے) کھڑا کر لے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا خیمہ اسی جگہ کھڑا کیا تھا، اور نمرو بطن عرفہ کا نام ہے جو موقف اور عرفہ کی طرف ہے اور وقوف کے لئے غسل کرنا چاہئے، جب سورج ڈھل جاوے تو امام ایک خطبہ مختصر پڑھ کر بیٹھ جائے اور پھر دو سرا خطبہ شروع کرے اور موذن اذان کے بعد اذان میں تکبیر ملائے اور تکبیر کے ختم ہونے پر امام بھی فارغ ہو جائے۔ پھر ظہر اور عصر ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھے، اور نماز قصر کرے، نماز کے بعد موقف میں جائے اور عرفات میں ٹھہرے۔

۱۰ (بقیہ ص 441) پھر اب تم انسان ہو پھیل پڑے۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، ایمان دائمی اور یقین سچا اور علم سعید اور دل عاجزی کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور سوال کرتا ہوں، تجھ سے غلو اور علویت اور سلامتی دائمی دنیا اور آخرت میں 12۔ الہی یہ منیٰ ہے پس تو میرے اور احسان کر اس نعمت کا جس سے تو نے اپنے دوستوں اور اہل جنت پر احسان کیا۔ 12 * اس کا ترجمہ پیشتر گزار 12 (سنیہ حاشیہ ہذا) 1۰ الہی اس صبح کو بہتر ان صبحوں سے کرے جو میں نے کی ہوں اور اس کو اپنی رضامندی سے قریب کر اور اپنے غصہ سے دور کر، میں نے تیری طرف صبح کی اور غمی سے توقع کی، اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری رضا کا ارجو کیا، پس تو مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے جن سے تو آج مجھ سے بہتر اور افضل لوگوں

واوی عرفہ میں نہ ٹھہرے اور مسجد ابراہیم کا اگلا حصہ تو عرفہ میں ہے اور پچھلا عرفات میں جو کوئی اگلے حصہ میں ٹھہرے گا اسے عرفات میں ٹھہرنا میسر نہ ہوگا اور عرفات کی جگہ مسجد میں ان بڑے پتھروں سے معلوم ہوتی ہے جو وہاں بچھا دیئے گئے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ امام پتھروں کے قریب قبلہ رخ سوار ہو کر ٹھہرے اور تجرید اور تسبیح اور تسلیل اور اللہ تعالیٰ کی تعریف دعا اور توبہ کرے اور اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ تمام دن دعا پڑھنے پر قادر رہے اور عرفہ کے دن لبیک کہنا موقوف نہ کرے بلکہ مستحب یہ ہے کہ کبھی لبیک کہے اور کبھی دعا اور چاہئے کہ عرفات کی طرف سے غروب آفتاب سے پہلے نہ نکلے تاکہ رات اور دن عرفات ہی میں جمع ہوں اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر چاند میں غلطی ہوگئی ہوگی تو دوسرے روز کی شب میں ایک ساعت ٹھہرنا ہو سکے گا غرضیکہ احتیاط اسی کی مقتضی ہے کہ اور حج کے فوت ہونے سے بھی مامون رہے گا اور جس کو دسویں کی صبح تک کچھ بھی ٹھہرنا نصیب نہ ہو اس کا حج جاتا رہا اس کو چاہئے کہ عمرہ کر کے احرام سے حل ہو جائے اور پھر ایک (دم) حج کے جانے کے لئے دے اور دوسرے سال اسی حج کی قضاء کرے اور اس دن سب سے زیادہ ہمت دعا میں کرے کہ اس جیسی جگہ اور ایسے مجمع میں دعاؤں کے قبول ہونے کی توقع ہے اور جو دعا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے عرضہ کے دن منقول ہے کا مانگنا بہتر ہے۔ یوں دعا مانگنی چاہئے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحییٰ ویمیت وھو حی لا یموت ابدًا ابدًا ذوالجلال ولاکرام بیدہ الخیر وھو علی کل شیء قدیر اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً وفی لسانی نور اللھم اشرح لی صدري دیسر لی امری اللھم رب الحمد لک الحمد کما نقول و خیرا مما نقول لک صلاتی ونسکی ومحیای وماتی والیک مابی والیک ثوابی اللھم انی اعوذ بک وساوس الصدر وشتات الامر وعذاب القبر اللھم انی اعوذ بک من شر ما یلج فی البیل و شر ما یلج فی النھار ومن شر ما تھب بہ الریاح ومن شر بوائق الدھر اللھم انی اعوذ بک من عافینک وفجاءة نعمتک وجميع سخطک اللھم اھدنی بالھدی وافقر لی فی الاخرۃ والاوّلی یا خیر مقصود واسی منزل بہ واکرم مسؤول مالدیہ اعطنی العشیۃ افضل ما اعطیت احدا من خلقک وحجاج بینک یا ارحم لراحمین اللھم یا رافع الدارجات ومنزل البرکات دیا فاطر الارمنین واسموت ضیعت الیک الا صوات بصنرف اللغات سالک الحاجات وحاجتی ان لا تنسانی فی دارالبلاء اذا نسینی اھل الدنیا اللھم انک نسمع کلامی وترے مکانی وتعلم سری و علانیہی ولا یغفی علیک شیء من امری انالبائس الفقیر المسغیث المسجیر الرجل المشفق المعترف بذنبہ اسئلک مسئۃ المسکین واپتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبته وفاضت لک عبرته وذل لک جسده درغم لک انفه اللھم لا تجعلنی بدعائک رب شقیاً وکن بی رونا رحیماً یا

یعنی فرشتوں پر نذر کرے 12 مسلم اور حدیث طویل جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 12

حیرالمسولین واکرم المعطین الہی من مدح لک نفسہ فانی لائم نفسی والہی اخرست المعاصی
 بلسانی فمالی وسیلۃ من عملی ولا شفیع سری الا مل الہی افی اعلم ان ذنوبی لم تبق لی عندک جاہا
 ولا للاعتذار وجہا ولکنک اکرم الاکرمین الہی ان لم اکن اہلا ان ابلغ رحمتک فاررحمتک اہل ان
 تبلغنی وررحمتک وسعت کل شی واناشی الہی ان ذنوبی وان کانت عظاما ولکنہا صفار فی جنب عفوک
 فاغفر ہالی یا کریم الہی انت انت وانا انا العواد الی الذنوب وانت العواد الی المغفرۃ الہی کنت
 لا تحم الا اہل طاعتک فانی من یفرع المذنبون الہی تجنبت عن طاعتک عمدا وتوجہت الی معصیتک
 فصدا فسجنک ما اعظم حجتک علی واکرم عفوک عنی فبوجوب حجتک علی وابقطاء حجتی عنک
 وفقری الیک ذمک عنی الا غفرت لی یا خیر من دعاء داع وافضل من رجاء راج مجرمہ الاسلام و
 بذمہ محمد علیہ السلام اتوسل الیک فاغفر لی حمیع ذنوبی واصرفنی عن مرتفی هذا مقضی
 الحوائج وھب لی ما۔

(بقیہ حاشیہ ص 446) اور قبر کے عذاب سے، الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے اس چیز کی داخل ہو رات میں برائی سے اس چیز کی
 کہ داخل ہوں دن میں اور برائی سے اس چیز کی کہ اڑاتی ہیں اس کو ہوائیں اور برائی سے زمانہ کی منکات کی، الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا
 ہوں تیری دی ہوئی تندرستی کے بدلنے سے اور تیرے اچانک انتقام لینے سے اور تیرے سب غمت سے، الٹی مجھ کو نیکی سے ہدایت کر اور
 بخش دے میرے گناہ آخرت اور دنیا کے امور کے اے بہترین لوگوں کے جن کے پاس کوئی قصد کرے اور ان کے پاس کوئی اترے اور
 کریم تر ان کے جن کے پاس کوئی چیز ان سے مانگے آج شام کو سو مجھ کو وہ نعمت عطا کر جو اپنی مخلوق میں سے اور اپنے گھر کے حاجیوں میں
 کسی کو تو نے دی جو اس سے افضل ہو اے ارحم الراحمین اے اللہ اے بلند کرنے والے درجوں کے اے اتارنے والے برکتوں کے، پناہ
 والے زمینوں کے اور آسمانوں کے، فریاد کرتی ہیں تیرے سامنے آوازیں اقسام زبانوں سے، تجھ سے ہم حاجتیں مانگتے ہیں اور میری حاجت یہ
 ہے کہ تو مجھ کو اس "امتحان کے گھر میں مت بھولنا جب کہ مجھ کو دنیا والے بھول جائیں" الٹی تو میرے کلام سنتا ہے اور میری جگہ دیکھتا
 ہے اور تو میرے باطن اور ظاہر کو دیکھتا ہے اور میرے دل میں سے کچھ تجھ سے چھپا نہیں ہے، الٹی میں سختی زدہ مفلس فریادی پناہ چاہنے
 والا خائف ترسان اپنے گناہ کا اقرار کرنے والا ہوں، تجھ سے مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور تیرے سامنے گناہگار ذلیل کی سی زاری کرتا
 ہوں، اور تجھ کو زدہ ضرر یافتہ کی طرح پکارتا ہوں، ایسے شخص کی طرح جس کی گردن تیرے لئے جھکی ہے اور اس کے آنسو تیرے لئے
 جاری ہوئے ہوں اور اس کا جسم تیرے واسطے ذلیل ہوا ہو اور اس کی ناک تیرے سامنے خاک میں بھری ہو، الٹی تو مجھ کو اپنے پکارنے میں
 اور دعا میں محروم مت کر اور مجھ پر روف اور مہربان ہو اے بہترین لوگوں کے جن سے کوئی مانگے اور زیادہ دینے والوں میں سے، الٹی
 گناہوں نے میری زبان بند کر دی، پس مجھ کو اپنے عمل کا وسیلہ نہیں اور نہ سوا توقع کے اور کوئی سفارش کرنے والا، الٹی مجھے معلوم ہے کہ
 میرے گناہوں نے تیرے نزدیک میری قدر کچھ باقی نہیں رکھی اور نہ عذر کرنے کی کوئی صورت، لیکن تو زیادہ بخشنے سے زیادہ سختی ہے، الٹی
 اگر میں اس کا اہل نہیں کہ تیری رحمت تک پہنچوں تو تیری رحمت تو شایاں ہے کہ مجھ تک پہنچے، الٹی تیری رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور

ما عندك فلا تخيب رجاءنا الهنا تابعت النعم حتى اصابنا النفس بتابع نعمك واظهرت العبر حتى
 بطق الصوامت بججتك وظهرت المن حتى اعترب اولياءك بالتقصير عن حقك واظهرت آيات
 حتى السموات ولا رضوان باؤلك وقصرت حتى خضع كل شئ بعذتك و عنت الوجوه بعظمتك اذا
 اساء عبادك حملت واصهلت وان احسنوا تفضلت و قبلت وان عصوا سترت وان اذنبوا عفوت وغفرت
 واذا دعونا احببت واذا نادينا سمعت واذا اقبلنا اليك قربت واذا اولينا عنك دعوت الهنا انك قلت في
 كتابك المبين بحمد خاتم النبيين قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف فارضاك عنهم لا قرار
 بكلمته التوحيد بعد الجحود وانا نشهدك بالتوحيد مختين وبمحمد بالرسالة مخلصين فاغفر لنا

میں بھی چیز ہوں الہی اگرچہ میرے گناہ بڑے ہیں مگر تیرے غصہ کے برابر ہیں چھوٹے ہیں، پس مغفرت کر دے میرے گناہوں کو، ہے کریم
 تو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں میں گناہوں کی طرف بار بار رجوع کرتا ہوں اور تو بار بار مغفرت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ الہی اگر تو اپنے
 اطاعت والوں ہی کو رحم کرے گا تو گناہ گار کس طرف ملتی ہوں گے، الہی میں تیری اطاعت سے قصداً علیحدہ رہا اور تیری نافرمانی پر دانستہ
 متوجہ ہوا۔ پس تو پاک ہے تیری حجت مجھ پر کتنی بڑی ہے اور تیرا غصہ کرنا مجھ کو کتنا زیادہ کرم ہے تو جس صورت میں کہ تیری حجت مجھ پر
 ضروری ہوئی، میری حجت تیرے سامنے جاتی رہی اور میں تیرا محتاج ہوں اور مجھ سے بے پردا تو اب تو مجھ کو مغفرت ہی کر دے اے بہتر
 ان لوگوں کے جن کو کوئی دعا مانگنے والا پکارے اور افضل ان کے جن سے کوئی توقع رکھنے والا توقع رکھے اسلام کی حرمت اور محمد صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ سے میں تیرے سامنے وسیلہ پکڑتا ہوں، پس تو میرے سب گناہ بخش دے اور مجھ کو اس کھڑے ہونے کی جگہ سے
 حاجتیں پوری کر کے لوٹا اور جو کچھ میں نے مانگا، وہ مجھ کو دے دے اور جس چیز کی میں نے تمنا کی، اس میں میری توقع جمادے، الہی میں
 نے تجھ سے وہ دعا مانگی جو تو نے مجھ کو سکھائی، پس مجھ کو اس توقع سے محروم نہ کر تو نے مجھ کو بتلای، الہی تو نے آج رات کیا سلوک
 کرے گا، ایسے بندے سے جو تیرے سامنے اپنے گناہ کا مقرر ہے اور اپنی ذلت میں خشوع کرنے والا، اور اپنے گناہ سے مسکین اور اپنے عمل
 سے تیرے سامنے تفرع کرنے والا اور ارتکاب معاصی سے تائب اور اپنی زیادتی سے مغفرت چاہنے والا اور اپنے غصہ کے لئے زاری کرنے
 والا اور اپنی حاجتوں کو پورا ہونے میں تیرا تلاش کرنے والا اور اپنے کھڑے ہونے کی جگہ میں تیری توقع کرنے والا بلوجود اپنے بہت سے
 گناہوں کے پس اے جائے پناہ ہر زندہ کے اور کار پرداز ہر ایماندار کے جو اچھا کرتا ہوں، وہ تیری رحمت سے کامیاب ہوتا ہے، اور جو خطا
 کرتا ہے وہ اپنی خطا سے ہلاک ہوتا ہے، الہی ہم تیری طرف نکلے اور تیری محن میں قیام کیا اور تجھی سے توقع رکھی اور تیرے پاس کی چیز
 مانگی اور تیرے احسان کے درپے ہوئے اور تیری رحمت کی توقع کی اور تیرے عذاب سے خوف کیا اور گناہوں کے بوجھوں سمیت تیری
 طرف بھاگے اور تیرے حرمت والے گھر کا حج کیا ہے اے وہ ذات جو سوال کرنے والوں کی حاجتوں کا مالک ہے اور جھکے رہنے والوں کے
 دل کی باتیں جانتا ہے، اے وہ شخص کہ اس کے ساتھ میں اور کوئی رب نہیں جس سے کچھ مانگیں اور نہ اس کے اوپر کوئی پیدا کرنے والا
 جس کا خوف کیا جائے اور اے وہ شخص کہ اس کا کوئی وزیر نہیں جس کے پاس جائیں اور نہ اس کا کوئی دربار جس کو کچھ رشوت دیں، اے
 وہ شخص کہ سوال کی کثرت پر تیرا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے اور حاجتوں کی کثرت پر تیرا فضل اور احسان ہی بڑھتا ہے۔ 12

بہذہ الشہادۃ سوائف لا جرام لا تجعل حظنا فیہ انتقص من حظ من دخل فی لا سلام الہنا انک حسب التقرب الیک بعنق ما مملکت ایماننا و نحن عبیدک وانت اولی بالفضل فاعتقنا وانک امرتنا ان نتصدق علی فقرائنا و نحن فقرائک وانت احق بالتطول فتصدق علینا ومیتنا بالعفو عن ظلمنا وقد ظلمنا انفسنا وانت احق بالکرم فاعفوعنا ربنا فاغفرلنا وارحمنا انت مولینا ربنا آنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرۃ حسنة وقنا یرحمک من عذاب النار

اور دعائے خضر علیہ السلام بھی کثرت سے پڑھتا رہے وہ یہ ہے یا من لا یبغضہ شان عن شان ولا سمع عن سمع ولا تشبہ لا صوات یا من لا تغلطہ المسائل ولا تختلف علیہ اللغات یا من لا یرمہ الحاح المدحین ولا تضجرہ مسئلۃ از قسا برد عفوک وحلاوة رحمک اور اس کے سوال جو دعا اس کو یاد ہو پڑھے اور اپنے لئے اور ماں باپ کے لئے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرے۔ اور تمام مسلمان مرد عورتوں کے لئے مغفرت کرے اور دعائیں خوب آہ و زاری کرے اور بڑی رغبت سے مانگے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں اور مطرب بن عبد اللہ نے عرفہ میں کہا تھا کہ الہی تو میری وجہ سے سب لوگوں کو نامنظور مت کرنا اور بکر مزی نے کہا کہ ایک شخص نے ذکر کیا کہ میں نے عرفات والوں کو دیکھا گمان کیا کہ اگر میں ان میں نہ ہوتا تو سب کی مغفرت ہو جاتی۔

عرفات کے وقوف کے بعد کے اعمال تا طواف زیارت : غروب آفتاب کے بعد عرفات سے نکلے تو چاہئے کہ وقار اور آرام کے ساتھ رہے، گھوڑے یا اونٹ نہ دوڑائے جیسے بعض لوگوں کا دستور ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری کے گھوڑے اور اونٹ کے جھپٹانے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد کیا اللہ سے ڈرو اور اچھی طرح چلو ضعیف کو روندو نہ مسلمان کو ایذا دو اور جب مزدلفہ میں پہنچے تو نہائے اس لئے کہ مزدلفہ حرم میں ہے اس وجہ سے اس میں نہا کر داخل ہونا چاہئے اگر اس میں پیدل ہو کر داخل ہو تو افضل اور حرم کی عزت کے مناسب تر ہے اور راستہ میں لبیک پکارتا چلے اور جب مزدلفہ میں پہنچے تو کہے۔ اللہم ان ہذا مزدلفہ جمعہ فیہا السنۃ مختلفہ نسائلک حوائج مونسفہ فاجعلنی ممن دعاک فاستجبت لہ وتوکل علیک نکفینہ پھر مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے اکٹھے پڑھے اور عشاء کی قصر کرے اور دونوں فرضوں کے درمیان میں کوئی نفل نہ پڑھے مگر مغرب اور عشاء کی نوافل اور وتر دونوں فرضوں کے پڑھ لے پہلے مغرب کی نوافل پڑھے پھر عشاء کی جیسے فرض پڑھی تھی اسی طرح جو شخص سفر میں نماز جمع کرے وہ نوافل ادا کرے کہ سفر میں نوافل کا چھوڑ دینا نقصان ہے اور انکو ان کے اوقات پر ادا کرنے کا حکم دینا خالی از ضرر نہیں۔ علاوہ ازیں فرض کے تابع نہ رہیں گے اور جدا پڑھے جائیں گے۔ پس جس صورت میں کہ ایک تیمم سے فرائض کے ساتھ میں نوافل کا ادا کرنا درست ہے تو جمع کے لحاظ سے فرضوں کی تبعیت میں ان کا ادا کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اور نوافل فرضوں سے بعض احکام میں جدا ہیں مثلاً نوافل سواری پر جائز ہے کوئی اس کا مانع نہیں کیونکہ ہم تو اشارہ کر چکے کہ

تبعیت اور حج کے اعمال میں سے ہے، اگر کوئی شخص آدمی رات سے پہلے وہاں سے چلا جائے اور رات کو نہ رہے تو اس پر دم لازم آئے گی اور رات درود و وظائف میں بسر کرنا بڑا ثواب ہے۔ پھر آدمی رات سے روانگی کی تیاری شروع کرے۔

اور یہاں سے جمعرات کے لئے کنکریاں اٹھالے کہ یہاں نرم پتھر ہیں اور ستر کنکریاں لے کر یہاں بقدر حاجت اتار ہی ہوں گے اگر گر پڑنے کے احتمال سے زیادہ بھی لے لے تو کوئی حرج نہیں اور کنکریاں ہلکی ہونی چاہئیں کہ انگلی کی پور پر آسکیں پھر نماز صبح اندھیرے میں پڑھے اور منیٰ کو روانہ ہو یہاں تک کہ جب مشعر الحرام پر پہنچے جو مزدلفہ کا آخر ہے تو وہاں ٹھہر جائے اور خوب روشنی ہونے تک دعا مانگے اور کہے اللہم بحق مشعر الحرام والبيت الحرام والشهر الحرام والركن والمعالم ابلغ روح محملمنا التحيته والسلام وارخلسا دار السلام يا ذا الجلال ولا کرام پھر وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے چل پڑے پھر اس جگہ پہنچے جس کو وادی عسر کہتے ہیں تو مستحب ہے کہ سواری تیز کر دے یہاں تک کہ اس میدان کو طے کر جائے اور اگر پیدل ہو تو قدم تیز کر کے چلے اور جب دسویں کی صبح ہو جائے تو لبیک میں تکبیر کو ملا دے۔ یعنی کبھی لبیک کہے اور کبھی تکبیر یہاں تک کہ منیٰ میں پہنچے اور جمعرات یہ تین ہیں پس پہلے اور دوسرے سے آگے بڑھ جائے کہ دسویں کو کوئی کام ان سے متعلق نہیں ہے اور جب حجرہ عقبہ پر پہنچے اور سورج بقدر نیزہ اونچا ہو تو حجرہ مذکور کو کنکریاں مارے یہ حجرہ قبلہ رخ آدمیوں کی داہنے طرف راست۔ میں پہاڑیوں کے نیچے ہے اور کنکریاں مارنے کی جگہ کچھ اونچی ہے اور کنکریوں کے پڑنے سے صاف معلوم ہوتا ہے اور کنکریاں مارنے کی صورت یہ ہے کہ آدمی قبلہ رخ کھڑا ہو اور حجرہ کی طرف منہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں اور سات کنکریاں ہاتھ اٹھا کر مارے اور لبیک کی بجائے تکبیر کہے اور کنکر کے ساتھ کہے اللہ اکبر علی طاعنہ الرحمن درغم الشيطان اللهم تصديقا بكتابك وانبا عالسنة نبیک اور جب کنکریاں مار چکے تو لبیک اور تکبیر دونوں موقوف کر دے مگر فرض نمازوں کے بعد دسویں کی ظہر سے تیرھویں کی صبح تک کہتا ہے اور تکبیر نماز کے بعد اس طرح ہے اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر كثيرا الحمد لله كثيرا و سبحان الله بكرة واصلا لا اله الا الله وحده لا شریک له مخلصین له الدين ولو کره الکافرون لا اله الا الله وحده و صدق عمده وانصر عبده وهزم الاحزاب وحده لا اله الا الله واللہ اکبر۔ اور اس روز دعا کے لئے حجرہ کے پاس نہ ٹھہرے بلکہ دعا کے لئے اپنے مکان کے پاس ٹھہرے اور مکان کے پاس ملنگے پھر اگر اس کے ساتھ قربانی ہو تو ذبح کرے اور بہتر یہ ہے کہ خود ذبح کرے اور یہ دعا پڑھے بسم الله واللہ اکبر اللهم منك وبک والیک تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراهيم اور قربانی اونٹ کی افضل ہے پھر گائے کی پھر بکری کی اور ایک اونٹ یا گائے میں سات شریک ہونے کی بہ

۱۔ نسائی و حاکم بروایت اسلم بن زید 12 ج 3 الفی یہ مزدلفہ ہے اس میں سنت مختلف جمع ہے ہم تجھ سے حاجتیں از سر نو مانگتے ہیں پس تو مجھ کو ان

لوگوں میں سے کر جنہوں نے تجھ سے دعا مانگی تو تو نے قبول کی اور تجھ پر بھروسہ کیا تو ان کا کارساز ہوا۔ 12

نسبت بکری افضل ہے اور بکری کی یہ نسبت دنیہ بہتر ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر الاضحية الکبش الا قرن اور سفید رنگ کا بھورے اور سیاہ زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفید دنیہ قربانی میں دو سیاہ رنگ دنیوں سے بہتر ہے اور قربانی اگر نفل ہو تو اس میں سے کھائے اور جس جانور میں کوئی عیب ہو اس کی قربانی نہ کرے اور عیب مانع قربانی کے یہ ہیں لنگڑا ہونا، ٹاک یا کان کا کٹا ہونا، کان کا اوپر یا نیچے سے چرا ہوا ہونا، سینگوں کا ٹوٹا ہوا ہونا، اگلے پاؤں کا چھوٹا ہونا، خارشٹی ہونا، کان کا اٹکایا پچھلا حصہ سوراخ ہونا اور اتنا دبلا ہونا کہ ہڈیوں میں گودا نہ رہے اس کے بعد بل منڈوائے اور اس میں سنت یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھے اور سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے اور دائیں طرف کے بل گدی تک کی اونچی ہڈی تک منڈوا دے پھر باقی کو منڈوا دے اور کہے اللھم انبت لی بكل شعرة حسنة و امح عني بها سبئة وارفع لی بها عندک درجة اور عورت اپنے بالوں کو تھوڑا چھوٹا کر دے اور گتے کے لئے مستحب ہے کہ سر پر استرا پھر دے اور جب جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد بل منڈوائے تو پہلا حلال ہونا اب حاصل ہو گیا اور تمام ممنوعات احرام سوائے عورتوں اور شکار کے اس کو حلال ہو گئے اب مکہ میں جا کر طواف کرے جس صورت سے کہ ہم نے لکھا ہے یہ طواف حج میں رکن ہے اور اس کو طواف زیارت بھی کہتے ہیں اور اس کے وقت کی ابتداء دسویں نصف شب کے بعد سے ہے اور اس کا بہتر وقت دسویں تاریخ ہے اور آخر کی کوئی حد نہیں جب تک چاہے تاخیر کر دے، مگر جب تک یہ طواف نہ کرے گاتب تک احرام میں رہے گا یعنی عورت اس کو حلال نہ ہوگی۔ اور جب طواف رکن کر لے گا تو اب پورا حلال ہے کہ عورت سے صحبت بھی حلال ہوگئی اور احرام بالکل ختم ہوا اور صرف اب ایام تشریق میں جمروں کو کنکریاں مارنا اور رات کو منیٰ میں رہنا باقی رہا، اور یہ دونوں امرا احرام کے ختم ہونے کے بعد حج کی اتباع کے طور واجب ہیں اور طواف زیارت کی صورت مع دو گانہ نماز کے ہے جیسے ہم طواف قدوم میں لکھ چکے ہیں، پس جب دو گانہ نماز سے فارغ ہو تو اگر طواف قدوم کے بعد سعی صفا و مروہ کی نہ کی ہو تو اب طواف زیارت کے بعد اسی طرح کرے جیسے ہم لکھ آئے ہیں اور اگر سعی کر لی ہو تو سعی رکن ہوگئی، اب دوبارہ نہ کرنی چاہئے، اور حلال ہونے کے تین سبب ہیں، کنکریاں مارنا، سر منڈانا، طواف کرنا رکن کرنا اور جب ان تین چیزوں میں سے دو ادا کرے تو ایک حلال ہونا اس کو ہو جائے گا اور ان تین چیزوں کو مع ذبح کے مقدم و موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے کنکریاں مارے پھر ذبح کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے اور امام کے لئے مسنون یہ ہے کہ زوال کے بعد دسویں کو خطبہ پڑھے اور یہ خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وداع کا تھا، غرضیکہ حج میں چار خطبے ہیں اور یہ چاروں خطبے زوال کے بعد ہیں اور سب ایک ایک ہیں، بجز عرفہ کے خطبہ کے کہ وہ دو ہیں اور دونوں کے درمیان میں کچھ دیر بیٹھنا ہے پھر جب طواف زیارت سے فارغ ہو چکے تو رات کے رہنے اور کنکریاں مارنے کے لئے منیٰ میں لوٹ آئے اور اس رات کو منیٰ میں ہے اور اس رات کا نام یلۃ القرہ ہے یعنی شب قرار ہے کیونکہ ادگ اس صبح کو منیٰ میں ٹھہرتے ہیں جب گیارہویں تاریخ کو دوپہر ذہل جائے تو کنکریاں مارنے کے لئے بنائے اور پہلے جمرہ کا ارادہ کرے جو عرفات کی طرف

سے ملتا ہے اور وہ عین سڑک پر ہے اس پر سات کنکریاں مارے اور جب اس سے آگے بڑھے تو تھوڑا سا راستہ سے علیحدہ ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو اللہ تعالیٰ کی تحمید و تہلیل اور تکبیر کر کے حضور دل اور اعضاء کی عاجزی کے ساتھ اتنی دیر دعا مانگے جتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھتے ہیں پھر درمیانی جمرہ کی طرف بڑھے اور اس کو بھی اول جمرہ کی طرح کنکریاں مارے اور توقف کرے جیسا کہ اول کیا تھا پھر آگے بڑھ کر جمرہ عقبہ کی طرف جمرہ عقبہ کو سات اس روز کو اکیس کنکریاں بدستور سابق تین جمروں پر مارے اس کے بعد اختیار ہے چاہے تو آئے تو مکہ کو لوٹ آئے اگر سورج کے ڈوبنے سے پہلے تک ٹھہرا رہے گا تو اس صورت میں اس کو باہر جانا جائز نہیں بلکہ رات کو منیٰ میں ٹھہرے اور تیرھویں کو اکیس کنکریاں بدستور سابق مارے اگر رات کو نہ رہے گا اور کنکریاں نہ مارے گا تو م دنیا آئے گا اور اس کا گوشت صدقہ کر دے اور جائز ہے کہ جن راتوں میں منیٰ میں شب بپا ہو ان میں خانہ کعبہ کی زیارت کرے لیکن اس شرط سے کہ رات کو نا منیٰ میں رہے پر منیٰ میں رہتے ہوئے فرض نمازیں امام کے ساتھ مسجد خیمہ میں گزارے کہ اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور جب منیٰ سے مکہ کو جائے تو بہتر ہے کہ وادی لوط میں ٹھہرے اور عصر اور مغرب اور عشاء وہاں پڑھے اور تھوڑا سا سوئے کہ یہ نسبت ہے اور بہت سے صحابہ نے روایت کیا ہے اور اگر ایسا نہ کرے گا اس پر بڑی کفارہ نہیں۔

عمرہ اور اس کے بعد کے اعمال : طواف وداع تک جو شخص حج سے پہلے یا پیچھے عمرہ کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ بنا کر احرام کے کپڑے پہنے جس صورت سے کہ حج میں مذکور ہوا اور عمرہ کے میقات عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے افضل میقات جدانہ ہے جو مکہ اور خائف کے درمیان ایک جگہ ہے اس کے بعد متقیم ہے اس کے بعد حدیبیہ اور احرام کے وقت نیت عمرہ کر کے لبیک کے اور مسجد عائشہ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور جو دل چاہے دعا مانگے پھر لبیک کہتا ہوا مکہ میں آئے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو مسجد کے اندر گھس کر لبیک کہنا موقوف کرے اور سات پھیرے طواف کر کے سات بار سعی صفا و مروہ کے درمیان کرے جیسے ہم پہلے ان دونوں کو لکھ چکے ہیں اور سعی سے فارغ ہو کر سر کے بل منڈائے اب عمرہ تمام ہو گیا اور جو شخص مکہ میں ٹھہرا ہوا ہو اسے چاہئے کہ عمرہ اور طواف بہت اور خانہ کعبہ کی طرف بہت دیکھا کرے اور جب خانہ کعبہ کے اندر جائے تو چاہئے کہ دو رکعتیں دونوں ستونوں کے درمیان پڑھے یہی افضل ہے اور کعبہ کے اندر ننگے پاؤں وقار کے ساتھ۔

زیارتِ مدینہ منورہ اور اُس کے آداب

فضائل زیارت : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من زارنی بعد وفانی فکانما زارنی فی حیاتی (2) من وجد سعته ولم يقدم الی فقد جفانی (3) اور فرمایا من جاء فی زائر الایہمہ الا زیارنی کان

حقاً علی اللہ سبحانہ ان اکون لہ شفیعاً جو شخص کہ زیارت مدینہ طیبہ کا قصد کرے اس کو چاہئے کہ راستہ میں درود پاک بہت پڑھے اور جب اس کی نگاہ مدینہ منورہ کے دیواروں اور درختوں پر پڑے تو کہے اللہم ہدا حرم سولک فاجعلہ لی وقایۃ من النار وامانا من العذاب وسوء الحساب اور پتھریلی زمین کے درمیان غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ اور عمدہ کپڑے پہنے جب مدینہ طیبہ میں داخل ہو تو واضح اور تعظیم کے ساتھ داخل ہو اور کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّتِہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا پھر مسجد شریف کا قصد کرے اور اس کے اندر جاکر منبر شریف کے پاس دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ستون منبر کو اپنے دائیں شانہ کے مقابل کرے اور منہ اس ستون کی طرف ہو جس کے برابر صندوق ہے اور جو دائرہ کہ مسجد کے قبلہ میں ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہ جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی تھی۔ جب تک کہ مسجد میں کچھ تبدیلی نہ ہوئی تھی اور کوشش کرے کہ جس قدر مسجد بڑھانے سے پہلے تھی اس میں نماز پڑھے پھر مزار مبارک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے روئے مبارک کے بائیں کھڑا ہو اس طرح کہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرے اور مزار پاک کی دیوار کی طرف منہ کر لے اور جو ستون کہ اس دیوار کے کونے میں ہے اس سے چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو اور قدیل کو اپنے سر پر کر لے اور دیوار کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے بلکہ تعظیم و احترام سے دور کھڑا ہونا مناسب تر ہے اور یہ کہے السلام علیک یا رسول اللہ اسلام علیک یا نبی اللہ اسلام علیک یا امین اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا صفوۃ اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ لہ علی القیام بالدین بآدام حینا۔ والقائسمین فی امنہ بعدہ بامور الدین تمنعان فی ذالک آثارہ و نعملان بسنتہ فخر اکما للہ صاجزی وزیر بنی عن دینہ پھر ہٹ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کے پاس مزار اور اس ستون کے درمیان میں جواب بنا ہوا ہے قبلہ رخ کھڑے ہو کر خداوند تعالیٰ کی تحمید اور تمجید کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجے اور کہے رب نے فرمایا ہے اور قول بجا ہے ولوانہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفر اللہ واستغفرلہم الرسول لوجد والہ نوابا رحیما الہی ہم نے تیرا ارشاد سنا اور تیرے امر کی اطاعت کی اور تیرے نبی کے پاس آئے اور اس کو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے بارے میں جن سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفع کیا ہم اپنی لغزشوں سے تائب ہیں اور اپنی خطاؤں اور تقصیرات کے مقرر الہی ہماری توبہ قبول کر اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ہمارے بارے میں منظور فرما اور بحق منزلت نبی جو تیرے ہاں انہیں حاصل ہے ہمارا مرتبہ بلند فرما پھر کہے اللہم اعمر للمہاجرین والانصار واعمر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اللہم لاتجعلہ آخر المعہ ابن قبر سبک و من حرمک یا رحم لراحمیں پھر رونت الجنۃ میں جائے یعنی درمیان مزار شریف اور منبر کے ایک جگہ ہے اس میں جاکر دو رکعتیں پڑھے اور جتنی ہو سکے بہت سی دعائیں کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں حدیث مابیں قبری و مبری روضتہ من ریاض الجنۃ و مبری علی حوضی اور منبر کے پاس دعائیں اور مستحب یہ ہے کہ

اپنا ہاتھ نیچے کے زمانہ یعنی پایہ پر رکھ لے جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کی حالت میں اپنا ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے اور مستحب ہے کہ جمعرات کے روز جبل احد کو جائے اور شہدائے احد کے مزارات کی زیارت کرے یعنی صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر زیارت کو باہر جائے اور ظہر کی نماز پھر مسجد شریف میں آکر پڑھے تاکہ کوئی نماز فرض جماعت مسجد شریف میں فوت نہ ہونے پائے اور مستحب ہے کہ ہر روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بعد شمع میں چلا جائے اور حضرت عثمان غنی اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کرے اور اسی میں حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہو اور حضرت فاطمہ کی مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کے مزارات شمع میں ہیں اور مستحب ہے کہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں جا کر نماز پڑھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سفر سے لوٹنے پر اس طریقہ مسنون پر عمل کرے اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو سواری کو تیز چلائے اور کہے اللہم اجعل لنا بہا قرارا و رزقا حسنا پھر اپنے گھر کسی کو خبر کے لئے بھیج دے تاکہ دفعتاً نہ جا پہنچے پہلے سے آنے کی اطلاع کرونا سنت ہے اور گھر میں رات کو نہ آنا چاہئے جب شہر میں داخل ہو تو مسجد میں جائے اور دو رکعتیں پڑھے کہ مسنون ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر جائے تو کہے نوباً تو با لربنا اوبالایقادر علینا حوباً جب مکان میں رہنے لگے تو چاہئے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ نے اس پر کئے ہیں کہ ایسے حرم و گھر کی زیارت اور مزار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائی ان کو نہ بھولے اور ان سے غفلت کر کے کھیل و کود ہو و لعب اور گناہوں میں مبتلا ہو کر ان انعامات کا نہ شکرانہ بنے اور حج مقبول کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ جو حج سے واپس آئے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں نصب ہو اور بعد زیارت بیت کے صاحب زیارت صاحب بیت کے لئے تیاری کرے

حج کے دس مخفی آداب : ادب (۱) نفعہ حلال کا ہو اور ایسی تجارت نہ کرے جس سے دل بٹے اور ہمت پر اگندہ ہو بلکہ ہمت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور دل محض اس کے ذکر اور اس کے اشعار کی تعظیم کی خاطر راجع اور مطمئن ہو۔ حدیث میں طریق اہل بیت سے مروی ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو حج کو چار قسم کے لوگ جائیں گے۔ بادشاہ سیر و تماشا کے لئے تو مگر تجارت کے لئے فقیر مانگنے کے لئے اور علماء شہرت کے لئے۔

فائدہ : اس حدیث میں ان تمام اعتراضات کی طرف اشارہ ہے جو حج میں مل سکیں۔ یہ تمام امور حج کی فضیلت کے مانع ہیں اور خاصانِ خدا حج کے زمو سے خارج کر دیتے ہیں بالخصوص جب یہ صورتیں خاص حج ہی سے وابستہ ہوں مثلاً مزدوری لیکر سیر کے لئے حج کرے تو اس صورت میں آخرت کے نام پر دنیا کا طالب ہوگا اور پرہیزگار اور اہل دل اس امر کو برا جانتے ہیں اگر کسی شخص کی نیت مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کی ہو اور اس کے پاس وہاں تک

پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس نیت سے کچھ لینے کی کوئی حرج نہیں غرضیکہ دین کو ذریعہ حصول دنیا کا نہ بنائے بلکہ اچھا رکھے اور فرمایا کرتے کہ حاجیو تم میں سے افضل وہ ہے کہ جس کی نیت سب سے خالص تر اور نفقہ پاکیزہ تر اور یقین بہتر ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحج المبرور ليس له جزاء الا الحنثه فقيل يا رسول الله ما بر الحج فقال طيب الكلام واطعام الطعام (4) فحش اور بھکاری اور لڑائی نہ کرنا چاہیے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فلا رقت ولا فسوق ولا جدال في الحج میں سب طرح کا کلام لغو اور فحش داخل ہیں اور عورتوں سے مذاق اور ہنسی ٹھٹھا چمل صحبت کی لت اور اس کے لوازم کا ذکر کرنا بھی اسی میں داخل ہیں کیونکہ ان سے ہمبستری کا خیال ابھرتا ہے جو ممنوع ہے اور ممنوع چیز والی بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور فسوق اللہ تعالیٰ کی طاعت سے باہر نکلنا ہے کسی طرح کا فسق ہو اور جدال اس کو کہتے ہیں کہ خصومت اور بات کاٹنے میں یہاں تک مبالغہ کرے کہ کینہ کا موجب ہو اور سردست ہمت میں پریشانی آجائے اور حسن خلق کے مخالف ہو۔ حضرت ثنیلان ثوری نے فرمایا ہے کہ جو شخص حج میں فحش بکے اس کا حج خراب ہو جاتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اچھی طرح گفتگو کرنے اور کھانا کھلانے کو حج کے مقبول ہونے کے لئے اور بات کاٹنا طیب کلام کے مخالف ہے اسی لئے ضروری ہے کہ آدمی حج کی راہ میں اپنے ساتھی اور ساربان و دیگر دوستوں ہر کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ جتنے لوگ بیت اللہ کو جانے والے ہوں سب کے سامنے متواضع رہے اور حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کرے اور حسن خلق یہ نہیں ہے کہ کسی کو ایذا نہ دے بلکہ دوسرے کی ایذا برداشت کرے اور بعض کا قول ہے کہ سفر کو اسی لئے سفر کرتے ہیں کہ وہ آدمیوں کے اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے جب ایک شخص نے حضرت عمر کے سامنے ذکر کیا کہ میں فلاں شخص سے واقف ہوں تو آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو اس سے واقف نہیں ہے۔ (5) اگر قدرت ہو تو حج پیدل کرے یہ نہایت ہی افضل ہے۔

حکایت : حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی موت کے قریب اپنے صاحبزادوں کو وصیت کی کہ بیٹو پیدل حج کرنا کہ پیدل حاجی کو ہر قدم ہر حرم کے حسنت میں سے سات سو حسنت ملتے ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ حرم کے کون سے حسنت ہیں کیا فرمایا کہ ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

مسئلہ : اعمال حج میں مکہ سے عرفات تک پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر پیدل چلنے کے ساتھ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ لے تو حج ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واتموا الحج والعمرة لله چنانچہ حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے اس کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے کہ بذریعہ سواری حج افضل ہے کہ اس میں خرچ پڑتا ہے اور نفس تنگ نہیں ہوتا اور تکلیف کم ہوتی ہے اور اس میں سلامت رہنے اور حج کی تکمیل زیادہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ امر پہلی بات کے مخالف نہیں ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ جس شخص پر پیدل چلنا آسان ہو اس کو پیدل چلنا افضل ہے۔ اگر پیدل چلنے سے کمزور ہو جائے یا طبیعت میں سختی آجائے یا عمل میں کوتاہی محسوس کرے تو اس

انکسار کرتے اور اس کے جلال و عزت کے روبرو خشوع و خضوع سے چلے آئیں۔ باوجود اس کے اس بات کے اقراری ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کوئی اسکا گھر ہو یا وہ کوئی شہر اسکے گھر کا احاطہ کرے تاکہ اس طرح سے ان کی نیازمندی اور بندگی میں اضافہ ہو اور ان کی فرمانبرداری اور عاجزی کامل تر ہو جائے۔ اسی لئے بندوں پر حج میں وہ اعمال مقرر فرمائے جن کے ساتھ نفس مانوس نہ ہو اور وہاں عقل و فہم کو رسائی نہ ہو سکے۔ مثلاً پتھروں پر کنکریاں مارنا اور صفا مروہ کے درمیان چند بار آمدورفت کرنا وغیرہ اور ان جیسے اعمال سے کامل نیازمندی اور بندگی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دوسرے اعمال میں کچھ نہ کچھ خط نفس ہے جیسے زکوٰۃ میں مثلاً عطاء اور اس کی علت معلوم ہے کہ بخل طبیعت میں نہ رہے اور عقل کو اس کی طرف رغبت ہے اور روزہ میں کسر شہوت ہے جو شیطان کا آلہ ہے اور دوسرے شغلوں سے باز رہ کر عبادت کے لئے فارغ ہو جاتا ہے اور نماز میں سجدہ اور رکوع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کے افعال سے انکسار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے نفسوں کو انس ہوتا ہے مگر سعی کے پھیروں اور کنکریوں کے پھینکنے اور دوسرے اسی طرح کے اعمال میں نہ تو نفس کو کچھ خط ہے نہ طبیعت کو ان سے انس ہے نہ عقل ان کی وجہوں کی طرف راہ پاتی ہے اس صورت میں ان اعمال کی بجا آوری کا باعث بجز تعمیل ارشاد اور کچھ نہیں کہ امر واجب الاتباع ہے اس کو ماننا چاہئے اس میں عقل کا تصرف بلائے طاق ہو جاتا ہے اور نفس اور طبیعت کو ان کے انس کے محل سے پھیرنا پڑتا ہے کیونکہ جتنی چیزوں کے معانی عقل سمجھ جاتی ہے تو ان کی طرف کچھ نہ کچھ طبیعت کی رغبت ہوتی ہے اور یہی رغبت اس امر پر پروردگار اور اس کی تعمیل پر ابھارتی ہے اسی وجہ سے ایسے اوامر کی بجا آوری سے کمال غلامی اور اطاعت ظاہر نہیں ہوتی کہ میل طبیعت کا بھی رہتا ہے اور بانی ہمیں وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالص حج کے بارے میں ارشاد فرمایا لبیک الحجة حقان بعد اور یہ الفاظ نماز اور روزہ وغیرہ میں ارشاد نہیں فرمائے اور ازانجا کہ حکمت الہی یہ ہوئی کہ مخلوق کی نجات ان کے ایسے اعمال سے وابستہ کرے جو ان کی طبیعتوں کے خلاف ہوں اور یہ کہ نجات کی باگ شرع کے اختیار میں ہے تاکہ اپنے اعمال میں انقیاد کے طریق اور عبادت کے مقتضاد پر تردد کریں اسی لئے ضروری ہوا کہ جن اعمال کی وجوہات پر عقلوں کی راہ نہیں ملتی وہ ترکیہ نفس کے متعلق تمام عبادتوں میں سے کامل تر ہوں کیونکہ نفسوں کو مقتضائے طبع اور اخلاق سے پھرنا غلامی کا منشا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو سمجھ جاؤ گے کہ ان افعال عجیب سے نفسوں کا تعجب کرنا اسی سبب سے پیدا ہوا کہ ان کو عبادت کے اسرار سے غفلت ہے اور اس قدر بیان کرنا اصل حج کے سمجھانے کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے اس راز کے سمجھنے کے بعد شوق ابھرتا ہے کہ گھر اللہ عزوجل کا ہے اور اس نے اس کو بادشاہی دربار کی طرح بنایا ہے تو جو اس دربار کا قصد کرتا ہے وہ رب کریم کا قصد اور زیارت کرتا ہے اور جو شخص دنیا میں اس گھر کا قصد کرتا ہے شوق یہ کہ اس کی زیارت ضائع نہ ہو اور مقصود زیارت یعنی دیکھنا ویدار الہی کا میلو معین میں نصیب ہو اور اس وجہ سے کہ دنیا میں آنکھ کو بوجہ قصور اور فنا کے یہ استعداد نہیں کہ دیدار الہی کے نور کو قبول کرے اور اس کی تاب لا سکے اور آخرت میں اس کو بقا کی مدد ملے گی اور تغیر و فنا سے محفوظ رہے گی۔ اس لئے نظر اور دیار کی استعداد ہو جائے گی

لیکن تاہم بوجہ خانہ کعبہ کے قصد کرنے اور اس کی طرف دیکھنے کے بموجب وعدہ خداوند کریم کے اس کو استحقاق رب العزت کے دیدار کا ہو جائے گا اب ظاہر ہے کہ شوق دیدار الہی اس کے سبب کا یعنی دیدار کعبہ کا شائق کر دے گا علاوہ ازیں عاشق کو معشوق کی طرف منسوب چیز کی رغبت ہوا کرتی ہے۔ اور کعبہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے تو لازماً سالک کو صرف اسی نسبت کے لحاظ سے اس کا مشتاق ہونا چاہئے اور ثواب کثیر غیر موعود کے حصول سے قطع نظر کرنی چاہئے اور ارادہ متعلق یہ سمجھے کہ میں نے اپنے گھر والوں اور باطن کے جدا ہونے کا اور شہوت اور لذت سے علیحدہ رہنے کا قصد اس ارادہ پر کیا ہے کہ زیارت خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنے دل میں خانہ کعبہ اور رب العزت کی قدر بہت بڑی سمجھے اور یہ جانے کہ میں نے ایک بڑے رفیع الشان امر کا ارادہ کیا ہے جس کا معاملہ خطرناک ہے اور جو کوئی بڑی بات کا طالب ہوتا ہے وہ بڑے خطرے میں پڑتا ہے اور چاہئے کہ اپنے ارادے کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کر دے اور ریا اور شہرت سے دور رکھنے اور دل میں خوب ٹھان لے کہ ارادہ اور عمل میں سے بجز خلوص کے اور مقبول نہ ہوگا اور نہایت لہو اور بری بات ہے کہ آدمی قصد تو پادشاہ کے گھر اور حرم کا کرے اور مقصود اس کے سوا دوسرا ہو اس لئے اپنے دل میں ارادہ کو اخلاص کے ساتھ درست کر لینا چاہئے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ جن باتوں میں ریا شہرت ہو اس سے جزاء کرے اس سے ضرور ہوا کہ جو چیز اعلیٰ اور بہتر ہے اس کو ادنیٰ سے بدلنے سے احتراز کرے اور قطع علائق کے معنی یہ ہیں کہ حقوق حق داروں کے حوالہ کرے اور تمام گناہوں سے توبہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرے اس لئے کہ جو مظلمہ ہے وہ ایک علاقہ ہے اور ایک علاقہ ایسا ہے جسے کوئی قرض خواہ موجود ہو اور اگر بیان پکڑ کر یوں کہتا ہو کہ تو کہل جاتا ہے کیا شہنشاہ کے گھر کا ارادہ رکھتا ہے حالانکہ اسکے امر کو اپنے گھر میں بجا نہیں لاتا اس کو حقیر جانتا ہے کہ تکمیل نہیں کرتا کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ اس کے سامنے بندہ گنگار کی طرح جاتا ہے تاکہ تجھے ہٹا دے اور قبول نہ کرے اگر تجھے اپنی زیارت کے قبول ہونے کی رغبت ہے تو اس کے حکم کی تعمیل کر اور حقوق جو ظلم سے لئے ہوں واپس کر پہلے گناہوں سے توبہ کر اور اپنے دل کا تعلق دوسروں کی طرف التفاف کرنے سے قطع کر تاکہ اس کی طرف اپنے دل کے چرے سے متوجہ ہو جس طرح کہ ظاہر حال سے تو اس کے گھر کا متوجہ ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اپنے سفر سے تجھے بجز اس کے کہ ابتداء میں رنج اور مشقت ہو اور انجام کو مردود ہونا اور نکلا جانا نصیب ہو اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور وطن سے تعلق کو اسی طرح منقطع کرے جیسے کوئی وہاں سے اٹھا جاتا ہو اور فرض کرے کہ پھر لوٹ کر نہ آؤں گا اور اپنی آل و اولاد کے لئے وصیت لکھ دے کہ مسافر موت کا نشانہ ہوتا ہے اور سفر کرنے کے لئے تعلق قطع کرتے وقت یہ یاد کرے کہ سفر آخرت کے لئے بھی اسی طرح تعلقات چھوڑ جائیں گے اس لئے کہ یہ سفر عنقریب آئے گا اور سفر حج میں جو کچھ کرے اس سے آخرت کی آسانی کی طمع کرے کہ قرار گاہ اور بازگشت وہی ہے اسی لئے چاہئے کہ سفر حج کی تیاری میں سفر آخرت کو نہ بھولے اور سامان حلال جگہ سے تلاش کرنا چاہئے اور جب اپنے نفس میں یہ خواہش پائے کہ کسی طرح خرچ بہت سا ہو اور بلوجود سفر دور دراز کے بچ رہے اور منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے اس میں خرابی اور تبدیلی نہ ہو تو چاہئے کہ یاد

کرے کہ سفر آخرت اس سفر کی نسبت کہیں دراز ہے اور اس کا توشہ تقویٰ ہے اور تقویٰ کے سوا جس چیز کو توشہ جانتا ہے وہ مرنے کے وقت سب پیچھے رہ جائے گا اور اس سے دعا کرے گا جیسے پکا کھانا تازہ کہ سفر کے پہلے ہی منزل میں سڑ جاتا ہے اور پھر بھوک کے وقت آدمی حیران اور محتج رہ جاتا ہے کہ کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی تو اس لئے ضروری ہوا کہ اس سے ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اعمال جو آخرت کا توشہ ہیں موت کے بعد اپنے ساتھ نہ رس اور ریاؤ شہرت کی آمیزش اور قصور کی کدورت سے خراب ہو جائیں۔ اور سواری جس وقت سامنے آئے اس وقت اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرے کہ جانوروں کو ہمارا مسخر کر دیا کہ ہمیں تکلیف نہ ہو اور مشقت کم ہو جائے اور یہ یاد کرے کہ دار آخرت کی سواری میں ایک دن اسی طرح سامنے آجائے گی یعنی جنازہ کی تیار ہوگی کہ اس پر سوار ہو کر دار آخرت کا کوچ کرنا پڑے گا۔ غرضیکہ حج کا حل سفر آخرت کے مشابہ ہے تو غور کرنا چاہئے کہ حج کی سواری پر سفر کرنا اس قائل ہے کہ سفر آخرت کی سواری کا توشہ ہو سکے کیونکہ سفر آخرت آدمی کو بہت ہی قریب ہے کیا معلوم ہے کہ موت قریب سے اور اونٹ کی سواری سے پہلے موت کی سواری پر سوار ہو جائے اور موت کی سواری یقیناً ہوگی اور سامان سفر کا مہیا ہو جانا مشکوک امر ہے تو مشکوک سفر میں اختیار کرنا اور توشہ اور سواری سے مدد لینا یقینی سفر سے غافل رہنا کب زیبا ہے اور احرام کی دونوں چادروں کی خریدتے وقت اپنے کفن کو اور اس میں اپنے لپٹ جانے کو یاد کرے۔ کیونکہ احرام کی چادر اور تہبند تو اس وقت باندھے گا کہ خانہ کعبہ کے نزدیک ہوگا اور کیا عجب ہے کہ یہ سفر پورا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کفن میں لپٹے ہوئے ہونا یقیناً ہے تو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت بغیر مخالف لباس اور ہیئت معمول کے نہیں ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی مرنے کے بعد بجز اس صورت کے نہ ہوگی کہ دنیا کے لباس کے مخالف ہو اور احرام کا کپڑا کفن کے کپڑے کے مشابہ بھی ہے کہ وہ سیا ہوا نہ ہو اور نہ یہ شہر سے نکلنے میں یہ جائے کہ میں اہل وطن سے جدا ہو کر ایسے سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو دنیا کے سفروں کے مشابہ نہیں تو اس وقت اپنے دل میں یہ سوچنا چاہئے کہ میں کیا ارادہ کرتا ہوں اور کہاں جاتا ہوں۔ اور کس کی زیارت کو متوجہ ہوتا ہوں اور یہ سمجھے کہ میں شہنشاہ کی طرف اس کی زیارت کرنے والوں کے زمرہ میں متوجہ ہوتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر ہوئے اور جنہیں شوق دلایا گیا تو مشتاق ہو گئے اور جنہیں جانے کا حکم ہوا تو تعلقات قطع کر لئے۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف (جس کی شان عظیم اور قدر رفیع اور امر مخیم ہے) متوجہ ہوئے کہ رب کی زیارت کے عوض اس کے گھر کی زیارت سے دل بسلا میں یہاں تک کہ انہیں ان کی متہائے آرزو میسر ہوئی اور اپنے مولیٰ کے دیدار سے اپنی مراد پائیں اور اپنے دل میں توقع رسائی اور قبول کی کرے۔ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ ہو کر کہ ہم اتنی دور سے گھریا چھوڑ کر آئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرے اور چونکہ اس نے اپنے گھر کی زیارت کرنے والوں کے حق میں وعدہ میں فرمایا ہے تو توقع کرے کہ وہ اپنا وعدہ سچا کرے گا اور یہ توقع کرے کہ اگر میں خانہ کعبہ تک نہ پہنچا اور اثنائے راہی میں لقمہ اجل ہوا تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اس حال میں ہوگی کہ اس کے پاس جا رہا ہوں کیونکہ وہ خود فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا

جَرَّ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (پ 5 النساء 100) ترجمہ: اور جو اپنے گھر سے نکلا
 اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ اور جنگل میں پہنچ کر
 میقات تک گھاٹیوں کے دیکھنے میں وہ احوال یاد کرے جو موت کی وجہ سے دنیا سے نکل کر میقات قیامت تک ہوں
 گے اس کے ہر حال کو اس کی ہر کیفیت سے مناسبت کر لے مثلاً رہزنوں کے دہشت سے منکر نکیر کے سوال کی
 دہشت یاد کرے اور جنگل کے درندوں سے قبر کے سناپ بچھو اور کیڑے تصور کرے اور اپنے گھریار اور اقارب سے
 علیحدہ ہونے سے قبر کی دہشت اور سختی اور تنہائی سوچے غرضیکہ اپنے اعمال اور اقوال میں جو خوف کرے اس کو قبر
 کے خوفوں کے لئے توشہ کرے اور میقات پر احرام اور لبیک کہنے سے یہ جانے کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر
 یہ کہنا کہ میں حاضر ہوں تو اس وقت یہ توقع کرے کہ یہ جواب مقبول ہو اور خوف کرے کہ کہیں یہ نہ کہا دیا جائے
 کہ لا لبیک ولا سعدیک۔ اس لئے ضرور ہوا کہ خوف ورجا کے درمیان رہے اور اپنی تاب و طاقت سے علیحدہ ہو
 جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم پر تکیہ رکھے اس لئے کہ لبیک کہنے کا وقت ہی حج کا آغاز ہے اور وہ خطرہ
 کی جگہ ہے۔

حکایت: حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حج کیا جب
 آپ نے احرام باندھا اور سواری پر بیٹھے تو رنگ زرد ہو گیا۔ اور لرزہ تمام بدن پر آگیا۔ اتنی طاقت نہ ہوئی کہ لبیک
 کہیں کسی نے پوچھا کہ آپ لبیک کیوں نہیں کہتے فرماتا یا ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے یوں نہ کہا جائے۔ لا لبیک ولا
 سعدیک پھر جب آپ نے کہا تو بے ہوش ہو کر سواری سے گر گئے اور حج کے پورا کرنے تک یہی کیفیت رہی۔

حکایت: حضرت احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سلیمان کے ساتھ تھا جب انہوں نے احرام باندھا تو
 ایک میل تک اسی طرح چلے آئے اور لبیک نہ کہا پھر ان کو غش آگیا اور افتادہ کے بعد فرمایا کہ اے احمد اللہ تبارک و
 تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالموں سے کہہ دو کہ میرا ذکر نہ کریں کیونکہ ان
 میں سے جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کو لعنت کے ساتھ ذکر کرتا ہوں اے احمد میں نے ایسا سنا ہے کہ جو شخص بوجہ
 ناجائز حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لا لبیک ولا سعدیک حتی ندما فی یدیک تو
 ہم بھی بے خوف نہیں کہ کہیں ہمیں بھی نہ کہا جائے۔

فائدہ: لبیک کہنے والا جب میقات میں لبیک پکار کر کہے اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دیتا ہوں کہ اس
 نے فرمایا کہ وَأَيُّنَ فِي السَّائِسِ بِالْحَجِّ تو تصور کرے کہ صور پھونکنے سے لوگ اسی طرح پکارے جائیں گے اور
 قبروں سے اٹھ کر میدان قیامت میں جمع ہوں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی پکار کا جواب دیں گے اور ان کی بہت سی
 قسمیں ہوں گی کوئی مقرب ہوں گے، کسی پر غصہ ہوگا بعض مقبول ہوں گے اور بعض مردود اور ابتداء میں خوف
 درجاء کے درمیان متردد ہوں گے جیسے میقات میں حایوں کو تردد ہوتا ہے کہ معلوم نہیں حج کا پورا کرنا اور اس کا

مقبول ہونا میسر ہو گیا نہیں اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت یہ تصور کرے کہ لب حرم مامون میں پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توقع کرے کہ اس میں داخل ہونے کی بدولت عذاب سے محفوظ رکھے گا اور اس کا خوف کرے کہ مبلوا قرب کا اہل اگر میں نہ ہوا تو حرم میں آنے سے گناہ گار اور مستحق غضب ٹھہروں گا مگر تمام وقتوں میں غالب ہونی چاہئے کہ اس کا کرم عام ہے اور خانہ کعبہ کی شرافت نہایت بڑی اور آنے والے کے حق کی رعایت کیا کرتے ہیں اور پناہ مانگنے والے اور دہائی دینے والے کی حرمت ضائع نہیں کرتے اور کعبہ پر نظر کرتے وقت اس کی عظمت دل میں حاضر کرے اور فرض کرے کہ گویا رب العزت کو دیکھ رہا ہے اور توقع کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے بیت عظیم کا دیکھنا نصیب فرمایا ہے اسی طرح اپنی ذات پاک کا دیکھنا نصیب کرے گا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایسے مرتبہ پر پہنچایا اور اپنے پاس آنے والوں کے زمرہ میں داخل فرمایا اور اس وقت یہ بھی تصور کرے کہ قیامت میں تمام لوگ جنت کی طرف اس میں داخل ہونے کی توقع میں اسی طرح جھکیں گے پھر ان کے دو فریق ہو جائیں گے جیسے حاجیوں کے دو فریق ہیں کہ بعض کا حج مقبول ہے اور بعض کا نامنطور اور جو احوال حج میں پیش آئے اسے دیکھ کر امور آخرت کی یاد سے غفلت نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ حاجیوں کے تمام حالات آخرت کے حالات دلالت کرتے ہیں اور کعبہ کا طواف کو نماز تصور کرنا چاہئے۔ اسی لئے دل میں طواف کے وقت تعظیم اور خوف اور رجا اور محبت کو اس طرح حاضر کرنا چاہئے جیسا کہ باب اسرار الصلوٰۃ میں مفصل لکھ آئے ہیں واضح ہو کہ آدمی طواف کی وجہ سے ان مقرب فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے جو عرش کے گرد جمع ہو کر طواف کرتے ہیں اور خیال نہ کرنا کہ طواف سے مقصود یہ ہے کہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آدمی کا ذکر دل رب العزت کا طواف کرے یہاں تک کہ ذکر کا آغاز اور انجام اسی پر ہو جیسے طواف کی ابتداء اور انتہا بیت اللہ پر ہوتی ہے اور جاننا چاہئے کہ عمدہ طواف دل کا طواف حضرت الوہیت کے گرد ہے اور خانہ کعبہ عالم ظاہری میں اس دربار کا نمونہ ہے کیونکہ وہ عالم باطنی میں ہے اور آنکھ سے محسوس نہیں ہوتا جیسے اس کے حق میں کہ اللہ تعالیٰ یہ دروازہ اس کے لئے کھول دے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قول میں کہ بیت المعمور آسمان میں کعبہ کے بالمقابل ہے اور فرشتے اس کا طواف اسی طرح کرتے ہیں جیسے انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور چونکہ اکثر خلق خدا کا مرتبہ اس جیسے طواف سے قاصر ہے لہذا حتی الامکان ان فرشتوں کی مشابہت کے لئے ان کو حکم ہوا کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہوگا اور جو فرشتوں جیسے طواف پر قادر ہے تو وہ ایسا ہے کہ کہہ سکتے ہیں کہ کعبہ اس کی زیارت اور طواف کرتا ہے چنانچہ بعض اہل مکہ شفعہ نے بعض اولیاء کا حل ایسا دیکھا ہے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں اور اب ارلہ پختہ کرے کہ اس عہد کو پورا کروں گا کیونکہ جو شخص بیعت میں دغا کرتا ہے مستحق غضب ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الحجر الاسود یمین اللہ عزوجل بصفاح بہا خلقہ کما بصفاح الرجل اخاہ اور پردہ کعبہ کو پکڑے اور ملزم کو چمٹنے کے وقت یہ نیت کرے کہ بیت اور رب العزت

کی محبت اور شوق میں قرب کا طالب ہوں اور بدن کے لگنے کو برکت جانے اور یہ توقع کرے کہ جو عضو بدن کعبہ سے لگ جائے گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا اور پردہ پکڑنے میں یہ نیت ہو کہ طلب مغفرت اور التجائے امان میں الحاق کرتا ہوں جیسے کوئی خطاوار جس کا قصور کرتا ہے اس کے دامن میں لیٹتا ہے اور عفو قصور کے لئے اس کے سامنے انکساری کرتا ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ میرا تجا ملوٹی لوار بجو تیرے اور کہیں نہیں اور تیرے کرم اور عفو کے بغیر اور کہیں ٹھکانا نہیں اور اب میں تیرا دامن نہ چھوڑوں گا جب تک کہ خطا معاف نہ کر دے اور آئندہ کو امن نہ دے اور سعی صفا اور مروہ کے درمیان خانہ کعبہ کے چوک کے اندر ہے۔ جیسے غلام بادشاہ کے محل کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہو۔ خیال یہ کہ خدمت میں اپنا خلوص ظاہر کرے اور اس امید سے کہ نظر رحمت سے سرفراز ہو یا جیسے کوئی بادشاہ کے پاس داخل ہو اور پھر باہر نکلے اور نہ جانتا ہو کہ بادشاہ میرے متعلق کیا حکم کرے گا۔ منظور فرمائے گا یا نامنظور تو دربار کے چوک میں بار بار آتا جاتا ہے اس امید سے کہ میں پہلی بار اگر رحم نہ کرے گا تو دوسری بار رحمت فرمائے گا۔ صفا اور مروہ کے درمیان آمدورفت کرنے کے وقت یہ خیال کرے کہ میدان قیامت میں میزان کے دونوں پلڑوں کے بیچ میں اسی طرح پھرنا ہو گا صفا کو حسنات کا پلہ سمجھ لے اور مروہ کو برائیوں کا پھر خیال کرے کہ دونوں پلڑوں کے درمیان اسی طرح آنا جانا ہو گا کہ دیکھئے کون سا پلڑا غالب رہتا ہے اور کون سا مغلوب اور عذاب اور مغفرت میں تردد ہو گا کہ کسی کا مستحق ہوتا ہوں اور عرفات میں ٹھہرنے میں جب لوگوں کا اژدھام اور آوازوں کا بلند ہونا اور زبانوں کا اختلاف اور مشاعر کی آمدورفت میں ہر فرقہ کا اپنے اپنے لہاموں کے قدم بقدم چلنا نظر پڑے تو یہ یاد کرے کہ میدان قیامت میں بھی تمام امتیں معہ انبیاء علیہ السلام کے اسی طرح اکٹھی ہوں گی اور ہر امت اپنے نبی کی پیروی کرے گی اور انبیاء کی شفاعت کی طمع کریں گی اور اس میدان میں قبولیت اور عدم قبولیت کے متعلق حیران رہیں گی اور جب آدمی کو عرفہ کے میدان میں خیال گزرے تو چاہئے کہ اپنے دل کو انکسار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا لازم کر دے تاکہ اہل فلاح والوں اور محروم فرق کے ساتھ حشر ہو اور اس جگہ اپنی رجا کو قبول سمجھے کیونکہ یہ میدان شرافت والا ہے اور رحمت الہی دربار جلال سے تمام خلق پر نازل ہوتی ہے اور اس کے آنے کا ذریعہ دلہائے عزیز زمین کے اوتاروں کے ہوتے ہیں اور یہ میدان ابدال اور اوتار کے گروہ سے کبھی خالی نہیں رہتا اور صالحین کے گروہ بھی اس میں ضرور ہوتے ہیں جب ان لوگوں کی ہمتیں جمع ہو کر ان کے دل انکسار و زاری کرتے ہیں اور ہاتھ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیلاتے ہیں اور گردنیں اس کی طرف کو کھینچتی ہیں اور ایک ہمت کے ساتھ طلب رحمت کے لئے آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو پھر یہ گمان نہ کرنا کہ وہ اپنی امید میں محروم رہیں اور ان کی کوشش بیکار ہو جائے بلکہ ان پر وہ رحمت نازل ہوئی ہے کہ سب کو ڈھانپ لے اسی لئے علمائے کرام کہتے ہیں کہ بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی عرفات میں موجود ہو کر یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت نہیں کی اور حج کا راز اور غایت مقصود یہی ہے کہ ہمتوں کا اجتماع ہو اور جو ابدال و اوتار کہ شہروں کے اطراف سے مجتمع ہوتے ہیں ان کے پاس ہونے کے سبب جمع ہمت میں سہارا ملے غرضیکہ رحمت الہی کے اتارنے کا طریقہ اس کے برابر اور کوئی نہیں کہ ہمتیں

اکٹھی ہوں اور ایک وقت میں ایک زمین پر ایک دوسرے کی قلوب مد کریں اور کنکروں کے پھینکنے میں یہ قصد کرے کہ غلامی اور بندگی کے ظاہر کرنے کے لئے امر کی اطاعت کرتا ہوں اور صرف تعمیل ارشاد کے لئے اٹھتا ہوں بغیر اس کے کہ اس فعل میں کچھ عقل اور نفس کا خط ہو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کا قصد کرے کہ اس مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شیطان مردود ظاہر ہوا تھا تاکہ آپ کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا کسی مصیبت میں مبتلا کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کے دفع کرنے کو اور اس کی امید منقطع کرنے کو اسے کنکریاں مارو۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تو شیطان ظاہر ہوا تھا اور آپ نے اسے دیکھا اس لئے اس کو مارا تھا اور ہم پر تو شیطان ظاہر نہیں پھر کنکریاں مارنے سے کیا غرض ہے؟

جواب : یہ شبہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسی نے اس کو تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ تمہارا ارادہ کنکریاں مارنے کا ست پڑ جائے اور تمہارے خیال میں یہ آئے کہ یہ فعل ایسا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں ایک کھیل کی سی صورت ہے اس میں مشغول ہوتے ہو پس خوب کوشش اور مضبوطی کے ساتھ شیطان کو ذلیل کرنے کی نیت سے کنکریاں مار کر اپنے نفس سے دفع کرو اور جانو کہ ہرچند ہم کنکریاں بظاہر پتھر پر مارتے ہیں لیکن واقع میں شیطان کے منہ پر مارتے ہیں اور اس کی پیٹھ توڑتے ہیں کیونکہ اس کی ذلت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم کی بجا آوری کریں جس کی تعمیل میں نفس اور عقل کو کچھ خط نہیں صرف اس کی تعظیم ملحوظ ہے اور ہڈی کے ذبح کرنے کے وقت یہ سمجھ لو کہ یہ فعل بسبب امثل امر کے باعث تقرب ہے۔ اسی لئے اس کو اور اس کے اجزاء کو پورا دیکھ لیا چاہئے اور یہ توقع کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر جزو کے بدلے میں ہمارے ہر جزو کو آگ سے آزاد کرے گا کیونکہ وہ اسی طرح ہوا ہے پس جس قدر ہڈی بڑی ہوگی اور اس کے اجزاء بہت ہوں گے اسی قدر آگ دوزخ سے رہائی کی صورت زیادہ متصور ہے اور مدینہ منورہ کی دیواروں پر جب نگاہ پڑے تو یہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا اور اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دارالْحَجَّة بنا دیا یہ وہ مکان ہے جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرائض اور سنن شروع فرمائے اور اسکے دشمن کے ساتھ جہاد کیا اور اس کے دین کو ظاہر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جوار رحمت میں بلایا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار اقدس اس میں مقرر فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو وزیروں کے مزارات (جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بجا آوری حق میں رہے) اس میں ٹھہرائے پھر اپنے دل میں تصور مضبوط کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک مدینہ منورہ میں آمدورفت کے وقت پڑتے ہوں گے اور پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک نہ آئے ہوں اس خیال کے بعد جو پاؤں رکھو وہ وقار اور خوف کے ساتھ رکھو اور سوچو کہ مدینہ پاک میں آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گلی کوچہ میں ٹپکے ہوں گے اور پھر رفتار میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عاجزی اور وقار کا تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کس درجہ کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل مبارک میں ودیعت رکھی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کو کیسے بلند کیا کہ اپنے ذکر کیساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ملایا اور جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرے گو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز ہی اونچی کرنے سے کیوں نہ ہو اس کے عمل باطل کر دیئے گئے پھر یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بڑا احسان کیا جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اقدس پائی اور مشاہدہ جمل اور اسماع اقوال سے سعادت حاصل کی اور اپنے حال پر نہایت افسوس کرو کہ یہ دولت ہمیں نہ ملی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت نصیب ہوئی پھر یہ خیال کرو کہ ہمیں دنیا میں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اقدس نصیب نہ ہوئی اور آخرت کے دیکھنے میں شک شاید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نگاہ حسرت ہی ہو کہ اعمال بد کے باعث ہمیں قبول نہ فرمائیں چنانچہ ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگ میرے سامنے لائیں جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہوں گا کہ الہی یہ میرے اصحاب ہیں حکم ہو گا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا نیا کام کیا تب میں کہوں گا کہ الگ ہو جاؤ اور دور ہو جاؤ۔

پس اگر تم نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی توقیر نہ کی ہوگی گو ایک ہی لحظہ میں کیوں نہ ہو تم بھی اس جواب سے مامون نہیں ہو کہ تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں دوری ہو جائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ سے علیحدہ ہو جاؤ اور بلوجود اس کے زیادہ توقع یہی رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں دوری نہ ڈالے کہ تمہیں ایمان نصیب کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تمہیں تمہارے وطن سے دور کیا کوئی تجارت یا نفع دنیوی نہیں مقصود نہ تھا صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اقدس اور آپ کے آثار شریفہ کے دیکھنے کا شوق ہوا اس لئے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا تمہیں نصیب ہوا تو تمہارے نفس سے اسی پر قناعت کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی دیوار ہی نظر آجائے جب اللہ تعالیٰ نے یہ اسباب تمہارے لئے کر دیئے تھے تو اب اس کی ریت کے شایان شان یہی ہے کہ تمہاری طرف نظر رحمت سے دیکھے اور جب تم مسجد نبوی میں پہنچو تو یہ خیال نہ کرنا کہ یہ جگہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں میں سے اول و افضل قرار دیا ہے۔ لے تجویز کیا اللہ تعالیٰ کے فرائض اول اسی مقام اقدس میں ادا ہوئے ہیں زمین ہے جس میں تمام مخلوق ہے۔ لوگ حالت حیات میں بھی اور موت میں بھی جمع ہیں ایسی جگہ کے داخل ہونے سے تمہیں بڑی توقع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے گا پھر مسجد میں خشوع اور تعظیم سے داخل ہو اور یہ خطہ پاک اسی کے شایان شان ایماندار دل سے خشوع کا طالب ہو۔

حکایت : حضرت ابو سلیمان نقل کرتے ہیں کہ حضرت لوہی قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے جب مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تو ان سے لوگوں نے کہا کہ شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار اقدس یہ ہے آپ سنتے ہی غش کھا گئے اور جب افتادہ ہوا تو فرمایا کہ مجھے یہاں سے باہر لے چلو کہ مجھے وہ شہر اچھا نہیں لگتا جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاک کے اندر ہوں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اقدس اسی طرح کھڑے ہو کر کرنی چاہئے جیسے ہم لکھ آئے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وصال کے بعد اسی طرح کرو جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار شریف سے اتنا ہی قریب ہونا چاہئے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے حالت حیات قریب ہوتے تھے جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کو ہاتھ لگائے اور بوسہ دینے میں خلاف تعظیم اور سوء ادب جانتے بلکہ دور سے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرتے رہتے اسی طرح اب بھی ایسا ہونا چاہئے کیونکہ زیارت کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا نصاریٰ اور یہود کی عادت ہے اور جان لینا چاہئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے آنے اور کھڑے ہونے اور زیارت کرنے کا علم ہوتا ہے اور تمہارا درود و سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں پہنچتا ہے پس زیارت کے وقت تم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریم کو یوں خیال کرو کہ تمہارے سامنے لحد میں موجود ہے۔ اور پھر اپنے دل میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ اعظم کو تصور کرو اور درود و سلام کا پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے لوگوں کا سلام پہنچایا کرتا ہے اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار شریف پر حاضر نہ ہوا ہو تو جو شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں قبر اقدس کی زیارت پر اکتفا کرنے کے ارادہ سے وطن کو چھوڑا اور جنگلوں کو طے کر کے حضوری میں حاضر ہو گا اس کا سلام کیسے نہ پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من صلی علی واحدہ صلی اللہ علیہ عشاء۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرمائے گا۔

تو یہ بدلہ تو صرف زبان سے درود کہنے کا ہے جس صورت میں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تمام بدن سے حاضر ہوا اس کا بدلہ کیسا ہو گا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف کے پاس آؤ اور یہ خیال کرو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر قیام فرمائیں اور مہاجر اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حلقہ کئے ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اپنے خطبہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی طاعت پر ترغیب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ قیامت میں تمہارے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان میں جدائی نہ فرمائے حج کے اعمال میں دل کا وظیفہ یہ ہے جو مذکور ہوا جب اعمال حج سے فارغ ہو چکے تو

چاہئے کہ اپنے دل پر رنج اور خوف کا التزام کرے کہ معلوم نہیں ہو کہ ہمارا حج مقبول ہوا اور محبوب لوگوں کے زمرہ میں ہے یا حج نامنظور ہوا اور مردودی میں ہے اور یہ اپنے دل اور اعمال سے معلوم کر لے یعنی حج کے بعد اگر اپنے دل کو پائے کہ دنیا سے زیادہ کنارہ کرنے لگا اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اعمال شریعت کی میزان کے مطابق سرزد ہوتے ہیں تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کا حج قبول کرتا ہے اور اپنی محبت کے آثار اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے دشمن ابلیس مردود کا دباؤ اس سے ہٹا دیتا ہے تو جب اس طرح کی باتیں ظاہر ہوں گی تو معلوم ہوگا کہ حج مقبول ہوا اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو عجب نہیں کہ اس سفر سے آدمی کو بجز مشقت اور سختی کے اور کچھ حاصل نہ ہو۔ (معاذ اللہ) باب اسرار حج تمام ہوا اس کے بعد آداب تلاوت مذکور ہوگا۔ والحمد للہ
اولا و آخر و صلی اللہ علی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تلاوت قرآن عزیز

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان بندوں پر یہ ہوا کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کو شرف بخشا اور اپنی کتاب منزل سے ان کی گردنوں میں طوق منت ڈالا یہ وہ کتاب ہے کہ اس کے آگے اور پیچھے سے اس پر باطل حملہ نہیں کرتا اہل فکر کو اس سے گنجائش ہوگئی کہ اس کے قصے اور خبروں سے عبرت حاصل کریں اور اس میں تفصیل احکام اور تفریق حلال و حرام کی بخوبی ہے اس نظر سے سیدھے راستے اور طریق عمدہ کا چلنا اس سے واضح ہو گیا حقیقت میں ضیا اور نور وہی ہے اور اسی کے باعث مغالطہ سے نجات ہوتی ہے اور اس میں ایمان و توحید ملی کو شفا ہے رکیشوں میں سے جو اس کے مخالف ہو اس کی کمر اللہ تعالیٰ نے توڑ دی اور جس نے اس کے سوا دوسری کتاب میں عمل کو طلب کیا وہ حکم الہی سے گمراہ ہوا جبل متین اور نور مبین اور عروہ و قتی اس کا نام اور قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر پر حاوی ہونا اس کا کام نہ اس کے عجائب و غرائب کی کوئی نہایت نہ اہل علم کے نزدیک اس کے فوائد کی کوئی حد و غایت تلاوت والوں کے نزدیک زیادہ پڑھنے سے پرانی نہیں ہوتی بلکہ ہر بار جدید رہتی ہے اور اولین و آخرین کو وہی ہدایت کرتی ہے یہ وہ کتاب ہے کہ جب اس کو جنوں نے سنا تو اپنی قوم کی طرف جلد رجوع کر کے انہیں خوشخبری سنائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا لَا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَكِنْ نَشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحَدًا** ○ (پ 29 الجن 102) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے (کنز الایمان) جو اس پر ایمان لائے گا وہی صاحب توفیق ہے اور جو اس کا قائل ہو گا وہی اہل تصدیق ہے جس نے اس پر تمسک کیا اس کو ہدایت ملی اور جس نے اس کے مطابق عمل کیا اس نے سعادت و نلاح پائی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** (پ 14) بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنز الایمان)

فائدہ۔ قلوب و مصاحف میں اس کے محفوظ رہنے کا سبب روزمرہ کی تلاوت اور اس کے آداب و شروط کی رعایت اور اس میں کے اعمال باطنی اور آداب ظاہری کی محافظت ہے اسی لئے ان امور کا بیان کرنا ضروری ہوا چار فصلوں میں یہ تمام مقصود بیان ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فضائل تلاوت و قرأت

احادیث مبارکہ

- (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک پڑھے پھر یہ خیال کرے کہ کسی کو مجھ سے زیادہ ملا ہوگا تو وہ اسے چھوٹا جانے کا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا کیا ہے۔
- (2) فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی شفیع اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے بڑھ کر نہیں ہوگا نہ کوئی نبی اور نہ فرشتہ اور نہ کوئی دوسرا۔
- (3) فرمایا کہ اگر بالفرض قرآن مجید چڑے میں ہو تو اس کو آگ نہ لگے گی۔
- (4) فرمایا افضل عبادت امتی تلاوت القرآن۔
- (5) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے سورہ طہ اور نیشین پڑھی جب فرشتوں نے سنا تو کہا کہ وہ امت خوش نصیب ہے جس پر یہ اترے گا اور خوش حالی ہے ان قلوب کو جو اس کو یاد کریں گے اور ان زبانوں کو جو اس کو پڑھیں گے۔
- (6) فرمایا خبرکم من تعلیم القرآن و علمہ۔
- (7) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن پاک کا پڑھنا مجھ سے سوال کرنے اور دعا مانگنے سے روکتا ہے میں اس کو شکر گزاروں کے ثواب سے بہتر عنایت کرتا ہوں۔
- (8) فرمایا کہ قیامت کے دن تین شخص مشک اسود کے ٹیلوں پر ہوں گے نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ ان سے حساب لیا جائے گا۔ یہاں تکہ لوگوں کے درمیان حساب سے فراغت ہو ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے قرآن اللہ کی رضا کے لئے پڑھا اور لوگوں کا لہام ہوا اور وہ اس سے خوش رہے۔
- (9) فرمایا اهل القرآن اهل الله خاصة قرآن والے اللہ والے اور اسکے خاص لوگ ہیں۔ ا۔
- (10) فرمایا کہ دل کو لوہے کی طرح (غفلت کا) زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی جلا کی کیا ہے۔ فرمایا

لطفہ۔ اہل قرآن چکڑالوی پرویزی یعنی منکرین حدیث کے منکر ہو کر اس حدیث سے پھولے نہیں ساتے کہ صرف ہم ہی اللہ والے اور اس کے خاص لوگ ہیں یہ ایسے ہے جیسے اہل حدیث کے لقب سے غیر مقلدین و ہابیہ منکرین کلمات اولیاء انبیاء اور منکرین فقہ بظہیں بجاتے ہیں یہ اپنے منہ میاں مضمون دانی بات ہے ورنہ انکار حدیث کے باوجود وہ اسی حدیث کے مطابق کیسے اہل اللہ ہو گئے حالانکہ اس سے تو وہ اولیائے کرام و علمائے ملت مراد ہیں جو قرآن مجید کے اسرار و رموز کے عرفان کیساتھ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسے ہی غیر مقلدین

قرآن کی تلاوت اور موت کو یاد کرنا۔ حدیث فرماتا اللہ اشداً منی قاری القرآن من صاحب القبۃ فیما اللہ تعالیٰ قاری سے قرآن پاک اس سے محض سے زیادہ پیار و محبت سے سنتا ہے جو اپنی گانے والی لونڈی سے راگ سنتا ہے۔

اقوال صحابہ و اسلاف رضی اللہ عنہم: (1) حضرت ابولامہ بللی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھو، او یہ لکھے ہوئے قرآن نہیں مغالطہ نہ دیں یعنی اس پر سہارا ترک کرو کہ قرآن ہمارے پاس موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دل پر عذاب نہیں کرتا جو قرآن کا طرف ہو۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم علم کا ارادہ کرو تو قرآن حاصل کرو کہ اس میں اگلوں پچھلوں کا علم ہے۔ (3) یہ بھی انہی کا ارشاد ہے کہ قرآن پڑھو کہ اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا اور میم تیسرا۔ یہ بھی ان کا قول ہے کہ جب کوئی اپنے نفس سے درخواست کرے تو قرآن ہی کی کرے اس لئے کہ اگر قرآن سے محبت رکھتا ہوگا اور قرآن اسے اچھا معلوم ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا اور سے بغض رکھتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہوگا۔ (4) عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت جنت کا ایک درجہ تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔ (5) یہ بھی فرمایا کہ جو قرآن پڑھتا ہے اس کے دونوں پہلوں میں نبوت کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس پر وحی نہیں آتی۔ (6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے وہ گھر والوں پر وسیع ہوتا ہے اور اس کی خیر بہت ہو جاتی ہے اور فرشتے اس میں آتے ہیں اور شیطان اس سے نکل جاتے ہیں جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا وہ گھر والوں پر تنگ ہو جاتا ہے اور اس کی خیر کم ہو جاتی ہے اور فرشتے اس میں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان موجود ہو جاتے ہیں۔ (7) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ الہی جن امور سے تقرب کے طلب گار تیرا قرب حاصل کرتے ہیں، ان میں سے افضل کون سا امر ہے، فرمایا کہ اے احمد سب سے افضل میرے کلام سے تقرب حاصل کرنا ہے، میں نے عرض کیا کہ الہی سمجھنے سے یا بغیر سمجھے، حکم ہوا کہ دونوں طرح ہے۔ (8) محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگ قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے سنیں گے تو معلوم ہوگا کہ گویا پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ (9) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حافظ کو چاہئے کہ بادشاہ سے یکساں ادنیٰ تک کسی کی طرف اسے ضرورت نہ ہو، بلکہ خلق اللہ اس کی ضرورت مند ہونی چاہئے۔ (10) ان کا قول ہے کہ جو بدعت کے خطرہ کے بلوجود الہمدیث کا لقب بھی انہیں اس نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ لقب خیر القرون کے بعد عرصہ دراز بعد کے رائج ہوا ہے اور اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عال ہیں اور یہ غیر مقلدین تو خواہشات نفسانی کے بندے ہیں انہیں احادیث پر عمل کب نصیب بس چند احادیث منتخب کر کے اپنے نفسانی خیال کے مطابق عمل کر لیتے ہیں وہ بھی غلط۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ”دہلی شریعہ صمد“ لوسی غفرلہ۔

قرآن کا حافظ ہے وہ اسلام کا علم بردار ہے اسے چاہئے کہ لو و لعب اور لغو والوں کے ساتھ مشغول نہ ہو کہ قرآن کی تعظیم اسی کو چاہتی ہے۔ (11) سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔ (12) عمرو بن میمون کہتے ہیں جو شخص صبح کی نماز کے بعد قرآن کھول کر سو آیات پڑھے اللہ تعالیٰ اسے تمام دنیا والوں کے عمل کے برابر ثواب عنایت فرماتا ہے۔

حدیث: خالد بن عقبہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے سامنے قرآن پڑھئے۔ آپ نے آیت **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ** آخر تک پڑھی۔ اس نے عرض کی کہ دوبارہ پڑھئے۔ آپ نے دوبارہ پڑھی اس نے کہا کہ اس میں تو حلاوت و ملاحیت ہے اس کے نیچے کا حصہ بارش کی طرح برستا ہے اور اوپر کا حصہ بہشت سا شمر رکھتا ہے اور یہ کسی انسان کا قول نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ بخدا قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور نہ اس کے بعد کوئی محتاجی۔ فضیل فرماتے ہیں کہ جو شخص سورہ حشر کا آخری صبح کے وقت پڑھے اور اس دن مرجائے تو اس پر شہیدوں کی مر لگے گی اور جو کوئی اسے شام کو پڑھے اور اس رات میں مرجائے اس کا بھی یہی حل ہے۔ (13) قاسم بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے ایک عابد سے پوچھا کہ یہاں کوئی ایسا نہیں جس سے تمہیں انس ہو اس نے اپنا ہاتھ قرآن مجید کی طرف بڑھا کر اسے اپنی گود میں رکھ لیا اور کہا کہ یہ انیس ہے۔ (14) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن سے حافظ زیادہ ہوتا ہے اور بلیغ ختم ہوتا ہے۔ (1) مسواک کرنا (2) روزہ رکھنا۔ (3) قرآن پڑھنا۔

غفلت سے تلاوت کی مذمت: (1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، حالانکہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے۔ (2) میسرہ نے کہا کہ بدکار آدمی کے پیٹ میں قرآن مسافر اور بیکس ہے۔ (3) ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تافرمانی کریں تو دوزخ کے فرشتے بت پرستوں کی بہ نسبت زیادہ ایسے حافظوں کو جلد پکڑیں گے۔ (4) بعض علماء نے فرمایا کہ جب انسان قرآن پڑھتا ہے پھر اور گفتگو اس میں ملا دیتا ہے پھر پڑھنے لگتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق۔ (5) ابن رملح کا قول ہے کہ میں کلام مجید کو یاد کر کے پچھتایا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ قیامت میں قرآن والوں سے وہ سوال ہوگا جو انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔ (6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو ان باتوں سے بچنا چاہئے۔ (1) رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں۔ (2) دن کو جس وقت لوگ قصور کرتے ہوں۔ (3) اس کے غم کرنے سے لوگوں کی خوشی کے وقت (4) اس کے رونے سے جب لوگ ہنستے ہوں۔ (5) اس کے سکوت سے جب لوگ لوہر اوہر کی باتوں میں لگے ہوں۔ (6) اس کے خشوع سے جس وقت لوگ تکبر کرتے ہوں۔

فائدہ حافظ قرآن کو چاہئے کہ خاموشی اور نرمی زیادہ رکھے، جفا کار بات کاٹنے والا شور و غل مچانے والا اور سخت نہ

احادیث : (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے۔ (۲) فرمایا کہ قرآن اس وقت پڑھو کہ قرآن تمہیں بری باتوں سے منع کرے اور جب قرآن قرات تجھے مانع نہ ہو تو تو اس کی تلاوت نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ (۳) فرمایا کہ جو قرآن کے محرمات کو حلال جانے سے اسے قرآن سے انس نہیں ہوا۔ (۷) بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ انسان ایک سورہ شروع کرتا ہے اور فرشتے اس پر دعائے رحمت کرتے ہیں یہاں تک کہ اس سورہ کو ختم کرے، بعض لوگ سورہ شروع کرتے ہیں اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو، کسی نے پوچھا کہ یہ کس طرح فرمایا کہ جب اس کے حلال کو حلال جانے اور حرام کو حرام تب اس پر رحمت بھیجتے ہیں ورنہ لعنت کرتے ہیں۔ (۸) بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور نادانستہ اپنے آپ کو لعنت کرتا ہے یعنی کہتا ہے۔ الا لعنة الله على الكاذبين (اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔) (۹) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ تم نے قرآن کو منزلیں ٹھہرائی ہیں اور رات کو اونٹ مقرر کیا ہے کہ اس پر سوار ہو کر اپنی منزلیں قطع کرتے ہو۔ جو لوگ تمہارے سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے کہ رات کو اس کے معلیٰ سوچتے اور دن کو ان کی تعمیل کرتے تھے۔ (۱۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن لوگوں پر اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ لوگوں نے اس کے پڑھنے پڑھانے کو عمل ٹھہرایا ہے کہ ایک شخص شروع سے آخر تک قرآن پڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ ایک حرف بھی اس سے نہیں رہتا مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ (۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری اتنی عمر ہوئی، ہم میں سے کسی کو ایمان نزول قرآن سے پہلے مرحمت ہوتا تھا کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی صورت نازل ہوتی تھی تو اس صورت کے حلال اور حرام کو سیکھنا اور امراء اور زجر سے واقف ہونا اور جس مقام پر توقف چاہئے اس کو جاننا پڑتا تھا، پھر ہم نے ایسے لوگ دیکھے کہ ان میں سے کسی کو قرآن ایمان سے پہلے ملتا ہے کہ الحمد سے لے کر آخر تک پڑھ جاتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اسمیں امراء اور زجر کی کون سی آیتیں ہیں اور توقف کسی جگہ پر مناسب ہے گھاس کی طرح کانٹا چلا جاتا ہے۔

فائدہ : تو راایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی کہ اگر تو سفر میں ہوتا ہے اور کسی بھائی کا خط تیرے پاس آتا ہے تو راستہ سے ہٹ کر بیٹھ جاتا ہے اور خط کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے کہ اس سے کوئی مطلب نہیں رہ جاتا اور میں نے جو تجھ پر اپنی کتاب اتاری تو دیکھ لے کہ تیرے لئے کیسے مفصل بیان فرمایا اور کس طرح ایک ایک بات کو کئی کئی دفعہ ذکر کیا اس لئے کہ تو اس کے طول و عرض کو سمجھے گا مگر تو اس سے روگردانی کرتا ہے میں تیرے نزدیک تیرے بھائی سے بھی گزر گیا کہ اس کے خط کو غور سے پڑھا اور میری کتاب کو بے پرواہی سے اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے پاس آکر بیٹھتا ہے تو تو اس کی طرف کمال توجہ

سے التفات کر کے بہتر تن اس کی گفتگو سنتا ہے اور اگر کوئی بول اٹھتا ہے یا کوئی اور کام تجھے پیش ہوتا ہے تو تو اس سے اشارہ کر دیتا ہے کہ ٹھہرو لیکن میں تیری طرف متوجہ ہوں اور تجھ سے باتیں کرتا ہوں اور تو اپنے دل سے میری طرف سے روگردانی کی میری قدر اپنے کسی بھائی کے برابر نہیں کرتا۔

تلاوت کے ظاہری آداب : یہ دس ہیں۔ اوب تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ با وضو اور ادب اور وقار کی صورت پر ہو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اور قبلہ رخ گردن جھکائے ہو نہ چار زانو پر نہ تکیہ لگائے نہ تکبر کی صورت پر بلکہ اس طرح بیٹھے جیسے استاد کے سامنے شاگرد بیٹھتا ہے۔

مسئلہ : بہتر ہے کہ قرآن نماز کے اندر کھڑے ہو کر مسجد میں پڑھے کہ یہ تلاوت افضل اعمال میں سے ہے اگر قرآن مجید کو بے وضو ہو کر یا لیٹ کر پڑھے گا تب بھی ثواب تو ملے گا لیکن یہ اس قدر جو وضو سے کھڑے ہو کر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى مَا وَقَعُوا اَوْ عَلٰى جُنُوبِهِمْ وَتَتَفَكَّرُونَ فِى خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے پر لیٹے اور غور و فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں۔

فائدہ : اس آیت میں تمام حالتوں کی تعریف فرمائی ہے مگر قیام کو اول ذکر فرمایا اس کے بعد قعود کو اس کے بعد لیٹنے کو۔

فائدہ : حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کی تلاوت نماز کے اندر کھڑے ہو کر کرے اس سے ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیوں کا ثواب ہوگا جو شخص نماز کے اندر بیٹھ کر قرآن پڑھے اسے ہر حرف پر پچاس نیکیوں کا ثواب ہوگا اور جو شخص نماز میں نہ ہو اور وضو سے قرآن پڑھے۔ پچیس نیکیوں کا ثواب پائے گا اگر بے وضو پڑھے گا تو دس نیکیاں ملیں گی اور رات کو اگر قیام ہو تو بہتر ہے کہ رات کے وقت دل کو جمعیت خوب ہوتی ہے۔

فائدہ : حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدوں کی کثرت دن کو ہوتی ہے اور زیادہ قیام رات کو۔

اوب 2 قرات کی مقدار : بہت اور تھوڑا پڑھنے میں لوگوں کی علت جدا جدا ہے بعض دن رات میں ایک ختم کرتا ہے کوئی دو بعض نے تین ختم تک پہنچا دیا ہے۔ بعض لوگ مہینہ میں ایک ختم کرتے ہیں بہتر یہ ہے کہ مقدار قرات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس اشارہ کی طرف رجوع کیا جائے جو فرمایا من قء القرآن فى اقل من ثلث لم يفتنه ترجمہ جس نے قرآن کو تین روز سے کم پڑھا اس نے اسے نہیں سمجھا۔

فائدہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقدار سے زیادہ پڑھنا تلاوت کما حقہ کو مانع ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کسی کو سنا کہ قرآن مجید کو بہت جلد پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اس نے نہ تو پڑھا نہ چکا رہا۔

حدیث شریف : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ہفتہ میں ایک ختم کیا کرو۔

فائدہ : صرف صحابہ کرام اور سلف صالحین ہی ایسا کرتے کہ ہفتہ میں ایک ختم کرتے تھے، مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کا یہی دستور تھا۔

فائدہ : ختم کے چار درجات ہیں۔ (1) شب و روز ایک ختم کرنا اسے بعض فقہائے نے مکروہ کہا ہے۔ (2) تیس پاروں سے ایک پارہ ہر روز پڑھ کر مہینے میں ایک ختم کرنا اور یہ قرات گویا بہت کم ہے، ان دونوں کے درمیان درجات ہیں۔ مثلاً (1) ہفتہ میں ایک بار ختم کرنا۔ (2) ہفتہ میں دو بار، تاکہ تین دن میں ایک ختم ہو جائے۔

مسئلہ : مستحب یہ ہے کہ ایک دن میں پڑھا کرے اور ایک رات کو، اور دن والے ختم کو سنوار کے دن صبح کی دو رکعتوں میں یا ان دونوں کے بعد تمام کرے اور رات کے ختم کو جمعہ کی شب میں مغرب کی دو رکعتوں میں یا ان کے بعد تمام کرے تاکہ اول روز اور ابتداء شب میں دونوں ختم ہو جائیں۔ اس مقصد سے کہ اگر ختم شب کو ہوتا ہے تو فرشتے صبح تک قاری پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر دن کو ہوتا ہے تو شام تک یہی حل ہوتا ہے۔

فائدہ : ابتداء روز و شب میں ختم سے یہ فائدہ ہے کہ فرشتوں کی برکت تمام دن اور رات کو محیط ہوگی۔

مسئلہ : مقدار قرات کی تفصیل یہ ہے کہ اگر پڑھنے والا عابد ہو اور طریقہ آخرت کو عمل کے ذریعہ سے طے کرنا چاہتا ہے اسے لائق نہیں کہ ہفتہ میں دو ختموں سے کم کرے اگر دل کے اعمل سے طے کرنا ہو یا علم کے پڑھانے میں مصروف رہتا ہو تو وہ اگر ایک ہفتہ میں ایک ہی ختم پر اکتفا کرے کاتب بھی حرج نہیں اگر قرآن کے معنی میں غور کرتا ہو تو اس کو ایک مہینہ میں ایک ہی ختم کافی ہے اس اعتبار سے کہ اس کو مکرر پڑھنے اور معلیٰ سوچنے کی ضرورت ہے۔

ادب 3 تلاوت کی منازل : جو شخص ہفتہ میں ایک ختم کرے وہ قرآن مجید کی سات منزلیں مقرر کر لے کہ صحابہ کرام نے بھی یہی منازل مقرر فرمائی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب جمعہ کو شروع سے لے کر سورہ مائدہ کے اخیر تک پڑھتے اور ہفتہ کی شب کو انعام سے ہود تک، اتوار کی رات کو سورہ یوسف سے مریم تک اور سوموار کی شب کو طہ سے ق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک، اور منگل کی رات کو عنکبوت سے صافات تک اور بدھ کی رات کو زمر سے سورہ رحمن تک، اور جمعرات کی رات کو سورہ واقعہ سے آخر قرآن مجید تک پڑھتے۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سات ہی منزلیں کرتے تھے۔ منزل سورہ فاتحہ مع تین سورت دوسری منزل پانچ سورتوں کی تیسری منزل سات سورتوں کی چوتھی نو سورتوں کی پانچویں گیارہ سورتوں کی چھٹی تیرہ سورتوں کی ساتویں سورہ قاف

سے آخر تک ان منازل کو فی بشوق کہتے ہیں کہ ہر حرف شروع منزل کی سورہ کا پہلا حرف ہے یعنی ف سے فاتحہ اور م سے مائدہ اور ی یونس اور ب سے بنی اسرائیل اور ش سے شعراء اور واؤ والصافات اور ق سے سورہ قاف۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح قرآن مجید کی منزلیں طے کی ہیں اور اسی طرح تلاوت کرتے تھے اور اس بارے میں حدیث بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہ منازل خمس اور عشر اور اجزا بننے سے پہلے ایجلا ہوا اس کے باقی امور بعد کو ایجلا ہوئی تھیں۔ یہ تمام امور بدعت حسنة ہیں۔ ۱۔

ادب 4 : قرآن لکھنا مستحب ہے کہ قرآن کو خوشخط اور صاف لکھے اور سرخی سے نقطے اور ظاہر کرنے کا حرج نہیں کہ اس میں زینت اور تزیین اور پڑھنے والوں کو غلط پڑھنے سے روکنا ہے۔

فائدہ : حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید میں خس اور عشر اور جز کو برا جانتے تھے کیونکہ یہ بدعت ہیں۔ شعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ وہ بھی سرخی سے نقطے لگاتے اور اس پر اجرت لینے کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن کو صاف رکھو۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات نے ان امور کو مکروہ کہا اس وجہ سے کہ کہیں رفتہ رفتہ اور زیادتیاں نہ بڑھ جائیں اس لئے کہ گو ان میں کوئی خرابی نہ تھی مگر اس راہ کے اضافت بند کرنے اور تغیر سے قرآن کو محفوظ رکھنے کے لئے ایسا فرمایا۔ اور جس صورت میں کہ ان امور سے کوئی خرابی نہ ہو تو سب کے نزدیک یہ ٹھہرا کہ ان سے شناخت قرآن زیادہ ہو جاتی ہے تو پھر ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اور ان امور کا بدعت ہونا اصل مطلب کے خلاف نہیں اس لئے کہ اکثر بدعت حسنة ہیں چنانچہ ترویج کی جماعت کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد ہے اور یہ عمدہ ایجلا اور بدعت حسنة ہے۔ بدعت سینہ وہ ہے جو سنت کے مخالف اور سنت کو بدل دے۔

فائدہ : بعض اکابر کہا کرتے کہ میں نقطہ والا قرآن مجید تلاوت کر لیتا ہوں مگر خود اس پر نقطے نہیں لگاتا۔ اوزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل ہے کہ قرآن مجید دور اول صاف تھا پہلے پہل جو بات بدعت پیدا ہوئی وہ یہی کہ ب اور ت پر نقطے لگا دیئے گئے اور کہا کہ ان کا حرج نہیں کہ یہ قرآن کا نور ہے پھر اس کے بعد آیتوں کے اختتام پر بڑھے نقطے ایجاد کئے گئے فرمایا اس کا بھی حرج نہیں اس سے آیات کا آغاز معلوم ہوتا ہے پھر اس کے بعد انجام و آغاز کے نشانات پیدا ہوئے ابو بکر ہذلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ مصحف میں اعراب لگانا ایسا ہے فرمایا کہ قرآن پر اعراب کا کوئی حرج نہیں اور خالد حذاء کہتے ہیں کہ میں ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس گیا انہیں دیکھا کہ وہ اعراب والے قرآن کو تلاوت کرتے ہیں حالانکہ اعراب

کو برا جانتے اور کہتے کہ اعراب حلاج کی بدعت ہے اس نے قاریوں کو بلوایا سب نے قرآن کلمات احرف گنے اور اس کے حصے بیاہ کر کے تیس پاروں پر تقسیم کیا اور نصف و ربع وغیرہ بھی لکھا ہے۔

ادب 5: کلام مجید کو اچھی طرح ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ہم عنقریب بیان کریں گے کہ قرات سے مقصود فکر ہے جب اچھی طرح ٹھہر کر پڑھے گا تو فکر پر مدد ملے گی اسی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرات کی صفت بیان کی تو کلمہ کو جدا جدا بیان فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر سورہ بقرہ اور آل عمران ٹھہر کر پڑھوں اور سمجھتا جاؤں تو اس سے اچھا ہے کہ تمام قرآن کو جلد جلد پڑھ جاؤں اور یہ بھی ان کا ارشاد ہے کہ میں اگر اذا زلزلت اور القار عنہ سمجھ کر پڑھوں تو اس سے بہتر ہے کہ سورہ بقرہ اور آل عمران کو تھسیٹ جاؤں۔ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصوں نے نماز بحالت قیام ادا کی ایک نے تو سورہ بقرہ دوسرے نے تمام قرآن پڑھا تو ثواب کس کو زیادہ ہوا۔ فرمایا کہ دونوں کو برابر ثواب ہوا یاد رہے کہ ٹھہر کر پڑھنا اس لئے مستحب نہیں ہے کہ اس کے معنی ہی سمجھے کیونکہ اگر عجمی عربی نہ سمجھتا ہو وہ قرآن کے معنی کیسے سمجھے گا مگر حالانکہ ٹھہر کر پڑھنا اس کو بھی مستحب ہے اس لئے کہ ٹھہر کر پڑھنے میں قرآن کی توقیر و تعظیم زیادہ ہے اور جلد پڑھنے کی بہ نسبت اس کا اثر بھی دل میں بھی زیادہ ہوتا ہے۔

ادب 6: قرات کے ساتھ رونا مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھو اور گریہ کرو اور اگر رونہ سکو تو رونی صورت بنا لو اور فرمایا لیس منامن لم یغن القرآن وہ ہم سے نہیں جس نے قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھا۔

صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خواب میں قرآن پڑھا، آپ نے فرمایا کہ صالح یہ تو قرات ہے رونا کمال۔

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم سجدہ کی آیت پڑھو تو سجدہ کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک کہ گریہ نہ کرلو اگر تم میں سے کسی کی آنکھ سے آنسو نہ نکلے تو چاہئے کہ اس کا دل زاری کرے۔

فائدہ: بہ تکلف رونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے دل پر حزن وارد کرے کہ رونا غم سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن حزن کے ساتھ اترتا ہے پس جب تم پڑھو تو حزن کیا کرو اور حزن کو دل میں وارد کرنے کی صورت ہے کہ قرآن کی تہدید اور عمد و میثاق کو سوچے اور پھر اس کے اوامر و نہی میں اپنی کوتاہی خیال کرے تو اس ضروری حزن اور غم آئے گا اگر اس تامل پر بھی صاف دل والوں کی طرح حزن اور گریہ دل میں موجود نہ ہو تو حزن و گریہ کے ہونے کے لئے رو دے کہ یہ نہایت بڑی سختی ہے۔

ادب 7: آیات کے حقوق کا لحاظ رکھنا یعنی جب آیت سجدہ پر گزرے تو سجدہ کرے یا دوسرے سے سجدہ سنے تو جس وقت پڑھنے والا سجدہ کرے بشرطیکہ با وضو ہو۔

فائدہ : قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں، اور سورہ حج میں دو سجدے ہیں ۱۔ اور سورہ ص میں سجدہ نہیں 2۔

مسئلہ : اولیٰ درجہ سجدہ تلاوت یہ ہے کہ اپنی پیشانی زمین پر لگا دے اور کمال سجدہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور سجدہ میں ایسی دعا مانگے جو مناسب آیت سجدہ ہو۔ مثلاً جب یہ آیت پڑھے۔ خروا سجدا وسبعوا بحمد ربهم وهم لا يستكبرون تو سجدہ میں دعا مانگے اللہم اجعلنی من الساجدين لوجهک المسبحین بحمدک واعوذ بک ان اكون من المنکبرین عن امرک او علی اولیائک جب یہ آیت پڑھے۔ وَیَجْزُونَ لَیْلًا ذُقَانِ یَبْکُونُ وَیَنْتَهُمْ خُشُوعًا۔ یوں دعا مانگے اللہم اجعلنی من الباکین البک الخاشعین لک اور اسی طرح ہر آیت سجدہ کے موافق سجدہ میں دعا پڑھے۔

مسئلہ : اور سجدہ تلاوت میں نماز کی شرطیں شرط ہیں یعنی ستر عورت اور قبلہ رو ہونا اور پاک ہونا کپڑے کا اور بدن کا حدث اور نجاست سے ظاہر ہونا۔

مسئلہ : بعض نے سجدہ تلاوت کے کمال میں یہ کہا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر نیت تحریر کے لئے اللہ اکبر کہے، پھر سجدہ کرنے کے لئے اللہ اکبر کہے۔ پھر سر اٹھانے کے لئے اللہ اکبر کہے۔ پھر سلام پھیرے۔

فائدہ : بعض نے سجدہ تلاوت میں تشدد کو زیادہ کیا ہے اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ بجز اس کے کہ نماز پر قیاس کیا ہو اور اس سجدہ کا نماز پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ سجدہ کے لئے امر کی وجہ سے وارد ہوا ہے تو اس میں لفظ سجدہ کا اجمال چاہئے اور سجدہ میں جانے کے لئے اللہ اکبر کہنا شرع کے موافق ہے اس کے سوا دیگر امور غلط معلوم ہوتے ہیں پھر مقتدی کو چاہئے کہ امام کے سجدہ کرنے کے وقت سجدہ کرے خود اپنی تلاوت کا سجدہ اقتداء کی حالت میں نہ کرے۔

ادب 8 : جب تلاوت شروع کرے اس وقت کے اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم اعوذ بک من همزات الشیاطین و فاعوذ بک رب ان یحضرون ترجمہ۔ میں پناہ مانگتا ہوں سننے جانے کی شیطان مردود سے اے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے خطرات سے اور پناہ مانگتا ہوں اے رب تعالیٰ اس سے کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں اور قل اعوذ برب الناس اور سورہ الحمد پڑھے اور ہر سورت کے تمام ہونے پر کہتا جائے۔ صدق اللہ تعالیٰ وبلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انفعنا به وبارک لنا فیہ الحمد اللہ رب العلمین واستغفر اللہ الحی القیوم۔

۱۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک سورہ حج کا صرف پہلا سجدہ ہے۔ 12

2۔ احناف کے نزدیک سورہ ص کا سجدہ واجب ہے 12 لوہی غفرلہ۔

مسئلہ : ابنائے تلاوت میں جب آیت تسبیح پر گزرے تو سبحان اللہ واللہ اکبر کے اور جب دعا اور استغفار کی آیت آئے تو دعا اور استغفار کرے اور جب آیت رجا آئے تو اس کی دعا کرے اور خوف کی آیت پر گزرے تو پناہ مانگے، اس سوال و پناہ مانگنے وغیرہ کو زبان سے کہے خواہ دل میں کہے سبحان اللہ نعوذ باللہ اللہم ارحمنا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی آیت رحمت پر نہ گزرے کہ دعا نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت عذاب پر کہ پناہ نہ مانگی ہو اور نہ کسی آیت تنزیہ پر کہ سبحان اللہ نہ کہا ہو اور جب تلاوت سے فارغ ہو تو وہ دعا پڑھے جو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ختم کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ وہ یہ ہے اللہم ارحمنا بالقرآن واجعله لی اماما ونورا وهدی ورحمة اللہم ذکرنی منہ مانسبت وعلمنی منہ ما جهلت وارزکنی تلاوته انا البیل واطراف النهار واجعله لی حصة یارب العلمین الہی مجھ پر رحم کر قرآن سے اور کر دے اس کو میرے لئے امام اور نور اور ہدایت اور رحمت الہی یاد کر اے مجھ کو اس سے جو میں بھولا ہوں اور جتنا دے مجھ کو اس سے جو میں نے نہ جانا ہو اور نصیب کر مجھ کو اس کی تلاوت رات کی گھڑیوں میں اور دن کی طرفوں یعنی صبح اور شام میں اور کر دے اس کو میرے لئے محبت اے پروردگار۔

ادب 9 : قرات بالجر یعنی تلاوت کے وقت اپنی آواز آپ سنے اس لئے کہ قرات کے معنی یہ ہیں کہ آواز کو حروف سے پارہ پارہ کرے تو آواز کا ہونا ضروری ہے جس کے ٹکڑے ہوئیں اور لوئی مرتبہ قرات کا یہ ہے کہ اپنی آواز آپ سنے اور اگر خود نہ سنے گا تو ایسی قرات سے نماز نہ ہوگی اس لئے وہ داخل قرات نہیں، باقی رہا اتنا پکار کر پڑھنا کہ دوسرا شخص سنے تو وہ ایک وجہ سے اچھا ہے اور ایک وجہ سے برا اور آہستہ پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت والیت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آہستہ پڑھنے کی فضیلت پکار کر پڑھنے پر اتنی ہے جتنی خفیہ صدقہ دینے کی علانیہ خیرات کرنے پر ہے، ایک اور روایت ہے کہ قرآن کو پکار کر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے علانیہ صدقہ دینے والا، اور اس کو آہستہ پڑھنے والا ایسا ہے جیسے خیرات کرنے والا، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ خفیہ عمل علانیہ عمل سے بہتر گنا زیادہ ہے۔ اسی طرح یہ ارشاد خیر الرزق مایکفی وخیر انہ کزالخفی ترجمہ۔ بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے اور بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی قرات میں ایک دوسرے کو پکار کر نہ پڑھو۔

حکایت : ایک رات سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو نماز میں بالجر کلام مجید پڑھتے سنا اور آپ خوش آواز تھے، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام سے کہا کہ اس نمازی کو کہو کہ آواز پست کرو، غلام نے کہا کہ مسجد کچھ ہماری نہیں اس کا بھی اس میں حق نماز پڑھنے کا ہے کیسے منع کروں، آپ نے با آواز بلند کہا کہ اے نمازی اگر تجھے نماز سے رضائے الہی عزوجل مقصود ہے تو

آواز پست کر اگر رغلے خلق مقصود ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے کسی کام نہ آئے گی، یہ سن کر حضرت عمر بن عبد العزیز چپ ہو گئے اور رکعت مختصر کی اور سلام پھیر کر مکان کو چلے آئے۔ آپ اس وقت مدینہ منورہ کے حاکم تھے اور قراۃ بالجر پڑھنے کے مستحب ہونے پر یہ روایت دال ہے۔ (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چند صحابہ سے سنا کہ وہ رات کی نماز میں قرآن جہر سے پڑھتے ہیں، آپ نے ان کے پڑھنے کو درست فرمایا۔ (۲) ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو نماز پڑھے تو قرات جہر سے پڑھے کہ فرشتے اور اس کے مکان کے جنات اس کی قرات سنتے ہیں اور وہی نماز وہ بھی پڑھتے ہیں۔ (۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تین صحابہ پر گزرے جن کے حالات مختلف تھے۔ (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت آہستہ پڑھ رہے تھے، آپ نے ان سے وجہ پوچھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جس سے میں مناجات کرتا ہوں وہ میری قرات سنتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرات بالجر پڑھ رہے تھے، آپ نے وجہ پوچھی عرض کی کہ میں سوتوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو جھڑکتا ہوں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند آیتیں ایک سورۃ کی اور چند دوسری کی پڑھ رہے تھے، ان سے آپ نے سبب پوچھا انہوں نے عرض کی کہ میں عمدہ کو عمدہ کے ساتھ ملا رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ تم سب نے بہتر کیا۔

فائدہ : خفیہ اور علانیہ دونوں کے پڑھنے میں حدیث وارد ہیں تو ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آہستہ پڑھنا ریا سے بعید تر ہے اور تصنع کو اس میں دخل نہیں تو جو شخص اپنے نفس پر ریا اور تصنع کا خوف رکھتا ہو اس کے لئے آہستہ پڑھنا بہتر ہے اگر خوف نہ ہو اور نہ ہی جہر کے پڑھنے سے کسی دوسرے کو خلل ہوتا ہے تو قرات بالجر پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ غیر کو بھی پہنچتا ہے ظاہر ہے کہ جس کا فائدہ دوسرے کو بھی پہنچے وہ اس سے بہتر ہے کہ جو صرف جو ایک کو پہنچے، دیگر وجہ یہ ہے کہ جہر سے پڑھنا قاری کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کی ہمت کو قرآن میں فکر کرنے کے لئے جمع اور اسکے کان کو اس کی طرف متوجہ اور نیند کو دفع کر دیتا ہے اور پڑھنے کا مزہ زیادہ ہوتا ہے اور تھکان کم کرتا ہے اور یہ بھی امید ہوتی ہے کہ کوئی سوتا ہو، آواز کو سن کر جاگ پڑا تو اس کی شب بیداری کا باعث پڑھنے والا ہی ہوگا اور بعض اوقات کوئی غافل بے کار انسان دیکھ کر خواب غفلت سے بیدار ہوتا ہے اور قاری کی کیفیت اس کے دل میں اثر کر جاتی ہے پھر وہ کچھ عمل کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے اگر قاری کی ان میں سے کوئی نیت ہو تو جہر سے پڑھنا بہتر ہے اور اگر یہ تمام نیتیں جمع ہو جائیں تو اجر بھی دوہرا ہوگا کیونکہ نیتوں کی کثرت سے اعمال بڑھتے ہیں اور ان کا ثواب دوہرا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کام میں دس نیتیں ہوں تو اس میں دس ثواب ہوں گے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کو مصحف میں دیکھ کر پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں آنکھ کا کام حروف کا دیکھنا اور ہاتھوں سے اٹھانا زائد ہے اسی وجہ سے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ دیکھ کر قرآن پڑھنا سات گنا ثواب رکھتا ہے اس لئے کہ مصحف کا دیکھنا بھی تو عبادت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کثرت سے مصحف میں تلاوت کرتے تھے کہ وہ قرآن اپنے پاس پھٹ گئے تھے اور اکثر صحابہ رضی اللہ

تعلیٰ عنہ کا یہی دستور تھا کہ دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور یہ برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن ایسا گزرے جس میں مصحف کو نہ دیکھ لیں۔

حکایت : مصر کے ایک فقیر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حجر کے وقت آئے اور آپ کے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا، آپ نے اس فقیر سے کہا کہ فقیر نے تم کو قرآن سے روک دیا میں عشاء پڑھ کر قرآن اپنے سامنے رکھتا ہوں اور صبح تک اس کو بند نہیں کرتا۔

ادب 6 : قرآن خوش آوازی سے پڑھنا اور قرآن کو سنوارا کرنا مگر حروف کو اتنا نہ کھینچے کہ الفاظ بدل جائیں یا نظم میں رد بدل ہو جائے بلکہ خوبی اور نیک نیتی سے پڑھے یہی سنت ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ زینو القرآن باصواتکم۔ ترجمہ۔ اپنی آواز سے قرآن سنگارو۔ (2) فرمایا اذن اللہ بشی ما اذن نبیا ان ینغنی بالقرآن۔ ترجمہ۔ اللہ نے اس قدر کسی کام کی اجازت نہیں دی۔ (3) فرمایا لبس منا لم ینغنی بالقرآن۔ فائدہ : اس حدیث میں غنی سے استغنا مراد ہے بعض نے کہا کہ اس سے مراد لہجہ کو سنوارنا اور الحان سے پڑھنا ہے اور اہل لغت کے نزدیک صواب کے قریب یہی معنی ہے۔

حکایت : مروی ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ کا انتظار کرتے تھے وہ دیر سے تشریف لائیں، آپ نے فرمایا کہ دیر کیوں ہوئی۔ عرض کی یا رسول اللہ میں ایک قاری کی قرأت سنتی تھی کہ اس سے زیادہ میں نے سنا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور تشریف لے جا کر دیر تک اس کی تلاوت سن کر لوٹ آئے اور فرمایا کہ یہ ابو حذیفہ کا غلام ہے اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا۔

حکایت : ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاوت سنی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بہت دیر تک کھڑے رہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اراد ان یقر القرآن غضا کما انزل فلیقرأ علی قراۃ ابن عبد ابن عم عبد۔ ترجمہ۔ جو چاہے کہ قرآن مجید آہستہ اور اچھی آواز سے پڑھے اسے چاہئے کہ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت پڑھے۔

حکایت : حضور علیہ السلام نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ قرآن سناؤ عرض کی یا رسول اللہ آپ پر تو اترا ہی ہے آپ ہی کو سناؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے سنوں پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے جاتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو بہتے تھے۔ اللہ اللہ۔

حکایت : ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری کا پڑھنا سنا تو فرمایا کہ اس شخص کو آل داؤد

کی مزامیر میں سے کچھ عنایت ہوا ہے۔ یہ خبر حضرت ابو موسیٰ اشعر کو پہنچی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے ہیں تو میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اور بنا ستوار کر پڑھتا۔

حکایت : قاری ششم نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ششم تو ہی ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے سنوارتا ہے میں نے عرض کی ہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔

حکایت : کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ جب جمع ہوتے تو مجمع میں سے ایک سے کہتے کہ کوئی سورت پڑھو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعری سے کہتے کہ ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے یہاں تک قرآن پڑھتے کہ نماز کا درمیانہ وقت ہو جاتا۔ لوگ کہتے کہ یا امیر المؤمنین الصلوۃ الصلوۃ تو آپ فرماتے کہ کیا ہم نماز میں نہیں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولذکر اللہ اکبر۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں سے ایک آیت نے گا وہ اس کے لئے قیامت میں نور ہوگی۔

حدیث : ایک حدیث میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب سننے والے کو اتنا ثواب ہو اور پڑھنے والا اس ثواب کا سب سے تودہ بھی اس میں شریک ہوگا بشرطیکہ اس کا قصد دیا اور تکلف نہ ہو۔

تلاوت کے اعمال باطنی : یہ بھی دس ہیں۔ کلام الہی کا سمجھنا یعنی کلام کی عظمت اور بزرگی کو جاننا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو یوں تعلیم کرنا کہ اس نے عرش بریں سے اس کلام کو ایسا آسان اتارا کہ سمجھ میں آجائے اس سے غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر کتنا مہربانی ہے کہ جو کلام کہ اس کی صفت قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قائم تھا اسکے معنی کو مخلوق کی سمجھ میں پہنچا دیا اور وہ صفت حروف و اصوات سے کس طرح ظاہر ہوئی۔ حالانکہ حروف و اصوات بشر کے صفت ہیں لیکن چونکہ بشر کو طاقت نہیں کہ اپنی صفت نفس کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھ سکے اس لئے ان حروف و اصوات کے پیرایہ میں اس صفت کلام کو بنا دیا اگر بالفرض کلام الہی کے کونے حروف کے پیرایہ میں چھپی نہ ہوتی تو عرش بھی اس کلام کے سننے پر نہ ٹھہرتا۔ نہ خاک کو اس کے سننے کی تاب ہوتی بلکہ اس کی عظمت اور اشع نور کی شعاعوں سے فرش تا عرش سب متفرق ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم نہ رکھتا تو ان کو اس کے کلام کے سننے کی تاب نہ ہوتی۔ جیسے پہاڑ کو اس کی اونٹنی تجلی کو طاقت نہ ہوئی اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور کلام کی عظمت کو سمجھنا بغیر ایسی مثالوں کے ممکن نہیں جو مخلوق کی فہم کی حد تک ہوں اسی لئے بعض عارفین نے اس عظمت کو اس طرح تعبیر کیا ہے کہ کلام الہی میں سے لوح محفوظ میں ہر حرف کوہ قاف سے

بڑا ہے اور تمام فرشتے اگر اس بات پر متفق ہوں کہ اس کے ایک حرف کو اٹھائیں تو ان کو اس کی طاقت نہ ہو۔ یہاں تک کہ اسرائیل علیہ السلام (جو لوح محفوظ کے فرشتے ہیں) اگر اٹھا لیتے ہیں اور ان کا اٹھانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے اٹھانے کی انہیں طاقت بخشی ہے بلکہ انہیں اس میں مصروف رکھا ہوا ہے اور بلوجود کلام کے عالی درجہ ہونے کے اس کے معانی فہم انسان میں پہنچیں اور آدمی کم مرتبہ ہونے کے بلوجود اس سمجھنے میں ثابت رہے۔

نکتہ و حکایت : ایک حکیم نے نہایت پاکیزہ وجہ بیان کی ہے بلکہ ایک مثل بھی لکھی ہے اس میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا) وہ یہ ہے کہ اس نے کسی بادشاہ سے استدعا کی کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعت اختیار کرو بادشاہ نے اس حکیم سے چند باتیں پوچھیں ان کا جواب حکیم نے ایسا دیا جو بادشاہ کی سمجھ میں آسکے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ بتاؤں کہ جو کلام انبیاء لاتے ہیں اس کا تم دعویٰ کرتے ہو کہ آدمیوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے پھر اس کلام کو آدمی کیسے سمجھتے ہیں۔ حکیم نے جواب دیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم کسی جانور یا پرندے کو سمجھانا چاہتے ہیں (مثلاً آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا یا سامنے منہ کرنا یا پشت پھیرنا وغیرہ) تو سب کو معلوم ہے کہ جانوروں کی سمجھ اس سے قاصر ہے کہ جو کلام ہمارے عقل سے حسن ترتیب اور انتظام عجیب کے ساتھ سرزد ہوتا ہے سمجھنے کے لئے جانور کے رنگ کی طرف اترتا پڑتا ہے اپنے مقصود کو ان کے اندر ایسی آواز سے پہنچایا جاتا ہے جو جانور کی سمجھ کے مناسب ہو۔ (مثلاً غم کرنا، سیٹی بجانا اور اسی کے قریب دوسری آوازیں جس کو جانور سمجھ سکیں) اسی طرح آدمی بھی کلام الہی کو اس کی ماہیت اور کمال صفات کے ساتھ سمجھنے سے عاجز ہیں تو انبیاء بھی ان کے ساتھ وہی چل چلے جو آدمی جانور کے ساتھ برتتے ہیں یعنی اس کلام پاک کو ایسے الفاظ حروف میں بیان کیا جس سے آدمی اسکی حکمت کو سمجھ جائیں جیسے جانور سیٹی وغیرہ سے ان کے مطالب کو سمجھ لیتے ہیں اور چونکہ حکمت کے معانی ان حروف اور و اصوات میں پوشیدہ رہتے ہیں اسی وجہ سے ان معانی کی شرافت اور عظمت کے سبب سے کلام کی سمجھ جاتی ہے تو گویا آواز حکمت کا جسم اور مکان ہے اور حکمت آواز کے لئے روح اور جل پس جیسے آدمی کا جسم روح کی وجہ سے مکرم اور معزز ہوتا ہے اسی طرح کلام کے اصوات و حروف بھی ان حکمتوں کی وجہ سے (جو ان کے ضد ہیں) مشرف و مقصود ہوتے ہیں اور کلام منزلت بلند اور درجہ رفیع رکھتا ہے غلبہ میں زبردست حق و باطل میں حکم جاری کرنے والا حاکم عادل اور پسندیدہ گواہ ہے اسی سے مراد ہوتا ہے اور یہی نئی کرتا ہے باطل کو یہ تاب نہیں کہ حکمت کے کلام کے سامنے ٹھہرے اسے سایہ سورج کی شعلے کے سامنے نہیں ٹھہرتا اور انسانوں کو یہ طاقت نہیں کہ حکمت کی تہ کے پار ہو جائیں ان کو یہ مقدور نہیں کہ اپنی آنکھوں کو سورج کے پار کر دیں لیکن سورج کی روشنی سے انہیں اتنا حاصل ہوتا ہے کہ جس سے ان کی آنکھوں میں نور آجائے اور اپنی حاجات کو معلوم کر لیں۔

فائدہ: کلام الہی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ بلاشبہ ہے جس کا چہرہ محسوس نہیں ہوتا لیکن اس کا حکم جاری ہے یا سورج ہے کہ اس کی روشنی ظاہر ہے اور اس کا عنصر پوشیدہ ہے یا ستارہ روشن ہے کہ بعض اوقات جس کو اس کی چل سے واقفیت نہیں اس کو بھی اس سے راہ مل جاتی ہے۔

خلاصہ: یہ کہ کلام نہایت نفیس خزنوں کی چابی ہے اور وہ آب حیات ہے کہ جس نے اس میں سے پیادہ زندہ جاوید ہوا اور ایسی دوا ہے کہ جس نے اس کو نوش جان کیا کبھی بیمار نہ ہوا۔

فائدہ: یہ جو حکیم نے بیان کیا ہے کلام کے سمجھنے کے لئے ایک شمر ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنا علم معاملہ کے مناسب نہیں اسی لئے اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (2) کلام والے کی عظمت کہ قاری کو تلاوت قرآن کے شروع کرتے وقت اپنے دل میں متکلم کی عظمت ظاہر کرنی چاہئے اور یہ جانے کہ جو کچھ میں پڑھتا ہوں یہ آدمی کا کلام نہیں اور یہ کہ کلام مجید کی تلاوت میں بہت سا خطر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا یمسہ الا المطہرون اور جس طرح کہ ظاہری جلد قرآن اور اس کے لوراق اس سے محفوظ ہیں کہ آدمی کا جسم بغیر طہارت اسے لگے اسی طرح اس کے اندر کے معنی بھی باعث اس عزت و بزرگی کے دل کے اندر ہر طرح کی پاکی سے پاک ہونے اور نور تعظیم و توقیر سے منور ہونے کے بغیر نہیں آسکتے جس طرح ہر ایک ہاتھ جلد مصوف کے چھونے کے لائق نہیں اسی طرح اس کے حروف کی تلاوت کو بھی ہر ایک زبان لیاقت نہیں رکھتی اور نہ ہر ایک دل کو اس کے معانی کے حاصل کرنے کی قابلیت ہے اور نہ اس جیسی تعظیم کی وجہ سے۔

حکایت: عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کھولتے تو بے ہوش ہو جاتے اور کہتے کہ یہ کلام میرے پروردگار کا ہے یہ کلام میرے رب کا ہے۔

خلاصہ: کلام کی عظمت سے متکلم ہوتی ہے اور متکلم کی عظمت دل میں نہیں آتی جب تک کہ اس کے صفات اور بزرگی اور افعال میں فکر نہ کریں پس جب قاری کے دل میں عرش اور کرسی اور آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں یعنی جن اور انسان اور حیوانات اور درخت آئیں یقین سے جانے کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور ان پر قدرت رکھنے والا اور ان کو روزی دینے والا واحد یکتا ہے اور سب کے سب اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اسکے فضل رحمت اور عذاب و سطوت میں متردد ہیں اگر وہ انعام کرے گا تو اپنے فضل سے اور اگر عذاب کرے گا تو اپنے عدل سے اسی کا یہ ارشاد ہے کہ یہ لوگ بہشت کے لئے ہیں اور مجھے پروا نہیں اور یہ لوگ دوزخ کے لئے ہیں اور مجھے پروا نہیں اور یہ نہایت عظمت اور بزرگی ہے کہ کسی چیز کی پروا نہ ہو تو ایسے امور کے سوچنے سے متکلم کی عظمت دل میں آتی ہے پھر کلام کی تعظیم اس میں جاگزیں ہوتی ہے۔ (3) دل کا حاضر ہونا اور حدت نفس کا نہ ہونا بعض مفسرین نے بابیحی خذالکتاب بقوة کی تفسیر میں کہا ہے کہ قوت سے مراد کوشش اور اجتہاد ہے اور کتاب

کوشش سے لینے کا یہ معنی ہے کہ اسے پڑھنے کے وقت اسی کا ہوز ہے اور ہمت اس میں صرف کر دے دوسری چیز میں صرف ہمت نہ کرے۔

حکایت : بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ جب تم قرآن مجید پڑھتے ہو تو تم اپنے نفس میں کسی چیز کا خیال کرتے ہو۔ فرمایا کہ قرآن سے زیادہ مجھے کوئی چیز پیاری نہیں کہ جس کا خیال میں اپنے دل میں کروں۔

فائدہ : بعض اکابر سلف کا دستور تھا کہ جب کوئی سورت پڑھتے اور اس میں دل حاضر نہ ہوتا تو اس کو دوبارہ پڑھتے اور یہ صفت حضور دل کی پہلی صفت یعنی کلام کی تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ جس کلام کو آدمی پڑھتا ہے اگر اس کی تعظیم کرے گا تو اس سے انس حاصل کرے گا اور بشارت کا خواہاں ہو گا اور اس سے غافل نہ ہو گا اور قرآن مجید میں وہی چیزیں ہیں جن میں انس ہو اور دل لگے بشرطیکہ پڑھنے والا اہل ہو، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قرآن پڑھے وہ دوسری چیزیں فکر کرنے سے اس کا طالب ہو، قرآن تو خود سیرگاہ اور تماشا کا مقام ہے جو شخص سیر کے مقلت کا تماشا کرتا ہو گا وہ ان کے سوا اور چیزوں میں فکر نہ کرے گا۔

لطیفہ : قرآن کے مضامین میدان، اور بستن اور محلات اور دہلیز اور گلزار اور سرائیں ہیں اس طرح کہ میم اس کے میدان ہیں اور قرآن کے باغات اور ح اس کے حجرے اور سورتوں کے شروع میں سبحان یا تسبیح ہے، وہ اس کی دہلیز ہیں اور ساتوں غم اس کا ریشتی لباس اور مفصل سورتیں اس کے باغات ہیں اور ان کے سوا سرائیں ہیں۔ پس جس وقت قاری میدانوں اور بستنوں میں داخل ہو اور بوستان کے میوے توڑے اور حجروں میں گھسے اور دہلیزوں کو دیکھے اور دیباہ اپنے اور گلزار کی سیر کرے اور سرائوں کی کوٹھڑیوں میں ٹھہرے تو یہ اسے دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دیں گی، انہیں میں مستغرق رہے گا اس کا دل علیحدہ نہ ہو گا نہ فکر مٹے گا۔ (4) قرات میں تامل کرنا، یہ امر حضور دل کے سوا ہے کہ بعض اوقات تلاوت کرنے والا قرآن کے سوا دوسری چیز میں تو فکر نہیں کرتا مگر صرف قرآن اپنی زبان سے پڑھتا ہے اس کو سمجھتا نہیں حالانکہ پڑھنے سے مقصود سمجھنا اور تامل کرنا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ٹھہر کر پڑھنا مسنون ہے کہ اگر ظاہر میں ٹھہر کر پڑھے گا تو دل میں سوچتا اور سمجھتا جائے گا۔

فائدہ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں سمجھ نہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی اور جس تلاوت میں تامل نہ ہو اس میں بہتری نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر تلاوت کرنے والا دوبارہ پڑھنے کے بغیر معنی میں تامل نہ کر سکے تو چاہئے کہ دوبارہ پڑھے لیکن امام * کے پیچھے ایسا نہ چاہئے کیونکہ اگر یہ آیت کو سوچتا رہے گا اور امام دوسری آیت میں مشغول ہو جائے گا تو برا کرے گا اور اس کی مثل ایسی ہوگی کہ کوئی اس کے کان میں بات کہے اور یہ ایک ہی لفظ سے تعجب کرنے لگے اور اس میں باقی گفتگو کچھ نہ سمجھے یہی حال ہے اگر امام رکوع میں ہو اور یہ اس کی پڑھی ہوئی آیت میں فکر کر رہا ہو، بلکہ جس رکن

میں جائے اور جو کچھ پڑھے اسی کو سوچے اور دوسری بات سوچنا داخل وسواس ہے۔

حکایت : عامر بن عبد قیس نے فرمایا کہ مجھے نماز میں وسوسہ ہوا کرتا ہے، لوگوں نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا وسوسہ ہوتا ہے فرمایا کہ دنیائے وسوسوں سے تو میں اپنے حق میں اس کو بہتر جانتا ہوں کہ نیزوں کی بھالیں میرے آر پار کر دی جائیں، بلکہ وہ اور وسوسہ ہے وہ یہ میرا دل اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے میں لگ جاتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہاں سے کیسے پھروں۔

فائدہ : انہوں نے اس کو بھی وسوسہ جانا اور واقع میں یہ وسواس ہے کہ جس رکن میں نمازی ہو اس کو سمجھنے نہیں دیتا اور شیطان ایسے لوگوں پر اس صورت کے قابو نہیں پاتا کہ ان کو کسی دینی ضرورت میں مشغول کر دے اور جو افضل بالامر ہے اس سے روک دے اور جب یہ واقعہ حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے مذکور ہوا تو فرمایا کہ اگر تم ان کا یہ حل سچ کہتے ہو تو ہم پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان نہیں کیا۔ (یعنی تاحل ہم ایسے وسواس سے ہم محروم ہیں)۔

(انفل ۳۱)

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی اور میں مرتبہ اسے دہرایا۔
فائدہ : اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے معانی میں فکر کرتے تھے۔

حدیث : حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات ہمیں نماز پڑھائی اور تمام رات ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے وہ آیت یہ ہے ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ترجمہ : اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان) تمیم داری نے ایک رات اس آیت میں بسر کر دی اُمَّ حَسَبَ الَّذِیْنَ اجْتَنَرُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَوَآءٌ مَّحْبٰہُمْ وَمَمَّا نُهُمْ سَآءٌ مَا یَحْكُمُوْنَ (الباقیہ 21 پ 23) ترجمہ : جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کریں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ان کی زندگی اور موت ہو جائے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (کنز الایمان) سعید بن جبیر نے اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ وَاَمَّا زُ وَالْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُونَ۔ (نہین پ 23) ترجمہ : آج تم الگ ہو جاؤ اے مجرموں۔ (کنز الایمان) بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ایک سورہ شروع کرتا ہوں اس میں بعض بات ایسی مشاہدہ کرتا ہوں کہ صبح تک کھڑا رہتا ہوں وہ سورت پوری نہیں ہوتی۔ بعض اکابر یہ فرماتے کہ جتنا آیت میں نہیں

۱۔ اہل اہل کے نزدیک اہم کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں۔ یہ مسئلہ امام غزالی قدس سرہ نے فقہ شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ 12 اویسی غفرلہ۔

سمجھتا اور ان میں میرا دل نہیں ہوتا اس میں ثواب نہیں جانتا۔ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا کہ میں ایک آیت پڑھتا ہوں اور چارپانچ راتیں اسی میں بسر ہو جاتی ہیں۔ اگر میں خود اس میں فکر کرنا نہ چھوڑوں تو دوسری آیت کی نوبت ہی نہ آئے۔ بعض اکابر سلف سے منقول ہے کہ وہ سورہ صود میں چھ ماہ تک تلاوت کی اسی کو مکرر پڑھا کرتے اور اس میں فکر کرنے سے فرصت نہ ملی۔

حکایت : بعض عارفین فرماتے ہیں کہ میرا ختم ایک ہفتہ وار ہے اور ایک ہر مہینہ میں ایک ہر سال میں اور ایک وہ ہے کہ تیس برس سے میں نے شروع کیا ہے ابھی تک اس سے فارغ نہیں ہوا یعنی جس قدر فکر اور تفتیش زیادہ ہو اسی قدر مدت ختم بڑھتی ہے۔ یہ بھی اسی بزرگ کا قول ہے کہ میں نے اپنے نفس کو مزدور کے قائم مقام کر رکھا ہے اسی لئے میں روزیہ نہ پر بھی کام کرتا ہوں۔ اور ہفتہ وار بھی اور مشاہرہ اور سلاۃ کے اعتبار سے بھی۔ (5) تفہیم یعنی ہر آیت میں جو مضمون اس کے لائق ہوا سے نکالنا کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کا ذکر اور انبیاء علیہم السلام کے احوال اور ان کی مکذبین کے حالات کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ کس طرح ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی اور جنت اور دوزخ کا ذکر ہے۔ صفات کی آیتیں یہ ہیں لبس کمئلہ شی وھو السميع البصیر نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی اور وہی ہے ستار دیکھتا اور فرمایا اَلْمَلِیْکُ الْقُتُوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُہِیْمُنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ وہ بادشاہ ہے عیب سے سلامت امن دیتا و پناہ دیتا زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا۔

فائدہ : ان اسماء صفات کے معنی میں تامل کرے تاکہ ان کے اسرار واضح ہوں کہ ہر ایک کے اندر بہت معانی مخفی ہیں۔ بجز توفیق یافتہ حضرات کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوتے اور اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی بات مجھے خفیہ ایسی نہیں بتائی کہ لوگوں سے چھپا رکھی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو سمجھ اپنی کتاب کی عنایت کر دیتا ہے پس اس فہم کی طلب کا حریص ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول مذکور میں فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولین و آخرین کے علم کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ قرآن مجید کے علم کی بحث کرے اور علوم قرآن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات میں ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان میں سے وہی باتیں دریافت ہوئی ہیں جو ان کے فہم کے لائق ہیں ان کی نہ کو نہیں پہنچے۔

فائدہ : افعال اللہ تعالیٰ یہ ہیں 'آسمان اور زمین وغیرہ کا پیدا کرنا اور مارنا اور جلانا وغیرہ' تو تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ ان افعال سے اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات سمجھے اس لئے کہ فعل فاعل پر دلالت کرتا ہے اور فعل کی عظمت سے اسکے فاعل کی عظمت معلوم ہوتی ہے اسی لئے چاہئے کہ فعل میں فاعل کا مشاہدہ کرے صرف فعل ہی کا لحاظ نہ رکھے کہ جو کوئی حق کو پہچانتا ہے وہ اس کو ہر چیز میں دیکھتا ہے کیونکہ ہر چیز اسی سے ہے اسی کی ذات سے قائم اور اسی کی ملک ہے۔ (یہی مذہب ہمہ دوست ہے) جو شخص اپنی دیکھی ہوئی چیز میں اس کو نہیں دیکھتا اس نے گویا اس کو پہچانا ہی

نہیں، اور جس نے اس کو پہچان لیا ہے اس نے یہ جان لیا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز باطل ہے اور بجز اس کی ذات کے ہر ایک چیز فانی ہے یہ نہیں کہ قتل بھی باطل ہو جائے گی بلکہ اگر اس کے وجود کو اس کی ذات کے اعتبار سے دیکھیں تو بالفعل باطل ہے ہاں اگر اس کے وجود کو اس لحاظ سے دیکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے باعث اور اس کی قدرت کی وجہ سے موجود ہے۔ تب اس کی تبعیت کے طور پر ثابت ہوگا۔ اور مستقل ہو تو باطل ہے اور یہ امر علم مکاشفہ کا آغاز ہے اور اسی وجہ سے تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھے افرایتم ماتحرون بھلا دیکھ جو بڑے ہو 12 افرایتم ماتحرون بھلا دیکھو جو پانی پکاتے ہو۔ 12 افرایتم الماء الہی تشریبون بھلا دیکھو جو پانی تم پیتے ہو 12 افرایتم النار الہی تشریبون بھلا دیکھو جو آگ جو سلگاتے ہو 12 تو اپنی نظر کو آگ اور پانی اور کھیتی اور منی پر منحصر کرے بلکہ ان کا سب حل سوچے مثلاً منی میں تامل کرے کہ وہ نطفہ ایک ہی اجزاء کا تھا اس کی ہڈیاں اور گوشت اور پٹھے کیسے بنے اور اعضاء مختلف شکلوں کے سر اور ہاتھ اور پاؤں اور جگر اور دل وغیرہ کس طرح ہو گئے پھر اس میں صفات عمدہ سننے دیکھنے عقل وغیرہ کے اور بڑے اخلاق مثل غضب اور شہوت اور کفر اور حماقت اور انبیاء کا جھٹلانا اور جدال کرنا کیونکہ پیدا ہوئے جیسے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَوَلَمْ يَرِ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ۔ (پ 23 یسین 77) ترجمہ۔ اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جیسی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ (کنز الایمان) تو ان عجائب میں تامل کرے ان سے ایک اور عجب العجائب کی طرف ترقی کر جائے اور یہ وہ صفت ہے کہ جس سے یہ عجائب ظاہر ہوئے ہیں بہر حال سالک کوئی جب فعل دیکھے اس سے قائل کی طرف نظر کرے اور انبیاء علیہم السلام کا احوال جب سنے کہ وہ کس طرح جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے اور ان میں سے بعض جان سے مارے گئے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بے پروائی سمجھے کہ اس کو نہ رسولوں کی حاجت ہے نہ ان کی جن کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے اور اگر وہ سب کو ہلاک کر دے تو اسکی سلطنت میں کچھ اثر نہ ہوگا۔ اور جب انبیاء علیہ السلام کی مدد کا حال انجام کو سنے تو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اگر وہ سب کو ہلاک کرتا ہے اور مکذبین کا حل مثل علود ثمود کے جب سنے کہ ان پر کیا گزرا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈرے اور

اپنے نفس کے لئے ان حالات سے عبرت حاصل کرے کہ اگر میں غفلت اور بے ادبی کروں گا اور مہلت چند روزہ بھولوں گا تو کیا بعید نہیں مجھ پر بھی ایسا ہی عذاب ہو اور وہی حکم پھنڈ ہو اور ایسے ہی جنت اور روزخ کا وصف سننے یا اور کوئی حال قرآن کا کان میں پڑے۔ اس لئے جتنی باتیں اس سے سمجھی جاتی ہیں ان کا بلاستیعاب لکھنا ناممکن ہے اس لئے کہ ان کی کوئی حد نہیں ہر انسان کو جس قدر نصیب ہوا ہے اس قدر ملتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ۔ اور نہ ہر نہ سوکھنا جو نہیں کھلی کتابیں۔ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ

۱۰۔ یہ ہم دوست کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ہم دوست حق مذہب ہے اور ہر اہل حق اس کا قائل اگرچہ اصطلاح حضرت ابن العربی قدس سرہ کی ایجاد ہے لیکن مذہب تو حق ہے اصطلاحات کی ایجاد حق مسئلہ کے برعکس نہیں جیسے اہل علم کو معلوم ہے۔ اولیٰ غفر۔

رَبِّیْ لَعْنِدَ الْبَحْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْفُذَ کَلِمَتِ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (پ 16 ا لکھت 109) ترجمہ کنز الایمان: تم فرما د اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میری رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور اس کی انتہا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو الحمد کی تفسیر سے ستر لاکھ بھروسوں اور ہم نے ذکر کیا ہے اس کے سمجھنے کے تنبیہ کر دی ہے تاکہ اس کی راہ کھلے ورنہ اس کے پورا بیان کرنے کی طمع نہیں ہو سکتی اور جو شخص قرآن مجید کے مضامین میں ادنیٰ درجہ کی سمجھ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْهُمْ مَنْ یَسْتَمْعُونَ الْبَیْکَ حَتّٰی اِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِکَ قَالُوا لِلَّذِیْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اِنَّمَا اُولٰٓئِکَ الذِّیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَوْرَ بَعْضُ اَنْ مِّنْهُمْ مَنْ کَانَ رَکْبَتَیْنِ تِیْرَی طَرَفَ یَمَلْ تَکَ کَ جَبْ نَکَلِیْنِ تِیْرَیْ پَاسَ سَ کَیْتِیْ هِیْ اَنْ کُوْ جَنْ مِّنْ کُوْ عِلْمٍ مَّلَا کَیَا کَمَا تَحَا اِسْ فَحْصَ لَیْ اَبْیْ وَهَیْ هِیْ جَنْ کَیْ دَلْ پَر مَر رَکْیَ هَیْ۔ اللہ نے۔ 12۔ پھر وہ موانع ہیں جنہیں ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آدمی مرید نہیں ہوتا جب تک کہ جس چیز کو چاہے قرآن میں نہ پا لے اور نقصان کو فائدہ سے تمیز نہ کرے اور مولیٰ کے سبب سے بندوں سے بے پروا نہ ہو جائے۔ فہم کے موانع سے یکسر خالی ہونا کہ اکثر لوگ جو قرآن کے معانی سمجھنے سے محروم رہے اس کا سبب یہی ہے کہ شیطان نے ان کے دلوں پر اسباب اور حجابات ایسے ڈال دیئے ہیں کہ قرآن کے عجائب انہیں معلوم نہیں ہوتے۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لولا ان الشا طین یعمون علی قلوب بنی آدم لنظر والی المسکوت اگر شیاطین بنی آدمی علیہ السلام کے دلوں میں گھومتے نہ ہوتے تو آدمی ملکوت کو دیکھتے۔

فائدہ: اور قرآن کا معنی بھی ملکوت میں داخل ہے اور جو چیز جو اس غائب اور نور عقل کے بغیر نہیں معلوم ہوتی وہ بھی ملکوت سے ہے اور قرآن کے معانی ایسے ہی ہیں اور سمجھنے کے حجاب چار ہیں۔ قرآن فہمی کے چار حجاب ہیں۔ (1) ہمت اس طرف مصروف ہو کہ حروف کو مخارج سے نکالنا چاہئے اور * اس کا متولی ایک شیطان ہے جو قاریوں پر معین ہے اس لئے کہ ان کو معانی سمجھنے سے قرآن کی دوسری طرف پھیر دے تو وہ قاریوں کو اسی بات پر آمادہ کرتا ہے کہ حروف کو مکرر رسہ کرر ادا کریں اور ان کے خیال میں بسا دیتا ہے کہ ابھی یہ حرف اپنے مخرج سے نہیں نکلا تو جس صورت میں کہ قاری کو تامل صرف حرف کے مخارج ہی پر منحصر ہو تو اس کو قرآن کے معانی کمال واضح ہوں گے اور جو شخص شیطان کے اس جیسے دھوکہ میں آجاتا ہے وہ اس کا بڑا ہی مسخرہ بنتا ہے۔

1۔ جیسے دور حاضرہ میں بعض صاحبان قرات (تجوید) کے فن کے خط میں ہیں کہ تجوید میں کمال ہو اور عملی حال یوں ہے کہ ع دیکھ کر شرعاً نہیں ہوتا، باعمل قراء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اولیٰ غفرلہ

2۔ اس سے بد مذہب مراد ہیں ورنہ سنی المذہب خود امام غزالی قدس سرہ ہی ہیں۔ اولیٰ غفرلہ

(2) کہ کسی بد مذہب 2۔ کو من کر اس کا مقلد ہو گیا اور اس کی تعریف کرتا ہو اور اس کے دل میں اس کا اثر صرف سنی ہوئی بات کی اتباع سے جم گئی ہو، یہ نہیں کہ بصیرت اور مشاہدہ سے دیکھ کر اس کی تصدیق کرتا ہو ایسے شخص کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے اعتقاد کی زنجیر میں مقید رہتا ہے کہ وہ اسے ہٹنے نہیں دیتی اسی لئے اس کے دل میں بجز اس اعتقاد کے اور چیز اثر نہیں کرتی اس کی نظر صرف اپنی سنی ہوئی بات پر موقوف ہوتی ہے اور اگر کوئی چمک دور سے نصیب ہو جاتی ہے اور کچھ معنی اس کے اعتقاد کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو تقلید کا شیطان اس پر حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات تیرے دل میں کیسے گزری، یہ تیرے اکابر کے عقائد کے خلاف ہے پس وہ شخص ان معانی کو شیطان کا فریب سمجھ کر اس سے نفرت اور اس جیسے معانی سے احتراز کرتا ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ علم حجاب ہے اور علم سے انکا مقصد ان عقائد کا علم ہے جس پر اکثر لوگ تقلید کی وجہ سے چلے جاتے ہیں یا مذہب کے معتصبوں نے کلمات جدل لکھ کر ان کو سکھلا دیئے ہیں۔ ورنہ علم حقیقی جو کشف اور نور بصیرت کا مشاہدہ ہوتا ہے وہ کس طرح حجاب ہو سکتا ہے، متہائے مطلوب تو وہی ہے اور یہ تقلید کبھی باطل ہوتی ہے اور اسی صورت میں مانع فہم ہے جیسے کوئی عرش پر مستوی ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قرار پکڑنا اور ٹھہرنا اعتقاد کر لے۔ * اگر صفت قدوسیت میں اس کے دل میں یہ بات گزرے کہ جتنی باتیں مخلوق پر ہو سکتی ہیں وہ سب ان سے پاک ہیں تو اس کے دل میں تقلید اس بات کو جمنے نہ دے گی اور اگر بالفرض جم جائے تب تو اس سے دوسرا کشف اور تیسرا اور چوتھا ہوتا چلا جائے گا مگر مقلد اس امر کو اپنے دل سے بوجہ اپنی تقلید باطل کے جلد دور کر دیتا ہے اور بعض اوقات تقلید حق ہوتی ہے اور وہ بھی فہم اور کشف کی مانع ہوتی ہے اس لئے کہ جس میں حق کے اعتقاد کرنے کا مخلوق کو حکم ہوتا ہے اس کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں اور اس کا ایک مبداء ظاہری ہوتا ہے اور ایک انتہا باطنی اور جب طبیعت ظاہر پر جم جاتی ہے تو باطن کی تک پہنچنے کی مانع ہوا کرتی ہے جیسا کہ علم ظاہر اور باطن کے فرق بیان کرنے میں ہم نے باب قواعد العقائد میں ذکر کیا ہے۔ (3) حجاب یہ ہے کہ کسی گناہ پر مصر ہو یا تکبر کے ساتھ موصوف یا دنیا کی خواہش میں مبتلا ہو کر یہ چیزیں دل کی تاریکی اور زنگ کی موجب ہوتی ہیں اور ان کا حل ایسا ہے جیسے آئینہ پر زنگ لگ جاتا ہے اور پھر صحیح عکس اس میں نہیں پڑتا اسی طرح دل پر اگر یہ چیزیں اتری ہوئی ہوتی ہیں تو امر حق کی تجلی اس میں صاف نہیں ہوتی اور دل کے لئے حجاب سب میں برا ہے اور اسی سے اکثر لوگ مجبوب ہو گئے اور جس قدر کہ شہوت کا انبوه دل پر زیادہ ہوگا اسی قدر معانی قرآن پر زیادہ حجاب ہوگا اور جس قدر دنیا کا بوجھ دل پر ہلکا ہوگا، اسی قدر معانی کی تجلی دل کے نزدیک آئے گی اس لئے کہ دل مثل آئینہ کے ہے اور شہوت مثل زنگ کے اور معانی قرآن مثل ان صورتوں کے ہیں جن کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے اور دل سے ریاضت یعنی شہوات کو دور کرنا ایسا ہے جیسے صیقل گر آئینہ کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میری امت دینار اور درم کو بڑا جانے لگی تو اس میں سے اسلام کی ہیئت جاتی رہے گی اور جب اچھی بات کا امر کرنا اور بری بات سے منع

3۔ جیسے اس تہیہ کا عقیدہ تھا باب مکرین فقہ یعنی غیر مقلدین دہلیہ۔ تہیہ کی تقلید میں کسی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اویسی غفر

کرنا چھوڑیں گے تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

فائدہ . حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ علم قرآن سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فہم اور تذکرہ میں اثبات کو شرط فرمایا۔ فرمایا نبصرہ و ذکرہ لکل عبد منیب معلوم کرنے اور یاد دلانے کو اس بندے کو جو رجوع رکھے اور فرمایا وما یذکر الا من ینیب اور فرمایا انما یذکر اولوالالباب (وہی سمجھتے ہیں جن کو کہ عقل ہے) تو جو کوئی دنیا کے دھوکے کو آخرت کی نعمت پر اختیار کرے وہ عقل والوں سے نہیں اسی وجہ سے اس پر اسرار قرآن منکشف نہیں ہوتے۔

حجاب نمبر 4: کوئی تفسیر بظاہر پڑھ لی اور یہ اعتقاد کر لیا ہو کہ جو کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمات قرآن کی تفسیر بیان کی ہے درست ہے ان کے بیان کے سوا دوسری تفاسیر کچھ نہیں جو ان کے سوا معانی بتائے وہ قرآن کو اپنی عقل سے بیان کرتا ہے جس کی شان میں یہ وارد ہے کہ جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ سے تلاش کرے۔ تو یہ بھی ایک حجاب ہے جو تھی فصل میں ہم بیان کریں گے کہ تفسیر بارائے کا کیا معنی ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے خلاف نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر معنی ظاہر اور منقول ہی مراد ہے تو لوگ ان میں اختلاف ہی کیوں کرتے۔ (7) تخصیص اس کی صورت یہ ہے کہ قرآن میں ہر خطاب میں فرض کر لے اس سے میں ہی مقصود ہوں یعنی اگر امر نہی سے تو فرض کر لے کہ حکم مجھے ہوا ہے اور مجھ ہی کو منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر وعدہ اور وعید سے ان کو اپنے حق میں فرض کرے اگر پہلے لوگوں اور انبیاء علیہ السلام کے قصے سے تو سمجھے کہ قصے مقصود نہیں بلکہ ان سے عبرت حاصل کرنا مقصود ہے اور ان کا یہ مطلب ہے کہ ان کے درمیان میں جو کچھ اپنی حاجب کی بات ہو اسے اختیار کر لینا چاہئے کیونکہ قرآن مجید کے جتنے قصے ہیں ان کے مضامین سے کوئی فائدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا ضرور ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما یثبت بہ فوادک (ثابت کرے تمہارے دل کو) تو تلاوت کرنے والے فرض کر لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء علیہم السلام حل اور ایذا پر ان کا صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے انتظار میں دین پر استقامت کرنا بیان فرمایا اس سے ہمارے دل ثابت رکھنا چاہتا ہے اور اس فرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نہیں اترا بلکہ وہ تمام جہانوں کے لئے شفا اور ہدایت اور نور اور رحمت ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو نعمت بنایا اور اس کا شکر کرنے کا عام حکم فرمایا کہ وادکرو نعمۃ اللہ علیکم وما امرل علیکم من الکتب والحکمۃ یعظکم بہ (اور یاد کرو احسان اللہ کا جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر اتاری کتاب اور کام کی باتیں کہ تم کو سمجھا دے) ولقد انزلنا الیکم کتا با فیہ ذکر کم افلا تعقلون ہم نے اتاری ہے تم کو کتاب کہ اس میں تمہارا نام ہے کیا تم کو بوجہ نہیں ہے۔ اور فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبیس للناس ما نزل الیہم (اور تجھ کو اتاری ہم نہ یہ یادداشت کہ کھول لوگوں کے پاس جو اترا ان کی طرف) اور فرمایا

كذلك يضرب الله للناس امثالهم (یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو ان کے احوال) اور فرمایا واتبعوا احسن ما انزل اليكم من ربكم (چلو اسی افضل بات پر جو اتری تم پر تمہارے رب سے) اور فرمایا هذا بصائر للناس وهدى ورحمة لقوم يوقنون یہ عبرت کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور راہ کی اور مرہے ان لوگوں کو یقین کرتے ہیں اور فرمایا هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ڈر والوں کو۔

فائدہ : ان آیات سے معلوم ہوا کہ خطاب سے عام مقصود ہیں اور تلاوت کرنے والا انہیں میں سے ہے تو بے شک وہ بھی خطاب میں شریک ہوگا اس لئے اس کو فرض کرنا چاہئے کہ اس خطاب سے میں مقصود ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اوحی الی هذا القرآن لا نذكرکم به ومن بلغ (مجھ کو اترا ہے قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جس کو یہ پہنچے۔

فائدہ : محمد بن کعب قرشی کہتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن پہنچا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا اور تلاوت کرنے والا جب اپنے آپ کو مخاطب سمجھے تو اپنا عمل طریقہ صرف سرسری طور طریقہ نہ بنالے بلکہ اس طرح پڑھے جیسے غلام اپنے آقا کا پروانہ پڑھتا ہے کہ اس نے لکھا ہو کہ اس کو سوچ سمجھ کر اس کے بموجب کار بند ہونا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ قرآن ہمارے رب کی طرف سے خطوط عمد و بیان کے ساتھ آئے ہیں کہ نمازوں میں اہم سمجھے اور تہائیوں میں ان پر واقف ہوں اور طاعت میں ان کی تعمیل کریں۔

فائدہ : حضرت مالک بن دینار کہا کرتے ہیں کہ اے قرآن والو! قرآن نے تمہارے دلوں میں کیا بویا ہے قرآن مومن کے حلق میں بہا رہے جیسے زمین کے حق میں بارشیں بہا ہوا کرتی ہے، فائدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرآن کی ہم نشینی کی وہ فائدہ ہی لے کر اٹھایا نقصان لے کر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ شَفَاءُ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا وہ شفا اور مرہے ایمان والوں کے لئے اور گنہگاروں کو بھی بڑھتا ہے۔ نقصان اور خسارہ۔ (8) متاثر ہونا یعنی جس طرح آیات مختلف مضامین کی آتی جائیں اسی طرح دل میں مختلف آثار نمودار ہوتے جائیں اور جس مضمون کو حزن و خوف سے امید ورجا کے لئے سمجھے اسی حالت اور کیفیت سے دل موصوف ہوتا جائے اور جب انسان کی معرفت کامل ہوگئی تو اس کے دل پر اکثر خوف غالب رہے گا کیونکہ آیت قرآن میں تنگی بہت ہے مثلاً ذکر رحمت و مغفرت کو ایسی شرطوں سے وابستہ پاؤ گے کہ عارف ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہو مثلاً مغفرت کے باب میں چار شرائط مذکور فرمائیں وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى اور میری بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے۔ اور فرمایا وَالْعَصْرَ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصَّوْا بِالْحَقِّ وَتَوَّصَّوْا بِالصَّبْرِ (قسم اترتے دن کی مقرر انسانوں پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کی ہے دین اور تحمل کی

فائدہ : اس میں بھی چار شرطیں ارشاد فرمائیں اور جس جگہ مختصر فرمایا وہاں ایک شرط ایسی لگادی ہے کہ وہ سب کی جامع ہے اسی طرح اگر کوئی قرآن کو اول سے آخر تک غور سے پڑھے تو ایسے مضامین بکثرت پائے گا اور جو اسے سمجھ لے اسے یہی لائق ہے کہ اس کا حال خوف اور حزن کا ہو۔

فائدہ : حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھری نے فرمایا کہ جو بندہ آج قرآن پڑھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے اس کا حزن بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور خوشی کم اور رونا زیادہ ہوتا ہے اور ہنسنا تھوڑا اور رنج اور شغل کثرت سے ہو جاتا ہے اور راحت اور بیکار رہنا تھوڑا۔

فائدہ : دہیب بن الورد کہتے ہیں کہ ہم نے بہت سی احادیث و مواعظ میں نظر کی، مگر قرآن کی تلاوت اور تدبیر سے زیادہ کسی چیز کو نہ پایا۔ جس سے دل نرم ہو اور حزن خوب غرض یہ کہ بندہ کا تلاوت سے متاثر ہونا یہ ہے کہ جو آیت پڑھے اس کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائے مثلاً آیت وعید پر اور جہاں مغفرت کی بکثرت شرائط سے وابستہ کیا ہے، خوف سے اتنا بڑھے کہ گویا مر جائے گا اور جو مقام وسعت رحمت اور وعدہ مغفرت کی ہو وہاں اتنا خوش ہو کہ گویا خوشی سے آسمان پر اڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء کے ذکر کے وقت اپنی گردن اس کے جلال کے سامنے اس کی عظمت کو معلوم کرنے کی وجہ سے جھکا دے، اور ان کی گفتگو کی قباحت سے دل میں شرمندہ ہو کر منکسر ہو اور جنت کی صفت کے وقت باطن میں اس کا شوق ابھرے اور دوزخ کے حال معلوم ہونے پر اس کے خوف کے مارے بدن تھرا اٹھے۔

حکایت : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ قرآن سناؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَبِّفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ رِجُلًا يَشْهَدُ بِكَ عَلٰی هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے امت میں سے احوال کہنے والا، اور بلا دیں گے ہم ہر امت میں تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا) تو دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، آپ نے فرمایا بس کرو۔

فائدہ : یہ اس لئے کہ اس حالت کے مشاہدہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل بالکل مستغرق ہو اور خوف کرنے والوں میں بعض اس طرح کے تھے کہ وعید کی آیات پر بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور بعض ایسے بھی گزرے کہ آیات کے سننے میں فوت ہو گئے۔

خلاصہ : اس طرح سے تلاوت کرنے والا صرف نقل نہیں بلکہ حقیقی تلاوت کرنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً جب کہ انی احاف ان عصیبت ربی عذاب یوم عظیم میں اگر حکم اپنے رب کا نہ مانوں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور دل میں خوف نہ ہو تو یہ پڑھنا صرف نقل کرنا ہے اور جب پڑھے علیک توکلنا والیک ابسا والیک

المصبر (اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہی پھرنا ہے) اور توکل اور اثبات کی حالت نہ ہو تو یہ کہنا زبانی ہوگا جب پڑھے ولنصبرن علی ما اذیمونا اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو تو چاہئے کہ اس حل صبر یا عزیمت ہو تاکہ اس آیت کے پڑھنے کی کیفیت و تلاوت پائے اگر ان صفات سے موصوف نہ ہوگا اور ان حالات میں اس کا دل بدلتا رہے گا تو تلاوت سے اس کو صرف زبان کی حرکت کا فائدہ ہوگا بلکہ اپنے نفس کو لعنت کرے گا۔ ان آیات کے پڑھنے سے الا لعنة الله على الظالمین (من لو کہ لعنت ہے اللہ کی بے انصافوں پر) اور کبر مقتنا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو) اور وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ (وہ غفلت میں ہیں روگردانی کرنے والے) اور فاعرض عمن قولی عن ذکرنا ولم یردالا الحیوة الدنیا (تو خیال نہ کر اس کا جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا) ومن لم ینب فاولئک هم اظالمون (اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ہیں ظالم) اسی طرح کی آیات کے پڑھنے سے اپنے آپ کو لعن طعن کرے گا اور ان آیات کا مصداق بنے گا۔ ومنهم امیون لا یعلمون۔ الکتاب الامانی ترجمہ۔ ان میں ان پڑھ ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی مگر باندھ لیں اپنی آرزوئیں) یعنی صرف تلاوت ہی جانتے ہیں اور اس آیت کے معنی میں داخل ہوگا وکاین من ایه فی السموت والارض یمرؤن علیہا وهم عنہا معرضون۔ اور بہترین نشانیاں ہیں آسمان و زمین میں لیکن وہ نکلتے ہیں اور دھیان نہیں کرتے۔

فائدہ : اس لئے کہ ان علامات کا بیان واضح طور پر قرآن مجید میں ہے۔ پڑھنے والا ان سے گزر جائے اور متاثر نہ ہو تو ان سے روگردانی کرنے والا ہوگا اسی وجہ سے کسی نے کہا ہے کہ جو اخلاق قرآنی سے متصف نہیں ہوتا وہ جس وقت بسم اللہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے کہ تجھے میرے کلام سے کیا تعلق تو تو مجھ سے روگردان ہے اگر تو میری طرف رجوع نہیں کرتا میرے کلام کو نہ پڑھ۔

فائدہ : جو گناہگار قرآن بار بار پڑھتا ہے اس کی مثل ایسی ہے جو کسی شاہی حکم نامہ کو دن بھر میں کئی دفعہ پڑھ لیا کرے اور اس میں حکم ہو کہ ہمارے ملک کو آباد کرو مگر وہ اس کے ویران کرنے میں مشغول ہو اور حکم نامہ کو صرف پڑھ لینے پر اکتفا کرے اور تعمیل کے خلاف کرے اگر وہ حکم نامہ نہ پڑھتا اور حکم کے خلاف کرتا تو اس میں بادشاہی حکمنامہ کی حقارت اور غضب سلطانی کا استحقاق کم ہوتا اور اس میں ظاہر ہے کہ اس کی حرکت نہایت نازیبا ہے اسی وجہ سے یوسف بن اسباط نے فرمایا ہے کہ میں قرآن کے پڑھنے کا قصد کرتا ہوں مگر جب اس کے مضامین یاد کرتا ہوں تو غضب الہی سے ڈر جاتا ہوں اور قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کی تسبیح پڑھنے لگتا ہوں۔ یہ قرآن پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے وہ اس آیت کے مطابق ہے فَبِئْذُوهُ وَرَأَوْا ظُهُورَہُمْ وَاسْتَرَوْا بِہُ تَمَنَّا قَبِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ پھر پھینک دیا اس کو پیٹھ کے پیچھے اور خرید اس کے بدلے مول تھوڑا سا کیا بری خرید کرتے ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اس وقت تک پڑھو کہ تمہارے قلوب مانوس رہیں اور

اجسام نرم رہیں۔ جب یہ حال نہ رہے تو پڑھنا موقوف کر دو۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے اٹھ کھڑے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الدین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا قلیت علیہم ایاتہ زادتهم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون ایسے لوگ کہ جب نام آئے اللہ کا ڈر جائیں دل ان کے اور جب پڑھے ان پر اس کا کلام زیادہ ہو جائے ان کو ایمان اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن خوں خوش آواز وہ ہے کہ جب اسے سنو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور فرمایا کہ قرآن کسی کے منہ سے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ جیسے اس کے منہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے پس قرآن اسی مقصد سے پڑھا کرتے ہیں کہ دل میں اتر جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے ورنہ صرف الفاظ زبان سے پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔

حکایت : بعض قراء نے کہا کہ میں نے اپنے استاد کو قرآن سنایا پھر میں ان کی خدمت میں گیا کہ دوبارہ سناؤں انہوں نے مجھے جھڑک کر فرمایا کہ میرے سامنے پڑھنے کو تو نے عمل ٹھہرا لیا جا اللہ کے سامنے پڑھ کر دیکھ کہ تجھے کیا حکم کرتا اور کیا سمجھاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ کا شغل احوال اور اعمال میں ہوتا تھا۔

فائدہ : جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو آپ نے بیس ہزار صحابہ چھوڑے مگر ان میں سے صرف چھ صحابہ نے مکمل قرآن حفظ کیا تھا۔ اس میں سے بھی دو میں اختلاف ہے، اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سورہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ بعض سورہ بقرہ اور سورہ انعام یاد کر لیتا تھا تو وہ ان میں عالم سمجھا جاتا تھا۔

حکایت : ایک شخص قرآن سیکھنے آیا جب اس آیت پر پہنچا فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا (کنز الایمان) تو کہا مجھے کافی ہے اور چلا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس حال میں پھرا کہ وہ قیہ ہے۔

فائدہ : واقع میں محبوب اور کیاب وہی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ ایماندار کے دل کو آیت فہمی مرحمت فرماتا ہے۔ صرف زبان کی حرکت مفید نہیں بلکہ زبان سے تلاوت کرے اور عمل سے روگردان رہے وہ اس لائق ہے کہ اس آیت کا مصداق ہو وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ دِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى (پ 16 ط 124 تا 126) ترجمہ کنز الایمان : اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لئے شک زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کہے گا اے رب میرے مجھے تو نے کیوں اندھا اٹھایا میں تو انکھیاں کھلتا تھا فرمائے گلہ یونی تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔

آیات کو تو نے ویسے ہی چھوڑ دیا ان میں تامل نہ کیا اور نہ ان کی کچھ پروا کی کیونکہ جو کسی کام میں کوتاہی کرتا

ہے اس کو کہا کرتے ہیں کہ وہ اس کو بھول گیا اور تلاوت کماحقہ اسے کہتے ہیں کہ اس میں زبان اور عقل اور دل شریک ہوں زبان کا کام حروف کا صحیح لہا کرنا اور ٹھہر کر پڑھنا ہے اور عقل کا کام معانی کا بیان کرنا اور دل کا کام حکم ماننے اور نصیحت قبول کرنے سے متاثر ہونا ہے تو گویا زبان واعظ ہے اور عقل مترجم اور دل نصیحت قبول کرنے والا۔ (9) ترقی یعنی تلاوت میں یہاں تک ترقی کرے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ سے سنے نہ کہ اپنے سے کیونکہ پڑھنے کے تین درجات ہیں۔ (1) سب میں ادنیٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو قریب کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر پڑھتا ہوں اور وہ میری طرف دیکھتا اور میرے پڑھنے کو سنتا ہے اس صورت میں اس کی حالت سوال اور خوشامد اور انکساری اور عاجزی ہوگی۔ (2) دل سے مشاہدہ کے کہ گویا اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے اور اپنے الطاف سے اسے خطاب کرتا ہے اور اپنے انعام و احسان سے اسے راز بتاتا ہے۔ ایسی صورت میں تلاوت کرنے والے کا مقام حیا اور تعظیم سے سننا اور سمجھنا ہوگا۔ (3) کلام میں متکلم کو دیکھے اور کلمات میں صفات پر غور کرے نہ اپنے نفس کو دیکھے نہ اپنی قرات پر لحاظ کرے اور نہ اپنے منعم علیہ ہونے کے اعتبار سے اپنے اوپر انعام کے متعلق ہونے کا خیال کرے بلکہ اپنی ہمت اور فکر کو کلام کرنے والے پر منحصر اور موقوف کر دے کہ گویا متکلم کے مشاہدہ میں غیر کی طرف سے کوئی خبر نہیں یہ درجہ مقربین کا ہے اور اس سے پہلے درجات اصحاب الیمین کے ہیں اور جو قرات ان تینوں درجات کے سوا ہو وہ غافلوں کا درجہ ہے۔

حکایت : حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درجہ سوم کا یوں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنی مخلوق کے لئے تجلی فرمائی مگر لوگ اس کو نہیں دیکھتے۔ اور ایک بار آپ کو نماز میں ایسی حالت ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو کسی نے کیفیت پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں آیت کو بار بار دل میں پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اس کو میں نے متکلم سے سنا پس اس کی قدرت کے معائنہ کے لئے میرا جسم نہ ٹھہر سکا اس درجے میں تلاوت اور مناجات کی لذت بہت ہوتی ہے۔

حکایت : بعض حکماء نے کہا کہ میں قرآن پڑھا کرتا تھا مگر اس کی تلاوت نہ پاتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس طرح پڑھا کہ گویا حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ رہے ہیں اور میں سن رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مرتبہ عنایت فرمایا کہ اب میں خود متکلم سے سنتا ہوں اور مجھے وہ خط اور تلاوت نصیب ہے کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔

فائدہ : حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حذیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر دل پاک ہو جائے تو قرآن کی قرات نہ ہو اس لئے کہ دل طہارت کی وجہ سے کلام میں متکلم کے مشاہدہ کی طرف ترقی کرتی ہے۔

حکایت : ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں برس برس تو میں نے قرآن میں مشقت اٹھائی مگر بیس برس کے بعد مجھے دولت تلاوت ملی۔

فائدہ : قرأت میں اصل یہ ہے کہ مشاہدہ متکلم کرے اور ایسا مشاہدہ ہو کہ ماسوائے انکاری ہو تو اب ان اشاروں کی تعمیل ہرگی فقر والی اللہ (بھاگو اللہ کی طرف) ولا تجعلوا مع اللہ الہا اخر (اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنے کا۔)

فائدہ : ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر نظر نہ کرے وہ اس کے غیر پر التفات کرنے والا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہر چیز کی طرف متوجہ ہوگا اسکے التفات میں کسی قدر شرک خفی ہوگا اور توحید خالص اسے کہتے ہیں کہ ہر چیز میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہ دیکھے۔ (10) حسب استطاعت انتفاع یعنی اپنے نفس پر پچشم رضا اور تزکیہ التفات کرنے سے قطع نظر رکھے۔ مثلاً جب صالحین کے لئے وعدہ اور تعریف کی آیت پڑھے تو اپنے آپ کو ان میں نہ سمجھے بلکہ اہل یقین اور صدیقین کے لئے وہ مدارج تصور کرے اور اس کا شائق ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں مجھے بھی شامل کرے اور جب غصہ و رنج کی آیت اور گنہگاروں و تقصیر والوں کی برائی پڑھے تو اس میں سے اپنے نفس کا مشاہدہ کر کے سمجھے تو یہ خطاب میرے نفس کو ہے تاکہ خوف پیدا ہو۔

حکایت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ الہی میں تجھ سے اپنے ظلم اور کفر سے مغفرت چاہتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ظلم تو معلوم ہے کفر سے آپ کی مغفرت طلبی کیسی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْأِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ بے شک آدمی برا نظام — بڑا ناشکر۔ یعنی اس کفر سے مغفرت چاہتا ہوں جس کا ثبوت انسان میں آیت ہذا سے ہے۔

حکایت : یوسف بن اسباط سے کسی نے پوچھا کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو کیا دعا مانگتے ہیں فرمایا دعا کیا مانگوں، اپنی تقصیر کی معافی ستر بار چاہتا ہوں۔

فائدہ : جس صورت میں قرأت میں اپنے نفس کی کوتاہی دیکھے گا تو یہ دیکھنا اس کے قرب کا موجب ہوگا اس لئے کہ جو شخص قرب میں بعد کا مشاہدہ کرتا ہے اس کے لئے خوف مرحمت ہوتا ہے اور یہ خوف اسے قرب کے ایک درجہ تک پہنچا دیتا ہے جو اول درجہ سے اعلیٰ ہو اور جو شخص دوری میں قرب کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے خوف سے امان دی جاتی ہے جو انجام کو اس کو اور درجہ پر جو بعد میں اول سے نیچے ہوتا ہے) پہنچا دیتی ہے اور جس صورت میں اپنے نفس کو پچشم رضا دیکھے گا تو اسرار میں خود نفس ہی اس کا حجاب ہو جاتا ہے پھر کچھ نہیں دیکھتا بلکہ جب اپنے نفس کی طرف التفات چھوڑ دیتا ہے اور بجز اللہ تعالیٰ کے قرأت میں اور کوئی چیز مشاہدہ نہیں کرتا تب اس پر ملکوت کے اسرار واضح ہو جاتے ہیں۔

حکایت : سلیمان بن ابی سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ابن ثوبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن اپنے بھائی سے کہا کہ میں آپ کے پاس افطار کروں گا ان کے پاس نہ جاسکے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ حاضر ہوئے تو بھائی نے کہا کہ تم نے

میرے ہاں افطار کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر تشریف نہ لائے فرمایا وجہ یہ ہوئی کہ جب میں عشاء پڑھ چکا تو خیال گزرا کہ وتر بھی پڑھ لوں کہ شاید موت فرصت نہ دے۔ جب میں وتر کی دعا پڑھنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغیچہ کھل گیا جس میں جنت کے طرح طرح کے پھول تھے وہ میں صبح تک دیکھتا رہا اس لئے حاضری کی فرصت نہ ہوئی۔ اللہ اکبر

فائدہ : اس قسم کے مکاشفات اس وقت ہوتے ہیں جب انسان اپنے نفس اور اس کی خواہشات کے تصور سے قطع نظر کر لے۔

فائدہ : ایسے مکاشفات کشفی و احوال کے مطابق خاص ہو جایا کرتے ہیں۔ مثلاً جب سالک آیات رجا پڑھتا ہے اور اس کے حال پر بشارت غالب ہوتی ہے تو اسے جنت کی صورت منکشف ہوتی ہے اور اسے یوں مشاہدہ کرتا ہے کہ گویا آنکھ سے دیکھ رہا ہے اگر اس پر خوف غالب ہوتا ہے تو دوزخ اس پر منکشف ہوتی ہے، یہاں تک کہ قسم و قسم کے عذاب اسے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کلام نرم اور لطیف اور سخت اور درشت اور رجا و خوف سے پر ہے کیونکہ جیسے اوصاف حکم کے ہیں ویسے ہی کلام میں مضامین ہیں اور اس کے اوصاف میں سے رحمت اور لطف اور انتقام اور گرفت ہیں۔ پس یہی صفات کلمات میں پائے جاتے ہیں تو جس طرح کے کلمات اور صفات کا مشاہدہ ہوگا، دل کا حال بھی بدلے گا، اسی کے موافق ایسی بات منکشف ہونے کے لائق ہو جائے گا جو اس کے حال کے مناسب ہو کیونکہ یہ تو محال ہے کہ سننے والے کا حال ایک ہی رہے اور کلام بدلتا جائے، اس لئے کہ کلام میں حکم کی صفت کا اثر موجود ہو، کوئی جزا راضی والے کا اور کوئی غضب والے کا اور کوئی انعام دینے والے کا اور کوئی انتقام لینے والے کا ہے اور بعض جابر متکبر کی پرہیزگاری نہیں کرتا اور بعض شفقت والے مہربان کا جو بے کار نہیں چھوڑتا تو ضروری ہے کہ سننے والے کا حال بھی بدلے۔

تفسیر الہدای کی مذمت

سوال : مذکور مضمون میں اسرار قرآن کا فہم اور معانی قرآنی صاف دلوں پر واضح ہوتے ہیں، اس کے متعلق امام غزالی قدس سرہ نے بڑی تاکید کی ہے، یہ بت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من فسر القرآن برایہ فلینبو مقعد من النار ترجمہ۔ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے پر کی وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے۔ یہی وجہ ہے جو ظاہر تفسیر کے علماء ہیں وہ اہل تصوف پر تشنیع کرتے ہیں کہ جن کلمات کی تاویل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ مفسرین سے منقول نہیں وہ صوفیہ اپنی طرف سے تصوف کے طور پر بیان کیوں کرتے ہیں۔ نہ صرف تشنیع بلکہ اس تاویل کو کفر کہتے ہیں اگر اہل تفسیر کا قول صحیح ہو تو قرآن کے سمجھنے سے بجز اس کے کیا مقصد ہے کہ اس کی تفسیر کو یاد کر لینا چاہئے نیز اگر ان کا قول صحیح ہو تو حدیث مذکور بالا کا کیا معنی ہے؟

جواب : قرآن کا معنی وہی ہیں جس کا بیان ظاہر تفسیر میں ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے علم کی انتہا سے خبر دیتے ہیں اور ابن حال بیان کرنے میں درست کہتے ہیں مگر اور لوگوں کو مثلاً صوفیہ کو اپنے ہی درجہ اور مقام پر لانے کا حکم کرتے ہیں اس میں غلطی پر ہیں کیونکہ حدیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ اہل فہم کو قرآن کے معانی سے گنجائش ہے۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی کتاب کی سمجھ عنایت فرماتا ہے اگر قرآن کے معنی سوائے ترجمہ منقول کے اور کچھ نہیں تو پھر اس سمجھ سے کیا مراد ہے۔ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد ہے اور ایک مطلع اور روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی موقوفاً مروی ہے اور یہ صحابی تفسیر کے علماء میں سے ہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع کا کیا معنی ہے۔ (۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو میں قرآن کی تفسیر سے ستر اونٹ بھروں اس سے کیا مراد ہے۔ ظاہر تفسیر الحمد کی تو بہت تھوڑی سی ہے۔ (۴) حضرت ابوذر داء نے فرمایا ہے کہ انسان فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کی سورتیں یاد نہ کر لے۔ (۵) بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار افہام (معانی بیشمار) ہیں اور جس قدر سمجھنے سے باقی رہ گئے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ ہیں۔ (۶) ایک بزرگ کا قول ہے کہ قرآن ستر ہزار دو سو علم پر حاوی ہے اس لئے کہ ہر کلمہ کے لئے علم ہے اور چونکہ ہر ایک کے لئے ظاہر اور باطن اور حد اور مطلع ہے کئی گنا ہو گئے۔

فائدہ : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بیس بار پڑھا اس کے معنی ہی کے سمجھنے کے لئے پڑھا، اگر صرف ترجمہ اور تفسیر ظاہری تھی تو اس کی تکرار کا کیا فائدہ۔ (۷) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ جو کوئی اگلوں پچھلوں کا علم چاہے قرآن کی بحث کرے یہ بھی صرف ظاہر تفسیر سے حاصل نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات میں تمام علوم داخل ہیں اور قرآن میں اس کی ذات اور افعال و صفات کا بیان ہے اور ان علوم کی انتہا نہیں اور قرآن مجید میں ان کی طرف مجملہ اشارہ کر دیا ہے اور ان کی تفصیل میں غور کرنا قرآن مجید کے سمجھنے پر منحصر ہے صرف ظاہری تفسیر سے تفصیل کی طرف اشارہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ جو باتیں کہ ناظرین پر مشکل ہوتی ہیں خواہ نظریات ہوں یا معقولات میں عقلاً کا اختلاف قرآن مجید میں ان سب کی طرف رموز اور اشارات ہیں کہ انہیں بجز اہل فہم کے اور کوئی معلوم نہیں کر سکتا، اس صورت میں ظاہر الفاظ کا ترجمہ اور تفسیر ان امور کے لئے کافی ہوں گے۔ (۸) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرءوا القرآن والنمسا عذابہ (قرآن کو پڑھو اور اس کے غرائب تلاش کرو)۔ (۹) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میری امت اپنے اصل دین و جماعت کو چھوڑ کر بہتر فرقے ہو جائے گی کل فرقے گمراہ کن ہوں گے۔ اور دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ جب یہ صورت پیش ہو تو تم اپنے اوپر قرآن مجید کو لازم پکڑنا کہ اس میں جو تم سے پہلے ہو گیا ہے اس کا حل بھی ہے جو تم سے بعد ہو گا اس

کا بھی اور جو معاملات تم میں ہیں ان کا حکم بھی اس میں موجود ہے جو ظالم جاہل اس کے خلاف کرے گا اسے اللہ تعالیٰ توڑ دے گا اور جو اس کے سوا دوسری چیز میں علم کا طالب ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا وہ اللہ تعالیٰ کی جبلتیں اور اس کا نور مبین اور شفاۓ مفید ہے جس نے اسے مضبوط پکڑا اور محفوظ رکھا جو اس کا تابع ہوا اس کو نجات ملی نہ وہ ٹیڑھا ہو کہ اسے درست کیا جائے اور نہ مائل ہو کہ اس کی راستی کی ضرورت پڑے اس کے عجائب کبھی منقطع نہیں ہوتے اور نہ بہت سا پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے۔

الحديث : (10) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصال کے بعد اپنی امت کے اختلافات اور مختلف گروہوں میں بٹنے کی خبر دی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر میں یہ وقت پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کلام اللہ سیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا کہ نجات کی صورت وہی ہے میں نے تین بار یہی سوال کیا؟ آپ نے یہی فرمایا کہ کتاب اللہ کو سیکھنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنا کہ نجات اسی میں ہے۔ (11) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو قرآن کو سمجھ جاتا ہے وہ جملہ علوم کو بیان کر دیتا ہے۔

فائدہ : اس سے آپ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن مجید تمام علوم کلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (12) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ترجمہ۔ جو حکمت دیا جاتا وہ خیر کثیر عطا کیا جاتا ہے) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حکمت سے مراد قرآن فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (پ 17 الانبیاء 79) ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔ (کنز الایمان)

فائدہ : اس آیت میں جو چیزیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں کو عنایت کیں اس کا نام علم و حکمت رکھا جسے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھا اس کا نام فہم فرمایا اور اس کو حکم اور علم پر مقدم کیا۔ ا۔

فائدہ : دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا معنی سمجھنے میں بہت بڑی گنجائش ہے اور ظاہر تفسیر قرآن میں جو منقول ہے وہ قرآن کے مضامین معلوم کرنے کی انتہا نہیں ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھ سکیں ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا من فسر القرآن براهہ اپنی رائے سے تفسیر بیان کرنے کو منع فرمایا۔

۱۰۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب داؤد علیہ السلام تخت سلطنت پر جلوہ گر تھے، نبی تھے اور حضرت سلیمان کس تھے مہر شریف صرف بیارہ سال تھی ایک مقدمہ داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ چرواہے کے بغیر قوم کی بکریاں رات کے وقت کسی کے کھیت میں پڑ گئیں۔ تمام کھیت خراب ہو گیا۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرح طے فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کو ۱۰۰ دی جائیں کیونکہ ان بکریوں کی قیمت اسی کے برابر تھی۔ مگر داؤد علیہ السلام نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے اس

کچھ کہوں تو نامعلوم مجھے کوئی زمین اٹھائے اور کون سا آسمان مجھے چھپا دے۔

جواب نمبر 2: احادیث و آثار جو تفسیر یا راوی بیان کرنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ دو حل سے خالی نہیں۔ (1) ان سے غرض یہ ہو کہ تفسیر کے بارے میں نقل و سماع پر کفایت کرنی چاہئے اور استنباء اپنی عقل سے اور جداگانہ معنی نہ سمجھنے چاہئیں۔ (2) کوئی اور غرض اس کے سوا نہ ہو صرف یہ سمجھنا کہ سنی ہوئی تفاسیر کے سوا اور کچھ نہ کہے یہ کئی وجوہ سے قطعاً باطل ہے۔ سماع میں یہ شرط ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہو یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو حالانکہ یہ قرآن کے تھوڑے ہی حصہ میں پایا جاتا ہے اس سے لازم آتا ہے کہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے کہتے ہیں وہ نہ ملنی جائے اس کے متعلق بھی کہہ دیا جائے کہ یہ تفسیر رائے سے ہے کیونکہ انہوں نے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سنا ایسے ہی ان کے سوا اور صحابہ کرام کی تفاسیر کا حل ہے۔ (3) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مفسرین نے بعض آیات کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور مختلف اقوال فرمائے ہیں کہ وہ کسی طرح ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے اور ان سب کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماع ہے اور اگر بالفرض کوئی قول آپ سے سنا ہوتا تو باقی اقوال متروک ہو جاتے۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مفسر نے معنی وہ کہے ہیں جو اسے استنباط سے معلوم ہوئے ہیں یہاں تک کہ حروف مقطعات کے بارے میں جو سورتوں کے شروع میں ہیں 'سالت مختلف اقوال ہیں مثلاً الم میں بعض کہتے ہیں کہ یہ حروف الرحمن کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد اللہ ہے اور ل سے لطیف اور میم سے رحیم اور بعض اس کے سوا کہتے ہیں 'اور ان سب کو جمع کرنا ممکن نہیں تو سب مسموع کیسے ہو سکتے ہیں۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا کی اللہم فقہ فی الدین و علمہ الناول (الہی اس کو دین میں سمجھ دے اور معنی قرآن سکھا دے۔ اگر قرآن کی طرح تلویل بھی مسموع اور محفوظ ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے لئے خاص کرنے کا کیا معنی۔ (5) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلہ الذین یسننہن منہم تحقیق کرے ان میں جو تحقیق کرنے والے ہیں۔

صورت بھی ہو سکتی ہے 'داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو قسم دیکر فرمایا کہ بیان کرو۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھیت والے کو بکریاں عاریتا "دوا" دی جادیں اور بکریوں والے اس کا کھیت پھر کاشت کریں۔ جب کھیت اس حالت میں پہنچ جاوے 'جس پر خراب ہوتے وقت تھا تو کھیت والا بکریاں مالک کو واپس کر دے اور اپنے اس کھیت پر قبضہ کر لے' اس مدت میں کھیت والا بکریوں کے دودھ وغیرہ استعمال کرے۔ داؤد علیہ السلام نے یہی حکم جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو قسمیں سے تعبیر فرمایا۔ اس سے امام غزالی قدس سرہ کا مقصد یہ ہے کہ جن کو اجتہاد کی صلاحیت حاصل ہو 'اسیں ان امور میں اجتہاد کا حق ہے جس میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پائیں اور اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جادے تو بھی ان پر مواخذہ نہیں بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں عیب ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر۔ لوی غفرلہ

فائدہ: اس آیت میں اہل علم کے لئے استنباط ثابت کیا اور ظاہر ہے کہ استنباط سماع کے سوا ہے اور جتنے آثار کہ ہم نے اس سے قبل قرآن فہمی کے لئے نقل کئے ہیں وہ سب اس مذہب کے خلاف ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فہم قرآن میں سماع کی قید لگانا باطل ہے بلکہ ہر عالم کو جائز ہے کہ قرآن میں اپنی فہم اور عقل کے موافق استنباط کرے اور ممانعت تو اس کو دو صورتوں پر مجہول کر سکتے ہیں۔ (۱) کسی کی کسی چیز میں ایک رائے ہے اور اس کی طرف میل طبعی رکھتا ہے پر قرآن کے معنی اسے معلوم ہوتا، اور یہ امر کبھی تو علم کیستہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنی بدعت کے درست کرنے کو قرآن کی بعض آیات سے حجت کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ مراد نہیں مگر اپنے مخالف کو دھوکا دیتا ہے اور کبھی یہ نہیں جانتا کہ آیت سے یہ مراد نہیں مگر چونکہ آیت کئی وجوہ سے محتمل ہوتی ہے تو اس کی رائے اس طرف مائل ہوتی ہے جو اس کا مقصد کے مطابق ہو، اور اسی جانب کو اپنی عقل اور خواہش سے ترجیح دیتا ہے تو ایک صورت رائے سے تفسیر کرنے کی یہ ہے یعنی اس تفسیر کا باعث اس کی رائے ہی ہے اگر رائے نہ ہوتی تو یہ تفسیر بھی اس کے نزدیک غالب نہ ٹھہرتی، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا ایک صحیح مطلب ہوتا ہے اور اس لئے قرآن سے دلیل تلاش کرتا ہے اور حجت ایسی آیت کو بناتا ہے جو اسے معلوم ہے کہ اس آیت کا یہ مقصود نہیں مثلاً اگر کوئی پچھلی رات میں لوگوں سے استغفار کرنے کو کہتا ہو، اور حجت کے لئے اس حدیث کو پیش کرے۔ تسحر و افان فی السحور بركة سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے۔ اور کہے کہ تسحر سے مراد ذکر کرنا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ اس سے سحری کھانا مراد ہے یا کوئی شخص کسی سخت دل کو مجاہدے کے لئے کہتا ہے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذْهَبْ اِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰی (جَا فِرْعَوْنَ کے پاس کہ اس نے سر اٹھایا) اور اس سے اشارہ دل کی طرف کرے اور کہے کہ فرعون سے مراد دل ہی ہے تو یہ رائے سے تفسیر کرتا ہے اس جنس کی تفسیر کو بعض واغظین صحیح مقاصد میں استعمال کرتے ہیں اس خیال سے کہ کلام درست ہو جائے اور سننے والوں کو ترغیب ہو تو کوئی ان کی نیت صحیح ہوتی ہے مگر اس طرح کی تفسیر ممنوع ہے اور کبھی اس تفسیر کو فرقہ باطلہ اپنے غلط مطالب میں لوگوں سے دھوکا دینے اور ان کو مذہب میں لانے کے لئے استعمال کرتے ہیں اور قرآن کا معنی اپنی رائے اور مذہب کے مطابق کہہ دیتے ہیں حالانکہ قطعاً جانتے ہیں کہ یہ معنی مراد نہیں، غرض کہ ایک صورت تو رائے سے تفسیر کے منع کی یہ ہوئی جو مذکور ہوئی یعنی رائے سے مراد وہ رائے ہے جو فاسد اور موافق خواہش نفس کے ہو اس میں اجتہاد صحیح داخل نہیں اور لفظ رائے صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے مگر کبھی رائے خاص اسی کو کہتے ہیں جو موافق خواہش کے ہو۔

(۲) رائے سے تفسیر کے منع ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ظاہر الفاظ عربی کے خیال سے تفسیر قرآن کی طرف مبدرت کرے اور اس میں سماع نہ ہو وہ نہ قریب لفظوں سے واقف ہو نہ اسکے الفاظ مبہم اور مبدل سے ماہر نہ اختصار اور حذف و اضمار پر آگاہ نہ تقدیم و تاخیر کے قاعدہ سے آگاہ ہو تو جو شخص ظاہری معانی قرآن کے اچھی طرح

واقف نہ ہو اور صرف عربی سمجھنے پر اکتفا کر کے معانی کے استنباط پر جرات کرنے لگے گا وہ بے شک بہت غلطیوں کرے گا اور رائے سے تفسیر کہنے والوں کے ذمہ میں داخل ہوگا کیونکہ ظاہر معنی جاننے کے لئے نقل اور سماع چاہئے تاکہ غلطی کے مقامات سے محفوظ رہے پھر تفسیر ظاہری پختہ ہونے کے بعد فہم اور استنباط کی گنجائش ہو جاتی ہے اور جو الفاظ غریب کہ بغیر سماع کے سمجھ میں نہیں آتے وہ بہت سے اقسام ہیں ہم ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ ان سے دوسروں کا حل واضح ہو اور معلوم ہو جائے کہ ابتداء میں تفسیر ظاہر کے یاد کرنے میں سستی درست نہیں اور یہ کہ بغیر تفسیر ظاہر کے پختہ کرنے کے باطنی اسرار تک پہنچنے کی طمع نہیں ہو سکتی اور جو شخص اسرار قرآنی کے سمجھنے کا دعویٰ کرے اور تفسیر ظاہری میں پختگی حاصل نہ کی ہو وہ ایسا ہے جیسے کوئی کسی مکان کے گوشہ نشین تک پہنچنے کا دعویٰ کرے حالانکہ اس نے اس کے دروازہ میں قدم نہ رکھا ہو یا یہ دعویٰ کرے کہ میں ترکیبوں کے کلام کا مطلب سمجھ لیتا ہوں حالانکہ زبان ترکی کے مقاصد نہ سمجھتا ہو کیونکہ تفسیر ظاہری قائم مقام لغت کی تعلیم کے ہے جو سمجھنے کے لئے ضرور ہے۔ وہ بہت سی ہیں۔ (۱) حذف اور اضمار سے اختصار۔

قواعد سماع : جن امور میں سماع ضروری ہے وہ بہت ہیں۔ (۱) حذف اضمار سے اختصار جیسے واتینا ثمودا لناقة مبصرة فظلو بها (پ 5 بنی اسرائیل 9) میں ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایک ناقہ ہم نے ثمود کو آنکھیں کھولنے کو دی انہوں نے اپنے نفسوں پر اسے مار ڈالنے سے ظلم کیا ظاہر الفاظ عربی کا دیکھنے والا یہ گمان کرے گا کہ اونٹنی پینا تھی اندھی نہ تھی اور یہ نہیں سمجھے گا کہ انہوں نے ظلم کیا اور اپنے لوہے پر کیا یا غیر پر اور اس ارشاد اللہ تعالیٰ وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ میں حب کا لفظ محذوف ہے یعنی گو سلاہ کی محبت ان کے دلوں میں پلا دی گئی اور اذلالا ذقناک ضعف الحیوة وضعف الممات یہ مراد ہے کہ ہم تجھے زندوں کے عذاب کا دونا اور مردوں کے عذاب کا دونا چکھا دیں گے یہاں عذاب کا لفظ حذف کر دیا ہے اور زندوں اور مردوں کی جگہ حیات اور ممات کو بولا ہے یہ حذف و تبدل لغت فصیح میں درست ہے واسئل القرية النی کنافہا میں لفظ اہل محذوف ہے یعنی سوال کرو اس گاؤں کے باشندوں سے جس میں ہم تھے اور ثقلت فی المسوت والارض میں ثقلت کے معنی پوشیدہ ہونے کے ہیں یعنی قیامت آسمان و زمین والوں پر پوشیدہ ہے اور جب کوئی چیز مخفی رہتی ہے تو بھاری پڑ جاتی ہے اس لئے لفظ کی تبدیلی ہو گئی اور اہل کا لفظ حذف کر دیا گیا اور نجعلون رزقکم انکم نکذبون میں شک کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنی روزی دینے کے شکر کرنے کو جھٹلاتے ہو اور وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِکَ میں ^{۱۹۳}الست محذوف ہے یعنی دے ہمیں جو اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ہے اور اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ضمیر غائب قرآن کی طرف راجع ہے حالانکہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا اسی طرح حتی توارت بالحجاب میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے جو پہلے مذکور نہیں اور والذین اتخذوا امن دونه اولیاء مانعہم الا لیفربون الی اللہ زلفی میں یہ مراد ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں مانعہم الخ بقولون کو یہاں حذف کر دیا ہے اور اس آیت میں فَمَا لَهُمْ لَا یَقُومُونَ یَفْقَهُونَ حَدِیثًا مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَۃٍ فِیْمَنْ اللّٰہُ وَمَا اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فِیْمَنْ نَفِیْکَ سے یہ مراد ہے کہ وہ سمجھتے نہیں اپنے قول

کو ماصابک من حسنة اور اگر یہ مراد نہ ہو تو اس آیت کا مضمون اس ارشاد کے مخالف ہو جائے گا۔ قل کل من عند اللہ حالانکہ اس سے ظاہر مذہب قدریہ فرقہ کی تائید ہوتی ہے۔ (2) لفظ بدلا ہوا منقول ہونا جیسے وطوسینین میں سیناء کی جگہ سین ہے اور سلام علی الیاسین بجائے الیاس کے بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد اور لیس علیہ السلام ہیں کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں سلام علی اور یسین ہے۔ (3) لفظ کا مکرر ہونا جو ظاہر میں کلام کے اتصال کو قطع کرتا ہے جیسے اس آیت میں وما يتبع الذین يدعون من دون اللہ شرکاء ان يتبعون الا الطن کہ اس کے معنی میں ان تتبعون مکرر آیا ہے اور اس آیت میں قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا الصَّلَاةَ مِنْهُمْ کہ اس میں ایک لام اور ایک ضمیر مکرر ہے اور مراد میں امن من الذین استضعفوا ہے۔ (4) الفاظ کا مقدم و موخر ہو جانا اور یہ مقام بھی غلطی کرنے کا ہے۔ کسی کو قاعدہ معلوم نہ ہو تو غلطی کرتا ہے جیسے اس آیت میں وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى (پ 16 ط 129) اور اگر تمہارے رب کی ایک بات نہ گذر چکی ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپیٹ جاتا اور اگر نہ ہوتا ایک وعدہ ٹھہرایا ہوا۔ (کنز الایمان) اس کا معنی ہے کہ لَوْ لَا کَلِمَةٌ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى لَكَانَ لِزَامًا اگر یوں نہ ہو تو اجل کو منصوب ہونا چاہئے جیسے لزما ہے اور یسئلونک کانک وصفی عنہا کا معنی ہے۔ مجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا متلاشی ہے۔ یَسْأَلُونَكَ عَنْهَا کَانَکَ وَجَعْنٰی بِہَا۔ اور لَہُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّہُمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ کَمَا اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْنِکَ بِالْحَقِّ ان کو درجے میں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی آبرو کی جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر۔ میں اخرجک الخ جملہ سابق قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُولِ سے مرتبط ہے یعنی غنیمت کے مال تمہارے لئے اس لئے ہیں کہ تم اپنے نکلنے سے راضی ہو اور کافر ناراض ہیں پس حکم تقویٰ وغیرہ جملہ معترضہ کلام کے طور ہے اسی طرح یہ آیت حتیٰ نومنوا باللہ وحده الا قول ابراہیم لابیه لا تستغفرن لک تو کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا جب تک تم یقین دلاؤ اللہ کے لئے پر مگر ایک کہنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کو میں مانگوں گا معافی تیری۔ 12 (5) لفظ کا مبہم ہونا یعنی کوئی کلمہ یا حرف بہت سے معانی مشترک ہوں جیسے شے اور قرین اور امت و روح وغیرہ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ضرب اللہ مثلاً عبدا مملوکا لا بقدر عسی شئی اللہ نے بنائی ایک کماوت ایک بندے پر آیا مال نہیں رکھا کسی چیز پر 12 میں شی سے مراد عدل اور راستی کے لئے حکم نامہ اور فان تبعننی فلا تسلمنی عن شی میں صفات ربوبیت مراد ہیں وہ علوم جن کا پوچھنا عرف کو جائز نہیں جب تک کہ زمانہ استحقاق و قابلیت شروع نہ کرے۔ ام خلقوا من غیر شئی ام ہم الخالقون میں شی سے مراد خالق ہے اور اس کے ظاہری الفاظ سے کبھی یہ وہم ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ شی ہی ہوتی ہے۔ لفظ قرین کے مشترک ہونے کی مثل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقال قرینہ ہذا مالدی عنید اس میں قرین سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر موکل ہے اور اس آیت میں وقال قرینہ ربنا ما اطفینہ قرین سے مراد شیطان ہے۔ لفظ امت عربی میں آٹھ معانی میں مستقبل ہوتا ہے۔ (1) جماعت جیسے وجد علیہ امة من الناس یسقون۔ (2) نبیوں

کے پیروکار جیسے کہا جاتا ہے ہم امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (3) خیر کا جامع اور پیشوا جیسے اِنْ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَابِلًا اِلَيْهِ حَنِيفًا (4) دین جیسے انا وجدنا اباہاء فاعلى امة (5) وقت اور زمانہ جیسے الی امة معدودة اور وادکر بعد امة معنی قد کے جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص محسن الامۃ یعنی خوش قد ہے۔ (7) وہ شخص کہ کسی دین میں یکتا ہو، کوئی اس کا شریک نہ ہو (ہمتا) جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کو لشکر کے ساتھ * بھیجتے ہوئے فرمایا امة واحدة یعنی امت کا یگانہ اور یکتا۔ (8) ماں کے معنوں میں بھی آیا ہے جیسے کہا جاتا ہے هذا مہرید یہ زید کی ماں ہے۔

لفظ روح قرآن میں کئی معانی میں آیا ہے مگر ان کے ذکر سے ہم کلام طویل نہیں کرتے۔ حروف ابہام اور اس کی مثال آیت فَأَنْزَلْنَاهُمْ فَوْسَطًا بِمَجْمُعٍ اَنْزَلْنَاهُمْ سے اٹھاتے ہیں اس میں گرد پھر بیٹھ جاتے ہیں اس وقت فوج میں اس میں اول ضمیر بہ کی سموں کی طرف ہے جو اوپر والعلویات نبیہا میں مذکور ہے یعنی قسم ہے ان کی دوڑتے میں سننے یہ آواز نکلتی ہوئی جو سموں سے گرد اٹھائیں اور دوسری ضمیر کنالیہ غارت سے ہے جو مغیرات نبیہا میں ہے۔ یعنی صبح کو تاراج کرنے میں اور فوج مشرکین میں تاراج کرنے کی قسم ہے۔ فَأَنْزَلْنَاهُ السَّاءَ فَأَخْرَجْنَا بِمِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ (پھر ہم نے اتارا اس سے پانی پھر اس سے نکالے سب طرح کے پھل) میں ضمیر اول ابر کی طرف ہے اور دوسری پانی کی طرف اس طرح کے ابہام قرآن مجید میں بے شمار ہیں۔ رفتہ رفتہ بیان کرنا۔ مثلاً شہر رمضان الذی نزل فیہ القرآن (مہینہ رمضان کا جس میں نازل ہوا قرآن) قرآن کا اترنا رمضان میں فرمایا ہے مگر اس سے یہ ظاہر نہ ہوا کہ رات کو اترایا دن کو پھرانا انزلنہ فی لیلۃ مبرکۃ (ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں۔ سے رات کو اترانا ثابت ہوا مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ کون سی شب میں اترایا پھر انا اَنْزَلْنَاهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں۔) وہ عقیدہ بھی حل ہو گیا۔ حالانکہ ان کے ظاہری الفاظ میں اختلاف کا گمان ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ امور ایسے ہیں کہ بغیر نقل و سماع کے اور کوئی شے کافی نہیں اور قرآن مجید اول سے آخر تک اس قسم کے امور سے خالی نہیں اس لئے کہ وہ لغت عربی میں اترایا ہے تو جتنی قسمیں ابجاز اور طویل اور اشعار اور حذف اور ابدال اور تقدیم اور تاخیر کی عرب کے کلام میں ہیں ان سب پر قرآن بھی حاوی ہے تاکہ ان کے لئے معجزہ بن کر عاجز کر دے اگر کوئی ظاہر الفاظ عربی کو سمجھ کر قرآن کی تفسیر پر جرات لے اور سماع و نقل سے ان امور میں استعانت نہ کرے تو وہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جو قرآن کو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں مثلاً امت کے معنی مشہور سمجھ کر اس کی طبیعت اور رائے اسی کی طرف مائل ہو اور جب دوسری جگہ اس لفظ کو سننے تو اس کی رائے اسی طرف جائے جو مشہور معنی سن رکھے ہیں اور اس کے معنی کی کثرت کی تلاش نہ کرے کہ کتنے مسموع ہیں تو یہ ممنوع ہے نہ اسرار قرآنی اسی طرح سمجھ آسکیں گے جیسے مذکور ہوا۔

خلاصہ : یہ کہ تفسیر کے امور سماع سے معلوم ہو جائیں گے تو ضمیر ظاہر کی تفسیر یعنی الفاظ کا ترجمہ معلوم ہو جائے گا۔ اور صرف ترجمہ جانتا معانی کے حقائق فہمی میں کافی نہیں اور حقائق معانی اور لفظی ترجمہ میں فرق کی ایک مثال

سمجھئے گا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومارمیت اذرمیت ولكن الله رهي ظاهري ترجمہ تو یہ ہے کہ تو نے نہیں پھینکا جب پھینکا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ لیکن اس کا معنی باریک ہے۔ اس لئے کہ اس میں پھینکنے کا ثبوت اور نفی دونوں میں اور ظاہر میں اجتماع ضدین ہے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ پھینکنا اور اعتبار سے ہے اور نہ پھینکنا اور جہت سے اور جس اعتبار سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پھینکا۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے اسی طرح یہ آیت قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم اس میں جب قتل کی نسبت مسلمانوں کی طرف ہے تو اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب دینے والا کس طرح ہے اور اگر یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اس وجہ سے عذاب دینے والا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کو کفار کے قتل کے لئے وہی طاقت دیتا ہے مسلمانوں کو قتل کے لئے امر کرنے کے کیا معنی؟ ان معنوں کی حقیقت علوم مکاشفات کے ایک بڑے سمندر سے معلوم ہوتی ہے، ترجمہ ظاہر الفاظ اسمیں کارآمد نہیں، بلکہ اس کے معلوم کرنے کا طریق یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کرے کہ انسان کے افعال اس کی قدرت حادثہ سے وابستہ ہیں۔ اور یہ قدرت اللہ رب العزت کی قدرت سے مرتبط ہے، اسی طرح بہت سے باریک علوم وضاحت کے بعد یہ منکشف ہوگا کہ واقع میں ومارمیت اذرمیت ولكن الله رهي درست و بجا ہے اور اگر بالفرض ان معانی کے اسرار دریافت کرنے اور ان کے مقدمات والواحق کے باہم مرتبط ہونے میں تمام عمر صرف کر دی جائے تو غالباً اس کے تمام لواحق مکمل ہونے سے پہلے ہی عمر تمام ہو جائے اور کوئی کلمہ قرآن مجید کا ایسا نہیں جس کی تحقیق میں ان جیسے امور کی ضرورت نہ ہو مگر علم میں راسخ علماء کو اس کے اسرار اس قدر معلوم ہوتے ہیں جس قدر ان کے علم میں کثرت اور عملوں میں صفائی اور تامل کرنے کی رغبت میں زیادتی اور طلب میں خلوص ہوتا ہے اور ہر شخص ترقی کرنے میں ایک حد ہوتی ہے کہ اس سے اعلیٰ درجہ پر ترقی کر سکتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ سارے مدارج طے کر جائے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِثْلَ الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَاتُ رَبِّي (پ 16 ا کلمت 109) ترجمہ: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائیں گے اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ (کنز الایمان) (اگر سمندر سیاہی بنے اور درخت سب قلم ہو جائیں تب بھی اسرار کلمات الہی کے تحریر نہ ہو سکیں گے) اسی وجہ سے لوگ اسرار کی فہمی میں مختلف ہوتے ہیں، باوجودیکہ ترجمہ ظاہری سب جاننے میں مگر تفسیر ظاہری اسرار کے فہم میں وہ کافی نہیں اور اسرار کے فہمی کی مثال یہ ہے جو بعض اہل دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سجدے کی حالت میں اس دعا سے سمجھے ہیں۔ اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصى ثناء علیک انت کما اثنت علی نفسک ترجمہ: پناہ لیتا ہوں تیرے عفو کو عذاب سے اور پناہ لیتا ہوں تیری ذات کو تجھ سے میں تیری تعریف نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ فائدہ۔ جب آپ کو حکم ہوا کہ سجدہ سے قرب حاصل کرو، آپ نے سجدہ میں قرب پایا اور صفات الہی کی طرف نظر کر کے بعض صفات کے ساتھ بعض سے پناہ مانگی یعنی رضا کے ساتھ سخط سے پناہ مانگی اور یہ دونوں وصف ہیں اسی طرح معافات اور عقوبت دونوں صفات ہیں کہ پہلے کی بدولت دوسری سے پناہ مانگی پھر آپ کا قرب

زیادہ ہوا اور پہلا قرب بھی اسی میں مندرج ہو گیا تب آپ نے صفات سے ذات کی طرف ترقی کی اور فرمایا کہ اعدو
 بک منک تیری ذات کی پناہ پکڑتا ہوں تجھ سے، پھر آپ کا قرب اتنا زیادہ ہوا کہ آپ کو شرم آئی کہ بساط قرب پر
 ہو کر پناہ مانگتا ہوں اسی وقت ثناء و تعریف کی طرف مائل ہوئے اور فرمایا لا احصى ثناء عليك (میں تیری تعریف
 نہیں احاطہ کر سکتا) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بھی قصور ہے کہ ثنا کو اپنی طرف منسوب کیا تب فرمایا انت کما اثنیت
 علی نفسك تو ایسا ہے جیسا تو خود اپنی ذات کی ثنا کرے غرض کہ اہل دل کے لئے اس طرح کے رموز واضح ہوا
 کرتے ہیں، پھر ان رموز کی اور تہیں ہیں یعنی قرب کے معانی سمجھنا اور قرب خاص سجدہ میں ہونا اور ایک صفت کے
 ذریعہ سے دوسری سے پناہ مانگنا اور اس سے اس کی ذات کی پناہ لینا وغیرہ اور اسکے اسرار بہت ہیں۔ ظاہر لفظوں کے
 ترجمہ سے معوم نہیں ہوتے اور ترجمہ ظاہری کے مخالف بھی نہیں بلکہ ان سے اس کی تکمیل ہوتی ہے اور معانی
 باطنی سمجھنے سے ہماری مراد بھی یہی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ معانی ترجمہ ظاہری کے مخالف ہوں۔ (باب آداب
 تلاوت تمام ہوا والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة علی کل عبد مصطفیٰ والسلام علی من اتبع الهدی اس کے
 بعد باب ذکر اور دعاؤں کا باب مذکور ہوتا ہے۔

اذکار و ادعیہ کا بیان

ظاہر ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی زبانی عبادت نہیں اس کے بعد اگر کوئی ہے تو وہ ذکر الہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور خالص دعاؤں سے اپنے مطالب اس کی جناب میں عرض کئے جائیں۔ لہذا بیان کرنا ذکر اور دعا کی فضیلت اور ان کے آداب و شرائط کا بیان کرنا ضروری ہوا۔ اور یہ پانچ فصلوں میں مذکور ہوں گے۔

ذکر کے فضائل و فوائد

قرآنی آیات: (1) فَادْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ (پ 2 آیت 52) ترجمہ کنزالایمان: تو میری یاد کو میں تمہارا چہ چاکروں گا۔
فائدہ: حضرت ثابت بنی نے فرمایا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار مجھ کو کس وقت یاد کرتا ہے۔ لوگ ان سے ڈر گئے اور پوچھا کہ آپ یہ کیسے جانتے ہیں فرمایا کہ جب میں اس کو یاد کرتا ہوں وہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور فرمایا فَادْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا اور فرمایا فَاِذَا اَفْضَيْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَادْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمُشْعِرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هُنَّكُمْ (پ 2 البقرہ 198) ترجمہ کنزالایمان: تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو۔ مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی۔ اضافہ اویسی غفرلہ

(2) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مِّنَ سَلَاتِكُمْ فَادْكُرُوا اللّٰهَ اَجَاءَكُمْ اَوْ اَشَدُّ ذِكْرًا (پ 2 البقرہ 200) ترجمہ کنزالایمان: (پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دوا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (3) الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَفُعُوْدًا عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (پ 1 البقرہ 191) یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے پر لیٹے۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَادْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَفُعُوْدًا عَلٰی جُنُوْبِكُمْ پھر جب نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے۔ 12

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ رات کو اور دن کو خشکی اور تری میں حضر اور سفر میں دولت مندی اور مفلسی میں بیماری اور صحت میں باطن اور ظاہر میں ذکر کرتے رہو۔ (4) منافقوں کی مذمت میں ارشاد فرمایا وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر بہت کم (5) وَادْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ نَضْرَعًا وَحَبِيْفَةً وَتَوْنَ الْجَهْرُ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑ گزاتا اور پکار سے کم آواز بولنے میں صبح اور شام کے وقتوں میں اور مت رہ بے خبر۔ (6) وَلَذِكْرِ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اور اللہ کی یاد ہے سب سے بڑی۔

فائدہ . حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کے دو معنی ہیں۔ (1) جتنا تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا تم کو یاد کرنا بڑا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تمام عبادتوں سے زیادہ ہے ان کے سوا اور بہت سی آیات ہیں۔

احادیث مبارکہ : (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفلوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسے ہے جیسے سوکھے اور ٹوٹے ہوئے درختوں کے درمیان سبز درخت ہوتا ہے۔ (2) فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کا المقاتل فی القارین ترجمہ۔ (اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غفلوں میں مثل لڑنے والوں کے ہے بھاگنے والوں میں) (3) فرمایا ذاکر اللہ فی الغافلین کا الحی بیس الاموات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غفلوں میں مثل زندہ کے ہے مردوں میں۔ (4) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک کہ وہ مجھے یاد کرے اور میری یاد میں اسکے ہونٹ ملتے رہیں۔ (5) فرمایا کہ انسان کو کوئی عمل عذاب الہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا بھی فرمایا راہ اللہ میں جہاد بھی نہیں مگر اس صورت میں کہ تلوار سے اتنا جنگ کرے کہ وہ ٹوٹ جائے پھر اس سے جنگ کرے کہ ٹوٹ جائے پھر اس سے ضربیں لگائے کہ ٹوٹ جائے۔ (6) فرمایا کہ کسی کی خواہش ہو کہ جنت کے گلزاروں میں چرے اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرے۔ (7) کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ ایسے حال میں مرو کہ ذکر اللہ سے زبان ہو۔ (8) فرمایا کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر زبان تر رکھو تاکہ صبح اور شام کو ایسے ہو جاؤ کہ تمہارے اوپر کوئی خطا نہ ہو۔ (9) فرمایا کہ صبح اور شام کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا راہ اللہ میں تلواروں کے توڑنے اور پلنی بہانے کی طرح۔ راہ اللہ میں مل خرچ سے افضل ہے۔ (10) فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، یعنی میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور جب مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اسکے مجمع سے بہتر میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک ہاشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف کو آہستہ چلتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں یعنی جلد دعا قبول کرتا ہوں۔ (11) فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سلیہ میں جگہ دے گا اس دن کہ بجز اس کے اور کوئی سلیہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کے خوف سے روئے۔ (12) حضرت ابوذر راء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک بہت پاکیزہ اور تمہارے درجات میں سب سے اونچی، اور تمہارے سونے اور چاندی کے

دینے سے بہتر اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم اپنے دشمنوں سے دوچار ہو ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرنا۔ (13) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس کو میرا ذکر سوال کرنے سے روک دے گا اے وہ دوں گا کہ جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ اس سے بہتر ہو۔

اقوال اسلاف : فضیل کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم علیہ السلام تو مجھے ایک ساعت صبح کے بعد اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر میں تجھے ان دونوں کے درمیان میں کفایت کروں گا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہو کر میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اس پر غالب ہے تو میں اس کے انتظام کا ذمہ دار ہوتا ہوں اور اس کا ہم نشین اور ہم کلام اور انیس ہو جاتا ہوں۔ (3) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر دو ہیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کو اپنے جی میں یاد کرنا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو علم نہ ہو یہ نہایت عمدہ ہے اور اس کا ثواب بہت بڑا ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اس وقت یاد کرنا ہے کہ وہ محروم کر دے۔ (4) فرمایا ہے کہ دنیا سے تمام لوگ پیاسے نکلیں گے بجز اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے۔ (2) معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے بجز اس ساعت کے جو ان پر آئی ہو اور انہوں نے اس میں ذکر اللہ نہ کیا ہو۔ (اللہ و رسولہ اعلم)۔

فضائل مجالس ذکر احادیث مبارکہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھ کر ذکر الہی کرتے ہیں تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس والوں یعنی صلاء اعلیٰ میں کرتا ہے۔ (2) فرمایا جو لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے بجز اس کی رضا اور کچھ ان کا مقصود نہیں ہوتا تو ان کو ایک منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ اٹھو تمہاری مغفرت ہو گئی اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں۔ (3) فرمایا جو لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو قیامت میں ان کے لئے حسرت ہوگی۔ (4) حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الہی جب تو مجھے دیکھے کہ میں ذکر کرنے والوں کی مجلس سے غفلتوں کی مجلس کی طرف بڑھا جاتا ہوں تو ان تک پہنچنے سے پہلے میری ٹانگ توڑ دے کہ یہ منجملہ تیرے احسانوں کے ہوگا۔ (5) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمانداروں کی نیک مجلس بیس لاکھ بری مجلسوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ (6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا ہوگا۔ ایسے دیکھیں گے جیسے ستارے دیکھے جاتے ہیں۔ (7) سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو شیطان اور دنیا الگ ہو جاتے ہیں۔ شیطان دنیا سے کہتا ہے کہ دیکھتی ہے یہ کیا کرتے ہیں تو دنیا کہتی ہے کہ کر لینے دے یہ جب جدا ہوں گے ان کی گردنیں پکڑ کر تیری طرف لے آؤں گی۔

حکایت : ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بازار میں گئے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہاں ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث مسجد میں تقسیم ہو رہی ہے لوگوں نے بازار کو ترک کر دیا اور مسجد کو روانہ ہوئے وہاں کچھ مل نہ دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آکر کہا کہ ہم نے کوئی میراث بٹتے نہ دیکھی، آپ نے پوچھا کہ پھر کیا دیکھا، انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میراث یہی تو ہے۔

حدیث : (8) امت بن ابی صالح سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے نامہ اعمال کے لکھنے والوں کے سوا زمین میں ذکر کر کے حلقے ڈھونڈھتے رہتے ہیں، جب کسی قوم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنا مطلوب کی طرف چلو فرشتے وہاں آتے ہیں اور آسمان دنیا تک ذکر کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیا کرتے چھوڑا وہ عرض کرتے ہیں کہ انہیں ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ تیری حمد اور بڑائی اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے، وہ کہتے ہیں، نہیں، اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو، فرشتے کہتے ہیں اگر دیکھ لیں تو زیادہ تیری تسبیح اور تحمید کریں، پھر پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دوزخ سے، فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے، عرض کرتے ہیں، نہیں فرماتا ہے کہ اگر دیکھیں تو کیسی ہو، عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس سے زیادہ گریز اور نفرت کریں، پھر پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جنت کے سائل ہیں، فرماتا ہے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں، نہیں، فرماتا ہے اگر دیکھ لیں تو کیا ہو، عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھ لیں تو اس کے زیادہ حریص ہو جائیں، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ الہی ان میں فلاں شخص تھا وہ ان کے ارادے نہیں آیا تھا، بلکہ اپنے کسی کام کو آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے طفیل کوئی محروم نہیں ہوتا۔ *

فضائل کلمہ طیبہ : (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اور مجھ سے سابقین انبیاء نے کہا ہے اس میں سے افضل یہ قول ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ (2) فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار کہے لا الہ الا

۱۰۔ یہ طویل حدیث صحاح میں بھی موجود ہے اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک شے رگ کے قریب تر ہے اس کے باوجود فرشتوں سے حالات پوچھ رہا ہے، معلوم ہوا کہ حالات کا سوال لاعلمی کی دلیل نہیں ایسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام سے سوال کرتے تو آپ سے کوئی ایسی ثابت کرتا ہے، جانوں کا کام ہے دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ والوں سے کی محبت موجب نجات اور بہشت کا نکت ہے،

۱۱۔ یہ بھر خوب فرمایا مولانا رومی قدس سرہ نے * یک زمانہ محبت بالولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے دیا۔

اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قذیر اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی اور سو برائیاں دور کی جائیں گی اور اس روز شیطان سے شام تک اس کو پناہ رہے گی اور اس کے عمل سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہیں۔ بجز اس شخص کے جس نے دس سے زیادہ یہ کلمے پڑھے۔ (3) فرمایا کہ جو شخص وضو اچھی طرح کر کے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جائیں گے جس میں سے چاہے اندر چلا جائے۔ (4) فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو قبور سے اٹھنے میں (گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں) نفع صور کے وقت اپنے جسموں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں الحمد للہ الہی اذهب عا الحزننا ان ربنا لغفور شکور (5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نیکی کرو گے وہ قیامت کے دن وزن کی جائے گی مگر اسی بات کی گواہی کہ لا الہ الا اللہ اس کے لئے ترازو نہیں رکھی جائے گی اس لئے کہ اگر یہ کلمہ اس شخص کے پلے میں رکھا جائے گا جس نے اس کو صدق دل سے کہا ہو اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ان کے درمیان کی چیزیں دوسرے پلے میں رکھی جائیں گی تو ان سب سے لا الہ الا اللہ ہی جھکتا رہے۔ (6) فرمایا کہ اگر صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہنے والا بقدر زمین کے گناہ لائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ (7) فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شخص مرنے کو ہو اس کو لا الہ الا اللہ کی شہادت تلقین کرو کہ وہ گناہوں کو ڈھا دیتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مرنے والوں کے لئے ہے زندوں کے لئے کیا ہے۔ فرمایا کہ ان کے حق میں زیادہ تر ڈھاتی ہے۔ (8) فرمایا من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنة ترجمہ۔ جس نے مخلصانہ طور پر لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

تم سب جنت میں جاؤ گے مگر جو شخص بانکار پیش آئے اور اللہ تعالیٰ کا یوں تابعدار ہو جیسے اونٹ اپنے مالک کا تابعدار ہوتا ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سے بانکار کون پیش آتا ہے۔ فرمایا جو لا الہ الا اللہ نہ کہے پس لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو قبل اس کے کہ تم میں اور اس کلمہ میں آڑ کر دی جائے کیونکہ یہ کلمہ توحید اور کلمہ اخلاق اور کلمہ تقویٰ اور کلمہ طیبہ اور دعوت الحق اور عروہ و ثقی ہے اور جنت کا دام بھی وہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمن 60) ترجمہ۔ نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔ (کنز الایمان)

فائدہ۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں تو احسان لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے اور آخرت میں جنت ہے اسی طرح للذین احسوا الحسنى و زیادة ترجمہ۔ اور بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔ زیادہ کہا گیا ہے حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس بار کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قذیر۔ اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ (10) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں دو سو دفعہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد

وہو علی کل شی قدیر۔ اس سے نہ تو وہ سبقت لے جائے گا جو اس سے پہلے تھا اور نہ اس کو وہ پائے گا جو اسکے بعد ہو گا مگر جو کوئی اس کے عمل سے افضل کرے گا وہ البتہ اس سے سبقت لے جائے گا۔ (۱۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر۔ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس لاکھ برائیاں دور ہوں گی اور اس کے لئے ایک مکان جنت میں بنایا جائے گا۔ (۱۲) مروی ہے کہ بندہ جب لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ کلمہ اس کے نامہ اعمال کی طرف آتا ہے تو جس خطا پر گزرتا ہے اس کو مٹاتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی اپنی نیکی دیکھتا ہے تو اس کے پہلو میں بیٹھ جاتا ہے۔ (۱۳) حدیث صحیح میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر۔ تو ایسا ہے کہ جیسے چار غلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کئے۔ (۱۴) حدیث صحیح میں حضرت عبودہ بن الصامت سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی رات کو جاگے پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر کہے اٹھی مجھے بخش دے تو اس کی مغفرت ہو جائے گی یا دعائے گاتو قبول ہوگی اگر وضو کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

فضائل سبحان اللہ الحمد للہ و دیگر اذکار : (۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر اور سو پورا کرنے کو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر۔ کہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (۲) جو شخص دن میں سو بار سبحان اللہ والحمد للہ کہے اسکے گناہ دور ہو جائیں گے۔ گو سمندر کے جھاگ جیسے ہوں۔ (۳) مروی ہے کہ ایک شخص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ مجھ سے دنیا نے پیٹھ پھیر لی اور میں تنگ دست ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو فرشتوں کی نماز اور خلق کی تسبیح کیوں نہیں پڑھتا اس سے تو لوگوں کو روزی ملتی ہے اس نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع سے فجر کی نماز پڑھنے تک کے اندر سو بار سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ پڑھ لیا کر دنیا تیرے پاس خوار و ذلیل ہو کر آئے گی اور اللہ تعالیٰ ہر کلمہ سے اس دعا کے ایک فرشتہ پیدا کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مانگ تجھے ملے گا۔ (۵) رفاعہ زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سمیع اللہ لس حمدہ کہا تو ایک شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سے کہا ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا کہ کون بولا تھا اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اوپر تمیں فرشتوں کو دیکھا کہ اس کلام کی طرف جھپٹتے تھے کہ اس کو کون پہلے لکھے۔ (۶) فرمایا کہ

باقیات الصالحات یہ ہیں لا الہ الا اللہ وسبحان اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ولا حول ولا قوة الا باللہ (7) فرمایا کہ اگر زمین پر کوئی شخص سے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ لا حول ولا قوة الا باللہ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں اسے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ (8) نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے جلال اور تسبیح اور تہلیل اور تحمید کا ذکر کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے گرد پھرتے ہیں اور شہد کی مکھی کا سا بھنسنہاٹ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کا ذکر پروردگار کے پاس کرتے ہیں۔ کیا تم میں سے کسی کو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیشہ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتا رہے۔ (9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا ہے یعنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ایک روایت میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر زیادہ ہے۔ اور فرمایا کہ یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (10) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گفتار یہ چار کلمات ہیں (1) سبحان اللہ (2) والحمد للہ (3) ولا الہ الا اللہ (4) واللہ اکبر کہے ان سے جس کلمہ کو پڑھے کوئی حرج نہیں اس روایت کو سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے (11) ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کتنا میزان بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ واللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز نور ہے اور خیرات کرنا برہان ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے نفع یا نقصان کے لئے حجت ہے تمام انسان صبح کو اٹھ کر یا تو اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں پھر اس کو ہلاک کر دیتے ہیں یا اپنے نفس کو خریدتے ہیں اور اس کو آزاد کرتے ہیں (12) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (13) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کلام محبوب تر ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کلام اس نے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (14) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام میں ان کلام کو منتخب فرمایا ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس جب بندہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور بیس برائیاں اس سے دور کی جاتی ہیں اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تب بھی اسی طرح ہوتا ہے اور آخر تک کلمات کو ذکر فرمایا کہ ہر ایک کے کہنے میں ایسا ہی حال ہے (15) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے لئے ایک درخت جنت میں لگایا جائے گا۔ (16) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فقیر اچھا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی خدمت میں عرض کی کہ دولت مند ثواب لے گئے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں وہ اپنے بچے ہوئے اموال سے خیرات کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا تمہارے لئے کوئی چیز نہیں بنائی جس سے تم صدقہ کرو، تمہارے لئے سبحان اللہ کہنا صدقہ اور الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، ہر تمہیل صدقہ اور ہر ایک تکبیر صدقہ ہے، اچھی بات کے لئے امر کرنا صدقہ ہے، بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو یہ بھی اس کے حق میں صدقہ ہے اور تمہارے لئے اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے میں صدقہ ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ اپنی شہوت کے پورا کرنے بھی ثواب ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ اگر شہوت کو حرام میں صرف کرنا تو گناہ ہوتا ہے یا نہیں عرض کی بے شک گناہ ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح اگر حلال میں صرف کرے گا تو ثواب ہو گا۔ (17) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مالدار ثواب میں ہم سے بڑھ گئے کہ جو ہم کہتے ہیں اس کو وہ بھی کہتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے ایسا عمل نہ بتا دوں کہ جب تو اس کو کرے تو جو تجھ سے اسے پالے اور جو تیرے بعد ہو اس پر فائق ہو بجز اس شخص کے کہ تیرے موافق کہے، وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر کہ لیا کر۔ (18) بسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو اپنے اوپر سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور سیوح قدوس کہنا لازم کر لو، اس سے غفلت نہ کرو عدد کا شمار انگلیوں گروہوں سے کیا کرو کہ انگلیوں کی پوریں قیامت کے دن شہادت دیں گی۔ (19) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سبحان اللہ کہنے کو شمار کرتے جاتے تھے (20) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کہتا ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے کہ کوئی معبود میرے سوا نہیں اور میں سب سے زیادہ بڑا ہوں، اور جب بندہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ درست کہتا ہے۔ گناہ سے بچنے کی طاقت اور طاعت کے لئے قوت بجز میرے اور کسی طرح نہیں، اور جو شخص ان کلمات کو مرنے کے وقت کہے تو اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی (21) معتب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں کما لیا کرے لوگوں نے عرض کی کہ کیسے ہو، آپ نے فرمایا کہ سو بار سبحان اللہ کہ لیا کرے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہزار برائیاں اس سے دور کی جائیں گی (22) فرمایا اے عبداللہ بن قیس حضرت ابو موسیٰ کو خطاب فرما کہ کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بتا دوں عرض کی ارشاد فرمائیے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ (23) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا

باللہ کا کتنا جنت کے خزانوں میں سے عرش کے نیچے کا ایک عمل ہے جب بندہ اسے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اسلام لایا اور فرمانبردار ہوا (24) فرمایا کہ جو شخص صبح کو کہہ لیا کرے رضیت باللہ رباً وبالسلام دیساو بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ورسولا تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن راضی کر دے (25) ایک روایت میں ہے کہ کوئی اس دعا کو پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔ (25) مجاہد فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر سے بسم اللہ کہہ کر نکلتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا اور جب کہتا تو کلت علی اللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو کفایت کیا گیا اور جب کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو فرشتہ کہتا ہے کہ تو حفاظت کیا گیا پھر اس سے شیطان علیحدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر تمہارا بس نہ چلے گا کہ یہ ہدایت اور کفایت اور حفاظت میں داخل ہوا۔

سوال: کیا وجہ ہے کہ ذکر الہی باوجود زبان پر ہلکا ہونے اور تھوڑی مشقت کے تمام عبادت کی بہ نسبت مفید تر اور افضل ہو گیا حالانکہ دیگر عبادات میں محنت بہت ہوتی ہے؟

جواب: اس امر کی تحقیق تو علم مکاشفہ کے بغیر اور جگہ زیبا نہیں مگر جس قدر کا ذکر کرنا علم معاملہ میں موزوں ہے وہ یہ ہے کہ ذکر سے تاثیر اور نفع ہوا کرتا ہے وہ حضور دل کے ساتھ ہمیشہ ذکر کرتا ہے اور زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل ہونا نفع نہیں۔ حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے فرمایا *

اتّخِذْ ذِکْرَکَ کُنْدَاثْرَہٗ بِزَبَانِ دُرِّ دِلِّ گَاؤْخَرِ

ایسا ذکر کب اثر کرے گا جب کہ زبان اللہ اللہ لیکن دل میں گَاؤْخَرِ کا تصور ہو

زبان در ذکر و دل در فکر خانہ چہ حاصل زین نماز پنج گانہ

ترجمہ۔ زبان پر ذکر اور دل فکر خانہ میں جھٹلا ہو تو ایسی پنج گانہ کا کیا فائدہ۔ اور یہی احوال سے بھی معلوم ہوتا ہے اور کسی لحظہ میں ذکر دل کا حاضر ہونا اور پھر دنیا میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا بھی مفید نہیں بلکہ حضور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہمیشہ یا اکثر اوقات ہے۔ تمام عبادت پر مقدم ہے بلکہ اسی سے عبادتوں پر شرف ہے اور وہی عملی عبادتوں کی علت نمائی ہے اور اس کی انتہا یہ ہے کہ انس و محبت اس کے مطابق ہو جائیں اور انہیں کی وجہ سے فکر سرزد ہو اور مطلوب بھی یہی انس و محبت ہوتی ہے جو باعث ذکر ہو کیونکہ ابتدائے حال میں کبھی تکلیف اپنے دل اور زبان و سوسوں سے روک کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف کرتا ہے اور اگر بتوفیق الہی اس پر مداومت کرتا ہے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں مذکور کی محبت جھتی ہے اور اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ امر تو عادت میں بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک غائب کا ذکر کرو اور اس کی خصلتیں بار بار سناؤ تو وہ اس سے محبت کرے گا بلکہ کبھی صفت اور کثرت ذکر ہی سے عاشق ہو جاتا ہے تو انجام کو کثرت ذکر پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے

اور جو شخص کسی چیز کا ذکر بہت کرتا ہے گو تکلیف سے ہو، وہ اسی شے کو محبوب جانتا ہے، اسی طرح ذکر الہی اول میں تکلیف کے ساتھ بھی اس امر کا ثمرہ دیتا ہے کہ مذکور کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ سے آدمی کو انس و محبت ہو جائے اور انجام تو یوں ہوتا ہے کہ اس سے صبر نہیں کر سکتا، تو جو چیز اول میں موجب تکلیف تھی وہ موجب محبت ہو جاتی ہے اور جو ثمر تھی وہ علت ٹھہرتی ہے یہی معنی ہے اس قول کے جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے بیس برس قرآن پر محنت اٹھائی پھر بیس برس کے بعد دولت ملتی اور یہ دولت بجز انس و محبت کے اور کسی چیز سے صادر نہیں ہوتی اور انس و محبت جیسی حاصل ہوتی ہے کہ بہت مدت تک تکلیف و مشقت اٹھائی جائے یہاں تک کہ تکلیف کا امر طبعی ہو جائے اور اسے بعید نہ جانو کہ دیکھتے ہی ہو کہ انسان بعض اوقات کسی چیز کے تکلف کرتا ہے اور اول بد مزگی کے باعث اس کو برا جانتا ہے اور زبردستی ٹکٹا ہے مگر اس پر مداومت کرنے سے وہ اس کی طبیعت کے موافق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اس سے صبر نہیں کرتا غرضیکہ آدمی کا نفس متحمل ہوتا ہے جس طرح کی عادت ڈالو ویسا ہی عادی ہو جاتا ہے اور جو چیز اس سے تکلیف کراؤ یعنی خیر کا عادی بناؤ وہ اس کے لئے طبیعت ہو جاتی ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے ذریعے انس حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ماسوا سے منقطع ہو جاتا ہے اس کے سوا بھی وہ چیزیں ہیں کہ مزے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گی مثلاً گھروالے اور مل اور اولاد اور حکومت قبر میں کوئی ساتھ نہ ہوگی بجز ذکر الہی کے کچھ ساتھ نہ رہے گا۔ جو ذکر الہی سے انس رکھتا ہو گا تب تو ان اشیاء سے منقطع ہو گا اور جو تعلقات ذکر سے روکتے تھے ان کے دفع ہونے سے لذت پائے گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں ضرورتیں ذکر اللہ سے روکتی ہیں اور موت کے بعد کوئی مانع نہ رہے گا تو اس وقت اس میں اور اس کے محبوب میں تخلیہ کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں اس کا حل بہت بہتر ہو گا اور اس قید خانہ سے چھوٹ جائے گا جس میں اپنے انس کی چیز سے رکا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ تم جس چیز کو چاہو، محبوب کر لو، مگر اس کو تمہیں چھوڑنا پڑے گا۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو دنیا کے متعلق ہوں اس لئے کہ مرنے سے آدمی کے حق میں یہی چیزیں جاتی رہتی ہیں کہ جتنی چیزیں زمین پر ہیں سب قفل ہیں، صرف ذات پاک پروردگار کی باقی ہے اور دنیا کا اس کے حق میں موت کے باعث فنا ہونا اس وقت تک رہے گا کہ وہ شخص مدت مکتوب کے پورا ہونے پر واقع میں فنا ہو جائے اور اس انس سے بندہ اپنی موت کے بعد لذت پاتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے جوار میں نازل ہو کر ذکر سے بقا کی طرف ترقی کر جائے اور یہ اجر قبروں میں سے اٹھنے اور سینوں کے اندر کی باتیں معلوم ہونے کے بعد ہو گا اور اس دلیل سے کہ مرنا عدم ہے اس کے ساتھ ذکر کیسے رہ سکتا ہے، موت کے بعد ذکر الہی کے ساتھ رہنے سے انکار نہ کرنا چاہئے کیونکہ مرنے سے آدمی ایسا معدوم نہیں ہوتا کہ ذکر کا مانع ہو بلکہ اس کا معدوم ہونا صرف دنیا اور عالم ظاہری سے ہے عالم ملکوت سے معدوم نہیں ہوتا، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ ان بصوا ما حصرة من النار اور وصية من رياض الجنة قبریا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا گلزار ہے جنت کے گلزاروں میں سے۔ اور اس حدیث میں ارواح الشهداء فی حواصل ظیور حصر شہیدوں کی

روحیں سبزپردوں کے پونوں میں رہتی ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اس ارشاد میں بھی اشارہ ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے مشرک مقتولوں کو ہر ایک کا نام لے کر فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں جو کچھ تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا اسے تم نے سچ پایا نہیں مجھ سے تو جو کچھ میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا اسے میں نے سچ پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسے سنیں اور کیونکر جواب دیں وہ تو مر گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میرے کلام کو ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر یہی فرق ہے کہ ان کو جواب دینے کی قدرت نہیں یہ روایت حدیث صحیح میں ہے۔

فائدہ : یہ ارشاد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرکین کے بارے میں ہے اور ایمانداروں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان کی روحیں سبز جانوروں کے پونوں میں عرش کے نیچے لٹکتی ہیں اور یہ حالت جو کیفیت کہ ان الفاظ سے پائی جاتی ہے ذکر الہی کے مخاطب نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ترجمہ۔ اور تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مرے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی نہیں ان میں سے پیچھے اس واسطے نہ ڈر ہے ان پر نہ ان کو غم اور ذکر الہی کے شرف کی وجہ سے رتبہ شہادت بڑا ٹھہریا اس لئے کہ مقصود خاتمہ ہے اور ہماری غرض خاتمہ سے دنیا کا رخصت ہونا اور اللہ کے سامنے ایسے حال میں حاضر ہونا کہ دل اللہ تعالیٰ میں ڈوبا ہو اور اس کے سوا سے منقطع ہو پس اگر کوئی بندہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ میں مستغرق کر دے تو اس سے اس حالت پر مرنا بجز صفت جنگ کے اور طرح پر نہ ہو سکے گا کیونکہ صفت جنگ میں اپنی جان اور مال اور اولاد بلکہ تمام دنیا سے طمع باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان چیزوں کو زندگی کے لئے چاہا کرتا ہے اور جب محبت الہی اور اس کی رضا جوئی میں اس کے دل پر زندگی بے قدر ہوگئی تو ان چیزوں کی بھی قدر نہ رہے گی۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو رہنے کی اور کوئی صورت نہیں اسی سبب سے شہادت کا معاملہ بہت بڑا ٹھہرا اور اس کے فضائل بے شمار وارد ہوئے مثلاً جب احد کی لڑائی میں حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لڑکے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھے ایک بشارت دیتا ہوں انہوں نے عرض کیا کہ بہتر اللہ تعالیٰ آپ کو خیر کی بشارت دے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر کے اپنے سامنے بٹھلایا اس طرح کہ اس میں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی پردہ نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ اے میرے بندے جو کچھ چاہے مجھ سے تمنا کر میں تجھے دوں گا۔ تیرے باپ نے کہا

کہ الہی میری تمنا ہے کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے تاکہ میں تیری راہ میں اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت میں پھر سے مارا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے متعلق تو میرا حکم پہلے ہو چکا ہے کہ لوگ دنیا میں پلٹ کر نہ جائیں۔ پھر قتل اس جیسی حالت پر مرنے کا باعث ہے کیونکہ اگر مارا نہ جائے اور مدت تک زندہ رہے تو کیا عجب ہے کہ دنیا کی شہوات اس کی طرف لوٹ آئیں اور اس کے دل پر جو ذکر الہی کا غلبہ ہے اس پر غالب ہو جائیں اور جنت اسی وجہ سے نکل معرفت خاتمہ کے معاملہ سے بہت خوف کرتے رہتے ہیں کیونکہ دل پر چند ذکر الہی کو لازم رکھتا ہو مگر تاہم بدلتا رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ التفات دنیا کی شہوات کی طرف رکھتا ہے اور قصور اور سستی عارضی سے خللی نہیں رہتا پس اگر معذرتہ آخر حال میں اس کے دل میں دنیا کا معاملہ چھا جائے اور دنیا سے اسی حالت میں کوچ کر جائے تو قریب قیاس یہی ہے کہ اسی معاملہ کا غلبہ اس کے دل پر باقی رہے اور مرنے کے بعد اس کا مشتق ہو کر دنیا میں پھر سے آنے کی تمنا کرے اور یہ تمنا اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ آخرت کا سپرد کم ہوتا ہے کیونکہ آدمی کی موت اس حال پر ہوتی ہے جس پر زندگی کرتا ہے اور حشر اس پر ہوتا ہے جس پر مرتا ہے اس صورت میں اس خطرہ سے زیادہ بچاؤ کی صورت شہادت کا خاتمہ ہے بشرطیکہ شہید کی غرض مل کا اصل کرنا یا بھلوری میں مشہور ہو جانا وغیرہ نہ ہو جن کا ذکر حدیث میں ہے کہ ایسے شہید دوزخ میں جائیں گے بلکہ اللہ کی محبت اور اس کا بول بالا ہونے کا ارادہ ہو اور یہی حالت ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ** ترجمہ اللہ نے خرید لیا ہے مسلمانوں کی جانوں اور اموال کو جنت کے بدلے ایسا شخص دنیا کو آخرت کے عوض میں بیچتا ہے۔ اور شہید کا حل کلمہ طیبہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کی مراد کے موافق ہے اس لئے کہ اس کا مقصود بجز اللہ تعالیٰ کے اور کچھ نہیں اور ہر ایک مقصود معبود ہوتا ہے اور ہر معبود اللہ ہے تو شہید اپنی زبان حل سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے کہ اس کے سوا اس کا معبود نہیں اور جو شخص کہ یہ کلمہ اپنی زبان سے کہے اور اس کا حل اس کلمہ کے موافق نہ ہو تو اس کا معاملہ مشیت ایزدی میں ہے اور اس کے حق میں خطرہ سے خللی نہیں اور بوجہ مذکورہ سابقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا الہ الا اللہ کے کہنے کو تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے اور بعض جگہ تو مطلق کہنے کو ذکر کہا ہے تاکہ لوگوں کو ترغیب ہو پھر بعض جگہ صدق اور اخلاص کو اضافہ کر کے ارشاد فرمایا **مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** مخلصاً ترجمہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ اخلاص کے ساتھ۔ یہ معنی ہے کہ حل بموجب قول زبانی کے ہو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ ان لوگوں میں سے کر دے جو حل اور قل اور ظاہر و باطن میں لا الہ الا اللہ والے ہوں تاکہ ہم دنیا کو یوں چھوڑیں کہ اس کی طرف ذرا دھیان نہ ہو بلکہ اس سے تقرب ہو اور اللہ تعالیٰ کی لقاء کے خواہیں ہو کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی لقاء کو چاہتا ہے اللہ اس کی لقاء چاہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا برا جانتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی صورت دیکھنا برا جانتا ہے یہ ذکر کے معنی کے وہ اشارات ہیں کہ ان سے زیادہ علم معاملہ میں بیان نہیں ہو سکتا۔

دعا و استغفار اور درود و سلام

دعاء کے فضائل و آداب : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِذْ سَأَلْنَاكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي** ترجمہ۔ اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے میرے متعلق تو نزدیک ہوں پہنچتا ہوں پکارنے والے کو جس وقت مجمع پکارتا ہے پس چاہئے کہ حکم مانیں میرا۔ اور فرمایا **ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ** ترجمہ : پکار رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اور اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور فرمایا **قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى** ترجمہ۔ اللہ کو پکارو یا رحمن کو جو اس کو پکارو گے سو اسی کے ہیں نام خالص اور فرمایا **قال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم و اخرین ترجمہ اور کتا ہے رب تمہارا مجھ کو پکارو کہ پسچوں تمہاری پکار کو** بے شک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری عبادت سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔ اور احادیث اس کے فضل میں یہ ہیں کہ نعمان بن بشیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء هو العبادۃ ترجمہ۔ دعا مانگنا عبادت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادعونی استجب لکم کو آخر آیت تک پڑھا اور ایک میں ارشاد ہے الدعاء مع العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روی ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی چیز اللہ کے نزدیک دعا سے بزرگ تر نہیں اور فرمایا کہ بندہ دعا سے ایک نہ ایک تین باتوں میں سے جانے دیتا یا تو اس کا گنہ بخشتا جاتا ہے یا کوئی بہتری مردست مل جاتی ہے یا کوئی چیز اس کے لئے ذخیرہ کر دی جاتی ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نیکی کرنے کے ساتھ دعا اس قدر رکھنی ہے جیسے کھانے کے ساتھ نمک کی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کرو کہ اس کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی مانگے اور بہترین عبادت کشلوگی کا خطر رہتا ہے اور دعا کے آداب۔

دعا کے آداب دس ہیں : 1۔ دعا کے لئے وقت کا خطر ہے جیسے سال میں عرقہ کا دن اور مہینوں میں رمضان کا مہینہ اور ہفتہ میں جمعہ اور رات کی سہلات میں سحر کا وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ** اور صبح کے وقتوں میں وہ معافی مانگتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر

شب میں جب تمہائی پچھلی رات رہتی ہے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے کہ کوئی ہے مجھ سے دعا مانگے میں قبول کروں کوئی ہے مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں کوئی ہے مجھ سے مغفرت کا خواہاں میں اسے بخش دوں۔

حکایت : حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے کہا سوف استغفر لکم ربی میں تمہارے لئے اپنے رب سے عنقریب درخواست مغفرت کروں گا تو اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کریں گے چنانچہ آپ پچھلے تڑکے اٹھے اور دعا مانگی اور ان کی اولاد ان کے پیچھے آمین کہتی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ میں نے ان کا قصور معاف کیا اور ان کو پیغمبر بنا دیا۔

ادب 2 : عمدہ حالات کو غنیمت جانے (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب راہ اللہ میں فوجیں دشمنوں سے لڑاتی ہیں اور بارش برسنے کے وقت اور فرض نماز کے لئے تکبیر کے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پس ان وقتوں میں دعا مانگنا غنیمت جانو۔ (2) حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازیں بہترین ساعات میں مقرر ہوئی ہیں تو ان کے بعد دعا مانگنا اپنے اوپر لازم کرلو۔ (3) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (4) فرمایا روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔

فائدہ : اوقات کے بہتر ہونے سے حالات بھی بہتر ہوتے ہیں مثلاً سحر کا وقت دل کی صفائی اور اخلاص اور تشویش میں ڈالنے والی چیزوں سے خالی ہونے کا وقت ہے اور عرفہ اور جمعہ کا دن ہمتوں کے جمع ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اتارنے کے لئے دلوں کے متفق ہونے کا وقت ہے اور وقتوں کی عمرگی کا ایک سبب یہ ہے کہ حالات اس سے عمدہ ہوتے ہیں باقی اسرار جو اس میں ہیں ان پر انسان کو واقفیت نہیں اور سجدہ کی حالت بھی دعا کے قبول ہونے کے مناسب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام حالتوں سے زیادہ بندہ اپنے رب سے قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے پس سجدہ میں دعا کی کثرت کرو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن کا پڑھنا حالت رکوع اور سجدہ میں منع کر دیا گیا پس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیا کرو اور سجدہ میں دعا کے لئے خوب کوشش کرو کہ یہ حالت اس کے شایان ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو۔

ادب 3 : دعا قبلہ رخ ہو کر مانگے اور اپنے ہاتھ اتنے اونچے کرے کہ بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگے۔ (1) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے موقف میں تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ (2) سلمان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب حیا والا کریم ہے۔ جب بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ حیا کرتا ہے اس سے کہ وہ ان کو خلی پھیر دے۔ (3) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی معلوم ہونے لگتی

اور دعا میں اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ نہ کرتے۔ (4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شخص پر گزرے کہ وہ دعا مانگتا تھا اور اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں سے کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک انگلی پر اکتفا کر۔ (5) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاؤں پہلے اس سے کہ زنجیروں میں جکڑے جائیں، پھر دعا کے آخر میں چاہئے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیرے۔ (6) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے ہاتھوں کو دعا میں پھیلاتے تو ان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ اپنے چہرہ مبارک پر نہ پھیر لیتے۔ (7) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تھے تو دونوں ہتھیلیاں ملا لیتے اور ان کا اندر کا رخ اپنے منہ کی طرف کو رکھتے، یہ صورت ہاتھوں کی ہوئی اور چاہئے کہ دعا میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف کو نہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاہئے کہ لوگ اپنی نگاہیں دعا کے اندر آسمان کی طرف اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

اوب 4 : آواز کا پست کرنا اور آہستہ جہر سے پڑھنے کے درمیان کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہرکب تھے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے تکبیر کی اور لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا اور آواز خوب بلند کی پس، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں جس شخص کو تم پکارتے ہو، وہ بہرا ہے نہ غائب بلکہ وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان ہے۔ حضرت عائشہ نے ولا تَجْهَرُ بِصَلَوَاتِكَ وَلَا تُخَافُ رَبَّهَا ترجمہ۔ اور تو نہ پکار اپنی نماز میں نہ چپکے پڑھ۔ میں فرمایا ہے کہ اپنی دعا میں جہر و اخفا نہ کرو اور اللہ رب العزت نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی اسی لئے تعریف فرمائی اِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدًا خَفِيًّا اور فرمایا اُدْعُوا رَبَّكُمْ نَضْرَعًا وَخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ جب پکارتا ہے اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اس کو خوش نہیں آتے اللہ سے بڑھنے والے۔

اوب 5 : دعا میں قافیہ کا تکلف نہ کرے اس لئے کہ دعا مانگنے کا محل تفرع اور انکسار کرنے والے کا سا ہونا چاہئے اور اس کو تکلف مناسب نہیں۔ (1) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ دعا میں حد سے تجاوز کریں گے۔ (2) بعض لوگوں نے اُدْعُوا رَبَّكُمْ نَضْرَعًا وَخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِلِينَ کی تفسیر میں فرمایا کہ معتدین کے معنی تکلف کرنے والے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ دعوات ماثورہ کے سوا اور کچھ نہ مانگے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کر جائے اور ایسی چیز مانگنے کے لئے جو مقتضائے مصلحت نہ ہو کہ ہر کوئی اچھی طرح دعا مانگنا بھی نہیں جانتا۔ (3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث یا انہیں کا قول مروی ہے کہ علماء کی ضرورت جفت میں بھی ہوگی جس وقت کہ جنت والوں سے کہا جاوے گا کہ تمنا کرو تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تمنا کس طرح کریں یہاں تک کہ علماء سے سیکھ کر تمنا کریں گے۔ (4) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم نے فرمایا کہ دعا میں جمع سے دور رہو تم میں سے کسی کو بھی کتنا کافی ہے۔ اللہم انی اسئلک الجنة وما قرب الیہا من قول و عمل واعوذ بک من النار وما قرب الیہا من قول و عمل ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور جو قول اور عمل کہ اس کے قریب کر دیں ان کی درخواست کرتا ہوں اور دوزخ سے اور ان قول و عمل سے جو اس کے قریب کریں تیری پناہ پکڑتا ہوں۔ اور حدیث میں ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ دعا اور طہارت میں حد سے تجاوز کریں گے۔ اور بعض اکابر سلف۔

حکایت : ایک بزرگ کا گزر ایک واعظ پر ہوا کہ وہ دعا میں قافیہ بندی کر رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے بلاغت جتاتے ہو گواہ رہو کہ میں نے حبیب عجمی کو دعا مانگتے دیکھا ہے جن کی دعا کی برکت مشہور ہے وہ اپنی دعا میں اس سے زیادہ نہیں فرماتے۔ اللہم اجعلنا جیدین اللہم لا تفضحنا یوم القیامۃ اللہم وفقنا للخیر ترجمہ۔ الہی ہم کو خالص بے میل کر دے الہی ہم کو روز قیامت میں رسوا مت کرنا الہی ہم کو خیر کی توفیق عنایت کر۔ اور لوگ ہر طرف سے آپکے پیچھے دعا مانگتے تھے۔

فائدہ : بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ذلت اور عاجزی کی زبان سے دعا مانگو نہ فصاحت اور بلاغت کی زبان سے۔

فائدہ : علماء اور اہل میں کوئی دعا میں سلت جملوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور اس کا مشاہدہ سورہ بقرہ کا آخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعا کی جگہ اس سے زیادہ نہیں بتائی جتنی اس رکوع میں ہے۔

مسئلہ : قافیہ سے کلام کا تکلف سے کتنا مراد ہے کہ یہ امر انکسار اور ذلت کے مناسب نہیں اور مطلق قافیہ مراد نہیں اس لئے کہ جو دعائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ ان میں کلمات مقفی ہیں مگر وہ تکلف اور بناوٹ کے ساتھ نہیں آمد کے طور میں جیسے اس دعا میں اسئلک الامن یوم الوعد والجنة یوم الخلود مع المقربین الشہود والركع السجود والمرقبین بالعہود انک رحیم وود وانک ماترید اور اس کے سوا اور اس قسم کی دعائیں بے شمار ہیں۔

مسئلہ : چاہئے کہ جو دعائیں حدیث میں منقول ہوں انہی پر اکتفا کرے یا زبان تضرع اور خشوع سے بدوں قافیہ اور تکلف کے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عاجزی ہی پسند ہے۔

اوب 6 : تضری اور خشوع کرنا رغبت اور خوف رکھنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوا فنادی عباورہبا ترجمہ۔ وہ لوگ دوڑتے تھے بھلائیوں پر اور پکارتے تھے ہم کو توقع سے اور ڈر سے۔ اور فرمایا اذعوا ربکم نصرعاً و خفیۃ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو جہلا کرتا ہے تاکہ اس کا تضرع اور عاجزی سنے۔

اوب 7 : دعا قطعی طور پر کرنے اور قبول ہونے کا یقین کرے اور اس میں بھی توقع کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہئے کہ یہ نہ کہے کہ الہی تو بخش دے اگر چاہے اور تو مجھ پر رحم کر اگر چاہئے بلکہ قطعی درخواست کرے کہ مجھے بخش دے اور رحم کر، کیونکہ اس پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو چاہئے کہ بہت رغبت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز بڑی نہیں معلوم ہوتی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی طرح دعا مانگو کہ تم کو قبول ہونے کا یقین ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ ابو سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس کی خرابی سے واقف ہو کر دعا سے باز نہ رہو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہم برے ہیں ہماری دعا قبول نہ ہوگی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق میں سب سے برے یعنی شیطان ملعون کی بھی دعا قبول فرمائی ہے چنانچہ قرآن میں موجود ہے قَالَ رَبِّ انْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُعْشُرُونَ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ترجمہ۔ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک مردے جیویں، فرمایا تو تجھ کو ڈھیل ہے۔

اوب 8 : دعا میں مبالغہ کرے یعنی عمدہ حالات میں اسکی مداومت کرے اور تین بار دعا کے الفاظ کہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین بار مانگتے اور اگر سوال کرتے تو تین دفعہ کرتے۔

مسئلہ : چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے میں یہ نہ سمجھے کہ دیر ہوگئی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کی دعا جب قبول ہوگی کہ جلدی نہ کرے اور نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی اور قبول نہ ہوئی۔ اور جب دعا مانگو تو اللہ بہت چیز مانگو کہ تم کریم سے مانگتے ہو۔

حکایت : بعض کا قول ہے کہ میں بیس برس سے ایک حاجت طلب کرتا ہوں اور وہ قبول نہیں ہوتی اگر مجھے اس کے قبول ہونے کی توقع ہے وہ یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ مجھے بے فائدہ چیز کے چھوڑنے کی توفیق عنایت کرے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے اپنے پروردگار سے سوال کرے اور معلوم ہو کہ قبول ہو گیا تو کہے الحمد لله الذی بنعمته تتم الصلحت ترجمہ۔ شکر ہے اس خدا کا جس کی نعمت سے پوری ہوتی ہیں نیکیاں اور جس کے لئے قبول میں کچھ دیر ہو جائے تو کہے الحمد لله علی کل حال ترجمہ۔ شکر ہے اللہ کا ہر حال پر۔

ادب 9 : دعا کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے شروع کرے، اول ہی سواں نہ کرنے لگے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا شروع کی ہو اور پہلے یہ کلمات نہ کہہ لئے ہوں سبحان ربی العلی الاعلیٰ الوباب ترجمہ پاک ہے میرا رب برتری دینے والا۔ ابوسفیان

دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر اپنی حاجت مانگے پھر خاتمہ درود شریف پر کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دونوں درودوں کو قبول کرتا ہے تو وہ اس سے برتر ہے کہ درودوں کے بیچ کے مطلب کو چھوڑ دے حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو ابتداء میرے اوپر درود پڑھنے سے کرو کہ اللہ تعالیٰ کا کام اس امر کا مستغنی نہیں کہ اس سے کوئی دو حاجتیں مانگے تو ایک پوری کر دے اور دوسری کو نہ کرے ابو طالب کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کیا۔

اوپ 10: باطن سے متعلق اور قبول ہونے کے بارے میں اصل وہی ہے یعنی توبہ کرنا اور حقداروں کے حقوق پہنچا کر تمام ہمت سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا کہ قبول کرنے میں سبب قریب یہی ہے۔

حکایت: کعب احبار فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں لوگوں میں ایک سخت قحط پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بارش طلب کرنے کے لئے میدان میں نکلے مگر بارش نہ ہوئی، پھر آپ تین دن باہر تشریف لے گئے پھر بھی بارش نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہ کروں گا کہ تم میں چغل خور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی وہ کون ہے ہمیں بتا دے کہ ہم اسے اپنے درمیان سے نکال دیں، حکم ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام چغلی سے میں منع کرتا ہوں میں خود ہی چغلی کا ارتکاب کروں۔ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم سب چغلی سے توبہ کرو سب نے توبہ کی تو بارش ہوئی۔

حکایت: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کے زمانہ میں قحط پڑا لوگوں نے بارش کی دعا مانگی بادشاہ نے یہ کہا یا تو اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسا دے ورنہ ہم تجھے ستائیں گے، لوگوں نے کہا کہ تم اس کو کسی طرح ستا سکتے ہو۔ وہ تو آسمان میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کے اولیاء اور طاعت گزاروں کو مار ڈالوں گا۔ یہی اس کی ایذا کا باعث ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش برسا دی۔

حکایت: سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بار سات برس کی خشکی ہوئی یہاں تک کہ مردار اور لڑکوں کھا گئے اور پہاڑوں میں جا جا کر روتے اور تضرع کرتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلو گے کہ تمہارے گھٹنے تک گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جائیں اور دعا کرتے کرتے زبانیں تھک جائیں، تب بھی میں کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول نہ کروں گا نہ کسی رونے والے پر ترس کروں گا جب تک کہ حقداروں کے حقوق نہ پہنچا دو گے، جب سب اس امر کے مطابق کاربند ہوئے تو اسی دن بارش ہو گئی۔

حکایت: حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا اور کئی بار بارش کے لئے باہر نکلے لیکن بارش

نہ ہوئی، ان کے پیغمبر علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ تم ٹپاک بدنوں سے نکلتے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو، جن سے بہت سے خون کئے اور اپنے پیٹوں کو حرام سے بھر رکھا ہے، اب میرا غصہ تم پر بہت زیادہ ہو گیا ہے اور دوری کے سوا تمہیں نہ ملے گا۔

حکایت : ابو الصديق ثمالی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک بار بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے، دیکھا تو ایک چوٹی اپنی کمر کے بل پڑی اور پاؤں آسمان کی طرف کر کے کہہ رہی ہے کہ الہی ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں اور ہمیں تیری روزی سے کسی طرح بے پروائی نہیں۔ ہمیں دوسروں کے گناہوں کے بدلے میں ہلاک نہ کر، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ لوٹ چلو بارش تمہارے سوا دوسرے حیوانوں کی دعا سے ملے گی۔

حکایت : وزاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ لوگ بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے، ان میں بلال بن سعید نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے گروہ حاضرین تمہیں اپنے خطوار ہونے کا اقرار ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ بے شک اقرار ہے پھر بلال بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ الہی تو نے اپنی کتاب مجید میں فرمایا ہے مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ یعنی نیک کاروں پر کچھ الزام نہیں اور ہم تو اپنی برائی کا اقرار کر چکے ہیں، پس تیری مغفرت ہم جیسوں کے لئے ہے، الہی ہم پر مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر بارش برسا، یہ کہہ کر اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے تو بارش ہو گئی۔

حکایت : مالک بن دینار سے لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے بارش کی دعا کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بارش میں دیر بکھتے ہو اور میں پتھروں میں دیر جانتا ہوں یعنی خطائیں ہماری اس قتل ہیں کہ پتھر برسیں۔

حکایت : حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارش کے لئے دعا کرنے کو نکلے، جنگل میں پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس شخص نے تم سے گناہ کیا ہو وہ لوٹ جائے، اس کے کہنے پر سب لوگ لوٹ گئے، صرف ایک شخص اس جنگل میں رہ گیا، آپ نے اسے فرمایا کہ کیا تو نے کوئی گناہ نہیں کیا، اس نے عرض کیا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا مگر یہ ہوا ہے کہ میں ایک روز نماز پڑھتا تھا اور پاس کو ایک عورت گزری، میں نے اس کو اپنی آنکھ سے دیکھا، جب وہ چلی گئی تو میں نے آنکھ میں انگلی ڈال کر نکال لی اور اس عورت کے پیچھے پھینک دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو دعا کر اور میں آمین کہتا ہوں۔ اس نے دعا مانگی اسی وقت آسمان بادلوں سے چھپ گیا اور خوب بارش ہوئی۔

حکایت : یحییٰ غسانی فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں خشک سالی ہوئی۔ لوگوں نے تین علماء سے منتخب کر کے دعا کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ الہی تو نے توبت میں فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے اس کو ہم معاف کر دیں گے، الہی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو تو ہم کو معاف کر اور دوسرے نے کہا کہ الہی تو نے توبت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے غلاموں کو آزاد کر دیں، الہی ہم بھی تیرے غلام ہیں، پس تو ہمیں آزاد کر اور تیسرے

نے کہا کہ الہی تو نے توحید میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے دروازوں پر مسکین آکھڑے ہوں ہم محروم نہ پھیریں الہی ہم تیرے مساکین میں اور تیرے دروازے پر کھڑے ہیں ہماری دعا کو تو منظور نہ کرا سکے بعد ان پر بارش ہوئی۔

حکایت : اور عطاء سلمیٰ کہتے ہیں کہ ایک سل ایسی خشک سلی ہوئی ہم بارش کی دعا کے لئے نکلے، باہر دیکھا تو سعدون مجنون قبرستان میں ہیں انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہے یا قبروں سے لوگ نکل پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں بلکہ بارش کے لئے دعا کو نکلے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے عطا کون سے دلوں سے دعا مانگتے ہو، زمینی سے یا آسمانی سے، میں نے کہا آسمانی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں اے عطا کھوٹے سکوں والوں سے کہہ دو کہ کھوٹے دام نہ چلائیں کہ پرکھنے والا دانا دینا ہے پھر انہوں نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھ کر کہا کہ الہی و سیدی و مولائی اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں سے ہلاک نہ کر بلکہ یہ طفیل اپنے اسمائے مکنون اور اپنی نعمائے مخزون کے ہمیں کثرت سے شیریں پانی عطا فرما جس سے تو بندوں کو زندہ کرے اور شہروں کو سیراب فرما دے تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ سعدون نے یہ تمام دعا نہ کی تھی کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار گرنے لگا۔ سعدون وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے۔ ا۔

افلح الزاہدون والعابدون اذ لمولایم اجا عوا البطونا

رہبر والا عین العلیلہ حبا فانقضى لیلہم وہم ساہرونا

شغفتم عبادۃ اللہ حتی حسیب الناس ان فیہم جنونا

ترجمہ۔ زاہد و عابد فلاح پائے کیونکہ وہ اپنے مالک کے لئے سب کو بھوکا مارتے ہیں، اللہ کی محبت میں بیماری آنکھوں کو بیدار رکھتے ہیں رات کٹ گئی لیکن وہ بدستور بیدار رہے۔ انہیں عبادت الہی نے مشغول رکھا لیکن لوگوں کا گمان تھا کہ انہیں جنون ہے۔

حکایت : ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سل مدینہ منورہ میں خشک سالی بہت تھی، لوگ دعا کے لئے نکلے، میں بھی ان کے ساتھ نکل پڑا، اتفاقاً ایک غلام حبشی آیا کہ ایک موٹی چادر کا تہ بند کئے تھا، اور دوسری اپنے شانے پر ڈال رکھی تھی، وہ میرے برابر بیٹھ گیا۔ میں نے سنا کہ اس نے یوں کہا الہی گناہوں کی کثرت سے اور اعمال بد کی وجہ سے تیرے نزدیک یہ صورتیں ہو گئی ہیں اور تو نے بارش کو آسمان سے روک دی ہے تاکہ اس سے اپنے بندوں کی تادیب کرے، اے حلم و وقار والے اور اے وہ ذات کہ تیرے بندے تیری طرف سے نیکی اور احسان کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اسی وقت اسی گھڑی پانی دے، وہ لڑکا ہی کہتا رہا کہ ابھی اور اسی وقت دے، یہاں تک کہ آسمان بادلوں سے چھپ گیا اور ہر طرف بارش ہی بارش تھی۔

حکایت : ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ قلیل کے پاس گیا، انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم اس معلوم ہوتے ہو، میں نے کہا ایک بات تھی کہ جس پر دسرا شخص ہم سے آگے بڑھ گیا۔ اور وہی اس کا کفیل ہوا، ہم تک

نوبت نہ پہنچی، پھر میں نے ان سے اس قصہ کو نقل کیا اور چیخ مار کر بے ہوش کر پڑے۔

حدیث و سیلہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارش کی دعا کے لئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا سے فارغ ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الہی کوئی بلا آسمان سے بغیر گناہ نہیں اتری اور نہ کبھی بغیر توبہ کے ٹلی، اور لوگوں نے تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میری قرابت سمجھ کر ترے سامنے کر دیا ہے اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے باوجود تیری طرف پھیلے ہیں، اور ہماری

۱۔ حدیث عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواز و سیلہ کی بہترین دلیل ہے۔ اس حدیث پاک سے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ جل شانہ کی بارگاہ اقدس میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کرنا ثابت ہے۔ بقول مخالفین اگر وسیلہ ترک ہوتا اور توحید کے خلاف تو اس حقیقت سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واقف تھے۔ مگر کسی مقرب بارگاہ کو وسیلہ قرار دینا اس بارگاہ کا ادب ہے، پس اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش فرمایا اس ادب کی برکت اور حضرت کی دعا سے آسمان کے پہلے کھل گئے۔ زمین جی انھی اور قطب کی مصیبت دور ہوئی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ جو افضل ترین درجہ ولایت ہے۔ تو ولی اللہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ قرار دینا خلیفہ راشد سے ثابت ہے۔ یہی اصحاب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسلک ہے اور یہی مسلک اہلسنت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ زندہ ولی اللہ کو وسیلہ قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عباس زندہ تھے۔ یا وفات یافتہ ولی اللہ کو بھی وسیلہ قرار دینا جائز ہے ۵ مسلک اہلسنت میں چونکہ ولی اللہ خواہ زندہ ہو یا وفات یافتہ اللہ کا مقرب بندہ ہے، اس لئے اہلسنت کے نزدیک دونوں حالتوں میں اولیاء اللہ کو وسیلہ قرار دینا جائز ہوگا۔ اور یہ وسیلہ نہ صرف خلفائے راشدین اور صحابہ سے ثابت ہے بلکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لئے بارگاہ حق میں اپنے فقرا مہاجرین کو وسیلہ بنایا۔

وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح بصعاليك المهاجرين (بخاری و مسلم) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے طفیل اور وسیلے سے کفار پر نصرت و کامیابی طلب کرتے تھے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم ص 222)

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو رب کریم کی سب سے پاکیزہ مخلوق سے مقرب ترین عبد ہیں ازراہ ادب رب کریم کی بارگاہ اقدس میں فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش فرماتے ہیں جو کہ اولیائے کرام ہیں تو اولیائے کرام کو رب کریم کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ متبعین و صالحین کی سنت ہے اور مسلمانان اہل سنت کو برحق قرار دیتے ہیں جبکہ مخالفین اسے شرک و بدعت قرار دے رہے ہیں۔ انبیاء غور فرمائیں تو یہ بھی درحقیقت وسیلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو بنایا گیا ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا میں سرکار کا نام لے کر نسبت جلالی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضور علیہ السلام کو بعد وصال وسیلہ بنایا میں حضرت عباس کو اس لئے وسیلہ بنایا تاکہ واضح ہو جائے جیسے حضور و دیگر انبیاء کو وسیلہ بنانا جائز ہے اسی طرح اسماء ان کا بھی شرف حدیث ابن عباس میں فقیر نے لکھ دی ہے۔ ایسی غفلت

پیشانی کے بل توبہ سے تیری طرف کھینچے ہوئے ہیں اور تو وہ تمکبان ہے کہ بھکے ہوؤں سے بے خبر نہیں اور نہ شکستہ حال کو ضائع کرنے کے موقع میں چھوڑے۔ اب چھوٹے تضرع کرتے ہیں اور بڑے روتے ہیں اور دہائی کی آوازیں بلند ہوئیں اور تو باطن اور سب کے خفیہ امور جانتا ہے۔ اُٹنی اپنی فریاد اسی کی بدولت بارش دے اس سے پہلے کہ وہ ناامید ہو کر تباہ ہو جائیں کہ تیری رحمت سے بجز کافروں کے اور کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے یہ کلام پورا نہیں کیا تھا کہ پہاڑ جیسا بادل امتذا اور برسنے لگا۔ یہ روایت انہی الفاظ سے بخاری شریف مطبوعہ اصح المطالعة کراچی، دہلی کے حاشیہ ص 137 ج 1 میں موجود ہے۔ لوکی غفرلہ۔

فضائل درود شریف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ترجمہ۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (کنز الایمان)

احادیث مبارکہ: (1) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بشارت معلوم ہوتی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ جو کوئی تمہاری امت میں سے تم پر درود بھیجے تو میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں اور جو تم پر تمہاری امت سلام بھیجے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجوں۔ (2) ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اس پر فرشتے درود بھیجتے ہیں جب تک کہ مجھ پر درود پڑھے، پس چاہئے کوئی بندہ تھوڑا درود پڑھے یا بہت۔ (3) فرمایا کہ مجھ سے قریب تر آدمیوں میں سے وہ ہوگا جو ان میں سے درود مجھ پر پڑھتا ہوگا۔ (4) فرمایا کہ ایماندار کو اتنا ہی بخل کافی ہے کہ میرا ذکر اس کے سامنے ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (5) فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھو۔ (6) فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے مجھ پر درود بھیجے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی دس برائیاں مٹا دی جائیں گی۔ (7) فرمایا کہ جو شخص لڑان اور تکبیر من کر یہ دعا پڑھے۔

اللهم رب هذه الدعوة النامة والصلوة القائمة صل على عبدك ورسولك واعطه الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة والشفاعة يوم القيامة اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔ (8) فرمایا جو شخص مجھ پر اپنی لکھائی پر درود پڑھے تو فرشتے اس کے لئے ہمیشہ مغفرت چاہیں گے جب تک میرا نام اس کتب میں رہے گا۔ (9) فرمایا کہ زمین میں کچھ فرشتے پھرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ (10) فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس لوٹا دیتا ہے۔ تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

۱۔ اس حدیث سے منکرین حیات الانبیاء نے خوب ہاتھ پاؤں مارے ہیں فقیر اس کی وضاحت عرض کر دے تاکہ قارئین منکرین کے جھانے میں نہ آسکیں۔ امام غزالی قدس سرہ نے اسی جلد نمبر ایک احیاء العلوم میں لکھا کہ روح کثیر العالی ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ

(II) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی محمد عبدک وعلی آلہ وازواجہ وذرینہ کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذرینہ کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید ترجمہ۔ الہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بندے پر اور اس کی آل و ازواج پر اور اولاد پر جیسے تو نے رحمت کی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر، اور برکت کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کی اولاد پر جیسے تو نے برکت کی ابراہیم علیہ السلام پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگی والا ہے۔

عشقِ فاروق کی کہانی ان کی اپنی زبانی : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد لوگوں نے حضرت عمر کو سنا کہ رو رو کر کہتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایک خرما کے درخت کا ستون تھا جس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ممبر بنوایا تھا کہ سب کو آواز سنائی دے اس ستون نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں گریہ کیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تو وہ چپ ہو گیا اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو بطریقِ اولیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں زاری کرنا زیبا ہے۔ یا رسول اللہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس درجہ کو پہنچا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی، چنانچہ ارشاد فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ترجمہ۔ جس نے اللہ کا حکم مانا اس نے حکم مانا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا (یا رسول اللہ) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی درجہ کو پہنچا کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قصور معاف کرنے کا حل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ دیا قبل اس کے کہ قصور کا حل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دے، چنانچہ فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لهم ترجمہ۔ اللہ بخشنے والا تجھ کو کیوں رخصت دی تو نے ان کو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کو آخر میں مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتاب میں کیا چنانچہ ارشاد فرمایا واذ اخذنا من النبین میثاقہم ومنک ومن نوحہ و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ (الایات) ترجمہ۔ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ سے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیان روح متعدد حلی کا احتمال رکھتا ہے، سمجھ ان کے توجہ و التفات ہے یعنی جب کوئی درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ آپ کا امتی سلام عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے عنایت فرمائیے۔ یہ ایک طرف تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعزاز ہے دوسری طرف درود پڑھنے والے کی سعادت کا نشان ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے اہم سیوطی رحمت اللہ علیہ کے رسالہ انباء الذکیر ترجمہ حیوۃ الانبیاء کا مطالعہ فرمائیے۔ اللہ اعلم غفرلہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے مل باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہے کہ دوزخ کے لوگ دوزخ کے طبقات میں عذاب میں جلا یہ تمنا کریں گے، کاش ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی، چنانچہ ان کا حل قرآن مجید میں ہے یقولون یا لبنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول ترجمہ۔ پر یہ کہیں گے کس طرح ہم نے کہا مانا ہوتا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے مل باپ تصدق ہوں اگر حضرت موسیٰ بن عمران کو اللہ تعالیٰ نے ایک پتھری عنایت کیا تھا جس میں نہریں پھوٹی تھیں تو وہ کچھ آپ کی انگلیوں سے عجیب تر نہ تھا جن میں سے پانی فوارے بنے۔ رحمت اللہ آپ پر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے مل باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تصدق ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا عنایت فرمائی جس کی چل صبح و شام کو ایک ایک مہینے کے برابر تھی یہ کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براق سے عجیب تر نہ تھی جس پر آپ نے ساتوں آسمان تک سیر کر کے اسی رات نماز صبح اٹخ میں پڑھی آپ پر رحمت اللہ ہو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے مل باپ فدا ہوں، اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو معجزہ مردہ۔

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء الموتی سے عیسائیوں نے ان کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت کرنے کی سعی غامی کی ہے فقیر یہاں پر عیسائیوں کی غام خیالی کا رد کر دے تاکہ قدرین عیسائیوں کے دھوکہ اور فریب سے محفوظ ہوں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا، مٹی کے پرندے بنا کر ان میں روح پھونک دی، قرآن کریم نے اس حقیقت کو بالکل واضح الفاظ میں بیان کیا ہے ارشاد الہی ہے۔ اِنَّ اَخْلَقَ لَكُمْ مِنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ترجمہ۔ (مجھے یہ معجزہ ملا) کہ میں بتا ہی رہا ہوں تمہارے لئے کچھ سے پرندے کی صورت، پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے اور میں تندرست کر رہا ہوں، اور زوالہ اندھوں کو اور لا علاج کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے۔ (پارہ 3، نل مرنن نمبر 49) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاء الموتی کو بائبل نے بھی بیان کیا ہے۔ چار واقعات کو انجیل نے بیان کیا ہے اس سے صبر مقصود نہیں۔ بتا رہا اعتقاد ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ بائبل نے آپ علیہ السلام کے صرف پچاس دنوں کی حیرت کو بیان کیا ہے اور کئی معجزات کا ذکر تک نہیں کیا گیا آپ کی تعلیمات تو سرے سے منقود ہیں۔ کاش ایمان نہ ہو۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے مردے کو زندہ کیا: احیاء الموتی کا معجزہ انصیلت کا موجب نہیں بن سکتا کیونکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کو بھی یہ معجزے عطا کئے گئے اور اس معجزہ کی وجہ سے وہ ان انبیاء سے انصیلت کے حامل نہیں بننے جاتے جن کو یہ معجزہ عطا نہیں کیا گیا۔ مثلاً حضرت الیاس علیہ السلام کے حلق بائبل کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک بیوہ بڑھیا کے ہاں قیام فرمایا۔ اس سعادت مند بڑھیا نے اللہ کے اس جلیل القدر نبی کی بڑی خدمت کی۔ صداقت میں قیام کے دوران اس بیوہ کا بچہ فوت

ہو گیا۔ یہ وہ نے اللہ کے نبی سے فریاد کی تو اس (الیاس) نے تین دفعہ لڑکے پر اپنے آپ کو پسا کر اللہ کے پاس چلا کر کہا اے رب العزت میرے اللہ! اس لڑکے کی روح اس کے بدن میں پھر آجائے۔ اور اللہ نے الیاس کی سنی اور لڑکے کی روح لڑکے کے بدن میں پھر آگئی اور وہ زندہ ہو گیا۔ (اللوک باب 17 درس 21) (23)

حضرت الیسع کی ہڈیوں سے مس ہوتے ہی مردہ زندہ ہو گیا : حضرت الیسع علیہ السلام بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی ہیں۔ بنی اسرائیل کا یہ طریقہ تھا کہ ایک طویل مدت بعد جب یقین ہو جاتا ہے کہ مردے کا گوشت گل سڑ گیا ہو گا تو پرانی قبر کو کھود کر نئے مرنے والے مردے کو اس پرانی قبر میں دفن کر دیتے تھے۔ حضرت الیسع کی قبر میں ایک مردے کو دفن کرنے لگے تو جب اس آدمی نے الیسع کی ہڈیوں کو چھوا تو جی اٹھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ (اللوک باب 13 درس 21)

عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے کئی انبیاء کرام سے احیاء موتی کا معجزہ ثابت ہے اور یہ معجزہ قرآن اور بائبل سے ابراہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کے لئے ثابت نہیں اور عیسیٰ کے نزدیک جناب الیاس اور الیسع علیہما السلام ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے افضل نہیں تو پتہ چلا کہ احیاء موتی کا معجزہ بھی انبیاء کی دلیل نہیں ورنہ الیاس اور الیسع انبیاء کبار سے افضل قرار پائیں گے۔ احیاء موتی کے معجزے کا ثبوت تو اولیاء کے لئے بھی ملتا ہے۔ تو اس معجزہ کی وجہ سے غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا ہرگز صحیح نہیں ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کو زندہ کیا : سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یا بائبل نے بیان کیا ہے ان میں آپ کی خصوصیت نہیں ہے۔ انبیاء نے بلکہ اولیائے کرام نے بھی کرامت کی صورت میں ان فرق العلة امور کو بظن اللہ انجام دیا۔ قرآن کریم نے اگرچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو بیان نہیں کیا لیکن حدیث میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔

ہم مسلمان قرآن کی طرح حدیث کو بھی حجت یقین کرتے ہیں اور ہماری شریعت کی ساری تفصیلات حدیث میں مذکور ہیں۔ حدیث کو حجت ماننا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے نزدیک حدیث مستند ہے۔ محدثین کرام (اللہ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے) نے پوری احتیاط سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال اور آپ سے متعلق تمام تفصیلات کو مدون کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب، کن حالات میں، کن الفاظ میں، کس شخص کی موجودگی میں اس بات کو بیان فرمایا۔ صحابی سے کس نے، کب، کن حالات میں وہ الفاظ آگے بیان کئے۔ ہر راوی کا نام، کیفیت، زمانہ، پوری جانچ پڑتال کے بعد مدون کی گئی حدیث پر مزید غور و فکر، قرآن سے مطابقت، عقل سلیم سے مطابقت یہ وہ امور ہیں جو اسے قتل حجت بنا دیتے ہیں مگر افسوس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل مفقود ہو گئی اور آپ کی حدیث کو بھی مستند طریقے سے مدون نہ کیا جاسکا۔ صرف پچاس دنوں کی سیرت طیبہ کے تدوین میں بھی کوئی احتیاط نہیں برتی گئی اور آئے دن اس میں ترامیم اور تحریف کی جاتی رہی۔ موجودہ انجیل میرے خیال میں عیسیٰ علیہ السلام کی غیر مستند محرف سیرت ہے۔

اس تمسید کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انجیل اربعہ بلکہ پادریوں کے خطوط جن میں چندہ کی اپیل تک مولو ملتا ہے ان سے استدلال صحیح ہے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو مستند ترین کتب پر مشتمل ہے اسے حجت تسلیم کیوں نہ کیا جائے۔

حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ ان معجزات میں سے چند حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوت حق دی۔ اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مغربی فوت شدہ بچی کو زندہ کر دیں تو میں آپ کی صداقت پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بچی کی قبر پر لے جاؤ۔ وہ شخص آپ کو قبر پر لے گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو آواز دی تو وہ لبیک و سلیک کہتی ہوئی حاضر ہوئی۔ (زر قانی جلد پنجم۔ قاضی عیاض)

مردہ بکری زندہ ہو گئی : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضیافت کی۔ میزبان کریم نے مہمانوں کے لئے بکری ذبح کی۔ گوشت تیار کر کے پکایا گیا۔ دسترخوان پر جب کھانا چن دیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مہمانوں سے فرمایا کہ ہڈیوں کو توڑنا نہیں۔ کھانا تناول فرما کر تمام ہڈیاں ایک برتن میں جمع کی گئیں۔ آپ نے ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا۔ یہ کلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ پڑھا جسے لوگوں نے نہ سنا۔ اس کلام کی برکت اور نورانی ہاتھ کے مس سے بکری کھن بھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ وہی بکری تھی جسے چند لمبے پہلے ذبح کر کے پکایا گیا تھا۔ (شواہد النبوة جہاں و تاریخ الخلیس)

کعبور کا خشک تنا زندہ ہو گیا اور فراق رسول میں جی اٹھا : عن انس رضی اللہ عنہ قال لخطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی لزیق جزع فلما یصنعوا لما لمنبر فخطب علیہ حن بن الناقہ فنزل صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فسکن (ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبور کے تنے سے ٹک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے لئے منبر بنایا تو آپ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے۔ کعبور کا وہ تنا اونٹنی کی طرح دردناک آواز میں رویا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تنا خاموش ہو گیا۔

سَعِ اسْتَحْ حَتَّانَ اَزْ هَجْرَ رَسُوْلٍ اَخِي، نُوْهُ يَزِدُّهُمْ جَوْ اَرْبَابِهِ عَقُوْل

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں حنین جزع کا معجزہ عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتی کے معجزوں سے زیادہ بلند ہے کیونکہ میت کو زندہ کرنا اسے اپنی اصلی حالت پہ لوٹانا ہے مگر خشک لکڑی جو جملوت سے ہے، اس کا زندہ ہونا پھر فراق نبی میں رونا بہت عجیب معجزہ ہے۔

قاضی عیاض اور دیگر کئی محدثین کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے اور حدیث متواتر قطعی اثبات ہونے کی وجہ سے علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔

اس کے علاوہ کئی واقعات حدیث میں مذکور ہیں "اختصار کے پیش نظر انہیں واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

رہا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورتیوں کو بچون لفظ زندہ کرنا تو یہ معجزہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر کلام کرتے تھے۔ کنکریاں آپ کی نبوت کی تصدیق کرتی تھیں، پہاڑ آپ سے محبت کرتے تھے،

زندہ کرنے کا عطا فرمایا تھا تو اس سے عجیب نہیں کہ زہریلی بکری بھنی ہوئی آپ سے بولی اور اس کے ہاتھ نے عرض کیا کہ مجھے نہ کھائیے کہ مجھ میں زہر ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے دعا مانگی تھی۔ رَبِّ لَا تَنْزِلْ عَلَيَّ الْاَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا ترجمہ۔ اے رب نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر بننے والا۔ اگر آپ ہمارے ایسی ہی دعا فرماتے تو ہم سب ہلاک ہو جاتے حالانکہ آپ کی پیٹھ مبارک کی روندی گئی چہرہ مجروح ہوا سامنے کے دانت ٹوٹے مگر آپ نے کلمہ خیر ہی فرمایا، کہا اللہم اعف عن قومی فانہم لا یعلمون الہی بخش دے میری قوم کو کہ وہ جانتے نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ کے کم سالوں اور تھوڑی سی مدت میں اتنے لوگ تابع ہو گئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنے نہ ہوئے بلو جو دیکھ ان کا سن بہت تھا اور بہت زندگی پائی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت لوگ ایمان لائے اور ان پر تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہوں اگر بالفرض آپ اپنے پاس بجز اپنی برابر کے اور کسی کو نہ بٹھاتے تو ہم کو ہم نشینی کہاں نصیب ہوتی اور اگر آپ اپنے ہمسرے نکاح کرتے تو ہم دولت مناکحت سے محروم رہتے اور اگر آپ اپنے جیسے شخص کیساتھ کھانا کھاتے تو ہمیں ساتھ کھانے کا شرف کب میرا آتا مگر بخدا آپ نے ہم سے ہم نشینی اور مناکحت کی اور ساتھ کھلایا اور صوف پہنا اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اور اپنے کھانے کو زمین پر رکھا اور اپنی انگلیاں چائیں اور یہ سب باتیں آپ نے عاجزی کے لئے کیں، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کرے اور سلام بھیجے۔ ۱۔

حکایت : بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا اسمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کہہ لیتا تھا مگر سلام نہ کہتا تھا میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو مجھ پر پوری صلوٰۃ کیوں نہیں کہتا۔ اس کے بعد میں نے لکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کہہ لیا کرتا۔ 2۔

حکایت : ابوالحسن شافعی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا غرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام شافعی نے جو اپنے رسائل میں کہا ہے وصلى الله على محمد كذا ذكر والذاكرون و غفل عن ذكره الغافلون آپ کی طرف سے کیا بدلہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہماری طرف سے یہ بدلہ ملا کہ میدان قیامت میں وہ حساب کے لئے کھڑا نہ کیا جائے گا۔

درخت چل کر خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ طوالت کے خوف سے اشارہ کر رہا ہوں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی مشکل نہیں رہ کہ اہیاء موتی کا معجزہ افضلیت کا سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ معجزہ آپ کے ساتھ خاص نہیں۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء نے بلکہ اولیاء نے یہ معجزات دکھائے اور آپ کے بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی دفعہ اس معجزہ کو دکھایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف اہیاء الموتی (اولیاء غفرلہ)۔

فضائل استغفار : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکر واللہ فاستعمر والذنوبہم ترجمہ۔ (اور وہ لوگ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا برا کریں، اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو، اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی۔) (۱) علقمہ اور اسود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں کہ جو بندہ گناہ کرے اور ان کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے ایک آیت جو اوپر گزری اور دوسری یہ

۱۔ اس حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن صرف عاشق اسلام سے اتنا گزارش ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصل کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مزار پر نہیں) کسی ہی جگہ میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار پکار کر عرض پیش کرتے رہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکارنا صحابیوں کا مذہب ہے۔ ہمیں بھی صحابیوں والا مذہب چاہئے وہابیوں والا نہیں۔

۲۔ یہ اسے محبوبانہ تنبیہ ہے جس نے معمولی کوتاہی کی اور جس سے سنگین جرم ہوا تو اسے سخت سزا ہے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ پہلا شخص جس نے درود شریف کا اختصار ایجلا کیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (اویسی غفرلہ کی استدعا) اللہ کرے آج اس طرح کا نظارہ سامنے آجائے تو غلطی خدا کو سمجھائے لیکن اس بد قسمت دور میں کہیں۔ اللہ اکبر کتنا محبت بھرا دور تھا کہ عقیقت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوری کو سنگین جرم قرار دیا گیا اور ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی۔ آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ہر کتاب، ہر رسالہ، ہر اخبار ”صلعم یا“ سے بھرا پڑا ہے بلکہ اب تو بعض لوگوں کی زبان پر بھی صلعم سنائی دینے لگا ہے۔

اختیار : یہ ایک سہل کلمہ ہے، اس کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو اصل ایمان ہے، رکھنے والوں کو پورا درود شریف لکھنا چاہئے تاکہ اس لکھنے اور پڑھنے پر اس کے ثواب و اجر سے مستفید ہوں، درود شریف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ اس ثواب سے محرومی باعث و حمان ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ : درود شریف (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ اختصار کے ساتھ ”صلعم یا“ لکھنا مکروہ ہے۔ بلکہ پورا درود شریف، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا رحمۃ اللہ علیہ لکھا جائے۔ آج کل اکثر لوگ درود شریف کے بدلے ”صلعم، عم“ یہ ناجائز و نامناسب ہے۔ حضرت شیخ احمد بن شہاب الدین حجر بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں لکھتے ہیں کہ

”اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد پورا ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ لکھا جائے کہ یونہی تمام سلف صالحین کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ لکھتے وقت اس کو مختصر کر کے ”صلعم“ نہ لکھا جائے کہ یہ محروم لوگوں کا کام ہے۔“

اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق کے لئے پڑھئے فقیر کا رسالہ ”کراہت صلعم“۔ (اویسی غفرلہ)

ہے وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ط (ترجمہ۔ جو کوئی کرے گناہ یا برا کرے پھر اللہ اسے بخشا دے، پائے اللہ کو بخشا مرے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فسبح بحمدک واستغفرہ انہ کان ثوابا ترجمہ۔ اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ کو بخشو اس سے بے شک وہ صاف کرنے والا ہے اور فرمایا والمستغفرین بالاسمار ترجمہ۔ اور معافی مانگنے والے صبح کے وقت میں۔ (2) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ فرمایا کرتے تھے سبحانک اللہم وبمحمداک اللہم اغفر لی انک انت التواب الرحیم ترجمہ۔ الہی تو پاک ہے اور تیری پاکی بولتا ہوں، تعریف کیساتھ، الہی تو مجھ کو بخش دے بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (3) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو استغفار کی کثرت کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نجات کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اسکو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے کہ اس کو خیال بھی نہ ہو۔ (4) فرمایا کہ میں دن میں ستر بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں بلو جودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے تھے، اس پر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استغفار اور توبہ کیا کرتے تھے۔ (5) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے دل پر میل آجاتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے ہر دن میں سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں۔ (6) فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار کہے۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واتوب الیہ ترجمہ۔ اور میں مغفرت چاہتا ہوں خدائے برتر سے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں سوائے اس زندہ توانا کے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا گو سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں یا عالج کی ریت کے شمار کے برابر یا درختوں کے چوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے عدد کے مطابق ہوں ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ کہے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو۔ (7) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر والوں پر سخت زبان تھا، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میری زبان مجھے دوزخ میں نہ داخل کرے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم استغفار سے غافل کیوں ہو، میں تو دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں۔ (8) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قصہ بہتان میں مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگ اور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہے۔ (9) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استغفار میں فرمایا کرتے تھے۔ اللہم اغفر لی خطیبتی وجہلی واسرا فی فی امری ما انت اعلم بہ منی اللہم اغفر لی جدی وهزلی وخطائی وعمدی وکل دالک عمدی اللہم اغفر لی ما قدمت وما تاخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شی قدیر ترجمہ۔ الہی بخش دے میری خطا اور یہ سب میرے پاس موجود ہیں، الہی بخش دے مجھ کو جو میں نے پہلے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو چھپا کر کیا اور جو ظاہر کیا اور جو تو زیادہ جانتا ہے مجھ سے تو ہی آگے کرنے والا ہے رحمت میں تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (10) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ میں ایسا آدمی تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ کو جس قدر اس سے مجھے فائدہ دینا منظور ہوتا تھا اس قدر نفع پہنچاتا تھا۔ (11) جب کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اس کو قسم کھلا لیتا تھا۔ جب وہ قسم کھا لیتا تو میں یقین کر لیتا تھا مجھے ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی اور انہوں نے سچ فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو بندہ گناہ کرے، پھر طہارت اچھی کر کے کھڑا ہو اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین افعلوا فاحشة آخر تک۔ (12) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آئے اور استغفار پڑھے، تب دل اس نقطہ سے صاف ہو جاتا ہے، ورنہ گناہ زیادہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔ اور اسی سیاہی کے چھا جانے کا نام راف ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ کلابل ران عسی قلوبہم ما کانوا یکسبون کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں پر جو وہ کہتے تھے۔ (13) انہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کا درجہ جنت میں اونچا کرے گا کہ الہی یہ مرتبہ مجھ کو کیسے عنایت ہوا، حکم ہو گا کہ تیرے لڑکے کے استغفار کی بدولت ملا جس نے تیرے لئے استغفار پڑھا۔ (14) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم اجعلنی من الذین اذا حسنوا استبشروا واذا ساءوا استغفروا الہی کر دے مجھ کو ان لوگوں میں سے کہ جب اچھی بات کریں تو خوش وقت ہوں اور جب بری کریں تو مغفرت پائیں۔ فرمایا کہ جب کوئی بندہ گناہ کرے اور کہے اللہم اغفر لی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا، پھر معلوم کیا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور خطا کو معاف کرتا ہے اے بندے جو چاہے سو کر میں نے تجھے بخش دیا۔ (15) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو استغفار کرتا رہتا ہے، وہ گناہ پر مصر نہیں کہلاتا اگرچہ ایک روز میں ستر بار اسی گناہ کو کرے۔ (16) فرمایا کہ ایک آدمی نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا، آسمان کی طرف نظر کر کے کہا، میرا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اے میرے رب مجھے بخش دے، اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں نے بخش دیا۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا، پھر جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے تو اس کا گناہ بخشا جاوے گا، گو وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے کل بندے خطا دار ہیں مگر جس کو میں معاف کر دوں پس تم مجھ سے مغفرت چاہو میں مغفرت کروں گا اور جو شخص کہے سبحانک ظلمت نفسی وعملت سوء فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت تو پاک ہے میں نے ظلم کیا اپنی جان پر، اور برا کام کیا پس تو مجھ کو بخش دے کہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ اس کے گناہ بخشے جاویں گے اگرچہ چوٹی کے ٹل جیسے ہوں۔ (7) مروی ہے کہ افضل استغفاروں میں سے یہ کلمات ہیں اللہم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابولک

بنعمتك على ابو على نفسى بذنبى فقد ظلمت نفسى واعترفت بذنبى واغفرلى دوسى ما قدمت منها وما احترت لا يغفر الذب جميعا الا انت اللى تو مىرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں' تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرے عہد اور وعدے پر ہوں اپنے مقدور بھر' پھر پناہ مانگتا ہوں' تجھ سے برے فعل سے اقرار کرتا ہوں تیرے لئے تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں' اپنے نفس پر اپنے گناہوں کا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہ کا مقرر ہوا ہوں' پس بخش دے مجھ کو میرے گناہ جو میں ان میں پہلے کئے ہوں ہوں' اور پیچھے کئے ہوں اور سب گناہوں کو اور تیرے سوا کوئی نہیں بخشے والا۔ (۱) اقوال اسلاف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالد بن معدان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے مجھے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میری محبت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کے دل مسجدوں سے وابستہ ہیں اور تڑکے اٹھ کر استغفار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں کو سزا دینا چاہتا ہوں تو وہ یاد آجاتے ہیں۔

اس لئے ان کے طفیل میں زمین والوں کو جانے دیتا ہوں اور عذاب کو ان سے ہٹا لیتا ہوں۔ (2) قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید تمہیں تمہارا مرض اور دوا دونوں بتاتا ہے' تمہارا مرض تو گناہ اور دوا استغفار۔ (3) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ تباہ ہوتا ہے اس سے تعجب ہے کہ نجات اس کے ساتھ ہے پھر کیسے ہلاک ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ نجات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا استغفار۔ (4) اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے کسی بندے کے دل میں استغفار نہیں ڈالا کہ اس کو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جسے عذاب دینا منظور نہیں اس کو استغفار کا الہام کر دیتا۔ (5) فیصل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ بندے کے استغفار اللہ کہنے کا یہ معنی ہے کہ مجھے معاف کر دے۔ (6) بعض علماء فرماتے ہیں کہ بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان ہے ان دونوں چیزوں کی اصلاح بجز استغفار اور شکر کے نہیں۔ (7) ربیع بن خثیم کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ استغفر اللہ انوب الیہ میں بخشش چاہتا ہوں' اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں اس کی طرف۔ کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا اور اگر اس کے مطابق کار بند نہ ہوگے بلکہ یوں کہا کرو واللہم اغفرلى ونب على اللى بخش دے مجھ کو اور توبہ کی توفیق عنایت فرما۔ (8) فیصل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ استغفار بغیر گناہ ترک کرنے کے جھوٹوں کی توبہ ہے۔ (9) رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ ہم لوگوں کے استغفار کے لئے بہت سا استغفار چاہئے یعنی دل غافل سے استغفار کرنا بھی ایک گناہ اور ہنسی ہے' اس کے لئے اور استغفار کرنا چاہئے۔ (10) بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ کوئی ندامت سے پہلے استغفار کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا ہے اور اس بات کا علم نہیں۔

حکایت۔ اعرابی کو کسی نے سنا کہ کعبہ کے پردہ سے لپٹ ہوا کہ رہا تھا کہ الیٰ بلوجود گناہ پر اصرار کرنے کے میرا استغفار کہنا ملامت ہے اور تیرے غلو کی وسعت کو معلوم کر کے میرا استغفار سے چپ رہتا بھی عاجزی ہے' تجھے گوہر چند میری پروا نہیں مگر تو مجھ پر نعمتیں اور احسان کر کے میرا دوست بنتا ہے اور میری یہ شامت ہے کہ بلوجود تیری طرف محتاج ہونے کے گناہ کر کے تیرا دشمن بنتا ہوں اے وہ ذات کہ وعدہ کرتا ہے اور عذاب سے ڈراتا ہے تو معاف

فرماتا ہے تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی غلو میں داخل کر دے اے ارحم الراحمین۔

فائدہ : ابو عبد اللہ و راق کہتے ہیں کہ اگر تیرے اوپر قطروں کا شمار اور سمندر کے جھاگ کے برابر گناہ ہوں تو جب تو اپنے رب سے یہ دعا اخلاص کے ساتھ مانگے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ گناہ تجھ سے دور ہو جائیں گے، دعا یہ ہے۔
استغفرک من کل ذنب ثبت الیک منه ثم عدات فیہ استغفرک لک من کل امر وعدتک بین نفسہ ثم لم اف لک بہ واستغفرک من کل عمل اردت بہ وھک فخالطہ غیرک واستغفرک من کل نعمۃ انعمت بہا علی فاستعت بہا علی معصیتک واستغفرک یا عالم الغیب والشہادۃ من کل ذنب انیت فی ضیاء النہار و سوا الیل فی بلاء و خلاسر و علانیۃ یا حلیم ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر ایک گناہ سے کہ میں نے اس سے تیرے سامنے توبہ کی ہو اور پھر اس کو دوبارہ کیا ہو، اور تیری مغفرت چاہتا ہوں، ایسی چیز سے کہ اس کا وعدہ میں نے تجھے اپنی جی سے کیا ہو، پھر وہ تیرے لئے پورا نہ کیا ہو، اور تجھ سے بخشوایا چاہتا ہوں وہ عمل جن سے میں نے تیری رضا کا ارادہ کیا ہو پھر اس میں دوسرا مل گیا ہو اور تجھ سے بخشش چاہتا ہوں ہر نعمت سے جو تو نے مجھ کو دی ہو اور میں نے اس سے تیری نافرمانی پر مدد لی ہو اور میں بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اے پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے گناہ سے جس کا میں مرتکب ہوں دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں، جمع اور تنہائی میں، باطن اور ظاہر میں اے علم کرنے والے۔

فائدہ : یہ استغفار حضرت آدم علیہ السلام کا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہے۔

اوعیہ ماثورہ جو صبح و شام اور

نمازوں کے بعد پڑھنا مستحب ہیں

دعا 1: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف فجر کی سنتوں کے بعد آپ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا میں آپ کی خدمت میں شام کو آیا اس وقت آپ میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھتے تھے پھر آپ شب کو اٹھ کر نماز پڑھتے رہے جب صبح کی پڑھ چکے تو یہ دعا پڑھی۔

اللهم انی اسئلك رحمة من عندک تهدي بها قلبي وتجمع بها شملی وتلم بها شعشی وترد بها الفی وتصلح بها دینی وتحفظ بها غائبی وترفع بها شأهلی وترزق بها عملی وتبيض بها وجهی وتلمننى بها رشدی وتعصمنى بها من كل سوء اللهم اعطنی ایمانا صادقا ویقینا لبس بعده كفر ورحمة انال بها شرف کرامتک فی الدنيا والاخرة اللهم انی اسئلك الفوز عنه القضاء ومنازل الشهداء وعیش السعداء والنصر على الاعداء ومرافقة الانبياء اللهم انی اتزل بک حاجتی وان ضعف رائی وقلت حیلنى وقصر عملی واقتصرت الی رحمتک فاسئلك یا قاضی الامر ویا شافی الصدور کما تحیر بین البحوران يتحیرنی من عذاب السعیر ومن دعوة لثبور ومن فنة القبور اللهم ما قصر عنه رائی وضعف عنه عملی ولم تبلغه نینى ومنینى من خیر وعدته احدا من عبادک او خیرانت معطیه احدا من خلقک فانى ارغب الیک فيه واسئک یا رب العلمین اللهم اجعلنا هادین مہندین غیر ضالین ولا مغلین حربالا عدائک وسلم لا ولیائک تحب بحبک من اطاعک من خلقک وتعادى بعد اوتک من خالفک من خالفک اللهم هذا الدعاء وعلیک الاجابة وهذا الجهد وعلیک التکلان وانا لله وانا الیه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم یا ذا الجبل الشدید والامر الرشید اسئلك الامن يوم الو عید والجنة يوم الخلود ومع المقربين الشهود والركع السجود والمدفین بالعہود انک رحیم ودود وانت تفعل ما ترید سبحان الذی تعطف بالعز وقال به سبحان الذی لبس بالمجد وتکرم به سبحان الذی لا ینبغى التسمیح الابه سبحان ذی الفضل والعم سبحان ذی القدرة والکرم سبحان الذی احصی کل شئ بعلمه اللهم اجعل لی نوراً فی قلبی ونوراً فی قبری ونوراً فی سمعی ونوراً فی بصری ونوراً شعری ونوراً فی بشری ونوراً فی لہمی ونوراً فی دمی ونوراً فی عظامی ونوراً من بین یدى ونوراً من خلفی ونوراً عن یمینى ونوراً عن شمالی ونوراً من فوئى ونوراً من تحتی اللهم زدنی نوراً واعطنی نوراً واجعل لی نوراً

ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے تیرے پاس والی رحمت کا سوال کرتا ہوں جس سے میرے دل کو ہدایت نصیب ہو اور میرے متفرق امور جمع ہوں اور میری پریشانی دور کرے اور میری الفت کو پھیر دے اور میرے دین کی اصلاح کرے میرے غائب شخص کی حفاظت کرے اور میرے حاضر کو بلند کرے اور میرے عمل کو ستھرا کرے اور میرے منہ کو سفید کرے اور اس کے سبب سے مجھ کو میری راہ یابی دلا میں ڈالے اور تمام برائیوں سے مجھ کو بچا دے، الہی تو مجھ کو سچا ایمان عنایت کر، الہی ایسا یقین کے بعد کفر نہ ہو، اور وہ رحمت جس کے سبب سے تیری شرافت کرامت حاصل کروں دنیا و آخرت میں، الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کامیاب قضا کے وقت اور شہیدوں کے مراتب کا، اور نیک بختوں کی زندگی کا، اور دشمنوں پر غالب رہنے کا اور انبیاء کے ساتھ رہنے کا، الہی میں تیرے پاس اپنی حاجت لاتا ہوں اگرچہ میری تدبیر ضعیف ہے اور حیلہ کمتر اور عمل کوتاہ، اور میں تیری رحمت کا محتاج ہوں، پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے امور کے حاکم، اور شفا دینے والے سینوں کے جس طرح علیحدگی رکھتا ہے تو سمندروں میں، اسی طرح مجھ کو علیحدہ رکھ دوزخ کے عذاب سے، اور ہلاک ہونے کی پکار سے، اور قبروں کے فتنہ سے، الہی جس بات سے میری تجویز قاصر ہوئی ہو اور عمل ضعیف ہوا ہو اور اس کو میری نیت اور آرزو نہ پہنچی ہو، یعنی کوئی بہتر بات کہ جس کا تو نے اپنے بندوں میں کسی کو وعدہ کیا ہو، یا کوئی بہتری اپنی خلق میں سے تو کسی کو دینے والا ہو تو اس خیر میں بھی تیری طرف راغب ہوں اور تجھ سے اس کا سوال کرتا ہوں یا رب العالمین، الہی کردے ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ اور گمراہ نہ ہونے والے اور نہ گمراہ کرنے تیرے دشمنوں سے اور صلح کرنے والے تیرے دوستوں سے محبت کریں تیری محبت کے باعث اس شخص سے جو تیری مخلوق ہیں اور تیری اطاعت کرے اور عداوت کریں تیری عداوت اس سے جو تیری خلق میں سے تیرے خلاف کرے، الہی یہ دعا ہے اور قبول کرنا تیرا کام ہے اور یہ کوشش ہے اور بھروسہ تجھ پر ہے، اور ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور ہمیں طاقت گناہ سے باز رہنے کی اور ہمیں قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ تعالیٰ بزرگ و بڑے کے سبب سے ہے۔ اے مالک مضبوط رسی کے یعنی دین یا قرآن کے اور مروت کے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مامون رہنا و عید دوزخ کے روز میں اور جنت کا طالب ہوں میں ہمیشگی کے دن میں مقرب شاہدوں رکوع کرنے والوں، عہد پورا کرنے والوں کے ساتھ، بے شک تو مہر والا محبوب ہے تو کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس نے چادر بنایا عزت کو، اور حکم کیا اس سے، پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کو لباس بنایا اور اس سے بزرگ ہوا، پاک ہے وہ ذات کہ بجز اس کے اور کسی کے لئے پاکی بیان نہ کرنا چاہئے، پاک ہے صاحب فضل اور نعمت کا، پاک ہے صاحب قدرت اور کرم کا، پاک ہے جس نے گھیرا سب چیزوں کو علم سے، الہی کردے میرے لئے نور دل میں، اور نور میری قبر میں، اور نور میرے کان میں اور آنکھ میں اور بال میں اور کھال میں اور گوشت میں اور خون میں اور ہڈیوں میں اور روشنی میرے سامنے اور پیچھے اور میرے داہنے اور میرے بائیں اور میرے اوپر اور میرے نیچے، الہی زیادہ کر تو مجھ کو نور میں، اور دے مجھ کو نور، یعنی بالکل مجھ کو اعضائے ظاہر و باطنی کے ساتھ ایسا کر دے کہ حق کی جھلک اور امور خیر کی روشنی مجھ میں ہو جاوے۔

نمبر 2 دعائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا : حضور پاک شہ لولاک نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم یہ کلمات جو تمام دعاؤں کے جامع اور معنی کے پورے مسمت و ارین اور جمع حاجات کو شامل ہیں اپنے اوپر لازم کر لو اور کہا کرو۔

اللهم انی اسئلك من الخیر كل عاجله واجله ما علمت منه وما لم اعلم واعوذ بک من شر عاجله واجله ما علمت منه وما لم اعلم اسئلك الجنة وما قرب الیها من قول وعمل واعوذ بک من النار وما قرب الیها من قول وعمل اسئلك من الخیر ما سئلك عبدک رسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم واستعیدک مما استعأوک مه عبدک ورسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسئلك مما قضیت لی من امران نجعل عاقبتہ رشد ابرحمتک یا ارحم الراحمین۔ ترجمہ۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بالکل خیر کو حال کی اور آئندہ کی جو میں نے اس میں سے جانی ہو اور نہ جانی ہو اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں تمام برائی سے حل کی اور آئندہ کی جو میں جانی ہو اور نہ جانی ہو اور تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور جو چیز جنت کے قریب کر دے قول اور عمل سے اور تیری پناہ پکڑتا ہوں دوزخ سے اور جو اس کے نزدیک کر دے قول اور عمل سے اور تجھ سے وہ بہتری مانگتا ہوں جس کو تیرے بندے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی ہو اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ان امور سے جن سے تیرے بندے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمجھ سے پناہ مانگی ہو اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بات کا حکم میرے لئے کرے اس کے انجام کو میرے حق میں اچھا کرنا اپنی رحمت سے اے ارحم الراحمین۔

نمبر 3 دعائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ تجھ کو کیا چیز ملے گی میری وصیت سننے میں یہ کہتا ہوں کہ یوں کہا کر۔

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث لا نکلی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلمہ ترجمہ۔ اے زندہ اے توانا تیری رحمت سے فریاد چاہتا ہوں مجھ کو ایک پلک مارنے کے وقت میں میرے نفس کے سپرد کر اور میرا سب تمام حل درست فرما دے۔

نمبر 4 دعائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : حضور سرور عالم نے صدیق اکبر کو فرمایا کہ اس طرح کہیں۔

۱۔ یہ دعا الجنت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے اس مسئلہ کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل بشر ہیں تو نور علی نور بھی ہیں اس لئے کہ اسی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نور ہونے کے لئے دعا مانگی ہے جو لازماً مستجاب ہوئی اس لئے علامہ مینی شارح غاری نے لکھا کہ ہر نبی علیہ السلام کی ہر دعا مستجاب ہوتی ہے اور آپ تو امام الانبیاء ہیں (سوال) دعا سے پہلے آپ نور نہ تھے حالانکہ الجنت کہتے ہیں کہ آپ پیدائشی نور ہیں۔ (جواب) یہ ضروری نہیں کہ پہلے شے نہ ہو بعد دعا کے ملے مثلاً نماز میں بھی ہیں تب بھی ابدانہ الامان میں ہدایت کی مانند رہے ہیں اسے استقامت و دوام کی دعا کہا جاتا ہے۔ ایسی غفرلہ

اللهم اسی اسئلک بمحمد نبیک وابرہیم خلیلک وموسى نجیک وعیسی کلیمک وروحک وبکلام
 موسى وانجیل عیسی وزبور داود وفرقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین وبکل وحی
 اوحیتہ اوقصاء فقضیتہ اوسائل اعطیتہ اوغنی اوغنیته اوفقیبرا غنیته اومنال ہدینہ واسئلک
 باسمائک الدی انزلہ علی موسی صلی اللہ علیہ وسلم واسئلک لاسمک الذی تثبت بہ ارراق العباد
 واسئلک باسمک انزلتہ علی موسی صلی اللہ علیہ وسلم واسئلک باسمک الذی ثبت بہ ارراق العباد
 واسئلک باسمک الذی وصنعتہ علی الارض فاستقرت واسئلک باسمک وضعته علی السموت
 فاستعنت واسئلک باسمک الذی وضعته علی الجبال فارست واسئلک باسمک الذی
 استقل بہ عرشک واسئلک باسمک الطھر ہوالاحد الصمد الوتر المنزل فی کتابک من لدنک من الفوز
 المبین واسئلک باسمک الذی وصنعتہ علی النھار فاستنار و علی اللیل فاظلم وبِعظمتک وکبریائک
 وبنور وجھک الکریم ان ترزقنی القرآن والعلم بہ تخلطہ بلحمی ودمی وسمعی وبصری تستعمل بہ
 جسدی وبحولک وقرنک فانہ لا حول ولا قوۃ الا بک یا ارحم الراحمین۔ ترجمہ۔ دعا حضرت ابو بکر صدیق رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے نبی کے اور ابراہیم تیرے
 خلیل کے اور موسیٰ سرگوشی کرنے والے کے اور عیسیٰ تیرے کلمہ اور روح کے طفیل موسیٰ کے کلام اور عیسیٰ کی
 انجیل اور داود کی زبور اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن کے اور بوسیہ ہر ایک وحی کے جس کو تو نے ہر ایک
 انبیاء پر بھیجا یا حکم جو تو نے دیا ہو یا کسی سائل کو عطا کیا ہو یا کسی توانگر کو خوش کیا ہو یا کسی فقیر کو غنی کیا ہو یا کسی
 گمراہ کو ہدایت کیا ہو اور تجھ سے سوال کرتا ہوں بذریعہ اس نام کے تیرے جس کو تو نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا
 اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں بذریعہ تیرے اس نام کے جس سے بندوں کے رزق ثابت رہے اور تجھ سے سوال
 کرتا ہوں تیرے اس نام سے جسے تو نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی اور تجھ سے مانگا ہو طفیل تیرے اس نام کے جس
 کو تو نے آسمان پر رکھا تو وہ اونچے ہو گئے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس نام کی بدولت جس سے تیرا عشق ٹھہرا ہوا
 ہے اور سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے نام پاک و صاف تنابے پروا طاق کے جو تیری کتاب میں تیرے پاس سے
 صریح مراد سے اترتا ہے اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اس نام کے ذریعہ سے جس کو تو نے دن پر رکھا تو روشن ہو گیا
 اور رات پر رکھا تو تاریک ہو گئی اور تیری عظمت اور تیری بڑائی کے طفیل سے اور تیری ذات کریم کے ذریعہ سے یہ
 سوال ہے کہ مجھ کو قرآن اور اس کا علم نصیب کر اور اس کو میرے گوشت اور خون اور کان میں مخلوط کر دے اور
 اس کے مطابق میرے جسم سے کام لے اپنی طاقت اور قوت کے سبب سے کہ طاقت گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے
 کی بجز تیرے اور کسی سے نہیں اے ارحم الراحمین۔

نمبر 5 دعائے بریدہ سلمیٰ : حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں تم کو
 ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسی شخص کو سکھایا کرتا ہے جس کے ساتھ اس کی بہتری کرنی منظور ہوتی

ہے پھر وہ ان کو کبھی نہیں بھولتا، حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ آپ سکھا دیجئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہو۔

اللهم انی ضعیف فقوی برضاک ضعفی وخذ الی الخیر بنا صیتی واجعل الاسلام فتنی رضای اللہم انی ضعیف فقونی وانی ذلیل فاعزونی وانی فقیر فاغننی۔ ترجمہ۔ دعا حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الہی میں ناتوان ہوں تو میری ناتوانی کو اس رضا میں قوت دے اور مجھ کو بہتری کی طرف چوٹی پکڑ کے کھینچ لے اور اسلام کو میری انتہائی رضامندی کر دے الہی میں ناتوان ہوں تو مجھ کو قوت دے اور میں ذلیل ہوں تو مجھ کو عزت دے اور میں فقیر ہوں تو مجھ کو توانگر کر دے۔

نمبر 6 دعائے حضرت قبصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ : انہوں نے حضور سرور عالم شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، مجھ کو چند کلمات ایسے سکھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مجھ کو نفع دیوے اس لئے کہ میری عمر زیادہ ہوئی اور بہت سے اعمال کہ میں ان کو کیا کرتا تھا، اب میں ان سے تھک گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے لئے تو جب صبح کی نماز پڑھ چکو، تین مرتبہ کہو۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کہ جب تم ان کو کہو گے تو غم اور جذام اور برص اور فالج سے مامون رہو گے اور اپنی آخرت کے لئے یہ دعا پڑھا کر۔

اللهم اھدنی من عندک واقض علی من فضلک وانشر علی من رحمۃک و انزل علی من برکاتک ترجمہ۔ الہی تو مجھے اپنے پاس سے ہدایت کر اور میرے اوپر اپنے فضل میں سے کچھ جاری کر اور اپنی کچھ رحمت میرے اوپر پھیلا، اور کچھ اپنے برکت میں سے مجھ پر اتار۔ فائدہ : پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ان کو برابر پڑھے گا اور ترک نہ کرے گا اس کے لئے جنت کے چار دروازے کھولے جائیں گے کہ جن میں سے چاہے اندر چلا جائے۔

نمبر 7 دعائے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ان سے کسی نے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا۔ اس وقت کہ ان کے محلہ میں آگ لگی تھی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا، تین مرتبہ ان سے یہی کہا گیا اور انہوں نے یہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا پھر ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ جب آگ تمہارے گھر کے پاس آئی تو بجھ گئی، آپ نے فرمایا کہ مجھے پہلے سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کو نہیں معلوم کہ آپ کے دونوں قولوں میں سے کون سا عجیب تر ہے، آپ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ان کلمات کو رات میں یا دن میں کہے گا، اس کو کوئی چیز ضرر نہ کرے گی اور میں نے ان کو پڑھ لیا تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ میرا نقصان نہ ہو گا، وہ کلمات یہ ہیں۔

اللهم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلک وانت رب العرش العظیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن اعلم ان الله على كل شئ قدير وان الله قد احاط بكل شئ علما
 وحصى كل شئ عددا اللهم انى اعوذ بك من شر نفسى ومن شر كل دابة انت اخذت بها صبيتها ان ربي
 على صراط مستقيم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ الہی تو میرا پروردگار ہے تیرے سوا کوئی معبود
 نہیں میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تو مالک ہے بڑے عرش کا نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور قوت عبادت
 کرنے کی مگر اللہ برتر عظمت والے کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہیں ہوا میں جانتا ہوں بے شک
 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر علم سے محیط ہے اور ہر چیز کو شمار سے گن رکھا ہے الہی
 میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور ہر چلنے کی برائی سے کہ جس کی چوٹی تیرے قابو میں ہے بے
 شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔

نمبر 8 دعائے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا علیہ السلام : آپ صبح کو پڑھا کرتے تھے۔ اللہم هذا خلق
 جدید فافتحه علی بطاعتک واختمه لی بمغفرتک ورضوانک وارزقنی فیہ حسنة نقبلها منی وزکها
 وضعفها لی وما عملت فیہ من سیئة فاعف لی انک عفور رحیم وودود کریم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت ابراہیم خلیل
 اللہ الہی صبح نئی مخلوق ہے پس اس کو مجھ پر اپنی اطاعت سے کھول اور اس کو میرے لئے اپنی مغفرت اور رضا پر تمام
 کر اور اس میں مجھ کو ایسی نیکی نصیب کر جس کو تو مجھ سے قبول کرے اور اس نیکی کو میرے لئے پاکیزہ کر اور دونا کر
 اور جو برائی میں اس میں کروں اس کو تو مجھے معاف کر دے کہ تو معاف کرنے والا محبت رکھنے والا نخی ہے۔ آپ نے
 فرمایا کہ جو کوئی صبح کو اٹھ کر یہ دعا پڑھ لے تو اس نے اس روز کا شکر لیا۔

نمبر 9 دعائے حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام : کی ہے کہ آپ علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللہم اصبح
 لا استطیع رفع ما اکره ولا املک نفع ما ارجو واصبح الامر بیدغیری واصبحت مرتھنا بعملی فلا
 فقیر افقر منی اللہم لا نشمت بی عددی ولا نسولی صدیقی ولا نجعل مصیبتی دینی ولا نجعل الدنیا
 اکبر همی ولا تسلط علی من لا یرحمنی یا قیوم۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی میں ایسا
 ہوں کہ جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے اس کو ٹال دیتا ہوں اس سے مستفیع ہونے پر قابو نہیں رکھتا اور معاملہ دوسرے
 شخص کے اختیار میں ہے اور اپنے عمل میں پھنسا ہوں پس محتاج مجھ سے زیادہ حاجت مند نہیں الہی مت ہنسنا مجھ پر
 میرے دشمن کو اور نہ برا کر میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کو میری مصیبت میرے دین میں اور مت کر
 دنیا کو زیادہ سے زیادہ مقصود میرا اور مجھ پر مت قابو دے ایسے شخص کو جو مجھ پر رحم نہ کریں اسے زندہ اسے توانا۔

نمبر 10 دعائے حضرت خضر علیہ السلام : حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہ السلام جب حج کے دنوں میں ہر سال
 ملتے تو جدا اس وقت ہوتے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرتے۔ بسم اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ الحیر کہ
 ید اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السوء الا اللہ۔ ترجمہ۔ دعائے حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نام سے شروع جو چاہا

اللہ نے قوت نہیں مگر اللہ کو دی ہوئی جو چاہا اللہ کا ہر ایک نعمت اللہ کے پاس ہے جو چاہا اللہ کا خیر بالکل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو چاہا اللہ کا نہیں پھرتا ہے برائی کو سوائے اللہ کے کوئی۔

فائدہ : جو کوئی اس دعا کو صبح کو اٹھ کر تین دفعہ پڑھ لیا کرے وہ جلتے اور ڈوبنے اور چوری سے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔

نمبر 11 دعائے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ : محمد بن حسان کہتے ہیں کہ مجھ سے آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو دس کلمات سکھائے دیتا ہوں پانچ دنیا کے لئے اور پانچ آخرت کے لئے جو کوئی ان کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ پائے گا میں نے عرض کیا کہ آپ ان کو میرے لئے لکھ دیجئے۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لکھوں گا نہیں بلکہ تیرے سامنے کئی مرتبہ پڑھ دوں گا جیسے بکر بن خیس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے سامنے کئی مرتبہ پڑھتے تھے وہ یہ ہیں۔

حسبى الله لدينى حسبى الله لدينائى حسبى الله الكريم لما اهمنى حسبى الله الحكيم القوى لمن يبنى على حسبى الله الشديد لمن كان فى لبو حسبى الله الرحيم عند الموت حسبى الله الروف عند المسالة فى القبر حسبى الله الكريم عند الحساب حسبى الله اللطيف عند الميزان حسبى الله القدير عند الصراط حسبى الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم ترجمہ۔ اللہ مجھ کو کافی ہے میرے دین کے واسطے مجھ کو بس ہے میری دنیا کے لئے اللہ کریم مجھ کو کافی ہے اس چیز کے لئے جس نے مجھ کو تردد میں ڈالا کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ بربار قوت والا اس شخص کے لئے جو مجھ پر سرکش کرے اللہ تعالیٰ شدت والا مجھ کو بس ہے اس شخص کے لئے جو مجھ کو بدی پہنچانے کی تدبیر کرے اور اللہ تعالیٰ رحم والا مجھ کو موت کے وقت کافی ہے اللہ تعالیٰ صاحب رافت مجھ کو کافی ہے قبر میں سوال کرنے کے وقت اللہ کریم مجھ کو بس ہے حساب کے وقت اللہ لطیف مجھ کو کافی ہے میزان کے پاس اللہ تعالیٰ قدیر مجھ کو بس ہے پل صراط پر اللہ مجھ کو کافی ہے کسی کی بزرگی نہیں اس کے سوا اس پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ صاحب ہے بڑے تخت کا۔

فائدہ : حضرت ابو داؤد سے مروی ہے کہ جو کوئی ہر روز سات بار اس آیت کو پڑھے فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اللہ تعالیٰ اس کے آخرت کے امرم کو کفایت کرے گا خواہ وہ اس قول میں سچا ہو یا جھوٹا یعنی خواہ توکل رکھتا ہو یا نہیں۔

نمبر 12 دعائے عتبہ غلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ : کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس دعا کے باعث جنت میں داخل ہوا۔ اللهم يا هادي المضلين ويا ارحم المنابين ومقبل عنرات العاثرين ارحم عبدك والخطير العظيم والمسلمين كلهم اجمعين فاجعلنا مع الاحياء المرزوقين الذين انعمت عليهم من السييس والصدىقيس والشهداء والفضلين امين يا رب العالمين۔ ترجمہ۔ اے اللہ اے راہ بتانے والے

کراہوں کے اور مہر کرنے والے گنہگاروں کے اور معاف کرنے والے لغزشوں اور خطاؤں کے، رحم کر اپنے بندہ پر، جس کو بڑا خطرہ ہے، اور رحم کر سب مسلمانوں پر اور ہم کو ان زندوں کے ساتھ کر دے جن کو رزق ملتا ہے اور تو نے ان پر انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک بختوں کے ساتھ اس دعا کو قبول کر اے رب العلمین۔

نمبر 13 دعائے حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ منظور کرے تو انہوں نے سات بار خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اس وقت کعبہ بنا ہوا نہ تھا، بلکہ ایک سرخ ٹیلا تھا پھر انہوں نے دو رکعتیں نماز پڑھی، پھر یہ دعا پڑھی۔ اللہم انک تعلم سری وعلا نینسی فاقبل معنرتی ونعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم ما فی نفسی فاغفر لی ذنوبی اللہم انی اسئک یمانا یمنا یبشر قلبی ویقیننا صادقاً حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبتہ علی فارضنی بما قسمتہ لی یا ذوالجلال والاکرام ترجمہ۔ اے اللہ تو جانتا ہے میرے باطن اور میرے ظاہر کو، پس قبول کر عذر، اور تو جانتا ہے میری حاجت، پس عطا کر مجھ کو میری مانگ اور تو جانتا ہے جو بات میرے دل میں ہے تو بخش دے مجھ کو میرے گناہ، الہی میں تجھ سے، دل کرتا ہوں ایسا ایمان کہ میرے دل کے ساتھ رہے اور ایسا یقین صلوٰۃ کو میں جانوں کہ ہرگز کوئی مصیبت نہ آوے گی مگر جو تو نے مجھ پر لکھ دی پھر تو راضی کر مجھ کو اس چیز سے جو تو نے میرے لئے مقرر کی ہے اے بزرگی اور اکرام والے۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں نے تم کو معاف کر دیا، اور جو کوئی تمہاری اولاد میں سے اسی دعا کو پڑھ کر دعا مانگے گا، میں اس کو بخش دوں گا اور اس کا غم اور رنج دور کر دوں گا اور مفلسی کو اس کی دونوں آنکھوں سے نکال دوں گا اور ہر تاجر سے زیادہ اس کو نفع دوں گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، گو وہ اس کو نہ چاہے۔ (سبحان اللہ)

نمبر 14 دعائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم : آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی بڑائی کرتا ہے اور فرماتا ہے۔

انی انا اللہ رب العلمین انی انا اللہ لا الہ الا انا الحی القيوم انی انا اللہ لا الہ الا انا العلی العظیم انی انا اللہ لا الہ الا انا الدائم الدائم اولد انی انا اللہ لا الہ الا انا الغفور الغفور انی انا اللہ لا الہ الا انا مبدی کل شی انی یعود العزیر الحکیم الرحمن الرحیم ملک یوم الدین خالق الخیر والشر خالق الجنة والنار الواحد لا حد انصر و الصمد الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولداً الفرد الوتر عالم الغیب والشہادة الملک القدوس السلام المومن المہیں العزیز الجبار المتکبر الخالق الباری المصور الکبیر المنعالم المقتدر القہار الحکیم الکریم اہل الثناء والمجد عالم السر واخفی القادر الرزاق الخلق والخلیقة ترجمہ۔ بے شک

میں ہی ہوں اللہ پروردگار سارے جہان کا بے شک میں ہی ہوں اللہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے کہ زندہ توانا ہوں بے شک میں معبود ہوں کوئی نہیں سوائے میرے کہ برتر عظمت والا ہوں بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے نہ مجھ سے کوئی پیدا ہوا اور نہ میں کسی سے پیدا ہوا بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے کہ میں معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہوں بے شک میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے کہ میں معاف کرنے والا ہوں اور میری ہی طرف ہر چیز رجوع کرے گی عزت والا حکمت والا ہوں بہت مہربان رحم والا ہوں انصاف کے دن کا مالک ہوں نیکی اور بدی کا پیدا کرنے والا ہوں جنت اور دوزخ کا پیدا کرنے والا ہوں یکتا صفات میں اور ذات یکتا بے پروا ایسا نہ کوئی بی بی ہے نہ لڑکا اکیلا طاق جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر کا بادشاہ حقیقی نہایت پاک ہے اور بے عیب امان دینے والا نگہبان زبردست بگڑے کلموں کا درست کرنے والا بزرگ پیدا کرنے والا عدم سے وجود میں لانے والا بہت بڑا اعلیٰ شان قدرت والا لائق تعریف اور مجدد کا جاننے والا راز اور اس سے زیادہ چھپی بات کا قابو رکھنے والا رزق دینے والا خلق اور اہل خلق سے برتر۔

فائدہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کلمہ کے پیشتر انا اللہ لا الہ الا انا مذکور فرمایا جیسے ہم نے شروع کے چند اسماء میں لکھا ہے پس کوئی ان اسماء کے ذریعے دعا مانگے اس کو چاہیے کہ ہر جگہ انک انت اللہ لا الہ الا انت کہے ان کی جگہ انک اور انا کی جگہ انت اور جو کوئی ان اسماء سے دعا مانگے گا وہ سجدہ کرنے والوں اور خشوع کرنے والوں میں لکھا جائے گا جو آنحضور اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء صلوٰۃ اللہ اجمعین کے پڑوس میں قیامت کے روز رہیں گے اور اس کو آسمان اور زمین کے عابدوں کا ثواب ملے گا۔

نمبر 15 تسبیحات و دعا ابی المعتمر سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ: مروی ہے کہ یونس بن عبیدہ نے ان لوگوں میں سے جو روم میں شہید ہوئے تھے ایک شہید کو میں دیکھ کر پوچھا کہ تم نے اعمال میں سے کون سا زیادہ افضل پایا انہوں نے فرمایا کہ ابی المعتمر کی تسبیحوں کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہے اور وہ یہ ہیں۔ نمبر 1 سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عدما خلق و عدد ما ہو خالق و زنة ما خلق ما هو خالق و ملا ما خلق و ملا السموت و ملا ارضیه و مثل ذلک و اصنعاف ذلک و عدد خلقه و زنة عرشه منہی رحمته و هذا کلماتہ و مبلغ رضا حتی یرمئی و افرضی و عدد ما ذکرہ بہ حدیثہ فی حمیع ما مضی و عدد ما هم ذکرہ فیما بقی فی کل سنة شهر و جمعة و یوم و لیلة و ساعة من لساعت و ثم نفس من الانفس و ابد من الابد و ابد الدنیا و الاخرة و اکثر من ذلک لا یقطع ولا ینفد احرام ترجمہ۔ پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور سب خوبیاں اللہ کی ہیں اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے نہیں ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت کی مگر اللہ کی دی ہوئی موافق شمار ان کے جو اس نے پیدا کی ہیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا اور موافق وزن ان اشیاء کے جو اس نے پیدا کیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور

مقدار پر ہی ان چیزوں کی جو اس نے پیدا کیں اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور مقدار پر ہی اس کے آسمانوں کے اور بھرتی بقدر اس کی زمینوں کی اور اس کے برابر اور اس سے بہت گنتی پر بقدر گنتی اس کے خلق کے اور مقدروں اس کے عرش کے اور انتہاء اس کی رحمت کے اور سیاہی اس کے کلموں کے اور اس کے رضا کے انجام کے یہاں تک کہ وہ خوش ہو اور جس وقت وہ راضی ہوا اور بقدر شمار ان الفاظ کے جس سے اس کی مخلوق نے اس کو یاد کیا ہے سارے زمانہ ماضی میں اور جس نے کہ اس کے یاد کرنے کے زمانہ آئندہ میں ہر سال اور ہر مہینے اور ہر ہفتے دن و رات میں اور ہر ایک گھڑی سانس اور دم میں اور کسی زمانہ آئندہ میں ایک رات سے لے کر دوسری رات تک دنیا کی مدت اور آخرت کی مدت سے اور اس سے زیادہ کر اس کی ابتداء علیحدہ ہو اور نہ اس کی انتہا تمام ہو۔

نمبر 16 دعائے حضرت ابراہیم بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے: ابراہیم بن بشار آپ کے علوم روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو یہ دعا کرتے تھے۔ مرحبا بیوم المزیذ والصبح الحدید والکاتب والشہید یومنا ہذا یوم عید اکتب لنا ما یقول بسم اللہ الحمید المجید الرفیع الودود الفعال فی خلقہ ما یرید اصبح باللہ مرمتا وبلقائہ مصدقا ولجمعتہ معترقا ومن ذنبی مستنفر اولر بربریۃ اللہ خاضعا ولسوی اللہ فی لا لہیۃ جاحدا والی اللہ فقیرا وعلى اللہ متوکلا والی اللہ منینا اشہد اللہ واشہد ملائکۃ وانبیاءہ ورسدہ رحمۃ عرشہ ومن ہو خالفہ بانہ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبده ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمنا وان الجنة حتی وان النار حق والحرض حق والشاعة حق ومنکرا ونکیرا حق ووعدک حق ولقائک حق والساعة آیتہ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور علی ذلک احیی والیہ امرت وعلیہ ابعت ان شاء اللہ اللہم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استظمت اعوذ بک اللہم من شر ما صنعت ومن شر کل ذی شر اللہم فی قد ظلمت نفسی فاغفر لی ذنوبی فانه لا یغفر الذنوب الا انت واهدنی الا حسن الا خلاق نانه لا یهدی باحسہا الا انت واصرف عنی سینہا فانه لا یصرف سینہا الا انت لبیک سعیدک والخیر کلہ ببیدک انا بک والیک استغفرک واتوب الیک امننت اللہم بما ارسلت من رسول وامنت اللہم بما انزلت من کتاب وصی اللہ علی محمد بن النبی الامی وعلى آلہ وتلمہ تسلیمنا کثرا خاتم کلامی ومفناحه وعلى اسیانہ ورسلہ اجمعین آمین یا رب العلمین اللہم اور دنا حوض محمد واسقنا بکاسہ شربا روتا سائنا ہینا لانما بعدہ ایدا واحشرنا فی زمرتہ غیر خزايا ولا ناکثین للمعد ولا مرتا بین ولا مضمویس ولا معضوب علینا ولا الضالین اللہم اعصمنی من فتن الدنیا ووفقی لما تحب وترصی واصلح لی شائی کلہ وثبتنی بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة ولا تفضلنی وان کنت ظالما سبحانک سبحانک یا علی یا عظیم یا ربی یا رحیم یا عظیم یا جبار سبحان من سبحت لہ السموت باکافہا وسبحان من سبحت لہ الجبال باصدانہا وسبحان من سبحت لہ البحار یا مراجہا وسبحان من

سبحت له الحينان يلفاتها و سبحان من سبحت له النجوم في السماء بابراجها سبحان من سبحت له الشجر باصولها و ثمارها و سبحان من سبحت له السموات السبع والارضون السبع ومن نيهن ومن عليهن سبحان من سبح له كل شئ من مخلوقاته تباركت وتعاليت سبحانك سبحانك يا حي يا قيوم يا عليم يا حلیم سبحانك لا اله الا انت وحدك لا شريك لك تحي وتميت وانت حتى لا يموت ببدك الخیر وانت على كل شئ قدير۔

ترجمہ۔ ہے اس زیادتی ثواب کے دن کو اور نئی صبح کو اور اعمال کے لکھنے والے اور ان کے گواہ کو ہمارا روز عید کا روز عید ہے۔ لکھ ہمارے لئے جو ہم کہتے ہیں 'اللہ کے نام سے شروع ہے جو خوبیوں والا اور شرافت والا اور بلند مرتبہ محبت والا اپنی مخلوق میں جو چاہے سو کرنے والا ہے۔ میں نے صبح کی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں' اور اس کے دیدار کی تصدیق کرتا ہوں' اور اس کی حجت کا معترف ہوں' اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سامنے فروتنی کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہونے کا منکر ہوں' اور اللہ کا محتاج اور اسی پر بھروسہ کرنے والا اور اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں' اور اس کے فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں اور عرش کے اٹھانے والوں کو' اور جن کو اس نے پیدا کیا اور جن کو وہ پیدا کرنے والا ہے' گواہ کرتا ہوں میں اس بات کا کہ وہی معبود ہے کوئی بندگی کے لائق نہیں اس کے سوا تھا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس بات کا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور حوض سج ہے' اور شفاعت سج ہے' اور منکر نکیر حق ہیں اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیرا دیدار حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ قبر میں کیسے لوگوں کو اٹھائے گا اسی گواہی پر میں زندہ ہوں اور اسی پر مروں گا اور اسی پر اٹھوں گا اگر اللہ نے چاہا' الہی تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد پر قائم ہوں اور تیرے وعدہ اپنے مقدور بھر میں تجھ سے الہی پناہ مانگتا ہوں میں برائی سے ان خطاؤں کی جو میں نے کی اور برائی سے ہر بدی والے کے' الہی میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا پس بخش دے مجھ کو میرے گناہ' کوئی تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا' اور مجھ کو راہ دکھا اچھی عادتوں کی راہ اور کوئی نہیں بتاتا اور مجھ سے بری عادتوں کو ٹل دے کہ تیرے سوا بری عادتوں کو کوئی نہیں ہٹاتا میں خدمت میں حاضر ہوں اور طاعت کے مستعدی ہوں اور خیر بالکل تیرے ہاتھوں میں ہے۔ میں تجھ سے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والا اور تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں الہی میں ایمان لایا رسولوں پر جو تو نے بھیجے اور کتابوں پر جو تو نے اتاریں اور اللہ تعالیٰ رحمت کرے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی ناخواندہ پر اور ان کی اولاد پر بہت سا سلام بھیجے میرے کلام انجام اور انداز میں اور اپنے سب انبیاءوں پر اور رسولوں پر ایسا ہی کر اے رب العلمین الہی ہم کو وارد کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض پر اور ہم کو ان کے جہم سے شربت پلا جو سیراب کرنے والا اور چٹنے والا ہو کہ اس کے بعد کبھی ہم پینے نہ ہوں اور ہم کو اس کی جماعت میں اٹھا ایسی صورت سے

کہ ہم نہ رسوا ہوں، نہ عہد شکنی کریں، نہ دین میں شک کریں نہ فتنہ میں مبتلا ہوں نہ ہم پر غصہ ہو نہ ہم گمراہ ہو،
الہی مجھ کو دنیا کے فتنوں سے بچا اور ان باتوں کی توفیق دے جن سے تو خوش ہو اور راضی رہے اور میرا بالکل حل
درست کر اور مجھ کو مضبوط قول پر دنیا کی زندگی اور آخرت میں قائم رکھ اور مجھ کو گمراہ مت کر اگرچہ ظالم ہوں میں۔
پاک ہے تو عالی شان اے عظمت والے اے پیدا کرنے والے اے رحم والے اے عزت والے اے بگڑوں کو
درست کرنے والے میں پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس کی پاکی آسمان مع اپنے اطراف کے بیان کرتے ہیں اور
میں پاکی بیان کرتا ہوں اس شخص کی جس کی پاکی پہاڑ اور ان کی گونج کرتی ہے اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس
کے ستارے آسمانوں کے مع برجوں کے بیان کرتے ہیں اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس کی پاکی درخت مع اپنی
جڑوں اور پھولوں کے بیان کرتے ہیں اور میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس کی ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور
جوان کے بیچ میں ہیں اور جو ان کے اوپر ہیں بیان کرتے ہیں پاک ہے وہ ذات جس کے لئے ہر چیز نے اس کی
خلوقات میں سے پاکی بیان کی تو برکت والا اور بزرگ ہے۔ اور تو پاک ہے تو پاک ہے اے زندہ اے قائم رکھنے
والے اے علم والے اے حکم والے تو پاک ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو اکیلا ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں تو جلاتا
ہے اور تو ہی مارتا ہے تو زندہ ہے کہ نہیں مرتا ہے تیرے قابو میں ہے بہتری اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ علیہم الرضوان کی دعائیں

نوٹ۔ یہ دعائیں ابو طالب مکی اور ابن خزیمہ اور ابن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجموعوں سے انتخاب کی گئی
ہیں۔ سالک یعنی طالب آخرت کے لئے مستحب ہے کہ جب صبح کو اٹھے تو اس کا کچھ وظیفہ دعا ہو، چنانچہ اس کا ذکر
باب الادراہ میں آتا ہے۔ اگر آخرت کی کھیتی منظور ہے اور جن دعاؤں سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا
مانگی ہے ان میں آپ کی پیروی چاہتے ہیں تو اپنی دعاؤں کے شروع میں نماز کے بعد یوں کہا کرو اے سبحان ربی
لا علی الوہاب لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اور تین بار
کو 2 رضیت باللہ رباً وبالسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبینا اور یہ کو 3 اللھم فاطر
السموت والارض عالم الغیب والشہادۃ رب کل شیء و ملیکہ اشہدان لا الہ الا انت اعوذ بک من
شر نفسی و شر الشیطان و شر کلہ اور کو 4 اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ فی دین دینای و اہلی و
مالی للھم استر عوراتی و امن روعاتی راقلنی عتراتی احفظنی من بین یدی فمن خلفی وعن یمینی
وعن شمالی وعن نوقی واعوذ بک ان اغتسل من تحتی۔ 5 اللھم لا ترمنی مکرک ولا تولنی عیرک ولا
تنزع عسی سترک ولا تلحنی ولا تجعلنی من الغافلین اور تین بار سید الاستغفار پڑھئے۔ 6 اللھم استر ربی
لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء

لك نعمتك على وابوء بنبي فاغفر لي فانه لا يغفر الذنوب الا انت اور تين ياربه كوه 7 اللهم عافني في
 بدني دعا في في سمعي وعافني في بصري لا اله الا انت اور كوه 7 اللهم اني اسئلك الرصي بعد
 القضاء و برذا العيش بعد الموت والنظر الى وجهك وشوق الى لقائك من غير ضراء مفسدة ولا فتنه
 مضرة واعوذ بك من ان اظلم او يظلم او اعندى او يعتدى على او اكسب خطيئة او ذبا لا تغفر 8 اللهم اني
 اسئلك الثبات في الامر والعزيمة على الرشد واسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك واسئلك قلبا
 سليما و حقا مستقيما ولسانا صادقا و عملا مقبولا واسئلك من خير ما تعلم واعوذ بك من شر ما
 تعلم واستغفرك بما تعلم فانك تعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب 9 اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت
 وما اسررت وما اعلنت فانك انت المقدم وانت الموفق وانت على كل شئ قدير وعلى كل غيب شهيد 10
 اللهم اني اسئلك ايمانا لا يرنو ونعيما لا ينفد وقرة عين لا بدومرافقه نبيك محمد صلى الله عليه
 وسلم في اعلى جنته الخلد 11 اللهم اني اسئلك الطيبات و فعل الغيرات ترك المنكرات وحب
 المساكين واسئلك حبك وحب من احبك وحب كل عمل يقرب الى حبك وان تنوب على و تغفر لي و
 ترحمني واذا ردت بقوم فتنة فاقبض اليك غير مفتون 12 اللهم بعلمك الغيب على الخلق احبني ما
 كانت الحياة خيرا لي و توفي اذ اكانت الرفاة خيرا لي واسئلك خشيتك في الغيب والشهادة وكلمة
 العدل في الرضارو الغضب والقصة في الغنى والفقر دلة النظر الى وجهك والشوق الى لقائك
 واعوذ بك من ضراء مضرة وفتنة مضلة 13 اللهم زينا بزينة ايماننا واجعلنا هداة مهتدين 14 اللهم اقسم
 النام من خشيتك ما تحول به بيننا وبين معاصيك ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون
 به علينا مصائب الدنيا اللهم املاؤنا جو هنامنك حياء قلوبنا منك فرقاء داسكن في نفوسنا من
 عظمتك ما تذلل جوارحنا لخدمتك واجعلك 15 اللهم احب الينا ممن سواك واجعلنا اخشى لك
 ممن سواك 16 اللهم اجعل اول يومنا هذا اصلاحا و اوسطه فلا حا و اخره نجاحا اللهم اجعل اوله
 رحمته و اوسطه نعمته و اخره مكرمه و مغفرة 17 الحمد لله الذي تواضع كل شئ لعظمته وذل كل شئ
 لعزته و خضع كل شئ طلكه واستسلم كل شئ لقدرته والحمد لله الذي سكن كل شئ مهيبته و اظهر كل
 شئ بحكمته و تصاغر كل شئ لكبريائه 18 اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وازواج محمد و
 درينه و بارك على محمد وعلى اله وازواجه و ذريته كما باركت على ابراهيم في العزمين ولا انك حميد
 مجيد 19 اللهم صل على محمد عبدك ورسولك و نبيك النبي الامي رسولك الامين واعطه المقام
 المحمود الذي وعدته يوم الدين 20 اللهم اجعلنا من اولياءك المتقين و خربك المفلحين و عبادك
 الصالحين واستعملنا المر صنائك عناد و فقنا لمحايك مناوصر فنا بحسن اختيارك لما نسئلك
 حوامع الخير و فواتحه و خواتمه و نعوذ بك من جوامع الشر و فواتحه و خواتمه اللهم بقدرتك على انت

علیٰ انک انت التواب الرحیم و مجلک عنک عاف عنک انت الغفار الرحیم و بعلمک بی ارفق بی
 انک انت ارحم الراحمین و بملک لی ملکنی نفسی ولا تسلطها علی ولا انک انت الملک الحبار 21-
 سبحانک اللهم و بحمدک لا اله الا انت عملت سوء او ظلمت نفسی فاغفر لی ذنبی انک انت ربی انه لا
 یغفر الذنوب الا انت 22- اللهم الهمنی رشدی و قنی شرف نفسی اللهم افرقنی حلالا لا تعاقبسی علیہ و
 قمعی بماررقلنتی استعملنی به صالحا تقبله منی 23- اللهم انی اسئلك العفود العافیة وحسن البیقین
 و المعافیة فی الدنیا و الاخرة یا من لا تضرب الذنوب ولا تنقصه المغفرة هب لی مالا یضرک و اعطنی
 مالا یفقصک ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین انت ولی فی الدنیا و الاخرة توفنی مسلما
 و الحقنی بالصحیحین انت و لیثنا فاغفر لنا و ارحمنا و انت خیر الغافرین و اکتب لنا فی هذه الدنیا
 حسنة و فی الاخرة ربنا علیک توکلنا و الیک انبنا و الیک المصیر ربنا لا نجعلنا فتنة للقوم الظالمین
 ربنا لا نجعلنا فتنة للذین کفروا و اغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم ربنا اغفر لنا ذنوبنا
 و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکفرین ربنا اغفر لنا ولا خواننا الذین سبقونا
 بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا اتنا من لذلک رحمة و هی
 لنا من امرنا رشدا ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار ربنا اتنا سمحنا
 منادیا ینادی للایمان ان امننا بریکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیئاتنا و توفنا مع الابرار
 ربنا و اتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخرنا یوم القیامة انک لا تخلف المیعاد و ربنا لا تواخذنا ان
 سینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملنه علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة
 لنا و اعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین رب اغفر لی ولوادی و ارحمنا
 کما ربیانی صغیرا و اغفر للمؤمنین و المؤمنات و المسلمین و المسلمات الاحیاء منهم و الاموات
 رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم و انت الاعز الا کرم و انت خیر الرحمین و خیر الغافرین و انا لله و انا
 الیه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم و حسبنا الله و نعم الوکیل و صلی الله علی سیدنا
 محمد خاتم النبیین و آله و صحبه و سلم تسلیما کثیرا۔

ترجمہ۔

1۔ پاکی بیان کرتا ہوں اپنے رب بلند مرتبہ سب سے بڑے بہت دینے والے کی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے
 وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اس کو سلطنت ہے اور اس کی خوبی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ 2۔ راضی ہوں
 میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام سے دین میں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے میں 3۔ اے اللہ
 بنانے والے زمینوں اور آسمانوں کے جاننے والے ظاہر اور پوشیدہ کے پروردگار ہر چیز کے اور اس کے مالک ہیں
 گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں سوائے تیرے تجھ سے پہلے مانگتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان کے پھندوں

۴۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معاف کرنے کا اور سب آفتوں سے سلامت رکھنے کا اپنے دنیا و دین میں گمراہیوں میں اور بل میں 'الہی ڈھلتا ہوں میرے عیبوں کو اور امن دے میرے خوفوں کو اور معاف کر مجھ کو میری لغزشیں اور حفاظت کر مجھ کو میرے سامنے سے اور میرے پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور اوپر سے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے بے خبر ہلاک ہو جاؤں میں اپنے نیچے سے ۵۔ الہی مت نڈر کر مجھ کو اپنے عذاب سے اور مت سپرد کر مجھ کو اپنے سوا دوسرے کے اور مت دور کر مجھ پر سے اپنا پردہ اور مت بھلا مجھ کو اپنی ذات سے اور مت کر مجھ کو غفلوں سے ۶۔ الہی تو میرا پروردگار ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا تو نے ہم کو پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدے پر ہوں اپنے مقدر کے موافق میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کام کی برائیوں سے میں اپنے اوپر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں 'تو مجھ کو بخش دے کہ گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشے ۷۔ الہی مجھ کو عافیت دے میرے بدن میں کلن میں اور میری آنکھ میں کوئی معبود نہیں سوائے تیرے الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں راضی رہنے کا تیرے حکم کے بعد اور موت کے بعد خشک زندگی کا اور تیرے منہ کی طرف دیکھنے کی لذت کا اور تیرے دیدار کے شوق کا بدل سختی کسی ضرر دینے والی چیز کے اور بدل فتنے گمراہ کرنے والے کے اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا میں حد سے بڑھ جاؤں اور میرے اوپر کوئی حد سے زیادہ زیادتی کی جائے یا کوئی ایسے قصور یا گناہ کا مرتکب ہوں کہ تو اس کو نہ بخشے۔ ۸۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مستقل رہنا معاملہ میں مضبوط رہنا ہدایت پر اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں شکر کرنے کا تیری نعمت پر اور عبادت کرنے کا اچھی طرح پر اور تجھ سے چاہتا ہوں دل سلیم اور عادت راست اور زبان صاف اور عمل مقبول اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بہتری ان باتوں کی جو تو جانتا ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے ان امور کی کہ جو تجھ کو معلوم ہیں اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں ان گناہوں کی جو تو جانتا ہے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برائی سے ان امور کی کہ جو تجھ کو معلوم ہیں اور تجھ سے معافی مانگتا ہوں ان گناہوں کی جو تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیب کی باتوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ ۹۔ الہی تو بخش دے مجھ کو جو گناہ میں نے آگے کئے اور جو پیچھے کئے اور جو چھپا کر کئے اور جو ظاہر کئے کہ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اپنی رحمت میں اور تو ہی پیچھے کرنے والا اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے اور ہر پوشیدہ بات پر موجود ہے۔ ۱۰۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایسا ایمان کو منحرف نہ ہو اور ایسی نعمت کہ تمام نہ ہو اور آنکھ کی ٹھنڈک ہمیشہ کی اور ساتھ رہنا تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب سے اوپر کی جنت خلد میں۔ ۱۱۔ الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پاکیزہ چیزیں اور کرنا نیکیوں کا اور چھوڑنا برائیوں کا اور دوستی مسکینوں کی اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت اور اس شخص کی محبت جو تجھ کو دوست رکھے اور دوستی ہر ایک کام کی جو تیری دوستی کے قریب کرے اور یہ کہ مجھ کو توفیق دے توبہ کی اور مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم کرے اور جب تو کسی قوم پر فتنہ چاہے تو مجھ کو اپنے پاس سے اٹھالے بدل فتنہ میں مبتلا ہونے کے۔ ۱۲۔ الہی بسبب اپنی غیب دانی اور خلق پر قادر ہونے کے مجھ کو زندہ رکھ جب تک کہ میرے حق میں

زندگی بہتر ہے اور مجھ کو وفات دے جبکہ میرے لئے وفات اچھی ہو، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرا خوف باطن میں اور ظاہر میں اور کلمہ حق کتنا خوشی میں اور غصہ میں اور میانہ روی تو انگری اور مفلسی میں اور تیرے منہ کی طرف دیکھنے کی لذت اور تیرے دیدار کا شوق اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اور ضرر دینے والی چیز کے نقصان سے اور گمراہ کرنے والے فتنہ سے یعنی مل و جاہ سے۔ 13۔ الہی ہم کو آراستہ کر ایمان کی زینت سے اور کر ہم کو ہدایت کرنے والے اور خود راہ پانے والے۔ 14۔ الہی تو نصیب کر مجھ کو اپنا خوف اس قدر کہ حائل ہو جائے تو ہم میں اور ہماری نافرمانیوں میں اور اپنی اطاعت میں سے اس قدر کہ اس سے تو ہم کو اپنی جنت میں پہنچا دے اور یقین سے اس قدر کہ اس کے باعث آسمان کر دے تو ہم پر دنیا کی مصیبتیں۔ 15۔ الہی تو پھیر دے چہرہ ہمارے اپنی ذات سے حیا کرنے سے اور ہمارے دلوں کو اپنی ذات سے خوف کرنے سے اور ہمارے نفسوں میں اپنی عظمت اتنی ٹھہرا دے کہ اس کے سبب سے تو ہمارے اعضاء کو اپنی خدمت کے لئے فرمانبردار کر دے اور اسے اللہ تو اپنی ذات کو ہمارے نزدیک اپنے ماسوا سے زیادہ محبوب کر دے اور ہم کو ایسا کر دے اور دل کی بہ نسبت تجھ سے زیادہ خوف کریں۔ 16۔ الہی کر دے ہمارے اس دن کے شروع بہتری اور اسکے درمیان کو کامیابی اور اسکے خر کو نجات الہی کر دے اول کو رحمت اور درمیان کو نعمت اور آخر کو عزت اور مغفرت۔ 17۔ سب تعریفیں ہیں اسی اللہ کی جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز دب گئی اور اس کی عزت کے مقابل ہر چیز ذلیل ہے اور اس کی سلطنت کے سامنے ہر چیز عاجز ہے اور اس کی قدرت کے آگے ہر چیز فرمانبردار ہے اور سب خوبیاں ہیں اس کی ہیبت کے سامنے سب چیزیں ساکن ہیں اور جس نے ہر ایک چیز کو اپنی حکمت سے ظاہر کیا اور جس کی بڑائی کے آگے ہر چیز چھوٹی ہو گئی۔ 18۔ الہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل پر اور ازواج پر، ذریات پر اور برکت کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و ازواج اور ذریعہ پر جیسے تو نے برکت کی ابراہیم علیہ السلام پر جہان میں بے شک تو خوبی والا بزرگی والا ہے۔ 19۔ الہی رحمت بھیج محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بندے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نبی ناخواندہ اور اپنے رسول امانتدار پر اور ان کو وہ مقام خوبی والا عنایت کر جو تو نے ان سے قیامت کے روز وعدہ کیا ہے۔ 20۔ الہی ہم کو کر دے اپنے متقی دوستوں میں اور اپنے گروہ فلاح پانے والوں میں اور اپنے نیک بندوں میں اور ہم سے ایسے کام لے جن سے تو ہم سے راضی ہو اور ہم کو ان امور کی تکلیف دے جو تجھ کو ہم سے اچھے معلوم ہوں اور ہم کو اچھی طرح پسند کر کے پھیرنا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کامل بستر یوں اور ان کے آغازوں اور انجاموں کو اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے پوری برائیوں اور ان کے آغازوں اور انجاموں سے الہی یہ باعث مجھ پر اپنے قادر ہونے کی مجھ کو توفیق توبہ کی عنایت کر کہ تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان اور یہ سب اپنے علم کے جو مجھ سے فرماتا ہے۔ میری خطا سے درگزر کر کہ تو ہی بخشنے والا بردبار ہے اور چونکہ تجھ کو میرا حال معلوم ہے اس لئے تو میرے ساتھ نرمی کر کہ تو سب رحم والوں سے زیادہ مہوالا ہے اور بوجہ مجھ پر اپنی ملکیت کے میرے نفس کو میرے قابو میں کر دے اس کو مجھ پر غالب مت کر کہ بے شک تو بادشاہ اور بگڑے کا سنوارنے والا ہے۔ 21۔ الہی میں تیری پاکی کو بیان کرتا ہوں تیری

خوبیوں کے ساتھ 'کوئی معبود نہیں سوائے تیرے' جس نے بر اکام کیا اور اپنی جان پر ظلم کیا پس بخش دے میرے گناہ کہ تو میرا پروردگار ہے اور بے شک تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخش الہی میرے دل میں ڈال دے میری راہ پانی اور مجھ کو بچا میرے نفس کی برائی سے۔ 22 الہی مجھ کو ایسی حلال روزی دے جس پر تو مجھ کو عذاب نہ کرے اور مجھ کو قانع کر دے اس چیز پر جو تو نے مجھ کو دی اور مجھ سے اس کے ہونے کا ایسا نیک کام لے جس کو قبول کرتا ہے۔ 25 الہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں درگزر کرنے اور سلامتی کا اور خوبی یقین کی اور معافی دنیا و آخرت میں۔ 26 اے وہ شخص کہ نہیں ضرر کرتے ہیں اس کو گناہ اور نہ ناقص کرے مغفرت ان کو بخش دے مجھ کو وہ باتیں جو تیرا ضرر نہ کریں اور ڈال دے مجھ کو وہ بات کہ تیرا نقصان نہ کرے 'اے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو وفات دے مسلمان' تو ہے میرا کارساز دنیا و آخرت میں 'موت دے مجھ کو مسلمان اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں' تو ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہم کو اور ہر کو ہم پر اور تو سب سے زیادہ بخشے والا ہے اور لکھ دے ہمارے واسطے دنیا میں نیکی اور آخرت میں اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف پھر آنا ہے اے رب ہم پر نہ آزما زور اس ظالم قوم کا اے رب ہم پر نہ آزما کافروں کو اور ہم کو معاف کر اے رب ہمارے تو ہے زبردست حکمت والا اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر قوم پر اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے پہنچے بنا ہمارے کام کا بناؤ اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے 'اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے اے رب ہمارے اب بخش گناہ ہمارے اور اتار ہماری برائیاں اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ اے رب ہمارے دے ہم کو جو وعدہ دیا تو نے رسولوں کے ہاتھ اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن تحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ 'اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں 'اے رب ہمارے نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تو نے ہم سے اگلوں پر 'اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے جس کی طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم کر ہم پر' تو ہمارا صاحب ہے تو مدد کر ہماری قوم کافر پر۔ 27 اے رب مغفرت کر میری اور میرے ماں باپ کی اور ہر کر ان دونوں پر جیسے ان دونوں نے مجھ کو چھوٹے سے کو پلا 'مغفرت کر ایماندار مردوں اور عورتوں کی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی جو زندہ ہیں انہیں سے اور جو مر گئے اے رب میری مغفرت کر اور ہر کر اور درگزر کر ان خطاؤں سے جو تجھ کو معلوم ہیں' تو سب سے زبردست اور کریم اور تو ہر کرنے والوں سے بہتر ہے اور بخشے والوں میں کا عمدہ ہے اور ہم اور کامل ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ طاقت گناہ سے بچنے کی اور قوت عبادت کرنے کی مگر اللہ بزرگ و برتر کی دی ہوئی اور کوئی ہے ہم کو اللہ اور اچھا مددگار ہے 'اور رحمت بھیجے اللہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل اور اصحاب پر اور بہت سا سلام بھیجے۔

وہ دعائیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے پناہ مانگی

اللهم انی اعوذبک من جبن واعوذبک من ان ارادنی ارذل العمر واعوذبک من فتنۃ الدنیا واعوذبک من عذاب القبر * اللهم انی اعوذبک من طمع یهدی الی زیغ ومن طمع فی مطمع ومن طمع حیث لا مطمع * اللهم انی اعوذبک من علم لا ینفع وقلب لا ینشع ودعاء لا یسمع ونفس لا تشبع واعوذبک من الجوع فانه یبس الفجیع ومن الخیانتہ فانه یست البطانتہ ومن الکسل والبخل والجبن ومن الهمرم ومن ان ارذالی ارذل العمر ومن فتنۃ الدجال و عذاب القیر من فتنۃ الاحیاء والممات اللهم انا نسلک قلوبا واهنہ محبة منیبة فی سبیلک اللهم انی استلک عزائم مغفرتک وموجبات رحمتک والسلامۃ من کل اثم والغنیمة من کل بر والفرز بالجنۃ والنجات من النار * اللهم انی اعوذبک من الودی واعوذبک من انعم والفرق والهدم واعوذبک من انا امرت فی سبیلک مدبراء واعوذبک من ان امرت بطلب الدنیا * اللهم انی اعوذبک من شر ما علمت ومن شر ما لم اعلم اللهم اجنبی منکرات الاخلاق والاعمال والا دواء والاهواء * اللهم انی اعوذبک من جھنالبلاء و درک الشقاء و سوء القضاء و شمانتہ الاعداء * اللهم انی اعوذبک من الکفر والذین والفقر واعوذبک من عذاب جھنم واعوذبک من فتنۃ الدجال * اللهم انی اعوذبک من شر سمعی وبصری و شر لسانی و قلبی و شر منینی * اللهم انی اعوذبک من جار السوء فی دار القامتہ فان جار البادیتہ یتحول * اللهم انی اعوذبک من القسرة والغفلتہ والذالة والمسکنتہ واعوذبک من الکفر والفقر والفسوق والشقاق والنفاق وسوء الاخلاق والسمعتہ والریاء واعوذبک من الصم والبکم والعمی والجنون والجذام والبرص و سبئی الانتقام * اللهم انی اعوذبک من زوال نعمتک ومن تحول عافیتک ومن فجاءة نقتک ومن جمیع سخطک * اللهم انی اعوذبک من عذاب النار و فتنۃ النار و عذاب القبر و فتنۃ القبر و شر فتنۃ الغنی و شرفتنۃ الفقر و شرفتنۃ المسیح الدجال و اعوذبک من المغرم والاثم * اللهم انی اعوذبک من نفس لا تشبع وقلب لا یغشع و صلوة لا تنفع ودعوة لا تستجاب واعوذبک من شتر العمر و فتنۃ الصدق * اللهم انی اعوذبک من غلبتہ الداین و غلبۃ العداو و شمانۃ الاعداء

ترجمہ۔ * الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں نامردی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ ہٹایا جاؤں خوار تر زندگی تک اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور میں تیری پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے * الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں لالچ سے کہ دل کے رنگ آلود ہونے پہنچا دے اور ایسے لالچ سے کہ توقع ہو اور ایسے لالچ سے جہاں توقع نہیں۔ * الہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے کہ مفید نہ ہو اور ایسے دل سے کہ خشوع نہ ہو اور ایسی دعا سے کہ جس میں شنوائی نہ ہو اور ایسے نفس سے کہ سیر نہ ہو اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کہ وہ بری ہم خواب ہے اور خیانت سے کہ وہ بری مصاحب ہے اور سستی اور تہل اور نامردی سے اور زیادہ بوڑھا ہونے سے اور

اس سے کہ میں پہنچ جاؤں خوار زندگی کو اور دجل کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی موت کے فتنہ سے الٹی ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں دل نرم عاجزی کرنے والے تیری راہ میں رجوع کرنے والے، الٹی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں لوازم تیری مغفرت کے اور اسباب تیری رحمت کے اور سلامتی ہر ایک گناہ سے اور غنیمت ہر ایک نیکی سے اور مراد پانا جنت سے اور رہائی پانا دوزخ سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں گر کر مرنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں غم سے اور ڈوبنے سے اور دیوار گر پڑنے سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مروں تیری راہ میں پشت پھیر کر اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مروں دنیا کی طلب کے لئے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو میں نے جانی اور اس چیز کی برائی سے جو میں نے نہیں جانی، الٹی بچا مجھ کو بری عادتوں اور کاموں اور درودوں اور خواہشوں سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں مصیبت کی سختی سے اور بد بختی کے پانے سے اور بری تقدیر سے اور دشمنوں کے ہنسنے سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور قرض مفلسی سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے دجل کے فتنے سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے کان اور آنکھ کی برائی اور اپنی زبان اور دل کی برائی سے اور اپنی منی کی برائی سے یعنی زنا سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور برے ہمسایہ کی سکونت سے مکان میں کیونکہ سفر کا ہمسایہ بدل جاتا ہے * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سنگدلی سے اور اطاعت میں غافل ہونے اور فقر و فاقہ اور ذلت اور محتاجی سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے کفر سے اور فقیری اور بدکاری اور حق کی مخالفت اور منافع ہونے اور بری علاقوں سے شہرت اور نمود سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے بہرا ہونے اور گونگا ہونے اور ہندھا ہونے اور دیوانی اور جذام اور برص اور بر سے بدلہ سے دوسرے مرضوں سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے جلتے رہنے سے اور تیری دی ہوئی عاقبت کے بدل جانے سے اور ناگہانی تیرے عذاب سے اور تیرے تمام غصوں سے۔ * الٹی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب اور قبر کے فتنہ سے اور توانگری کے فتنہ کی برائی سے اور کانے دجل کے فتنہ کی برائی سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے قرض سے اور گناہ سے۔

اوقات مخصوصہ کی دعائیں

انسان جب صبح کو اٹھے، اذان سنے، تو مستحب ہے کہ جس طرح ہم ذکر کر چکے ہیں موزن کا جواب دے اور نیز باب الفہارت میں ہم پاخانہ میں جانے اور آنے کی دعائیں لکھ چکے ہیں، ان کو جب موقع ہو پڑھنا چاہئے پھر جب مسجد کو چلے تو کہے۔

اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا واجعل خلفی نورا وامامی نورا واجعل من فوقی نورا اللهم اعطنی نورا اور یہ بھی کہو اللهم انی اسئلك بحق السائلین عبدک بحق ممشی هذا البک فانی لم اخرج شرا ولا بطرا ولا ربا ولا سمعة خرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک فاسئلك ان تنقذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اور جب گھر سے کسی کام کو نکلے تو کہے بسم اللہ رب اعوذ بک ان اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علی بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوة الا باللہ التکلان علی اللہ اور جب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچ کر اس کے اندر داخل ہونا چاہو تو کہو۔ اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وسلم اللهم اغفر لی جمیع ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور داخل ہونے میں اپنا داہنا پاؤں پہلے رکھو اور اگر مسجد میں کسی کو بیع و شرا کرتے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دیوے اور اگر کسی کو مسجد میں دیکھو کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز ڈھونڈ رہا ہو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کرے کہ نہ ملے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امر کی اجازت فرمائی ہے اور جب صبح کی دو رکعتیں پڑھ چکو تو کہو بسم اللہ اللهم انی اسئلك رحمة من عندک یھندی بہا تلبی آخر دعا تک چنانچہ ہم اس کو تیسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لکھ آئے ہیں اور جب رکوع کرو تو رکوع میں کہو اللهم لک رکعت ذلک خشعت ویک امت ولک اسلمت وعلیک تو کلت انت ربی بی خشع لک سمعی و بصری و مخی و عظمی و عصبی ما اسنقلت بہ قدمی للہ رب العلمین اور اگر چاہو یوں کہو سبحان ربی لعظیم تین بار کہو سبح قدوس رب الملئکة والروح اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھا لو تو کہو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ملاء السموت وملاء الارض وملاء بینھما وملاء ما شئت من شیء بعد اهل الشاء والجدا حق ما قال العبدو کلنا لک عیہ لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد اور جب سجدہ کرو تو کہو * اللهم لک سجدت ویک امت ذلک اسلمت سجد وجہی للہی خلقہ ومورہ و للی سمعہ و بصرہ فتبارک اللہ احسن الخالقین سجد لک سواری وحبک فومن بک فوادى ابوء بنعمتک علی وابو بذنبی وهذا ما جیبت علی نفسی فاغفر لی فانه لا یغفر الذنوب الا انت یا یہ کو تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ اور جب نماز سے فارغ ہو تو کہو اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال

والاکرام اور جو دعائیں ہم لکھ چکے ہیں پھر ان سب کو پڑھو اور جب کسی مجلس سے اٹھو اور کوئی ایسی دعا پڑھنی چاہو کہ مجلس کی بے ہودہ باتوں کا کفارہ ہو جائے تو کہو سبحانک اللہم بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک و انتوب الیک عملت سور و ظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اور جب بازار میں داخل ہو تو کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت بیدہ الخیر و هو علی کل شی قدیر بسم اللہ انی اسئلك خیر هذه السوق و خیر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک من شرہا و من شر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک ان امیہ فیہا یمیتا فاجرة او صفقة خاسرة اور جب تمہارے اوپر قرض ہو تو کہو اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغنی بفضلک عن من سواک اور نیا کپڑا پہنو تو کہو اللہم کسوتنی هذا الثوب فلک الحمد اسئلك من خیر و خیر ما منع لہ و اعوذ بک من شر و شر ما صنع اور جب کوئی شگون ایسا دیکھے جو تم کو برا معلوم ہو تو کہو اللہم لا یاتنی بالحسنات ولا یذهب بالسیات الا انت لا حول ولا قوة الا باللہ اور جب چاند دیکھو تو کہو اللہم اہلہ علینا بالامن والا یمان والبر ما والسلامة والا سلام والتوفیق المانح و ترخنی ربی وربک اللہ اور کہو ہلال رشد و خیر امننت بخلا لک اللہم انی اسئلك خیر هذا الشهر و خیر القدر و اعوذ بک من شریوم الحشر اور تین بار اس دعا سے پہلے اللہ اکبر بھی کہہ لے اور جب آندھی چلے تو کہو اللہم انی اسئلك خیر هذه الريح و خیر ما فیہا و خیر ما ارسلت بہ و اعوذ بک من شرہا و شر ما فیہا و شر ما ارسلت بہ اور جب کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو انا لله وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون اللہم اکتبہ فی المحسنین واجعل کتابہ فی علیین واخلفہ علی عقبہ فی الغائریں اللہم لا تحرمننا اجرہ ولا تفتنا بعدہ و اغفر لنا ولہ اور صدقہ دینے کے وقت کہو ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم اور نقصان ہونے کے وقت کہو عسی ربنا ان یدلنا خیراً منها انا الی ربنا راغبون اور کاموں کے شروع کرنے کے وقت کہو رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۶۶﴾ اَشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي اور آسمان پر نظر کرنے کے وقت کہو رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا اور جب رعد کی گرج سنو تو کہو سبحان من یسبح الرعد بحمده والملائکة من خیفته اور اگر بجلی زیادہ ترپے دیکھو تو کہو اللہم لا یقتلنا بغضیک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اور جب آسمان سے پانی برسے تو کہو اللہم سقنا سقیا هنیا وصیلبا نافعا اللہم اجعلہ سبب الرحمة ولا تجعلہ سبب عذاب اور اللہم اغفر لی دبی و اذهب عیط قلبی واجرنی من الشیطن الرجیم اور جب کسی قوم سے ڈرو تو کہو اللہم انا نجعلک نحورہم و نعوذ بک من شرورہم اور جب جہاد کرو تو کہو اللہم انت عضر می و نصیری وہ اقاتل اور جب کان بولے تو کہو اللہم صل علی محمد ذکر اللہ من ذکر فی الخیر اور جب دیکھو کہ تمہاری دعا قبول ہوئی تو کہو الحمد لله الذی بعزته و حلالہ ثم الصالحات اور جو دعا مقبول ہونے میں دیر ہو جائے تو کہو الحمد لله علی کل حال اور

جب مغرب کی اذان سنو تو کہو اللہم هذا اقبال لیلک وادیار نہارک واموات دعائک وحضور صلوتک اسئلک ان تصیر لی اور جب تم کو کوئی تردد پیش آوے تو کہو اللہم انی عبدک وابن عبدک وابن الامنک ناصیتی بیدک ما ص فی عملک عدل فی قضائک اسئلک بکل اسم هولک سمت بہ نفسک اوانزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقتک اواساثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن و بیع قلبی و نور صدوی و حلا عمی و ذهاب خرنی و همی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کسی کو غم پیش آئے تو یہ دعا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے تردد کو رفع کرتا ہے اور اس غم کی جگہ خوشی بدل دیتا ہے۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جو کوئی اس کو سنے اس کو یاد کر لینا چاہئے اور جب کوئی درد اپنے جسم میں یا کسی دوسرے کے جسم میں پائے تو اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منتر سے جھاڑ دو کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کسی زخم وغیرہ کی شکایت کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی انگشت سببہ زمین پر رکھتے پھر اس کو اٹھاتے اور یہ فرماتے بسم اللہ تربتہ او خنا بریقنہ بعضنا بشفی بہ سقیمنا۔ نہ رینا اور جب اپنے جسم میں کسی جگہ درد پاؤ تو درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو اعوذ بعزۃ اللہ قدرتہ من شر ما جلا وحاذر اور جب تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہو لا الہ الا اللہ العلی الحکیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت السبع ورب العرش الکریم اور جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کرو واسنے ہاتھ کو سرتلے رکھو اور قبلہ رخ ہو جاؤ پھر چونتیس بار اللہ اکبر اور تیس بار سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ کہہ کر یہ کہو اعوذ برضال من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک اللہم انی لا استطیع ان ابغ ثناء عبیک ولو حرصت ولكن انت کما اثنیت علی نفسک اللہم باسمک احیی واموت اللہم رب السموت ورب الارض ورب کل شی وملیکہ فالق الحب والنوی ومنزل التورۃ والانجیل والفرقان اعوذ بک من شر کل ذی شر کل ذابنہ انت اخذنا مینہا انت الاول فلیس قبلک شی وانت الاخر فلیس بعدک شی وانت الظاہر فلیس نوک شی وانت الباطن فلیس دونک شی اقص عنی الدین واصنتی من الفقر لہم انک خلقت نفسی وانت تنوفا ہالک معا تھا و محیا ہا اللہم ان امثا فاغفر لہاوان احیینہا فاحفظہا اللہم انی اسئلک العافیۃ فی الدنیا والاخرۃ باسمک ربی وضعت جنبی فاغفر لی دینی اللہم فنی عذ بک یوم تجمع عبادک اللہم اسلمت نفسی فرصت ام الیک والجات ظہری الیک رغبۃ وھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجاء منک الا الیک امننت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلتہ اور یہ دعائیں دعاؤں کے آخر میں پڑھنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور اس کے پیشتر یہ پڑھ لینا چاہئے۔ اللہم ایقظنی فی احب الساعات الیک واستعملنی باحب الاعمال الیک تقربنی الیک زلفی و تبعہ نی من سخطک بعد المالک فتعطینی واستغفرک فتعفر لی

و ادعوك فتنسجيب لى اور صبح كوجب نيند سے جاگو تو يوں كوالحمد لله الذين احبانا بعد ما اماننا واليه النشور اصبحتنا واصبح الملك لله و المعظمته والسلطان لله والغرة والقدارة لله اصبحتنا على فطرة الاسلام وكلمة الاخلاص و على دين بينا محمد صلى الله عليه وسلم وملته ابينا ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين اللهم بك اصبحتنا وبك امسينا وبك نحيا وبك نموت واليك المعير اللهم انا نسلك ان تبعثنا فى هذا اليوم الى كل خير ونعوذ بك ان تخرج فيه سوءا وبخيرته الى مسلم فاك قلت وهو الذى يتوفكم بالليل ويعلم ما جرحتم بالنهار ثم يبعثكم فيه ليقضى اجل مسمى اللهم فالق الاصباح وجاعل اليل سكنا والشمس والقمر حسبانا اسئلك خير يوم وخير ما فيه واعوذ بك من شره وشر ما فيه بسم الله ماشاء الله لا قوة الا بالله ماشاء الله كل نعمته من الله ما شاء الله الخير كله بيد الله ماشاء الله لا يصرف السوء الا الله رضيت بالله ربا وبالا سلام ديننا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا عليك نوكلنا واليك انبنا واليك المصير اور شام كو بهي مي دعا پڑھو مگر صبح كي جگه امسى كو اور اس كے ساتھ يہ دعا بهي پڑھو اعوذ بكلمات الله التامات واسمائہ شرمادرا وبرامن شر كل ذى شر ومن شر كل دابة انت اخذتنا ميتها ان ربي على صراط مستقيم اور جب آئینہ دیکھو تو یہ كوالحمد لله الذى سوى خلقى نعدله وكرم صورة وجهى رحمته وجعلنى من المسلمين اور جب كوئى خلام يا غلام يا كوئى جانور خريدو تو اس كي پيشاني كے بل پکڑ كر يہ دعا پڑھو اللهم انى اسئلك خيرا وخير ما جبيل عليه واعوذ بك من شر وشر ما جبيل عليه اور جب نكاح كي مبارك بلا دو تو يوں كوالحمد لله واليك وبارك عبيك وجمع بينكما فى خير اور جب قرض ادا كرو تو جس كو دو اس كو كوالحمد لله لك فى اهلك وما لك اس لئے كے آنحضور صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمايا ہے كے قرض كا عوض يہ ہے كے قرض دينے والے كا شكور ہو اور ادا كر دے اور غرضيكہ يہ دعائیں ہيں كے طالب آخرت كو ان كا ياد كر لینا ضرور ہے اور ان كے سوا دعائیں سفر اور نماز اور وضو كي ہم باب پانچ اور باب اللہارة اور باب نماز ميں لكھ چكے ہيں اب اگر يہ كوالحمد لله دعا سے كيا فائدہ ہے حكم الہي كو تو كسى طرح مل ہی نہیں سكتى تو اس كا جواب يہ ہے كے دعا سے بلا كا ٹلنا بهي حكم الہي ہے دعا بلا كے ٹلنے كا سبب اور رحمت كے كھينچنے كا باعث ہوتى ہيں ذہل تير كے روكنے كا سبب ہے اور پاني سبزہ كے ٹلنے كا باعث ہيں جس طرح ذہل تير كو ٹل ديتى ہے اور دونوں ميں مقابلہ ہوتا ہے اسي طرح دعا اور بلا كا مقابلہ ہوتا ہے اور حكم الہي كے ماننے سے يہ ضرور نہیں كے آدمي ہتھيار نہ باندھے كيونكہ الله تعالى خود فرماتا ہے خذوا حذرکم يا ايچ ڈالنے كے بعد زمين كو پاني نہ دے اور يہ كہے كے اگر تقدير ميں بچ كا جمنہ ہوگا تو جم جائے گا ورنہ نہ جئے گا۔ بلکہ اصل يہ ہے كے مسبت كا اسباب سے وابستہ ہونا يہ حكم اولي ہے جس كے لئے ارشاد فرمايا ہے كَلِمٌحُ بِالْبَصْرِ وَهُوَ قُرْبُ اور اس كا نام قضا ہے اور پھر آہستہ آہستہ ايک ايک سبب پر مسبت كا مرتب ہونا جانا دوسرا حكم ہے جو قدر كہلاتا ہے اور جس ذات نے كے خير كو مقدم فرمايا ہے كسى سبب پر منحصر ركھا ہے اور شر كو جو بٹايا ہے تو اس كے دور كرنے كا ايک سبب ركھ ديا ہے اس

اوقات اور دو وظائف اور شب بیداری

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو تلخ کیا ہے تو اس لئے نہیں کہ اس کے اونچے مکانوں میں رہیں بلکہ اس لئے کہ اس کو قیام گاہ جانیں اور اس میں آخرت کا ایسا توشہ حاصل کریں جو انہیں وطن اصلی کے سفر میں کام آئے اور عمل اور فضل کے تحفے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور اس کے پھندوں اور مملکت مقامات سے بچے رہیں اور یقین کر لیں کہ عمر ایسے لئے جاتی ہے جیسے کشتی سواروں کو لے جاتی ہے کہ اس عالم دنیا میں تمام انسان مسافر ہیں ان کی منزل اول پرورش میں ہوتی ہے اور آخر لحد میں اور وطن سب کا جنت ہے یا دوزخ اور عمر سفر کا فاصلہ ہے کہ چند سال اس کے مراحل میں اور مہینے فرسنگ اور دن میں اور سانس قدم ہیں اور طاعت اس سفر کی پونجی ہے اور اوقات راس المال ہیں اور شہمت و اغراض اس راہ کے راہزن ہیں اور یہاں کا نفع یہ ہے کہ دارالسلام میں بڑی سلطنت اور پائیدار نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے کامیاب ہو۔ اور گھٹایا یہ ہے کہ طوق اور قید اور عذاب شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوری ہو اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس سے بھی غفلت کرے یہاں تک کہ اس میں کوئی اطاعت باعث قرب الہی نہ ہو تو وہ قیادت کے روز اتنا خسارہ اٹھائے گا کہ اس کی کچھ حد نہیں اور اسی بڑے خطرے اور ہولناک امر کے لئے توفیق والوں نے مستعد ہو کر لذات نفسانی کو بالکل ترک کر دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جان کر رات دن ذکر الہی میں بسر کرنے کے لئے ہر ایک وقت میں جدا جدا وظیفے مقرر کئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے طالب ہوں اور دارالقرار کی طرف ساعی اسی لئے طریق آخرت کے علم میں ضروری ہے کہ وظائف کی تقسیم کی تفصیل بیان کی جائے اور جو عبادات کہ ان کی تشریح پہلے ہو چکی ان کو مفاد پر اوقات پر تقسیم کر دیا جائے اور یہ امر دو فصلوں سے واضح ہو گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور اد پر مواظبت : اسمیں سلوک الی اللہ اور فضائل اور او مذکورہ ہوں گے ہمارے مذکورہ مضامین سے نور بصیرت والے قارئین نے جان لیا کہ نجات کی صورت اللہ تعالیٰ کی لقا کے بغیر اور لقا کی سبیل اس کے سوا کوئی نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حل میں رہے اور محبت اور انس بغیر محبوب کے ذکر دائمی کے میسر نہیں ہوتا اور نہ معرفت بغیر اس کی ذات اور صفات و افعال میں فکر دائمی کے حاصل ہو سکتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ افعال کے سوا اور کچھ موجود نہیں اور دوام فکر و ذکر جب میسر ہوتا ہے تو یہ دنیا اور اسکی شہوات کو رخصت کر دے اور اس سے بخیر اس مقدار کے کہ زندگی کے لئے ضرور ہو (علیحدگی اختیار کرے اور یہ سب باتیں اس وقت ہوتی ہیں کہ آدمی اپنے تمام رات دن کے اوقات ذکر اور فکر میں مصروف رکھے اور چونکہ نفس کی سرعلات ہے کہ ایک طرح پر

ذکر اور فکر سے تھک جاتا ہے وہ ایک کام پر صبر نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں ٹھکتا جب تک کہ بندہ نہ تھکے) تو نفس کی رعایت سے ضروری ہوا کہ ہر وقت میں نئے طریقے کا درد مقرر کیا جائے تاکہ اس تبدیل اطوار سے اس کی لذت زیادہ ہو اور رغبت بڑھے اور دوام رغبت کے سبب سے مواظبت بھی دائمی ہو جائے اسی وجہ اور اس کی تقسیم مختلف طور پر کی گئی ہے غرضیکہ ذکر اور فکر تمام اوقات میں اسی طرح حاوی ہونا چاہئے کیونکہ نفس اپنی طبیعت سے دنیا کی لذتوں کی طرف مائل ہے۔ پس اگر آدمی اپنے نصف اوقات دنیا کی تدابیر اور اس کی مباح خواہشات میں مصروف اور نصف اوقات عبادت کے لئے مصروف رکھے تو چونکہ پہلے نصف میں میل طبعی ہونے کی وجہ سے ترجیح موجود ہے تو برابر ہے دونوں کی کب رہی گو دیر کی رو سے برابر ہیں لیکن ایک طرف میل طبعی ہونے سے ترجیح ہے کیونکہ دنیا کے امور پر ظاہر و باطن موافق ہوتے ہیں اور دل دنیا کی تلاش میں خوب صاف اور محرب رہتا ہے اور عبادت کی طرف دل کا پھرنا اور زبردستی سے ہوتا ہے تو عبادت میں دل کا اخلاص اور حاضر ہونا کبھی میسر ہو جاتا ہے اس لئے جو شخص جنت میں بے حساب جانا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے سارے اوقات طاعت میں مصروف رکھے اور جو کوئی اپنے حسنات کے پلہ کو بھاری رکھنا چاہئے وہ اپنے اکثر اوقات کو طاعت میں لگائے اور جو کوئی کچھ اعمال نیک کر لے اور کچھ برے تو اس کا معاملہ خطرناک ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے کرم سے ناامیدی میں نہ ہو اور معافی ہونے کی توقع رکھے تاکہ وہ اپنے جود و کرم سے بخش دے اور رات دن کے اوقات کا ذکر و فکر میں مصروف رکھنا نور بصیرت والوں کو تو منکشف ہو جاتا ہے لیکن اگر تم اہل بصیرت سے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا خطاب اپنے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھ لو اور نور ایمان سے خیال کر لو کہ اس سے کیا سمجھا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باوجودیکہ وہ تمام بندوں سے مقرب تر اور درجات برتر و بلا ہیں۔ فرمایا اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا وَاَدْكُرَ سَمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلُ الْيَوْمَ تَبْتَئِلُ اور فرمایا وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ مَكْرَةً وَاَصْبِلَا وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارًا لِّسُجُودٍ اور فرمایا۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ النُّجُومِ اور فرمایا اِنْ نَاشَأَ اللَّيْلُ هِيَ اَشَدُّ طَا وَاَقُومُ قَبْلًا اور فرمایا وَمِنَ اِنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ بِعَلَّكَ تَرْضَى اور فرمایا وَاَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي لِنَهَارٍ وَذَالِغَا مِنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يَنْهَبُ السَّيِّئَاتِ پھر اس میں غور کرو کہ جو بندے اللہ تعالیٰ کے کامیاب ہیں ان کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا ہے مثلاً اَمِنْ هُوَ قَائِلُ اِنَاءِ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَاَقَامًا يَمْعَارُ لَا خَيْرَ وَمَرْجُوًّا رَحْمَةً رِيهَ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور فرمایا تَتَّبِعَانِي حَسْبُهُمْ عَنِ الْمَصَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا اور فرمایا وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ رَبَّهُمْ سَحَدًا وَقِيَامًا اور فرمایا كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبَالًا سَحَارَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اور فرمایا فَسَبِّحْهُنَّ اللَّهُ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ اور فرمایا وَلَا تَنْظُرْ دَالِذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

ومن انا اللیل فتبع واطراف لعلک ترضی اور قریلا واذکر اسم ربک بکرة وامیلا

دن کے اور او کی ترتیب : جس وقت جاگے، ابتداء ذکر الہی سے کرے یعنی کہ الحمد للہ الہی احیاناً بعد ما اماننا والیہ النشور آخر دعاؤں تک جو ہم پہلے باب میں جاگنے کے بعد پڑھنے کے ذکر میں لکھ آئے۔ (2) اثنائے دعا میں کپڑے پہنے۔ (3) کپڑے پہنے میں نیت ستر عورت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ (4) لباس سے عبادت پس مدولینے کی نیت کرے اس کے سوا اور قصد یا اور تکبر وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ (5) اگر حاجت ہو تو استنجاء خانہ میں جائے۔ (6) پہلے بایاں پاؤں استنجاء خانہ میں رکھے۔ (7) وہ دعائیں جو باب الہمارۃ میں استنجاء خانہ میں جانے اور نکلنے کی مذکور ہیں پڑھے۔ (8) مسنون مسواک کرے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے) (9) وضو کے سنتوں اور دعاؤں کے مطابق کرے (جس کا بیان گزر چکا ہے) ہم پہلے فردا فردا عبادت کو اس لئے لکھ آئے ہیں یہاں صرف ان کے اور آگے پیچھے ادا کرنے کا ذکر کریں گے۔ (10) جب وضو سے فارغ ہو تو دو رکعتیں سنت فجر گھر میں ادا کرے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی کیا کرتے تھے۔ (11) سنتوں کے بعد گھر میں پڑھے یا مسجد میں دعا پڑھے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے اسے ہم لکھ آئے ہیں یعنی اللہم انی اسئلک رحمته من عندک نہدی بما قلبی آخر تک۔ (12) پھر گھر سے مسجد کو چلے اور اس دعا سے غافل نہ ہو جو مسجد کو چلتے وقت ہم لکھ چکے ہیں۔ (13) نماز کیلئے تیز نہ چلے بلکہ آہستہ تسکین اور وقار کے ساتھ چلے (حدیث میں اسی طرح وارد ہے۔ (14) اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں نہ ڈالے۔ (15) مسجد کے اندر پہلے داہن پاؤں رکھے مسجد میں جانے کی دعا یاد کر کے پڑھے۔ (16) مسجد میں صف اول میں جگہ تلاش کرے۔ بشرطیکہ گنجائش ہو اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے نہ کسی کو تکلیف دے جمعہ کے باب میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ (17) اگر دو سنتیں فجر گھر میں نہ پڑھی ہوں تو مسجد میں ادا کر کے دعا میں مشغول ہو جائے اگر سنتیں پڑھ چکا ہو تو مسجد میں دو گانہ تحیت * پڑھ کر جماعت کا مختصر بیٹھ جائے۔ (18) جماعت کے لئے مستحب اندھیرے میں ادا کرنا۔ نمبر 1 کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو تاریکی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ (19) نماز جماعت کسی وقت نہ چھوڑنا چاہئے بالخصوص صبح اور عشاء کی جماعت ہرگز نہ چھوڑے کہ ان دونوں میں ثواب زیادہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی وضو کر کے مسجد میں جا کر نماز پڑھے تو اس کو ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب ہو گا اور ایک برائی دور کی جائے گی اور نیکی کا ثواب دس گنا ملا کرتا ہے پھر اگر نماز پڑھ کر آفتاب کے نکلنے پر لوٹے گا تو جتنے بل اس کے بدن میں ہوں گے اس قدر نیکیاں اس کے لیے لکھی جائیں گی اور ایک صبح مقبول کا ثواب لیکر پھرے گا۔

فائدہ : اگر اس قدر بیٹھے کہ نماز اشراق بھی پڑھ لے تو ہر رکعت کے عوض دس لاکھ نیکیوں کا ثواب ملے گا اور جو شخص نماز مسجد میں جماعت سے پڑھے تو اس کو بھی اسی قدر ثواب ہے اور ایک عمرہ مقبول لے کر اٹھے گا۔

فائدہ : اکابر اسلاف کی عادت تھی کہ مسجد میں صبح ہونے سے پہلے جایا کرتے تھے۔

حکایت : ایک تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں صبح صادق ہونے سے پہلے گیا دیکھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ بھتیجے اپنے گھر سے اس وقت کس لئے نکلے، میں نے عرض کیا کہ صبح کی نماز کے لئے فرمایا کہ تم کو مژدہ ہو کہ ہم ایسے نکلنے اور مسجد میں بیٹھنے کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے برابر سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت میں سوتا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی خواب میں ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جب وہ اٹھانا چاہتا ہے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے لوٹ گئے اور میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ران مبارک پر مار کر کہا وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ^{مُتَعَفِّفًا} ہے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑنے والا۔

(20) فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا کے بعد استغفار اور تسبیح میں مشغول ہونا چاہئے یہاں تک اقامت کسی جائے کم از کم ستر بار کہے استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القیوم وانوب الیہ اور سو بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (21) نماز فرض تمام ظاہری اور باطنی آداب سے پڑھے اس کا ذکر نماز میں ہم لکھ آئے ہیں۔ (22) جب نماز سے فارغ ہو تو مسجد میں بیٹھ کر آفتاب کے نکلنے تک ذکر الہی (بموجب ترتیب آئندہ) میں مصروف رہے۔

حدیث : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس جگہ میں نماز پڑھوں اور اس میں میرا بیٹھا رہنا اور نماز سے لیکر آفتاب نکلنے تک ذکر الہی کرنا مجھے اس بات سے محبوب تر ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔

حدیث : مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تھے تو نماز کی جگہ ہر آفتاب نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے۔ (3) روایت میں ہے کہ سورج نکلنے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے اور اس کی فضیلت میں بہت کچھ وارد ہوا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پروردگار

۱۔ یہ شوافع رحمہمنا کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک فجر کی نماز روشنی مکمل طور پھیل جانے میں مستحب ہے۔ اویسی غفرلہ۔ اسفار کے دلائل اور حدیث شوافع کے جواب فقیر کے رسالہ ”الاسفار فی الحجۃ“ کا ملاحظہ فرمائیں۔ احناف کے نزدیک یہ دو گانہ نہیں پڑھنا کیونکہ اس وقت ہر قسم کے نوافل مکروہ ہیں۔ اویسی غفرلہ۔

کی رحمت میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم علیہ السلام فجر کی نماز کے بعد ایک ساعت اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت میرا ذکر کرنے میں تجھ کو ان دونوں وقتوں کے درمیان میں کافی ہے جب اس بیٹھنے اور ذکر کی فضیلت معلوم ہو چکی تو چاہئے کہ آفتاب نکلنے تک بیٹھا رہے۔ (23) کوئی بات نہ کرے بلکہ آفتاب کے طلوع تک چار طرح کا وظیفہ شروع کر دے اور کئے نمبر 1 دعائیں نمبر 2 ذکر جسے تسبیح پر پڑھے۔ نمبر 3 قرآن کی تلاوت نمبر 4 فکر۔

دعائیں : تو نماز سے فارغ ہوتے ہی شروع کر دے اور کہے اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد اللھم انت السلام ومنک السلام والیک يعود السلام حینا ربنا بالسلام واذا خلنا دارالسلام تبارکت یا ذا جلال والا کرام پھر وہ دعائیں پڑھے جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ یعنی سبحان ربی الاعلیٰ الوہاب لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد بحی ویمیت بیدہ الفیر وهو عسی کل شی قدیر لا الہ الا اللہ اهل النعمة والفضل والثناء الحسن لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا اياه مخلصین له الدین ولو کره الکافرون پھر وہ دعائیں پڑھے جسے ہم باب نہم میں لکھ آئے ہیں اگر ہو سکے تو وہ تمام پڑھے۔ ورنہ ان میں سے اس قدر یاد کرے جس قدر اس کے خیال کے موافق اور دل کو نرم کرنے والی اور زبان پر ہلکی زیادہ ہیں اور ذکر کے کلمات وہ ہیں جن کے مکرر پڑھنے میں بہت سے فضائل وارد ہیں اور ہم نے طول کلام کی وجہ سے نہیں لکھا ان کے مکرر پڑھنے کا کوئی درجہ تو یہ ہے کہ ہر کلمہ کو تین بار یا سلت بار پڑھے اور اکثر یہ ہے کہ سو دفعہ یا ستر مرتبہ پڑھے اور اوسط درجہ یہ ہے کہ اس پر جتنا مراومت ہو سکتی ہے وظائف میں بہتر وہی ہے جو ہمیشہ نبھ سکے اگرچہ تھوڑا ہو اور جس وظیفہ کی کثرت پر مداومت نہ ہو سکے تو اس کا قلیل مع مداومت کے بہتر ہے اور اس کی تاثیر بھی دل پر زیادہ ہوتی ہے یہ نسبت کثیر کے جو ہمیشہ نہ ہو سکے اور نادمہ ہو۔

فائدہ : تھوڑا وظیفہ جو دائمی ہو اس کی مثل ایسی ہے جیسے پانی کے قطرے زمین پر پے درپے ٹپکتے ہیں کہ ان سے زمین میں گڑھا پڑ جاتا ہے اگرچہ وہیں پتھر ہی ہو اور بہت سا وظیفہ جو نادمہ کے ساتھ ہو وہ ایسا ہے جیسے یک بار کی یا کئی دفعہ کر کے دیر کے بعد گرا دیا جائے کہ اس کی تاثیر کچھ نہ معلوم ہوگی اور یہ کلمات دس ہیں۔

- (1) لا الہ الا وحده لا شریک له له الملک وله الحمد بحی ویمیت وهو حی لا یموت بیدہ الخیر وهو علی کل شی قدیر۔ (2) سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (3) سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح۔ (4) سبحان اللہ العظیم وبحمدہ۔ (5) استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم وامالہ التوفیق۔ (6) اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا یسغ ذالحد منک الجدد۔ (7) لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ (8) بسم اللہ الذی لا یغتر مع اسمہ شی فی الاض ولا فی السماء وهو السميع العظیم۔ (9) اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی

الاحیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم۔ (10) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّعْصِرُوْنِ۔ یہ دس دس بار پڑھے جائیں تو سو مرتبہ ہو جائیں گے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک ہی کلمہ کو سو بار پڑھیں اس لئے کہ ان کلمات میں سے ہر ایک کے لئے ثواب اور فضیلت علیحدہ ہے اور دل کو ہر ایک سے ایک طرح کی تنبیہ اور لذت ہوتی ہے اور ایک کلمہ سے دوسرے کی طرف انتقال کرنے میں نفس کو بھی ایک راحت اور اکتانہ بھی نہیں۔

مسئلہ : قرأت قرآن میں مستحب یہ ہے کہ وہ آیات پڑھے جن کے فضائل احادیث میں وارد ہیں۔ (1) سورہ محمد (2) آیت الکرسی (3) امن الرسول سے تا آخر سورہ بقرہ۔ (4) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (5) دو آیتیں قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَکَ الْاَمْلُ لَوْ نَبِی الْمُلْکِ مَنْ نَّشَاءُ (6) لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ آخر سورہ تک (7) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرَّیَّا بِالْحَقِّ اَخِرَ سُوْرَه فَتَعَنَّاک (8) قل الحمد لله انہی لم ینقذ ولدا آخر سورہ یعنی بنی اسرائیل تک۔ (9) پانچ آیتیں سورہ حدید کے اول ہے۔ (10) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادٰتِ سے آخر سورہ حشر تک پڑھے اور اگر سبعت عشر پڑھے۔

وظیفہ سبعت عشر : وہ دس چیزیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت ابراہیم یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بطور تحفہ تعلیم کیں اور وصیت کی کہ ان کلمات کو ہر صبح و شام سات سات بار پڑھا کرنا پورا ثواب ملے گا اور تمام کو دعاؤں کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

حکایت : لرز بن وبرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ابداً میں سے تھے) روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک میرا بھائی شام سے آیا اور مجھے ایک تحفہ دیا اور کہا کہ اس کو قبول کرو کہ یہ بہت عمدہ تحفہ ہے میں نے ان سے کہا کہ بھائی تمہیں یہ تحفہ کس نے دیا ہے کہا کہ مجھے ابراہیم یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیا ہے میں نے کہا کہ آپ نے ابراہیم سے نہ پوچھا کہ کس نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا تھا۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں یسجن کعبہ میں بیٹھا تھا اور تھلیل و تسبیح و تمہید میں مشغول تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص نے میرے پاس آکر سلام کیا اور میری داہنی طرف بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی عمر میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ دیکھا تھا اور نہ اس کے کپڑوں سے عمدہ کپڑے اور جس قدر سفید اور خوشبودار دیکھے تھے میں نے پوچھا کہ اے بندہ خدا آپ کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے پوچھا آپ میرے پاس کس لئے تشریف لائے فرمایا تجھ سے سلام دعا کرنے آیا اور تجھ سے مجھے محبت فی اللہ ہے اور میرے پاس ایک تحفہ ہے وہ میں تجھے دینا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ آفتاب نکلنے اور اس کی راسی زمین پر پھیلنے سے پہلے اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے سورہ الحمد اور معوذتین اور اخلاص اور کافرون اور آیت الکرسی سات سات بار پڑھنا۔ پھر سبحان اللہ والحمد لله ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سات بار اور درود شریف سات بار اور استغفار اپنے لئے اور اپنے والدین اور مومن

مردوں اور عورتوں کے لئے سات بار پھر یہ دعا سات بار اللہم افضل بی عاجلا و اجلا فی الدین والدنیا والا حره ما انت له اهل ولا تفعل بنا یا مولینا ما نعن له اهل انک غفور حلیم جواد کریم روف رحیم۔ خبردار انہیں کسی صبح اور شام میں ترک نہ کرنا میں نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بتادیں کہ یہ عطا آپ کو کس سے ہوئی فرمایا کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کے ثواب سے مطلع فرمائیے۔ فرمایا کہ جب تمہیں زیارت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو اس کا ثواب پوچھ لینا وہ خود ارشاد فرمائیں گے ابراہیمؑ تمہی کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے میرے پاس آئے ہیں اور مجھے اٹھا کر لے گئے ہیں یہاں تک کہ جنت میں داخل کیا اور وہاں عجیب و غریب اشیاء دیکھیں پھر میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ سب سلمان کس کے لئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو کوئی تیرا سا عمل کرے اس کے لئے ہے اور ابراہیمؑ تمہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سی چیزیں جو جنت میں دیکھی تھیں ان کا بیان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے وہاں کا میوہ دیکھا اور کھایا اور پانی پیا پھر میرے پاس حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ستر پیغمبروں علیہ السلام اور ستر صفیں فرشتوں کی تھیں ہر صف اس قدر تھی جیسے مشرق پورب اور مغرب کا فاصلہ ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سلام سے شرف فرما کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے خضر علیہ السلام نے کہا ہے کہ انہوں نے یہ حدیث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خضر نے درست کہا اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ سب حق ہوتا ہے زمین کے لوگوں میں عالم وہی ہے اور وہ ابدال کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان لشکروں میں سے ہے جو زمین میں ہیں پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو شخص یہ عمل کرے اور جیسا میں نے اپنے خواب میں دیکھا نہ دیکھے تو جو چیزیں مجھے ملی ہیں ان میں سے اسے بھی کچھ مرحمت ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بھیجا ہے کہ اس کا عامل اگرچہ مجھے نہ دیکھے اور نہ جنت دیکھے مگر اتنا ثواب اسے ملے گا کہ اس کے تمام گناہ کبیرہ جو اس نے کئے ہوں گے بخشے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غصہ اور ناراضگی اٹھالے گا اور بائیں طرف والے فرشتے کو حکم فرمائے گا کہ مل بھر تک اس کی کچھ برائی نہ لکھے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بھیجا ہے اس پر عمل وہی کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے سعید پیدا کیا اور اس کو وہی ترک کرے گا جسے اس نے بد بخت بنایا ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ تمہی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے چار مہینہ تک نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا تو شاید اسی خواب کے بعد کا حل ہوگا۔

فائدہ : غرضیکہ قرأت کا وظیفہ یہ تھا جو مذکور ہوا اگر اس پر اپنی معمولی منزل بھی بروہالے یا اسی قدر پر اکتفا کر لے دونوں صورتیں اچھی ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ذکر اور دعا سب کا ثواب ہے بشرطیکہ غور کے ساتھ پڑھے (جس طرح کی تلاوت کے ذکر میں ہم اس کے آداب اور فضائل کا ذکر کر چکے ہیں اور فکر کو بھی اپنا ایک معمول کر لینا چاہئے اور

جس میں فکر کرے۔ اس کی تفصیل اور فکر کی کیفیت باب میں مذکور ہوگا۔

فکر کی اقسام = فکر کی تمام قسمیں : دو قسموں میں آجاتی ہیں ایسی چیز ذہن میں فکر کرے جو علم معاملہ میں مفید ہوں مثلاً اپنے نفس سے گزشتہ تقصیروں کا حساب لے اور جو دن اس کے سامنے ہو اس کے وظائف کی ترتیب کرے اور جتنے اور خیر کے مانع ہوں انہیں دفع کرے اور اپنی خطایاں کرے اور جن باتوں سے عمل میں خلل پڑتا ہے ان کو سوچے تاکہ عمل میں اصلاح ہو اور اپنے دل میں خود اپنے اہل کے باب میں مسلمانوں سے معاملہ کرنے میں عمدہ نیتوں کو حاضر کرے۔ (2) ان چیزوں میں فکر کرے جو علم مکاشفہ میں مانع ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ظاہری باطنی نعمتوں میں اور ان کے پے درپے آنے کی فکر مضبوط کرے تاکہ ان کی معرفت زیادہ حاصل ہو اور ان کا بہت سا شکر کر سکے یا اس کی سزاؤں اور عقوبتوں میں فکر کرے کہ اس سے معبود کی قدرت کی معرفت بڑھے اور عقوبات و انتقامات سے زیادہ خوف کرے۔

فائدہ : ان امور میں سے ہر ایک کے بہت سے شعبے ہیں کہ جب بعض لوگوں کو ان سے فکر کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور بعض کو نہیں ہوتی (انہیں خوب اچھی طرح جلد چہارم میں لکھیں گے) جب فکر کرنا میسر ہو جائے تو یہ اشرف عبادت ہے کیونکہ ان میں ذکر الہی بھی ہے اور دو باتیں زیادہ ہیں۔ (1) معرفت کا زیادہ ہونا کیونکہ فکر معرفت اور کشف کلید ہے۔ (2) محبت کا زیادہ ہونا اس لئے کہ دل اسی سے محبت کرتا ہے جس کی عظمت کا معتقد ہو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت بغیر اس کی صفات اور عجائبات افعال اور قدرت کی معرفت کے منکشف نہیں ہوتی تو یہ سلسلہ اس طرح ہوتا ہے کہ فکر سے معرفت اور معرفت سے تعظیم اور تعظیم سے محبت اور ہر چند ذکر بھی انس کا موجب ہوتا ہے اور انس ایک قسم کی محبت ہے مگر وہ محبت جس کا سبب معرفت ہوتی ہے وہ انس کی بہ نسبت بہت قوی اور دریا اور حمایت بڑی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص کی خوبصورتی آنکھ سے دیکھ لے اور اس کے حسن اخلاق اور افعال اور خصائل حمیدہ پر تجربہ سے مطلع ہو کر عاشق ہو جائے اور دوسرا شخص ایک عائب آدمی کا حسن و جمال چند بار مجھلا "سنے۔ اور خوبصورتی کی باتیں مفصل معلوم بھی نہ ہوئی ہوں کہ اسکا فریفتہ ہو جائے تو پہلے شخص کے عشق کے دوسرے کی محبت سے وہی نسبت ہوگئی جیسے عارف کی محبت کو ذاکر غیر عارف کے انس سے نسبت ہے کیونکہ مثل مشہور ہے ع "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" سنی بات دیکھی ہوئی جیسی کب ہو سکتی ہے عارف کی محبت ایسی ہے جیسے دیکھنے والے کی ہوتی ہے اور ذاکر کی محبت سننے والے جیسی ہے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دل اور زبان سے مداومت رکھتے ہیں اور صرف ایمان تقلیدی سے جو کچھ کہ رسول لائے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے محسن صفت میں سے چند امور مجمل ہی ہیں جن پر اس کا اعتقاد دوسروں کے بتلانے سے ہو گیا ہے اور جو لوگ عارف ہیں انہوں نے اس جمال و جلال الہی کو چشم بصیرت سے مشاہدہ کیا ہے جو ظاہری بینائی سے قوی تر ہے اور کسی کو یہ بات میسر نہیں ہوئی کہ اس کے جلال و جمال کی ماہیت پر واقف ہو جائیں اس لئے کہ یہ امر تو خلق میں سے کسی کی

تاب نہیں جو معلوم کر سکے لیکن ہر شخص اس قدر مشہدہ کرتا ہے جس قدر کے اس کے لئے حجاب دور ہوتا ہے اور جمل حضرت الوہیت کی کچھ انتہا تھیں اور نہ اس کے حجابت کی تعدلو = ہاں جن حجابت کو نور کما زبا ہے اور جن تک سالک پہنچ کر جاننے لگتا ہے کہ میں اصل تک پہنچ گیا اور ان کی تعدلو ستر حجاب ہیں۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ستر پردے نور کے ہیں اگر وہ انہیں اٹھا دے تو اس کے چہرے کے انوار جس جس کی بینائی پر پہنچے انہیں مٹا کر رکھ دے یعنی تمام مخلوق کو جلا دیں اور یہ حجاب بھی ایک دوسرے کے بعد ترتیب وار ہیں اور اس کے نور آپس میں ایسے مختلف ہیں جیسے آفتاب اور چاند اور ستاروں کے انوار اور ابتداء میں سب سے چھوٹا نور کا ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس سے زیادہ پھر اس سے زیادہ اور اسی بنا پر بعض صوفیہ کرام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجات کے معنی بیان کئے ہیں جو ان کو ترقی کرنے میں ظاہر ہوئے ہیں انہوں نے قَلَمًا جَنِّ عَلَيَّوَا لَيْلُ رَا كَو كِبَا کی تفسیر میں کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ امر مشتبہ ہو گیا تو آپ ایک نور کے حجاب پر پہنچے جو لوگوں سے کم تھا اسی وجہ سے اسے ستارہ سے تعبیر فرمایا اور اس آیت میں ستارہ سے ستارہ رات کے چمکنے والے نہیں اس لئے کہ ان کو تو عوام میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ اب ہوتا ان اجسام کو لائق نہیں بلکہ دیکھتے ہی ان کے خیال میں یہ بت آجاتی ہے پس جس چیز کو عوام نہ جانیں اسے ظیل اللہ کس طرح رب کہہ سکتے ہیں حجابت کو جو نور کما تو اس سے یہ روشنی مراد نہیں جو آنکھ سے سو جھمتی ہے بلکہ اس سے نور کے معنی مراد ہیں جو اس آیت میں ہیں اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِثْلُ نُورٍ كَمِشْكُوَا فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور ۲۵) اب ہم ان باتوں سے عنان قلم پھیرتے ہیں کہ یہ علم معاملہ سے خارج ہیں اور ان کی حقیقتوں تک پہنچنا بغیر کشف کے جو فکر صاف کے بعد ہوتا ہے میسر نہیں اور ایسے لوگ کم ہیں جن پر یہ دروازہ مفتوح ہوتا ہے جمہور خلق کو انہیں امور میں فکر میسر ہوتا ہے جو علم معاملہ میں مفید ہوں اور اس کا فکر فائدہ بھی بہت ہے اگر کسی کو میسر ہو جائے۔

انتباہ : سالک یعنی طالب آخرت کو چاہئے کہ ان چاروں چیزوں یعنی (۱) دعا (۲) ذکر (۳) قرات اور (۴) فکر کا وظیفہ صبح کی نماز کے بعد کرے بلکہ ہر وقت نماز کے معمول سے فارغ ہونے کے بعد ہی وظیفہ کرے کہ نماز کے بعد کوئی وظیفہ ان چاروں سے بڑھ کر نہیں اور ان امور پر فکر ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے ہتھیار اور سپر لے یعنی روزہ وہ ہے جس سے شیطان کی راہیں تنگ ہوتی ہے اور یہی بڑا دشمن نور خیر کی راہ سے روکنے والا ہے۔

مسئلہ صبح صادق ہونے بعد سوا فجر کی دو سنتوں اور دو گناہ فرض کے آفتاب نکلنے تک اور کوئی نماز نہیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہی بہتر ہے کہ ذکر اس وقت کرے لیکن اگر فرضوں سے پہلے نیند کا غلبہ ہو اور نیند بغیر نماز کے نہ جائے تو اسکے دفع کرنے کو اگر نماز پڑھے گا تو کوئی حرج نہیں دو سرا وقت دن کے وظیفہ کا آفتاب نکلنے وقت سے چاشت۔ (۲) طلوع آفتاب تک

چاشت سے ہماری مراد یہ ہے کہ آفتاب نکلنے سے زوال تک کا نصف ہو جائے اور یہ وقت اگر دن کو بارہ گھنٹہ کا فرض کریں تو تین گھنٹے دن چڑھے ہو جائے گا یعنی چار پہر میں سے ایک پہر گزرے گا اس ایک پہر میں دو وظیفے زائد ہیں۔ (۱) نماز چاشت (اس کا حال ہم باب اسرار نماز میں ذکر کر چکے ہیں بہتر یہ ہے کہ دو رکعتیں اشراق کے وقت پڑھے یعنی جب نور آفتاب زمین پر پھیل جائے اور مقدار نصف نیزہ کی مقدار تک بلند ہو جائے چار یا چھ یا آٹھ نفل پڑھے جب آفتاب کی دھوپ سے زمین گرم ہو جائے اور پاؤں کو پسینہ آنے لگے، یعنی پہر دن چڑھے تو دو رکعتوں کا وقت تو وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں مرلویا ہے بالعتشی والاشراق کیونکہ یہی وقت آفتاب کے چمکنے اور زمین کے بخارات اور غبارات کے مقابلے سے اونچا ہو کر اس کا نور کامل ظاہر ہونے کا ہے بخار و غبار اس کے کامل نور کے مانع تھے اور چار رکعتوں کا وقت چاشت کبریٰ ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی وَالصُّحُی وَالنَّجِی إِذَا سَجَىٰ ۝۳۰ ترجمہ کنزالایمان: چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

حدیث : حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہاں تشریف لائے دیکھا تو وہ اشراق نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا کہ خبردار ہو کہ لو اہلین کی نماز کا وقت ہے کہ پاؤں جلنے لگیں۔

فائدہ : اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جس کو ایک نماز پر اکتفا کرنی ہو اور چاشت و اشراق دونوں نہ پڑھے تو چاشت کا وقت بہت افضل ہے گو اصل ثواب اس طرح بھی ملتا ہے کہ آفتاب کے نصف نیزہ کی قدر اونچا ہونے سے لیکر زوال سے کسی قدر پہلے تک میں پڑھ لے کہ وہ مکروہ اوقات کے بیچ میں اس نماز کا وقت ہے اور اس تمام وقت کو چاشت ہی کہتے ہیں مگر افضل وقت وہی پردن چڑھے ہے اور گویا اشراق کا دو گنا اس وقت ہوتا ہے کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گزر کر نماز کی اجازت کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب کے نکلنے کے ساتھ شیطان کا سینک بھی ٹٹتا ہے جب آفتاب اونچا ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔

نماز اشراق کے ابتدائی وقت کی علامت : طلوع کے بعد سورج زمین کے بخاروں اور غباروں کے اوپر ہو جائے اور یہ اس تخمین اور انداز سے معلوم ہوتا ہے۔

وظیفہ نمبر 2 . جو عمدہ عمل مقام کے متعلق ہوں اور ان کی علوت انہیں عمل میں کے لئے وقت صبح ہو تو وہ اس وقت بجالائے مثلاً بیمار کا پوچھنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور نیکی تقویٰ پر مدد کرنا اور مجلس علم میں حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنا یا ایسے ہی دیگر امور خیر اگر ان امور میں سے کوئی عمل کرنے کے لئے نہ ہو تو انہیں چاروں وظائف کی طرف رجوع کرے یعنی (1) دعا و (2) ذکر (3) فکر اور اگر چاہے تو نماز نقل میں مصروف ہو کہ صبح

صادق ہونے کے بعد وہ مکروہ تھی مگر اس وقت مکروہ نہیں ہے تو اس وقت کے وظائف میں نماز پانچواں وظیفہ ہو جائے گی مگر فرض صبح کے بعد کل نمازیں جن کا کوئی سبب نہ ہو مکروہ ہیں۔

مسئلہ : صبح صادق ہونے کے بعد مستحب یہ ہے کہ صرف دو گانہ تحیہ المسجد دو سنتوں پر اکتفا کرے کوئی اور نقلیں نہ پڑھے بلکہ وہ چاروں وظیفے ادا کرے جو لوہر مذکور ہوئے۔

تفصیل نماز چاشت = تیسرا وظیفہ نماز چاشت : وہ چاشت سے لیکر زوال تک ہے چاشت سے ہماری مراد ہی چوتھائی دن کا چڑھنا اور اس سے تھوڑا سا پہلے کا وقت ہے اس طرح کہ ہر تین گھنٹوں کے بعد نماز کا حکم ہے مثلاً تین گھنٹے بعد طلوع کے گزریں تو اس وقت ان کے گزرنے سے پہلے نماز چاشت ہے اور جب تین گھنٹے اور گزریں تو ظہر ہے اور جب تین گزریں تو عصر درمیان میں عصر کا مرتبہ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ چاشت فرض نہیں اس لئے کہ یہ وقت کاروبار اور روزی کمانے کا ہے اور وہ اس میں سخت مصروف ہوتے ہیں اسی لئے ان پر آسانی رکھی گئی کہ یہ نماز فرض نہ ہوئی اور اس وقت کا وظیفہ بھی وہی چاروں امور مذکور ہیں اور دو باتیں زائد ہیں نہ کاروبار میں مشغول ہونا اور معیشت کی تدبیر اور بازار میں آنا جاننا اگر یہ شخص سوداگر ہے تو چاہئے کہ صدق اور ایمانداری سے تجارت کرے اگر کوئی پیشہ ور ہے تو غلطی خیر خواہی اور شفقت مد نظر رکھے اور اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ بھولے اور جب ہر روز کمانے پر قادر ہو تو اتنی کمائی پر اکتفا کرے جو اس دن پوری کی جائے۔ * اختلاف بھی یہی کہتے ہیں۔ تفصیل گزری ہے۔ اولیٰ غفرلہ۔

جب اتنا مل جائے کہ اس دن کی ضرورت کو کفایت ہو تو چاہئے کہ اپنے پروردگار کے گھر میں جا کر اپنی آخرت کے لئے توشہ و زاد راہ کمائے کیونکہ آخرت کے توشہ کی بڑی ضرورت ہے اور اس کا نفع دائمی ہے ایسی چیز کو حاصل کرنا اس زیادہ طلبی سے اہم ہے جو وقتی ضرورت سے زیادہ ہو جائے۔

مومن کامل کی نشائیاں : صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ کامل مومن کی تین نشائیاں ہیں۔ (1) مسجد میں نماز وغیرہ سے مسجد کو آباد (2) اپنے گھر میں لوگوں سے کنارہ کشی۔ (3) اپنی حاجت ضروری میں مصروف اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

ازالہ وہم : اکثر لوگ جن چیزوں سے انہیں ضرر بھی ہوتا ہے تو بھی یہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ وہ ہمیں مضر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو مفلسی سے ڈراتا اور بری باتوں کے لئے حکم کرتا ہے تو اس کے کہنے کو قبول کر کے جو نہیں کھاتے اسے بھی محتاجی کے خطرہ سے جوڑ رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے لیکن اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

وظیفہ 2 : دوپہر کو سونا جسے قبولہ کہا جاتا ہے وہ سنت ہے اسی ارادہ پر کہ اس سے رات کے جاگنے پر مدوٹے گی جیسے

سحری کھانا اس لئے مسنون ہے کہ دن کے روزے پر اس سے مد ملے گی۔

مسئلہ : اگر رات کو نہ اٹھتا ہو لیکن دن کو اگر نہیں سوتا تو کوئی امر خیر نہیں کرتا بلکہ غالباً غفلت والوں میں بیٹھ کر فضول گفتگو کرتا ہے تو ایسی صورت میں بھی اس کے حق میں سونا ہی اچھا ہے۔ بشرطیکہ اس کی دل لگی اذکار و طائف مذکورہ سے نہ ہوتی ہو کیوں کہ سوتے میں سکوت اور سلامتی تو ہے۔

فائدہ : بعض اکابر نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس میں سکوت اور سونا ان کے تمام اعمال سے افضل ہوگا اور بہت سے عبادت گزار اس طرح ہیں کہ ان کا عمدہ حل سونے کی حالت میں ہے اور یہ اس صورت میں پہلے کہ عبادت میں اخلاص نہ کرتے ہوں بلکہ عبادت سے ریاء نظر ہو تو جب عبادت گزار کا یہ حل ہوگا تو غافل بدکار کا سونا کیسے اچھے نہ ہوگا۔

فائدہ : حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین و اکابر دین سونے کے لئے فارغ ہوتے تو طلب سلامتی کے دن اسے اچھا جانتے غرضیکہ دن کو سلامتی کی طلب اور شب بیداری کی نیت سے سونا ثواب ہے مگر چاہئے کہ بعد اتنا پہلے جاگے کہ نماز کی تیاری کر سکے یعنی وضو کر کے مسجد میں نماز کے وقت سے پہلے جا سکے کہ یہ عمدہ اعمال میں سے ہے۔

مسئلہ : اگر دن کو نہ سوئے اور نہ کمائی میں مشغول ہو بلکہ نماز اور ذکر میں مصروف رہے تو کیا کہنا اس لئے کہ دن کے اوقات میں سے عبادت کا افضل وقت یہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ اپنے پروردگار سے غافل ہوتے ہیں اور دنیا کے مختلف امور میں جٹلا رہتے ہیں تو اپنے رب کا کام ایسے وقت کرے مگر بندے اس کے دروازے سے دور ہوں وہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مقدس بنا کر اپنے قرب و معرفت کے لئے پسند فرمائے اور اس وقت کی عبادت کا ثواب رات کی عبادت کے ثواب ہے کہ وہ وقت بھی لوگوں کے سونے کی وجہ سے غفلت کا ہے اور یہ وقت خواہش نفسانی کی پیروی اور مختلف امور دنیاوی میں جٹلا ہو کر غافل کا ہے۔

نکتہ = دن میں اس وقت کی عبادت : **هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً** کے دو معنوں میں ایک کے مطابق ہوتی ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ دن کو افضل میں ایک دوسرے کے بعد لاتا ہے۔ (۲) ایک کو دوسرے کا نائب بنایا تاکہ انسان سے جو ایک میں عبادت رہ جائے اس کا تدارک دوسری میں کرے تو رات کی عبادت کا تدارک اس وقت میں ہو جاتا ہے۔ ۱۔ جو اسی وقت کے مشابہ ہے اسی لئے صوفیہ کرام کی عبادت ہے کہ اگر شب کو تہجد قضا ہو جاتی ہے تو پھر وہ اسے دن میں قضاء کے طور پڑھ لیتے ہیں ایسے ان کے ہاں ہر وظیفہ میں یہی طریقہ کار ہے۔ (اضافی ایسی غفرلہ)

دن کے اوقات کا وظیفہ : زوال سے لیکر ظہر کے فرائض اور سنتوں سے فارغ ہونے تک یہ وقت دن کے تمام وقتوں سے چھوٹا اور افضل ہے پس جب زوال کے بعد سب سے پہلے وضو کر کے مسجد میں حاضر ہو جائے تو جس وقت

ظہر کی نماز کے لئے عبادت کے لئے کھڑا ہو کہ وقت اظہار کا یہی ہے جو ارشاد باری تعالیٰ و حسین مہرون میں مراد ہے اور اس وقت میں چار چار رکعتیں پڑھے کہ ان میں سلام نہ پھیرے اور ان کی تمام نفل نمازوں میں بھی یہی ایک نماز ہے کہ بعض علماء اس کو ایک کی طرح دو دو پڑھے اور احادیث صحیح اسی طرح وارد ہے۔

مسئلہ : چاہئے کہ ان رکعات کو بھی لمبی پڑھے اس وقت میں آسمان کے دواڑے کھلتے ہیں۔ (اس کے متعلق ہم نے حدیث نماز نفل کی فصل میں بیان کی ہے۔)

مسئلہ : چاہئے کہ ان میں سے سورۃ بقرہ پڑھے یا دو سورتیں سو سو آیتوں یا چار سورتیں مفصل سے بڑی اور سو آیت کی سورتوں سے چھوٹی پڑھے کہ ان گھڑیوں میں دعا قبول ہوتی ہے۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچھا معلوم ہوتا تھا کہ ان گھڑیوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی عمل اوپر (آسمان) ہو جائے پھر یہ چار رکعتیں بڑی بڑی بطور مذکور پڑھنے کے بعد (خواہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں پڑھنے کے بعد) ظہر کے فرض جماعت سے پڑھے غرضیکہ چار سنتیں پہلی نہ چھوڑے نہیں جس طرح بن سکے پڑھ کر فرض پڑھے۔

مسئلہ : بعد فرضوں کے بعد دو رکعتیں پڑھے پھر چار پڑھے کہ حضرت ابن مسعود نے ذکر کیا ہے کہ فرضوں کے بعد اتنی ہی رکعتیں بغیر فاصلہ کے پڑھی جائیں۔

مسئلہ : مستحب ہے کہ ان نوافل میں آیت الکرسی اور سورۃ بقرہ تمام آیتیں جن کو ہم اول وقت کے خلیفہ میں لکھ آئے تاکہ ان کا پڑھنا دعا اور ذکر قرأت اور نماز اور تہجد اور تسبیح کے مع وقت کی شرافت کے شامل ہو۔

دن کے وظائف کا وظیفہ 5 : ظہر کے بعد سے عصر تک اس وقت میں یہ مستحب ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر ذکر اور نماز یا اور کسی چیز میں مشغول ہو اور عصر کی نماز کے انتظار میں اعتکاف میں رہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا عمدہ اعمال میں سے ہے اور یہ امر اسلاف صالحین کا محبوب دستور ہے جو اس وقت ظہر و عصر کے درمیان مسجد میں داخل ہوتا تو نمازیوں کی تلاوت کی گونج مکھی کی آواز کی طرح سنت۔ پس اگر گھر پر رہنے سے دین کی سلامتی اور فکر میں جمعیت زیادہ ہو تو اس صورت میں اسکے حق میں گھر پر چلا جانا افضل ہے غرضیکہ یہ وقت بھی لوگوں کی غفلت کا ہے اسے عمل خیر میں بسر کرنا ایسا ہے جیسے تھوڑے وقت میں عمدہ کام کرنا اور جو زوال سے پہلے سوچا ہو اسے اس وقت سونا مکروہ ہے اس لئے کہ دن کو دوبارہ سونا اچھا نہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تین باتوں پر اللہ تعالیٰ بہت غصہ کرتا ہے۔ (1) بلا تعجب ہنسنا (2) بغیر بھوک کے کھانا۔ (3) شب بیداری کے بغیر دن کو سونا۔

نیند کی مقدار : سونے کی مقدار معتدل یہ ہے کہ رات دن کے چوبیس گھنٹے ہیں ان میں آٹھ گھنٹے رات دن دونوں میں سونے میں صرف کرے اور اگر رات کو آٹھ گھنٹے سوچا تو پھر دن کو سونے کا کوئی معنی نہیں ہاں اگر رات کو کم

سویا ہو تو دن کو اتنا اور سو لے کہ دونوں وقت کا سونا آٹھ گھنٹے ہو جائے کیونکہ انسان کو یہی کافی ہے کہ اگر عمر ساٹھ برس کی ہو تو بیس برس عمر میں سے کم ہو جائیں اور جس صورت میں کہ آٹھ گھنٹے کل رات اور دن کی تمائی ہے تو ظاہر ہے کہ عمر کی تمائی کم ہو گئی لیکن چونکہ سونا روح کی غذا اور کھانا بدن کی غذا اور کھانا بدن کی غذا اور ذکر اور علم دل کی غذا ہے تو سونے کو بالکل منقطع کر دینا ممکن نہیں اور درمیانی مقدار اسکی آٹھ گھنٹے ہیں اور اس سے کم کرنا بعض اوقات بدن کو مضطر کرتا ہے ہاں اگر کوئی جاگنے کی علت ڈالے تو ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ اس کا خوگر ہو جائے اور اضطراب بھی نہ ہونے پائے اور یہ وقت زیادہ لمبے اوقات میں سے ہے اور انسان کو اس سے نفع زیادہ ہوتا ہے۔

فائدہ : اصل کا جو ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولله یسبعد من فی السموت والارض طوعا و کرہا وظلالہم بالغدو والاصال ان میں سے ایک یہی وقت ہے اور جس صورت میں کہ جملوات اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہوں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بندہ بلوجود عقل کے انواع عبادات سے غافل رہے۔

وقت برائے وظائف الیوم : اس کا آغاز عصر کو وقت داخل ہوتا ہے اور سورہ عصر میں اسی وقت کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے ایک معنی العصر کا یہی ہے عشاء میں ظہرون میں غشی سے دو تفسیروں میں سے ایک کے مطابق یہی وقت مراد ہے اور ایسا ہی بالعشی والاشراق میں سمجھنا چاہئے اس وقت میں چار رکعتوں کے کوئی نماز نہیں یہ ظہر کی پہلی چار رکعت سنتوں کی طرح ہے جو اذان عصر و اقامت کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔

مسئلہ : ان چار رکعت نفل کے بعد فرض پڑھے۔

فائدہ : چاروں وظیفوں مذکورہ سابق میں مصروف ہو یہاں تک کہ سورج دیواروں کی منڈیروں پر چلا جائے اور زرد پڑ جائے اور چونکہ اس وقت میں نماز ممنوع ہے تو بہتر ہے کہ تلاوت قرآن پاک کرے اور غور و فہم کے ساتھ پڑھے کہ وہ ذکر دعا فکر سب کو شامل ہے کہ تلاوت میں تینوں باتیں وہ بھی آجائیں گی تو گویا چاروں وظیفوں کا ثواب حاصل ہو گا وقت دن کے وظیفوں کا سورج کے زرد پڑ جانے کے وقت سے شروع ہے یعنی جس وقت سورج زمین کے اتنا قریب ہو جائے کہ زمین پر کے بخار اور غبار اس کے نور کی آڑ ہو جائیں اور روشنی میں زردی آجائے اس وقت سے ساتواں وقت ہے اور جس طرح کہ پہلا وقت صبح صادق سے سورج نکلنے تک تھا اسی طرح یہ وقت ہے کہ غروب سے پہلے ہے اور وہ طلوع کے بعد تھا اور یہی وقت مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فسبحان اللہ حیس نمسوں و حیس نصحون اور اطراف جو اس ارشاد میں واقع ہے فسبح و اطراف النہار تو دوسری طرف کی یہی وقت ہے۔

فائدہ : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کہ اکابر صالحین دن کے پہلے اوقات کی بہ نسبت دن کے آخر اوقات کی زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے بعض اکابر کا قول ہے کہ صوفیہ کرام دن کا پہلا حصہ دنیوی امور کے

لئے رکھتے آخر کو آخرت کے لئے غرضیکہ اس وقت میں تسبیح اور استغفار تو بالکل مستحب ہے اور جو باتیں ہم نے اول وقت میں لکھی ہیں وہ عموماً مستحب ہیں مثلاً یوں کہنا چاہئے استغفر اللہ الہی لا الہ الا ھو الحی القیوم واسالہ التوبۃ اور سبحان ربی العظیم وابصمہ اور یہ تسبیح اور استغفار کا کہنا اس آیت سے نکالا گیا ہے کہ واستغفر لدبک وسبح بصدر ربک بالحشی والابکار اور استغفار میں وہ نام اللہ تعالیٰ کے لئے اچھے ہیں جو قرآن مجید میں ہیں جیسے یوں کہنا استغفر اللہ انہ کان غفاراً استغفر اللہ انہ کان تواباً۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمن۔ فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الخافرین

مسئلہ : سورج کے غروب سے پہلے سورۃ الشمس اور سورہ والیل اور موزتین بار پڑھنا مستحب ہے سورج ڈوبے تو استغفار پڑھی جارہی ہو پھر جب مغرب کی لڑان سنے تو کہے اللہم هذا اقبال لیلک وادبار نہارک آخر تک جیسے پہلے مذکور ہا پھر موزن کا جواب دے پھر مغرب کی نماز میں مشغول ہو اور سورج کے غروب ہونے پر دن کے اوقات تمام ہو جاتے ہیں۔

محاسبہ نفس کا طریقہ : انسان کو اپنے حالات کا ملاحظہ کر کے نفس کا حساب کرنا چاہئے کیونکہ اس کے طریق میں سے ایک منزل قطع ہوگئی اگر وہ روز گزشتہ کے برابر ہو تو اس کو خسارہ رہا اور اگر گزشتہ دن کی نسبت یہ برا ہوا تو طعون ہوا ہے۔

حدیث : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس دن میں کہ میں خیر کے اعتبار سے زیادہ نہ ہوں اس میں مجھے برکت نہ ہو۔

فائدہ : اگر اپنے نفس کو دیکھے کہ تمام دن خیر کی کثرت میں رہا اور تکلف سے بری اور علیحدہ رہا تو یہ ایک مثربہ رہا رہے اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے توفیق دی اور اپنے طریق پر قائم رکھا اگر دوسری حالت معلوم ہو یعنی دن میں کچھ خیر اچھی طرح ذہن پڑی ہو تو پھر رات دن کا نائب ہے چاہئے کہ جو کچھ تصور دن کو ہوا اس کے تدارک کا قصد کرے کہ نیکیوں سے برائیاں جاتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس نے جس کو تندرست رکھا اور رات بھر کی زندگی باقی رکھی اس میں سورج حیات ایسا غروب ہوگا کہ پھر کبھی نہ نکلے گا اور اس وقت تدارک اور عذر کرنے کا دروازہ بند ہو جائے گا کیونکہ زندگی چند روزہ ہے وہ بے شک گزر جائے گی موت کا دن ان کے گزرے پر موجود ہوگا کیونکہ ۔

زندگی نام ہے گو اس کا بچہ موت کا انتظار ہے ورنہ؟

رات کے وظائف کے اوقات : وہ پانچ ہیں۔ (۱) وقت کا شروع سورج کے غروب ہونے سے ہے اور اس کا آخر سرخی شفق کی دور ہونے پر جس کے جلنے کے بعد عشاء کا وقت آجاتا ہے اس وقت کا وظیفہ یہ ہے کہ مغرب

کی نماز پڑھے اور نوافل عشاء تک پڑھتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم یاد فرمائی ہے فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ① اور اس وقت میں عام نماز پڑھنا ناشد اللیل کیونکہ رات کی ابتدا اس = ساعات میں واقع ہوتی ہے اور آیت ومن اناء اللیل فسبح جو آناہ آیا اس میں پہلا حصہ یہ ہے اور صلوٰۃ اوابین بھی اسی وقت کی نماز ہے اور آیت تنحافا جنوبہم عن المضاجع سے بھی یہی نماز مراد ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے ابن ابی زیاد نے اس روایت کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اسناد کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی شخص نے اس آیت کے حل سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز مراد ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز اپنے اوپر لازم کرو کہ وہ دن کے لغویات کو دور کرتی اور اس کے انجام کو اچھا کرتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے اس وقت میں سونے کے لئے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہ یہ ساعت وہ ہے جو تنجانی جنوبہم عن المضاجع میں مراد ہے اس وقت کی عبادت کی فضیلت ہم عنقریب دوسری فصل میں ذکر کریں گے۔ اس وقت اس قدر لکھتے ہیں کہ اس وقت ترتیب وظیفہ اس طرح کرنی چاہئے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اول میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص ہو اور ان میں نہ کوئی گفتگو حائل ہو نہ اور کوئی کام۔ بلکہ فرضوں کے ہی متصل پڑھ لے ان دو کے بعد چار رکعتیں طویل پڑھے پھر سرخی شفق کی غائب ہونے تک جو کچھ ہو سکے پڑھ لے اور اگر مسجد گھر سے نزدیک ہو اور عشاء کے انتظار میں بیٹھے رہنے کا ارادہ نہ ہو تو ان نوافل کا گھر پر پڑھنے کا حرج نہیں اور اگر عشاء کا انتظار کرنا منظور ہو تب مسجد میں پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ ریا اور تکلف سے بچاؤ ہو سکے وعشاء کے وقت کی ابتداء سے لوگوں کے سونے کے وقت تک ہے اسکا آغاز اندھیرا ہونے سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم یاد فرمائی ہے واللیل وما وسق (قسم ہے رات کی اور اندھیرے کی جو اس میں جمع ہوتا ہے) اور فرمایا اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوکِ الشَّمْسِ اِلَی غَسَقِ اللَّیْلِ نماز پڑھے سورج کے زوال سے رات کی تاریکی تک۔

فائدہ : تاریکی اس وقت زیادہ ہو کر مکمل ہو جاتی ہے اور اس وقت کے وظائف کی ترتیب تین امور کی رعایت سے ہوتی ہے عشاء کے فرضوں کے سوا دس رکعتیں پڑھے چار سنت فرضوں سے پہلے تاکہ اذان اقامت کے درمیان کا وقت خالی نہ رہے اور کچھ فرضوں کے بعد کہ اول دو رکعتیں ہوں پھر چار رکعتیں اور ان میں قرآن میں سے خصوص آیات پڑھے کہ انکا آخر طاق ہو کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور سمجھدار آدمی کو شروع شب میں ان رکعات کے اوقات ٹھہرا لیتا ہے لیکن خاصان خدا = آخر شب کے اوقات اختیار کرتے ہیں اور احتیاط کی جائے کیونکہ ممکن ہے کہ پچھلی رات کو آنکھ نہ کھلے یا نماز کا پڑھنا بھاری پڑ جائے ہاں جس صورت میں کہ پچھلے وقت اٹھنا عادت ہو جائے تو پھر آخر شب میں ان رکعات کا پڑھنا افضل ہے پھر اس نماز میں مقدار تین سو آیات ان خاص سورتوں

سے پڑھنی چاہئے جو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر پڑھا کرتے تھے مثلاً (1) سورہ یٰسین، (2) الم سجدہ (3) دخان (4) ملک (5) زمر (6) واقعہ۔ اگر نماز مذکور نہ پڑھے تو سونے سے پہلے ان تمام یا بعض کی قرات ترک نہ کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ ہر شب پڑھا کرتے تھے تین حدیثوں میں مروی ہے ان میں مشہور تر میں سورہ الم سجدہ اور ملک اور زمرہ اور واقعہ ہیں اور ایک روایت میں زمر اور بنی اسرائیل ہے اور ایک میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستحبات یعنی (1) حدید اور (2) حشر صف (3) جمعہ تعابین ہر شب میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے ان میں ایک ہزار آیات سے بہتر ہے اور علماء مستحبات کو چھ قرار دیتے ہیں اور سورہ اعلیٰ کو اول کی پانچ سورتوں پر زیادہ کرتے ہیں اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلیٰ کو محبوب جانتے تھے اور وتر کی تین رکعتوں میں سورتیں۔ (1) ک۔ اسم (2) کافرون اور (3) اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتروں سے فارغ ہو کر سبحان الملک القدوس تین بار ارشاد فرماتے۔

(3) نماز وتر کی تحقیق: سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے بشرطیکہ تہجد کی عادت نہ ہو۔ (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ بعد تفسیر وتر پڑھے نہ سوؤں اگر تہجد کی عادت ہو تو تاخیر وتر افضل ہے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو رکعت ہے اور جب صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت سے اسے طاق کرو۔ (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر اول شب میں پڑھے اور درمیان میں اور آخر میں بھی اور آپ کے وتر کی نیت سحر تک پہنچی۔ (3) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وتر تین طرح پر ہیں (1) چاہو وتر اول شب میں پڑھو پھر تہجد کی دو رکعتیں پڑھو۔ یعنی یہ تہجد اپنے پہلے وتر سے مل کر طاق ہو جائے گا۔ (2) چاہو سب سے پیچھے وتر پڑھو تاکہ آخر نماز وتر ہو جائے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے اس میں اول اور تیسرے طور کا تو حرج نہیں مگر دوسرے قول کو بموجب مطابق کے وتر کے توڑنے میں ممانعت آتی ہے۔ اس کو توڑنا نہ چاہئے۔ (3) ایک اور روایت بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شب میں دو وتر نہیں۔

فائدہ: جاگنے میں تردد ہو تو اس کے لئے ایک سہل تدبیر ہے جسے بعض علماء نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وتر کے بعد سوتے وقت اپنے بستر پر بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جلتے تو یہ دونوں رکعتیں پڑھتے اول میں اذا زلزلت اور دوسری الکسم الکناثر کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خوف اور وعید ہے ایک روایت میں تکاثر کی جگہ قل یا حسد الکافرون ہے کہ اس میں دن کی عبادت سے بہتر اور عبادتیں مخصوص اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے۔ غرضیکہ ان دونوں رکعتوں کو اگر پھر آنکھ کھلے تو کہا گیا ہے یہ دونوں رکعتیں قائم مقام ایک رکعت کے ہو جائیں گی اور پہلے کے وتروں سے ملکر یا جفت ٹھہریں گی اس صورت میں نماز تہجد کے بعد وتر کی ایک رکعت از سر نو پڑھ لینی چاہئے اور اس امر کو ابوطالب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مستحسن قرار دیکر فرمایا کہ اسمیں تین

عمل ہیں۔ (۱) زندگی کی توقع کم۔ (۲) وتروں کا دور ہو جائے۔ (۳) آخر شب میں وتر کا ہونا۔ اور یہ ان کا قول تو درست ہے مگر اس میں ایک شبہ ہوتا ہے کہ اگر یہ رکعتیں پہلے وتروں کو جفت کرتی ہیں یہی حال ان کا ہونا چاہئے گو آنکھ نہ کھلے اور وتر باطل ہو جائے چاہئیں اس کے کیا معنی کہ اگر آنکھ کھلے تب تو وتر جفت کریں اور اگر آنکھ نہ کھلے تو نہ کریں ہاں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دو رکعتوں سے پہلے وتر پڑھے اور پھر آخر شب میں وتر کو دوبارہ پڑھا ہے تب تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں رکعتیں ظاہر میں جفت ہیں اور باطن میں طاق۔ تو نہ جاگنے کی صورت میں مع وتر وتر خیال کر لئے جائیں اور جاگنے کی صورت میں جفت ہو۔

مسئلہ : وتر کے سلام کے بعد یہ کتنا مستحب ہے۔ سبحان الملك القدوس رب رب الملكة والروح جللت السموات والارض بالعظمه والجبروت ونصرت بالقدرة وفهرت العباد بالموت مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اکثر نمازیں فرضوں کے سوا وصل شریف تک بیٹھ کر ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹھنے والے کو کھڑے ہونے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہے اور لیٹنے والے کو بیٹھنے والے کی بہ نسبت نصف ثواب ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفل کا لیٹ کر پڑھنا بھی درست ہے۔

(۳) سونے سے پہلے کے وظائف : میں سے رات کو سونا سونے کا وظیفہ جاننا کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اگر سونے کے آداب مد نظر ہوں تو اس کا شمار بھی عبادت ہی میں ہے۔ (۱) احادیث مروی : ہے کہ بندہ جب طہارت پر سوئے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرے تو اپنے بیدار ہونے تک نماز پڑھنے والا جائے گا یا اس کے لباس و بدن میں فرشتہ آجائے گا کہ اگر سونے میں حرکت کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا تو فرشتہ اس کے لئے دعائے خیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعائے مغفرت چاہے گا۔ (۲) اور ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اس کی روح عرش تک اٹھائی جاتی ہے۔

فائدہ : یہ عام بندوں کے حق ہے علماء اور اہل دل والوں کے لئے کیوں نہ ہو گا کہ ان کو سونے میں اسرار معلوم ہوتے ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

حکایت : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری میں کیا کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ میں تمام رات جاگتا ہوں اور بالکل نہیں سوتا اور قرآن بتدریج پڑھتا رہتا ہوں یعنی لگاتار نہیں پڑھتا تھوڑا سا پارہ ایک بار پڑھتا پھر تھوڑی دیر کے بعد ذرا سا پڑھ لیا۔

علیٰ ہذا القیاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اول تو سوتا ہوں پھر جاگتا ہوں اور اپنے

سونے میں ثواب کی نیت وہی کر لیتا ہوں جو جاگنے میں کرتا ہوں۔ پھر دونوں حضرات نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے زیادہ فقیہ ہے سونے کے آداب دس ہیں (1) طہارت (2) مسواک کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ طہارت کے ساتھ سوتا ہے تو اس کی روح عرش تک لے جاتے ہیں اس لئے اس کا خواب سچا ہوتا ہے اگر طہارت پر نہیں سوتا تو اس کی روح وہاں تک پہنچے سے قاصر رہتی ہے اس وقت جو خواب دیکھتا ہے وہ پر آئندہ ہوتا ہے سچ نہیں ہوتا۔

فائدہ : اس حدیث میں طہارت سے مراد ظاہر و باطن دونوں کی طہارت ہے اور غیب کے حجابات کے ہٹانے میں باطن ہی کی طہارت مؤثر ہے۔ (2) مسواک اور وضو کا پانی اپنے سرہانے رکھ کر رات کو اٹھنے کی نیت کرے اور جب آنکھ کھلے جیسی مسواک کرے بعض اکابر و اسلاف کی جتنے بار رات کو آنکھ کھلتی مسواک کر لیتے۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رات میں کئی دفعہ مسواک کرتے اور ہر سونے کے وقت اور ہر جاگنے کے وقت۔ فائدہ : اگر اکابر کو پانی وضو کا نہ ملتا تھا تو صرف اعضاء کو پانی سے مسح کر لیتے تھے اگر پانی اس قدر بھی نہ ملتا قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر اور دعا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرت کے تفکر میں مشغول ہو جاتے کہ یہی قائم مقام تہجد کے ہو جائے گا۔

حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر بیٹھے اور اس کی نیت یہ ہو کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھوں گا پھر صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اس نے نیت کی تھی وہ اس کے لئے لکھی گئی یعنی تہجد پڑھنے کا ثواب ملے گا اور اس کا سونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا۔

فائدہ : معلوم رہے کہ جسے کچھ وصیت کرنی ہو وہ جب بھی سوئے اپنی وصیت لکھ کر سرہانے رکھ لے اس لئے کہ سونے میں قبض روح کا خوف ہے اور جو کوئی بغیر وصیت مر جاتا ہے اس کو عالم برزخ میں بولنے کی اجازت تا قیامت نہیں ہوتی مردے اس کی ملاقات کو آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں مگر وہ نہیں بولتا تو آپس میں کہتے ہیں کہ یہ مسکین بغیر وصیت کے مرا ہے۔

مسئلہ : ناگہانی موت کے خوف سے وصیت کرنا مستحب ہے اور موت ناگہانی میت کے حق میں تخفیف نہیں مگر جو موت کے لئے تیار نہ ہو اور لوگوں کے حق میں ٹیڑھا اور ظالم ہو اس کے حق میں تخفیف نہیں۔ (4) یہ کہ پر ایک گناہ سے توبہ کر لے اور مسلمانوں سے صاف دل ہو کر سوئے کسی کے ستانے کا خیال دل میں نہ لائے نہ اٹھنے کے

بعد کسی گناہ کا ارادہ ہو۔ حدیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بستر پر بیٹھے اور کسی کے ستانے کی نیت نہ رکھتا ہو اور نہ کسی پر کینہ رکھتا ہو تو جو کچھ اس نے گناہ کیا ہو گا وہ بخشا جائے گا۔ (5) عمدہ پچھونے

نے بچانے آرام طلب نہ ہو بلکہ بچھونے کو ترک کرے یا اس کے متعلق میانہ روی اختیار کرے بعض اکابرین بچھونا بچھا مکروہ جانتے اور سونے کے لئے اسے تکلیف سمجھتے تھے اور اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سونے کے لئے زمین پر سوتے نیچے کچھ نہ بچھاتے اور فرماتے کہ ہم خاک ہی سے پیدا ہوئے اور اسی میں جائیں گے اور اسے قلوب کے لئے نرمی اور نفوس کے لئے تواضع موثر جانتے تھے اگر کسی کا دل اس مشقت کو گوارا نہ کرے تو اوسط درجہ کا بچھونا بچھائے۔ (6) جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو تب تک نہ سوئے اور نیند کو زبردستی اپنے اوپر نہ لائے ہاں جس صورت میں کہ آخر شب کو اٹھنے کے لئے نیند سے مدد چاہے تو بلا تکلف سو رہنے کو کوئی حرج نہیں۔

اکابر اسلام : کا سونا غلبہ نیند کی حالت میں ہوا کرتا تھا اور کھانا فاقہ کی صورت میں اور بولنا ضرورت کے وقت میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف فرمایا۔ کانو قلیلاً من اللیل ما یجمعون اگر نیند کا اتنا غلبہ ہو کہ نماز و ذکر مانع ہو اور یہ نہ جانے کہ کیا کر رہا ہے تو چاہیے کہ سو جائے جب تک کہ اپنا قول سمجھنے لگے۔

مسئلہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ کر اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے ایک حدیث میں ہے حدیث : کہ رات میں سختی کچھنچو کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے جب اس پر نیند غالب ہوتی ہے تو ایک رسی میں لٹک جاتی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی رات میں جس قدر ہو سکے نماز پڑھے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو جائے۔ (2) فرمایا کہ عمل اسی قدر کرو جس کی طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں ٹھکتا جب تک تم نہ تھکو۔ (3) فرمایا کہ اس دین میں سے بہتر وہ ہے جو آسان تر ہو کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص نماز پڑھتا ہے اور سوتا نہیں اور روزے رکھتا ہے افطار نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں یہ میرا طریقہ ہے جو اس سے منہ موڑے وہ مجھ میں سے نہیں۔ فرمایا کہ اس دین کا مقابلہ نہ کرو یہ مضبوط ہے اور جو کوئی اس سے مقابلہ کرے گا پس اپنے نفس کے نزدیک عبادت الہی کو برا نہ ٹھہراؤ۔ (4) قبلہ رخ ہو کر سوئے اور قبلہ رخ ہونا دو طرح ہے (1) جیسے مرنے والا لٹایا جاتا ہے یعنی چپ لیٹے کہ منہ اور ٹکڑے قبلہ کی طرف رہیں (2) لحد میں لیٹنے کی صورت کہ داہنی کروٹ پر لیٹ کر منہ اور بدن کا سامنے کا حصہ قبلہ کی طرف کو کر لے سونے کے وقت دعا مانگے۔

باسمک ربی وصعت جنبی ویک ارفعه آخر دعاؤں ماثورہ تک رجو ہم باب نہم میں لکھ آئے ہیں مستحب ہے کہ سونے کے وقت خاص آیات پڑھے۔ مثلاً آیت الکرسی اور آخر سورہ بقرہ 400 اور وَاللّٰهُمَّ لَهُ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اِنْ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِرَیْنِیْ لَیْلٍ وَالنَّهَارِ وَالْمُلْکِ لَیْسَ فِیْہِیْ لُحْرِیْمًا یَسْمَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْیَاہِیْہِ الْاَرْضَ یَعْمَدُ مَوْتِہَا وَیَبِثُ فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَابَّةٍ وَتَعْرِیْفِیْ الرِّبْعِ وَالسَّحَابِ الْمُسْتَخْرِیْنِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا یَبِثُّ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ البقرہ ۲۵۴

فائدہ . کہ جو کوئی اس آیت کو سوتے وقت پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اس کو کلام مجید یاد کرائے گا کہ کبھی نہ بھولے اور سورہ اعراف میں سے یہ آیتیں پڑھے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ یُعِیْسٰی الْلَیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَیْثُآ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنَّجْمُ مَسْجَرَاتٍ بِاَمْرِہٖ اِلَّا لَہٗ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اَدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَةً اِنَّہٗ لَا یُعِیْبُ الْمُتَعَبِدِیْنَ وَلَا تُفْسِدُ وَاٰمِیْ الْاَرْضَ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا وَاَدْعُوْہُ خَوْفًا وَطَمَعًا اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور قل ادعو اللہ سے سورہ بنی اسرائیل کے آخر تک کہ ان کے پڑھنے سے ایک فرشتہ اس کے لباس میں داخل ہو کر اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے لئے دعا مغفرت کرتا ہے اور معوذتین کو پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر اور تمام بدن پر پھیرے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اسی طرح مروی ہے اور دس آیتیں سورہ کھف کے شروع کی اور دس آیتیں اس کے آخر کی پڑھ لے یہ آیتیں رات کو آنکھ کھلنے کے لئے ہیں کہ تہجد کے وقت جاگ اٹھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے معلوم نہیں کہ جس شخص کی عقل کامل ہو وہ فقیر سورہ بقرہ کی دو آخر کی آیتوں کے پڑھے سو پہلے اور پچیس بار یہ کہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تاکہ چاروں کلمات ملکر سو بار ہو جائیں۔ (9) سونے کے وقت یہ خیال کرے کہ سونا ایک طرح کی وفات ہے اور جاگنا ایک طرح کا جی اٹھنا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ ینوفی الانفس حین موتہا والنسی لم نمت فی منامہا اور فرمایا ہوالدی ینوفا کم باللیل غرضیکہ سونے کو وفات کے نام سے ذکر فرمایا اور جس طرح کہ جاگنے والے کو سونے میں وہ مشاہدات منکشف ہوتے ہیں جو اس کے حالات کے مناسب نہیں ہوتے۔ اسی طرح مرنے کے بعد جو شخص اٹھتا ہے وہ ایسی چیزیں دیکھتا ہے کہ کبھی اس کے دل میں نہ گزری ہوں اور نہ جس سے محسوس ہوئی ہوں۔

فائدہ : زندگی اور موت کے درمیان میں سونا ایسا ہے جسے دنیا و آخرت کے درمیان میں بربذخ ہے۔

حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ : نے اپنے صاحبزادے کو کہا کہ بیٹا اگر تجھے موت میں شک ہے تو سونا مت۔ جیسے تو سو جاتا ہے ویسے ہی مر جائے گا اور اگر تجھے مرنے کے بعد جی اٹھنے میں تردد ہے تو سو مگر جاگیو مت کہ جیسے سونے کے بعد جاگتا ہے اس طرح مرنے کے بعد جی اٹھے گا۔

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ : نے فرمایا کہ جب تو سوئے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ اور قبلہ منہ کی طرف کو کر کے سونا بھی ایک مرنا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سوتے تو اپنا رخسار مبارک داہنے ہاتھ پر رکھ لیتے اور جانتے کہ اسی رات میں وفات پاؤں گا۔ سب سے آخر دعا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ہوتی اللھم رب السموات السبع ورب العرش العظیم ربنا ورب کل شئی ومسیکہ آخر دعا تک جو ہم نے باب الدعوات میں ذکر کی ہے)

فائدہ . بندے کا حق یہ ہے کہ سوتے وقت اپنے دل پر غور کرے کہ کس پر سوتا ہے اور اس وقت دل پر کیا غالب

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ملنے کی محبت غالب ہے یا دنیا کی محبت زیادہ ہے اور اس کے بعد یقین کر لے میری موت مجھے اسی حل پر ہوگی جو دل پر غالب ہے اور اسی پر حشر ہوگا کہ آدمی جس انسان سے اور جس ہر چیز سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ رہتا ہے جاگنے کے وقت دعا پڑھنا جب جاگے اور کروٹ لے اس وقت وہ دعا پڑھے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ واحد القہار رب السموت والارض و بینہا العریز العفار۔ اور اس میں کوئی کوشش کرے کہ سونے کے وقت بھی سب سے دل پر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے گا اور جاگنے کے وقت بھی سب سے اول ذکر اللہ دل پر جاری ہو کہ یہ محبت کی پہچان ہے اور ان دونوں حالتوں میں دل ایسی چیز کے ساتھ رہے گا جو اس پر غالب ہو آزما دیکھے کہ یہ علامت محبت دل کے اندر سے معلوم ہوا کر ہے اور یہ ذکر اسی لئے مستحب ہوئے ہیں کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کشش ہو جب آنکھ کھلے اور اٹھ چاہے تو کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماننا والیہ النشور۔ آخر دعا تک (جو ہم جاگنے کی دعاؤں میں لکے آئے)

(4) رات کے وظائف کا وقت : آدمی رات گزر جانے سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا اس وقت تک ہے کہ رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جائے اس وقت میں تہجد کے لئے اٹھنا چاہئے کیونکہ تہجد وہی ہے جو بعد ہیجود یعنی جواب کے ہو اور سونا آدمی رات تک ہو گیا اور یہ وقت دن کے اوقات مشابہ ہے کہ وہ بھی دن کے بیچ میں ہے اور رات کہ ٹھیک درمیان میں ہے اور اس کی قسم اللہ تعالیٰ نے یاد فرمائی ہے۔ والیل اذا سبھی (قسم ہے رات کی جب ٹھہر جائے۔)

فائدہ : اس کا ٹھہرنا اور آرام اسی وقت میں ہوتا ہے کہ کوئی آنکھ اس وقت جاگتی نہ ہو۔ بجز اس ذات پاک کے جسے اونگھ اور نیند کچھ نہیں۔

فائدہ : بعض نے یہ معنی کیا ہے کہ قسم ہے رات کی جب کھینچ آوے اور لمبی ہو اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سبھی کے معنی ہیں کہ تاریک ہو۔ بہر حال اس وقت کی فضیلت میں کچھ شک نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ رات کے اجزاء میں سے کون سا جزو ہے جس میں دعا زیادہ لی جاتی ہے اور مستحق قبولیت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ رات کا درمیانی حصہ۔

فائدہ : حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الہی میں عرض کیا کہ الہی میں چاہتا ہوں کہ تیری عبادت کروں پس سب سے بہتر وقت عبادت کے لئے کون سا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد نہ اول شب میں اٹھ نہ آخر میں کیونکہ جو اول شب میں جاگتا ہے وہ آخر شب میں سوتا رہتا ہے اور جو آخر میں جاگتا ہے وہ اول میں نہیں جاگتا۔ تو رات کے ٹھیک درمیان میں عبادت کرنا کہ میرے ساتھ تنہا ہو اور میں تیرے ساتھ تنہا ہوں اور تیری حاجات پوری کروں۔

حدیث : حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ رات کا کون سا حصہ افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصف شب، آخرین بہتر ہے اور آخر شب کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ عرش جھومتا ہے اور جنات عدن سے ہوائیں پھیلتی ہیں اور آسمان دنیا پر جناب باری تعالیٰ کا نزول اجلال ہوتا ہے سوا اس کے سوا اور بھی بہت سے فضائل وارد ہیں اس وقت کے وظیفہ کی ترتیب یہ ہے کہ جب جاگنے کی دعاؤں سے فارغ ہو تو بمطابق بیان سابق برعایت آداب و سنن وضو کرے اور اس کی دعائیں پڑھتا جائے پھر اپنی جائے نماز پر اگر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو اور کہے اللہ اکبر کبیر والصمد اللہ کثیرا سبحان اللہ بکرة واصبنا پھر دس بار سبحان اللہ اور دس بار الحمد للہ اور دس بار لا الہ الا اللہ پھر کہے اللہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والكبرياء والعظمة والجلال والقدرة پھر یہ کلمات کہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کے وقت انہیں پڑھا کرتے تھے۔ اللہم لک الحمد انت نور السموات والارض ولك الحمد انت قیام السموات والارض ومن فیہن ومن علیہن انت الحق ومنک الحق والقائک حق والجنة الحق والنار حق والنشور حق والنبیون حق محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق اللہم لک اسلمت وبک امنت وعلیک نو کلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرقت انت المقدم وانت المرضر لا الہ الا انت اللہم ات نفسی تقواہاد وزکھا انت خیر من رکاھا انت ولیہا و مولہا۔ اللہم اھدنی لا حسن الاعمال فانہ لا یھدی لا حسنہا الا انت واصرف عنی سبھا ولا یصرف عنی سبھا الا انت اسئلک مسئلة البائس المسکین وادعوک دعاء المفقرا الذلیل فلا تجعلنی بدعاء رب شقیا وکن بی روفاً رحیماً یا خیر المسولین واکرم المحبین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نمبر 2 مروی ہے : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو اٹھتے اور نماز شروع کرتے تو پڑھتے۔ اللہم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ انت نعکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من نشاء الی صراط مستقیم۔ پھر نماز شروع کرے اور دو رکعتیں ہلکی پڑھے پھر دو رکعتیں بن ممکن ہو تو پڑھ لے اگر وتر پہلے نہ پڑھے ہوں تو وتر پر خاتمہ کرے اور مستحب ہے کہ جب دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے تو ہر سلام کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ کہے تاکہ آرام ملتا جائے اور نماز کا سرور زیادہ ہو اور صحیح روایت میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نماز شب اول دو گانہ ہلکا پڑھا پھر دو گانہ لمبا ادا کیا پھر تیسرا دو گانہ دوسرے کی نسبت کم اور چوتھا تیسرے کی نسبت کم اور اسی طرح اور فرمائے یہاں تک کہ تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز تہجد میں قرأت

آواز سے پڑھتے تھے یا آہستہ آپ نے فرمایا کہ کبھی آواز سے اور کبھی آہستہ۔ حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رات کی نماز دو رکعتیں ہیں اور جب تجھے صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت کا وتر ادا کرو اور فرمایا کہ مغرب کی نمازوں کو طاق کر دیتی ہے تو رات کی نماز کو طاق کرو۔ حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو زیادہ سے زیادہ رکعتیں تہجد کی پڑھنی ثابت ہوئی پس وہ تیرہ ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رکعات میں قرآن مجید کا معمولی ورد خواہ مخصوص سورتوں میں سے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر ہلکی ہوتیں پڑھا کرتے تھے اور یہ مخصوص سورتیں بھی ورد کے حکم میں تھیں اور جب تک قریب رات کا چھٹا حصہ پچھلا نہ آجاتا تب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ رکعتیں پڑھتے رہتے۔ وقت 5: رات کے وظیفوں کا رات کا چھٹا پچھلا ہے جس کا نام وقت سحر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وبالاسعاهم سبب عفرون سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں) اس کے معنی بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں کیونکہ نماز میں استغفار ہوتا ہے اور یہ وقت فجر کے وقت کے قریب ہے جس وقت کہ رات کے فرشتوں کے لوٹ جانے اور دن کے فرشتوں کے آنے کا وقت ہوتا ہے۔

حکایت: یہ وہ وقت ہے کہ حضرت سلمان نے اپنے بھائی ابودرداء کو بتایا جس شب وہ حضرت ابودرداء کی ملاقات کو تشریف لائے تھے یہ قصہ ایک بڑی حدیث میں مذکور ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب رات ہو گئی ابودرداء نماز کو چلے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سو رہو، وہ سو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر چلے۔ انہوں نے فرمایا کہ سو رہو۔ وہ سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہوا اس وقت حضرت سلمان نے ان کو فرمایا کہ اب اٹھ کر نماز پڑھو پھر دونوں نے تہجد پڑھی اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فرمایا کہ تمہارے اور کچھ حق تو تمہارے نفس کا ہے اور کچھ مہمان سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بیوی کا تو سب حقداروں کا حق ادا کرنا چاہئے اور اس کہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے حضرت سلمان سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بھائی رات بھر نہیں سوتے۔ پھر صبح کو دونوں صاحب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کی گفتگو آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درست کیا۔ یہ پانچواں وقت ہے۔ اس میں سحری کھانا مستحب ہے۔ یعنی اگر صبح صادق ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت کھائے اور وظیفہ اس وقت اور چوتھے وقت کا نماز ہی ہے اور صبح صادق ہو جائے تو اب رات کے وظائف ختم ہو گئے۔ دن کے اوقات شروع ہو گئے تو اس وقت اٹھ کر فجر کی سنتیں پڑھے اور یہی معنی ہیں اس آیت کے (وسبغہ وادبار النجوم) اس کی پاکی بول اور ستاروں کے پیچھے کے پیچھے) پھر یہ آیت پڑھے۔ شَهِدُ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاَدْلُوْا الْعِلْمَ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ پھر یہ کہے۔ وَاٰمَنُ بِاللّٰهِ بِمَا اشْهَدَ اللّٰهُ بِهِ وَالْمَلَائِكَةُ وَاَدْلُوْا الْعِلْمَ مِنْ خَلْقِهِ وَاسْتَوْدَعَ اللّٰهُ هَذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيعَهُ وَاَسَالُهَا حِفْظَهَا حَتّٰى تَبْرَأَ فَاِنِّيْ عَلَيْهِمُ اللّٰهُمَّ احْطُ مَجْهًا عَنِّيْ وَزُرَّاءُ وَاجْعَلْ لِّيْ بِهَا عِنْدَكَ ذَخْرًا وَاحْفَظْهَا عَلَيَّ وَتَوَفَّنِيْ عَلَيْهَا

حنی القاک بها غیر مبدل تبدیلا۔

انتباہ اوقات کی ترتیب عابدوں کیلئے تھی جو مذکور ہوئی لیکن اکابرین ان کے علاوہ سوا ہر روز چار امور اور بھی مستحب جانتے تھے۔ (1) روزہ رکھنا (2) صدقہ دینا اگرچہ کم ہی ہو۔ (3) بیمار کا پوچھنا (4) جنازے پر حاضر ہونا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی ان چار باتوں کو ایک دن میں کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر اتفاق سے ان چیزوں میں سے کچھ میسر ہوں اور کچھ نہ ہوں تو اس کو ثواب میں باتوں کا نیت کے بمطابق ملے گا اور اسلاف صالحین برا جانتے تھے کہ سارا دن گزر جائے اور کچھ خیرات نہ جائے گو ایک فرمایا پیاز یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حضور پاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں انسان اپنے صدقہ کے سائے تلے رہے گا جب تک کہ آدمیوں میں آخری فیصلہ ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ آگ سے بچو، اگر خرے کا ایک ٹکڑا ہی دے۔

حکایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کو صرف ایک انگور دیا اس نے لے لیا وہیں جو لوگ موجود تھے سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس انگور بہت سے ذروں کا وزن یہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ایک ذرہ کے برابر صدقہ کرے گا وہ دیکھ لے گا تو اس میں تو بہت سے ذرات ہیں اور اکابرین مسائل کا پھیر دینا اچھا نہ جانتے تھے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریف ایسی ہی تھی۔ ایسا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کیا ہو۔ ہاں اگر اس کے دینے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بظاہر نہ ہوتی تو چپ ہو جاتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے کچھ مانگا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار کیا ہو۔ ہاں اگر اس کے دینے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بظاہر نہ ہوتی تو چپ ہو جاتے تھے ایک حدیث میں ہے کہ ابن آدم صبح کرتا ہے اس حال میں کہ اس کے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے اور بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں پس اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ضعیف کی طرف سے کفیل ہونا صدقہ ہے اور راستہ بتانا صدقہ ہے اور ایذا کی چیز کا راستہ سے دور کرنا صدقہ ہے یہاں تک کہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنے کو ذکر فرمایا کہ دو رکعتیں چاشت کی صدقہ ہیں ان سب کو ادا کرنا یوں فرمایا کہ یہ سب اپنے لئے جمع کرنی چاہئیں۔

حالات کے اختلافات تبدیلی معمولات : جانتا چاہئے کہ جو شخص آخرت کی کھیتی کرنا چاہتا اور راہ آخرت اختیار کرتا ہے وہ چھ حل سے خالی نہیں۔ (1) عابد ہوگا (2) عالم (3) طالب علم (4) حاکم (5) اہل حرفت (6) موحد۔ واحد ذات میں مستغرق ہو اور ماسوائے کی طرف التفات نہ کرے) ان سب کے معمولات و طائفہ جدا ہیں۔

نمبر اعداد : یعنی وہ شخص کہ محض عبادت کے لئے ہو اس کے سوا کوئی کام نہ ہو اگر عبادت کو چھوڑ دے تو نکمار ہے

اس کے لئے اوقات و وظائف کی ترتیب وہی ہے جو ہم نے دن رات کے اوقات میں ذکر کی اور یہ بھی ہے کہ یہ اپنے اکثر اوقات صرف نماز یا تلاوت یا سبحان اللہ میں صرف کر دے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض کا وظیفہ ایک دن میں بارہ ہزار بار تسبیح کا تھا۔ اور بعض ان میں وہ تھے کہ تیس ہزار بار سبحان اللہ کہتے تھے اور بعض کا معمول سو رکعتوں سے چار سو اور ہزار رکعت کا تھا اور کم سے کم رکعتیں جو ان سے مروی ہیں وہ دن رات میں سو ہیں اور بعض کا وظیفہ کثرت سے قرآن پڑھنے کا تھا کہ بعض ایک دن میں ختم کرنا تھا اور کسی سے دن میں دو ختم مروی ہیں۔ بعض وہ تھے کہ ایک دن یا تمام رات ایک ہی آیت کی فکر میں گزار دیتے تھے۔ اور اسی کو بار بار پڑھتے جاتے تھے۔

حکایت : کرزین دیرہ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے ایک دن میں ستر طواف سات پھیروں کے کرتے اسی طرح ہر شب میں ستر طواف کرتے تھے۔ اس کے ساتھ دن رات میں دو ختم قرآن مجید کے بھی کر لیتے تھے۔

فائدہ : اس کا حساب لگاؤ دن رات کے طوافوں میں قریب تیس کو مسافت پڑتی ہے اور ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعات طواف کی جمع کرنے سے دو سو اسی رکعات ہوتی ہیں اور دو ختم قرآن ملائے بہت بڑی ریاضت ثابت ہوتی ہے۔

سوال : ان وظائف میں اکثر اوقات کس وظیفہ میں اوقات صرف کرنا بہت ہے؟

جواب : نماز میں کھڑے ہو کر قرآن مع غور و فہم پڑھنا تمام امور کو شامل ہے لیکن چونکہ مواظبت مشکل ہے اسی لئے ہر شخص کے حال کے لحاظ سے بہتر وظیفہ مختلف ہوگا۔

فائدہ : وظائف سے دل کا تزکیہ و تصفیہ اور زیور ذکر الہی سے اسے آراستہ کرنا اور ذکر سے اسے معمور کرنا ہے تو چاہئے کہ اپنے دل پر غور کر لے اور جس عبادت کا اگر اس میں زیادہ ہو۔ اسی پر مواظبت کرے اور جب اس سے دل کو تسکین اور اکتانہ محسوس کرے تو دوسرا وظیفہ بدل لے ان امور خیر کا مختلف اوقات میں بمطابق تفصیل گزشتہ نے تقسیم کرنا ایک قسم سے دوسری قسم کو بدلتے رہنا ہی کو صرف معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اکتانہ فطرت انسانی پر غائب ہے اور ایک کے حالات اس بارے میں بھی مختلف ہیں مگر جب وظائف کی غرض اور اصل معلوم ہوگئی تو جس وظیفہ سے اصل غرض حاصل ہوتی ہو اسی کو اس وقت اختیار کرنا چاہئے مثلاً اگر کوئی تسبیح سے اور اس کی تاثیر اپنے دل میں پائے تو اس کی تکرار پر مواظبت کر لے یہاں تک کہ وہ موثر ہو۔

حکایت : حضرت ابراہیم بن ادہم بعض ابدال کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ایک رات دریا کنارے پر نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آواز بلند تسبیح سنی کسی کو نہ دیکھا تو کہا کہ تو کون ہے میں تیری آواز سنتا ہوں اور جسم نہیں دیکھتا اس نے کہا میں فرشتہ ہوں اور اس دریا پر معین ہوں۔ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی تسبیح سے اللہ تعالیٰ نے پانی بوتا ہوں پوچھا تیرا نام کیا ہے کہا مہلیاں ابدال نے پھر پوچھا کہ اس تسبیح کے پڑھنے والے کا ثواب کیا ہے۔ فرشتے نے کہا

جو کوئی اس کو سو بار پڑھ لے وہ مرنے سے پہلے اپنی جگہ جنت میں دیکھ لیتا ہے یا اس کو دکھلا دی جاتی ہے وہ تسبیح یہ تھی۔ * سبحان اللہ العلیٰ الدیان سبحان الشدید الارکان سبحان من یذهب باللیل ویاتنی بالنهار سبحان من لا یسعله شان عن شان سبحان اللہ العنان الحنان سبحان اللہ السبح فی کل مکان ترجمہ۔ پاکی بیان کرتا ہوں میں اللہ برتر جزا دینے والے کی پاکی بیان کرتا ہوں اللہ مضبوط طرفوں والے کی پاکی بیان کرتا ہوں میں اس کی جو رات کو لے جاتا ہے اور دن کو لاتا ہے پاکی بیان کرتا ہوں میں اس کی جس کو ایک کام دوسرے نہیں روکتا۔ پاکی بولتا ہوں اللہ شفقت کرنے والے کی پاکی کتا ہوں اللہ کی جو ہر جگہ میں پاک بیان کیا جاتا ہے۔

فائدہ : یہ تسبیح یا ایسی ہی تسبیح اگر سالک پڑھے اور دل میں اس کی تاثیر پائے تو اس کا التزام کر لے اور جس چیز سے دل میں اثر ہو اور خیر کا دروازہ اس پر کھلتا ہو ایسی پر مواہبت کرے۔

(2) عالم : جو فتویٰ دینے اور پڑھانے اور تصنیف کرنے سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہو تو اس کے اور ادا کی ترتیب عابد کے وظائف سے مختلف ہے کیونکہ عالم کو کتابوں کا مطالعہ کرنا اور تصنیف کرنا اور پڑھانا ضروری امور ہیں اور ان کے لئے وقت درکلمہ ہے اگر وہ اپنے سارے اوقات انہیں امور میں مستغرق کر دے تو فرائض و سنن کے بعد اور کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں اور باب العلم میں ہم نے پڑھنے پڑھانے کی فضیلت ذکر کی ہے وہ اس کی دلیل ہے اور کیسے نہ ہو کہ علم میں تو ذکر الہی کی مواہبت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال میں غور کرنا ہی ہوتا ہے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور آخرت بنانا اسی سے ہوتا ہے اکثر مسائل ایسے ہیں کہ ان میں سے طالب علم ایک مسئلہ سیکھ کر اپنی عمر بھر کی عبادت کی اصلاح کر لیتا ہے اور اگر اس کو نہ سیکھتا تو سعی رائیگاہ جاتی اور ہماری غرض اس علم سے جو عبادت پر مقدم ہے وہ علم ہے جو لوگوں کو آخرت کی ترغیب دے اور دنیا میں زاہد بنا دے اور جب اسے سلوک طریق آخرت کی مدد کے لئے سیکھیں تو وہ اس کا معین و مددگار ہو وہ علوم مراد نہیں ہیں جن سے مال و جاہ اور لوگوں کے درمیان مقبول ہونے کی خواہش زیادہ ہو اور عالم کے حق میں بھی بہتری ہے۔

ہدایات : عالم کے لئے نہیں ہے کہ اپنے اوقات عبادت کے لئے ہنٹ دے کیونکہ تمام اوقات تعلیم میں بسر کرنے کی طاقت طبیعت کو نہ ہوگی اس صورت میں تقسیم اوقات یوں مناسب ہے کہ صبح سے سورج نکلنے تک تو ذکر اور وظائف کے لئے وقت صرف کرے جیسے ہم نے دن کے اوقات میں پہلے وقت کا صل لکھا ہے اور طلوع کے بعد سے دوپہر تک پڑھانے میں صرف کرے بشرطیکہ کوئی شخص آخرت کے لئے پڑھنا چاہتا ہو اگر ایسا طالب علم نہ ہو تو اس وقت کو فکر میں بسر کرے اور وہ چیزیں سوچے جو علوم دینی میں سے اس پر مشکل ہوں اس لئے کہ ذکر کرنے اور دنیا کے مشاغل میں مشغول ہونے سے پہلے دل کی صفائی مشکلات کے سمجھنے پر معاون ہوا کرتی ہے اور دوپہر سے عصر تک تصنیف اور کتاب بنی میں صرف کرے اور اس کو بجز کھانے اور پانچنے اور فرض نماز اور دن کو تھوڑا سا سونے کے اوقات کے اور کسی وقت میں ترک نہ کرے اور دن کا سونا بھی اسی صورت ہے کہ دن بڑا ہو اور عصر سے سورج کے

زرد ہونے تک جو کوئی تفسیر اور حدیث اور علم مفید کے پڑھنے سننے میں مشغول رہے اور سورج کے زرد پڑ جانے سے غروب تک استغفار اور تسبیح میں مشغول رہے غرضیکہ اول وقت طلوع سے پہلے کا تو عمل ربانی میں گزرے گا اور دوسرا وقت دوپہر تک دل کے عمل میں بسر ہوگا اور تیسرا وقت عصر تک آنکھ اور ہاتھ کے عمل میں تمام ہوگا کہ آنکھوں سے مطالعہ کرے گا اور ہاتھوں سے لکھے گا اور چوتھا وقت عصر کے کان کے عمل میں ختم ہوگا تاکہ آنکھ اور ہاتھ آرام لے لیں اور نیز بعد عصر کے لکھنے اور مطالعہ کرنے سے کبھی آنکھ کو ضرر بھی ہوا کرتا ہے اور پانچواں وقت روزی کے بعد کا پھر ذکر ربانی میں مصروف ہوگا اس صورت میں کوئی حصہ دن کا اعضاء کے اعمال سے خالی بھی نہ رہے گا اور سب میں دن بھی حاضر رہے گا اور رات کی تقسیم عالم کے بارے میں وہی کافی ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ رات کے تین حصے کرتے ایک تنہا تو مطالعہ اور علم پڑھانے کے لئے دوسری تنہا درمیان شب کے نماز کے لئے اور پچھلی رات سونے کے لئے اور یہ جاڑوں میں تو ہو سکتی ہے مگر گرمی کے موسم میں غالباً اس کا تحمل نہ ہو گرمی میں دن میں زیادہ سوئے۔

(3) طالب علم : طالب علم کو طلب علم میں مشغول ہونا ذکر اور نوافل میں مصروفیات سے بہتر ہے اسی لئے بہتر ترتیب اوقات کے بارے میں اس کا اور عالم کا ایک حکم ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جس وقت میں عالم افادہ میں مشغول ہو اس وقت طالب علم استفادہ میں مصروف ہو اور جو وقت عالم کی تصنیف کا ہے اس وقت یہ اسباق دہرانا اور ان کا لکھنا اختیار کرے باقی اوقات اسی طرح ہیں جیسے ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

فائدہ : باب العلم میں علم کو اور اس کے سیکھنے کی فضیلت سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سیکھنا ان وظائف سے بہتر ہے بلکہ اگر کوئی مجلس علم میں حاضر ہو کر یوں نہ سیکھے کہ لکھتا جائے اور یاد کرتا جائے کہ عالم ہو جائے بلکہ وہ شخص عوام ہی میں سے ہو۔ تب بھی اسکا ذکر اور وعظ اور علم کی مجلسوں میں حاضر ہونا ان وظائف سے کہیں اچھا ہے جو ہم بعد صبح اور طلوع کے پیچھے اور دوسرے تمام اوقات میں لکھ آئے ہیں کیونکہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آچکا ہے کہ مجلس ذکر میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز سے اور ہزار جنازوں میں شرکت سے اور ہزار بیمار پر سی سے اچھا ہے۔

حدیث : حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے بانگات دیکھو تو ان میں چرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کے بانگات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ (2) کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء کی مجالس کا ثواب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے تو اس پر کٹ مرس یہاں تک کہ ہر حاکم اپنی حکومت چھوڑ دے اور ہر کاروباری اپنا کاروبار ترک کرے۔ (3) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انسان اپنے گھر سے یوں نکلتا ہے کہ اس پر تمامہ کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتے ہیں مگر جب کسی عالم کا کلام سنتا ہے اور اپنے گناہوں پر افسوس و ندامت کرتا ہے تو پہلے یوں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ پس تم علماء کی مجلسوں سے علیحدہ مت رہو کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی

جگہ علماء کی مجالس سے بزرگ تر پیدا نہیں کی۔

حکایت کسی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں آپ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ مجالس ذکر میں بیٹھ سختی دل جاتی رہے گی۔

حکایت . عمار زاہد نے مسکینہ مفلویہ کو خواب میں دیکھا جو ہمیشہ ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوتی تھیں اس سے کہا کہ اے مسکینہ 'مرحبا' اس نے کہا کہ اب مسکینی دور ہو گئی اور دولت مند۔ عمار نے کہا کہ وہ حال کہو۔ مسکینہ نے کہا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کے لئے جنت بالکل مباح کر دی گئی۔ عمار نے کہا کہ یہ درجہ کس سبب سے حاصل ہوا کہ اہل ذکر کے پاس بیٹھنے سے۔

فائدہ : اگر کسی واعظ خوش کلام پاک سیرت کے وعظ سے دل پر سے محبت دنیا کی گر ہوں میں سے ایک بھی کھل جائے تو یہ اس کی بہ نسبت اشرف اور مفید تر ہے کہ بلوجود دل میں دنیا کی محبت ہونے کے بہت سی رکبتیں آدمی پڑھے۔

(4) اہل حرفت : اپنے عیال کے لئے کمائی کا محتاج ہو۔ اس کو جائز نہیں کہ اپنے عیال کو فاقوں مار ڈالے اور تمام اوقات عبادات میں متفرق کر دے بلکہ اسے یہی چاہئے کہ کام کے وقت بازار جائے اور اپنے پیشہ میں مشغول ہو۔ ہاں مناسب یہ ہے کہ اپنے پیشہ میں ذکر الہی کو نہ بھولے بلکہ تہنیت اور ذکر اور تلاوت پر مواظبت رکھے کہ یہ کام کرنے کے ساتھ بھی ادا کر سکتا ہے اور جب مقدار کفایت کما چکے تو چاہئے کہ وہی معمولات بجالائے جو اوپر مذکور ہوئے اور اگر دن بھر پیشہ میں لگا رہے اور جو اپنی حاجت سے زائد ہو اسکے دے ڈالے تو یہ ان اوراد سے بہتر ہے جو ہم نے لکھے ہیں کیوں کہ جس عبادت کا فائدہ اور دن کو بھی پہنچے۔ وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا نفع خاص ایک ہی شخص کو ہو اور صدقہ اور خیرات کی نیت سے کمانا بذات خود ایسی عبادت کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرتی ہیں پھر اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور مسلمانوں کو برکت حاصل ہوتی ہے اس کا ثواب دوگنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

(5) حاکم : جیسے امام (ڈپٹی کمشنر مثلاً قاضی، مجسٹریٹ) و دیگر وہ ملازمین گورنمنٹ جو عوام کے امور کے نگران اور متولی ہیں تو ایسے صاحبان کے حق میں مسلمانوں کی حاجت پورا کرنا اور شریعت کے موافق اخلاص کی نیت سے ضروریات پورے کرنا۔ اور اد مذکور کی بہ نسبت بہتر ہے اس لئے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ دن کو فرض نماز پر اکتفا کر کے لوگوں کے حقوق میں مشغول رہے اور وظائف مذکورہ کو رات میں ادا کرے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے نیند سے کیا متعلق کہ اگر میں دن کو سوؤں تو مسلمانوں کو ضائع کرتا ہوں اور رات کو سوتا ہوں تو اپنے نفس کو تباہی میں ڈالتا ہوں اور بیان گزشتہ سے سمجھ لیا دو باتیں عبادت بڑی پر مقدم ہوتی ہیں۔ (1) علم (2) مسلمانوں کے ساتھ نرمی برتنا اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں

بذات خود عمل اور عبادت ہیں اور عبادت میں سے انہیں کو فضیلت ہوتی ہے جن کا فائدہ دوسروں کو پہنچے اور نفع عام ہو چونکہ یہ دونوں باتیں اسی قسم کی ہیں اس لئے عبادت پر مقدم ٹھہریں۔ موصد کہ واحد پاک وہ جو واحد ذات میں مستغرق ہو اور اس کے سوا اسے اور کوئی فکر ہی نہ ہو۔ بجز اللہ تعالیٰ کے اور سے محبت نہ کرے اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو اور نہ کسی دوسرے سے رزق کی توقع رکھتا ہو۔ جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس میں اللہ ہی نظر آتا ہے جس شخص کا رتبہ اس درجہ پہنچے جائے تو اسے اپنے لوقت باٹنے اور پھاٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ بعد فرائض کے اس کے لئے ایک ہی وظیفہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر حال میں دل کا حاضر رہنا یعنی جو امر اس کے دل میں گزرے اور جو آواز کان میں پڑے اور جو شے آنکھوں کے سامنے ہو سب میں اس کو عبرت اور فکر مزید حاصل ہو نہ اسکا کوئی محرک اللہ تعالیٰ کے سوا ہو اور نہ کوئی ساکن کرنے والا۔ ایسے شخص کے جمیع حالات اس لائق ہوتے ہیں کہ اس کے زیادتی مراتب کے سبب ہوں اسی وجہ سے ایسے لوگوں کے نزدیک ایک عبادت اور دوسری میں کچھ فرق نہیں ہوتا ہے یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف گئے اور انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول صادق ہوا ہے۔

وَإِذَا عَزَلْتَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَاذْكُرُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ۔

فائدہ : اس آیت میں بھی انہیں کی طرف اشارہ ہے انی ذہب الی رب سبہرین اور یہ درجہ صدیقین کے رتبہ کی انتہا ہے اس درجہ پر سالک مدت دراز تک نہیں پہنچتا ترتیب اور ادا ان کی مواظبت کرے لیکن سالک کو لائق امور میں سے مغالطہ نفس سے ان کا مدعی ہو اور معمول ذات سستی کرنے لگے کیونکہ ایسے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی وسوسہ نہ کھلے نہ گناہ کا خواہ ہو نہ ہجوم اموال سے اپنی جگہ سے اپنی جگہ سے ہیں نہ بڑے بڑے اشتغال ان کے مقصد کو جارح ہوں۔ پس یہ رتبہ ہر شخص کو کہاں نصیب ہے اس صورت میں تمام لوگوں کے حق میں اور ادا کی ترتیب ویسی ہی ہے جیسے ہم نے ذکر کی ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف کے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل کل بعمل علی شاکلہ فریکم اعلم بمن ہوا ہدی سبیلا۔ راہ یافتہ سب ہیں مگر بعض کو بعض کی بہ نسبت زیادہ ہدایت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان کے تین سو تینتیس طریقے ہیں جو شخص ایک طریقے پر بھی مرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایمان بموافق شمار رسولوں کے تین سو تیرہ اخلاق ہیں جو ایماندار ان میں سے ہی ایک خلق پر ہے وہ اللہ کی طرف راستے کا سالک ہے خلاصہ سالکوں کے طریقے اگرچہ عبادت کے بارے میں مختلف ہیں مگر سب حق راہ پر ہیں۔ اولئک الذین یدعون ینبعون الی ربہم الوسیلة ابہم اقرب کا مصداق ہیں انہیں اگر فرق ہے تو صرف قرب کے درجات میں ہے نہ اصل قرب میں اور سب سے قریب تر اللہ تعالیٰ کو وہ ہیں جو سب کی بہ نسبت زیادہ عارف ہیں اور سب سے زیادہ عارف ضرور ہے کہ وہی ہوں گے جو اس کی عبادت زیادہ کرتے ہوں چونکہ جو اسے پہچان لیتا ہے وہ دوسرے کی عبادت نہیں کرتا اور وظائف کے بارے میں ہر صنف کے حق میں اصل عدولت ہے کیونکہ غرض وظائف نے صفات باطنی کی تبدیلی ت اور عمل کا ایک دو بار کرنا تاثیر کم کرتا ہے بلکہ اس کا اثر معلوم بھی نہیں ہوتا اگر سب اعمال پر مراتب ہوں تو

اور جب ایک بار عمل کرنے کا اثر ظاہر میں معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اس کی مدد جلد نہیں کی جاتی تو اول کا اثر بالکل ہی معلوم نہیں ہوتا اور دوسری بار اور تیسری بار کے کرنے سے اس کی مدد جلد نہیں کی جاتی تو اول کا اثر بالکل ہی مٹ جاتا ہے اور اسکا حل فقیہ جیسا ہو جاتا ہے جو یہ چاہتا کہ میں خوب فقیہ ہو جاؤں کہ تو وہ بھی بہت سی دفعہ مسائل کے دہرانے کے بغیر فقیہ نہ ہوگا مثلاً ایک رات بیٹھ کر مسائل کو دو چار بار پڑھ لے اور مہینہ یا ہفتہ تک چھوڑ دے پھر ایک رات میں محنت کرے تو اس کا کچھ اثر نہ ہوگا محنت کو چند راتوں پر تقسیم کر کے ہر شب تھوڑی تھوڑی محنت کیا تو اس کا اثر اس میں ہوگا اسی راز کی وجہ سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احب الاعمال الى اللہ ادمہا وان قل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور پاک کے عمل کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آپ کا عمل دائمی تھا جب کوئی کرتے تو اسے مستحکم کرتے تھے اسی وجہ سے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت کا علوی کر دیا اور وہ اس کو اکتا کر چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے نہایت ناراض ہوتا ہے یہی سبب تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب باہر کے لوگوں کے آنے کی وجہ سے دو رکعتیں رہ گئیں تو اس سے عصر کے بعد تدارک مافات کے لئے پڑھ لیا پھر آئندہ وہ دو رکعتیں ہمیشہ عصر کے بعد پڑھتے رہے مگر اپنے مکان پر پڑھیں تاکہ کوئی اس بارے میں آپ کی پیروی نہ کر لے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔

سوال : عصر کے بعد کا وقت تو مکروہ ہے اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء سے یہ رکعتیں جائز ہیں یا نہیں؟

جواب : اس وقت میں نماز کا مکروہ ہونا تین وجوہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ (1) سورج پرستوں کی مشابہت سے بچنا۔ (2) شیطان کے سینگ نکلنے کے وقت سجدہ سے احتراز کرنا۔ (3) اکتانے کے خوف سے عبادت میں آرام کال نہ ہونا ہے۔ یہ تینوں صورتیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ہو نہیں سکتیں اسی لئے ہم کسی کو آپ کے اوپر قیاس نہیں کر سکتے اور اس کا شاہد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فعل کو گھر میں کیا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء نہ کی جائے۔

دوسری عبادت مغرب و عشاء کے درمیان کے فضائل : اس میں وہ اسباب کہ جن سے شب بیداری آسان ہو اور رات کو عبادت کے لئے تقسیم کرنے کی کیفیت اور ان باتوں کا بیان جس میں جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے اور یہ پانچ ہیں۔

رات کی عبادت کا بیان : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام نمازوں میں افضل نماز مغرب ہے کہ اسے نہ مسافر سے کم کیا نہ مقیم سے رات کی نماز کو اس سے شروع کیا اور دن کی نماز کو اس پر تمام کیا۔

نوافل بعد نماز مغرب: (1) جو شخص مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دو محل جنت میں بنائے گا راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ سونے کے فرمائے یا چاندی کے۔ (2) جو شخص اس کے بعد چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے بیس سال کے گناہ بخش دے گا یا چالیس سال کے گناہ عفو فرمائے گا۔ (3) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے تو اس کے لئے یہ رکعتیں ایک سال کامل عبادت کے برابر ہوں گی یا یہ فرمایا کہ گویا شب قدر کو تمام رات نماز پڑھی۔ (4) سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان مسجد جماعت میں معتکف ہو کہ سوائے نماز یا قرآن کے کوئی کلام نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے شلیان شان ہے کہ اس کے لئے دو محل جنت میں بنادے گا کہ ان دونوں میں سے ہر محل کا فاصلہ سو برس کی راہ ہو گا اور دونوں کے درمیان درخت لگا دے گا کہ ان میں تمام دنیا والے پھریں تو سب کی گنجائش ہو جائے۔ (5) حدیث میں فرمایا جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان میں دس رکعات پڑھے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک محل جنت میں بنائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تب تو ہمارے محل تو بہت زیادہ ہو جائیں گے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ بہت بڑا ہے اور بڑے فضل والا یا یہ فرمایا کہ اللہ بہت پاک ہے۔ (6) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب باجماعت پڑھے پھر اس کے بعد دو رکعتیں اور اس درمیان میں دنیا کے بارے میں کچھ نہ بولے اور پہلی رکعت میں الحمد اور اس دس آیات سورہ بقرہ کے اول سے اور دو آیات کے درمیان کی یعنی وَالْهَكْمَةَ إِلَهًا وَاحِدًا سے لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ تک اور پندرہ بار قل هو اللہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کر کے جب دوسری رکعت کو کھڑا ہو تو الحمد اور آیت الکرسی مع دو آیات تا اول تک احد حاب لِنَارِهِمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور تین آیات سورہ بقرہ کے آخر کی یعنی لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سے آخر سورہ تک اور قل اللہ احد پندرہ بار پڑھے تو ان کا ثواب خارج از حد ہے۔

حدیث: گزر بن و برہ ابدال میں سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ میں اس کو شب میں کیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تم مغرب کی نماز پڑھو تو عشاء کے وقت تک نماز ہی میں رہا کرو۔ اور کسی سے کلام نہ کرو اور خیال نماز ہی میں رکھو اور ہر دو گانہ کے بعد سلام پھیرو۔ اور ہر رکعت میں ایک بار الحمد اور تین بار سورہ اخلاص پڑھو اور جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو اپنے گھر چلے جاؤ۔ کسی سے کلام نہ کرو۔ دو رکعتیں گھر میں پڑھو۔ ہر رکعت میں الحمد ایک بار اور قل هو اللہ سات بار پھر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کرو اور سات بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرو اور سات بار پڑھو۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پھر سر جمدے سے اٹھا کر برابر بیٹھ جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو *
 یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام یا ایلہ الاولین والآخرین یا رَحْمَنُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَرَحْمَتُهَا رَایِبٌ
 یا رب یا اللہ یا اللہ پھر کھڑے ہو جاؤ اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگو۔ پھر جہاں چاہو رخ قبلہ واہنی کروٹ پر لیٹ رہو
 اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھو اور درود پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ نے یہ دعا کس
 سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس دعا اور اس نماز پر حسن یقین اور صدق
 نیت سے مداومت کرے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مرنے سے پہلے خواب میں دیکھے گا۔

حکایت : بعض لوگوں نے اس عمل کو کیا تو خواب میں دیکھا کہ بنت میں داخل کئے گئے اور وہاں انبیاء علیہم السلام کو
 دیکھا اور اسی جگہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے ان سے گفتگو فرمائی اور یہی فرمایا اور یہی فرمایا خلاصہ یہ کہ مغرب کے وقت کی عبادت کی فضیلت میں بہت کچھ
 اور وارد ہوا ہے یہاں تک کہ کسی نے عبید حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی کریم سید المرسلین کے مولیٰ سے
 پوچھا کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے نماز فرض کے اور کسی نماز کے لئے بھی حکم فرماتے تھے۔
 انہوں نے فرمایا ہاں مغرب اور عشاء کے درمیان میں نماز پڑھے تو یہ نماز لوایتین ہے اور اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے
 ہیں کہ میں جب کبھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مغرب کے وقت حاضر ہوا تو ان کو
 نماز پڑھتے دیکھا میں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وقت غفلت ہے اس لئے اس میں نماز
 پڑھتا ہوں۔ (3) حضرت انس اس نماز پر مواظبت فرماتے اور کہتے یہ ناسۃ اللیل یعنی رات کی طاعت ہے اور اسی بات
 میں یہ آیت اتری نبقانی جنوبہم عن المضاجع اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان دارانی سے
 پوچھا کہ آپ کے نزدیک بہتر ہے کہ میں دن کو روزہ رکھوں اور مغرب و عشاء کے درمیان نماز کھانا کھاؤں یا یہ اچھا
 ہے کہ دن کو افطار کروں اور اس وقت میں نماز پڑھوں آپ نے فرمایا کہ روزہ بھی رکھو اور نماز بھی پڑھوں میں نے
 عرض کیا اگر دونوں نہ ہو سکیں فرمایا کہ دن کو افطار کرو اور اس وقت میں نماز پڑھو۔

فضائل شب بیداری قرآنی آیات : (1) ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفہ ثلثہ الایۃ
 (2) ن ناسۃ اللیل ہی اشد وطا واقوم قیلًا (3) یاتنحانی جنوبہم عن المضاجع (4) امن ہو قانت اناء
 سبیل ساحدا وقائما یعدرا لآخرۃ ویر جوار رحمة ربہ (5) والذین یستون ربہم سجدا وقیانا (6) استیعنو
 مالصبر والصلوۃ فائدہ : بعض نے اس کو شب کی نماز کہا ہے کہ اس پر صبر کرنے سے مجاہدہ نفس پر مدولی جاتی

ہے اور احادیث بھی ان کے فضائل میں بہت ہیں۔ احادیث : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیطان
 تم میں سے جب کوئی ہوتا ہے تو اس کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر یہی پھونک دیتا ہے کہ ابھی رات
 سوت ہے سو رہے پس اگر وہ شخص جاگے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اگر وضو کرے تو دوسری

گرہ ڈھیلی ہوتی ہے اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور صبح کو سرور کے ساتھ طیب النفس اٹھتا ہے ورنہ خبیث النفس اور ست اٹھتا ہے۔

حدیث: حضور پاک سرور عالم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا وہ تمام رات سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔ (3) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ شیطان کے پاس ایک سو گھنٹی اور ایک چٹنی اور ایک انجن ہے جب وہ کسی کو سو گھنٹی سو گھنٹا دیتا ہے تو اس کی علوت بری ہو جاتی ہے اور جس وقت چٹنی چٹاتا ہے اس کی زبان تیز اور فحش ہو جاتی ہے اور جب انجن لگا دیتا ہے تو رات کو صبح تک سوتا رہتا ہے۔ (4) اور فرمایا کہ دو رکعتیں اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان پڑھے تو اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر میں اپنی امت پر ان کو مشکل نہ جانتا تو ان دونوں رکعتوں کو فرض کر دیتا۔ (5) حدیث صحیح میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں اللیل ساعة لا یوافقها بعد مسلم لا سیال اللہ تعالیٰ فیہا خبر الا عطاء اباء ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں سیال اللہ خیرا من امر الدنیا والاخرة اعطاء اباء ذلک فی کل لیلۃ (6) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو اتنا کھڑے ہوئے کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹ گئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے سب گناہ بخشے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں بندہ شکر گزار نہ ہوں۔

فائدہ: مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبہ کی زیادتی سے کنایہ ہے اس لئے کہ شکر باعث مزید نعمت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن شکرنم لا زیدنکم (7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر زندہ رہنے اور مردہ ہونے اور قبر میں اپنے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کے حل میں ساتھ رہے تو رات اٹھ کر نماز پڑھو اور اس نماز سے اپنے پروردگار کی رضا چاہو اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کے کونوں میں نماز پڑھو تمہارے گھر کا نور آسمان میں ایسا ہوگا جیسے چھوٹے اور بڑے ستاروں کی روشنی زمین کے باشندوں کے پاس ہے۔ (8) فرمایا کہ رات کی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لو کہ وہ تم سے پہلے کے نیک بختوں کا طریقہ ہے اور اس میں یہ خوبیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک اور گناہوں کا دور ہونا اور بدن میں سے روگ کا دفع رہنا گناہوں سے محترز رہنا اس سے نصیب ہوتا ہے۔ (9) فرمایا کہ جس شخص کی علوت رات کو نماز پڑھنے کی ہو اور نیند اس کو غالب ہو جائے اور نہ پڑھ سکے تو اس کے لئے ثواب اس کی نماز کا لکھا جائے گا اور سونا اس کے فائدہ میں رہا۔ (10) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سفر کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کے لئے کچھ سہان کرتے ہو۔ عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر سفر طریق قیامت بے سہان کیسے ہوگا۔ ا

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھے وہ بات بتا دوں جو اس روز تیرے کام آئے۔ عرض کیا فرمائیے قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کی شدت حرارت کے لئے ایک روز روزہ رکھ لو رات کی تاریکی میں قبر کی وحشت کے لئے دو رکعتیں ادا کرے اور بڑے بڑے امور کے لئے حج کر اور کچھ صدقہ کسی مسکین کو دے یا کوئی حق بات ہی کہہ دے گا یا کسی بری بات سے سکوت کرے۔ (11) مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص تھا کہ جو لوگ سو جاتے تو وہ اٹھ کر نماز پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا اور دعا مانگتا کہ اے دونوں کے پروردگار مجھے اس سے پناہ دے یہ بات حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مذکور ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کہے مجھے خبر دینا چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اپنے آپ اس کی دعا سنی۔ جب صبح ہوئی تو اس سے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے جنت کیوں نہیں مانگتا؟ عرض کیا یا رسول اللہ میرا یہ رتبہ نہیں اور نہ میرے عمل اس قتل ہیں یہ کہہ کر وہ تھوڑا ہی ٹھہرا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اس شخص سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دونوں سے پناہ دی اور جنت میں داخل کیا۔ (12) مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے شخص ہیں اگر رات کو نماز پڑھا کریں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقولہ کہہ دیا۔ انہوں نے آئندہ سے رات کے جاگنے اور نماز کا التزام کر لیا چنانچہ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات کو نماز پڑھتے۔ اور مجھ سے پوچھتے کہ نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سحر ہوگئی میں کہتا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے گئے۔ پھر فرماتے کہ نافع سحر ہوگئی میں کہتا کہ ہاں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر استغفار پڑھتے رہتے۔ یہاں تک کہ صبح صلوٰۃ ہو جاتی۔

حکایت : امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے ایک روز جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی جو درد روزانہ پڑھا کرتے تھے اس سے سو گئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے یحییٰ تم نے کوئی گھر میرے گھر سے اچھا پایا۔ یا کوئی میرے سے بہتر مل گیا۔ اے یحییٰ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تو جنت کو ایک مرتبہ جھانک لے تو اشتیاق سے تیری چہلی پکھل جائے اور تیری جان نکل جائے اور اگر دوزخ کی طرف ایک مرتبہ جھانکے تو تیری چہلی پکھلے اور آنسو کی جگہ خوں روئے اور ٹاٹ کے عوض لوہا پئے۔

حکایت : حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا کہ فلاں شخص رات کو تہجد پڑھتا ہے اور صبح کو اٹھ کر چوری کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو نماز اس کو اس کے عمل سے روک دے گی۔ (11) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس مرد پر کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھے پھر اپنی بی بی کو جگا

دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر کہ رات سے اٹھ کر نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگا دے اور وہ بھی نماز پڑھے اور اگر نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ (12) ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور اپنی بی بی کو جگا دے اور دونوں دو گانہ نماز ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ذاکرین اور ذاکرات میں لکھے جائیں گے۔ (13) فرمایا کہ جو شخص اپنے دروہا میں سے کسی قدر سو جائے پھر فجر اور ظہر کے درمیان اس کو پڑھ لے تو اس کے لئے ایسا ہی لکھا جائے گا کہ گویا رات سے پڑھا ہے۔

اقوال اسلاف صالحین : (1) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے ورد میں کوئی آیت خوف کے مضمون کی پڑھتے تو گر جاتے یہاں تک کہ بہت دنوں آپ کی عیادت کی جاتی جیسے بیماروں کی عیادت ہوتی ہے۔ (2) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب لوگ سو جاتے تو آپ کے قرآن پڑھنے کی آواز صبح تک مکھی کی مہنبھاہٹ کی طرح سنی جاتی۔ (3) ایک رات سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا پیٹ بھر کر کھلایا پھر فرمایا کہ گدھے کو جب گھاس زیادہ دی جاتی ہے تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ پس صبح تک عبادت کرتے رہے۔ (4) طاؤس جب اپنے بستر پر لیٹتے تو اس پر ایسے اچھلتے جیسے دانہ بھوننے کے وقت اچھلتا ہے پھر اچھل کر اس سے علیحدہ ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے پھر فرماتے۔ عابد کی نیند یا دجنم میں اڑ گئی۔ (5) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی کام زیادہ سخت رات کی محنت اور مال کو راہ اللہ میں خرچ کرنے سے نہیں جانتے کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تہجد گزاروں کے چہرے دوسرے لوگوں سے اچھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنا بنا لیتا ہے۔

حکایت : ایک نیک بخت کسی سفر سے واپس آیا ان کے لئے بستر بچھایا گیا اس پر سو رہے یہاں تک کہ ان سے رات کا ورد فوت ہو گیا انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ عبدالعزیز ابن ابی روات گئے اپنے بستر کے پاس آئے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے کہ تو نرم تو ہے مگر بخدا جنت میں تجھ سے بھی نرم تر ہے پھر ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ (8) فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ جب رات میرے سامنے آتی ہے تو پہلے اس کی درازی سے مجھے خوف لگتا ہے مگر میں قرآن شروع کر دیتا ہوں تو اپنی حاجت پوری نہیں کرتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (9) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے سبب سے رات کے اٹھنے سے محروم رہتا ہے۔ (10) فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم سے رات کا جاگن اور نوروں رکھنا ہو سکے تو جان لو کہ محروم ہو اور تمہارے گناہ بہت ہو گئے ہیں۔ (11) صلہ بن الشیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رات نماز پڑھتے جب سحر ہوتی تو دعا کرتے کہ الہی مجھ جیسا شخص جنت کیسے طلب کرے لیکن اپنی رحمت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے۔

حکایت : کسی نے کسی حکیم سے کہا کہ مجھ سے شب بیداری نہیں ہو سکتی اس نے کہا کہ بھائی دن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر پھر شب بیداری نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (12) حسن بن صالح کے پاس ایک لونڈی تھی انہوں نے ایک قوم کے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا۔ جب آدمی رات ہوئی وہ لونڈی اٹھی اور کہا کہ اٹھو گھر والوں نماز پڑھو۔ انہوں نے کہا کہ صبح ہو گئی جو نماز پڑھیں۔ لونڈی نے پوچھا تم فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا نہیں وہ لونڈی حسن کے پاس آئی اور کہا کہ آگئے من تم نے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ دیا جو تہجد نہیں پڑھتے مجھے واپس کرلو۔ چنانچہ انہوں نے اس کو لوٹا لیا اور دام پھیر دیئے۔

حکایت : ربیع کہتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکان میں بہت راتوں سویا ہوں میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سوتے تھے۔

حکایت : ابوالجور یہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ چھ مہینے رہا ہوں۔ اس عرصہ میں کوئی شب ایسی نہیں ہوئی کہ آپ نے زمین پر اپنی کراٹ لگائی۔

فائدہ = حکایت : امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور تھا کہ نصف شب عجلت کیا کرتے لیکن ایک بار کچھ لوگوں کے پاس گزر ہوا تو انہوں نے آپس میں ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات ذکر کرتا ہے آپ نے اپنے دل میں کہا کہ میری صفت وہ بیان کرتے ہیں جو میں نہیں کرتا اس لئے آئندہ تمام رات عجلت کرنے لگے۔

فائدہ : کہ رات کو آپ کے لئے کوئی بستر نہ تھا۔ مالک بن دینار نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔ ام حسب الذین احسن حوالہ السنیات ان نعلیہم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محباہم ومماتہم ساء ما یحکمون۔

حکایت : حمیرہ بن حبیب کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ انہوں نے بعد عشاء وضو کیا پھر اپنی جانماز پر کھڑے ہو کر اپنی داڑھی پکڑی اور آنسوؤں سے گلا رک گیا پھر یہ کہنا شروع کیا کہ الہی مالک کے بڑھاپے کو دونوں فریقوں پر حرام کر دے۔ الہی تجھے معلوم ہے کہ جنت میں کون رہے گا اور دوزخ میں کون رہے گا تو مالک ان دونوں فریقوں میں سے کونسا ہے اور ان دونوں گھروں میں سے مالک کا گھر کونسا ہے اسی طرح صبح صلوٰۃ ہونے تک کہتے رہے۔

حکایت : مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں اپنا ورد بھول گیا اور بھول کر سو رہا خواب میں دیکھا ایک عورت نہایت خوبصورت ہاتھ میں رقعہ لئے کہتی ہے کہ اچھی طرح پڑھنا آتا ہے میں نے کہا ہاں اس نے وہ رقعہ مجھے دیا دیکھا تو اس سے مضمون کا ایک قطعہ تھا۔

آلہتک ضاللدائنو الامانی۔ عن البیض الاونس فی الجنان = تعیش مخلدا لاموات فیہا وتلہو فی

الْجَنَانِ مَعَ الْحَسَنِ تَنْبَهُ مِنْ مَنَاسِكِ أَنْ خَيْرًا مِنَ النَّوْمِ التَّهَجُّدُ بِالْقُرْآنِ۔

ترجمہ۔ تمہیں غافل کر دیا لذتوں اور تمنائوں نے سفید رنگ والی مانوس جنت کی حوروں سے۔ وہاں تو ہمیشہ رہے گا وہاں موت کا نام و نشان تک نہیں وہاں حسین چہرے والی حوروں سے تیری طبعی راحت ہوگی۔ (3) اپنی نیند سے جاگ کہ نیند سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہتر ہے۔

حکایت : حضرت سروق نے حج کیا اور تمام سفر میں رات کو صرف سجدہ ہی کرنے میں بسر کر دی۔

حکایت : ازہر بن مغیث جو بڑے تہجد گزار تھے کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کر لے۔ اس نے کہا کہ تو میرے مالک سے مگنی کا پیام کر لو اور میرے مردے دے میں نے پوچھا کہ تیرا مر گیا ہے اس نے کہا بہت سا تہجد پڑھنا۔

حکایت : یوسف بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی صورت ہے جس کے پنجے موتی کے اور خار سبز زرد کے ہیں جب اول تہائی رات جاتی ہے تو وہ اپنے بازو پھٹھٹھا کر اذان دیتا ہے اور کہتا ہے جاگنے والے اٹھو جب آدھی رات گزر جاتی ہے تو بازو ہلا کر چیخا ہے اور کہتا ہے کہ تہجد پڑھنے والے اٹھو جب دو تہائی گزرتی ہے تو دونوں بازو بجا کر بولتا ہے کہ نماز پڑھنے والے اٹھو۔ جب صبح صادق ہو جاتی ہے تو بازوؤں کو ایک دوسرے پر مار کر آواز کرتا ہے کہ غافل لوگوں نے لوہر اپنے گنہ لیکر اٹھو۔

حکایت : کہ وہب بن منبہ یحیٰی نے تیس سال اپنا پہلو زمین پر نہیں رکھا اور کہا کرتے تھے کہ اگر میں اپنے مکان میں شیطان کو دیکھوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں بستری دیکھوں۔ کیونکہ اس کو دیکھنے سے نیند آتی ہے اور ان کے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑہ تھا جب ان کو نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنا سینہ اس پر رکھ کر چند جھونکے لے لیتے پھر نماز میں لگ جاتے۔

حکایت : بعض اکابر کا قول ہے کہ میں نے پروردگار جہنم کو خواب میں دیکھا اور سنا کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے کہ اپنی عزت اور جلال کی میں سلیمان تمہی کی خواب گاہ بہت بہتر کروں گا کہ اس نے میرے لئے چائیں سل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ اللہ اللہ ۱۱۱

فائدہ : سلیمان تمہی کا مذہب تھا کہ جب نیند کا احتلاط دل میں ہو جائے تو وضو جاتا رہتا ہے۔

فائدہ : بعض کتب سابقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے کہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جو حقیقت میں میرا بندہ ہے وہ ب کہ اپنے اٹھنے کے لئے مرغ کی آواز کا انتظار نہ کرے۔

رات کو بیدار کرنے والے آسمان نفع : رات کا اٹھنا انسان پر مشکل ہے مگر جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے

ن پر کچھ دشوار نہیں رات کو جاگ اٹھنے کے اسباب چار ہیں۔ (۱) کھانا بہت زیادہ نہ کھائے کیونکہ زیادہ کھانے سے پانی بہت پیئے گا پھر نیند بہت آئے گی اور اٹھنا بھاری پڑے جائے گا۔

حکایت : بعض مشائخ ہر رات دسترخوان پر کھڑے ہو کر کہتے کہ اے گروہ مریداں زیادہ نہ کھاؤ ورنہ پانی بہت پیو گے اور رات سوؤ گے پھر مرنے کے وقت بہت زیادہ ہچکچتاؤ گے اور معدہ کا غذا کی مقات سے ہلکا رہنا بہتر نسخہ ہے۔ (2) دن کو اپنے نفس پر ایسی مشقت کام نہ ڈالے جس سے اعضاء چور ہو کر پٹھے ست پڑ جائیں کیونکہ اس سے بھی نیند آتی ہے۔ (3) دن کو سونا نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لئے یہ سونا سنت ہے۔ (4) دن کو بہت سے گناہ نہ کرے کیونکہ گناہوں کا ارتکاب دل کو سخت کرتا اور پھر بندے میں اور سلمان رحمت میں حائل ہوتا ہے۔

حکایت : کسی نے حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا کہ میں آرام سے سوتا رہتا ہوں اور رات کے اٹھنے کو دوست رکھتا ہوں۔ اور وضو کا پانی رکھتا ہوں۔ پھر مجھے کیا ہوا ہے کہ جاگتا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے روک رکھا ہے۔

اُمیدہ : حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بازار میں جاکر لوگوں کی آواز اور بے کار باتیں سنتے فرماتے کہ میرے خیال میں ان کی رات بڑی ہے کیونکہ یہ دن کو نہیں سوتے۔ (2) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں ایک گناہ کے عوض میں پانچ مہینے تک تہجد سے محروم رہا۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سا گناہ تھا۔ فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو روتے دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہ ریاکار ہے۔

حکایت : بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں کر زین و برہ کے پاس گیا اس وقت وہ روتے تھے میں نے پوچھا کہ کہیں کسی عزیز کی موت کی خبر آئی ہے فرمایا اس سے بھی سخت ہے میں نے کہا کہ آپ کے کہیں درد ہے جو ایذا دیتا ہے فرمایا کہ اس سے بھی سخت ہے میں نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہے اور پردہ چھوٹا ہوا ہے اور رات کا ورد میں نے نہیں پڑھا۔ اس کی وجہ بجز اس کے نہیں کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے یہ اس لئے کہ خیر نیکی کی طرف بلاتی ہے اور بدی شرکت کی طرف داعی اگر یہ دونوں تھوڑے بھی ہوں تو بہت کی طرف کھینچتے ہیں۔

فائدہ : ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ کسی شخص سے جماعت کی نماز بغیر کسی گناہ کے فوت نہیں ہوتی۔

فائدہ : فرمایا کرتے تھے کہ رات کو احتلام ہونا ایک سزا ہے اور جنابت کے معنی دوری کے ہیں۔

فائدہ : بعض علماء فرماتے ہیں کہ اے مسکین جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے کس چیز پر افطار کرتا ہے کیونکہ بندہ ایک ایسا لقمہ کھاتا ہے جس سے اس کا دل پہلی حالت سے بدل جاتا ہے اور پھر حالت اصلی پر نہیں لوٹتا۔

فائدہ : گناہ موجب سختی دل کا سبب اور تہجد سے مانع ہیں خصوصاً حرام کی غذا کی تاثیر اس میں بہت ہے اور دل کی

صفائی اور اس کو خیرات کی طرف حرکت دینے میں جس قدر حلال کا لقمہ اثر کرتا ہے اس قدر دوسری چیز نہیں کرتی جو لوگ دلوں کے نگران ہیں تجربہ اور شریعت کی شہادت سے جانتے ہیں۔

فائدہ : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ بہت سے لقمے ایسے ہیں کہ تہجد کے مانع ہوتے ہیں اور اکثر نگاہیں ایسی ہیں کہ قرآن پڑھنے کے مانع ہیں اور بندہ ایک غذا کھاتا ہے اور ایک کام کرتا ہے جس سے سب بھر تہجد سے محروم ہو جاتا ہے اور جس طرح کہ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہے اسی طرح فحش اور برائی بھی نماز سے اور تمام خیر کے کاموں سے روکتی ہے۔

حکایت : جیل کے داروغہ نے ذکر کیا ہے کہ میں دینور کے جیل میں سبیل سے زائد داروغہ رہا۔ جو کوئی رات کو گرفتار ہو کر آتا میں اس کا حال پوچھتا کہ اس نے نماز عشاء باجماعت پڑھی ہے یا نہیں لوگ کہتے کہ نہیں پڑھی میں کہتا کہ یہی وجہ گرفتاری کی ہوئی۔

فائدہ : اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی برکت فحش اور برائی کے ارتکاب کی مانع ہے تہجد کے اٹھنے کے لئے باطنی اسباب بھی چار ہیں اول دل کا مسلمانوں کے کہنے اور بدعات اور فضول ترددات سے صاف ہونا اس لئے کہ جس شخص کا دل فکر دنیا کی تدبیر میں ڈوبا رہتا ہے اسے رات کو اٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور اگر اٹھتا ہے تو نماز میں غور و فکر نہیں کرتا اپنے ترددات ہی میں مبتلا رہتا ہے اور وہی دوسرے اس کے دل کو گھیرے رہتے ہیں۔

(2) دل پر ہر وقت خوف کا غالب رہنا اور جینے کی توقع کم کیونکہ جب آخرت کی ہواؤں اور دوزخ کے طبقات کو سوچے گا تو اس کی نیند اڑ جائے گی اور خوف بڑھ جائے گا جیسا طاؤس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے مصرع
عابد کی نیند یاد جنم میں اڑ گئی ہے۔

حکایت : کہ ایک غلام صیب نامی بصرہ میں تھا تمام رات جاگا کرتا۔ اس کی مالکہ نے اس سے کہا تیرا رات بھر جاگنا دن کے کام کرنے کا حارج ہے اس نے کہا کہ صیب کو جب دوزخ یاد آتی ہے تو اس کو نیند نہیں آتی اور ایک دوسرے غلام سے کہ وہ بھی رات بھر نہ سوتا تھا کسی نے کہا رات بھر کیوں جاگتا ہے اس نے جواب دیا کہ جب دوزخ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خوف زیادہ آتا ہے اور جب جنت کو یاد کرتا ہوں تو شوق زیادہ ہوتا ہے اس لئے سو نہیں سکتا۔ حضرت زوالنون مصری نے ایک قطعہ میں فرمایا ہے۔

فہج القرآن بوعده و وعین۔ ترجمہ : قرآن کے وعدہ و وعید نے رات کی نیند آنکھوں سے اڑالی۔ عابدوں نے اللہ سے اس کا کلام سمجھا اسی لئے عاجزی سے گردن جھکاتے ہوئے اسی طرح کسی اور نے فرمایا۔ اے غافل سن تو جو غفلت کی نیند سوتا ہے تجھے کثرۃ نوم حسرت لائے گی مرنے کے بعد قبر میں نقل کیا جائے گا جہاں لمبی نیند سوتا ہے وہاں تیری برائیوں یا نیکیوں کے بستر بچھے ہوئے۔ کیا ملک الموت کی اچانک لوٹ مار تو مامون اور بہت کم لوگ اس کی لوٹ مار سے بچے ہوں۔ حضرت ابن المبارک نے فرمایا : جبکہ شب کی تاریکی کی محنت اٹھانے والوں سے صبح نے پردے اٹھائے

تو وہ ہنوز رکوع میں تھے۔ ان کی نیند کو خوف سے اڑا دیا حالانکہ وہ قیام میں تھے لیکن اس دنیا والے ہیں کہ وہیں امن ہی امن ہے

(3) ان آیات و اخبار و آثار سے جو شب بیداری کی فضیلت میں مذکور ہوئے کا ثواب معلوم کر لے اور اپنی توقع اور شوق ثواب کو مستحکم کرے تاکہ طلب مزید اور جنت کے درجات کی رغبت جوش کرے چنانچہ مروی ہے کہ

حکایت : ایک مجاہد نیک بخت جماد سے واپس گھر آئے ان کی بیوی نے بستر تیار کیا اور ان کی منتظر رہی وہ بزرگ مسجد میں جا کر صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ جنت کی ایک حور کی سوچ میں تھارات بھر اس کے اشتیاق میں جاگتا رہا گھر اور بیوی بھول گئی۔ (4) یہ تمام اسباب افضل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اعتقاد قوی کہ عبادت میں جو صرف بولتا ہوں اس سے اپنے پروردگار کیساتھ مناجات کرتا ہوں اور وہ میرے حل پر مطلع ہے اور اس کے ساتھ جو کچھ دل میں ہو اس کا مشاہدہ کرے اور یقین کرے یہ خیالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ساتھ خطابت ہیں جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے ساتھ خلوت کو بھی پسند کر لے گا اور اس سے مناجات کرنے سے لذت پائے گا اور یہی لذت حبیب سے مناجات کی کثرت سے جاگنے کے سبب پڑے گی اور اس لذت کو کچھ بصیر جاننا چاہئے کیونکہ عقل اور نقل دونوں شہد ہیں عقلی دلیل تو یہ ہے کہ جو شخص دوسرے پر خوبصورتی کی وجہ سے عاشق ہو یا بولشہ کو اس کے انعام کی وجہ سے چاہتا ہو اس کے حل کہ خلوت میں اپنے محبوب کیساتھ رہنے اور اس کی مناجات سے کیسی لذت پاتا ہے کہ رات بھر نیند نہیں آتی۔

سوال : خوبصورت آدمی کو دیکھنے سے لذت ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو معلوم نہیں ہوتا؟ جواب اگر (خوبصورت) پردہ میں یا اندھیرے مکان میں ہو تب بھی عاشق کو صرف اس کی قریب سے لذت ہوتی ہے اس کی طرف نہ دیکھے اور نہ اور کوئی طمع ہو اور عاشق کو اسی میں مزہ آتا ہے کہ اپنی محبت اس کے سامنے بیان کر دے اور اپنی زبان سے اس کا ذکر یوں کرے کہ معشوق بھی سنے کہ یہ میرا ذکر کرتا ہے گو اس کو عاشق کی یہ باتیں معلوم ہوں مگر عاشق کو ان میں مزہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال : عاشق اپنے معشوق کے جواب کا منتظر رہتا ہے اور جب اس کا جواب سنتا ہے تو اس سے لذت پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام تو نہیں سنتا اس میں لذت کیسے ہوگی؟

جواب : اگر عاشق کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوق جواب نہیں دیتا۔ اور من کر چپ ہو رہتا ہے تب بھی اس کو اپنے حالات کہ دینے اور مانی الضمیر کو پیش کر دینے کی لذت ہی ہوتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا

بیت تغافل تو مرا بہ نماید از لطف خدا کہ ایں ہر کس و آن خاص از برالی من است

فائدہ : اہل یقین کو جو اثائے مناجات میں دل پر کیفیتیں وارد ہوتی ہیں وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں

اور ان سے لذت پاتے ہیں جیسے کوئی بادشاہ کے پاس خلوت میں رات کے وقت اپنی حاجتیں کئے اور اس کے انعام کی توقع سے لذت پائے چونکہ اللہ تعالیٰ سے توقع رکھنا زیادہ سچی ہے اور جو چیز اسکے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس کی چیز سے زیادہ تر پائیدار اور مفید ہے تو پھر اپنی حاجت اس سے پیش کرنے سے خلوت میں لذت کیسے نہ ہوگی۔

دلیل نقلی : شب بیدار لوگ اپنے رات کے جاگنے سے لذت پاتے ہیں اور اسی وجہ سے رات کو چھوٹی سمجھتے ہیں جیسے عاشق شب وصل چھوٹی محسوس کرتے ہیں۔

حکایت : کسی شب بیدار سے پوچھا کہ رات کو آپ کا کیا حال رہتا ہے کہا کہ میں نے تو اس بات کا کبھی لحاظ نہیں کیا کیونکہ رات مجھے اپنی صورت دکھاتی ہے اور ڈھل جاتی ہے میں سوچنے میں بھی نہیں پاتا کہ رات ہے۔

حکایت : کسی دوسرے شب بیدار نے فرمایا کہ میں اور رات گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں کہ کبھی صبح تک مجھ سے آگے نکل جاتی ہے اور کبھی مجھے فکر سے علیحدہ کر دیتی ہے۔

حکایت : ایک اور سے پوچھا گیا کہ رات کی کیفیت کیسی ہے فرمایا کہ ایک گھنٹہ کی شب ہوتی ہے جس میں میری دو حالتیں ہوتی ہیں جب اندھیرا دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں تو ابھی خوشی پوری نہیں ہوتی کہ صبح ہو جانے کا غم کرتا ہوں۔

حکایت : علی بن بکار کہتے ہیں کہ چالیس سال سے مجھے اور کسی چیز کا غم نہیں بجز صبح ہو جانے کے کہ آن کے آن میں صبح ہو جاتی ہے۔

حکایت : فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورج ڈوبتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں کہ پروردگار سے خلوت نصیب ہوگی جب سورج نکلتا ہے تو رنج کرتا ہوں کہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔

فائدہ : ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ شب بیداروں کو رات میں زیادہ مزہ ہے بہ نسبت اہل لہو کے اگر رات نہ ہو تو میں ہرگز دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔

فائدہ : یہ بھی انہیں کا ارشاد ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ شب بیداروں کو ان کے اعمال کے ثواب کے عوض وہ لذت عنایت فرمائے جو ان کو شب بیداری میں ہوا کرتی ہے تو ان کے اعمال کے ثواب سے یہ لذت زیادہ ہو۔

فائدہ : بعض علماء نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت نہیں جو اہل جنت کے مزے کے مشابہ ہو۔ ہاں جو مناجات کی طلوات کہ رات کو عاجزی والوں کے دلوں میں ہوتی ہے وہ جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہے۔

فائدہ : بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مناجات کی لذت دنیا میں نہیں بلکہ وہ جنت کی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دوستوں کے لئے ظاہر کی ہے ان کے سوا دوسرے کو نصیب نہیں ہوتی۔

فائدہ : ابن مسکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی لذتوں میں سے تین باقی ہیں۔ (1) رات کا جاگنا (2) بھائیوں سے ملنا (3) باجماعت نماز پڑھنا۔

فائدہ : ایک عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سحر کے وقت شب بیداروں کے دلوں کی طرف نظر کرتا ہے اور ان کو نور سے بھر دیتا ہے فوائد ان کے دلوں میں اتر کر روشن ہوتے ہیں پھر ان کے دلوں سے زائد نور غافلوں کے دلوں کی طرف پھیلتا ہے۔

حکایت : ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صدیق کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں ان سے اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا اور وہ میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا اور وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی طرف اگر تو ان کے طریقہ کے مطابق عمل کرے گا تو میں تجھے دوست رکھوں گا۔ اگر تو ان سے منحرف ہو گا تو میں تجھ پر سخت ناراض ہوں گا۔ اس صدیق نے عرض کیا کہ الہی ان بندوں کی پہچان کیا ہے فرمایا کہ دن کو تو سلیہ پر رکھتے ہیں جیسے چر دہا بھیلوں کی نگرانی کرتا ہے اور عزیز اقارب پر ایسے ٹوٹتے ہیں جیسے پرندے گھونسلے پر۔ جب ان پر رات آتی ہے اور اندھیرا کھل جاتا ہے اور ہر ایک دوست اپنے دوست کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو وہ لوگ میرے لئے قیام میں رات بسر کرتے ہیں اور چہرے میرے سامنے زمین پر رکھتے اور میرے کلام سے میرے ساتھ مناجات کرتے اور میرے انعام کے لئے میرے سامنے خوشامد کرتے ہیں۔ اس وقت کوئی چیختا ہے کوئی روتا ہے کوئی آہ کرتا ہے کوئی شکایت کے دم بھرتا ہے جو کچھ وہ میرے لئے مشتاق ہیں وہ میری آنکھوں میں ہیں اور کچھ میری محبت میں محنت کے شاکی ہیں وہ بھی ہیں سب سنتا ہوں پہلی میری عطا ان کی یہ ہے کہ اپنا کچھ نور ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہوں وہ میرا حل بنتے ہیں جیسے میں ان کا حل بناتا ہوں اور دوسری عطا یہ ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور ان کے درمیان کی چیزیں ان کے مقلد ہوں تو میں ان سب کو ان کے سامنے کم جانوں اور تیسری عطا یہ ہے کہ میں اپنے چہرے سے ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو بتاؤ کہ جس کی طرف میں متوجہ ہوں کوئی جان سکتا ہے کہ میں اس کو کیا دینا چاہتا ہوں۔

فائدہ : مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ جب بندہ رات سے اٹھ کر تہجد پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قریب ہو جاتا ہے جو نرمی اور حلاوت اور انوار اپنے دلوں میں پاتے تھے تو اس کی وجہ یہی جانتے تھے کہ دل کو نزدیکی پروردگار کا قرب ہوتا ہے۔

فائدہ : محبت میں یہ ایک ایسا راز اور تحقیق ہے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان اشارتاً آئے گا اور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے میں تیرے دل کے پاس ہوں اور تو نے میرا نور غیب میں دیکھ لیا۔

حکایت : ایک شاگرد نے اپنے استاد سے شکایت کی کہ میں رات بھر جاگتا ہوں کوئی تدبیر ایسی فرمائیے کہ نیند

آجائے۔ استاد نے فرمایا کہ بیٹا رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی لپیٹیں ہوا کرتی ہیں بیدار دلوں کو لگتی ہیں سوتے دلوں کو نہیں پہنچتیں۔ ان لپٹوں کے لگنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ شاگرد نے کہا استاد نے خوب تدبیر بتائی کہ نہ دن کو سوؤں نہ رات کو۔

فائدہ : ان لپٹوں کی توقع کو زیادہ ہے ہے اس لئے کہ رات کے جاگنے میں دل کی صفائی اور دوسرے امور سے علیحدگی ہوتی ہے۔

حدیث : صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو بندہ مسلمان اسے پا کر اللہ تعالیٰ سے بہتری طلب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے عنایت ہی کرتا ہے روایت میں ہے مانگنے والا بندہ دنیا کا طالب ہو یا دین کا اس کو دے دیتا ہے اور یہ ہر شب میں ہے اور شب بیداروں کی مقصد ہی ساعت ہے اور وہ تمام شب میں معین تھیں کہ کس وقت ہے جیسے شب قدر رمضان کے مہینہ میں اور جمعہ کے دن کی ساعت معلوم نہیں اور رحمت کی لپٹوں کی ساعت وہی ہے۔ (اللہ عالم و رسولہ عالم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

عبادت کے لحاظ سے رات کی تقسیم : کہ رات کا جاگنا مقدار کے اعتبار سے سات طرح ہے۔ (۱) یہ کہ تمام شب جاگے یہ تو ایسے زبردست لوگوں کو نصیب ہے جو خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ہو رہے اسی کی مناجات سے لذت پاتے ہیں اور شب بیداری ان کی غذا اور ان کے دلوں کی جان ہو گئی ہے اسی لئے وہ کثرت بیداری سے نہیں تھکتے اور سونا دن کو مقرر کیا ہوتا ہے۔ جس وقت لوگ کام کاروبار میں ہوں اکابر میں بعض کے درمیان کا دستور ایسا ہی تھا وہ حضرات عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ : ابو طالب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات برسمیل تو اتر و اشتہار چالیس تا بیسوں سے منقول ہے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ چالیس سال تک اس امر پر مداومت کی مثلاً سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مدینہ منورہ) فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد مکہ مکرمہ طاؤس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (یمین) ربیع بن نفیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور (کوفہ) اور ابو سلیمان دارانی اور علی بن بکار شام اور ابو عبد اللہ خواص اور عاصم اور حبیب ابو محمد اور ابو جابر سلمانی (فارس) کے اور مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلیمان بنی اور یزید رقاسی اور حبیب بن ابی ثابت اور یحییٰ بکاء (بصرہ) اور کہس بن منہل جو ایک مہینہ میں نوے ختم قرآن مجید کرتے تھے اور جو آیت نہ سمجھتے تو رجوع کرتے اور دوبارہ پڑھتے اور مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے ابو حازم اور محمد بن منکدر بھی ایسے ہی تھے اور ان کے سوا اور بہت تھے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ نصف شب جاگنے والے اس قسم کے لوگ بھی بے شمار تھے جنہوں نے نصف شب جاگنے پر مواظبت کی اور اس میں عمدہ طریقہ یہ ہے کہ شب کی اول تہائی اور پچھلا چٹا حصہ سونے میں بسر کرے تاکہ عبادت میں جاگنا

سب کے درمیان ہو۔ یہ صورت افضل ہے۔ (3) کہ تمنائی شب جاگنے والے اس صورت میں نصف شب اول اور چھٹا حصہ پچھلی شب میں سوئے۔

فائدہ : آخر شب میں سونا اچھا ہے اس وجہ سے کہ اس صبح کو اونگھ نہیں آتی۔ اکابر صبح میں اونگھنے کو مکروہ جانتے تھے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آخر شب میں سونے سے چہرے پر زردی کم آتی ہے اور انگشت نمائی کم ہوتی ہے پس اگر اکثر شب جاگے اور سحر کو سو رہے تو زردی چہرہ بھی کم ہوگی اور اونگھ بھی تھوڑی ہوگی۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آخر شب میں وتر پڑھ لیتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت اپنی ازواج کی ہوتی تب ان سے قربت فرماتے۔ ورنہ جائے نماز پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دیتے۔

حدیث : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سحر کے وقت جب بھی دیکھا ہے سوتے ہی پلایا ہے بعض اکابر نے کہ ان میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لیٹنا صبح سے کچھ پہلے سنت ہے اور اس وقت کا سونا عکاشہ اور مشاہدہ کا سبب ہے جو کہ غیب کے پردوں کے پیچھے سے اہل دل کو ہوا کرتا ہے اور ایک یہ بھی اس سے فائدہ ہے کہ اتنے آرام ملنے سے دن کے وظائف میں سے اول وظیفہ پر مدد ملتی ہے حضرت داؤد علیہ السلام اس طرح رات کو جاگتے کہ پچھلی نصف شب میں سے تمنائی جاگتے اور چھٹا حصہ پچھلی شب کا سوتے رات کا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ جاگے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نصف شب آخر میں ہو اور بعض نے کہا کہ رات کا پچھلا چھٹا جاگے۔ (5) جاگنے کا کچھ اندازہ ہی نہ ہو کیونکہ مقدار شب ٹھیک ٹھیک یا تو نبی کو وحی کی وجہ سے معلوم ہو سکتی ہے یا اس شخص کو علم ہیئت جانتا اور چاند کو منزلیں پہچانتا ہو اور ایک آدمی کو اس کے دیکھنے کے لئے مقرر کر دے کہ جب اس مقام پر چاند ہو تو جگانا تو اس میں بھی یہ مشکل ہے کہ ابر آلود راتوں میں خالی ہو گا لہذا اسے جاگنے کے لئے یہ مناسب ہے کہ اول شب میں اتنا جاگے کہ اس کو نیند آجائے پھر جب آنکھ کھلے تب اٹھ کر عبادت کرے اور جب نیند کا غلبہ ہو تو سو رہے اس صورت میں ایک شب میں دو بار سونا اور دو بار جگانا ہو گا رات کی محنت اٹھانی اسی کا نام ہے رات کو اسی کا نام ہے تمام اعمال سے سخت اور افضل یہی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارک بھی یہی تھی اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اولوالعزم صحابہ اور بہت تاحیوں کا یہی طریقہ اور بعض اکابر فرمایا کرتے کہ سونا اول ہی بار ہے اگر میں جاگ کر پھر سو رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو کبھی نہ سلائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جگانا مقدار کے اعتبار سے ایک طریقہ پر نہ تھا کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصف میں جاگتے اور کبھی تمنائی دو تمنائی۔ کبھی چھٹا حصہ اور سہل کی تمام راتوں میں اسی طرح مختلف طور ہوتا چنانچہ سورہ مزل میں دو جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے معلوم ہوتا ہے مثلاً فرمایا اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَ نَقُومُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِ اللَّیْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَتَمَّائِی سے قریب تر گویا ایک نصف اور ایک بار ہواں حصہ پس اگر نصف

اور ٹٹ کو کسرہ دیا جائے تو نصف اور ٹٹ دو تہائی مراد ہوگی اور تہائی اور چوتھائی سے قریب ہو جائے گا اور اگر نصف دیا جائے تو نصف اللیل اور اس کا سوم حصہ مراد ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اٹھا کرتے تھے کہ جب مرغ کی آواز سنتے تھے اس حساب سے چھٹا حصہ شب کا اور اس سے کم ہوتا ہے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفر میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب کو خوب دیکھا ہے آپ بعد عشاء کے تھوڑا سا سو رہے پھر جاگے اور آسمان کے کناروں کو دیکھ کر فرمایا ربنا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا يَهْلِكُ إِنَّكَ لَا تَغْلِبُ الْيَعْتَادَ تک پہنچ گئے پھر اپنے بستر میں سے ایک مسواک اٹھائی اور مسواک کر کے وضو کیا اور نماز پڑھی یہاں تک کہ میرے خیال میں اس قدر ہو گیا جس قدر کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیٹ رہے حتیٰ کہ میں نے کہا جس قدر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اسی قدر سوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاگے اور جو اول بار آیت پڑھی وہی اس بار پڑھی اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اس دفعہ کیا۔ (4) اکثر مقدار جاننے کی یہ ہے کہ بقدر چار رکعتوں یا دو رکعتوں کے جاگے یا یہ کہ وضو کرنا دشوار ہو تو قبلہ رخ ایک ساعت ذکر و دعا میں مشغول ہو کر بیٹھتے تو یہ کی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے ہتھ گزاریوں کے زمرہ میں لکھا جائے۔

فائدہ: ایک اثر میں ہے کہ رات کو نماز پڑھو اگرچہ یہ مقدار بکری کے دودھ نکالنے کے ہوں۔

انتباہ: رات کی عبادت کے چند طریقے ہم نے لکھے ہیں سالک ان میں سے جو اپنے اوپر آسان دیکھے اختیار کرے جس صورت میں ٹھیک آدمی رات اٹھنا دشوار ہو تو چاہئے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان وقت اور عشاء کے بعد کو عبادت سے خلل نہ چھوڑے پھر صبح صادق سے پہلے (سحر کے وقت) اٹھ کھڑا ہو ایسا نہ ہو کہ صبح صادق سونے کی حالت میں گزر جائے اس وقت بیدار ہونے میں رات کی دونوں طرفوں میں جاگنا اور عبادت ہو جائے گی چونکہ مقدار شب کی طرف اس بیان میں ملحوظ تو ان مراتب کی ترتیب موافق وقت کی زیادتی اور کمی کے ہے لیکن پانچویں اور ساتویں طریق میں مقدار کی طرف لحاظ نہیں کیا گیا اس لئے ان کا حل آگے پیچھے جانے میں ترتیب مذکور سابق و طرح نہیں کیونکہ ساتواں مثلاً اسی وقت سے کم نہیں جو ہم چھٹے طریق میں لکھ آئے ہیں اور نہ پانچواں طریق چوتھے کی وجہ نسبت کم ہے۔

سل کے بہترین دن اور افضل راتیں: جن راتوں میں فضیلت زیادہ ہے ان میں جاگنا اور عبادت کرنا تائب مستحب ہے وہ سل میں پندرہ راتیں ہیں۔ طالب کو ان سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ وہ راتیں خیر کی اوقات اور تجارت مقامات ہیں اور جس صورت میں کہ جیسے تاجر اپنے یزن سے غافل رہے گا تو اسے فائدہ نہ ملے گا۔

مسئلہ: ایسے ہی طالب عمرہ اوقات سے بے خبر ہوگا تو فلاح نہ پائے گا ان پندرہ کی تفصیل یہ ہے کہ چھ راتیں ۱۰ رمضان المبارک میں ہیں پانچ خیر عشرہ کی طاق راتیں۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹۔ اس لئے کہ ان میں شب قدر واقع ہوتا ہے۔

جاتی ہے اور ایک سترہویں شب رمضان ہے کہ جس کی صبح کو یوم الفرقان اور یوم التقی المحمان ہوا یعنی اسی دن میں جنگ بدر ہوئی راہن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہی رات شب قدر ہے باقی نو راتیں یہ ہیں۔ (1) ماہ محرم کی پہلی شب۔ (2) شب عاشورہ (3) اول شب ماہ رجب (4) پندرہویں شب ماہ مذکور۔ (5) ستائیسویں شب۔ ماہ مسطور ہیں معراج ہوئی اور اس شب میں ایک نماز حدیث شریف میں وارد ہے چنانچہ نوافل 27 رجب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس رات میں بارہ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد اور قرآن کی ایک سورت پڑھے اور دو رکعتوں کے بعد التیمات پڑھنا جائے اور سلام تمام رکعتوں کے بعد پھیرے پھر سو دفعہ کہے سبحان اللہ والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر اور سو بار استغفار پڑھے اور سو بار درود حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھے اور اپنے لیے دین و دنیا کے امور میں سے جو چاہے مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے گا۔ بشرطیکہ دعا گناہ کے متعلق نہ ہو۔ (6) پندرہویں شب ماہ شعبان۔ اس میں سو رکعتوں میں ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اکابر اس نماز کو ترک نہ کرتے تھے۔ نوافل ذکر میں لکھ آئے ہیں۔ (7) شب عرفہ (8) عیدین کی راتیں۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو عیدین کی دونوں راتوں میں عبادت کرے گا اس کا دل اس دن نہ مرے گا جب اور دن کے دل مریں گے۔ اور سال کے دنوں میں عمدہ دن انیس ہیں جن میں وظائف کا پیارے پڑھنا مستحب ہے۔

پہلا عرفہ۔ دوسرا عاشورہ: تیسرا ستائیسواں دن رجب کا جو بہت بڑا شرف رکھتا ہے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ستائیسویں رجب کو روزہ رکھے اس کے لئے اللہ عزوجل ساٹھ مہینے کے روزے لکھ دیتا ہے اور یہ وہ روزہ ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام دینے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر اترے تھے۔ چوتھا سترہواں دن رمضان المبارک کا جو بدر کی لڑائی کا دن ہے۔ پانچواں پندرہواں اور شعبان کا چھٹا جمعہ کا روزہ۔ ساتواں عید کا روزہ اور دن ذوالحجہ کے جو ایام معلومات کہلاتے ہیں اور چونکہ عرفہ پہلے گزر چکا تو یہ نو روزہ ہوئے اور تین دن ایام تشریف یعنی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذوالحجہ جن کو ایام معدودات کہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا کہ جب جمعہ اچھی طرح گزرتا ہے تو سب دن اچھے گزرتے ہیں اور جب ماہ رمضان سلامت رہتا ہے تو تمام سال سلامت رہتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں پانچ روز اپنی لذتوں میں رہے گا وہ آخرت میں لذت نہ پائے گا اور ان پانچ روز سے مراد دو روز عید کے ایک جمعہ ایک عرفہ اور ایک عاشورہ ہے اور ہفتے کے دنوں میں سے بہتر دن پنج شنبہ اور دو شنبہ ہے جن میں اعمال اللہ عزوجل کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

روزہ رکھنے کے لئے جو مہینے اور دن اچھے ہیں ان کی فضیلت ہم باب الصلوٰۃ میں لکھ آئے ہیں۔ اب دوبار بیان کرنے کی حاجت نہیں۔

احیاء العلوم کی جلد اول اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے پوری ہوئی اس کے بعد دوسری جلد ہم کھانے کے

توبہ سے شروع کریں کہ لاہ قزوین حسن قلی علیہ السلام

والحمد لله اولنا و آخرنا و ظاہرنا و باطننا و صلی اللہ علی کل عبد المصطفیٰ و علی آل سیدنا محمد
و اصحابہ المنتہ و المہدی

سنہری عبادت

ترجمہ

کیمیائی معادلات

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمہ اللہ

مترجم

مولانا علامہ محمد منشاہد بخش قصوری بھٹائی

مدرس و صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ ضویہ لاہور

ناشر

شبیر برادرزادہ
اردو بازار لاہور
پاکستان

الامام محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ تصانیف ترجمہ شرح و تخریج کی ہولی کتب

جہانگیری

صحیح بخاری شریف

امام محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ

تقریباً ۱۰۰۰۰ احادیث

المعروف بہ

فتوح بنی ہاشم صحیح بخاری

تقریباً ۱۰۰۰۰ احادیث کی پہلی جامعہ و مشہور شرح

جمال السنن

المعروف بہ

فتوح بنی ہاشم صحیح بخاری

تقریباً ۱۰۰۰۰ احادیث کی پہلی جامعہ و مشہور شرح

مختصر باقیہ

مفصل تخریج آسان و عام فہم اور جامعہ ترجمہ جو اپنی مثال آپ ہے

صحیح مسلم شریف

تقریباً ۱۰۰۰۰ احادیث

امام مسلم بن الحجاج قشیری

۱۵ کتب سے تخریج

امام ابو یوسف و آثار کا مستند اور قدیم مجموعہ

سنن ابی یوسف

تقریباً ۱۰۰۰۰ احادیث

امام ابو یوسف یحییٰ بن یوسف

۱۵ کتب سے تخریج

معارف و احادیث

پیشکش کنندہ

پیشکش کنندہ